سردست انکے کلام پر ایک مفصل تبصرہ کرنے کی ضرورت نہین ہے
لیکن سب سے پہلے ان کا مجموعی کلام دیکھکر نقاد کو جس اعتراف کی ضرورت پڑتی ہے۔ یہ ہے
کہ وہ بغیر کچھ سوچے سمجھے یہ کہدے کہ مرزا نے ایک ہمہ گیر طبیعت پائی تھی۔ اور تمام
اصناف سخن پر پورے طور سے قادر تھے۔ اُسکے بعد فرداً فرداً تمام اصناف کلام کو جانچے
پھر چونکہ شاعر کے مجموعہ سخن مین سب سے ز ... ہر غزلیات کا حصہ ہوتا
ہے۔ جو اگرچہ ضرورت کے لحاظ سے سب سے ا ... میرا خیال ہے کہ شاعر کو
جس درجہ جگر کاوی غزلیات مین کرنی پڑتی ہے ... مین کرنی پڑتی۔ قصیدے اور
رباعیات و مثنوی وغیرہ بھی اگرچہ بڑے پایہ کی چیزین ہین۔ مگر انکا نمبر نیچے بعد دیکھے
رکھا جائے گا۔ سردست ہم مرزا کی غزلون پر ایک نگاہ ڈالتے ہین۔ اور بتاتے ہین کہ مرزا تغزل
کے رنگ مین کہانتک کامیاب ہین۔

چونکہ مرزا کا زمانہ اردو کی شاعری کے سب سے بڑے رکن یعنی ولی سے بہت زیادہ دور
نہین ہے اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ کے تغزل کے اسلوب پر ایک نظر عمیق
ڈال لی جائے۔ کیونکہ یہ اُنکے رموز کلام کے انکشاف مین پوری پوری مدد کرے گا۔ اردو
شاعری کے آغاز کی تحقیقات اسوقت قطب شاہیون تک پہونچ گئی ہے اور یہ ظاہر ہو چکا ہے
کہ سلطان محمد قلی قطب شاہ جو ۱۵۸۰ء مین تخت سلطنت کے رونق افروز ہوئے وہ اردو مین شعر کہتے تھے
اور معانی تخلص فرماتے تھے۔ اسیطرح محمد قطب شاہ۔ عبداللہ قطب شاہ بھی اردو کے شاعر تھے۔
مگر باوجود اسکے کہ انمین سے بعض کے دیوان بھی دستیاب ہوگئے ہین نیز اور انکے زمانے کے
دوسرے شعرا مثل ابن نشاطی۔ مولانا وجہی۔ تحسین الدین۔ ملا قطبی۔ جنیدی۔ طبعی۔ نوری۔
فائز۔ شاہی مرزا وغیرہ کی اردو شعر گوئی اور اردو کی تصنیفات کا بھی پتہ چل گیا ہے
عادل شاہیون کے دور حکومت کے شعرا و مشاہیر۔ رستمی۔ نصرتی۔ ہاشمی۔ دولت۔ شاہ ملک۔ شاہ امین
وغیرہ کے حالات و تصانیف بھی معلوم ہوگئے ہین۔ پھر بھی ہم ولی دکھنی ہی کو شاعر اردو
کا رہبر و اول تسلیم کرتے ہین۔ کیونکہ دلی مین جس نے اس ادبی قالب مین روح پھونکی
وہ ولی ہی تھا۔ اور سب سے پہلے اہل دلی نے جس کا اتباع کیا اور جس کا فخر اسی باکمال کو
حاصل ہوا۔ اور اسمین بھی شک نہین ہے کہ قدما کی نسبت انکی زبان زیادہ ترو جدار۔ زیادہ
صاف۔ زیادہ قابل اعتنا۔ زیادہ قابل استناد۔ زیادہ قابل اعتماد ہے ان کا رنگ تغزل

اپنے دیوان کے دیباچے مین کیا ہے۔ زبان کے علاوہ شاعری مین بھی ندرت آفرینیان کین صنایع بدایع کا استعمال بھی شروع کیا۔ رنگینی مین اضافہ کرکے اُس پھیکے پن کو جو قدیم دواوین مین پایا جاتا تھا دور کردیا۔ اور شعر مین جذبات کو اس خوبصورتی اور خوبی سے کھپایا کہ اکثر شعر جذبات محبت کی صحیح تصویر بن گئے۔ معنی آفرینی لطیف استعارون اور تشبیہون سے کام لیکر کلام کو گل و گلزار بنایا۔ غرضکہ اپنی سعی بلیغ سے اس پھیکے پودے کی وہ آبیاری کی کہ اسکی نو دمیدگی ہی سے اسکی برومندی کا پتہ چلنے لگا۔ ہان اگر کوئی نقصان ہوا تو یہ کہ اور صنعتون کے ساتھ ساتھ صنعت ایہام کا بڑا زور ہوگیا۔ پورے پورے شعرون کی بنا ذو معنی الفاظ پر رکھی جانے لگی۔ اور بعض جگہ فحش الفاظ سے بھی گریز نہین کیا گیا۔

اسی زمانے کے قریب قریب بلکہ اس سے ملا ہوا زمانہ میر و سودا کا بھی ہے کیونکہ حاتم بقول مصحفی ۱۱۹۶ھ اور مرزا ۱۱۹۵ھ مین فوت ہوے۔ مگر مرزا کی شاعری کا رتبہ بلاشک اتنا ہے کہ ایک ایک لفظ فخر و مباہات کے ساتھ کہہ رہا ہے ع رتبۂ شاگردی من نیست اُستاد مرا۔ یہی سبب ہے کہ شاہ حاتم نے اپنے شاگردون کی فہرست مین بے حد فخر و مباہات کے ساتھ مرزا کا نام لیا ہے۔ اور یہی سبب ہے کہ میر تقی میر سا زبردست نقاد اگرچہ اپنے تذکرے مین شاہ حاتم کو مرد جاہل و متمکن لکھتا ہے۔ مگر سودا کو استاد زمانہ اور سرآمد شعرا مانتا ہے۔ اسی سے اُستاد اور شاگرد کا فرق اور زبان۔ ادب۔ اور شعر کی خدمت کا صاف صاف اندازہ ہوجاتا ہے۔

دیوان غزلیات اردو

اوّل تو اُس زمانے کی روش ہی یہ تھی کہ جو کچھ لکھا جائے وہ اُن جذبات اور واردات قلبیہ پر محمول ہو کہ جو دل پر گزرین وہی قلم کی زبان سے ادا ہون یہی روش اُس وقت کے عام شعرا کی ہے اور غیر مشہور سے غیر مشہور شاعر کے یہان بھی ضرور کچھ نہ کچھ شعر ایسے مل جاتے ہین جو نشتر بنکر دلمین اُتر جاتے ہین۔ پھر علی الخصوص ایسے مشہور و معروف اُستاد جنکا ایک زمانہ لوہا مانے ہوے ہے۔ اُن کا کلام کیونکر واردات قلبیہ سے خالی ہوسکتا ہے۔ سر سے پاؤن تک جذبات ہی جذبات۔ اور ادھر سے اُدھر تک واردات ہی واردات ہین۔ ہاے کیا خوب کہا ہے۔

اتنا تو فیض عشق سے کامل ہوا ہون مین ۔۔۔ سر سے لگا کے پاؤن تلک دل ہوا ہون مین

اگرچہ اہل فارس کی نکالی ہوئی راہون سے جُدا تو نہین ہے۔ مگر پھر بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کی آب و ہوا نے بھی اسپر اچھا خاصہ اثر کیا ہے۔ اسپر بھی وہی حسن و عشق کی رنگین حکایات وہی عاشقانہ شکایات۔ وہی شب ہجر اور روز وصال۔ وہی وصل کی خوشی اور جدائی کا ملال معشوقون کی ستم رانیان عشاق کی پریشانیان۔ رقیبون کا فائز المرام ہونا۔ اور اپنا محروم و ناکام ہونا مجنون و فرہاد کی سی تقدیرین۔ مانی و بہزاد کی کھینچی ہوئی تصویرین۔ یوسف و زلیخا کا حال۔ شیرین و لیلےٰ کا جمال بُلبُل کی فریاد قمری کی افتاد۔ رندون اور حشیون کے کارنامے۔ چارہ گرون اور واعظون کے عصا اور عمامے سب جگہ نظر آتے ہین یہ سب کچھ ہے مگر معلوم یہ ہوتا ہے کہ ایک بہت ہی بھولا بھالا آدمی باتین کر رہا ہے۔ ذرہ بھر اپنا حال نہین چھپاتا۔ جو کچھ دل مین ہے وہی زبان پر ہے۔ بناوٹ۔ تکلف۔ تصنع۔ آورد نام کو بھی نہین بعض جگہ ایسا ہے کہ بات مین بات نکلتے ہین۔ مگر وہ بھی سادی۔ پھر کچھ شیرین کچھ پھیکی۔ کلام مین عمق۔ جذبات مین گہرائی کہین نام کو بھی نہین۔ جذبات سادہ کے علاوہ تصوف کے مضامین بھی ہین۔ مگر اکثر جگہ پڑھکر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یا کوئی صوفی حقایق معرفت بیان کر رہا ہے۔ اور یا کوئی واعظ منبر پر وعظ کہتا ہے۔ یا کوئی مناجاتی سر بسجدہ ہو کر خدا سے کچھ التجائین کر رہا اور گڑ گڑا کر دعائین مانگ رہا ہے۔ مین ان سب کی مثالین بیکار سمجھکر نہین دیتا۔ ورنہ اُنکا دیوان کافی طور پر میرے دعوے کی تصدیق کرتا۔ ولی ہی کی طرح انکے معاصرین مثل سراج دکھنی اور داؤد وغیرہ کا کلام بھی۔ صاف صاف اور سادہ سادہ آورد سے بسرا و منزہ ہے۔ صنعتون۔ ذومعنی لفظون سے پاک ہے یون سمجھئے کہ ایک صاف چٹیل میدان ہے جسمین گرد و غبار کا کہین نام بھی نہین۔ ہان اگر کوئی بات آج کے نقطہ نظر سے جدا ہے تو یہ ہے کہ اکثر ایسے الفاظ پائے جاتے ہین جو آج متروک کے درجہ سے بھی کئی درجے آگے ہین۔

اسکے بعد دوسرا دور وہ ہے جسمین شاہ حاتم۔ شاہ مبارک آبرو۔ مرزا مظہر جان جانان شرف الدین مضمون۔ یقین۔ اور تابان ایسے بزرگ ہین۔ جنھون نے حقیقت مین اردو شاعری کی داغ بیل ڈالی اور جنکو ولی اور ولی کے معاصرین ہی کے برابر درجہ دیا جا سکتا ہے۔ اس لئے کہ ان حضرات نے زبان اُردو کو صاف بھی کیا۔ اور ہمین سے اپنے پیشروون کے استعمال کئے ہوئے وہ الفاظ بھی نکالڈالے جو اُسوقت کے مذاق سلیم پر گران گذرتے تھے۔ یا جنمین رکیکنت یا بھاشا کا اثر زیادہ تھا۔ اور سب سے زیادہ ہمین شاہ حاتم نے حصہ لیا جسکا ذکر اُنھون نے

ظالم مین کہہ رہا تھا تو اس خون سے درگزر — سودا کا خون ہے یہ چھپا یا نجائے گا
گو نہ دے شیشہ گردون مئے گلرنگ مجھے — خون دل سے تو مرا جام ہے معمور سدا
در دستو سنتے ہو سودا کا خدا حافظ ہے — عشق کے ہاتھ سے رہتا ہے یہ رنجور سدا
سودا سے یہ پوچھا مین دل مین بھی کسیکو دون — وہ کرکے بیان اپنا رو داد بہت رویا
دیر و حرم کو دیکھیا اللہ رے فضولی — یہ کیا ضرور تھا جب دل کا مکان بنایا
تجھ بن عجب معاش ہے سودا کا ان دنون — تو بھی ٹک اسکو جا کے ستمگار دیکھنا
جب سے ہوئی ہے قابل شمشیر کمر — چھاتی پہ میری مرہم زنگاری رہا
بے جرم و گناہ قتل عاشق — مذہب مین ترے صواب دیکھا
سودا پھر آج تیری آنکھین بھر آیان ہین — عالم کے ڈوبنے مین کل کچھ بھی رہ گیا تھا
جب بادہ خون دل ہو تو سیر چمن کجا — ساقی وہ نو بہار و شب ماہ کہن کجا
اس چمن مین جب تلک ہم نشہ مستی مین بیٹھے — عمر کا اپنی پُر از خون جگر پیمانہ تھا
دہر بانٹے تھا متاع دو جہان اے سودا — بے نوائی نے مرے اسکو گوارا نہ کیا
مشکل پڑے گا پھر تو بجھانا جہان کو — جو ٹک زیادہ عشق کا شعلہ بھڑک گیا
آہ و فغان کی آج جو آتی نہین صدا — شاید جہان سے ترا بیمار اُٹھ گیا
تو ہر جہان مین لے گل گلزار کیا ہے غم — سمجھا جو تیرے کوچہ سے اک خار اُٹھ گیا
غیر ونکو دیکھ بیٹھے ہوے بزم مین تری — جب کچھ نہ بس چلا تو مین ناچار اُٹھ گیا
ہون تو چراغ راہ سر زیر آسمان — لیکن خموش ہو کے سر شام رہ گیا
کر قطع ہاتھ پہلے پھر فکر کر رفو کا — ناصح جو یہ گریبان تو نے سیا تو پھر کیا

صرف ردیف الف مین سے یہ چند اشعار ایک سرسری نظر مین انتخاب کرکے لکھ دینا نمونے کے لئے بہت کافی ہین۔ اور اگر کہین پورے دیوان کا انتخاب کیا جائے تو میرے عقیدے مین ایک چھوٹا کلیات تیار ہونا دشوار نہین ہے۔ اسی اندازہ کے لئے مولٰنا آزاد نے آب حیات مین کچھ شعر میر و سودا کے ایسے لکھ دئے ہین۔ جنکے مضمون قریب قریب ایک ہین بعض لکھتا ہون۔

میر — گلا مین جس سے کرون تیری بیوفائی کا — جہان مین نام نہ لے پھر کوئی آشنائی کا

سودا کے دیوان ریختہ مین جذبات عشق کی ایسی ایسی مکمل تصویرین پائی جاتی ہین جو بڑے سے بڑے نغزدہ بین مصور کے یہان بھی نہین ملین جنھین دیکھتے ہی دل پر حزن و ملال کی بجلیان گرجاتی ہین - اور زبان سے بے ساختہ اُف اُف کی صدا نکلنے لگتی ہے - اثر و تاثیر اُنکے کلام مین اُتنا ہی ہے جتنا کہ میر تقی اور میر درد کے یہان ہے - ان اگر کوئی فرق ہے تو یہ ہے کہ میر صاحب حزن و یاس کے جذبات کے سوا اور کسی چیز سے سروکار ہی نہین رکھتے اور سودا کو رفعت مضامین - اور شوکت الفاظ - ندرت بیان - معنی آفرینی کی طرف بھی اُتنا ہی لگاؤ ہے - جتنا کہ جذبات کیطرف - اُن کے یہان یہ سب چیزین ملی جُلی ہین - کہین کہین صرف جذبات ہی کی طرف توجہ ہوتی ہے تو اُس وقت میر درد - یا میر تقی سے کم نہین رہتے - اسی فرق نے بعض نقادون کو دعویٰ کا دیا ہے - جسکی بنا پر انھون نے کہدیا ہے کہ سودا کے کلام مین اتنا درد نہین ہے جتنا خواجہ صاحب یا میر صاحب کے یہان ہے اس سے انکار نہین کیا جا سکتا لیکن یقینی اُن بلند نظر نقادون سے یہ غلطی ہوئی کہ انھون نے اس بات پر مطلق توجہ نہین کی کہ مرزا کے یہان درد کے علاوہ دوسری چیزین بھی ہین - اور اسی کثرت مشاغل نے اُنکے کلام مین یکسانیت پیدا نہین ہونے دی - ورنہ انکا دیوان بھی سرتاپا ویسا ہی ہوتا جیسا کہ میر تقی مرحوم کا ہے - تھوڑے سے شعر چنکر لکھتا ہون - دیکھنے والے انصاف کرینگے تو ضرور کہدینگے کہ میر تقی - میر سوز - اور خواجہ میر درد کا رنگ ہے -

اس گلشن ہستی مین عجب دید ہے لیکن جب آنکھ کھلی گل کی تو موسم ہے خزان کا

ہم تو قفس مین آن کے خاموش ہو رہے اے ہم صفیر فائدہ ناحق کے شور کا

کبھو مین بات بن روئے نہین کی اُس سے پر اُن نے نہ پوچھا یون سبب کیا ہے ترے ہر بار رونے کا

یہ سمجھے تو اب کہ سودا کا دل تری گفتگو نہ سمجھے گا
حق کے سمجھائے سمجھے تو سمجھے تیرے سمجھائے تو نہ سمجھے گا

چھیڑ مت باد بہاری کہ مین جون نکہت گل پھاڑ کر کپڑے ابھی گھر سے نکل جاؤن گا

سمجھے تھے ہم جو دوست تجھے اے میان غلط
تیرا نہین ہے جرم ہمارا گمان غلط
ساقی نہو تو سیر چمن کا ہے کیا مزا
جاتا بغیر بادہ سوے بوستان غلط

ناصح نہ اُسسے بک جو ہین آگاہ راز عشق
وہ کر چکے ہین دین و دل و جان نیاز عشق

حسن کے بازار مین کیا ہی جزا شیائے فراق
دے کے نقد دل بکرز نہار سودلئے فراق

سنبل و زلف سیہ کا کل و شب چار دن ایک
غمزہ و ناز و ادا جنبش لب چار دن ایک

کس رنگ مین دکھا نہ ترے رنگ کا جلوا
سب رنگ مین ہے تو یہ ترا سب سے برنگی

مرغ دل کے جو شکاری ہین اگر صید حرم
بکنے آوے تو خریدین نہ وہ فتراک کے مول
بوسہ لیتے ہین دُر دیدۂ تمنا کے مول
مژۂ تر کو بتان لیوین نہ خاشاک کے مول

اس قسم کے سیکڑون شعر اُنکے دیوان غزلیات مین ہین - اور بعض بعض غزلین ایسی بھی ہین جو باوجود مشکل زمین مین ہونے کے ازسرتاپا کیفیات حالیہ مین ڈوبی ہوئی ہین - غرضکہ اُن کی طبیعت ہمہ گیر ہے جسکا جلوہ اُنکے دیوان مین اچھی طرح نظر آتا ہے - ہان اگر اُنکے یہان نہین ہین تو دو باتین نہین ہین - ایک تو یہ کہ تانیث و تذکیر کی پابندی بہت کم کیجاتی ہے - کوئی لفظ کہین مونث ہے اور کہین پھر اُسیکو مذکر کہتے ہین - دوسرے تصوف کا رنگ اُن کے یہان بہت ہی کم ہے - اِن دونون باتون کا نہونا کچھ تعجب انگیز نہین - پہلی کمی یعنی تذکیر و تانیث وغیرہ کی پروا نکرنا تو اس لیئے ہے کہ زبان اسوقت تک اس درجہ پر ہرگز نہ پہونچی تھی کہ قواعد کی حدود مین آجاتی - دوسری بات یعنی مذاق تصوف کی کمی بالکل سامنے کی بات ہے سودا ایک ہشاش بشاش خوش و خرم آدمی تھے قاعدہ کے موافق مذہبیات سے اُنکو کچھ بہت زیادہ علاقہ نہونا چاہیئے اور ہونا چاہیئے تو اتنا ہی کہ اُسمین اونکی طبیعت کا رنگ اصلی فنا نہو جائے - تصوف نام ہے دنیا سے قطع تعلق کا یگانون سے بیگانگی کا - اور ابھی یہان اس کا نام بھی نہ تھا - وہ دوستون - ہم جلیسون مین زندگی گزارنے والے تھے اسپر طبیعت قدرتی طور پر شوخ پائی تھی پھر بھلا کیون تصوف کے جال مین

سودا ؎ گلا لکھوں میں اگر تیری بیوفائی کا | لہو میں غرق سفینہ ہو آشنائی کا

میر ؎ چمن میں گل نے جو کل دعوے جمال کیا | جمال یار نے منھ اسکا خوب لال کیا
سودا ؎ برابری کا تری گل نے جب خیال کیا | صبا نے مار تھپیڑا منھ اس کا لال کیا

میر ؎ رات ساری تو کٹی سنتے پریشان گوئی | میر جی کوئی گھڑی تم بھی تو آرام کرو
سودا ؎ سودا تری فریاد سے آنکھوں میں کٹی رات | اب آئی سحر ہونے کو ٹک تو کہیں مر بھی

اب ذرا مضمون آفرینی کے بھی دو چار شعر دیکھ لیجیے جسمیں مضمون کے ساتھ ہی ساتھ بلند نظری بھی شامل ہے۔

حباب آسا کیا ہے کار استغنا تمام اپنا | نکالا رو سفید آخر میں اس صفحہ پہ نام اپنا
اگر سمجھو تو خاکستر صبا کے ہاتھ بھیجوں میں | نہیں گویا زبان شعلہ دوں کسکو پیام اپنا
پوچھے ہے پھول پھل کی خبر اب تو عندلیب | ٹوٹے جھڑے خزاں ہوئے بوٹے پھلے گئے
عجز و غرور دونوں اپنی ہی ذاتیں ہیں | ہم عبد سے جدا کب معبود جانتے ہیں
نے بلبل چمن نہ گل نو دمیدہ ہوں | میں موسم بہار میں شاخ بریدہ ہوں
ناتوان مرغ ہوں میں اے رفقائے پرواز | اتنا آگے نہ بڑھو تم کہ رہا جاتا ہوں
سودا وہ کون سا ہے بھلا اس چمن میں گل | ٹکڑے جگر کے جس کے گریبان پر نہیں

اسیطرح۔ روانی تشبیہات واستعارات لطیف تلمیحات۔ وغیرہ انکے یہاں اپنی اپنی جگہ پر موجود ہیں اور اسکے ساتھ ہی شوکت الفاظ اور معانی آفرینی کے وہ فرمانروا ہیں۔ اور فرمانروا بھی ایسے کہ معاصرین میں انکا کوئی مدمقابل نہیں ہے۔ زبان نہایت صاف و شستہ ہے۔ حتی کہ بعض شعروں کو آجکل کے فصیح الکلام شعرا کے کلام میں ملا دیں تو شاید ہی کوئی بڑا ادیب یہ سمجھ سکے کہ یہ کلام آج کا نہیں ہے۔

اسکے علاوہ سنگلاخ زمینوں میں شعر کہنا اور انکو سرسبز کر دکھانا بھی سودا کا طرۂ امتیاز ہے۔ پتھر سے پتھر زمین کو لیتے ہیں اور پانی کرکے بہا دیتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایک زبردست اور ماہر پیراک دریا کے اوپر پیرتا ہوا چلا جارہا ہے اور اسکا کف پا بھی تر نہیں ہوتا۔ دیکھیے

ہے اس لئے سودا کے قصیدون کی قدر نہونے کے بھی کوئی معنے نہ تھے۔ (۴) چوتھی وجہ ہے اور غالبًا سب سے اہم وجہ ہے یہ کہ سودا کے قصاید مین ہجویات بھی شامل ہین۔ اور ہجو کا مشہور ہونا ایک مسلم اور بدیہی بات ہے۔ پھر ہجو بھی سودا کی کہی ہوئی ہجو جسمین۔ ظرافت۔ استہزا۔ تمسخر۔ حتیٰ کہ فحش سے بھی احتراز نہین۔ خود نقال بنتے ہین اور اسی بھیس مین جسکو چاہا ہے شہدا بناکر رکھدیا ہے۔ اسی لئے عوام و خواص کو اُن سے دلچسپی ہوئی اور وہ دنیا بھر مین مشہور ہوگئے۔ ورنہ محامد کے قصاید خواہ کیسے ہی بلند کیون نہون اسقدر مقبول اور مشہور نہین ہوسکتے مدح گوئی مین اگرچہ سودا کا درجہ عرفی اور انوری کا سا ہے۔ پھر بھی قصاید مین انکا رنگ دنیا سے جدا بلکہ یون کہیے کہ انکی دنیا ہی جدا ہے۔

وہ جس کی مدح کرتے ہین تو اس شان سے کہ جو خوبیان یہ بیان کرتے ہین وہ سب بلکہ اُن سے کچھ زیادہ ممدوح مین نظر آنے لگتی ہین۔ خیال کی بلندی مین الفاظ کی شوکت۔ مضامین کی برجستگی اور تلاش۔ تشبیب کا اُٹھان۔ ندرت آفرینی یہ سب چیزین ملکر نہ معلوم اُنکے قصیدون کو کہان سے کہان پہونچا دیتی ہین۔ اور وہ کچھ سے کچھ بنجاتے ہین۔ اسکے بعد سب سے بڑی خوبی مخلص اور گریز مین دیکھی جاتی ہے۔ وہ بھی اُنکے یہان اُسی درجہ کی ہے جس درجے کے وہ ہین۔ مین چاہتا تھا کہ سودا کے چند قصاید سے کچھ مخلص جنکر نمونے کے طور پر پیش کرون۔ پھر سوچتا ہون کہ کلیات پڑھنے والون کے سامنے ہے وہ خود ہی سمجھ لین گے۔ دُعا کے ساتھ اختتام بھی قصیدے کی خوبی کا ایک اہم جزو ہے سودا اُسکے بھی مشاق ہین۔

سودا کے بعض قصیدے ایسے بھی ہین جہان اُنھون نے تمہید اور تشبیب سب کو بالائے طاق رکھدیا ہے۔ اور سرے ہی سے مدح گوئی کا آغاز کیا ہے۔ مگر پھر بھی قصیدے کی آن بان کو ہاتھ سے نہین جانے دیا۔

ہجویات

ہجویات کا بڑا حصہ قصیدون اور مخمس مسدس وغیرہ مین شامل ہے۔ لہذا نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ قصیدے اچھے ہین تو ہجو بھی وہی شان رکھتی ہوگی۔ مگر قصاید کی پابندی کو ہٹا کر دیکھا جائے تب بھی کہا جاسکتا ہے کہ ہجویات کا دفتر گو اُنکے حریفون کے لئے کتنا ہی دل آزار ہوا ور وہ اُنکے لکھنے سے کیسے ہی اخلاقی مجرم بنے ہون۔ مگر آج ہمارے لئے وہ ایک اعجوبہ روزگار ہے کم نہین

اُلجھتے۔ اور یون تو پھر زمانہ کی ہوا ہی تھی۔ ڈھونڈھنے والے ڈھونڈنے بیٹھتے ہین تو اس قسم کے شعر بھی دیوان سے نکال ہی لیتے ہین۔ مگر اسکو اُنکے کلام کی خصوصیات مین داخل نہین کرسکتے البتہ شعر کو ایہام وغیرہ کی مُردون سے بچا کر اُنھون نے اتنا صاف کیا ہے کہ وہ اُنکے لئے مخصوص چیز بن گئی ہے۔ ہندی کے کُڈھب اور بے جوڑ الفاظ کو اردو کے ساتھ ایسا ملادیا ہے کہ زمانہ گزر گیا۔ روشین بدل گئین۔ مذاق بدل گئے۔ مگر آج بھی وہ جوڑ اپنی جگہ سے نہین ہلتے۔ تمام کلام نہایت سنگین اور ٹھوس ہے۔ اور اسمین معنی آفرینی استعارات و تشبیہات کی گلکاریان نُدرت پر نُدرت کا کام دیتی ہین۔

مدحیات

مَدحیات مین زیادہ تر قصاید ہین بعض مثنویان بھی ہین۔ قصیدون کے متعلق سودا کے واسطے اتنا لکھا جاچکا ہے کہ زمانہ اُس کا معترف ہے۔ اور اسمین اب اگر کچھ لکھنے کی گنجایش ہے تو یہ ہے کہ لکھا جائے کہ میر تقی میر یا اپنے تمام معاصرین سے اُنکے قصاید بڑھے ہوئے ہین تو کیون ہین۔ اور اُسمین کونسا ایسا جادو ہے کہ جو ادیب اُٹھتا ہے ن یہی کہتا ہوا اُٹھتا ہے کہ سودا قصیدہ گوئی کا وہ مرد میدان ہے کہ اُسکا خاک ہندوستان نے جواب پیدا نہین کیا۔ یہ سب کو معلوم ہے۔ مگر یہ کوئی نہین بتاتا کہ اسکی وجہ کیا ہے۔ نظر سرسری مین مین نے جو کچھ اسکی وجہ دریافت کی ہے وہ یہ ہے (۱) اُنکے بڑے حریف میر تقی میر ہی ہوسکتے تھے۔ مگر میر صاحب سے قصیدہ گوئی کے میدان مین سودا کے پیش پیش ہونے کی وجہ یہ ہے کہ قصیدہ چاہتا ہے مضامین مین شگفتگی۔ الفاظ مین شوکت اور بلندی۔ خیال مین عُلو۔ اور ندرت۔ برعکس اسکے میر تقی میر علیہ الرحمۃ۔ قانع متوکل خاموش۔ متالم۔ پژمردہ مزاج۔ پھر بھلا کیونکر سودا کے قدم بہ قدم چل سکتے تھے۔ (۲) دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ قطب شاہیون کے عہد سے دکنی شاعری کا خاکہ تیار ہوا اور اُسی پر اُردو کی بنا رکھی گئی۔ مگر کوئی شخص ایسا نہین پیدا ہوا جسنے صرف قصیدہ گوئی پر توجہ کی ہو۔ سودا پہلے وہ شخص تھے جو اس میدان مین ایسے انہماک اور اس طمطراق کے ساتھ وارد ہوئے کہ دنیا اُنکی شان و شوکت کو دیکھکر داد دینے پر مجبور ہوگئی۔ اور اُسی کا یہ اثر ہے کہ آجتک اُستاد ماننے پر مجبور ہے (۳) سودا کے قصاید مین سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ جدت ہے۔ اور وہ اپنے معاصرین یا متقدمین کی طرح بار بار ایک ہی مضمون کو دُہرانے اور کہی ہوئی بات کو بار بار کہنے کے خوگر نہین ہین دنیا کا قاعدہ ہے کہ ہمیشہ نئی بات کی قدر کرتی

رُباعیات

اصنافِ نظم مین رباعی کی صنف بھی ایک ممتاز اور بلند ترین درجہ رکھتی ہے۔ آجکل نہ سہی مگر پہلے لوگ جیسے غزل کے کہنے مین مہارت حاصل کرتے تھے اسیطرح رباعیات کہنے مین بھی پوری پوری دستگاہ اور مشق بہم پہونچاتے تھے۔ علی الخصوص سودا کے زمانہ مین۔ چنانچہ خواجہ میر درد کی رباعیان اسکی شاہد ہین اسی لحاظ سے سودا کے یہان انکا نہ پایا جانا کوئی معنی نہین رکھتا اور گو اُن رباعیات مین خیامیت یا سرمدیت نہین ہے پھر بھی وہ بجاے خود بہت بڑی چیز ہین تضمین مدحیہ۔ ناصحانہ۔ فخریہ۔ عاشقانہ اور ہجو ہمہ قسم کی رباعیان شامل ہین۔ اور بعض خصوصیت کے ساتھ قابل دید وداد ہین۔

تضمین وگرہ بند

تضمین وگرہ بند مین سودا کو خاص ملکہ ہے۔ اور انھون نے جو جو تضمین لکھی ہین وہ بے مثل اور لاجواب ہین۔

مرثیے اور سلام

مرثیے اور سلام کی ترقی دیکھکر آزاد نے یہ لکھدیا ہے کہ انکا ذکر کرتے ہوے شرم آتی ہے۔ مگر مین نے سودا کے مرثیون کو ایک ایک حرف کرکے پڑھا مجھے تو اُن کے ایک ایک مرثیہ سے عقیدت ہوگئی کیونکہ مین نے جہانتک غور کیا اُنکے ہر مرثیہ سے خلوص کی بو آرہی ہے اور اسی خلوص نے ہر شعر ہر مصرع بلکہ ہر لفظ مین نشتر پوشیدہ کردیے ہین۔ وہ مسدس کی صورت مین نہین ہین مگر اس سے کیا ہوتا ہے جیسے ہین بہت خوب ہین۔ مولانا آزاد نے دبے دبے الفاظ مین یہ بھی کہا ہے کہ اُن کے یہان اس صنف مین غلطیان ہین۔ مگر مین نے تو جیسا انکے دوسرے کلام کو پایا اسیطرح انکو بھی اس سے انکار نہین کہ غلطیون سے پاک ہین۔ مگر سچ یہ ہے کہ جنکو آزاد نے غلطیان کہا۔ اور جنھین مین آج فروگزاشتون کے نام سے موسوم کرون وہ فروگزاشتین نہین بلکہ اُس زمانہ مین اتنی چھان بین بھی نہ تھی اور اگر تھی تو وہ اِن غلطیون کو غلطیان نجانتے تھے۔

ہے۔ اُنکی لکھی ہوئی ہر ہجو ایک تیز تلوار کی مانند ہے اسکا وار کبھی اوچھا پڑتا ہی نہین ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ جب وہ وار بھرپور پڑتا ہے تو کام کئے بغیر رہ نہین سکتا۔ برق خاطف ہے کہ جہان گرتی ہے میدان کے میدان کو جلا کر خاک سیاہ کر جاتی ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ ہجویات مین طعن۔ طنز۔ تشنیع۔ پھبتی۔ فقرے۔ آوازے سبھی کا میلاؤ ہوتا ہے۔ پھر خصوصیت سے اُس شخص کے یہان جو اِن سب چیزون کے استعمال پر صحیح طور سے قادر بھی ہو۔ میرے خیال مین وہ عرب کے امراء القیس۔ فارسی کے سوزنی اور شفائی۔ عالی۔ اور روما کے جودنیالس ایسے مشہور ہجوگو سے کسیصورت مین کم نہین ہین۔ اور پھر لطف یہ ہے کہ اونکا یہ حربہ صرف انسانون۔ یا محض اپنے معاصرین ہی کے لئے مخصوص نہین ہے۔ بلکہ وہ اسکا استعمال ہر جگہ اُسی خوبی سے کرتے ہین جیسا کہ مخصوص جگہون مین۔ کہین کسی لڑکی کو عرق شرم مین غوطے دئے ہین اور کہین کسی گھوڑے کو گدہا بنا کر رکھدیا ہے۔ تضحیک روزگار اُن کا قصیدہ اس کا ایسا شاہد ہے جسکے دیکھنے کے بعد کہنا پڑتا ہے کہ ہجوگوئی سودا کے لئے پیدا ہوئی تھی اور سودا ہجوگوئی کے لئے۔

انشا کیطرح وہ قابل ہون یا نہون۔ اور اُتنی زبانون پر انکو عبور ہو یا نہو۔ گر یہ ماننا پڑتا ہے کہ وہ انشا کی طرح بے معنی ہجویات۔ یا پھکڑ وغیرہ لکھکر یہ کہنے کے مستحق نہین ٹھہرتے جیسا کہ انشا کی نسبت کہا گیا ہے کہ اُنکی شاعری کو ظرافت یا تمسخر نے تباہ کردیا۔ بلکہ برعکس اُسکے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ جس صنف سخن مین کچھ کہتے ہین اُسکے پورے پورے اہل معلوم ہوتے ہین۔

مثنویات

سودا کی مثنویات اگرچہ ۲۴ ہین اور یہ تعداد ایسی ہے کہ کوئی نقاد اسکو نظرانداز نہین کرسکتا جہان جہان اُنکے طبیعت کے دریائے زخار مین روانی پیدا ہوئی ہے وہان اُنھون نے تخیل کا طوفان بپا کردیا ہے جس سے اُنکے قادر الکلامی کی توثیق ہوتی ہے مگر سچ پوچھئے تو وہ انکے قصاید کے سامنے کوئی بڑا درجہ نہین رکھتین۔ اور گلزار نسیم۔ یا میر حسن۔ شعلہ عشق۔ زہر عشق۔ مثنوی قلق وغیرہ کے مقابل مین نہین لائی جاسکتین اور یون تو کامل کے کلام کا ایک ایک حرف اوسکا کمال ہی ہے پھر بھی انھون نے بعض مثنویون مین بڑے بڑے کمال دکھائے ہین اور انکو اُنکے دامن کمال سے علحدہ نہین کہا جاسکتا۔

کہ یہ صرف ہمارے نزدیک غلطی ہے ممکن ہے کہ خود سودا کے نزدیک صحیح ہو - اور یا ہم نہ سمجھ سکے ہون اور کوئی سمجھ لے -

ترتیب کے لحاظ سے یہ موجودہ صورت بہت بہتر ہے جو آپ ملاحظہ فرما رہے ہین - اس طرح سے ابتک کہین یہ کلیات طبع نہین ہوا - اس سے یہ فائدہ ہوا کہ جو چیز آپکو ڈھونڈنا ہو فوراً نکال سکتے ہین اور ایک ہی قسم کا تمام مواد ایک جگہہ جمع مل سکتا ہے ورق گردانی کی ضرورت نہین ہے کتابت مین بھی خصوصیت سے توجہ ہوئی ہے - حاشیہ جو قدیم زمانے کا طریقہ تھا بالکل نکال دیا اسی لئے اسکی دو جلدین کر دی گئین کیونکہ ایک جلد بہت ضخیم ہو جاتی - بہرحال جس صورت مین یہ پیش کیا گیا ہے غالباً بہترین صورت ہے -

---

عبدالباری آسی

متفرقات

متفرقات کلام مین- دہو خمسے- لغزیات مناظر فطرت اخلاقیات وغیرہ سبھی کو شامل سمجھئے مگر سب مین سودا کا کمال نظر آتا ہے - مگر دیوان فارسی کو مین کوئی درجہ نہین دے سکتا آزاد مرحوم نے اُسے صائب کا رنگ بتایا ہے مگر شاید یہ خیال وہم کی حد سے آگے نہین بڑھتا - انکا فارسی کلام نومشقون سے زیادہ وقیع نہین ہے - اور اس بارہ مین ہمین مصحفی کے اس قول سے بالکل اتفاق ہے "آخر آخر خیال شعر فارسی ہم پیدا کرد- مگر از فہم و عقلش این امر بعید بود کہ کرد" مگر بہر صورت یہ بھی ایک کلام ہے - اور اُنکے زور طبع کا نمونہ ہے - اُنھون نے اس دیوانکی اکثر غزلین لکھنؤ کے قیام کے زمانے مین کہی تھین - اور ردیف وار کرکے داخل دیوان اردو کردی تھین - جبکہ مصحفی نے لکھا ہے کہ یہ اُنھین کی ایجاد ہے-

اس قدر وضاحت کے بعد یہ امر صاف ہوجاتا ہے کہ سودا ایک قادر الکلام مستند شاعر تھے اور اپنے زمانے کے فخر تھے - انکا کلیات جہانتک مجھے معلوم ہے پہلے مطبع مصطفائی مین طبع ہوا تھا - مگر وہ بہت زیادہ غلط ہے پھر بھی رطب و یابس فحش و غیر فحش کلام کا مجموعہ ہے - غالبًا اوسیکو دیکھکر پہلی مرتبہ مطبع ہذا مین بھی طبع ہوا کیونکہ پہلا چھپا ہوا دیوان نہ صرف حرف بحرف اُس سے ملتا ہے بلکہ سائز کی حیثیت سے بھی اوسیکے برابر ہے - البتہ بعد کو ضرورت کا اقتضا سمجھکر کسی مصحح نے حکماً یا بلا حکم اس مین سے وہ شعر نکالدیے جو فحش اور قابل گرفت ہین جس دیوان کی تصحیح کا مجھے اتفاق ہوا وہ یہی نسخہ تھا جسکو ان کانٹون سے پاک کردیا گیا تھا-

یون تو اب قلمی کتابین بہت کم ملتی ہین مگر بعض بعض شعرا کا کلام تو بالکل ہی ناپید ہوگیا ہے اور آج اگر ہم کوئی قلمی نسخہ انکا تلاش کرتے ہین تو سینکڑون دقتون کے بعد پتہ چلتا ہے کہ فلان صاحب کے پاس ہے اسکے بعد انکے غمزہائے بیجا اٹھانا پڑتے ہین - اور پھر بھی اکثر جگہ سے انکار ہوجاتا ہے چنانچہ اسکی تصحیح کے وقت انہین دقتون سے دوچار ہونا پڑا - بعض صاحبون نے تو بالکل انکار ہی کردیا - مگر ہمت نہیں ہاری اور آخر دو نسخے قلمی - ایک مطبع مصطفائی کا مطبوعہ ایک قدیم نسخہ کشمیری حاصل کرکے اسی سے اس نسخہ کی تصحیح کی گئی ہے - تمام نسخون مین اختلاف ہے اور اختلاف بھی بہت شدید - اسی لئے یہ طریقہ اختیار کیا گیا کہ جسکو ترجیح سمجھی گئی ویسا ہی بنایا گیا - اور جو غلطی قدیم نسخون مین بھی موجود تھی اسکو اُسیطرح چھوڑدیا - اور سمجھ لیا گیا

بعجز چمن سی ہے باغ گلشن کو تازگی بخش نہال گل و ریحان

اعنی

کلیات سودا

جلد اول

مطبع نامی گرامی منشی نولکشور لکھنؤ میں طبع مقبول جہان ہوا

باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

سودا

مقدمہ دیوان عبد الباری صاحب آسی کا لکھا ہوا ہے۔ آپ [illegible] مرزا محمد رفیع سودا کو سنہ ۱۱۲۵ھ میں پیدا
ہونا بتایا ہے یہ بالکل غلط ہے۔ دیوان سودا [illegible] بیان اگر ہے بھی
نہیں تو [illegible] چند چیزیں کچھ [illegible] تاریخ میری نظر سے [illegible]
سودا سے نہیں [illegible] جب [illegible] آگیا ہے تو مجھے اپنے کی اجازت
دیجئے [illegible] میر درد غالب کے زمانہ سے
مثلاً [illegible] دیوان مصحفی سنہ ۱۱۹۶ھ اور [illegible]
سنہ ۱۱۴۵ھ میں فوت ہوئے [illegible] غلط ہے [illegible]
[illegible] سودا کی عمر ۸۰ یا ۸۵ سال کی بتاتی ہے تو
[illegible] ۶۰ برس [illegible] سودا [illegible]
[illegible] ۳

[illegible]

ہوا ہے کیا کچھ اہل بیت پر سودا نہ دم مارا
خدا بن کون ہے آگاہ آداب محمدؐ کا

ہر سنگ مین شرار ہے تیرے ظہور کا
موسیٰ نہیں کہ سیر کرون کوہِ طور کا

پڑتا ہے درد حسن صبیح و ملیح پر
جلوہ ہر ایک پر ہے محمدؐ کے نور کا

توڑون یہ آئینہ کہ ہم آغوش عکس ہو
ہووے نہ مجھکو پاس جو تیرے حضور کا

بیکس کوئی مرے تو جلے اوسپہ دل مرا
گویا ہے یہ چراغ غریبان کی گور کا

ہم تو قفس مین آن کے خاموش ہو رہے
اے ہمصفیر فائدہ ناحق کے شور کا

سودا کبھی نہ مانیو واعظ کی گفتگو
آوازۂ دہل ہے خوش آیند دور کا

ساقی سے کہہ کہ ہے شب مہتاب جلوہ گر
دے سبزہ پوش ہو کے تو ساغر بلور کا

رنگ اُڑتا ہے دیکھ اُسکے تئین لالہ رخانکا
کرتی ہے بہار اُسکے تو آب کام خزانکا

جز جوہری کیا جانے کوئی قدر جواہر
سمجھے ہے سخن رس ہی سخن میری زبانکا

گالی دی مجھے اون نے دعا غیر نے اسکو
محرم نہیں نادان وہ اس اشفاق نہانکا

رنگینی اشک اپنے پہ حیران ہون کہ دامن
رنگین نہ کسی رنگ سے ہو آب روانکا

ہے ناز دادا اوسکی مین سو طرح کا ہتیار
قاتل نہیں محتاج مرا تیغ و سنانکا

سودا سے کہا کیون تو ہوا عشق سے تارک
ہوئین سبب ترک کی مشتاق بتانکا

سنکر یہ کہا یار اٹھا یا نہیں جاتا
ناطاقتی شیب سے اب ناز بتانکا

کعبہ جاوے پوچھتا کب ہے چلن آگاہ کا
اٹھ گیا جیدھر قدم رتبہ ہے بیت اللہ کا

کفر کی میری تجلی سے ہے نظیر شمع طور
پوجتا ہون جس بت کو مین اک نور ہے اللہ کا

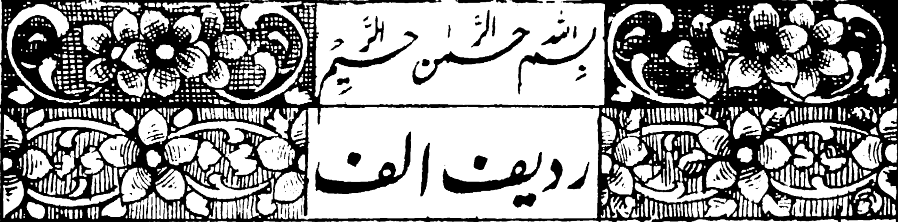
عشق کی بھی منزلت کچھ کم خدائی سے نہین
ایک سا احوال یان بھی ہے گدا و شاہ کا

دزد اور ٹھگ ناز رہزن حسن راہ عشق مین
نقد جان و جنس دل کے دخل کیا زاد راہ کا

عشق وہ گھر ہے جہان ہفتاد و ملت کو راہ
تنگ جون دیر و حرم کب در ہے اس درگاہ کا

کوچہ گردی مین عجب عزت ہے اے عزلت نشین
پانون پڑکر خار سہلاتا ہے مجکو راہ کا

شمع رو کہنا ہے سودا یہ ہے تاریکی عقل
شمع کا عکس اُسکے عارض پر کلف ہے ماہ کا



مقدور نہین اوسکی تجلی کے بیان کا
جون شمع سراپا ہو اگر صرف زبان کا

پردے کو تعین کے در دل سے اٹھادے
کھلتا ہے ابھی پل مین طلسمات جہان کا

ٹک دیکھ صنم خانۂ عشق آن کے اے شیخ
جون شمع حرم رنگ جھمکتا ہے بتان کا

اس گلشن ہستی مین عجب دید ہے لیکن
جب چشم کھلی گل کی تو موسم ہے خزان کا

دکھلائیے لیجا کے تجھے مصر کا بازار
لیکن نہین خواہان کوئی وان جنس گران کا

سودا جو کبھو گوش سے ہمت کے سنے تو
مضمون یہی ہے جرس دل کی فغان کا

ہستی سے عدم تک نفس چند کی ہے راہ
دنیا سے گذرنا سفر ایسا ہے کہان کا

دلا دریاے رحمت قطرہ ہی آب محمدؐ کا
جو چاہے پاک ہو پیرو ہو اصحاب محمدؐ کا

محمدؐ علم کا گھر ہے علی اوسکا ہی دروازہ
غلام اُسکا ہو تو جو کلب ہو باب محمدؐ کا

قد رعنا جب اپنا خم کیا بہر نماز اون نے
ہوا اوسوقت ساجد کعبہ محراب محمدؐ کا

زمین و آسمان ہون کیون نہ روشن نور سے اُسکے
کہ ہے اک پرتو خورشید مہتاب محمدؐ کا

کہا پیر خرد نے موجب خم پشت گردون کا
یہ بختی بارکش رہتا ہے اسباب محمدؐ کا

ادا کسکی زبان سے ہو سکے شکر اُسکی نعمت کا
دو عالم ریزہ چین حق نے کیا قاب محمدؐ کا

رطوبت داغ دل میں کی ہے گرداب آتش کا
فسون عشق نے زہرہ کیا ہے آب آتش کا

جہنم سے ڈراتا کیا ہے میخواروں کو اے زاہد
کہ چوب خشک سے بہتر نہیں کچھ باب آتش کا

نہ پہونچا میرے اشک گرم سے آسیب مژگان کو
بہا خاشاک کے سایہ تلے سیلاب آتش کا

چمن میں ذکر گر اوس چہرۂ گلنار کا آوے
تو ہر بلبل ہو جون پروانہ پھر بیتاب آتش کا

جلاتی ہے جگر بن یار اتنا میخوری سودا
پیے ہیں جام گویا بزم میں حباب آتش کا

اسیری کی جو لذت سے پڑا ڈھب آشنائی کا
ہزار ورد مرے دل سے ہوا رخصت رہائی کا

تماشا ہے نوا دکھلاتی اے صیاد پر تیرے
نگاہ سرمہ سا موجب ہے اپنی بینوائی کا

ہوا جاتی رہی وعدون ہی میں تو شک تنہائی کے
جواب بھی سو رہو ملکر تو جاڑا ہے دولائی کا

برائے چشم بیمار بتان موزون سے موزون ہے
جو ہر مصرع ہو میل سرمہ دیوان شفائی کا

کمال کفر ہے اے شیخ ایسا کچھ کہ اس بت نے
پرستش سے مرے پیدا کیا جلوہ خدائی کا

عجب قسمت ہماری ہے کہ جسکی شمع الفت سے
چراغ دل کیا روشن سو ہے داغ آشنائی کا

عجب شانے لیے طالع ہیں کاسکے ہاتھ کی سودا
پڑی ہے کوتہی اس زلف کی موجب رسائی کا

گلا لکھون میں اگر تیری بیوفائی کا
لہو میں غرق سفینہ ہو آشنائی کا

زبان ہے شکر میں قاصر شکستہ بالی کے
کہ جن نے دل سے مٹایا خلش رہائی کا

دماغ جھڑ گیا آخر ترا نہ اے نمرود
چلا نہ پشہ سے کچھ بس تری خدائی کا

مرے سجود کی دیر و حرم سے گذری قدر
رکھوں ہوں دعوی ترے در پہ جبہہ سائی کا

کبھو نہ پہونچ سکے دلستان زبان تک حرف
اگر بیان کرون طالع کی نارسائی کا

دکھاؤنگا تجھے زاہد اس آفت جان کو
خلل دماغ میں تیرے ہے پارسائی کا

طلب نہ چرخ سے کر نان راحت اے سودا
پھرے ہے آپ وہ کاسہ لیے گدائی کا

ڈرون ہون بہہ نہ جاوے شہر بندھکر تلدر رونے کا
نظر آتا ہے پھر آنکھوں میں کچھ آثار رونے کا

جو ند کو ر اوس سے کرتا ہے کوئی غمخوار رونیکا
تو کہتا ہے کہ چپ رہ ہے اوسے آزار رونیکا

سبب اس چشم کافر کے کیا ہر بار رونیکا
کہ باندھا صورت زنار اوسنے تار رونیکا

کس سے بیان کیجئے حال دل تباہ کا
سمجھے وہی اسے جو ہو زخمی تری نگاہ کا

مجکو تری طلب ہے یار تجکو ہے چاہ غیر کی
اپنی نظر مین یان نہین طور کوئی نباہ کا

دین و دل قرار و صبر عشق مین تیرے کھو چکے
جیتے جو اب کی ہم بچے نام نہ لینگے چاہ کا

زمزمہ پرداز ہے تو مرغ چمن کے گوش دل
نالہ کبھی سنا تو کر اپنے بھی داد خواہ کا

حسن ترے کا اے صنم ہے کہ و مہ پہ نقش آج
تیری ادا پہ شیفتہ دل ہے گدا و شاہ کا

وصل بھی ہو تو دل مرا غم کو نچھوڑے ہجر کے
یہ تو ہمیشہ ہے رفیق وصل ہے گاہ گاہ کا

سودا سنا ہے مینے یہ اوسیہ موا تو مبتلا
رشک سے جسکے مہر کے داغ جگر سیاہ کا

چھٹنا ضرور مکھ پہ ہے زلف سیاہ کا
روشن بغیر شام نہ چہرہ ہو ماہ کا

جلکر تو اے پتنگ گرا پاے شمع پر
ہون داغ عذر دیکھکے تیرے گناہ کا

جون سایہ اس چمن مین پھرا مین تمام عمر
شرمندہ پا نہین مرا برگ گیاہ کا

تاراج چشم ترک بتان کیون نہو یہ دل
غارت کرے ہے ملک کو فرقہ سپاہ کا

اے آہ شعلہ بار ترا کیا کہون اثر
رتبہ رکھے نہ کوہ ترے آگے کاہ کا

حاضر ہے تیرے سامنے سودا اگر اسکو قتل
مجرم یہ سب طرح سے ہے ہر یک نگاہ کا

ہمارے نالۂ سوزان سے ہے یہ ڈھنگ آتش کا
کہ اسکے ذکر مین اڑتا ہے منھ سے رنگ آتش کا

ہماری احتیاط اسکے تئین منظور ہے اسطرح
محاصر جسطرح رہتا ہے یار و سنگ آتش کا

مجھے دو دن فلک تین گھر مین رکھکر تنگ آیا ہے
سمندر سے نہ مین دیکھا کہ ہو دلتنگ آتش کا

مشابہ یار کے توسن سے اب کسکو بتاؤن مین
طرح بجلی کے مین دیکھا نہین سرجنگ آتش کا

دل نالان مجنون کیسی گرمی ہو کہان اسمین
بپاسے ناقہ لیلی باندھ دے گو زنگ آتش کا

فرنگی کوئی آب تیغ کے عہدے سے برآوین
اگر باندھین پہاڑ آکر وہ روز جنگ آتش کا

وہ چوب کشتی بشکستہ ہون اس بحر مین جسکا
ڈبانا عار پانی کو جلانا ننگ آتش کا

اگر تھا دل یہ داغ عشق کو وہ طور پر جاکر
کیا کیون ڈھونڈنے پر موسی نے آہنگ آتش کا

سمور و قاقم و سنجاب ہے سرما مین منعم کو
رکھین ہین آسرا غربا بے لنج و لنگ آتش کا

نہ سے دل آتشین رخسار پہ سودا اتاب کیونکر
وہ شعلہ دیکھکر مین ہو گیا حیرت بنگ آتش کا

دامن صبا نہ چھو سکے جس شہسوار کا
پہونچے کب اسکو ہاتھ ہمارے غبار کا

موج نسیم آج ہے آلودہ گرد سے
دل خاک ہو گیا ہے کسی بیقرار کا

خون جگر شراب تر شح بہ چشم تر
ساغر مرا اگر دنہین ابر بہار کا

چشم کرم سے عاشق وحشی اسیر ہو
الفت ہے دام آہوئے دل تنے سکار کا

سودا شراب عشق نہ لیتے تھے ہم نپی
آخر مزا نہ پایا اب اُسکے خمار کا

جب خیال آتا ہے اس دلمین ترے اطوار کا
سر نظر آتا نہین دھڑ پر مجھے دو چار کا

دیکھتا ہون یار مین جسگھر مین تجکو جلوہ گر
پھر کو وہاں حکم ہے خار سر دیوار کا

عاشقون کو شیخ دین و کفر سے کیا کام ہے
دل نہین وابستہ اپنا سبحہ و زنار کا

ٹک دکھاوے اپنی ساقی چشم میگون تو اسے
محتسب ہو جائے بندہ خانۂ خمار کا

بسکہ پوچھون ہو نین اپنی چشم خون آلود کو
جامہ کا ہر ایک تختہ سیر ہے گلزار کا

آخر اکیو اسطے اس بانکپن سے درگذر
کل مین سودا یون کہا دامان گھکر یار کا

تند ہو بولا وہ بانکا چھوڑ دامن کو مرے
راست ہوتے بھی کہین دیکھا ہے خم تلوار کا

ٹوٹے تری نگہ سے اگر دل حباب کا
پانی بھی پھر پئین تو مزا ہے شراب کا

دوزخ مجھے قبول ہے اے منکر و نکیر
لیکن نہین دماغ سوال و جواب کا

کہتا ہے آئینہ کہ سمجھ تربیت کی قدر
جن نے کیا ہے سنگ کو ہمرنگ آب کا

تھا کسکے دل کو کشمکش عشق کا دماغ
یارب بُرا ہو دیدۂ خانہ خراب کا

زاہد سبھی ہے نعمت حق جو ہے اکل و شرب
لیکن عجب مزا ہے شراب و کباب کا

غافل غضب سے ہو کے کرم پر نظر نہ رکھ
پُر ہے شرار برق سے دامن سحاب کا

قطرہ گرا تھا جو کہ مرے اشک گرم سے
دریا مین ہے ہنوز پھپھولا حباب کا

اے برق کس طرح سے میں حیران ہون تیرے پاس
نقشہ ہے ٹھیک دل کے مرے اضطراب کا

سودا نگاہ دیدۂ تحقیق کے حضور
جلوہ ہر ایک ذرہ مین ہے آفتاب کا

جو چلین چلتے ہو تم گیا اس سے حاصل ہوئیگا
خون سے بہتون کی غبار اس راہ کا گل ہوئیگا

نہ تھا کچھ کام چشم تر سے ناحق ملکے خوبان سے
کیا ہے شغل تین پیدا دل بیکار رونیکا

جو ہین آتش نفس لکھی اشک انکو موجب تر ہین
گلے میں پھونہوں ہون جون شمع ہر شب تار رونیکا

کہے خون جگر کہ اشک کا ہے لخت دل یارو
کسو نے بھی کہین دیکھا ہے یہ بستار رونیکا

کرین پاک اسکو کبتک ہم کہ چشم زخم سا یارو
رکھے ہے ڈھب ہمارا دیدۂ خونبار رونیکا

مین اپنے حال پر ہنستا ہون ورنہ ہر گھڑی ظالم
محبت مین ترے سامان ہے کیا تیار رونیکا

کبھو مین بات بن روئے نہین کی اس سے پر اون نے
نہ پوچھا یون سبب کیا ہی ترے ہر بار رونیکا

نہ ڈھایا کونسا گھر سیل نے مجھ اشک کے سودا
گواہ اب تک تو ہے میرے در و دیوار رونیکا

دل مرا پند گو سمجھے گا
پند تیری نکو سمجھے گا

تجھسا دانا ہزار حیف کہ تو
یہ نسمجھا کہ وہ نہ سمجھے گا

یہ ز خود رفتہ اب حق اپنے مین
مرنے جینے کو دو سمجھے گا

بچنے کو آگ سے سمندر کو
کچھ نصیحت کرو نہ سمجھے گا

شمع سے دور رہنے کو ہر چند
کہو پروانے کو نہ سمجھے گا

مہ سے ٹکڑے نہ ہونے کو یہ کتان
کوئی کہہ کہہ تھکو نہ سمجھے گا

عشق مین گل کے یارو مرغ چمن
طوطی کچھ ہی بکو نہ سمجھے گا

یہ سمجھ لے تو اب کہ سودا کا
دل تری گفتگو نہ سمجھے گا

حق کے سمجھائے سمجھے تو سمجھے
تیرے سمجھائے تو نہ سمجھے گا

شب کو جو چھپا مہ تو سحر کہنے یہ لاگا
داغی یہ غلام آج مرا رات سے بھاگا

پہونچے نہ حلاوت کو کبھو اسکی دہن سے
قنادنے گو پستہ کو شیرینی مین پاگا

اتنا نہ ستم کر جو اٹھون خواب عدم سے
یون محشریان بولین عجب فتنہ یہ جاگا

تو رشتۂ عمر اپنی سے مانے جو مری بات
مت حرص دہو ابا ندھ کہ بودا ہے یہ تاگا

کل سیر چمن کو جو گیا تھا طرف باغ
گلگشت کرا دھر سے جو مین پھیرزدہ لاگا

پیچھے سے تو دامن کے تئین خار نے کھینچا
اور سرو کھڑا ہو کے لگا روکنے آگا

جلوے کو بہار اوسکے کوئی پہونچے ہی سودا
گو لالہ و گل باغ میں سو ہاکرین پاگا

کسقدر بنت العنب سے دل ہے سودا کا برا
زخم نے دل کے نہ دیکھا منہ کبھی انگور کا

نجانے حال کس ساقی کو یاد آتا ہے شیشے کا
کہ لیلے ہچکیاں جیوڑا نکلا آتا ہے شیشے کا

مغان اس مغبچہ کی مین پرکھ جانیکا بندہ ہون
روپے کودے کی بے قیمت مین تہلاتا ہے شیشے کا

مشابہ کسکی آنکھونسے پڑی ہے شکل ساغر کی
کہ خون دل سے پیناینت بھاتا ہے شیشے کا

بیان بدمستی شب بزم مین ساقی جو ہو جاوے
ہمین مت کہیو کچھ منہ تو ہے کھلواتا ہے شیشے کا

نہیں وہ صحبت میخانہ بہری سے ساقی کے
کبھی کوئی آن بیٹھے ہے جو دل لاتا ہے شیشے کا

سرین مین جبکی اتنی لی یہ ذکر جام زاہد کے
کہ جتنا شیخ کو مذکور اُگلاتا ہے شیشے کا

نجانے یاد کر روتا ہے کسکے دل کے صدمہ کو
کہین ٹکڑا جو سودا کو نظر آتا ہے شیشے کا *

قدر وان بن ہے بہت حال برا شیشے کا
ساقیا بھیج کہ دل آب ہوا شیشے کا

ڈاہتا کیون ہے عبث میکدہ مستان کو
محتسب تجھکون مگر دیو لگا شیشے کا

یار کیا جانیے کس کسکے یہ منہ لگتا ہے
اپنے منہ سے تو کبھو منہ نہ لگا شیشے کا

شیشہ ٹوٹا تو لیا دل کو دیت ساقی نے
مجھ سوا کسنے دیا خون بہا شیشے کا

ہمسری گردن محبوب سے رکھتا ہے وہ
سودا اسواسطے گھونٹے ہے گلا شیشے کا

لگے ہے جام جو منہ دل ہے آب شیشے کا
لبونسے اسکو لگا ئے تو اب شیشے کا

کیا مین کام نہ کرنے کا رات ساقی سے
خدا کرے کہ ہو حشا نہ خراب شیشے کا

عوض ہے دلشکنی کا بہت محال اے یار
جو شیشہ ٹوٹے تو کیجے جواب شیشے کا

یہ گفتگو تو نہین خوب بزم مین ساقی
دہن تو باندھ لے ظالم شتاب شیشے کا

ہوا ہے غم سے مرا دل اب آب اے سودا
کہین تو بزم مین ٹوٹا حباب شیشے کا

تہی لانا مجالس مین نہیں دستور شیشے کا
عبث توڑیگا ساقی سر کوئی مخمور شیشے کا

پکڑ گردن لہو پیلے ہن اک گھونٹ مین بادا
نہین چلتا ہے میخوارونسے کچھ مقدور شیشے کا

لگے ہے دیکھ تو کس کسکے منہ پہ آکے مجلس مین
نہ کر سنگ جفا سے محتسب دل چور شیشے کا

کیوں نہ کہتے تھے دلا شیرین لبوں کے منہ نہ لگ ایک دن تجھکو یہ شربت زہر قاتل ہوئیگا
چاک پر تیرے جو پھرتا ہے یہ کوزہ ای کلال یہ کبھو ہمسے کسی سرگشتہ کا دل ہوئیگا
شرح اپنی بیقراری کی لکھینگے ہم اگر نامہ بر اپنا پر پروانہ بسمل ہوے گا
یان جفا و جور کا ہم تم نہ سمجھینگے حساب دفتر محشر مین شب باقی و فاضل ہوئیگا
صبر ہو کوہ گران جسکا تو وہ عزم سفر کر کے تجھ در سے سبک پہلی ہی منزل ہوئیگا
سہج مین دنیا تو ہم چھوڑینگے لیکن زاہدا چھوڑنا تیری طرح ڈاڑھی کا مشکل ہوئیگا
کر ہے گوش فہم عالم ورنہ کہتی ہے بہار جو گل آیا اس چمن مین ایکدن گل ہوئیگا
زیادہ یک شب سے نہین بیقدر حیرانی مری آئینہ تو صبحدم تیرے مقابل ہوے گا
تجھ پہ گر خون دو عالم کا ہو دعوی بیگناہ بول اُٹھے قاضی نہین دعوی یہ باطل ہوئیگا
شیخ کو لائے تھے سودا اسلئے ہم یار پاس طبع کو اُسکے تفنن اس سے حاصل ہوئیگا
سودا اب ہمچشم ٹھہرا ہے ہمارا یا نصیب تھا لکھا اپنا کہ ہم مین وہ بھی شامل ہوئیگا

ہم تو وہ سمجھے تھے دل مین پر خبر اسکی نہ تھی
یہ لگا لوہو شہیدون بیچ داخل ہوے گا

ملکے اوس بدخو سے ایدل جب تو رسوا ہوئیگا عہد و پیمان تجھکو تب معلوم اوسکا ہوئیگا
حق خدمت مین مری وعدہ کرو ہو قتل کا تمسے تو ہوگا ہی کچھ اس سوا کیا ہوئیگا
دیکھکر تیور مرے طفلی مین کہتا تھا ادیب ایکدن مجنون صفت یہ سر بصحرا ہوئیگا
مین دل نازک کی کرتا تھا بغل مین پرورش محتسب کو ہے گمان اس پاس شیشا ہوئیگا
گر یونہین گریان رہیگا میری مژگان سے شب سوجھتا ہے ایکدن یہ قطرہ دریا ہوے گا
محو کو تیرے نہین ہے دین و دنیا کی تلاش کھو چکا سب کچھ وہ جن نے تجھکو پایا ہوے گا

اب تو سودا کے تئین پروا نصیحت کی نہین
الفت خوبان سے گو رسوائے دنیا ہوئیگا

ہر مژہ پر ہے ترے لخت دل اس رنجور کا خون ہے سو دار پر ثابت مری منصور کا
پوچھتے ہی پوچھتے گذری ہے مجکو روز شب چشم ہے یارب مری یا منہ کسی ناسور کا
آفتاب صبح محشر داغ پر دلکے مرے حکم رکھتا ہے طبیبو مرہم کافور کا ،،
کیا کرون گا لیکے واعظ ہاتھ سے حورون کے جام ہون مین ساغر کش کسی کی نرگس مخمور کا

کہا اُن نے کہ ہے میری تو سعادت اسمین
لیک ہے خوف مجھے آپ کی بد ذاتی کا

کھینچا نہ مین چمن مین آرام یک نفس کا
صیاد تیری گردن ہے خون اس ہوس کا

کب عشق کی حمیت یہ چاہتی ہے مجنون
ناقہ کے پاؤن اوپر تڑپے ہے دل جرس کا

ہون عندلیب لیکن رسوا ہون اس چمن مین
جس بیچ سبز ہونا ہے ننگ خار و خس کا

مجھ صید ناتوان کے احوال کو نہ پوچھو
محروم ذبح سے ہون مردود ہون قفس کا

پروانہ شمع رو پر کیونکر نہووے سودا
شعلے کے گرد پھرنا کب کام ہے مگس کا

چمن ہے کسلئے گرفتار زلف و کاکل کا
کہ اسقدر رہے پریشان حال سنبل کا

قفس کے پاس بجا کر کے نام لو گل کا
ضرور کیا ہے کہ ناحق ہو خون بلبل کا

کبھو گذر نہ کیا خاک پر مرے ظالم
مین ابتدا ہی سے کشتہ ہون اس تغافل کا

فلک خوشی سے جو تو کچھ عوض کرے تو کرون
سوائے غم کے ہے مایہ مرے توکل کا

خبر شتاب لے سودا کے حال کی پیارے
نہین ہے وقت مری جان یہ تامل کا

جی مرا مجسے یہ کہتا ہے کہ ٹل جاؤنگا
ہاتھ سے دل کے ترے اب مین نکلجاؤنگا

لطف اے اشک کہ جون شمع گھلا جاتا ہون
رحم اے آہ شرربار کہ جلجاؤن گا

چین دینے کا نہین زیر زمین بھی نالا
سوتون کی نیند مین کرنیکو خلل جاؤن گا

قطرۂ اشک بھی ن پیارے مرے لغار یسے
کیون خفا ہوتے ہو یلبار تے ڈھلجاؤن گا

اس مصیبت سے تو مت مجکو نکال اب گھر سے
ٹکے آج ہی جا مین کہون کلجاؤن گا

میری صورت سے تو بیزار ہے ایسا تو دیکھ
شکل اس غم سے کوئی دن مین بدلجاؤن گا

چھیڑ مت باد بہاری کہ مین جون نکہت گل
پھاڑ کر کپڑے ابھی گھر سے نکلجاؤنگا

ساحل بحر جہان پر ہون کہ جون ہیزم خشک
ڈوبا پانی میں نہ تو آگ سے جل جاؤنگا

نطق کہتا ہے مرا آج یہ ہر ناطق سے
آنکر ہونٹھ ابھی طوطے کیسے ملجاؤن گا

لکھتے ہین وہ جو ہے سودا کا قصیدہ ہو خوب
اونکی خدمت مین لیے مین یہ غزل جاؤنگا

ہو یہ دیوانہ مُرید اُس زلف چھٹ کس پہر کا
سلسلہ بہتر ہے سودا کے لیے زنجیر کا

زبس مجھ حال پر جلتا ہے ساقی کی جدائی مین — عوض مجھو بادہ ہے آتش سے دل معمور شیشے کا
فلک سے در پے ایذائے دل ہر ایک کے یا تنک — کہ پنبہ سے کرے ہے بندیہ ناسور شیشے کا
کرے ہے اشک جاری چشم سے یہ وقت سجدے کے — عبادت مین نہایت خوب ہے دستور شیشے کا
نگاز نہار مت سودا ان آنکھون سے دل اپنے کو — کہ ہر یہ مست سے رکھنا بھلا ہے دور شیشے کا

باطل ہے ہمسے دعوا شاعر کو ہمسری کا — دیوان ہے ہمارا کیسہ جواہری کا
چہرہ ترا سا کب ہے سلطان خاوری کا — چیرہ ہزار باندھے سر پر جو وہ زری کا
مکھ پر یہ گوشوارہ موتی کا جلوہ گر ہے — جیسے قران باہم ہو ماہ و مشتری کا
آئینہ خانہ مین وہ جسوقت آن بیٹھے — پھر جسطرف کو دیکھو جلوہ ہے دان پریکا
جز شوق دل نہ پہونچون ہرگز بکوے جانان — اے خضر کب ہون تیری محتاج رہبری کا
طالب ہین سیم و زر کے خوبان ہند سودا — احوال کون سمجھے عاشق کی بے زری کا

نہ بار خاطر یہ دل ہے گل کا نہ ناز بردار گلستان کا — برنگ شبنم ہے خود سبکبار سیر فرماے لامکان کا
ہزار آب حیات چھڑکین مسیح او خضر ملکے لیکن — اُٹھے نہ محشر تلک بھی بیارے شہید تیرے لب دہان کا
چمن پہ ابر بہار سے اب شراب ٹپکے تو کیا عجب ہے — ہوا ہے رونا قبول ساقی جناب عالی مین میکشان کا
برنگ شبنم بآب فی دانہ عبث ہے کرنا یہ ناز تجکو — نہ خرمن گل رہے چمن مین نہ رخت و اسباب باغبان کا
کرے کیون سودا دل پریشان عبث ہے طول امل جہان مین — خیال زلف دراز گویا تلاش ہے عمر جاودان کا

تو ہی اے رات سن اب سوز تک اس چھاتی کا — پنبۂ داغ مین ہے ربط دیا باتی کا
کیونکہ وہ شوخ لکھی مجکو کتابت جن نے — کھیل بھی ضد ہے مرے چھوڑ دیا پاتی کا
آہ کسطرح تری راہ مین گھیرون کہ کوئی — سدرہ ہو نہ سکے عمر چلی جاتی کا
یہ کہا شیخ نے شیطان سے کہ آ ہمسے مل — آشنا مت ہو تو سودا سے خراباتی کا

کس منھ سے پھر تو آپ کو کہتا ہے عشقباز | اے روسیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہو سکا
دل مت ٹپک نظر سے کہ پایا نجائیگا | جون اشک پھر زمین سے اُٹھایا نجائیگا
رخصت ہے باغبان کہ ٹک اک دیکھلین چمن | جاتے ہین وان جہان سے پھر آیا نجائیگا
کعبہ اگرچہ ٹوٹا تو کیا جائے غم ہے شیخ | کچھ قصر دل نہین کہ بنایا نجائیگا
آنے سے فوج خط کے نہو دل کو ان مخلصی | بند ہوا ہے زلف کا یہ چھوٹا یا نجائیگا
پہونچینگے اس چمن مین نہ ہم داد کو کبھی | جون گل یہ چاک جیب سلایا نجائیگا
آویگا وہ چمن مین نہ اے ابر جب تلک | پانی گلون کے منھ مین چوایا نجائیگا
تیغ جفائے یار سے دل سر نہ پھیریو | پھر منھ وفا کو ہمسے دکھایا نجائیگا
زاہد گلے سے ستونکے باز آنیکا نہین | تا میکدہ مین لاکے جھکایا نجائیگا
عمامہ کو اوتار کے پڑھیو نماز شیخ | سجدے سے ورنہ سر کو اُٹھایا نجائیگا
ظالم مین کہہ رہا کہ تو اس خو سے درگذر | سودا کا قتل ہے یہ چھپایا نجائیگا

داماں داغ تیغ جو دھویا تو کیا ہوا
عالم کے دل سے داغ مٹایا نجائیگا

ہوا ہے یار کو یہ اشتیاق آئینہ کا | زشام تا بسحر ہے فراق آئینہ کا
ہوا ہون اسقدر اپنا کی شکل سے بیزار | کہ دیکھنا مجھے ہوتا ہے شاق آئینہ کا
تمھارے چہرہ کو دیکھا ہے جب سے خوبان نے | کیا ہے دید مقرر طلاق آئینہ کا
رہی ہے خانۂ چشم اپنے کی یہ شکل اُس بن | کہ جیسے آب سے پُر ہے رواق آئینہ کا
سوائے یار کی صورت نظر نہ آتا کچھ | ہمین جو دید ہوا اتفاق آئینہ کا
دو چار ہوتے ہی کچھ کر دیا اُسے معذور | مرے تو دل یہ ہے روشن نفاق آئینہ کا

زیادہ اس سے نہیں کوئی عیب کو سودا
سمجھ میں اپنے جو آیا مذاق آئینہ کا

کرین شمار ہم دل کے یار داغون کا | تو آ کہ سیر کرین آج اپنے باغون کا
ہمارے خانۂ دل کو ہے روشنی سے کیا | سوائے داغ نہین دخل یان چراغون کا
ابھی تو بزم میں آئے ہیں تیرے لے ساقی | کوئی دنوں تو مزہ لینے دے ایاغون کا
گیا ہیں گھر سے ترے اور آ بسے ہین رقیب | مکان مرغ چمن آشیان ہے زاغون کا

زخم دل پاوے مرے سوز سخن سے التیام — چاک ملتا ہے زبان شمع سے گلگیر کا
گل مرے مشہد پہ کب بھیجے ہے وہ ابرو کمان — طرح غنچہ کے کھلے جب تک نہ پیکان تیر کا
ایکدن مجھسے سلگ اٹھتے نہ دیکھا کاروان — اے جرس حاصل کچھ اس فریاد بے تاثیر کا
توڑکر تیجانے کو مسجد بنا کی تو نے شیخ — برہمن کے دل کی بھی کچھ فکر ہے تعمیر کا

سیم و زر کے آگے سودا کچھ نہیں انسانکی
خاک ہی رہنا بھلا تھا بلکہ اس اکسیر کا

ترے خط آنے سے دلکو مرے آرام کیا ہوگا — خدا جانے کہ اس آغاز کا انجام کیا ہوگا
ہمدو ترجیح اے خوبان کسیکو مجھپہ غربت مین — زیادہ مجھسے کوئی بیکس و ناکام کیا ہوگا
رہا کرنے کو لین ہم منت صیاد ہی ظالم — بس اتنا ہی نہ مر رہیے گا زیر دام کیا ہوگا
ہو جسکی چشم گردش سے یہ بیہوشی دو عالم کی — بھلا دیکھو تو پھر وہ ساقی گلفام کیا ہوگا
نہ مجھے مت دیر سے تکلیف کر کعبہ کی اے زاہد — جو میرا کفر ایسا ہے تو پھر اسلام کیا ہوگا
مگر لائق نہیں اس دور مین ہم بادہ خواری کے — جو دیویگا تو اے ساقی ہمین بھی جام کیا ہوگا

کسی دیندار کافر کو خیال اتنا نہیں آتا
سحر کیا ہو چکی سودا کی دل پر شام کیا ہوگا

نہ کھینچ اے شانہ ان زلفونکو یان سودا کا دل اٹکا — اسیر ناتوان ہے یہ نہ دے زنجیر کا جھٹکا
صنم میں رات سنکر ہر کسی کے پانون کا کھٹکا — اٹھایا سر کو بالین سے تو پھر دیوار سے ٹپکا
نہ آنکھو مین ترے جادو نہ ہرگز سحر زلفون مین — یہ دل جس سے ہے دیوانہ محبت کا ہے یہ لٹکا
پرے رہ برق خار آشیان سیرسے کہتا ہون — اوڑیگا دھجیان ہوکر ترا دامن جو یان اٹکا

نواحی مین ترے کوچے کی ہے یہ حال سودا کا
کہ جون چغد آشیان گم کرکے بستی میں پھرے ٹھٹکا

اے دیدہ خانمان تو ہمارا ڈبو سکا — لیکن غبار یار کے دل سے نہ دھو سکا
تجھ حسن نے دیا نہ کبھو مفسد یکو چین ، — فتنہ نہ تیرے دور مین پھر نیند سو سکا
جون شمع تن ہوا شب ہجر اپنی صرف اشک — پر جسقدر مین چاہوت تھا اتنا نہ رو سکا

سودا قمار عشق میں شیرین سے کوہکن
بازی اگرچہ پا نہ سکا سر تو کھو سکا

جو تجھے دیکھے سکے حور و ملک شمس و قمر
حسن تیرا دور ترا ادراک سے کیا کیا ہوا

خواہش دل کا ادائے بخش سوا انداز ساتھ
اسکے صید بستہ فتراک سے کیا کیا ہوا

پر تجلی شہرۂ آفاق جلوہ حسن کا
عشق بازون کی نگاہ پاک سے کیا کیا ہوا

قیس اور فرہاد و وامق پر جو گذرا سو سنا
مجھپہ دیکھو اُس بت بیباک سے کیا کیا ہوا

جوشش دریائے خون ہنگامۂ شور و فغان
دیدۂ تر سینۂ صد چاک سے کیا کیا ہوا

دور ساغر تھا ابھی یا ہے ابھی چشم پر آب
دیکھ سودا گردش افلاک سے کیا کیا ہوا

کہون کیونکر بت رعنا مرا حور و بشر ٹھہرا
کہ جسکے نور کے سایہ سے یہ شمس و قمر ٹھہرا

نہ آنکھوں مین تھا اشک اور نہ سینہ مین جگر ٹھہرا
ٹپکتے ہو گیا وہ لعل وہ سلک گہر ٹھہرا

عبث تو گھر بناتا ہے مری آنکھوں مین اے بیدرد
کسی نے آجتک دیکھا نہین پانی پہ گھر ٹھہرا

کہون کیا انقلاب اسوقت مین یار و زمانیکا
جسے سب عیب سمجھے تھے وہ نظرون مین ہنر ٹھہرا

عجب کیا ہو جو آہ آتشین ویسے مرے نکلے
ہوا باہر جو شعلہ سنگ سے ظاہر شرر ٹھہرا

یہ وہ نالہ ہے جو آہن دلونکو موم کرتا تھا
نہیں تاثیر اُس ظالم کے دل مین بے اثر ٹھہرا

کہین یہ بھی ستم دیکھا ہے یارو آشنائی مین
سمجھتے تھے جسے ہم انفع سو جی کا ضرر ٹھہرا

اشارے کیے بولا نسے ہوا رسوا ہے یہ سودا
قیامت اُسپہ آوے گی جو تیرے قول پر ٹھہرا

قتل سے میرے عبث قاتل پھرا
اُسنے منھ پھیرا ہمارا دل پھرا

خاک ہے یہ عاشقونکی اے کلال
چاک پر اپنے نہ تو یہ گل پھرا

اٹھ گیا دل کا مرے اب اعتبار
یہ تو خوبان سے جہان کے مل پھرا

دیکھتے ہی خط چلا یون شاہ حسن
جسطرح معزول ہو عامل پھرا

بیٹھ رہ سودا تسلی دل کو دے
در بدر منت سے کیا حاصل پھرا

زخم کا دل کے ترو تازہ ہے انگور سدا
جاری رہتا ہے مری چشم کا ناسور سدا

جسکی ہم تیغ نگہ سے ہوئے گھائل یارب
چشم زخم اُس سے زمانیکا ہے دور سدا

ہے انھین شوق کسی دن کے لہو پینے کا
دیکھتا ہون میں تری آنکھوں کو مخمور سدا

سنی ہے مٹنے کا سودا سے قصد مت کر یا یہ
اُٹھا سکے گا تو کب ناز بید یا عون کا

میرے سخن کو فہم سکے یون فہیم کا
قیمت شکن سدا ہے یہ دُرِ یتیم کا

میخانے میں ازل کے مرے واسطے زاہدا
دھویا ہے نقش ساقی نے امید و بیم کا

غنچہ کو دل کے یان ہے دم سرد سے شگفت
شرمندہ اس چمن مین نہین مین نسیم کا

عالم کو مار رکھا ہے تین باقد دوتا
زاہد یہ کاٹ ہے تری تیغ دو نیم کا

جس سے ملے تو پہلے ہی مل اسکی جنس سے
وان اوسکی وضع پر ہے وتیرہ ندیم کا

ٹھہرانہ گالیون سے تری کوئی بوالہوس
اک میں ہی رہگیا ہون دعا گو قدیم کا

واسوختہ دل مریکی جو پوچھے ہے ہمنشین
دروازہ کس کے منھ پہ مین کھولون جحیم کا

بو کرنے کو کہا ہے ریا مین طبیب نے
ضعف مزاج دیکھ کے تیرے سقیم کا

کھینچے ہے گر بسوئے ختن گہ سوئے تتار
دامن نسیم زلف کے تیرے شمیم کا

پہنے اگر لباس گدائی حریر پوش
برچھی بدن پہ اُسکے روان ہو گلیم کا

سودا یقین گر اُسکا دم فقر ہے غلط
بالبدہ ہووے جو کوئی ناز و نعیم کا

کیونکر ہو باغ جانا اُس میرزا منش کا
وان سرو بھی نہیں ہے آداب کے رَوِش کا

اے برق چشم کم سے مت دیکھ دل جلونکو
اک آہ مین اُڑادین شعلہ تری تپش کا

آنکھونکی اُسکی مژگاں یون دلپہ تُل رہی ہین
گرد ھہ پر صف سپہ کو جون قصد ہو یورش کا

پیکان جو تن مین کھٹکے ہے سو علاج اُسکا
کانٹے کا پر برہ کے چارہ نہیں خلش کا

ساقی پہونچ کہ تجھ بن یون جسم و جان ہے میرا
لبریز جون پیالہ اور ہاتھہ مرتعش کا

ہیج تیغ کی کمر مین دلکے کرے ہے پرنٹے
اے وائے جسدن اُسکے ہو امتحان ہرش کا

کیا جانے کس طرح کا تو سنگدل ہے ورنہ
یان رشتۂ محبت ہے کوہ کی کشش کا

آنگے بھی خوبصورت اکثر ہوے نوکیلے
اَن سب سے بانکپن ہے اُسکا نئی رَوِش کا

باتین کر دعدو سے سودا کو گالیان دو
قربان ہون آپ کی میں اس داد لو ردِہش کا

جوشِ طوفان دیدۂ نمناک سے کیا کیا ہوا
دیکھ لے دنیا میں مشت خاک سے کیا کیا ہوا

داغ تجھ عشق کا جھمکے ہے مرے دل کے بیچ | مہر ذرہ مین درخشان نہوا تھا سو ہوا

ابر مژگان کے تصدق سے ترے اے سودا
سبز و خرم جو بیابان نہوا تھا سو ہوا

کہان نطق فصیح از طبع ناہنجار ہو پیدا | فغان زاغ سے طوطی کی کب گفتار ہو پیدا
سخن ہمیز کا ہے جون ہوا در پئے معنی ہین | حباب ایسا نہین جس سے در شہوار ہو پیدا
دل احمق سے مت امید رکھ نارغ معنی کی | ہما بیضہ سے کیونکر بوم کے اے یار ہو پیدا
نہ طبع جمد سے سرزد کبھو ہون معنی رنگین، | جہان مین تخم سے تھوہڑ کے کب گلزار ہو پیدا
سخن کو زادۂ طبع سخنور کہتے ہین اوسکا | زبان و نیز بخوبی چاہیے اذکار ہو پیدا
خدا دیوے پسر تو قابل تحسین دے ورنہ | پدر رہو مورد نفرین جو ناہنجار ہو پیدا
کلام بے نمک کی شور انگیزی ہے ایسی کچھ | زمین بول گاہِ خلق مین جون کھار ہو پیدا
اگر ملک عراق اک جا پہ خر سوار ہو آوے | عراقی کی پرا سمین کاہیکو رفتار ہو پیدا

مخاطب اُسکو ہی کرتے ہین ارباب سخن سودا
کہ جسمین کچھ بھی عقل و ہوش کا آثار ہو پیدا

دل اپنا چاہتا ہے وہ جنون از غیب ہو پیدا | کہ شکل صبح اے ناصح ز تار جیب ہو پیدا
ارادہ عشق سے پھر نیکا بے فکر کفن مت کر | جہان یہ رزم ہو اوسجا اجل لاریب ہو پیدا
غنیمت جانتے ہیں ہم تو ایام شباب اُسکا | وہ اُسکی قدر تب سمجھیگا جب دم شیب ہو پیدا

ہنر ہے گرچہ فن شاعری آفاق میں سودا
اگر نادان کو سوجھے تو اسمین عیب ہو پیدا

تجھ قید سے دل ہو کر آزاد بہت رویا | لذت کو اسیری کی کر یاد بہت رویا
تصویر مری تجھ بن مانی نے جو کھینچی تھی | انداز سمجھ اُسکا بہزاد بہت رویا
نالہ نے ترے بلبل نم چشم نہ کی گل کی | فریاد مری سنکر صیاد بہت رویا
جوئین پڑی ہین بہتین دیکھا مین گلستان مین | تجھ قد سے خجل ہو کر شمشاد بہت رویا
آئینہ جو پانی مین ہے غرق یہ باعث ہے | تجھ سخت دلی آگے فولاد بہت رویا

سودا سے یہ پوچھا مین دل مین بھی کسیکو دون
وہ کرکے بیان اپنا روداد بہت رویا

گو نہ دے شیشۂ گردوں مے گلرنگ مجھے | خون دل سے تو مرا جام ہے معمور سدا
یار کی دیکھے تجلی جو تو موسیٰ کی طرح | سنگ رہ سے ترے نکلے شرر طور سدا
ایک شب آکے کوئی دلسوز نہ رویا اسپر | شمع تک گور ہماری سے جلی دور سدا

دوستو سنتے ہو سودا کا خدا حافظ ہے
عشق کے ہاتھ سے رہتا ہے یہ رنجور سدا

پھرے ہے شیخ یہ کہتا کہ مین دنیا سے منھ موڑا | الٰہی ان نے اب داڑھی سوا کس چیز کو چھوڑا
طپش نے اندنون دل کی نئی صورت نکالی ہے | لپکتا ہے پرارا تو نکو یون پکتا ہے جون پھوڑا
صبا سے ہر سحر مجھکو لہو کی باس آتی ہے | چمن مین آہ گلچین نے یہ کس بلبل کا دل توڑا
بہت بیجا ہے رہنا سرکشی سے بزم ہستی مین | کہ مثل شمع رشتہ عمر کا ہر آن ہے تھوڑا
طلب مین ایک ہی بوسے کے تم لینا گئے ہمسے | بس آگے کیا توقع ہے جو اتنے ہی مین منھ موڑا

نہ مل کم ظرف سے ہرگز بقول آبرو سودا
کسے برداشت ہے ناحق اٹھا دے کون نکتوڑا

جو گذری مجھپہ مت اُس سے کہو ہوا سو ہوا | بلاکشان محبت پہ جو ہوا سو ہوا
مبادا ہو کوئی ظالم ترا گریبان گیر | مرے لہو کو تو دامن سے دھو ہوا سو ہوا
پہونچ چکا ہے سر زخم دل تلک یارو | کوئی سیو کوئی مرہم کرو ہوا سو ہوا
کہے ہے سنکے مری سرگذشت وہ بیرحم | یہ کون ذکر ہے جانے بھی دو ہوا سو ہوا
خدا کیواسطے آ در گذر گنہ سے مرے | نہوگا پھر کبھو اے تندخو ہوا سو ہوا
یہ کون حال ہے احوال دل پہ اے آنکھو | نہ پھوٹ پھوٹ کے اتنا بہو ہوا سو ہوا

دیا اُسے دل و دین اب یہ جان ہے سودا
پھر آگے دیکھیے جو ہو سو ہو ہوا سو ہوا

اب تلک اشک کا طوفان نہوا تھا سو ہوا | تجھسے اے دیدۂ گریان نہوا تھا سو ہوا
جن نے دیکھا ترا مکھڑا کہا سبحان اللہ | قدرت حق سے نمایان نہوا تھا سو ہوا
خون دل چشم سے بہتا تھا مرے دامن تک | موج زن تا بگریبان نہوا تھا سو ہوا
قابل شانہ ہوئی زلف تری جبسے دل نے | کبھی جو دل کہ پریشان نہوا تھا سو ہوا
خط کی خوبی ترے عارض پہ یہ کہتی ہے کہ ہو سو | رونق ملک سلیمان نہوا تھا سو ہوا

نسخہ ترے مریض کا عیسیٰ کو جو دیا
دیکھ اُن نے حرف حرف کو رو رو کے دھو دیا

بوسہ کا وعدہ اُسنے کرو جنکو دے رہے
کیوں باتیں بان بناتے ہو تم بس چلو دیا

ملنے کی دخت زر کی تو کھائی تھی میں قسم
زاہد نے بیچ پڑکے اُسے پھر ملو دیا

تاراج و تاخت فوج کی خط کی کہوں سو کیا
پلکیں اُٹھا کے ملک دلوں کا بلو دیا

دیکھا میں جب گلیں ترے اور دست غیر
تار نگہ میں اشک کا دانہ پرو دیا

بوسہ کے ذائقہ کو نہیں شہد و سم میں فرق
ہم پی گئے اُسے ہمیں قسمت نے جو دیا

سودا ہے بے خلش یہ زخود رفتگی کی راہ
کانٹا نہ پاؤں میں اُنکے فلک نے چبھو دیا

کرتا ہوں سیر جب سے باغ جہان بنایا
کیا جانے گل خدا نے تجھسا کہاں بنایا

اک نام تو سنا ہے دیکھا نہیں کسو نے
حق نے نشان عنقا تیرا دہان بنایا

جتنے ہیں خوبرویاں سب گلستان ہیں لیکن
اللہ نے تجھی کو اک جانستان بنایا

جنس ہوم کو اول بزاز کھولتا ہی
یوسف سے تو بہا میں تجکو گران بنایا

صدقے میں تیرے یارب ہمسو نکو کرکے پیدا
گلے کا آپ کو تیں اک پاسبان بنایا

دیر و حرم کو دیکھا اللہ ری فضولی
یہ کیا ضرور تھا جب دل کا مکان بنایا

تو مت بگاڑ اسکو اے باغبان کہ ہمنے
نزدیک آتش گل آب آشیان بنایا

عالم کا قمری آسا ہے طوق بندگی کا
قامت کو تیرے جیسے سرو روان بنایا

اکثر نشان بنے ہیں عالم میں نام خاطر
تو نے سخن کو سودا اپنا نشان بنایا

صدمہ ہر چند ترے جور سے جان پر آیا
تسپہ شکوہ نہ کبھی میری زبان پر آیا

راست کیشوں کی تف آہ سے ڈریے آتش
تیر پھرتا نہیں جسوقت نشان پر آیا

موسم شیب میں بیفائدہ ہے لعب شباب
کب ثمر دیوے ہے جو نخل خزان پر آیا

دل پر خون کو مرے غنچۂ تصویر کی طرح
لب واشد نہ کبھی راز نہان پر آیا

چشم انجم پہ نہیں ابر سے وہ روز سیاہ
جو مرے دیدۂ خون ناب چکان پر آیا

رات کو دیکھ کے اے ماہ تجھے غیر کے ساتھ
طعنہ زن دل کا مرے گل کی کتان پر آیا

مجھسے استاد دبستان سخن میں سودا
شعر کے قاعدہ دانان جہان پر آیا

ترکش او لینڈ سینہ عالم کا چھان مارا | مژگان کے بان نے تو ارجن کا بان مارا
آتے تجھے جو دیکھا تیر و کمان اٹھا کر | کہنے لگا کہ یارو رکھیو دھیان ہمارا
دندان ولب یہ سادے تھا نیمجان مین لیکن | مستی دو انگلی ملکر کھایا جو پان مارا
کہتے ہین عشق جسکو مت پوچھ ہو وہ کیا ہے | اک زہر ہے کہ جن نے پیر و جوان مارا
پیوند ہو زمین کا یارب شتاب ناصح | سی سی مرا گریبان ان نے تو جان مارا
مہمان جو کوئی آیا گھر آسمان دنی کے | دو دن کھلا کے روٹی اسکو ندان مارا
نالہ سے کسکے دل کے مانا پڑی تھی ظالم | فریاد نے جرس کے کیا کاروان مارا
سونے سے رات کروٹ ان نے لی اور اپنی | آہ و فغان نے برہم سارا جہان مارا

سودا کو بات کرتے تجھسے کبھو نہ دیکھا
کہ کس گنہ یہ تو نے دہ بے زبان مارا

ساقی ہماری توبہ تجھپر ہے کیون گوارا | منت نہین تو ظالم ترغیب یا اشارا
یکبار ہی چھکا دے ساقی کہ فصل گل کو | عرصہ کہان کہ دے تین ساغر ہمین دوبارا

چمن مین صبح جب اس جنگجو کا نام لیا | صبا نے تیغ کا آب روان سے کام لیا
کمال بندگی عشق ہے خداوندی | کہ ایک زن نے مہ مصر سا غلام لیا
چنی ہے شاخ سے جو ن گل پیالہ مے سرخ | مین تیرے ہاتھ سے ساقی یہ سبز فام لیا
بسان طائر رنگ حنا قدم سے کر | ہر ایک کبک نے پیارے ترا خرام لیا
سر شک چشم نہ تھا مین کہ اے فلک تجنے | نظر سے خلق کے گرتے نہ مجکو تھام لیا
معاش اہل چمن جاے رشک ہے سودا | کہ زندگی کا انھون نے مزا تمام لیا
کسی کا ئین سے محسود ہے نہ والی روم | حسد کسیکو نہ او سپر کہ جن نے شام لیا
کہین نہ واسطے منصب کے ہین یہ مجرائی | سلام کرکے کسو سے نہ لاکھ دام لیا
کبھو مین انکو نہ دیکھا تلاش دنیا مین | کبھو نہ فکر تردد سے کوئی کام لیا

ادھر شروع ہوا صبح نغمۂ بلبل
ادھر بہار سے ہر ایک گل نے جام لیا

تاثیر عشق نے مزۂ درد کھو دیا | ان نے ندان دیکھ مرا حال رو دیا

جام خالی سے جو ساقی نے مجھے ڈھنکایا
مین کہان تخشئے صاحب مجھے مین بھر پایا

پڑا دریا پہ جو اُس زلف سیہ کا سایا
کاٹا کالے کا بھی دیکھا ہے نہ یون لہرایا

مین بندھا تار نگہ کا ہی قفس مین آیا
دام صیاد تہِ خاک نہ مین بچھوایا

لیلۃ القدر تھی یارو جو شبِ وصل تو کیا
آخر اُس شب نے مجھے روز سیہ دکھلایا

سمجھے تھا مین خطر راہِ محبت ناصح
میری تقصیر نہیں دل نے مجھے بہکایا

یہ تو وہ چیز سے خالی نہین اے رشک بہار
داغ تجھ عشق کا لالہ کے ہے یا گل کھایا

ہمسری کی مہ نو نے جو ترے ابرو سے
بدر کر چرخ نے چہرے سے اُسے گھسوایا

مت کر اغماض خط آنے پہ کہ فیاض غیب
ناز برداری کو تیرے خط رخصت لایا

رات جو رند ہوئے شیخ سے عما مطلب
شیخ نے کام بزرگی کے تئین فرمایا

گرچہ رویا مین ترے غم مین بہت سا لیکن
اپنے رونے کا مجھے رات تسلسل بھایا

خون کے ہر قطرے سے کہتا تھا یہی لخت جگر
تو مژہ تک بھی نہ پہونچیگا کہ مین یہ آیا

معنی خامہ زبان کا جو مرے رنگین ہے
حسن دُرد نگی مین بندش مین نہ اُسکے پایا

بے تصنع تجھے کہتا ہون یقین کر سودا
گل جدا شاخ سے جس دم کہ ہوا مرجھایا

آنکھوں سے اشک جتنا آتا تھا شب نہ آیا
زخم جگر نے یارو پانی مگر چرایا

ہے دادخواہ بلبل اُس جنگجو پہ یارو
تیغ نگہ سے جسکے لوہو مین گل نہایا

عارض سے چہرہ ہو کر اُس سے ہوا ہی رسوا
لالہ نے خاندان کو داغ اپنا کیا لگایا

ہوتے جو غیر کے مین وارد ہوا گھر اُسکے
پت رہگئی کہ اُن نے آنکھوں مین ہی دھرایا

جس مغبچے سے پیالا پیتے نہ تھے ہم اُن نے
دھنیے کی کھوپڑی مین پانی ہمین پلایا

رو رو کے حال دل کا روشن کیا ہے اُسپر
آنکھوں نے آہ میرا پانی سے گھر جلایا

دل نقد جان تک اُسکو چاہے تھا مین خریدن
قیمت پہ یک نگہ کے پھر آپ سے بکایا

صبح شب ملاقات ایسی ستم تھی یارو
جسکے سپیدہ دم نے روز سیہ دکھایا

عاشق نہین وہ جسکا ناصح لگے گریبان
سینے کے زخم پر بھی ٹانکا یہان دلایا

اب دغدغہ نہین ہے کچھ سیل حادثہ کا
اپنا تو گھر عزیزو اک چاہ سے ڈبایا

کہتا پھرے ہے ناصح شیخی کی راہ یارو
اس بیوفا کا ملنا سودا کا مین چھڑایا

پایا وہ ہم اس باغ مین جو کام نہ آیا | کچھ اپنے تئین جز ثمر خام نہ آیا

اے زمزمہ پرداز چمن نالہ کہا سا | وہ مرغ نہ سمجھے جو تہ دام نہ آیا

گو شکل کمان خانۂ گردون ہی منقش | پر اسمین نظر گوشۂ آرام نہ آیا

آراستہ جو بزم ہوئی دور فلک مین | وان جام بجز گردش ایام نہ آیا

بستان تو پر از بادۂ اقسام ہے لیکن | سایہ مین کسو نخل کے آرام نہ آیا

تیری بھی جوانی وہ بھی ناصح کہ تھا زور | قاضی کا ترے واسطے اعلام نہ آیا

مین تنگ ہون اتنا کہ پدر اور پسر کے | لب پر کبھو مجلس مین مرا نام نہ آیا

ہے رنگ تماشائے جہان صورت خورشید | جو صبح کو دیکھا وہ نظر شام نہ آیا

ہر عید مہ نو نے کیا قصد کہ دیکھے | لیکن وہ کبھو تا بلب بام نہ آیا

ہے طرفہ تمنا کہ رہون لب بلب اُسکے | جس سے کہ کبھو بوسہ بہ پیغام نہ آیا

تیشہ سے بھی تھا کام بڑا ناخن غم کا | فرہاد تجھے دے وہ سر انجام نہ آیا

آفات ہی لے چرخ اُٹھا جانی ہے تو نے | ظالم کسی گرتے کو تجھے تھام نہ آیا

تجھ بن جو گیا باغ مین سیر آب روان کو | پھر تیغ کا خاطر مین مرے کام نہ آیا

اسکا تو گلہ کیا ہے کہ بستان جہان مین | مجھ تک قدح بادۂ گلفام نہ آیا

یون منہ نہ دھوائے صبح کہ آگے مرے سودا
جون لالہ پر از خون جگر جام نہ آیا

نورا خندہ سحر کرنے مین دل کا مین گنوایا | جون آئینہ جوہر نے مجھے عیب لگایا

جلوے ترے ہم ہین صنم بزم جہان مین | گر شمع نہووے تو شب تار ہے سایا

کام آب کا لے خاک سے بھی روشنی طبع | آئینہ نے منہ گرد سے بھر عمر دھولایا

جو خاک نشین ہین نہ انھین سمجھیو کم قدر | وہ دانہ ہے خرمن جسے ماٹی مین رلایا

ہے حسن مین یہ فیض کہ صحبت مین بتان کے | بدخلقی جسے کہتے ہین سو ناز کہایا

صباغ خرابات جہان مین ہون کہ جتنے | نام اپنے بزرگون کا خم مے مین ڈبایا

کچھ کبر سے خاطر مین نہ لایا ہمین کوئی | رتبہ کسی خاطر مین ہمارا نہ سمایا

مین ننگ ہون اتنا کہ قبیلہ مین سے کوئی | میراث کے بھی لینے کو وارث نہ کہایا

روئے نے کیا حال دل اُس شوخ پہ روشن | سودا نے دیا عشق کا پانی سے جلایا

سینے سے مین دعا کو لایا جو شب لبون تک
کہنے لگی اجابت کیدھر خیال آیا

ملنے کا ایکدم بھی یان ضعف دل ہی مانع
او کتا کے اوٹھگیا وہ تب جی بحال آیا

کونین تک ملے تھی جس دل کی مجکو قیمت
قسمت کہ یک نگہ پر مین اسکو ڈال آیا

بخشش یہ دو جہا کی آئی تھی ہمت دہر
لیکن نہ یان زبان تک حرف سوال آیا

نازان نہو تو اسیر گر تجکو سنگ مین سے
گوہر نکالنے کا کسب و کمال آیا

ارباب فہم آگے وہ صاحب ہنر ہے
کینہ کسیکے دل سے جسکو نکال آیا

دیر خراب مین کل اک مست کی زبان پر
یہ شعر اُس جگہ کے کیا حسب حال آیا

اعمال دیکھ تیرے مے شرم سے عرق ہی
اے محتسب تجھے بھی کچھ انفعال آیا

اکسیر ہے تو کیا ہے وہ مشت خاک سودا
خاطر پہ جب کسی کے اُس سے ملال آیا

باہر رکھون نہ بزم سے لے رشک باغ پا
جون شمع سر کے گل سے کرون تا نہ داغ پا

جون غنچہ رک رہا ہی دل اس باغ مین کہ یان
جز آب جو کیا نہ کسی نے فراغ پا

کربیت مین ہماری معاند سمجھ کے دخل
ہر گھر مین دیکھ بھال کے رکھتا ہی زاغ پا

دل تفتگان کی خاک سے ہی آبلہ کا خوف
رکھتا نہین ہے کچھ وہ ز راہ دماغ پا

رہ شند لون کا حد سے نہ بڑھکر قدم پڑے
باہر رکھے نہ سایہ سے اپنے چراغ پا

بیدست و پا نہ صاحب کیفیتون کو جان
ہے دست میکشان کا برائے ایاغ پا

پہونچا نہ وان جہانسے کہ جلکر اُٹھا نہ مین
مجکو دیے فلک نے بشکل اوجاغ پا

اس حور ساتھ عیش ہو واعظ تجھے نصیب
باغ جنان مین جسکا ہو سر اور بہ راغ پا

سودا ہے زلف یار مین گم گشتہ دل ترا
ہر گھر مین کیون رکھے ہے تو بہر سراغ پا

کیا جانے کسکی خاک ہے رکھ ہوش نقش پا
یون دھر قدم کہ تا نہ دبے دوش نقش پا

اعمال رفتگان کے مکافات کر نظر
حیران رہے ہے صورت خاموش نقش پا

کسکی سنین ہین خاک نشینان راہ عشق
گوش اپنے کر ہین اتنے کہ جون گوش نقش پا

دہشت سے ہے کبر اہل جہانسے یہ اب مجھے
افتادگی نہو دے فراموش نقش پا

کثرت سے کوے یار مین گرمی ہی یہ کہ وان
پڑتا ہے پا مین آبلہ از جوش نقش پا

ملنا چھوڑا یا نہ مجھسے دوری کی زندگی نے
محجوب ہو پھر اُسکو مین نے نہ منہ دکھایا

باغ مین جب دم خرام اُس سرو قامت نے کیا
نعرۂ حق سرہ قمری نے بھر کر جی دیا

عشق مین خون جگر کھانیکی گر لذت نہ تھی
خضر نے حیران ہو آب زندگانی کیون پیا

سوزن در شتہ کی بدنامی تو لی پر کیا حصول
کب کسی عاشق کے زخم دل کو عیسیٰ نے سیا

صبح کو جیتا تو نکلا گھر سے مین پر کیا کہون
مرگ بھی اک طرح کی جو رات مین تجھ بن جیا

گھر سے بلوانا تو کیسو مجکو جاتے دیکھکر
وہ کبوتر بھی اوڑانے مین نہین کہتا بیا

غش مین آجاوے ہوس دیکھے وہ پھر اگر
اُس طلائی رنگ سا کب ہو طلائے کیمیا

لگئے ماٹی مین کیا کیا جامہ زیب اُس گھر کے بیچ
اب تلک شکل تو پڑتا ہے نقش بوریا

جاکے بازار بتان جور وجفا اب ناصحا
اپنی مین جی کی خوشی کو نقد دل دیکر لیا

کوی میخانہ سے ناگہ شام کو گذرے جو شیخ
کیا کہون سودا جو رندون نے سلوک اُنسے کیا

کر سلام اُنکو کہا جلدی سے لو یارو قدم
ہین ز قسم اولیا یا از قبیل انبیا

کوئی بولے تھا لو منہ سے انھونکی خاک پا
کوئی کہتا تھا کرو آنکھوںمین اپنے طوطیا

آخر کار اُس جگہ کیا دیکھتا ہون رات کو
وہ مقدس صورت اور ایسے بزرگ بیریا

ڈھونڈنے جاتے ہین پیچھے پیچھے عمامہ کو آپ
اک مرید آگے چلا جاتا ہے دکھلاتا دیا

سحر جو باغ مین دلدار ایک بار آیا
نثار میوہ سے ہر نخل زیر بار آیا

تو ید مغبچگان موسم بہار آیا
ہر ایک تاک کو گلشن مین برگ و بار آیا

قسم نہ کھائیے ملنے کی غیر سے ہرگز
کہا نہ تم نے میان ہمکو اعتبار آیا

برنگ آئینہ ہم اور سینہ صاف ہوئے
جو اپنے دل پہ کسی شکل سے غبار آیا

ہماری خاک پہ گو چشم تر کسی نے نہ کی
ہمیشہ گریہ کنان ابر زار زار آیا

گئے جہان سے کیا کیا سبزہ جو تہ خاک
کہ گل جب آیا تو مجروح بے شمار آیا

ممانعت نے کیا تیرے شہرۂ آفاق
وگرنہ مین ترے کوچہ سے لاکھ بار آیا

خبر لے وادی مین سودا کی یون سنا ہر آج
کہ ایک شوخ کسی بے گنہ کو مار آیا

کب دل شکستگان سے کرے عرض حال آیا
ہے بے صدا وہ چینی جسمین کہ بال آیا

تجھ بن عجب معاش ہے سودا کا ان دنوں
تو بھی ٹک اُسکو جا کے ستمگار دیکھنا

نے حرف و نے حکایت و نے شعر و نے سخن
نے سیر باغ و نے گل و گلزار دیکھنا

خاموش اپنے کلبۂ احزان مین روز و شب
تنہا پڑے ہوئے در و دیوار دیکھنا

یا جا کے اُس گلی کو جہان تھا ترا گذار
لے صبح تا بشام کئی بار دیکھنا

تسکین دل نہ اسمین بھی پائی تو پھر شغل
پڑھنا یہ شعر گر کبھو اشعار دیکھنا

کہتے تھے ہم نہ دیکھ سکین روز ہجر کو
پر جو خدا دکھاوے سو ناچار دیکھنا

سیہ کاری ہے مانند نگین ہر چند کام اپنا
نکالا رو سفید آخر ہی اِس صفحہ مین نام اپنا

حباب آسا کیا ہے کار استغنا تمام اپنا
رکھا محرم مین قطرے سے اس دریا مین جام اپنا

نہ پہونچے نیستی عنقا کی ہستی کو مری ہرگز
کہ مین یا تنک زبانسے بھی نہین سنتا ہون نام اپنا

اگر سمجھو تو خاکستر صبا کے ہاتھ بھیجون مین
نہین گویا زبان شعلہ دون کسکو پیام اپنا

کہان ہے شیخ جو دیکھے مرے بت کے کرشمہ کو
کہ ہر بندہ خدا کا کر لیا جن نے غلام اپنا

سنا جب انس تھا ہر تو نکو صحرا بیچ مجنون سے
کیا شہری غزالون کے تئین سودا نے رام اپنا

جنون کی نظر مین ہم سبک ہین دیا انھین کو وقار اپنا
عجب طرح کی ہوئی فراغت گدھون پہ ڈالیسے بار اپنا

کرون سو کیا آہ ناامیدی وہ ہووے کسطرح یار اپنا
نہ گھر مین رہنا ہے اسکا شیوہ نہ ساتھ پھرنا شعار اپنا

نگر ہو آباد جسکے دلکا نہ پوچھ اُس سے تو دکھ ہمارا
یہ درد سن اس رئیس سے تھک جو لٹتے دیکھے دیار اپنا

جو دھوم آنے سے تیرے خط کے اب ایک عالم مین مچ رہی ہے
چمن مین وہ شور ڈال سکتی ہے منہ تو دیکھو بہار اپنا

اثر ہمارے سخن کا ظالم نہین ہے سو ایک تیرے دل مین
وگرنہ وہ سنگ کونسا ہے نہو گا جسمین شرار اپنا

جہان تڑپتا ہے دل ہمارا کبھو تو ظالم تو وان گذر کر
کوئی بھی صیاد چھوڑتا ہے بچہ کے بسمل شکار اپنا

جنھین نہین عقل وہ کرین ہین طلب ہوس سے کیمیا کی
جو فہم ہووے تو بہ ز اکسیر ہے یہ مشت غبار اپنا

ہوا نہ روز فراق مین یون کہ اکدم بھی مین آپ مین ہون
نہ رہتے دیکھا کبھو برے وقت آپکو بھی میان اپنا

گران طبیعت یہ ہو رہے کے ہون نہو دے وہ بھی نصیب اپنے
خدا اُٹھائے ہمین جو ڈالین کسیکی خاطر پہ بار اپنا

بہ رنگ تاک اینڈتا پھرے ہے جہان تو باغ جہان مین سودا
مین کیا کہون واتنے آہ سیار کر گئے ہین گذار اپنا

چمن نہ تنہا جنونکی غم سے ہنوز چھاتی پہ کھائے ہے گل
رکھے ہے اتبک ہزار جا سے روش بھی سینہ فگار اپنا

گذرے وہ کیونکہ خاک سے میری کہ تا ابد
چھوڑے قدم کو اُسکے نہ آغوشِ نقشِ پا

افتادگان تک آن کے کیا لینگے راہزن
جز خاک کچھ نہین ہے در آغوشِ نقشِ پا

اے شوخ ہرزہ گردی سے تیری ہر ایک جا
خونِ جگر کیا ہے مرا نوشِ نقشِ پا

پابوس پہ رقیب عبث دے ہے جی کہ وان
کب ہے قبولِ خاطرِ پابوشِ نقشِ پا

سودا بقولِ حضرت بیدل بجوئے دوست
خط جبینِ ماست ہمہ آغوشِ نقشِ پا

آدم کا جسم جب کہ عناصر سے مل بنا
کچھ آگ بچ رہی تھی سو عاشق کا دل بنا

سرگرمِ نالہ ان دنون مین بھی ہون عندلیب
مت آشیان چمن کے مرے متصل بنا

جب تیشہ کوہکن نے لیا ہاتھ تب یہ عشق
بولا کہ اپنی چھاتی پہ دھرنے کو سل بنا

جس تیرگی سے روز ہے عشاق کا سیاہ
شاید اُسی سے چہرۂ خوبان پہ تل بنا

لب زندگی مین کب ملے اس لب سے اے کلال
ساغر ہماری خاک کو مت کرکے گل بنا

اپنا ہنر دکھاوینگے ہم تجکو شیشہ گر
ٹوٹا ہوا کسی کا اگر ہم سے دل بنا

سُن سُن کے عرضِ حال مرا یار نے کہا
سودا نہ باتین بیٹھ کے یان متصل بنا

سودا یہ کیا کریگا نت اسقدر کا رونا
عالم کو اے دیوانے سب ساتھ لے ڈبونا

سر تا قدم گلا کر جبتک کرے نہ پانی
جون شمع داغ دل سے مشکل بہت ہے دھونا

جسطرح چاہتا ہے دنیا مین زندگی کر
لیکن تو یاد رکھیو عاشق کہین نہ ہونا

بے وجہ آئینہ نہین ہر بار دیکھنا
کوئی دم کو پھولتا ہے یہ گلزار دیکھنا

نرگس کیطرح خاک سے میری اُگی ہے چشم
تک آن کے یہ حسرتِ دیدار دیکھنا

کھینچے تو تیغ ہے حرمِ دل کے صید پہ
اے عشق پر بھلا تو مجھے مار دیکھنا

ہے نقصِ جان دید ترا پر یہی ہے دھن
جی جائے یار ہے مجھے یکبار دیکھنا

اے طفلِ اشک ہے فلکِ ہشتمین پہ عرش
آگے قدم نہ رکھیو تو زنہار دیکھنا

پوچھے خدا سبب جو مرے اشتیاق کا
میری زبان سے ہو یہی اظہار دیکھنا

ہر نقشِ پا پہ تڑپے ہے یارو ہر ایک دل
ٹک واسطے خدا کے یہ رفتار دیکھنا

کرتا تو ہے تو آن کے سودا سے اختلاط
کوئی لہر آگئی تو مرے یار دیکھنا

گو گھر مین سب کسیکے تو اے مہ جبین رہا
پروا نہین ہمین بھی یہ وہ دل نہین رہا

کیا فائدہ کہ درپئے تحقیق ہم رہین
ملنے سے جبکہ ہم رہے پھر تو کہین رہا

اسباب دین و دنیوی کب تھا خیال مین
تیرا ہی دھیان تا بدم واپسین رہا

صبر و قرار و ہوش و دل و دین فدا کیا
تسپر بھی میری جان تجھے مجھسے کین رہا

نکلا کسی ہی طرح نہ دل سے ترے حجاب
سودا سے تو تو یار سدا شرمگین رہا

عشق تھا یا کیا تھا جس سے دل اٹکتا ہی رہا
خار سا سینے مین میرے کچھ کھٹکتا ہی رہا

رات جب غصہ ہو میرے پاس سے اٹھکر چلا
مین نہ چھوڑا گو کہ دامن وہ جھٹکتا ہی رہا

بوسۂ رخسار کا وعدہ کیا کس سے وفا
کان کا موتی تلک تیرے لٹکتا ہی رہا

تاب کسکو ہے کہ تیرے در سے آگے جاسکے
جو ترے کوچے مین آیا سر پٹکتا ہی رہا

کونسی تھی ہجر کی ساعت کہ تب سے عمر بھر
آرزوے وصل مین یہ دل بھٹکتا ہی رہا

جسکو تین گھر سے نکالا وہ بامید طلب
ہر قدم پر راہ چلتے مین ٹھٹکتا ہی رہا

یار گھر آیا تھا پر دیکھا نہ اسکو بھر نظر
ہوش مین آؤن مین جبتک وہ سٹکتا ہی رہا

آج کیا سودا مین الفت کی خلش مجھسے کہون
خار سا سینے مین میرے کچھ کھٹکتا ہی رہا

مجلس سے جب ہو مست وہ رشک جہان اٹھا
محشر کا اہل بزم سے شور و فغان اوٹھا

آیا نظر جو در سے ہی اسکو مین کہین
لیکر وہ میرے قصد کو تیر و کمان اوٹھا

جو مین قدم رکھا مین سوے باغ با نصیب
لے بیلچہ کو ہاتھ وہین باغبان اوٹھا

مین جسکے پاس بیٹھ لگا کہنے حال دل
اپنے ہی دلکی غم کی وہ لے داستان اوٹھا

مشہور ہے یہ بات کہ جی ہے تو ہے جہان
آبھی اٹھے جہانسے تو گویا جہان اوٹھا

بوے وفا و رنگ محبت نہین ہے یان
یا رب تو اس چمن سے مرا آشیان اوٹھا

پہونچے گی تیرے گھر ہی جو جاویگی دخت رز
سودا نجا کے منت پیر مغان اوٹھا

تیرے کوچے سے جو مین آپکو چلتے دیکھا
جی کسی تن سے نہ اس طرح نکلتے دیکھا

تیغ تیری کی سدا شکر ادا کرتے ہین
لبونکو زخم کے دن رات مین ہلتے دیکھا

نہین پیکان یہ جو ہر نامہ اُن نے تیر پر لکھا
اشارا قتل کا مجکو یہ کس تقصیر پر لکھا

ہوئی تبدیل ہیئت یان تلک غم سے جدائی کی
کہ میرا نام مانی نے مری تصویر پر لکھا

کہین ہین زلف کو سب دیکھ اُس رو کے مخطط پر
یہ لام الف ود کیون قرآن کی تفسیر پر لکھا

نہ بیجے جی کسطرح روز ازل کا ہے یہ قدرت نے
ہمارا خون قاتل کی دم شمشیر پر لکھا

نہین چین جبین اے یار تجھ محراب ابرو پر
کتابہ روز اس مسجد کی یہ تعمیر پر لکھا

اسی مضمون سے معلوم اسکی سرد مہری ہے
مرا نامہ جو اُس نے کاغذ کشمیر پر لکھا

جگہ دی نالہ دلکو تری زلف چلیپا مین
یہ مصرع کر کے موزون ہمنے اُس زنجیر پر لکھا

خدا جانے کہ اے سودا پڑھ اُسکو کیا وہ سمجھیگا
ہمین تھا خط کا لکھنا دور از تدبیر پر لکھا

بلبل نے جسے جا کے گلستان مین دیکھا
ہمنے اُسے ہر خار بیابان مین دیکھا

روشن ہے وہ ہر ایک ستارہ مین زلیخا،
جس نور کو تو نے مہ کنعان مین دیکھا

برہم کرے جمعیت کونین جو پل مین،
لٹکا وہ تری زلف پریشان مین دیکھا

واعظ تو سُنی بولے ہے جس روز کی باتین،
اُس روز کو ہمنے شب ہجران مین دیکھا

اے زخم جگر سودۂ الماس سے خو کر
کتنا وہ مزہ تھا جو نمکدان مین دیکھا

سودا جو ترا حال ہے اتنا تو نہین وہ
کیا جانیے تو نے اُسے کس آن مین دیکھا

والہ کو تری چشم کے آزار ہی رہا
عیسی وقت تھا تو وہ بیمار ہی رہا

چھوٹا جو زلف سے تو پھنسا دام خط کے بیچ
یہ مرغ دل ہمیشہ گرفتار ہی رہا

جاتی رہی ترے چمن حسن کی بہار
بلبل کے گل نظر مین دلے خار ہی رہا

جیسے ہوئی ہے قابل شمشیر وہ کمر،
چھاتی پہ میری مرہم زنگار ہی رہا

سوکھا نہ ایک پل مرا دامان و آستین،
تجھ عشق مین یہ دیدۂ خونبار ہی رہا

دیکھا ہے تجکو در پہ ترے جن نے ایکبار
پھر جبتلک جیا بس دیوار ہی رہا

اک روز ایک یار نے اُس شوخ سے کہا
سودا کے دیکھنے سے تجھے عار ہی رہا

بولا کہ تیرے حق بطرف ہے اس امر مین
جبسے ہوا وہ خلق بد اطوار ہی رہا

اتنا تو وہ برا ہے کہ چہرے کا جسکے رنگ
بھر عمر اوسکی شکل سے بیزار ہی رہا

ابھی ہے یہ بہار کہ یار دبطرف باغ / زاہد گرو کلال کی دستار دھر چلا
غافل ہے اس مریض سے ظالم کہ جسکے پاس / آیا کوئی تو پونچھتا اشک اپنے گھر چلا
عالم تو مر رہا ہے سراک آن پر تری / تیغ وسپر یہ لیکے تو کس پر بپھر چلا

سودا کی زرد چہرہ کو شوخی کی راہ سے / کہتا ہے تیرا رنگ تو اب کچھ نکھر چلا

اعمال سے مین اپنے بہت بیخبر چلا / آیا تھا آہ کس لیے اور کیا مین کر چلا
ہے فکر وصل صبح تو اندوہ ہجر شام / اس روز و شب کے دھندے مین مین اب تو مر چلا
مجلس سے مجکو اٹھتے جلیسونکے سامنے / عزت کبھو نہ دی یہ کہ پوچھے کدھر چلا
نکلا پڑے ہے جامہ سے کچھ اندنون رقیب / تھوڑیسے دم دلاسے مین کتنا ابھر چلا
جلنے کا مجھکو گھر سے ترے کچھ نہین ہے غم / اور رونے کو مین یکدو قدم بیشتر چلا
کیا اس چمن مین آنکے لے جائیگا کوئی / دامن کو میرے سامنے گل جھاڑ کر چلا
جامہ قمار خانہ مین جیسے ہے پیش مغ / اب کاٹون کسکی جیب کہ دل بادہ پر چلا
بھیجا ہی وہ پیام مین اس شوخکو کہ آج / کر خضر راہ مرگ کو پیغامبر چلا
طوفان بھرے تھا پانی جن آنکھونکے سامنے / آج ابر انکے آگے زمین کر کے تر چلا
رو کا بصد ہنر اسے ملنے سے غیر کے / لیکن ہنر ہرا سکے نہ میرا ہنر چلا

سودا کہے تھا یار سے یک مو نہین غرض / اودھر کھلی جو زلف ادھر دل بکھر چلا

سودا غزل چمن مین تو ایسی ہی کہکے لا / گل پھاڑین سنکے جیب کو دین بلبلان صلا
حکاک کا بسیر بھی مسیحا سے کم نہین / فیروزہ ہو وے مردہ تو دیوے ہے وہ جلا
نہین چھوڑتا ہے اشک مرا دامن وکنار / یہ طفل بدسرشت نہ گھوارہ سے پلا
شاکی نہین خدا سے بنی گریہ شکل زشت / ممکن نہین کمہار کا ماٹی کرے گلا
غم سے خزان کے خون جگر چھٹ اب اے نسیم / غنچے گلونکے کچھ نہین کھاتے انھین کھلا
دبکے ہے اسقدر تو مجھے دیکھکر رقیب / چوہے کی بھانت جاوے ہے نظرونسے یہ بلا

اسلوب شعر کہنے کا تیرا نہین ہے یہ / مضمون آبرو کا ہے سودا یہ سلسلا

کیون دیا دل مین ترے طرۂ مشکین کو کہ مرغ
کہین بھی پنجۂ شاہین مین پلتے دیکھا

ڈوبے او چھلے تو بہت دیکھے ہین مین دریا کے
ڈوبا اس چاہ ذقن کا نہ او چھلتے دیکھا

استقامت ہے عجب تجھے نہین جسمین لغزش
نخل کا پانون زمین پر نہ پھسلتے دیکھا

عیش آلودۂ افسوس ہی اس جا کہ حنا
جسکو پہونچی تو اُسے ہاتھ ہی ملتے دیکھا

فضل حق ہو تو تنزل ہی ترقی ہو جائے
قطرہ گوہر ہو صدف سے ہین نکلتے دیکھا

آہ و نالہ سے مرے دل نہ پسیجے اوسکا
مین ہوا سے نہ کبھو سنگ پگھلتے دیکھا

تیغ کا زخم اٹھا سنبھلے ہے انسان لیکن
سامنے تیر نگہ کے نہ سنبھلتے دیکھا

سوجھی تدبیر نہ تقدیر کو بہلانے کی
جب تجھے قتل پہ عاشق کے مچلتے دیکھا

اپنے منہ سے کہا کن نے سخن کو گوہر
لعل سودا ہی کو پہ منہ سے اُگلتے دیکھا

چہرے پہ نہ یہ نقاب دیکھا
پردے مین تھا آفتاب دیکھا

کیونکر نہ بکون مین ہاتھ اسکے
یوسف کیطرح مین خواب دیکھا

کچھ مین ہی نہین ہون ایک عالم
اُسکے لیے یان خراب دیکھا

بے جرم و گناہ قتل عاشق
مذہب مین ترے ثواب دیکھا

کچھ ہو وے تو ہو عدم مین راحت
ہستی مین تو ہم عذاب دیکھا

جس چشم نے مجھ طرف نظر کی
اُس چشم کو مین پر آب دیکھا

سرگردان ترے ہی عشق مین ہے
یان ہمنے جو شیخ و شاب دیکھا

دل تو نے عبث لکھا تھا نامہ
جو اُس نے دیا جواب دیکھا

بھولا ہے وہ دل سے لطف اُسکے
سودا نے یہ جب عتاب دیکھا

ساقی چمن مین چھوڑ کے مجکو کدھر چلا
پیمانہ میری عمر کا ظالم تو بھر چلا

گل مت سمجھیو باغ مین اے عندلیب زار
غنچے کا دل دہن پہ کسیکے بکھر چلا

افسوس ورنہ یہ تھا تو ہمارا نہال عشق
خوبون کی سرد مہری سے لیکن ٹھٹھر چلا

کد اپنے دلمین یار سے کچھ کم ہے اندنون
آلودہ آب گرد سے تھا پر نتھر چلا

اس بحر میں ہے موج کی حافظ شکستگی
فیصل ہوا حباب کہ جسدم اُبھر چلا

طبیعت سے فرومایہ کی شعر تر نہیں ہوتا
جو آب چاہ کا قطرہ رہے وہ گوہر نہیں ہوتا

ہنر سے دور رہے بد اصل کی خلقت کا آئینہ
خمیر سنگ سے بنتا ہے تو جوہر نہیں ہوتا

نجانے عکس روا سمیں پڑا کس اہل جنت کا
کہ آب آئینہ سے لب کسو کا تر نہیں ہوتا

سعادتمند ہو کر جی کہ بعد از مرگ عالم میں
ہما کے بال کا مصرف بجز افسر نہیں ہوتا

طمع دولت کی بیتاب تعب مت رکھ زمانے سے
ہوس تا وہ جھونکے آگ میں مس زر نہیں ہوتا

نہیں لاتے زباں پر حرف مطلب سر گذار اپنا
بدست یار تا کھینچا ہوا خنجر نہیں ہوتا

سراپا شکل اخگر ہے تب ہجر انسے جسم اپنا
نہیں وہ پیرہن جو تن پہ خاکستر نہیں ہوتا

دیا تیں نقد دل اپنا اب اُن خوبونسے خطرہ کیا
جو مفلس ہوائے کچھ رہزنونسے ڈر نہیں ہوتا

تلاش خضر بہر منزل مقصد نکر سودا
کوئی خود رفتگی سے راہبر بہتر نہیں ہوتا

ترا دل مجھسے نہیں ملتا مراجی رہ نہیں سکتا
غرض ایسی مصیبت میں کہ میں کچھ کہہ نہیں سکتا

ترے آگے مری آنکھونسے آنسو کیونکہ چلتے ہیں
جو تو دریا سے گذرے ہے تو پانی بہہ نہیں سکتا

نہ شکوہ یار کا لب تک دلا پیرانہ سر لیجا
بخاموشی ہی گذری ہے تو باقی بھی یوں بسر لیجا

چمن آرا سے ہو کر آشنا کر برگ و بار اپنا
جہاں کے باغ سے نادان بر زدی مت ثمر لیجا

نہیں شایاں اپنی ٹال دنیا دیکے سائل کو
دگرنہ شے یہ دینے کی نہ تھی مجھسے کو یہ لیجا

کسوف مہر سے تارے جھلک آئے ہیں لے تو خط
نہ قطرونکا عرق کے تو گماں اُس چہرہ پر لیجا

نہ قصد کعبہ ہے دلمیں نہ عزم دیر بندہ ہوں
اسیر دام الفت ہوں جدھر چاہے اُدھر لیجا

نہال آسا نہیں ہے خرمی ماٹی میں غربت کے
وطن سے مشت خاک ہی دل قدم پر باندھ کر لیجا

قصور ہمت گردوں ہی بھیر کیا یاں باعث
کہ نالاں دل مجھے دیکر نہ پولا یوں اثر لیجا

نہیں گر نرگس شاداب اس گلشن سے قسمت میں
تو یہ بھی ارمغاں اک طرح کا ہے چشم تر لیجا

یہ پیاسا موج زن دیکھے ہے دریائے کرم تیرا
ورنگ ایمن ہی کیا کہدے سبو اپنا بھی بھر لیجا

بکیں گو صندلیں رنگ کے بازار محبت میں
گنوا کر نقد دل اپنا نہ یہ تو درد سر لیجا

چراغ آویگا کا ہیکو کبھو گور غریباں پر
کہو سودا سے دل پر اپنے داغ ہجر دھر لیجا

جب بادہ خون دل ہو تو سیر چمن کجا
ساقی وہ نو بہار و شراب کہن کجا

نگاہ مست نے ساقی کے عالم کو چھکا ڈالا
کہیں مدہوش ہے شیشہ کہیں تیھر ہو متوالا

کرے کیا دل صف مژگان سے نے خنجر ہو نہ بھالا
کہ تیرے رو بہ رو ہے ترکش وان بہیان اک بے اثر نالا

نکرائے کیفی شوق اس سے تو انداز بوسے کا
ڈرون ہون میں نہ پڑ جاوے کہیں ابلب تبخالا

نگہ قیمت کہی دل کی تو اسپر بھی گران سمجھا
جو نقد جان بکتا ہو کہیں تو مجھ کو دلوا لا

خریدی کچھ نہ جنس آکر ہم اس بازار مین سودا
بغل مین لیچلے ہین دل تو اک آتش کا پرکالا

مین دشمن جان ڈھونڈ کر اپنا جو نکالا
سو حضرت دل سلمہ اللہ تعالا

جب مست چمن سے ہو چلا گھر کو وہ لالا
غنچے نے صراحی لی اٹھا گل نے پیالا

کہتا ہے نگہ سے یہ ترا گوشۂ ابرو
دیکھے جو کوئی خون گرفتہ تو لگا لا

مانگا جو مین دل کو تو کہا بس یہی اک دل
جتنے ہی تو چاہے مرے کوچے سے اٹھا لا

اے غنچہ سبب کیا ہے کہ آتے ہی چمن مین
گل جھاڑے ہے دامن تو نے تجھے کو سنبھالا

اتنا ہے تو یوسف سے مشابہ کہ عدم کے
پردے مین چھپا اسکے تئین تجھکو نکالا

تنہا تری مژگان سے یہ دل کیونکہ بر آوے
لئے تیر ہے اُس پاس نہ خنجر ہے نہ بھالا

فتنہ ہی اٹھاتے ہو گئی پشت فلک خم
ہرگز نہ کسی گرتے کو ظالم نے سنبھالا

سودا تجھے کہتا ہون نہ خوبان سے مل اتنا
تو اپنا غریب عاجز و دل بیچنے والا

ملک آئین جب سے تین لوٹا
کفر و دین گبر و شیخ سے چھوٹا

موج آتش سے ہے سیل آنکھون کی
شاید اس دل کا آبلہ پھوٹا

نہ جیا تیری چشم کا مارا
نہ تری زلف کا بندھا چھوٹا

چمن دل مین عشق بویا تھا
داغ و شعلہ ہوا گل و بوٹا

گرد ہستی نے دلکو دی ہے شکست
آئینہ اس غبار سے ٹوٹا

دل یار کے ہرگز نہ سر زلف سے چھوٹا
اور اُسکو سر مار سمجھ عشق نے کوٹا

بگا ہے دل خون گشتہ سوا بزم مین اپنے
شیشہ ہے گلرنگ سا کا ساقی سے نہ ٹوٹا

جا بیئے کدھر ہاتھ سے اب چشم بتان کی
تھا دل کا نگر اپنے سو ان ترکون نے لوٹا

اسکی نگہ مست چمن پر ہے گر سودا
غنچہ سے کھلا ہے کہ سبو بادہ کا پھوٹا

جو عمل چاہے کیجے مرے دکھ دینے کا / وہ نہ کیجے کہ کہے کوئی سزاوار نہ تھا
پیار و اشفاق و وفا مہر و محبت الطاف / دل کو جس روز لیا کونسا اقرار نہ تھا
صحبتون کا نہ کرو غیر کے مجھ سے اخفا / کونسی شب تھی کہ مین وان پس دیوار نہ تھا

شب تری بزم مین سودا کو مین دیکھا جبتک
کچھ خموشی کے سوا اُسکو سروکار نہ تھا

افسوس تم اور دنے ملو رات کو تنہا / ہم دن کو ترستے ہین ملاقات کو تنہا
نے تو ہے نہ دل ہے نہ کوئی مونس و ہمدم / کھوتے ہین عبث اپنے ہم اوقات کو تنہا
باللہ اکیلا جو ملے مجکو تو سمجھون / پاتا نہین مین ناصح بد ذ ا ت کو تنہا
اب گوشۂ عزلت سے نکلتا نہیں اے شیخ / خلوت مین ہے کیا جانئے کس بات کو تنہا

سودا تو کبھی بزم مین رندان کے تو آبیٹھ
کھوتا ہے عبث کوئی بھی اوقات کو تنہا

وہ ہم نہین جو کرین سیر بوستان تنہا / بہشت ہو تو نہ منہ کیجے باغبان تنہا
کدھر کو چھوڑ گئے مجکو ہمرہان تنہا / پھرون ہون دشت مین جون گرد کاروان تنہا
اگرچہ تمکو نہ چھوڑین گے بدگمان تنہا / کرو جو بندہ نوازی تو مہربان تنہا
اکیلے آنے کی تمکو بتاؤن مین تقریب / کہو جو جاؤن ہون مین بہر امتحان تنہا
ہوا ہے دل صف مژگان کے روبرو ہیہات / ہین نیزہ باز ادھر اتنے یہ جوان تنہا
خبر لے حال سے مجنون کے صاحب محمل / کرے ہے آج جرس نالہ و فغان تنہا
سنا نہووے جو سودا یہ مصرع صائب / تو پوچھ خلق سے مین کیا کرون بیان تنہا
کل ایکدن مین اُسے راہ مین اکیلا دیکھ / کہا کدھر چلے اے فخر شاعران تنہا
دیا جواب دلم سیر باغ می خواہد / کہا مین ہو متبسم کہ مہربان تنہا
جو ہووے امر تو مین بھی چلون رکاب کے بیچ / رکھے ہے لطف بھی کچھ سیر بوستان تنہا

سنا یہ مجھسے تو کہنے لگا کہ ہیچ مگو
گرفتہ ایم اجازت ز باغبان تنہا

جب بزم مین بتان کی وہ رشک مہ گیا تھا / آئینے مین ہر پریرو منہ دیکھ رہگیا تھا
غنچے نے حال گل کا مجھسے کہا کہ اُس سے / وہ بند پیرہن مین دیگر گرہ گیا تھا

صحبت تجھے رقیب سے ہے مین اپنے گھر مین داغ
کیدھر پتنگ شمع کہان انجمن کجا

تیرے لیے وطن سے جو نکلا تو پھر اُسے
مانند طفل اشک کے عزم وطن کجا

صد حرف آرزو ہے زبان پر مری دلے
جاہون جو تجھسے ایک کہون مین دہن کجا

عزقاب چاہ عشق جو ہوتا تو جانتا
یوسف کہان مصیبت چاہ ذقن کجا

عریان تنی نے باز رکھا اُسکے رنج سے
ناصح جو چاہے جیب سیئے پیرہن کجا

خلوت سرا کو پہونچے نہ سودا کے بتکدہ
تو اور وہ جہان ہو بت و برہمن کجا

نہ دانہ ساتھ لے صیاد تین نے دام لیتا جا
چمن مین ہمصفیرونکو مرا پیغام لیتا جا

اگر دل لیچلا جی کی خلش مت چھوڑ سینہ مین
سحر لیجا نہین سکتا تو اُسکو شام لیتا جا

نہ تھی توفیق اگر بوسہ کی تو اتنا ہی کہدیتے
جو آیا ہے تو خالی مت پھرے دشنام لیتا جا

اگر اے نالہ تو چاہے کہ اُسکے گوش تک پہونچے
اثر تھوڑا کہین سے کر کے قرض و وام لیتا جا

ہوا مین دلکے لیجانے پہ راضی تیری خاطر سے
کہا کب تھا کہ ساتھ اُسکے مرا آرام لیتا جا

خیال اُن انکھڑیونکا چھوڑ مت مرنیکے بعد از ہی
دلا آیا جو تو اس میکدہ مین جام لیتا جا

جو چاہے ہے نہ پہنچے تجکو اذیت دین نہ اے زاہد
گلی مین اُسکی اب سودا کا اکثر نام لیتا جا

قاتل کا ہاتھ ہرگز ہتھیار تک نہ پہونچا
کار شہادت اپنا تلوار تک نہ پہونچا

افسوس کام غم کا اظہار تک نہ پہونچا
یہ لخت دل بھی چشم خونبار تک نہ پہونچا

تیر ستم کو تیرے کہتا مین نوش جان ہو
منھ زخم دل کا لیکن سوفار تک نہ پہونچا

کیا گوش فہم کر ہے عالم مین اب کہ کوئی
خاموشی کی ہماری گفتار تک نہ پہونچا

اس مرغ ناتوان کی صیاد کچھ خبر ہے
جو چھوٹ کر قفس سے گلزار تک نہ پہونچا

جون غنچہ اس چمن مین تیرے مقیدونکا
راز خموشی لے دل اظہار تک نہ پہونچا

اے بخت خواب تجھسے تحفہ طریق کا ہے
یک شب ہماری چشم بیدار تک نہ پہونچا

سودا کی شاعری کا منکر نہ مین دو دیکھا
آخر کو کام جس کا اقرار تک نہ پہونچا

تھا دل سے مرے جبتک وہ خبردار نہ تھا
جز دم سرد کوئی محرم اسرار نہ تھا

سنبل کے بیچ مین دل تیرے نہ تھا کسیکا / نرگس کا ایک تیرے بیمار تھا سو مین تھا
تجھ گھر میں عرض مطلب کسکی نہ تھا زبان پر / در پر جو تیرے نقش دیوار تھا سو مین تھا
داغ محبت اے گل جب تھا ترانہ جگ مین / داغوں نے جسکا سینہ گلزار تھا سو مین تھا
گو عشق کے تمھارے عشاق اب مقر ہین / اول زبان پہ جسکے اقرار تھا سو مین تھا
تجھ عشق مین نصیحت سب یار ملتے تھے / ناصح کے پر سخن سے بیزار تھا سو مین تھا
کافر تری زبانی اکثر مین لیک جون شمع / ہر استخوان مین جسکے زنار تھا سو مین تھا

اس میکدے مین سودا ہم ہین تو کبھی نہ بہکا
سب مست و بیخبر تھے ہشیار تھا سو مین تھا

رات نالہ مین کیا یار سنا یا نہ سنا / بہلئے آپ ہو کہسار سنا یا نہ سنا
قاصدا حال دل زار سنا یا نہ سنا / راست کہہ ہمسے تو اے یار سنا یا نہ سنا
اشک خونین سے ترے ہجر مین دامان میرا / ہوگیا تختۂ گلزار سنا یا نہ سنا
حال مدت سے مرا گوش زد عالم ہے / تو نے کیا جانین ستمگار سنا یا نہ سنا
باز رونے سے نہ آؤنگا مین ناصح پھر بھی / مین کہا تجھسے بتکرار سنا یا نہ سنا
حال کہنے کا مین خوگر ہون بس اپنا تجھسے / اسپہ موقوف ہے کیا یار سنا یا نہ سنا

شرح حال دل عاشق وہ سنے کیا سودا
اس سے مت کر تو یہ گفتار سنا یا نہ سنا

بہت سے ہے بہت اس آن ہمکو کم جینا / بغیر یار نہین چاہتے ہین ہم جینا
دعا سے کسکی قیامت کو پہونچی میری عمر / ہے روز حشر شب ہجر ایک دم جینا
کمان ناز و تار اب کہ شوخ تیرے ہاتھ / ہوا ہے صید کو مشکل سوے حرم جینا
کیا ہے خط کے تئین جب سے تیرے چہرہ پہ / ہوا ہے خلق کو مفقود یک قلم جینا
جہانمین لطف کوئی جینے سے نہین بہتر / پر آشنا کو ترے یار ہے ستم جینا
وہ فتنہ خیز ہے ظالم جہان مین تیرا حسن / کہ باپ بیٹے کو مشکل پڑا بہم جینا
ہمین تو غم ہی مین گذرے ہے عمر تیرے ساتھ / جنھین خوشی تھی انھین موت ہے بغم جینا
تلاش زیست مین اتنا نہ مر کہ ہستی کی / خبر جنھون کو ہے سمجھین ہین وہ عدم جینا

دل اپنا پھیر لیں خوبان سے تو اے سودا / کہ تا کجا بلب خشک و چشم تر جینا

وہ شوخ آج ہمسے نظر بن نہین ملاتا ہے · شاید سنا ہین جو کچھ محرم سے کہو گیا تھا
کیا کیا دلا کے غیرت رکھا مین باز دلکو · ورنہ نہ سہتی باتین تیری مین سہ گیا تھا
سودا پھر آج تیری آنکھین بھر آئیان ہین · عالم کے ڈوبنے مین کل کچھ بھی رہگیا تھا
ٹکڑے ہوے جگر کے آسودہ بھلے کو · خوناب دل سے ورنہ آفاق بہ گیا تھا

جگہ تھی دلکو مرے دلمین اک زمانا تھا · مرے بھی شیشے کو اس سنگ مین ٹھکانا تھا
خرید عشق نے جس روز کی متاع چمن · جو نقد جان پڑی قیمت تو دل بیعانہ تھا
جو ذکر بعد مرے ہوگا جان نثارون کا · کروگے یاد مجھی کو وہ اک دیوانا تھا
جو وجہ ریش کے رکھنے سے مین سخن پوچھا · ہر ایک بات مین زاہد کے شاخسانا تھا
بجرم نیم نگہ تھا نہ قتل سودا فرض · اجل کیواسطے یہ اسکے اک بہانا تھا

عشق کی خلقت سے آگے مین ترا دیوانہ تھا · سنگ مین آتش تھی جب تو شمع مین پروانہ تھا
جزو کل مین فرق اتنا ہی فقط ہے اعتقاد · ورنہ جس خرمن کو دیکھا فی الحقیقت دانہ تھا
بر سر لطف و عنایت ہمیہ جب آیا فلک · سر پہ جو تیر بلا بیٹھا سو وہ پرخانہ تھا
شب کہ مجلس بیچ وہ غارتگر سر خانہ تھا · تھے جو باہم آشنا ایک ایک سے بیگانہ تھا
جینے دینے کی نہین یاد اس مانگی کہ شب · نالہ اپنا وقت شب اسکے لیے افسانہ تھا
کل تو مست اس کیفیت سے تھا کہ آتے دیر سے · پھر نظر جو مدرسہ دیکھا سو وہ میخانہ تھا
اختلاط اہل آبادی سے دل آیا ہے تنگ · اے خوشا وقتے کہ تنہا ہم تھے اور ویرانہ تھا
اس چمن مین جب تلک ہم نشہ ستی مین تھے · عمر کا اپنی پر از خون جگر پیمانہ تھا
اتفاقاً بزم رندان مین ہوا وارد جو شیخ · پنجہ انکا دمبدم ڈاڑھی کا اسکی شانہ تھا
اک برہمن زادہ کل کہتا تھا یون ململ کے ہاتھ · ہم مین اور سودا مین یارو کسقدر یارانہ تھا
چشم اہل قبلہ مین آج ان نے کی جون سرمہ جا · حیف ایسا شخص جو خاک در بت خانہ تھا

عشاق تیرے سب سے بیزار تھا سو مین تھا · جگ کے خرابہ اندر اک خوار تھا سو مین تھا
داخل شہید نہین تو لوہو لگا کے سب تھے · شمشیر ناز سے پر افگار تھا سو مین تھا

مجھ گدا نے بھی کسی شاہ سے ڈالا نہ سوال
گو مجھے بخت نے اسکندر و دارا نہ کیا

دہر بانٹے تھا متاع دو جہان لے سودا
بینوائی نے مری اسکو اشارا نہ کیا

کہتے ہین لوگ یار کا ابرو پھڑک گیا
تیغا سا کچھ نظر مین ہماری سڑک گیا

مین کیا کرون اداے غضبناک کا بیان
بجلی سا میرے سامنے آکر کڑک گیا

نالے سے میرے گل تو ہوا چاک پیرہن
بلبل ترا جگر نہ یہ سنکر تڑک گیا

کوئی گیا نہ خوف سے قاتل کے سامنے
مین ہی تھا اسکے روبرو جو بیدھڑک گیا

مشکل پڑے گا پھر تو بجھانا جہان کو
جو ٹک زیادہ عشق کا شعلہ بھڑک گیا

سودا جو راچکا ہی تھا گلشن سے کل تو گل
قسمت کو اپنی کیا کہون پتا کھڑک گیا

پہلو سے میرے صبح وہ دلدار اٹھ گیا
روز وصال کرکے شب تار اوٹھ گیا

آہ و فغان کی آج جو آتی نہین صدا
شاید ترا جہان سے بیمار اوٹھ گیا

لائق نہ تھا یہ سینہ ترے زخم تیغ کا
پر اسطرف بھی ہاتھ ترا یار اوٹھ گیا

بدنام تو عبث مجھے کرتا ہے ناصحا
مدت ہوئی بتون سے سروکار اوٹھ گیا

تو رہ جہان مین اے گل گلزار کیا ہے غم
مجھسا جو تیرے کوچے سے اک خار اوٹھ گیا

غیرونکو دیکھ بیٹھے ہوئے بزم مین تری
جب کچھ نہ بس چلا تو مین ناچار اوٹھ گیا

وعدے سے پھیر دینے کے دل لیگیا تھا شوخ
سودا نے جبکہ مانگا کر انکار اوٹھ گیا

نے رستم اب جہان مین نے سام رہگیا
مردونکا آسمان کے تلے نام رہگیا

ساقی تو ہمکو دینے سے کیون جام رہگیا
ملتا جو تھا وہ بوسہ بہ پیغام رہگیا

دل ہمصفیر زلف مین صیاد کے مرا
اس مرغ کا ہے ہو جو تہ دام رہگیا

ہون تو چراغ راہ ہنر زیر آسمان
لیکن خموش ہوکے سر شام رہگیا

اے دل ٹک اسکے حسن مخطط کو دیکھکر
خورشید آکے تا لب بام رہگیا

ٹکڑے تو ہو چکا ہے جگر پھیر کس لیے
جلنے کا اشک کرکے سرانجام رہگیا

بوسہ کی ان لبون سے یہ سودا ہوس نہ کر
سب جلسے کہ مانگ مانگ مین دشنام رہگیا

کب کسی دل سوختہ سے ساز کرتی ہے حنا
دونون ہاتھون پہ ترے ناز کرتی ہے حنا

فی الحقیقت دست تیرے ہین ید بیضا سے خوب
تیرے ہاتھون کو کوئی ممتاز کرتی ہے حنا

مین بچا ہون گا کسی سے داد اپنے قتل کی
کس لیے تجھ ہاتھ سے پرواز کرتی ہے حنا

حسن پر اپنے نہین گل کے تئین اتنا غرور
جو ترے ہاتھون پہ یہ اب ناز کرتی ہے حنا

اسکے ہاتھون مین لگا کر چور لوٹے کیفیت
کیا کہون مین دزدی شہناز کرتی ہے حنا

قتل کر سودا کو خون اسکا چھپایا گو صنم
پر ملا عالم مین اب یہ راز کرتی ہے حنا

دیکھکر جو مر گئے ہین تیری پورون پر حنا
باندھیو ہاتھون مین جا کر انکی گورون پر حنا

دست رنگین کی تمھارے دھوم ہے چارون طرف
اندنون آفاق مین ہے زور شورون پر حنا

یون گران ہے عہد مین اس یار فندق بند کے
ہاتھ آتی ہے جہان مین اب کرورون پر حنا

یون لگا فندق تو اے مشاطہ اسکے ہاتھ مین
اس صفائی سے لگے ہرگز نہ ڈورون پر حنا

دل نہ دون اسکو یہ طاقت ہی تو اب مجھ مین نہین
کیا کرون سودا ہے اسکی اب تو زورون پر حنا

کہتی ہے میرے قتل کو یہ بے وفا حنا
پوچھو اس سے ٹک کہ ان نے ترا کیا کیا حنا

پیارے شعور چاہیے تزئین کے لیے
تھا مستحق خون مرا یا بھلا حنا

گر قتل کرکے خون چھپا وے ہے تو مرا
دو چار دن نہ ہاتھ کو اپنے لگا حنا

آمان قتل بیگنہان سے تو در گذر
رہتی نہین ہے ہاتھ مین پیارے سدا حنا

سودا تو پاے بوس کی حسرت مین نت لہا
لوٹے ہے اب تو ہاتھون کا اسکے مزا حنا

یان پھر اس شرم سے عیسی نے گذارا نہ کیا
چشم خوبان کے جو بیمار کا چارا نہ کیا

کس گلی دیکھ کے مین اسکو پکارا نہ کیا
مر کے ٹک دیکھنے کا ننگ گوارا نہ کیا

کسیکا دین کیا حق نے کسیکی دنیا
سب کا سب کچھ کیا پر تجکو ہمارا نہ کیا

کیا گلا ہمکو ہے اسکا کہ بچا ہا اسنے
ملک دل یار کا کچھ ہم نے اجارا نہ کیا

آتش عشق پہ جون ہے دل بیتاب مرا
قائم النار ہوس نے بھی پارا نہ کیا

خلق پیدا ہے جہان کا کہ کیا جو اسنے
قصد اس گھر مین پھر آنیکا دوبارا نہ کیا

ملیے اگر بتان سے ہے لطف زندگی کا
اے خضر آب حیوان تونے پیا تو پھر کیا

سودا ہوئے جب عاشق کیا پاس آبرو کا
سنتا ہے اے دیوانے جب دل دیا تو پھر کیا

دل مین تیرے جو کوئی گھر کر گیا
سخت مہم تھی کہ وہ سر کر گیا

وہم غلط کارنے دل خوش کیا
کس پہ نجانے وہ نظر کر گیا

جا ہی بھڑا اُس صف مژگان سے یار
دل تو بڑا ساہی جگر کر گیا

رات ملا تھا مجھے تنہا رقیب
یار خدا کا ہی مین ڈر کر گیا

فیض تری وصف بناگوش کا
اپنے سخن کو تو گہر کر گیا

دیکھ لی ساقی کی بھی دریا دلی
لب نہ ہمارے کبھو تر کر گیا

کیونکہ کراہون نہ شب و روز مین
درد مرے پہلو مین گھر کر گیا

نفع کو پہونچا یہ تجھے دیکے دل
جان کا اپنی مین ضرر کر گیا

اور غزل اب کوئی سودا تو کہہ
یہ تو یونہین تھی مین نظر کر گیا

قاصد اشک آکے خبر کر گیا
قتل کوئی دل کا نگر کر گیا

فائدہ اب کیا کرے تریاق وصل
زہر غم ہجر اثر کر گیا

دیکھیے درماندگی اب کیا دکھائے
قافلہ یاران کا سفر کر گیا

سیر کی یون کوچۂ ہستی کی ہم
نے مین سے جون نالہ گذر کر گیا

خاک ہماری پہ بجز نقش پا
کوئی نہ آ خاک بسر کر گیا

گریہ تحمل کر نہ کہ ناصح ابھی
پاک مرے دیدۂ تر کر گیا

کیونکہ کوئی کھائے ترا اب فریب
حال مرا سب کو خبر کر گیا

مینے یہ سودا سے کہا ایک دن
غم ترا کیا سینے مین گھر کر گیا

سُنکے کہا جو کوئی آیا سو یان
سیر باندازِ دگر کر گیا

ایک جو مانند گل اس باغ سے
خرم و خندان ہو گذر کر گیا

آن کے شبنم کی طرح دوسرا
شام سے رو رو کے سحر کر گیا

اجل نے عہد مین تیرے ہی تقدیر سے یہ پیغام کیا
تاز و تغافل دیکر اُسکو مجھکو کیون بدنام کیا

چمن میں آتے سنکر تجکو باد سحر یہ گھبرائی
ساغر جبتک لادین ہین لادین توڑ سبو کو جام کیا

ناگن کا اس زلف کی مجھسے رنگ نہ پوچھو کیا حاصل
خواہ تھی کالی خواہ تھی پیلی بس نے اپنا کام کیا

پوجے مجھے اس دیر کہن مین کیا پوجے ہی پتھر کو
مجھ وحشی کو سنا برہمن بتون نے اپنا رام کیا

تھا بجوانی فکر و تردد بعد از پیری پایا چین
رات تو کاٹی دکھ سکھ ہی مین صبح ہوئی آرام کیا

خاص کردن میں ہی نظارہ تو تو دید کی لذت ہے
کور ہلین یہ آنکھین اُسدن جسدن جلوہ عام کیا

کونسا مجھسے حسن تردد عمل مین آیا تری حضور
دلکو غارت کر کے میرے جان کو کیون پیغام کیا

مہر و وفا و شرم و مروت سبھی کچھ اسمین سمجھے تھے
کیا کیا دل دیتے وقت اسکو ہمنے خیال خام کیا

لذت دی نہ اسیری نے صیاد کی بے پروائی سے
تڑپ تڑپ کر مفت دیا جی ٹکڑے ٹکڑے دام کیا

شمع رخون سے روشن ہو گھر ایسے اپنے کہان نصیب
صبح ازل سے قسمت نے خاموش چراغ شام کیا

فخر نہین اے شیخ مجھے کچھ دین مین تیرے آنیکا
راہب نے جب منھ نہ لگایا تب مین قبول اسلام کیا

سپش نہ مارے لے حاجی تو اپنی حج کی تسرائط مین
حرص ہوا کو قتل اے حاجی باندھنے میں احرام کیا

ادب دیا ہے ہاتھ سے اپنے کبھی بھلا میخانے کا
کیسے ہی ہم مست چلے پر سجدہ ہر اک گام کیا

مین لساجت دیا ہے دلکو جور و جفا کا شکوہ کیا
اُن نے لب آنے پر اُسکے قاضی کا اعلام کیا

یار کہے ہی سودا کے ملنے سے ہمکو کیا حاصل
شعر جوان نے خوب کہے آفاق میں اپنا نام کیا

سالہا ہمنے صنم نالۂ شبگیر کیا
آہ اک روز تیرے دلمین نہ تاثیر کیا

قتل کر مجکو کھلے تا مری خاطر سے گرہ
میں یہ عقدہ گرو ناخن شمشیر کیا

حشر مین بھی نہ اٹھون بسکہ اذیت سے کھینچے
زندگانی نے دو عالم سے مجھے سیر کیا

ایک عقدہ نہ کھلا رشتۂ تقدیر سے حیف
ہمنے فرسودہ بہت ناخن تدبیر کیا

کیا ہی وحشت زدہ مضمون تھے جنھونکو سودا
تو نے ہر مصرع موزون مین زنجیر کیا

قابو مین ہو نہین تیرے گو اب جیا تو پھر کیا
خنجر تلے کسو نے ٹک دم لیا تو پھر کیا

کر قطع ہاتھ پہلے تب فکر کر رفو کا
ناصح جو یہ گریبان تو نے سیا تو پھر کیا

اسوقت مین جو مجھ تک پہونچو تو واہ وا ہے
گر قصد بعد میرے تمنے کیا تو پھر کیا

پردہ تو راز عشق سے اے یار اُٹھ چکا
کہ سو دہمسے منہ کے چھپانے نے کیا کیا

آنکھوں کی رہبری نے کہوں کیا میں دلکے تئیں
کوچے کی اُسکے راہ بتانے نے کیا کیا

کام آئی کوہکن کی مشقت نہ عشق میں
پتھر سے جوے شیر کے لانے نے کیا کیا

ٹک در تک اپنے آمدِ ناصح کا حال دیکھ
میں تو دیوانہ تھا پہ سیانے نے کیا کیا

چاہوں میں کس طمع پہ زمانے کی دوستی
اور ونسے دوست ہوکے زمانے نے کیا کیا

کہتا تھا میں گلے کا ترے ہوئیگا ہار
دیکھا نہ گل کو سر پہ چڑھانے نے کیا کیا

سودا ہے بسکہ نشہ جام عشق میں
دیکھا کہ اُسکو منہ کے لگانے نے کیا کیا

ردیف بای موحدہ

موتی کو بھی ترا کرے احیا پیام لب
عیسی سخن کو سن کے ترے ہو غلام لب

جوں خضر زندگی ابد ہو اُسے نصیب
یکبار دے تو جسکے تئیں بھر کے جام لب

بوسے کی آرزو میں کٹی عمر بھر کبھو
اکدن ترے لبوں سے نہ پایا میں کام لب

ہم سلسلے میں بات کے اُسکی ہوئے اسیر
رکھتا ہے صید دل کے لیے شوخ دام لب

جبتک جیے وہ نام فصاحت نہ لے کبھو
سحبان سنے جو سودا کا شیریں کلام لب

کھولی گرہ جو غنچے کی تو نے تو کیا عجب
یہ دل کھلے جو تجھسے تو ہوا ے صبا عجب

گل وا و عندلیب کو پہونچا تو کیا ہوا
فریاد کو مری ہے پہونچنا ترا عجب

فرزند اس زمانے میں کب ہو پدر سے صاف
آئینے کو ہے سنگ سے ہونا صفا عجب

اسلام چھوڑ ہمنے کیا کفر اختیار
تو بھی وہ بت نہ رام ہوا اے خدا عجب

بالیں پہ تو مرے نہ جگہ تنگ کر مسیح
یہ وہ مرض ہے جس سے کہ ہو نی شفا عجب

بیگانہ وار آکے نہ پوچھا کبھو ہمیں
تم بھی کوئی ہو جان مری آشنا عجب

کی سیر ملک ملک کی سودا نے بھی ولے
اے شیخ میکدے کی ہے آب و ہوا عجب

کر حذر میرا نہیں یہ شیشہ خالی محتسب
تیغ ہے اسمیں شراب پرتگالی محتسب

کیا تجھے اب فائدہ اس ذکر سے
ہر کوئی اک طرح بسر کر گیا

بہنا پھر اپنی چشم کا دستور ہو گیا
دی تھی خدا نے آنکھ پہ ناسور ہو گیا

بھٹکی پھرے ہے کب سے خدایا مری دعا
دروازہ کیا قبول کا معمور ہو گیا

خوش ہیں شکستہ بالی سے اپنی ہم اس لئے
پرواز کا تو دل سے خلش دور ہو گیا

شب آ گیا جو بزم میں پیارے تو یک بیک
چہرے سے رنگ شمع کا کافور ہو گیا

جا ہی بھڑا تھا اس صف مژگاں سے دل مرا
پر زخم یہ اٹھائے کہ بس چور ہو گیا

سودا کو کہتے ہیں کہ ہے اس سے مصاحبت
کتنا غلط یہ حرف بھی مشہور ہو گیا

اور ذبح نسبت ان دنوں کچھ لگ چلا تھا وہ
دو چار جھڑکیوں میں بدستور ہو گیا

نامہ کو میرے جو سوئے جاناں نہ لے گیا
گویا وہ نامہ شمع کو پروانہ لے گیا

بزم بتاں میں یا دل صد پارہ جو گیا
آئینہ خانہ میں نہ پری خانہ لے گیا

اس سے ہوا ہو کس کو سخن کرنے کا جو شوق
جرم نگہ پہ دل بہ جرمانہ لے گیا

دیوانے کا ترے بجہان اشتیاق دید
آبادی جہان کو بویرانہ لے گیا

تقوے کا اب کے موسم گل نے کیا یہ رنگ
زاہد کو خانقہ سے میخانہ لے گیا

کیا جانے شیخ کعبہ گیا یا سوے دیر
اتنا تو جانتے ہیں کہ بیگانہ لے گیا

ملا یہ مست ہے کہ ہر اک طفل مکتبی
مقراض چوک سے عوض شانہ لے گیا

گذرا کبھو نہ وہم میں وہ اہل ہوش کے
دنیا سے لطف زیست جو دیوانہ لے گیا

جو کچھ ہیں تیرے بخت تو سن لکھ وہ اہل ہوش
خواب عدم میں بختوں کا افسانہ لے گیا

پہلے قدم کے نقش پہ جسکا گرا ہے سر
گو راہ عشق میں وہی مردانہ لے گیا

زردی کا ظن کیا ہم انبار دہر نے
خرمن سے مور انھوں کے گردانہ لے گیا

ظالم تری زبان نے کیا مجھ پہ کار تیغ
فرقت کا نام تو کبھو سودا نہ لے گیا

سودا وہ شاد ہے کہ ز الطاف دوستان
اس دور میں پناہ بہ بیگانہ لے گیا

اپنے کا ہے گناہ بیگانے نے کیا کیا
اس دل کو کیا کہوں کہ دیوانے نے کیا کیا

یا نت ستانہ مجکو کہ رو رو کہے تو ہائے
یارو نہ تم سنا کہ خدا نے کیا کیا

تک خاک سے تو چھوٹ کے غافل پلنگ و خواب
آخر کو پھر یہی ہے کہ چھاتی پہ سنگ و خواب

بیداری مسجدون کی خوشا حال زاہدا
اک ہم مین روسیہ کہ خرابات و بنگ و خواب

کیا کیا کہون جو مجسے ترے عشق نے لیا،
صبر و حیا و دین و دل و عار و ننگ و خواب

پھولونکی سیج پر جو نہ سوئے تو کیا ہوا
یہ عیش ہے کہ تو ہو بغل بیچ تنگ و خواب

گھائل کی تجھ نگہ کی لگی کسطرح سے آنکھ
کچھ بھی ہے ربط عشق کا ظالم خدنگ و خواب

کیا کیا لڑائیان تھین سر سونے مین باہم
جاگینگے بخت پھر بھی کہ ہو ویگا جنگ و خواب

کسنے چمن مین آنکے آنکھین لڑائیان
نرگس کا اڑگیا ہے مری طرح رنگ و خواب

جھولے کے پینگ بن نہین آتی ہے اسکو نیند
یکجا کرے ہے شوخ ہمارا شلنگ و خواب

ٹوٹا وضوء شیخ تو جو بوسے انکی نیند
اچٹی تو یہ کہا کہ صد لے تفنگ و خواب

دے ہے شکست خواب دل سخت کو فلک
پاے طلب کو دے ہے عوض اسکے تو لنگ و خواب

بیخوابی سے ہے سیر جو شاکی وہ شمع رو
یارو کہو یہ اس سے کہ نادان پتنگ و خواب

سکھ نیند چاہتا ہے سوون زیر آسمان
سودا یہ کچھ شعور ہے کام نہنگ و خواب

مجھ اشک میں جون ابر اثر ہوئیگا یارب
قطرہ کبھی مرا بھی گہر ہوئیگا یارب

آوارہ ہے اتنا کہ مین جاتا ہون جب اس پاس
رہتا ہے یہی سوچ کہ گھر ہوئیگا یارب

گذرے ہے شب و روز اسی فکر مین مجکو
کیا جانیے اسوقت کدھر ہوئیگا یارب

آخر تو پھرے ہے وہ سدا خانہ بخانہ
ایدھر بھی کبھو اسکا گذر ہوئیگا یارب

کہتے یہی کٹتی ہے مجھے ہجر کی ہر شب
اب پھر بھی کبھی وقت سحر ہوئیگا یارب

نالے سے مرے بہ گئے کہسار ہو پانی
اسکے کبھو دل مین بھی اثر ہوئیگا یارب

دلکو تو نہ کر اسکے گرفتار کسیکا،
اسمین ترے سودا کا ضرر ہوئیگا یارب

ہمیشہ ہے مری چشم پر آب در تہ آب
سواے اسکے نہ دیکھا حباب در تہ آب

تو اپنا رخ عرقناک آئینے مین دیکھ
کہ گل سمیت ہے پیارے گلاب در تہ آب

سخن کی جستی نہ سستی ہے بحر معنی مین
کہین گہر ہے کہین ہے سراب در تہ آب

گئی ہے سر سے گذر موج اشک آنکھون کی
مجھے یہ لے گئی خانہ خراب در تہ آب

کیونکہ ترک مے کرین کچھ آج کے میکش نہین
ہمنے میخانے مین آگے سدھ سنبھالی محتسب

گر سبو سے مے مرے سر پہ ہی تیرے سے نہین
وضع کچھ دستار کی اس سے نرالی محتسب

دخت رز کچھ ایسی ہی تیری جو تجھپر ہے حرام
ہمنے تیری ضد سے اب وہ گھر مین ڈالی محتسب

ریش کو شملے سے بن باندھے ترے چھوڑون ہون نہین
ہاتھ آیا ہے مرے مضمون عالی محتسب

پھر جو نکلا میکدے کی راہ تو پیچھے ترے
بیت یہ سکھلا لگا دونگا ڈفالی محتسب

تیرے غرانے کو سودا لاوے کب خاطر کے بیچ
تجکو وہ سمجھین ہین پشم شیر قالی محتسب

گرچہ ہون زیر فلک نالۂ شبگیر نصیب
پر اسے کیا کرون یارو نہین تاثیر نصیب

جب نہ تب اسکو پڑا زلف گرہگیر سے کام
کسقدر یہ دل دیوانہ ہے زنجیر نصیب

ٹوٹے دل کو نہ بناتے مین کسیکو دیکھا
ظاہرا دہر مین یہ گھر نہین تعمیر نصیب

کام جو خوب بھی ہو مجسے تو مانو ہو برا
کچھ تمھین دوس نہین ہون مین ہی تقصیر نصیب

جرم گر غیر کرے تو بھی معاتب ہون مین
بیگنہ دیکھا ہے مجسا کوئی تعزیر نصیب

کوئی ہے کشتۂ ابرو کوئی بیجان زنگاہ
تیغ قسمت مین کسو کے ہے کوئی تیر نصیب

کیمیا خاک در شاہ نجف ہے سودا
حق تعالی کرے اسطرحکی اکسیر نصیب

نالہ سینے سے کرے عزم سفر آخر شب
راہرو باندھے ہے چلنے پہ کمر آخر شب

گر نہ تزئین کرے مقبول نظر آخر شب
گوش مین گل کے نہ شبنم ہو گہر آخر شب

سانس ٹھنڈی کسی مایوس کی ہین ورنہ نسیم
کہ سکے ہے ترے کوچے سے گذر آخر شب

مژدۂ وصل ترا یار نمجھے یون پہونچا
جون مہ عید کے صائم کو خبر آخر شب

دوست ہر چند ہمارا ہے موذن لیکن
دشمن خواب ہے جون مرغ سحر آخر شب

اسقدر شیفتہ ہے شکل کا اپنی کہ سدا
آئینہ ہاتھ مین مشرق کو نظر آخر شب

رو کون نالیکو نہ لب پر تو کرون کیا اے دل
شام تا غیر نہ اسمین نہ اثر آخر شب

انتہا عیش جہان کی جو تو دیکھا چاہے
بزم مستان پہ نگہ غور سے کر آخر شب

صورت ماہ شب بست و چہارم سودا
کچھ ڈھلا جلوے سے آیا وہ نظر آخر شب

فندقی انگشت سے کیا کر رہا ہے رنگ دست
نظر و نمین عشاق کے ہی دستہ اورنگ دست

کیسی ہی دولت ہو گو عاشق پہ ہی وہ تنگدست
یار کی گردن سے جب ہجائے سوفر سنگ دست

یان نگین لعل کی انگشتری ہے کسکو طمع
نفر کا ہرگز نہین آتا ہے زیر سنگ دست

شانہ پہونچے زلف تک اُسکے رہے محروم تو
کاٹ ڈالون تجکو مین اے نارسائے ڈھنگ دست

کیا دیا ان نے کسیکو آسمان ہے جسکا نام
اس دنی کے سامنے پھیلانہ اے بی سنگ دست

گر خدا توفیق دے کچھ دے نہ اہل سائل سے تو
کب کیا ہی خلق تیرا حق نے بھر جنگ دست

چھوڑ دے دنیا کو جو کوئی بزیر آسمان
ہمت حاتم کا پہونچے اُسکے کب پاسنگ دست

نقش پائے شاہ مردان ہے منور اسقدر
جسکو سودا دیکھکر خورشید کا ہو دنگ دست

لاگے ہے کسکے منہ پہ باین زور پشت دست
باندھے پھرے ہے آج وہ مغرور پشت دست

پیدا ہو کیونکہ قرب قدمبوس مجکو آہ
جنبش مین دیکھتا ہونمین باز و و ر پشت دست

کس کس طرح کی جنس کو دل کی بنا بنا
جب لیگیا ہون مین تو بدستور پشت دست

سن رکھ کہ تیرے بازوے ہمت سے اے فلک
ہے فقر کا مرے کہین پر زور پشت دست

شہرہ اگر رکھے ہے کف جود خلق مین
اس سے زیادہ اپنے ہی مشہور پشت دست

گت سو طرح کی کرد ہے جس آن زاہدا
رکھ گال پر چلے ہے ترا یو ر پشت دست

یا جام مے وہ دست دے یا پیالہ زہر کا
لاتا کسی پہ یان نہین مقدور پشت دست

ہر صبح وہ ہنسے ہے رخ آفتاب پر
دیکھی ہی جن نے یار کی پر نور پشت دست

کوچے مین تب تو عشق کے سودا قدم تو رکھ
بھر عمر کاٹنی ہو جو منظور پشت دست

ہوئے ہین غنچے سنکے دل بیقرار تیرے ہات
گئی گلو نکی چمن سے بہار تیرے ہات

خزان سے پوچھے ہے رو رو کے آج یون بلبل
لٹا ہے باغ کا یہ برگ و بار تیرے ہات

دل رسیدہ مرا ایک جانسے اے صیاد
تو فخر کر کہ ہوا ہے شکار تیرے ہات

جنھون کے نور بصر تو نے کھو دیے اے غم
وہ کیونکہ رو نمین نہ اب زار زار تیرے ہات

تمام عمر مری اس چمن مین جون نرگس
مندی نہ چشم تک اے انتظار تیرے ہات

نہین کچھ اور دکھا سوقت اے ستم ناصح
میں اب جو رو رہا ہون بے اختیار تیرے ہات

گرہ جو تو لب دریا پہ زلف سے کھولے
گرداب ہو موج ز شرم و حجاب درتہ آب

دلیل ہے تری شب بے نقاب پھرنیکی
چھپے ہے شرم سے جا آفتاب درتہ آب

جو دیکھے مرغ ہوا کو وہ دام مین تیرے
تو ہووے رشک سے ماہی کباب درتہ آب

نکل کنارے پہ جھاڑے غبار دامن سے
غریق بولے جو یا بو تراب درتہ آب

جبین صاف دلون پہ کہان غبار و ملال
رکھا ہے ریگ کو دریا نے داب درتہ آب

تو نفع بے ضرر اس بحر بیکران مین نہ ڈھونڈھ
مگر ہے پہلو مین درخوشاب درتہ آب

اگر نہ چرخ دنی ہو تو کریقین سودا
گہر ہو برکف دریا حباب درتہ آب

کیا تاب ہے جو منہ پہ ترے آوے آفتاب
دیکھے تو بھر نگاہ تو جل جاوے آفتاب

دیکھے جو منہ ترا تو یہ کہتا ہے شرم سے
یارب تو پھٹے زمین تو سما جاوے آفتاب

کیون اسیری پر مری صیاد کو تھا اضطراب
کیا قفس آباد ہوگئے کو نسے گلشن خراب

فصل گل ہے لیک گلگشت چمن کی کسکو تاب
مست ناز اپنے مین ساقی ہین سبہ مست شراب

بہ گئے پانی ہو سب اعضا مری آنکھونکی راہ
پیرہن مین ایک دم باقی ہے مانند حباب

نہ جاوے سر سے مرے تا ابد ہوائے شراب
برنگ درد تہ خم ہون خاک پائے شراب

اٹھانہ سکے ارض و سما کے پردے کو
نگہ کے آگے سے میرے کوئی سوئے شراب

ردیف التاء

دوا بہت ہے جو دے سر کو سنگ و خشت شکست
نہو وہ روز کہ پہونچے زبخت زشت شکست

نکر دہ کام دل دیندار و کافر سے
کہ پہونچے تا بدر کعبہ و کنشت شکست

وہ دکھ نہین جو چبھے کوے یار کا کانٹا
نپاوے پانون مین خار گل بہشت شکست

شکستہ دل نہ رہون کسطرح کہ عاشق کے
بسان زلف بتان رکھتی ہے سرشت شکست

جو پوچھا حال یہ کچھ آج سے نہین عشاق
ازل سے رکھتے ہین عاشق بہ سرنوشت شکست

بیان کیا کرون مین تیری نشت گوئی کا
یہ دل ہے وہ کہ جسے دیوے ایک مشت شکست

غزل یہ سودا تری سنکے زچ ہوئے شاعر
کہ جون ملے شہ شطرنج کو زشت شکست

بزم غم خون جگر پر مرے مہمان تھی رات
آہ سرگرم مرے شمع شبستان تھی رات

دیکھیے آج کہ کس طرح سے گذرے ہم پر
دل نے محشر کی تو کل دست و گریبان تھی رات

قطرے اُس چہرے پہ شب یون تھے عرق کے گویا
جاے شبنم بگلستان گہرافشان تھی رات

گریہ صبح سوا چشم کسو نے نہ دھوئی
اشک خونین سے مژہ پنجۂ مرجان تھی رات

گذری پل مارتے اسطرح کہ جیسے شب وصل
بیخودی اپنی عجب بر سر احسان تھی رات

شب جو دیکھا مین تجھے آئینہ خانہ مین یار
گویا اُس گھر مین پرازماہ جبینان تھی رات

دن تو نظر و مین شب تیرہ تھا میرے تجھ بن
محفل غیر مین خورشید درخشان تھی رات

ہو کے مایوس شفا شب یہ کہے تھا سودا
شمع بالین بھی سن اس حرف کو گریان تھی رات

لاکھ تدبیر طبیبون نے مری کی افسوس
درد ہجران کے لیے وصل کی دستمان تھی رات

عشق اپنے کی فلک نے جہا نین ہوائی بات
اس پیٹ مین نہا تنی سی یار و سمائی بات

صورت نلی دلی کی زبانکو کروٹے کیا
گو ہمسے تمنے صحبت شب کی چھپائی بات

کوتہ ہوا تھا قصۂ خط آنے سے یار کے
کھلوا کے ہمنے زلف کو ناحق بڑھائی بات

غماز سے نہ یار کا خس پوش ہو گلا
شعلہ زبان دراز ہے اسکی لگائی بات

کیا جانیے یہ کس گل و بلبل کا راز ہی
غنچہ کی رگ رہی ہے دہن پر جو آئی بات

فرماؤگے جو تم تو اُٹھالونگا مین پہاڑ
پر غیر کی نجابئیگی مجسے اُٹھائی بات

چھپنے کی عشق کی نہ بنی بات پیش یار
سو طرح سے مین سامنے اُسکے بنائی بات

خوبی بدی سے دہر کے کچھ یاد اب نہین
کر تب نے دل کی جیسے مری سب بھلائی بات

پروانہ اور شمع کی صحبت نہ مجھسے پوچھ
اپنی نہ کہہ سکا تو کہون کیا پرائی بات

کل مین کہا تھا یار سے تھے وہ ہی خوبرد
ہر اک سے اختلاط کی جنکو نہ بھائی بات

سودا برید ہو یہ زبان جسکی رو سے آج
میری ہی خصم جان ہوئی میری تبائی بات

ہندو ہین بت پرست مسلمان خدا پرست
پوجون مین اس کسیکو جو ہو آشنا پرست

اس دور مین گئی ہے مروت کی آنکھ پھوٹ
معدوم ہے جہان سے چشم حیا پرست

دیکھا ہے سب سے رنگ کفک تیرے پانو مین
آتش کو چھوڑ گبر ہوئے ہین حنا پرست

خدا تجھے بھی کرے داغ آتش ہجران
جلے ہے سودا کا دل شمع وار تیرے ہات

دین و کفر آنکھون نے تیری کردیا اے یار مست
صاحب تسبیح مست و صاحب زنار مست

چشم و ابرو کو ترے یون دیکھکر کہتی ہے خلق
تل رہے ہین کھینچ کر آپس مین دو تلوار مست

جام گل نے کھو دیا ہے باغبان کا ابکی ہوش
نغمۂ بلبل سے گلشن کے در و دیوار مست

چاہتی ہین خون دل یون ہر دم آنکھین تری
بادۂ گلرنگ کو مانگین ہین جون ہر بار مست

چشم سے گو شب کے آئیکا اشارا کر گیا
بات وہ ثابت نہین جسکا کرے اقرار مست

ہوش مجکو تا دم محشر نہ آوے گا طبیب
ہو گیا ہون مین بیاد نرگس بیمار مست

سچ تو کہ کس میکدے مین آج سودا پی ہے مے
دیکھکر مستی کو تیری ہو گئے ہشیار مست

ہستی کو تری بس ہے اک گل کی اشارت
کافی ہے مرے نالے کو بلبل کی اشارت

فتوی طلب اے یار نہ قاضی سے کرو مین
توبہ شکنی کو ہے مرے مل کی اشارت

تل بیٹھ مری آنکھو مین ہے ساعت نیک آج
یہ چشم ترا زد ہین ترے تل کی اشارت

ہے باعث جمعیت دل ایک جہان کی
اے شوخ پریشانی کاکل کی اشارت

تقوے کے نہین بار سے قد خم ترا اے شیخ
اک خلق مین مشہور ہے اس پل کی اشارت

یاد آئی تری زلف نہ مجکو جو چمن مین
دے تاب مرے دلکو نہ سنبل کی اشارت

عشاق کو تجھ چشم کے حاجت نہین مے کی
بیہوش کرے سودا کو قلقل کی اشارت

نامے کا اپنے چمن مین جو کرون ساز درست
لب نکل سکتی ہے بلبل سے بھر آواز درست

سرو گلشن کو قد یار سے نسبت کیا ہے
قامت اسکے مین قیامت کا ہی انداز درست

آجتک عیسی سے عاشق نہ کوئی مرکے جیا
کام کرتا ہے یہ معشوق کا اعجاز درست

اور ونکا ناز جو دیکھا تو یہ بد خلقی ہے
ناز تجھسا جو کرے تب تو ہے وہ ناز درست

ڈرتے ڈرتے جو کہا مین کہ ترا عاشق ہون
قہقہہ مار لگا کہنے وہ طناز درست

وعدۂ وصل سے تیرے نہین دلکو تسکین
قول کہتے ہین کوئی تجھسے دغاباز درست

مغ نے دی پگڑی یہ زاہد کے مجھے قرض شراب
کام سودا ہی کا ہوتا ہے خدا ساز درست

جو کوئی دیکھتا ہے روتا ہے ۔ مجھ دل داغدار کی صورت

کیون نہ سودا ہو بلبلون کا دل
دیکھے بن لالہ زار کی صورت

مانے ہے کسے واقف اسرار محبت ۔ پوجے نہ خدائی کو پرستار محبت
آتش ہے تری گرمی بازار محبت ۔ کیا لیگا بجز داغ خریدار محبت
کیون مجکو نہ مارا غم دوری نے ترے آہ ۔ کس منہ سے کرونگا مین پھر اظہار محبت
کرتے ہین اسیر قفس و دام بھی فریاد ۔ لے سکتے نہین سانس گرفتار محبت
کیونکر نہ کراہے بھلا وہ ناصح بیدرد ۔ جس دل مین کھٹکتا ہو پڑا خار محبت
دعویٰ مری صحت پہ مسیحا کو غلط ہے ۔ بچتے ہی نہ دیکھا کوئی بیمار محبت
قاصر ہے زبان شکر مین قاتل کی ہمارے ۔ کیا سہج مین آسان کی دشوار محبت
ہر جرم کو ہے عفو ترے عہد مین ظالم ۔ گردن زدنی ہے سو گنہگار محبت
باتون سے کچھ اپنی نہین تیرا گلہ منظور ۔ شکوے سے مزا دیتی ہے گفتار محبت
ٹک سادہ دلی پر تو مرے رحم کر اے یار ۔ ہون تجسے ستمگر سے طلبگار محبت
روتی تھی مرے حال پہ بیہری افلاک ۔ جس روز کیا تجسے مین اقرار محبت
ہر خار سے الجھا ہے مرا دامن پروا ۔ ہون رشتہ بپا بلبل گلزار محبت

دل طوطی خط کو نہ دے اس شوخ کے سودا
کھاویگا اس آئینے کو زنگار محبت

جب تک ہے جہان مین گل گلزار سلامت ۔ یارب ہو وہ گوشۂ دستار سلامت
سرسبز ہوا باغ ترے حسن کا خط سے ۔ گرد رخ آئینۂ زنگار سلامت

ردیف ثاء مثلثہ

آگہ کی بیخبر سے ہے بیطرح یار بحث ۔ کرتا ہو مست بادہ سے جون ہوشیار بحث
زاہد نہین ہے اپنی تجھے پاس آبرو ۔ رندون سے تو کرے ہے جو وقت خمار بحث
واعظ کسے دماغ ہے تکذیب کا تری ۔ تو ہی کہے ہے سچ نہین اپنا شعار بحث
مارے نہ کیون طمانچہ صبا منہ پہ اسکے صبح ۔ غنچے نے تجھ دہن سے کی اے گلعذار بحث

جا ہے کہ عکس دوست ہے تجھ مین جلوہ گر   آئینہ وار دل کو رکھ اپنے صفا پرست
آوارگی سے خوش ہون اتنا کہ بعد مرگ   ہر ذرہ میری خاک کا ہوگا ہوا پرست
خاک فنا کو تا کہ پرستش تو کر سکے   جون خضر مت کہا ئیو آب بقا پرست

سودا سے شخص کے تئین آزردہ کیجئے
اے خود پرست حیف نہین تو وفا پرست

بنگ پی بنگ خیال اسکا ہے فلاک پرست   زاہد اپنیک افیون سے نہو خاک پرست
کنہ مین جلوۂ خوبی کی تری ہے شب و روز   شکل آئینہ کے حیران دل دراک پرست
دختر رز کے تو ہم بندۂ موروثی ہین،   مے پرستی سے کہین آگے تھے ہم تاک پرست
صد لب تشنہ ہے اس قلزم خون کا اپنے   وقت جولان جو نہووے ترا فتراک پرست
گبر آتش کے تئین پوجے ہے آتش خس و خار   مین پرستش کرون تیری تو ہوسناک پرست
قطرۂ اشک مرا گر کے زمین پر ہو لقف   ہر رخ سر سبز کرے دانہ جو ہو خاک پرست
کر رکھا ہے کلس گنبد دستار اوسے   شیخ جی آپ ہین کس مرتبہ مسواک پرست

واعظا دیکھیو بولا تو اگر سودا سے
بے طرح کا ہے یہ کافر بت بیباک پرست

نظر آجاے ہے جیسی کہ ہندوستانین صورت   کبھو کاہیکو خلق ایسی ہوئی کنعانین صورت
زلیخا سے کہو ٹک دیدۂ تحقیق تو کھولے   بہ از یوسف نظر آویگی ہر انسانین صورت
چمن مین شور ہے تجھ جامہ زیبی کا ہر اک گل کے   نظر آتی ہے چاک جیب کے دامانین صورت
ترا دل کیون نہ میرے خونکا پیاسا ہو لے ظالم   ملی ہے اسکو تیرے تیر کی پیکان مین صورت
سمجھتا لیکھ ہر تھہر کی نادان نقش شیرین کا   بنانے کیون گیا فرہاد کوہستانین صورت
گذر کرنیکا میری خاک پر کیون عہد کرتا ہے   نہیں ایفاے دعدہ کا ترے پیمانین صورت

زمانے کو بھلا سودا کوئی کسطرح پہچانے
کہ اس ظالم کی کچھ سے کچھ ہے ہر آئینین صورت

دیکھے بلبل جو یار کی صورت   پھر نہ دیکھے بہار کی صورت
برق دیکھی ہو جسنے سو جانے   مجھ دل بے قرار کی صورت
دل تڑپتا ہے دیکھنے کو مرا   خنجر آبدار کی صورت

آتشکدے مین دیکھ کہ شعلہ ہے بیقرار
آرام دل جنون کو نہین ہے وطن کے بیچ

بعد از شباب ہون تری انکھیان زیادہ مست
ہوتا ہے زور کیف شراب کہن کے بیچ

دیتا ہے مشک مجکو مرے خون دل کی بو
پہونچی شمیم زلف کسیکی ختن کے بیچ

سودا نے اپنے یار سے چاہا کہ کچھ کہون
ایسی کی اک نگہ کہ رہی من کی من کے بیچ

بے چشم نہ ابرو نہ کرشمہ نہ ادا ہیچ
مہ گیند ہے بازی کی ترے اسکے سوا ہیچ

سیر چمن عمر جو کی ہمنے تو کیا ہیچ
رنگین ہے جوانی کا گل اسمین سو تھا ہیچ

شیشے کو بھی توڑو تو نکلتی ہو اک آواز
عاشق ہی کا وہ دل ہو کہ ٹوٹے تو صدا ہیچ

اسباب جہان دل نے کیا جب نظر انداز
پوچھا جو مین کیا دیکھے ہے دیوانے کہا ہیچ

ناصح تو نہین چاشنی درد سے آگاہ
بے عشق تبان جینے کی لذت بخدا ہیچ

اس جامہ پیا تا نہ ابھر بلبلے کیطرح
جامہ یہ ترا پوچ ہے تو غیر ہوا ہیچ

مانی نہ بندھے گا کبھو نقش اسکی کمر کا
فرسودہ نہ کر خامہ کو بیفائدہ کیا ہیچ

کیا قافیہ عمر سبکرو ہے کہ جس مین
جا ہے جو سنے سامعہ آواز درا ہیچ

شاہان سے سوال اپنا رعونت شکنی ہے
کونین تلک ورنہ ہے پیش فقرا ہیچ

ہم شیخ کی سنتے تھے مریدونسے بزرگی
دیکھا جو انھین جا کے تو عمامہ سوا ہیچ

دل دے ہے گواہی کہ ہے اس ناقہ مین لیلا
مجنون تو خبر لے نہین آواز درا ہیچ

سودا سے کہا مین کہ ترے شعر کو سنکر
دیکھا جو تجھے آکے تو اے بے سر و پا ہیچ

بولا کہ مجھے یاد ہے وہ مصرع بیدل
عالم ہمہ افسانۂ ما دارد و ما ہیچ

جان عشاق کی سے چھوٹے یہ کر یار کے بیچ
دل سمجھتا نہین تو اس بت عیار کے بیچ

دلکو تو کھینچ لیا تار کمند کاکل
جان کے پیچھے پڑے اب تری تلوار کے بیچ

کسطرح آنکھین لگاتی ہے مرے گرد سے
باغبان دیکھ تو اس نرگس بیمار کے بیچ

عشق پیچے کی گیا سیر کو آخر وہ صنم
باغبان اپنی نظر مین ہین یہ گلزار کے بیچ

سبحہ گردانی پہ سودا کے تو مت جا اے شیخ
دور کرتا ہے کوئی دل سے یہ زنار کے بیچ

سودا خموش ہرزہ درا اُنکے سامنے،
طوطی کو زاغ سے ہے بہت ناگوار بحث

جسکے خط آترے تو اُس سے دل لگانا ہی عبث
سیر کو وقت خزان گلشن مین جانا ہے عبث

پوچھتے کیا ہو کہ شب کسطرح گذری مجھ بغیر
گذری سو گذری جو کچھ اُسکا فسانا ہے عبث

ابر مین اے یار رہ سکتا ہے کتنا آفتاب
چہرے کو ہمسے نقاب اندر چھپانا ہے عبث

کارگر ہوگا ترا افسون یہ یاد رہے تجھے
اس پری پر اے دل وحشی دوانا ہے عبث

یاد کسکو رحم جی مین کب دماغ و دل کہان
یان نہ آنیکا مرے صاحب بہانا ہے عبث

ناصحا داغ جگر جون شمع پہونچا تا قدم
جل چکا جب سب کچھ آتش کا بجھانا ہے عبث

کعبۂ دل کی حقیقت کو پہونچ اے شیخنا
خانقاہ و مدرسہ تیرا اٹھکانا ہے عبث

بوسہ کیا مانگے ہی اس سے با این ریش سفید
زاہدا نزدیک آتش پنبہ لانا ہے عبث

غیرت اے سودا نہین ہے مقتضی اسبابکی
جی کی دوری مین پھر اسکو منھ دکھانا ہی عبث

ردیف جیم فارسی

رہتے تھے ہم تو شاد نہایت عدم کے بیچ
اس زندگی نے لاکے پھنسایا ہی غم کے بیچ

تجھ بن مرا گلا ہے تہ خنجر اجل
ظالم پہونچ وگرنہ چلی جان دم کے بیچ

دل گھر سے دلربا کے تو باہر قدم نہ رکھ
صید حرم کی زیست ہے رہنا حرم کے بیچ

گرمی لگی ہے تجکو تو اے یار آکے بیٹھ،
خسخانے کی ہوا ہے مری چشم نم کے بیچ

آیا نظر جو سودا کو جام شراب مین
دیکھا نہ وہ کسو نے کبھو جام جم کے بیچ

سودا گرفتہ دل کو نہ لاؤ سخن کے بیچ
جون غنچہ سو زبان ہے اُسکی دہن کے بیچ

پانی ہو بہ گئے مرے اعضا مژہ کی راہ
باقی ہے جون حباب نفس پیرہن کے بیچ

جن نے نہ دیکھی ہو شفق صبح کی بہار
آکر ترے شہید کو دیکھے کفن کے بیچ

وہ خار سرخرو نہین اہل جنون کے پاس
پا بوس کو مرے جو نہ پہونچا ہو بن کے بیچ

کل رخصت بہار تھی شبنم صفت میں رو
ہو دیا ہر ایک گل کے گلے لگ چمن کے بیچ

گھر کیا اپنا بتان نے دلکو میرے دے شکست — توڑ کر کعبہ بناتے ہین یہ بتخانے کی طرح

جائے گل توڑے ہے گلچین باغمین اب بگل
کچھ نظر آتی ہے اے سودا بہار آئینکی طرح

آہ کس سرو مین قمری ہے قد یار کیطرح — نالہ کرتی ہے تو میرے دل افگار کیطرح
طفل کنجشک کا بھی دیکھا کبھو ربط بہم — دلسے میرے یہی اس شوخکی ہے پیار کیطرح
نہ بندھی قصد پر کاہ تلک ہم سے کمر — تیغ اگر جزو بدن اپنی ہو کہسار کیطرح
بجھ فروتن کی ہو جون نقش نگین بات پسند — گو بظاہر نہو سیدھی مری گفتار کیطرح
دیکھتا ہو نہین تری بزم مین ہر ایک کا منھ — طلب رحم کی نظرونسے گنہگار کی طرح

ڈالی بازار جو سودا نے متاع دل کو
لٹ گئی دیکھتے ہی جنس خریدار کیطرح

لطف نشاط بادہ و حسن ظہور صبح — ملکر ہوا ہے خلق دو جہان سرور صبح
لہرائی ہے نسیم سحر کیا ہے ساقیا — گویا ہے موج بادہ بجام بلور صبح
حلقہ مین اسکی زلف کے عارض پہ کر نظر — جو شب مین رہگیا ہو گرہ کھا کے نور صبح
گذرے ہے چشم تر سے مری یون وہ سیم تن — جیسے کنار بحر سے ہوئے عبور صبح
آویزہ گہر ہے بناگوش یار مین — یا سرنگون ہے اسکے مقابل غرور صبح
خاکستر اپنے سوختہ دل کی صبا کے ہاتھ — تحفہ تری گلی کو ہے بھیجا حضور صبح

سودا لکھون مین یار سے کیا جسکے سامنے
اڑ جائین ہین حواس برنگ طیور صبح

ردیف خاء معجمہ

ندیکھے دل کہین یارو بزیر نیلین کاخ — ہین دلبران جہان ہر مرغ دل طباخ
کسی سے ہو نہ علاج رہ اذیت دہر — کہ بند ہو نہ سکے منہ پہ موش کے سوراخ
کریم وہ ہین تواضع کرم جو کرتے ہین — ثمر نہ پھیر کے دے سہے جو پر ثمر ہو شاخ
جگہ حرم مین نہ راہب کو شیخ کو نہ بدیر — مین صدقے خانہ مشرب کے کسقدر ہی فراخ
سخن اُنھون کا جہانمین قبول دلہا ہے — سخن نہ کر سخن مقبلان مین ہو گستاخ

یارو مین کیا عہد اسے مانیو تم سچ
پھر دل نہ کہین دون اگر انکی ہے جی نچ

جینے کی تو کچھ شکل نظر اب نہین آتی
وان پرورش جور و جفا لینے کی یان پیچ

ڈوبا ہے شفق بیچ صنم پنجۂ خورشید
یا مہندی کا ہاتھون پہ ترے رنگ رہا رچ

ایام جدائی کی مصیبت سو کہون کیا
پھر رات قیامت ہے جو دن کاٹیے مرمچ

جاویگی چلی بسکہ گل اس باغ سے عریان
گو غنچہ بھرے رخت سے نیچے کو مچا نچ

گالی نہین سنے بوسہ مرے دلپہ گوارا
جھوٹا کوئی کھاتا ہے تو میٹھے ہی کو لالچ

شیخ اٹھکے جو شب کھا گئے چوریسے مہیلا
پھرتے ہین مرید انکے پڑے ڈھونڈتے گھر بیچ

ہوتی نہین کچھ دلکو غذا اندنون تحلیل
ناصح کو یہ رونا ہے سو غم کھایگا ان بیچ

ہر بیت رکھے ہے یہ غزل ایسی ہی مضبوط
سودا کوئی جون ریختے کے گھر پہ گھسے رچ

ردیف حاء مہملہ

تجھ بن بہت ہی کٹتی ہین اوقات بے طرح
جون تون کہ دن تو گذرے ہے پر رات بیطرح

ہوتی ہے ایک طرح سے ہر کام کی جزا
اعمال عشق کے ہین مکافات بے طرح

بلبل کو اس چمن مین سمجھکر ٹک آشیان
صیاد لگ رہا ہے تری گھات بے طرح

پوچھا پیامبر سے جو مین یار کا جواب
کہنے لگا خموش کہ ہے بات بیطرح

ملنے نہ دینگے ہم سے تجھے اکدم رقیب
پیچھے لگا پھرے ہے یہ بدذات بیطرح

کوئی ہی مو رہے تو رہے اسمین شیخ جی
داڑھی پڑی ہے شانے کے اب ہاتھ بیطرح

سودا نہ مل کر اپنی تو اب زندگی پہ رحم
ہے اس جوان کی طرز ملاقات بیطرح

شمع مین ہر چند ہے سر سے گذر جانیکی طرح
لہب گئی لیکن ہمارے دلمین شمعدانے کیطرح

یا تبسم یا نگہ یا وعدہ یا گاہے پیام
کچھ بھی لے خانہ خراب اس دل کے سمجھانے کیطرح

بلبلونکو دو دن ہین دیوان فغانی کا مین درس
ورنہ گلشن مین ہے میرے کونسی جانیکی طرح

تجھ بن آنکھون نے مری مردم ہوئے صحرا نشین
سیل سے مجھ اشک کے ہر گھر ہے ویرانے کیطرح

کاٹکر پلٹے ہے ناگن تب اثر کرتا ہے زہر
سیکھ لی زلفون نے تیری ان نے بل کھانیکی طرح

کھینچکر پوست کہے گردش ایام سفید
چاہیے تجھ چشم کے آگے ہو جو بادام سفید

چوٹ ہو دل مین تو وہ سدرہ پیری ہے
موے چینی نہین کرتا غم ایام سفید

ہے جوانی سے فزون عشق کو پیری مین فروغ
ظلمت شب کی ہے آغاز کا انجام سفید

لعل حل کردہ ہے جون ظرف بلورین کے بیچ
پیرہن پہنے ہے جبدم وہ گل اندام سفید

بہت ہر ایک سے ٹکرا کے چلے تھا کالا
ہوگیا دیکھ کے وہ زلف سیہ فام سفید

آج بیمار ترے کا ہے ترقی پر ضعف
صبح تھا زرد منھ اُسکا سو ہوا شام سفید

راتدن اشک ندامت سے دھوا کر سودا
چاہیے رو ہو ترا حشر کے ہنگام سفید

بزم مین وہ شمع رو یارب کریگا کب ورود
یون ہو آتش زیر پا جس طرح سے مجمر مین عود

آتشین رخسار پر اُسکے کیا خط نے نمود
گھر جلا وے دیکھیے کس کس کا اس آتش کا دود

رونق افزا کیون نہو اُس چہرے پر آغاز خط
جتنی ہو تاریک شب ہو نور شمع اُتنا فزود

کہتے ہین نیلم جسے تھا فی الحقیقت مین وہ لعل
ہوگیا ہے رشک سے تجھ لب کے رنگ اُسکا کبود

ہے مسلم حسن کہ ہر چند بیش کائنات
گر ترے ہم جم ہو بیٹھے تو ہے پہلو کا غدود

زاہد ابکی مغ نے مے اس بو کی کھینچی ہے کہ آج
کوے میخانہ کے گذرا محتسب پڑھتا درود

یان فقط بجتی ہے ڈھولک دخل کھانیکا نہین
مت دکھا ساتھ اپنے پالے خلق شیخ اتنا نہ کود

اجر ندون کو ہے اُسکا گو کرین زاہد نماز
غیر کی نام آوری کرتا ہے خاتم کا سجود

مین زمانیکی سخاوت کا نہین ہرگز مقر
چھین کب لیتے ہین کچھ دیکر کسیکو اہل جود

یہ دلی جو تجکو سونپے اسکو اپنا مت سمجھ
لے ہے یہ مکڑ یکو اُسکا کر حساب تار و پود

کوچ اس منزل سے یارو نکا نہین ہے جاے غیر
ہم بھی جا پہونچینگے آخر ابن اُنکے دیر و زود

اسلیے خوش ہے مرے دلکو دکھانیسے وہ شوخ
نالہ میرا گوش مین اُسکے ہے مطرب کا سرود

نقد دل دیکر کہین جی کو بلا مت مول لے
مان اے سودا نہین زنہار اس سودے مین سود

لے آئے در پہ ترے جو ستمکشان فریاد
ہوئی کسیکی نہ ایمین سے رائگان فریاد

ملے نہ داد خدایا وہ باز ہا میرے
گئے زمین سے لے تا بآسمان فریاد

کیا ہے قد کو مرے شاخ ارغوان کا رشک
تمھارے ہاتھ سے اے چشم خونفشان فریاد

مین مرغ معنی کا اپنے ہون پوست کن سودا
جو شاہباز ہین کب پر دینگے ہون سلاخ

یہ ہات ہو سکے زلف اُسکی سی کہان گستاخ
نسیم و شانہ مگر ہو تو ہووے وان گستاخ

چمن کی سیر مین اُسکو اگر سنے دم صبح
چلے بجاے صبا سوے بوستان گستاخ

ضرور ہے ادب خفتگان خاک اے یار
قدم زمین پہ نہ رکھ زیر آسمان گستاخ

ادب سے چل نہ چل آگے وزیر و سلطان کے
قدم نہ رکھیو کبھو سوے مقبلان گستاخ

سمجھ کے ٹک کوے میخانہ سے گذر زاہد
کہ رند ہوتے ہین اکثر بزاہدان گستاخ

اُسے بہت درِ منعم سے اخذ مشکل ہے
مزاج جسکے ہو غیور حاجبان گستاخ

تو باوِ شاہ گدا مین سوال نا معقول
کھڑے کھڑے نہ گدا ہون بخسروان گستاخ

کچھ اُسکی بے ادبی کا گلہ نہین مجھکو
نظارہ بازونسے ہوتے ہین مہوشان گستاخ

نچائیو کبھو اے شیخ بزم خوبان مین
کہ تو وقار طلب اُنکی ہے زبان گستاخ

نہین مرا سخن طبع زاد اے سودا
کسی بزرگ کی خدمت مین درجہان گستاخ

مگر انھون سے کئی ہرزہ گو جو ہین ورنہ
پدر رنجا ہے پسر ہو ہمدمان گستاخ

ردیف دال مہملہ

اشک کو کب ہے شناسا لے گھر سے پیوند
صاحب درد کی رکھتا ہے نظر سے پیوند

نسبت معنوی لازم ہے دو مصرع مین بہم
شاخ آہو سے نہو شاخ شجر سے پیوند

ہو نمین شرمندۂ ناصح کہ گریبان کو مرے
شام آتی ہے اُسے کرنے سحر سے پیوند

دلاسائش دل پہ دلو نمین ہے کہ جسکی فریاد
گوش سے یار کے ہو دور اثر سے پیوند

دامن ابر بھی چھڑتا ہے جو اتنا شاید
کسو عاشق کے ہوا دیدۂ تر سے پیوند

سو جتن ہنے گئے پر نہ تھمی سوزش اشک
آسمان پھاٹے تو ہو اسکو کدھر سے پیوند

دلکو میرے نہ جدا دل سے کر اپنے ظالم
مین کیا ہے یہ بہت خون جگر سے پیوند

کون ایسا ہے جسے دست ہو دلسازی مین
شیشہ ٹوٹے تو کرین لاکھ ہنر سے پیوند

کھینچتا کیون ہے عبث ناز طبیب اے سودا
درد کو دل کے نہین درد جگر سے پیوند

مین چاہتا نہین دنیا مین عز و جاہ بلند
یہی کہ دونون جہان سے رہے نگاہ بلند

مگر تو مہر کو اے شعلہ خو ستاتا ہے
کہ اوسکا ہاتھ ہے جون دست داد خواہ بلند

عجب نہین کہ چھٹے ہر فلک سے فوارا
بڑی ہے اشک کے آنیکی دل سے راہ بلند

الٰہی خیر ہو مجنون کی اب کہ یہ برپا
کیا ہے لیلی نے کیون خیمہ سیاہ بلند

ہجوم فوج خط اُسکا نہ کیون بڑھاوے حسن
کرے ہے رتبۂ شہ کثرت سپاہ بلند

یہ چشم قد سے کسو کی ہے آشنا قمری
دکھا نہ سرو مجھے ہے مری نگاہ بلند

اسی سے واعظ احمق کو پست فطرت جان
ہوا ہے چڑھکے یہ منبر پہ خواہمخواہ بلند

بکر غرور تو زنہار اسپہ اے نادان
جو مرتبہ ہے ترا شکل مہر و ماہ بلند

کرے ہے گردش دوران طرح ہنڈولیکے
ہر ایک شخص کو یان گاہ پست و گاہ بلند

لیا ہے دل کو جو میرے تو اسکو مت کر تنگ
کہ ہووے ملک کی وسعت سے نام شاہ بلند

ترا بھی نالہ تو پہونچا ہے تا فلک سودا
خدا وہ دن نہ کرے ہو جو میری آہ بلند

ردیف ذال معجمہ

دفتر دہر کا ہے پیش نظر ہر کاغذ
لکھے اپنے کا نہین علم ہے کیونکر کاغذ

لکھ رکھا ہے نہ ملے کیا ترے یان ظلم کی داد
دونگا حاکم کو بہنگامۂ محشر کاغذ

لکھنے سے وصف بناگوش کی تیرے اے یار
پاوے ہے ملکون مین اب قیمت گوہر کاغذ

اُسکی مین راستی قد کی ثنا لکھتے وقت
نہین پاتا کبھو محتاج بہ مسطر کاغذ

نامہ اُس شوخ کو کرکے مین رقم اے یارو
اتنا رویا ہون کہ لیجائے شناور کاغذ

سانس ٹھنڈی سے ترے سوکھے تھا اکدن بھی وہ
اشک میرے سے ہوا لکھنے مین گر تر کاغذ

اب تو مجمر مین طرح عود کے دی ہے آتش
جب مین بھیجون ہون تجھے کرکے معطر کاغذ

بیچنے سودا سے کہا ملکو نہین اب ڈھونڈھے ہے
تیرے اشعار کا ہر کہتر و مہتر کاغذ

ان سوا سحر نگاہون کو یہان بھی لہ تھی
تیری تصنیف کا دیکھا ہے مین اکثر کاغذ

خط اُٹھاتے ہین ترے شعر و سخن کے یا تنک
لکھنے کو آتے ہین لے لیکے ترے گھر کاغذ

ہزار حیف کوئی باغ مین نہین سُنتا
فغان چمن پڑی کرتی ہین بلبلان فریاد

مین دیکھتا ہون جسے ہے وہ آپ ہی نالان
تمھاری کیجیئے کس پاس لے تبان فریاد

ہوا ہے اسکو مرا حال باعثِ تضحیک
کہ دیکھکر مجھے کہتا ہے شوخ ہان فریاد

تم اپنے جور سے مت سمجھیو کہ نالان ہون
یہ دوستونکو ہے دوری سے دشمنان فریاد

گیا نہ کوئی ترے شہر کہنے میرا حال
کہ میرے پاس نہ لایا ہوا رمغان فریاد

نہ میرے دلکو خموشی ہے موجب آرام
کبھو ہوا ہے کرے مرغ نیمجان فریاد

قسم ہے گل کی تجھے عندلیب سودا سے
جو تو کیا نہ کرے مل کے ہر زمان فریاد

برنگ نے نفس غیر تا مدد نہ کرے
کبھی نہ کرسکے تنہا یہ ناتوان فریاد

ہوا ہے داغ مرا دل اناار کے مانند
جھڑے ہے آنکھ سے آنسو شرار کے مانند

ہر ایک پاٹ ہے دامن کا تختۂ گلزار
روان ہے چشم سے خون آبشار کے مانند

نہین ہے سیر کا کچھ لطف باغمین تنہا
بغیر یار رگ گل ہے خار کے مانند

صد دانہ دل سے ہوئی دیکھکر یہ میگون چشم
تری نگاہ سے ٹوٹا خمار کے مانند

خبر نہین ہے مجھے ترک چشم نے کسکے
لیا ہے لوٹ مرا دل دیار کے مانند

ہوئی ہے عمر کہ ہم لگ رہے ہین دامن سے
جھٹک نہ دیجیو پیارے غبار کے مانند

ہوا ہے رشک چمن چہرہ یار کا سودا
خط اُسکے گرد جو آیا بہار کے مانند

لذت بے رنج ملنی ہے زمانے سے بعید
نوش دے بے نیش یہ زنبور خانے سے بعید

اشک میری چشم کا کیونکر اثر پیدا کرے
سبز ہونا خاک مین ہے اپنے دانے سے بعید

جو نصیحت کرتے ہین مجکو نہین یہ جانتے
عاقلون کو بات سننی ہر دیوانے سے بعید

مجھ دل صدچاک ہی سی وانہین ہوتی وگرنہ
ورنہ کھلتی گانٹھ اسکی کب ہے شانے سے بعید

سُنتا تو جاؤن در سے تیرے پر کہین گے نیک و بد
بیوفائی اُس سے کرنی تھی خدا نے سے بعید

ٹھونک ہون ناصح کو مین تو بھی اُسکو سب کہین
بحث دیوانے سے کرنی تھی سیانے سے بعید

یا علی پہونچا ہے سودا در پہ تیرے آپ سے
پھیر نا محروم ہے اس آستانے سے بعید۔

نکالے ہے وہ بیرخ ہوکے اپنے گھر سے یون مجکو
شہ شطرنج کو جس طرح کشتین دیوین شہ شہکر

تقید ترک مے کا مجکو روز روشن ہے اے زاہد
جو چکھے سہو سے گہ ہے تو پیتا ہون دہ دہ کر

لگایا منھ نہین دو روز کسکو اس ستمگر نے
تنک ظرفی سے اپنی منت رقیب لیتا تو بہکر

سپاہی مار کر مرتون کو پیارے کب کہاؤگے
عبث گھورے ہو مجکو قبضۂ شمشیر گہ گہ کر

بچشم فہم کھولے ہے اسے ذہیہ ش اے یارو
رکھون ہون لفظ و معنی کو جو مین مصرع مین تہ کر

نسیم اس باغمین سودا نہین باقی گذر اب تو
رکھے ہے رخت گل کو غنچہ بقچے بیچ تہ تہ کر

کھینچین ہین کٹاری جو بتان مجھپہ اکڑ کر
نبٹتے ہین یہ بانکے مری نظرون مین بگڑ کر

اٹھ جانے مین ہے زور مزا یار سے لڑ کر
ملتے ہین تو پھر چھاتی سے چھاتی کو رگڑ کر

پوجون ہون مین جس بت کو خدا کا ہے تراشا
آوے نہین لایا وہ مرے واسطے گھڑ کر

خود کردہ کے درمان کہو مین کیا کرون یارو
دل ان نے لیا مجھسے نہ لڑ کر نہ جھگڑ کر

کیا پشم اکھاڑیگا بھلا دیکھین تو اے شیخ
رندون کو دھراتا ہے جو ریش اپنی پکڑ کر

کہتا ہے یہ سودا وہ نجا ہیگا کہانتک
جا بیٹھونگا دروازے پہ اب اسکے مین گڑ کر

دانا ہو تو سمجھے کہ محبت نہین وہ شے
در پر کسی کے بیٹھیے جسکے لیے اڑ کر

تو جسے چاہے وہ یارب تجسے ہو بیباک تر
ملنے مین ہر نیک و بد کے تجسے ہو چالاک تر

عشق مین اسکے نہوے روز خوش تیرے نصیب
غم مین اسکے تجھکو دیکھون آپ سے غمناک تر

ابر سان روتا ہون یون کوچے مین تیرے مین سدا
تو بھی رو رو یون کرے اسکی گلی کی خاک تر

دیدۂ گریان پہ تیرے ہو نہ اسکو اعتنا
تیر مژگان کو وہ تجھے یون کرے خاشاک تر

روز و شب خون جگر سے ہے تجھے یہ آرزو
میری آنکھون سے رہین آنکھین تری نمناک تر

نالہ و فریاد مین گذرے تجھے جون عندلیب
دامن گل سے رہے تیرا گریبان چاک تر

جسطرح تجکو نہ سمجھا مین نہ سمجھے تو اسے
اسکو دل دینے مین تو سمجھے ہو بے ادراک تر

سینہ اسکا صاف ہو الفت سے تجھ سینہ کیطرح
پھیرے دل اسکا ترے دلسے ہووے پاک تر

حق مین تیرے سب یہ سودا کی تمنا حق سے ہے
ہان مگر چھٹ اسکی تجھے ہو نہ وہ سفاک تر

نقش عامل سے ہی کیا کم کہ پریرویون کو
تیری ابیات کا کرتا ہے مسخر کاغذ
سنکے یہ ان نے کہا کیا ہے تعجب اسکا
دلکش خلق ہے دیوان کا مرے ہر کاغذ
بسکہ رنگینی معنی ہے مرے دیوان کی
ہر ورق کا ہے گلستان کے برابر کاغذ

ردیف راء مہملہ

مجھ ساتھ تری دوستی جب ہوگئی آخر
دنیا کی مرے دلسے طلب ہوگئی آخر
نازاسکے نے عصیان سے ہمین باز رکھا آہ
تا ہو وہ رضامند کہ شب ہوگئی آخر
حاصل تو ہوا وصل ہمین رات پر افسوس
یک پل مین شب عیش و طرب ہوگئی آخر
کیا فائدہ ہمکو جو ترے لب مین مسیحا
عمر اپنی تو جون شمع بہ تب ہوگئی آخر
کیا جام تہی ہاتھ سے لین عشق کے عشاق
مے حسن کی معشوق کے جب ہوگئی آخر
شوکت نے ہمین حسن کی سنکہنے ندیا کچھ
بات آن کے سو بار بلب ہوگئی آخر
مٹ بھیڑ ہی سودا سے یہ کل ہوگئی شیخ
شیخی تھی جو کچھ انمین وہ سب ہوگئی آخر

دیا ہی پیچ دلکو سادہ لوح اس زلف نے پاکر
خط نورستہ لیگا جان باغ سبز دکھلا کر
دم برگشتہ خنجر سے کیا ہووے مین حیران ہون
کرے کیونکر قتل مژگان نے کیا منہ پر سیہ جاکر
اٹھا دے گر نقاب اس چہرے سے بلبل کی نظر مین
گئی باد سحر آخر چمن سے گل کو رسوا کر
چمن مین کھلکھلا کر جب ہنسا تو ساتھ غیرون کے
گرا اپنے دو ہین دل کا گل نورستہ کھلا کر
کبھو آنکھین دکھائین اور کبھو دکھلائیان زلفین
لیا ہی دل کو میرے تونے جادو سحر کیا کیا کر
دل و دین بیچتے ہین ہم تو اک بوسے کی قیمت پر
اگر تو اسمین اپنا نفع جانے آکے سودا کر
چلا جب خوبی خط سے نہ بس زلفونکا کچھ سودا
تو پیچ و تاب مین آرہ گئین عارض پہ بل کھاکر

سمندر کر دیا نام اوسکا ناحق سب نے کہہ کہہ کر
ہوئے تھے جمع کچھ آنسو مری آنکھوں سے بہکر
دماغ آشفتہ یان ہوتا ہے غنچے کے چٹکنے سے
چمن مین ہم سے اے بلبل پرے ٹک جا کے چہکر
فریب وعدہ کا شکوہ جو مین رو رو کے کرتا ہون
تو میری سادہ لوحی پر وہ ہنس دیتا ہے قہقہہ کر
کسے طاقت ہے شرح شوق اس مجلس مین کرینگی
اٹھا دیتے کے ڈر سے سانس وان لیتے ہین رہکر

برسات مین جو کھاوے دوا اسکی دو کا تسے
مانند پپیہے کے کرے پیہو ہوا پر

قیمت مین تو نسخے کی لگا بہاگنے یہ باؤ
ڈالا ہے زمانے نے یہ اندھیر ہوا پر

اظہار سخن کیجئے کیا خاک زمین پر
ڈھونڈھے نہ ملا صاحب ادراک زمین پر

صدقے ترے یون ہوئی مری خاک زمین پر
جسطرح کلالون کا پھرے چاک زمین پر

تجھ کوسے غبار اپنے کو مین اٹھنے نہ دونگا
رہتا ہون مین با دیدۂ نمناک زمین پر

ساقی بطِ مے لیکے پہونچ جلد چمن مین
انگڑائیان لیتا ہو نہین جون تاک زمین پر

نالہ کا ستون ہو نہ مرا گر بشب تار
تو گر پڑین اک آن مین افلاک زمین پر

نکلا جو مرے منہ سے ہوا شہرۂ آفاق
بیٹھی ہے سخن سنجو کی یہ ڈاک زمین پر

راون کی نہ تھی سیف کی ہیبت یہ کسیکو
مصرع کی مرے آج جو ہے دھاک زمین پر

پھل جا ہو اگر دین کے تم نخل سے اے شیخ
تو جاے وضو گاڑ دو مسواک زمین پر

اس صید کو مضبوط کر دیجو مبادا
یہ کھل نہ پڑے بستۂ فتراک زمین پر

گر ہو کشش شاہ خراسان تو سودا
سجدہ نہ کرون ہند کی ناپاک زمین پر

تیرا ہے بزر مہر خریدار فلک پر
یوسف کی نہ تھی گرمی بازار فلک پر

تارے یہ نسمجھو لبشب تار فلک پر
پہونچی ہے مری آہ شرربار فلک پر

پاتا ہون دماغ اسکے قدم رکھنے کا ایسا
گویا ہے مرے یار کی رفتار فلک پر

سینہ پہ تو گردن کے نہ یہ کاہکشان چھوڑ
تجھ زلف کے ہے کفر کا زنار فلک پر

ہر چیرہ بدل مہر مرے شوخ سے یارو
کچھ اسکی جھمکتی نہین دستار فلک پر

ابھرا ہے چمن آج یہ گلگشت سے تیری
ہے زمزمۂ بلبل گلزار فلک پر

عیسی سے بھی پاوے نہ شفا مجکو یقین ہے
پہونچے جو تری چشم کا بیمار فلک پر

اس دل کے مین رتبہ کو اسیری مین کہون کیا
پرواز مین ہے مرغ گرفتار فلک پر

مداح علی کا ہون مین سودا شعرا مین
پڑھتے ہین ملائک مرے اشعار فلک پر

بکھراے ہو وہ زلف سیہ فام جہان پر
کیا گذرے ہے اب دیکھیئے تا شام جہان پر

ہر ایک کا دل تڑپے ہے جون مرغ گرفتار
مارا ہے تغافل نے ترے دام جہان پر

پھینکے جو کماندار مرا تیر ہوا پر
سیمرغ نہ بچے پھر نہ عصافیر ہوا پر

مرقد پہ مرے موج نسیم آوے تو یہ جان
دیوانہ تہ خاک ہے زنجیر ہوا پر

گر خانۂ گردون پہ نظر چشم فنا سے
ہے مثل حباب اسکی بھی تعمیر ہوا پر

پہونچونگا ترے کوچے مین ہو راکھ کی ڈھیری
موقوف رکھی ہے مین یہ تدبیر ہوا پر

تا دم رہے سینہ مین ہے نطق زبان ساتھ
ہے منحصر انساں کی تقدیر ہوا پر

توسن پہ تجھے دیکھ کہین مانی و بہزاد
اللہ نے کھینچی ہے یہ تصویر ہوا پر

سودا کے دردست جو یارب لگے خاک
اس جرم کی تو کیجیو تعزیر ہوا پر

گر دم سے جدا تن کو رکھا دیر ہوا پر
اب دربدر اس خاک کو مت پھیر ہوا پر

لاتا ہے بلندی سے شکم سب کو یہ پستی
طائر کو بھی ہوتے نہ سنا سیر ہوا پر

کیا جانیے کس عالی دوران کی ہے یہ خاک
اٹھتا ہے بگولا جو ہوا ڈھیر ہوا پر

دامان شفق آج خون آلودہ مین دیکھا
چلتی ہے ترے عہد مین شمشیر ہوا پر

وہ شعبدہ باز آکے اُڑا جاوے ہے یون دل
کرتا ہو کوئی جیسے کہ بٹ پھیر ہوا پر

باندھون ہون مین جس طرح سے مضمون زبردست
رستم نکرے دیو کو یون زیر ہوا پر

ہے ضعف سے یون نالہ ترا اٹھین سودا
ساون مین پپیہے کی ہو جون ٹیر ہوا پر

غزل در ہجو میان حسرت عطار

بھدانے کا آندھی سے اُڑا ڈھیر ہوا پر
ہر مرغ اسے کھا کے ہوا سیر ہوا پر

عناب کے دانون کی کردن کیا مین زبر کی
نہ چرخ کا جس طرح ہو چکھیر ہوا پر

جب اصل السوس دیر سیاد شان ملکر
جون تیر سنے جلتے مین کرسے دیر ہوا پر

ذو پیپے کے نسخے سے جو ادھی بھی جی کی کم
اس نسخے کو دیتا ہے اڑا پھیر ہوا پر

بولے جو فرشتہ کہ دوا ہے بجری اسکی
مارے ہے اُسے جل کے وہ شمشیر ہوا پر

دو بات کے نسخے سے جو ددکا نہ بکری
سو بات کا پھر اڑنے لگے کھیسر ہوا پر

یہ اُسکے رنگ عارض سے ہی دل بیتاب آتش پر
ٹھہرا ہی نہیں سینے مین جون سیماب آتش پر

نہ شبنم پر بسر ہر گل کرے ہے خواب آتش پر
یہ اشک چشم بلبل کا پڑا ہے آب آتش پر

کیا اب دل وہ بھونا ہنس اُس میخوار کی خاطر
کہ خوناب جگر ٹپکے ہے جون تیزاب آتش پر

برابر ہو سکے کب عشق مین پروانے سے بلبل
کہ شمع و گل ہا اُسکے مرگ کا اسباب آتش پر

دُر آویزہ اُسکی زلف اور رخسار سے باہم
جھمکتا ہے برنگ گوہر شب تاب آتش پر

لب لعل بتان پر سرخی پان ہی کہ جادو ہی
بنا دی شکل طوطی صورت سرخاب آتش پر

نہ نکلے کیونکہ شعلہ دل سے دے پینے مین اے ساقی
رہے کسطرح بن بھڑکے شراب ناب آتش پر

یہ عکس چہرۂ گلنار آئینہ مین ہے اُسکا
کہ گویا حسن کے دریا کا ہے گرداب آتش پر

نہیں اُس گل کے عارض پر ہین یہ زلف سیہ سودا
جلے دل کے دھوئین کا ہی یہ پیچ و تاب آتش پر

دل نہ کر منت زراہ بیقراری بیشتر
ناز کو کرتی ہے یان الحاح و زاری بیشتر

ناصحا اُس عشق سے ہوتا ہے لذت یاب دل
جسمین حرمت کم ہو رسوائی و خواری بیشتر

یارو کیون ہوتے ہو مستفسر مرے احوال کے
غم کو کرتی ہے تمھاری غمگساری بیشتر

کیون نہ لاگو ترک چشم یار اُس دل کے رہین
صید چھپیا لے کے درپے ہون شکاری بیشتر

سوز دل سن کے میرا ہنسکے یہ بولا وہ شوخ
ہوئیگا خلقت مین اُسکے جزو ناری بیشتر

جرم گو لاانتہا اپنے ہین پر تجھسے ہمین
عفو کی اُنسے بھی ہے امیدواری بیشتر

مین کسیکے واسطے روتا نہیں زیر فلک
خانۂ پردود مین ہون اشک جاری بیشتر

کوچ شاہ حسن کا ہے وہ غبار خط نشان
گرد لشکر سے اٹھی وقت سواری بیشتر

کشت پر تخم عمل کے اسکے جتنا ہو تو رو
نفع یان رکھتی ہے سودا آبیاری بیشتر

دل ناآشنا ہی نالہ سے صد رہ جرس بہتر
نہو مژگان جو خون آغشتہ ایسے خار و خس بہتر

نہ دیکھی خوشدلی جز رنگ تبسم ہمنے غنچے مین
ہوا سے اس چمن کے ہی دلا ترک ہوس بہتر

وفا سے گل مین نے چشم مروت باغبا تم سے
گل بلبل کہ ہے اس باغ سے کنج قفس بہتر

نظر مین اُنکے جنکو دولت استغنا نے بخشی ہی
مگس سے ہے ہما بہتر ہما سے ہی مگس بہتر

ملبند آتش جہان ہو وے ہواے جنبش لب سے
تو اپنی فہم ناقص مین ہی وان ضبط نفس بہتر

عالم کو کیا محکمۂ حسن مین حاضر
قاضی کا خط یار ہے اعلام جہان پر

مذکور ترا شب جو کسی بات پہ نکلا
کیا تنگ ہوا عرصۂ آرام جہان پر

کل سقف پہ چڑھ گھر کی لگا تل کے یہ کہتے
سرکوب ہے جون مہر مرا بام جہان پر

ممکن نہین دے نالہ مرا چین کسیکو
لایا ہے غضب یہ دل ناکام جہان پر

برگشتہ نصیب اپنے نہ پھرتے کبھو دیکھے
ہر چند رہی گردش ایام جہان پر

دیوے تجھے وہ کچھ کہ نہ پھر چھین لے تجھسے
زنہار نہ رکھ یہ طمع خام جہان پر

دنیا نہین اے یار تلاش اپنی سے منظور
کرتا ہون اس حجت کو مین اتمام جہان پر

زلفون کے تلے شوخ کے خط کا نہین آغاز
ڈوری ہے شب خون سیہ شام جہان پر

اس صفحہ مین مانند نگین آن کے سودا
وہ مرد تھے جو اٹھ گئے رکھ نام جہانپر

باندھی جھنجھلا کے کمر شوخ نے کین میرے پر
تاب جمدھر کی ہے ہر چین جبین میرے پر

سچ ہی کیا عشق مجھے کیون ہے وہ بد ترا تا
باندھی ہے یارون نے اک بات یونہین میرے پر

دام ہے زمزمہ سازان چمن کو کیا کام
لائی آفت مری آواز حزین میرے پر

آب شمشیر بجھا دیگی مری آتش عشق
آنسو کچھ کر نسکین گے ہے یقین میرے پر

مین زمین پر ہون ترے کوچے مین کیا خاک بسر
آب ہو تسکین جو الٹجائے زمین میرے پر

میری قسمت مین اگرچہ نہ لکھا دوران نے
اسپہ ہے جاے سخن حرف نہین میرے پر

زعم مین اپنے تو مین بھی ہون سلیمان لیکن
نام میرا متبسم ہے نگین میرے پر

دام الفت کے اسیرونکی جدی ہے پرواز
کہین اڑتے ہین مرے بال کہین میرے پر

اسکے کوچے مین نچل ساتھ مرے اے سودا
آفت آجائے نہ اے یار کہین میرے پر

صبا حریف لے آئی ہے تو مرے دلپر
لگی ہے تیری یہ گل کی بو مرے دل پر

بتان کا دید مین کرتا ہون شیخ جسدن سے
حلال تب سے ہے مے وضو مرے دل پر

کسی ہی چیز کو ڈھونڈا نہ مینے دنیا مین
اگر رہی ہے تری جستجو مرے دل پر

خدا کے واسطے سودا نہ لے تو نام اسکا
غضب کرے ہے تری گفتگو مرے دل پر

شراب شوق کی جب تک پیا کرے سودا
تجھے نصیب ہو امرت کا مہربان ساغر

یہ نہو پھر کہ تا شب رہے گھر سے باہر
سو جتن کیجئے تو ٹک نکلے وہ گھر سے باہر

طاقت اک آن تحمل کی نہین یان اور دوست
صبر فرمائے ہے مقدور بشر سے باہر

غیرت اے آہ تجھے کچھ بھی ہے رہ سینہ مین
نے سے بھی نالہ نکلتا ہے اثر سے باہر

منفعل ہو عمل زشت سے اے دل کہ نہین
عیب کو اپنے پہونچنا بھی ہنر سے باہر

راز دیر و حرم افشا نہ کرین ہم ہرگز
ورنہ وان کیا ہے جو ہو اپنی نظر سے باہر

دل رکا آئے ہے تنگی سے فلک کی ہیہات
نکلون اس خانۂ بیدر کے کدھر سے باہر

ضعف سے نالہ بھی اب دل سے نہین آسکتا
ورد لاتا ہے بہت خون جگر سے باہر

اشک لے نکھون ہون کہ جب خون سے گذر کر نوبت
لخت دل گرنے لگے دیدۂ تر سے باہر

اثر ان باتون نے تجھ مین نکیا سنکے جنھین
سنگ سے نکلے شرر شعلہ شرر سے باہر

ناصحا کچھ یہ نصیحت سے نہین ضبط سرشک
طفل آوے نہ کبھو جو ترے ڈر سے باہر

آوے ہی گھر سے وہ زاہد پس طرح کہ جون
نکلے ہے مہر گریبان سحر سے باہر

چرخ پر چڑھتے سنی تیغ تری حسد سے
سر نکالا نہ مہ و خور نے سپر سے باہر

دینے کو ملک سلیمان کے بلایا مجکو
پر قدم مین نہ رکھا دل کے نگر سے باہر

ہون وہ آوارہ کہ طفلی ہی مین جون اشک مجھے
کر دیا مادر ایام نے گھر سے باہر

جنس ناکارہ کے خواہان ہین خریدین مجکو
یہ وہ سودا ہے کہ ہے نفع و ضرر سے باہر

کام آیا نہ کچھ اپنا تن زار آخر کار
نہ بھے اکسیر سے نکلا یہ غبار آخر کار

داغ مت کھائیو تین عشق کا ہم کہتے تھے
کیون دلا کی ہے نہ اس گل نے بہار آخر کار

ڈھب تغافل نہ تھا اس دل کی گرفتاری کا
ہاتھ سے مفت دیا تین یہ شکار آخر کار

باغبان تھا تجھے دو دن کی ہوا پہ یہ غرور
نہ رہے باغ مین گل رہ گئے خار آخر کار

عشق ذرہ بھی اگر ہو تو اسے کم مت جان
ہو کے شعلہ ہی نہ بجھے گا یہ شرار آخر کار

آپ سے کام نہین نشو و نما کو اپنے
شجر خشک کو آتش سے ہے کار آخر کار

اسقدر جرعہ کش خون خلائق ہے تو
جی دھڑکتا ہے کہ کھینچے نہ خمار آخر کار

سائی سے نشہ کے بادۂ گلرنگ کے مجکو
لگے ہے یار کی سرخوش نگاہ نیم رس بہتر

شہید رسم ملک حسن دل میرا ہے اے ہمدم
کہ سمجھے قتل فریادی جہان ہر دادرس بہتر

بگرد دل ہے طوف کعبہ سے نزد اپنے اے منعم
بسان دانہ ہائے سبحہ پھرنا پیش دلبس بہتر

کہے ہے دیکھکر شانے کو یہ سودا اے دیوانہ
شب تاریک مین تنہا نہین گشت اے عسس بہتر

تو مری آنکھون مین ہے حور و بشر سے بہتر
یار ہے حسن ترا شمس و قمر سے بہتر

دل عشاق ہے پہلو مین جواہر خانہ
اشک خونین ہے مرا لعل و گہر سے بہتر

جو ہے جوہر ہے جا نین ہین برابر گو ہنر
عیب کو سمجھین ہین اسوقت ہنر سے بہتر

مورد سنگ ہے وہ نخل جو ہو بار آور
پائی ہے بے ثمری ہمنے ثمر سے بہتر

فائدہ باغ کے جانے سے در آسینہ مین
سیر لالہ کی نہین داغ جگر سے بہتر

چاہیے رتبہ سخن کا ہو سخنور سے زیاد
کہئے اسکو ہی پسر جو ہو پدر سے بہتر

کعبہ و دیر سے کیا کام ہے ہمکو اے دوست
ہے ہمین کونسی جاگہ ترے در سے بہتر

چشم عشاق پہ کس ابر کو ہے فوقیت
کب وہ برسے ہے مرے دیدۂ تر سے بہتر

شام و صبح دمہ و خور زلف و رخ اسکے سی نہین
کب وہ ہوسکتے ہین پاس شام و سحر سے بہتر

آشیان سے نہ اڑے پہونچے نہ ہم دام تلک
ہم تو بے بال و پری سمجھین ہین پر سے بہتر

ہین جو دلالی مرے بارہ وہ جبانین سودا
خاک در انکی سمجھتا ہون نہین زر سے بہتر

پیون ہون خون دل اپنا مجھے کہان ساغر
کدھر ہے شیشہ مرے پاس ہی کہان ساغر

شراب سرخ سے لبریز گو ہے یان ساغر
جو تو نہین ہی تو ہے چشم خون چکان ساغر

بجائے کسکی صبوحی کے واسطے تجھ بن
بھرے ہی مہر کا آتش کدے آسمان ساغر

پیام کیونکہ مرا پہونچے دختر رز کو
کہ شیشہ نیبہ دہن اور بے زبان ساغر

نگاہ مست کی تیری طلب ہے یون ہمکو
تنک شراب کہ جون مانگے ہمزبان ساغر

چمن مین گل نہ سر شاخ پر یہ جلوہ دے
جو تیرے ہاتھ پہ سجتا ہے ایوان ساغر

مجھے معاف رکھ اے مغ کہ بد شراب ہون نہین
نہین یقین تو دے پھر امتحان ساغر

اسی ہی طرح سے مین بھی دہن پہ مرتا ہون
کہ جیسے دے ہے لب نہر تمارے جان ساغر

دیکھا جو ادھر خندہ اسے ڈر کر — دل خالی کیا مین آہ بھر کر
رنجش کا مرے نہ پوچھ باعث — آجانے دے یار در گذر کر
قطرے کو صدف کے دل مین لے چرخ — تا کر سکے در دمت گہر کر
نکلو ہو تو نکلو گھر سے ورنہ — مین یان سے اُٹھونگا آج مر کر
غیرون سے نہ کر تو گرمجوشی — میرے دم سرد سے حذر کر
پانے کو جگہ تو دل مین اوسکے — سودا نہ تلاش اسقدر کر

بستا ہی رقیب وان تو اے یار — کچھ خوب نہین ہے گھر مین گھر کر

خرمی پھرتی ہے یون دلپہ مرے غم سے دلا — جون پھرے اہل طرب خانۂ ماتم سے دور
گذری جس غم سے مجھے زندگی وہ روزہ — رکھے اس غم کو خدا ماہ محرم سے دور
کب تری داد کو پہونچے ہے فلک اے بلبل — زخم گل کو جو رکھے بخیہ و مرہم سے دور
پنبۂ داغ مین سینے کے مرے ہے جو سوز — یارب اس سوز کو رکھیو تو جہنم سے دور
چمن دہر مین توام ہین سدا شادی و غم — خندۂ گل نہ رہے گریۂ شبنم سے دور
آہوے دشت جنون ہومین نہ پوچھ اپنا رام — مرتبے کو مرے وحشت کے سمجھ رم سے دور
نمک درد سے ہوتی ہو جو مجھکو سیری — زخم یارب نہ رہے سینے کا مرہم سے دور
عقل نے ایک دن آکر یہ کہا سودا سے — پاس یا ہم سے رہا کیجیے یا ہم سے دور

لیکن اتنا ہے کہ وہ کام نہ کیجو پیارے
جسکے باعث سے رہو تم دل عالم سے دور

بلبل کو کیا تڑپتے مین دیکھا چمن سے دور — یارب نہ کیجیو تو کسیکو وطن سے دور
بجھ کشتگان کے شعلۂ فانوس کیطرح — تن پر اگر کفن ہے تو تن ہو کفن سے دور
اے شمع کچھ خبر ہے تجھے اس پتنگ کی — جو بال و پر جلاکے پڑا ہے لگن سے دور

پوچھے بھی وہ تو ہم نہ کہین آرزوے دل
وہ بات کیون کہین جو ہو اپنے دہن سے دور

کاٹتے دل کو ہین ابرو یار کی تلوار دار — یہ جگر لگتا ہے انکا جسکو ہو ہموار دار
خون کی مجھ بیگنہ کی بس نہین تیغ نگاہ — باندھ آیا ہے یہ کسکے قتل کو ہتھیار یار
باغ تو جاتے ہو تم لیکن خدا کیواسطے — گل کو مت اپنے گلے کا کیجیو زنہار ہار

جلن وہ پروانہ جیسے شمع سے ہو جسکو دل
گرم ہمسے جو ہوئی صحبت یار آخر کار

ناصح اس جیب کے آیا تھا رفو کرنیکو
گم کیا ہاتھ سے سر رشتۂ کار آخر کار

سوزش داغ دل اپنے کی وفا لے سودا
کیا کہون مین کہ ہوئی شمع مزار آخر کار

تب جائے کیونکہ عشق کی اے یار تجھ بغیر
عیسیٰ نفس بھی ہو گئے بیمار تجھ بغیر

قمری کو سرو باغ مین ہے دار تجھ بغیر
گلخن ہے عندلیب کو گلزار تجھ بغیر

ہو جلوہ گر شتاب تو اے نور بزم عشق
آنسو گلوے شمع کے ہین ہار تجھ بغیر

موجب گرفتہ رہنے کا عاشق سے کچھ نہ پوچھ
کیا خوشدلی سے اسکو سروکار تجھ بغیر

سبحے سے شیخ ہی نے اٹھایا نہین ہے ہات
اب برہمن بھی توڑے ہین زنار تجھ بغیر

ناز و عتاب اٹھانیکی کسکی ہے مجکو تاب
خاطر پہ زندگی ہے مجھے بار تجھ بغیر

تو ہی نہو تو سیر چمن سے ہے کیا حصول
آب روان بھی تیغ کی ہے دھار تجھ بغیر

تیرا ہی گر نہ ہمکو میسر ہو ہمکنار
تو روز عید بھی ہے شب تار تجھ بغیر

سودا کا دو جہان مین یا مرتضیٰ علیؑ
اب کون ہے بتا تو خریدار تجھ بغیر

جام گل تیرے لیے اب بلبل کو مستی ہے بہار
ہمکو آنکھون نے یہ ذوق مے پرستی ہی بہار

خندۂ گل نے کیا ہی بلبلون کا قتل عام
پھیر اب گلشن مین کیا منہ لیکے ہنستی ہی بہار

جوش سے میرے جنون کی کیا خوش آتی ہی بہار
پیرہن مین گل کے نہین پھولی سماتی ہی بہار

آشیان باندھے ہے کس امید پر اے عندلیب
آتش گل سے کوئی دن مین جلاتی ہی بہار

کسکو گلگشت چمن کا ہی دماغ اے باغبان
کھینچ کر میرا گریبان یان لے آتی ہے بہار

دل فسردون کو کہان خون گرم کرتا ہے جنون
کیون مجھے ہر سال آ ناحق ستاتی ہی بہار

شور سنکر ہمنوایون کا اُبلتا ہو یہ دل
رخصت کتنا لا اے صیاد جاتی ہی بہار

عارض گل پر نہین شبنم عرق ہی شرم کا
دیکھکر میرا جنون یارو دبی جاتی ہی بہار

کسکی آنکھون سے کہو آئی ہی مستی سیکھکر
اس برس نرگس پہ کیا دھومین مچاتی ہی بہار

خوش رکھو اے عندلیبو اپنے گلشن مین ہمین
خانۂ زنجیر تھا خالی بلاتی ہی بہار

اب خدا حافظ ہے سودا کا مجھے آتا ہی رحم
ایک تو تھا ہی دیوانہ تسپہ آتی ہی بہار

سیر چمن کی تو ستم اے دل شکن نہ کھا
غنچے رہے ہین باغ مین ظالم کبس ہنوز

اسکو حوالے کر کے مرے بوجھ اے فلک
دونون جہان سے ہے مجھے اب کچھ ہوس ہنوز

فریاد عندلیب کو پہونچا چمن مین گل
آیا نہ میرے پاس مرا دادرس ہنوز

آتے ہین تیرے قافلۂ رفتگان دلا
جاوے تو جا کہ آتی ہے بانگ جرس ہنوز

نالان جو باغبان سے ہو بلبل چمن کے بیچ
دیکھی نہین ہے اُن نے جفائے قفس ہنوز

سو طرح ٹھونک بولا ہے سودا رقیب کو
آتا نہین ہے باز تو اے بوالہوس ہنوز

شبنم کرے ہے دامن گل شستشو ہنوز
بلبل کے خون کا نگیا رنگ و بو ہنوز

ہمرہ صبا کے خاک بھی میری ہے دربدر
جاتی نہین ہے مجھ سے تری جستجو ہنوز

غنچون سے رنگ و بو کی تمنا نکل چکی
تڑپے ہے خون مین دل کے مری آرزو ہنوز

یان تک ابھی ہو گرم کہ ہو جاوے تو سموم
خاکستر اے نسیم ہماری نہ چھو ہنوز

سودا کا حال تو نے نہ دیکھا کہ کیا ہوا
آئینہ لیکے آپ کو دیکھے ہے تو ہنوز

انکار قتل سے تو کرے ہے سجن ہنوز
میلا نہین ہوا ہے ہمارا کفن ہنوز

کلیون نے دیکھ شوخی گلچین کو اسقدر
اتنا لہو پیا کہ ہے پر خون دہن ہنوز

اتنا جلا ہے آتش گل سے دل ہزار
دیتی ہے بوے دود نسیم چمن ہنوز

اے شمع کچھ نہین غم پروانہ تجکو حیف
ٹک دیکھ تو پر آب ہے چشم لگن ہنوز

آئی بہار دیکھیو طفلان سنگ دل
آئے ہین پار سال کے سب زخم تن ہنوز

صدقے ترے نہ کیجیو گلشن مین پھر گذر
اسدن سے چاک کرتے ہین گل پیرہن ہنوز

سودا یہ کیا ہوا نہین صحرا مین آج قیس
تھا ہی دلون پہ داغ دل کوہکن ہنوز

کسکے ہین زیر زمین دیدۂ نمناک ہنوز
جابجا سوت ہین پانی کے تہ خاک ہنوز

گل زمین سے جو نکلتا ہے برنگ شعلہ
کون جان سوختہ جلتا ہے تہ خاک ہنوز

ایک دن گھیر مین دامن کا ترے دیکھا تھا
گرد پھرتے ہین گریبان کے مرے چاک ہنوز

جستجو کرکے تجھ آفت کو بہم پہونچایا
باز آتے نہین گردش سے یہ افلاک ہنوز

ایک مین ہی کچھ تری خاطر نہین پھرتا خراب
روز و شب ہمراہ میرے ہین کئے غمخوار خوار

مجھ مریض عشق کی دارو نہین کچھ غیر وصل
اے طبیب اپنی دوا سے تو نہ یہ بیمار مار

بات سنتا ہی سبک وضعونکی تو دل دیکے حیف
ہے سخن میرا تری خاطر پہ ہر یکبار بار

آپ کو مت دیکھ جون منصور واحد یار سے
چشم وحدت بین کو ہے یان جلوۂ دیدار دار

آج کون آیا تھا گلشن مین خدا جانے کہ ہے
باغبان کا دل نزار و بلبل گلزار زار

دیکھ سودا کو مغان آپسمین کہہ اٹھتے ہین لوگ
دختر رز کے لیے پھرتا ہے یہ میخوار خوار

منزل کے پہونچنے سے ورے قافلہ دے چھوڑ
ایدل سمجھ ان ہمسفرون کا گلہ دے چھوڑ

ہو صاعقہ اس خار پہ صحرا مین الٰہی
اس دل کا رہ عشق مین جو آبلہ دے چھوڑ

تکلیف مریدی مجھے کر شیخ سمجھ کر
اس زلف کا کسطرح کوئی سلسلہ دے چھوڑ

گر پنجۂ خواری تو مرا چاک گریبان
چل دامن تنگی کو تو اے حوصلہ دے چھوڑ

تا خاک در دوست پہونچنا نہین کچھ کام
گر تفرقۂ دہر رہ فاصلہ دے چھوڑ

ممکن نہین یہ روح مقدس سے حزین کے
ایسی جو غزل ہو وے تو سودا صلہ دے چھوڑ

دیکھا مین نخل وادی ایمن ہر ایک جھاڑ
روڑہ ہے کونسا جو نہین طور کا پہاڑ

تیر نگہ تری نے دلون کو الٹ دیا
مژگان تری نے دی ہین صفونکی صفین پچھاڑ

کتنا شگفتہ رو ہے کہ مانند آئینہ
چھاتی کے جسکے سامنے کھلجاے ہین کواڑ

خطرہ ہے جسے مسند شاہی کو لے فلک
حاضر ہے پوست سخت مرا پشم تو اکھاڑ

منعم نہ مر بناے عمارت کی فکر مین
یہ سب حویلیان یقین جہانتک ہین اجاڑ

بدتر ہے مے کے پینے سے رشوت کلال کی
کہہ محتسب سے دختر رز کے نہ کھاے ہاڑ

تنہا نہ شمع روئے ہے سودا کی خاک پر
گل بھی تو لوٹتا ہے گریبان کو پھاڑ پھاڑ

ردیف زاء معجمہ

کرتا ہون ترک عشق مین یون پیش و پس ہنوز
ناصح ذرا نہین ہے مرا دل یہ بس ہنوز

از بسکہ اب ڈرے ہے وہ تیری شبیہ سے
بھاگے ہے جسکو دیکھتے ہی لاکھ کام ناز

آئینہ تیرے سامنے ہوکر بدن نما
سمجھے تو یہ کہ مجھپہ ہوا اب حرام ناز

پیاسے ہر ایک وقت کا موقع ہے ایک چیز
لیزم ہی اب ادا ہے توہی اور نیام ناز

سنتا ہے دل جلون کے کیے پر بخائیو
ظالم ادا کنیز ہے تیری غلام ناز

خوبان کی کیا مجال جو تجھ تک پہونچ سکین
کرتا پھرے ہے گرد ترے اہتمام ناز

ٹک جا کے اپنے ابرو و مژگان دکھلا اُسے
مسجد مین اپنی صف پہ کرے ہی امام ناز

گل کو چمن مین شاخ پر اتنا نہین غرور
کرتا ہے تیرے ہات پہ جو جھکے جام ناز

سودا خرام قد کو ترے دیکھ کر کہے
ہے راستی تو یہ کہ ہوا یان تمام ناز

نخل امید کیونکہ ہمارا ہو آہ سبز
اس باغ مین کبھو نہ ہوا برگ کاہ سبز

بو دین کسی ہی طرح سے ہم تخم آرزو
ہونے نہ دے کبھو فلک روسیاہ سبز

رونق نیا دے شام تری زلف کے حضور
ہرگز نہ سامنے ترے رخ کے ہو ماہ سبز

آغاز خط کا ہے ترے عارض پہ معجزہ
شعلے کے یان کلے سے ہوا ہے گیاہ سبز

ایسی سجی ہے سر پہ ہمارے کلاہ فقر
جسکے حضور ہو نہ سکے تاج شاہ سبز

طاعت کا شیخ شہر کے مین کیا بیان کرون
شیطان جسکے آگے نہووے گناہ سبز

روتے گئے گلی سے ترے بسکہ اہل دل
ہے اُنکے چشم فیض سے ہر خار رہ گذار سبز

مزرع مرے کو خشک سحاب کرم نہ دیکھ
پل مارنے کرے ہے مری یک نگاہ سبز

سودا تو درد دل سے نپٹ اب ہے بیقرار
ہوتا ہی کہ سفید ترا رنگ گاہ سبز

ردیف سین مہملہ

کب ہمکو ہے بہار مین گلزار کی ہوس
نکلی کبھو نہ مرغ گرفتار کی ہوس

بلبل ہر گز نہین ہمکو رخ یار کی ہوس
ہے گل کو اُسکے گوشۂ دستار کی ہوس

قاتل ہی میرے خونکی نرکھتا تھا آرزو
اپنے بھی دل مین تھی دم تلوار کی ہوس

نرگس جو شکل چشم اُگی ہے زمین تلے
کیا جانے ہے کسے ترے دیدار کی ہوس

باغ مین جب سے گیا تھا وہ خمار آلودہ — گل ہین خمیازہ مین انگڑائی مین ہین تاک ہنوز
زخم دل پر ہو مرے تیغ جنون کا ناصح — تو گریبان کا نادان سیے ہے چاک ہنوز

کیونکہ سودا مین کرون وصف بناگوش اسکا
کی نہین آب گہر سے یہ زبان پاک ہنوز

بے خبر درد محبت سے ہے وہ یار ہنوز — دکھ سے دل دینے کے واقف نہین دلدار ہنوز
ہم سرگشتگی میری پہ اُسے کیا آوے — نہین گلیون مین کٹی اسکو شب تار ہنوز
نہ ابھی قطرۂ اشک اسکی مژہ تک آیا — نہ گھسا اسکے گریبان کا کوئی تار ہنوز
آپ نالان ہو تو دیوے مری فریاد کی داد — سو تو وہ گل ہی نہین بلبل گلزار ہنوز

کیون نہ بہا دے اسے قیمت شکنی سودا کی
جنس دل اپنی تو ڈالی نہین بازار ہنوز

یار کے حسن سے ہین بیخبر اغیار ہنوز — نہین اس شعلہ سے آگہ یہ خس و خار ہنوز
بال و پر ہونے نہ پائے تھے نمودار ہنوز — تب سے ہم کنج قفس مین ہین گرفتار ہنوز
ہوگئے پامال نہ کر ہمکو رہا اے صیاد — شوق پرواز نہین تا سر دیوار ہنوز
جی کو تو کھیت رکھا آنکھون نے پر حسرت دل — مند رہی ہے صف مژگان سے مرے یار ہنوز
آہ یہ کسکی شکایت ہے مرے دلمین کہ شرم — جسکو دیتی ہے نہین رخصت اظہار ہنوز
تب سے پامال ہے دل کا ورق صبر و قرار — سبق ناز نہ لیتی تھی وہ رفتار ہنوز
رتبۂ شمع حرم کو مین بہم پہونچایا — ساتھ ہے جی کے وہی الفت زنار ہنوز
زخم شمشیر ستمگر نے کیا اپنا کام — یار و تم ڈھونڈھتے ہو مرہم زنگار ہنوز
فیض اتنا تو جتاؤ نہ تم اپنا تقوی — عوض مے ہے گرو جبہ و دستار ہنوز
تیری دوری سے عجب حال ہے اب سودا کا — مین تو دیکھا نہین ایسا کوئی بیمار ہنوز
حقتعالی اُسے جیتا ہی رکھے دنیا مین — اس قباحت سے نہین ہے تو خبردار ہنوز

قیس و فرہاد کے ماتم سے تو جگ مین اب تک
دشت ہین خاک بسر روتے ہین کہسار ہنوز

بیہودہ اسقدر نہین آتا ہے کام ناز — مکھ پر خط آچکا نہ کرو صبح و شام ناز
وہ دن گئے کہ جس سے پھبتا تھا تمھین غرور — بدخلقی اب رہی ہے فقط ہے بنام ناز

ردیف شین معجمہ

یون عکس پھرے دیدۂ پر آب کی گردش
دریا مین ہو جس طرح سے گرداب کی گردش

مرتا ہون ترے واسطے روتا ہون نپٹ یلد
ہے سیل مری چشم مین گرداب کی گردش

پھر جاتی ہین اسطرح سے اک پلمین وہ انکھیان
جون بزم مین ہو جام مے ناب کی گردش

ازبسکہ ہے آنکھو نمین خمار اسکے گھڑی ساقی
مے مانگے ہے بخشے سر احباب کی گردش

گو خاک ہوا تو بھی پھرا بن کے بگولا
مر کر نہ گئی عاشق بیتاب کی گردش

جنس خرد و صبر بن اس دلکو ہو کیا چین
مفلس کو بری ہوتی ہے اسباب کی گردش

دل زلف و رخ یار مین سودا نہ پھرے کیون
خوش آئے ہے اسکو شب مہتاب کی گردش

رکھتے ہین تری زلف کے ہر تار کا خلش
کس برہمن کے دلمین ہے زنار کا خلش

گر ہو نصیب مرغ چمن تجھ گلی کی سیر
پھر دلمین اسکے ہووے نہ گلزار کا خلش

خطرہ نہین کچھ اور ہمین روز حشر سے
گر دلمین ہے تو اپنے ہی کردار کا خلش

ایسا نہین ہے غنچہ کوئی جسکے دلمین یار
ہووے نہ تیرے گوشۂ دستار کا خلش

کیا جانیے کہ اس سے کہیگا وہ کسطرح
مجکو بپا سبر کی ہے گفتار کا خلش

اقرار تو کرے ہے وفا کا تو ہمسے شوخ
لیکن ہمارے دلمین ہے انکار کا خلش

سودا کے دلمین کھٹکے ہے اس گلرخ کی ہوس
اے بلبلو یہ گل کے نہو خار کا خلش

ماہ نو تجھ یاد ابرو مین ہے سینے کا خراش
کس لیے ہے ہے کم یہ ہر مہینے کا خراش

دل کے گم ہونے کا غم کب ہو سکے جان خراش
جب لیا انکے ہو سینے مین نگینے کا خراش

کوئی چیز ایسی نہین مجکو جو ہو سوہان روح
تیری دوری مین مگر دلکو ہے جینے کا خراش

درد زخم تیر کی اسکی نہو لذت تمام
آگے سوزن کی خلش ہے اور سینے کا خراش

نازک اندامی کرون کیا اسکی اے سودا بیان
شمع ساں جسکے بدن پر ہو پسینے کا خراش

دوری ہو تری اپنے دل زار کو آتش،
ہے یاد چمن مرغ گرفتار کو آتش،

پلائے نہ جانکنے بھی کبھو ہم در چمن ، رکھتے ہین دلمین رخنۂ دیوار کی ہوس
بیش از سخن زبان جو کاٹی قلم کیطرح اُس شوخ سے رکھون ہون مین گفتار کی ہوس
قدرت نہ ہمکو آہ کی نے طاقتِ فغان نکلے سو کیون کہ اپنے دل زار کی ہوس

سودا یہ جنس دل کے تئین دیکھکے ہم آگ
رکھتے نہین ہین کوئی خریدار کی ہوس

ہمنے بھی دیر و کعبہ سے دن چار کی ہوس اب سبحہ کا نہ شوق نہ زنار کی ہوس
گھر امن کا اُسی کو ملا زیر آسمان جسنے جہانمین آن کے مسمار کی ہوس
نے چین روز وصل نہ شب ہجر کی قرار کیا جانے کیا ہے اپنے دل زار کی ہوس
یون چاہتا ہون داغ مین دلپر ہزار ہا جسطرح باغبان کو ہو گلزار کی ہوس
اے شوخ تیری گرمی بازار دیکھکر سب خوبرو رکھین ہین خریدار کی ہوس
دیر و حرم کی پوچ چکا ہے وہ سنگ و خشت جسکو ہے تیرے سایۂ دیوار کی ہوس
عارض کا دیکھنا ہے تمنائے عندلیب گل کو ہے تیرے گوشۂ دستار کی ہوس
تیری مژہ نے سیر کیا ہے بہت ہمین باقی رہی ہے کچھ دم تلوار کی ہوس

سودا تو آپ آپ کو سمجھا کے رہ خموش
منصور کو ہوئی ہے سر دار کی ہوس

بلبل کو ہے ترے سر دیوار کا ہلاس ، جون گل ہے اُسکو گوشۂ دستار کا ہلاس
نرگس کی باغ مین نہین لگتی کبھی پلک ازبسکہ ہے اُسے ترے دیدار کا ہلاس
آوے ہزار رنگ سے گلشن مین گر بہار نکلے کبھی نہ مرغ گرفتار کا ہلاس
یک لحظہ ہو طبیب تو اپنے مریض کا نکلے کسی طرح ترے بیمار کا ہلاس
جپنا زبان سے نام ترا ہمکو اس سوا تسبیح کا نہ شوق نہ زنار کا ہلاس
مرتا ہون اب تو یار گلے ٹک مجھے لگا تا دل مین رہ نجاے ترے پیار کا ہلاس

سودا ہوئی ہے جنس وفا جب بیقدر
دل مین نہین ہے اپنے خریدار کا ہلاس

ساقی گئی بہار رہی دل مین یہ ہوس تو منتون سے جام دے اور مین کہون کہ بس
کچھ اس چمن مین آکے نہ دیکھا مین جون حباب آب روان کو سیر کیا سو بھی یکنفس

آشیان کو مت اجاڑو کرکے فریاد و خروش | باغبان ظالم ابھی سویا ہے اے بلبل خموش

دیکھے وہ آنکھین کوئی محراب ابرو کے تلے | اے مسلمانون ہے مسجد مین دکان مے فروش

لالہ و گل سے نہ پوچھو یہ زمین ہے سرخ رنگ | خون ناحق نے ہماری خاک سے مارا ہی جوش

ابھرے ہے کیا حباب نمط لے حریر پوش | یان جسکو دیکھیے سو ہوا ہے کفن بدوش

سکھ نیند زیر سقف فلک کیونکہ سو سکون | ایدھر دہل بجے ہے اُدھر نوحہ و خروش

ردیف صاد مہملہ

آرام پھر کہان ہے جو ہو دلمین جاے حرص | آسودہ زیر چرخ نہین آشنائے حرص

ممکن نہین ہے یہ کہ بھرے کاسۂ طمع | دن مین کروڑ گھر جو پھرائے گدائے حرص

انسان نہو ذلیل زمانے کے ہاتھ سے | ذلت کوئی کسیکو نہ دیوے سوائے حرص

کر منہہ کو شکم بسوے قناعت یہ حرف مان | رہتی ہے لاکھ طرح کی آفت قفائے حرص

نادان تلاش طرۂ زر سے تو باز آ | چون شمع یہ نہو کہ ترا سر کٹائے حرص

اپنے سوا کسیکو نپایا حریص حیف | کی قطع روزگار نے ہم پر قبائے حرص

سودا بسر ہو خوبی سے اوقات ہر طرح
پر درمیان نہووے بشرطیکہ پاے حرص

وہ مانگتا ہون ترا حق سے مہربان اخلاص | رہے سہے خضر سے جو عمر جاودان اخلاص

دلون مین بہتون کے مین ڈھونڈ ڈھونڈ کر ہارا | کہین جو پایا بھی ہے تو بر زبان اخلاص

مجھے یقین ہے کہ اخلاص بھی ہے زر کا نام | کرے گدا سے نہ نواب اور خان اخلاص

وہ اسکا کیونکہ ملے دل مرے سے لے یارو | جہان ہو شیشہ و سنگ اُس جگہ کہان اخلاص

وہ کیونکہ دوست ہو مجھسے مگر خدا چاہے | تو ہووے پنبہ و آتش کے درمیان اخلاص

نہ اپنی دید مین آیا کوئی بروے زمین | نہ نام ہوگا کہین زیر آسمان اخلاص

نہ کر جوان سے تو اے پیر دوستی کا فکر | کہین ہوا ہے کرے تیر با کمان اخلاص

ثبات دوستی اے دل نہ دلبرون سے چاہ | کہ بارہا مین کیا انسے امتحان اخلاص

پدر کو اُسکے تو آزردہ مت کراے سودا
اگر ہے طالب گل رکھ باغبان سے اخلاص

ہم گرم تگاپو ہین تری راہ طلب مین
یان آبلۂ پا ہے سر خار کو آتش

اب شیخ و برہمن ہین مبترا از مذاہب
کچھ عشق نے دی سبحہ و زنار کو آتش

کچھ سوز محبت کا نہین دل مین ہمارے
گلخن کے لگی ہے در و دیوار کو آتش

اندام مین تو کچھ یہ شب ہجر نہین ہے
دی عشق نے ظالم ترے بیمار کو آتش

گل سر پہ نہین دوڑ د بجھانے کو مرید
زاہد کے لگی گوشۂ دستار کو آتش

لے دختر رز بھاگ گئے گھر محتسب اگر
دیوے جو کہین خانۂ خمار کو آتش

با چشم پر آب اسکو مین دیکھون ہون مبادا
ہوئے نگہ گرم مرے یار کو آتش

ابر اسکو بجھاتا ہے وہ بجھتی نہین سودا
دی لالۂ خودرو نے یہ کہسار کو آتش

سینے مین ہوا نالہ و پہلو مین دل آتش
دھڑکے ہے پڑا دل کہ نہ ہو مشتعل آتش

اشک آتش و خون آتش و ہر لخت دل آتش
آتش پہ برستی ہے پڑی متصل آتش

یک لحظہ طرف ہو کے مرے دیدۂ و دل سے
تا دم تو سمندر رہے سدا منفعل آتش

یاقوت نہین ہے وہ ترے لعل سے اے شوخ
جا ڈوبی ہے یہ آب مین ہو کر خجل آتش

داغ آج سے رکھتا نہین ان سنگدلون کا
مدت سے ہوئی ہے مری چھاتی پہ سل آتش

دل عشق کے شعلے سے جو بھڑکا تو کہا کیا
اے جان نکل جا کہ لگی متصل آتش

یک قطرۂ مے لے اڑی سودا کو جگہ سے
باروت کے تودے کو ہی بس ایک تل آتش

دین شیخ و برہمن نے کیا یار فراموش
یہ سبحہ فراموش وہ زنار فراموش

دیکھا جو حرم کو تو نہین دیر کی وسعت
اس گھر کے فضا کر گیا معمار فراموش

بھولے نہ مرے دل سے مرا مصرع جانکاہ
نالہ نہ کرے مرغ گرفتار فراموش

دل سے نہ گئی آہ ہوس سیر چمن کی
اور ہمنے کیا رخنۂ دیوار فراموش

یا نالے ہی کر منع تو یا گریہ کو ناصح +
دو چیز نہ عاشق سے ہو یکبار فراموش

بھولا پھرون ہون آپکو اک عمر سے لیکن
تجکو نہ کیا دل سے مین زنہار فراموش

دل درد سے کس طرح مرا خالی ہو سودا
وہ ناشنوا حرف مین گفتار فراموش

چشم بینا ہو تو لیکر گل ہی سے تا خار فیض
بخشے ہے یار دہر صورت جمال یار فیض

شیخ صاحب سے مرید ہو مجھکو نہین زنہار فیض
بخشے ہے زہد و نخوا انکا جبہ و دستار فیض

خط سبز اسکے سے عارض پر ہوئی دونی صفا
یہ وہ آئینہ ہے پہونچاوے جسے زنگار فیض

فیض ہی وابستہ تار عقیدت سے ور نہ یار
نفع نے تسبیح بخشے ہی نہ کچھ زنار فیض

بخشے ہی یون دلکو میرے تقویت دشنام یار
جون دوا سے تلخ سے پاوے کوئی بیمار فیض

مہر سے جون مہ کو پہونچے ہے ضیا جو رب لقا
تیرے سنگھ ہو تو پہونچاوے ترا اخبار فیض

جی بچے دو دن ہمتون سے تو غنیمت جانئے
کسکو گنج اپنے سے پہونچاوے ہی یار مار فیض

کرکے صاف آئینہ دل اسمین تو دیکھ آپکو
بخشے گا اے یار تیرا ہی تجھے دیدار فیض

تمنے وہ سودا زبان ریختہ ایجاد کی
پڑھکے اک عالم اٹھاتا ہے ترے اشعار فیض

ردیف طاء مہملہ

سر سبز حسن رکھتی ہے تیرا بہار خط
دل کسطرح سے ہو نہ ہمارا نثار خط

آنکھین برنگ نقش قدم ہو گئین سفید
اس سے زیادہ خاک کرون انتظار خط

بے مہر خط جو ہو تو نہین اسکو اعتبار
عارض کے حال سے ہی ترا اعتبار خط

اور وہ نگین خط کی طرح سمجھتا نہین یہ خط
گرد آئینہ کے منہ پہ ہی تیرا غبار خط

آنکھین تو صید تھین ترے چہرے کی خال کے
دل اندنون ہوا ہے بیچارے شکار خط

آفاق کو خراب ترے حسن نے کیا
رسوائے زلف خلق ہی عالم ہی خوار خط

پہونچا ہے کوئی قاصد سودا ابھی یار تک
دل کسطرح سے ہو نہ ہمارا نثار خط

تری آنکھون کیطرح سے نہ رکھے جام نشاط
اسے مین کیدھر ہی جو رکھتے ہین یہ با دام نشاط

مطلع ثانی

تو ہو گر پاس تو ہے صبح طرب شام نشاط
دیکھنا تجکو ہے اے جان دل آرام نشاط

فضل حق جسکی طرف ہو تو اُسے بخشے ہے
دور ساغر کیطرح گردش ایام نشاط

ایک ہمسے تجھے نہین اخلاص　　گھر بگھر تجکو پر کہین اخلاص
روسیاہی سوا نہین حاصل　　نام سے مت کرلے نگین اخلاص
دیکھ تجھ زلف درد کی الفت کو　　کرتے ہین آج کفر و دین اخلاص
روز ہی ہمسے تین رکھا پیارے　　واہ وا رحمت آفرین اخلاص
مثل نقش قدم یہ رکھتی ہے　　تیرے در سے مری جبین اخلاص
گر تمنا گہر کی ہے تو کر　　چشم میری سے آستین اخلاص

آدم اس دام مین پھنسا سودا
رکھے دانے سے خوشہ چین اخلاص

ردیف ضاد معجمہ

چھوڑا مین کفر و دین فقط یار سے غرض　　تسبیح سے نہ کام نہ زنار سے غرض
سینے مین دل جو ہے سو تری یاد کیلئے　　جز دید کیا ہے دیدۂ خونبار سے غرض
طوبیٰ کی تجکو چھاؤن مبارک ہے زاہدا　　ہے دلکو اپنے سایۂ دیوار سے غرض
پیارے کہین یہ مفت نہ دام مرنجاے　　غافل نہو تو مرغ گرفتار سے غرض
آتے ہین تیرے کوچے مین سر لے کفن کو باندھ　　ہمکو ڈرا نہ شوخ تو دو چار سے غرض
لیجا تو دختِ رز کو پکڑ ہاتھ محتسب　　ہرگز نہین ہے کچھ ہمین فردار سے غرض
پرسش مے عمل کی ہو جو روز حشر مین　　پوچھا نجاے اور گنہگار سے غرض

تم کان دھر سنو نہ سنو اسکے حرف کو
سودا کو ہیگی اپنی ہی گفتار سے غرض

دیکھ لینا ہمکو تیرا یار ہے جب تک غرض　　اس سوا نہ روز ہے کچھ مدعا نہ شب غرض
دوستی کا مارتے ہین یکدگر دم آشنا　　ہووے ہے معلوم باہم آپڑی ہے جب غرض
جاہ جو کچھ کہ ہے یہ دنیا و ما فیہا ترا　　پر کسیکی تو کسی سے ڈال مت یارب غرض
مین کہا شب آج یان رہیے تو یون بولا وہ شوخ　　رات کے رہنے کی مت کہیو تو مجھسے اب غرض

مدعا سودا نہ لیوے یار سے معلوم ہو
جی نکل جاوے کسیکا اس سے نکلے تب غرض

کہے چاہون جو محبت کا ہو نو باہ غلط
یار و اللہ غلط فہمی ہے باللہ غلط

نہین نادان کہ ہون مہر کا طالب تجھسے
شعلے سے چاہے محبت جو پر کاہ غلط

تجھسے تو جیوے کوئی اپنے نصیبون ورنہ
جان اسکی تو نے لی جسکا ہو دلخواہ غلط

سنکے سو وصف ترا ہم تو ملے تھے تجھسے
پر جو دیکھا تجھے تھی محض یہ افواہ غلط

جی سے نفرت ہے کسی سے جو تجھے سہم ہین
صحبت بہت سے تجھے دلکو ہوا اکراہ غلط

بیخطر دے ہے جو تو دکھ یہ کہان سے جانا
بڑی تاثیر سے ہر بار مری آہ غلط

درد دل جن نے کہا تجھسے مرا لاکھ طرح
یہی سن سکے کہا تو نے کہ واللہ غلط

وعدہ کرتے ہین جو طناز جہان عاشق سے
گاہ کرتے ہین وفا اُسکے تئین گاہ غلط

یہ غضب جھوٹ نہ دیکھا مین کہین لے کا دب
عہد روزانہ غلط قول شب ماہ غلط

ہوا یہ کہ مرے کلبۂ احزان کی طرف
آتے جاتے تو کسی گھر کی کرے راہ غلط

گر کوئی سمجھے کہ اے یار زبان سودا کی
مرتے مرتے ترے شکوے سے ہو کوتاہ غلط

یون ہے طریق عشق مین ہو رہست یا غلط
اجر جفا درست ہے مزد وفا غلط

قاتل کو بیگنہ سے تو ہو پہنچے ہے مزد قتل
وارث اگر قتیل کا لے خون بہا غلط

وا شد ہے دل مرے کو دم سرد سے ترے
اس غنچے کو شگفتہ کرے گر صبا غلط

سرتا بپا جو دستۂ نرگس کیطرح چشم
ہوئے اگر وہ شوخ ادھر دیکھنا غلط

قامت کو اپنے یار کے تشبیہ سرو سے
سودا اگر مین دون تو سرتا بپا غلط

ردیف ظاء معجمہ

اُٹھے نشہ مین محبت کے خط یار سے حظ
بغیر بادہ چمن بیچ کیا بہار سے حظ

ہلال عید سے یہ عیش ہی نہ صائم کو
جو مجکو یار کی ہے تیغ آبدار سے حظ

یہ لخت دل مری پلکون پہ چشم تر کے دیکھ
کیا جو چاہے تو دریا میں لالہ زار سے حظ

عجب ہین منتظر اس شوخ کی مری آنکھین
سوائے آئینہ کسکو ہے انتظار سے حظ

مجھے بھی عیش ہے یہ تیرے گرد پھرنے مین
کہ جون پتنگ کو ہے شمع کے نثار سے حظ

دل جنون کا ہے اسیری سے کہانتک آگاہ
ہے قفس بیچ انھین عیش وتماشائے نشاط

عکس تا اسکی نگہ کا نہ پڑے جام کے بیچ
ہوسکے نشۂ مے سے نہ سرانجام نشاط

دیکھتے ہین تجھے قمری و بلبل شادان
تو ہے اس باغ مین اے سرو گل اندام نشاط

شیشہ ہے زیر بغل آبلہ دل ہے سودا
مے سے ہمکو نہین بے ساقی گلفام نشاط

سمجھے تھے ہم جو دوست تجھے اے میان غلط
تیرا نہین ہے جرم ہمارا گمان غلط

کھاتے جو ہو قسم کہ تجھے چاہتا ہو مین
مشفق غلط ملاذ غلط مہربان غلط

سالکی نہو تو سیر چمن کا ہے کیا مزا
جانا بغیر بادہ سوے بوستان غلط

زاہد جو کوزہ پشت ہوا اسکی نظر سے بیچ
کرتی نہین ہے تیر کبھو یہ کمان غلط

جو حسن دیکھتا ہون مین فندق پہ یار کے
وہ لطف کب رکھے ہی گل ارغوان غلط

بھٹکے نہ رفتگان عدم رستہ سے کبھو
ہرگز کرے نہ راہ کو یہ کاروان غلط

مردونکی بات ایک ہے سودا سے سن صنم
مانند خامہ اونکی نہ پلٹے زبان غلط

چاہنا نفع فرومایہ سے واللہ غلط
اور کو سمجھے جو کوئی ہے یہ تہ چاہ غلط

خواہ اے رشک چمن راست سمجھ خواہ غلط
گل ترے عہد مین بلبل کا ہو دلخواہ غلط

ٹکڑے ٹکڑے ہی کتان تجھ بدن سیمین پر
عاشق مہ نسمجھ اسکو ہے واللہ غلط

عشق تیرا مین چھپایا تو ہے دلمین لیکن
مخفی آتش کا ہے رہنا بتہ کاہ غلط

شمع سان سوز دل اپنے کا کہونگا مین راز
چاہو کاٹے سے زبان ہو مری کوتاہ غلط

دونون سے ہمنے اثر دل مین نپایا اسکے
نالۂ شب ہے عبث آہ سحرگاہ غلط

اب تو ہے آمد و شد آپ کی ہر ایک جگہ
راہ ایدھر بھی تو کیجے گر و بیگاہ غلط

دید کچھ منع نہین عیش جہان کا پر اوسے
سمجھے گر یہ تماشاے سر راہ غلط

جزو مین کل کو وہ جانے ہے جو ہو واقف راز
قطرے کو بحر نہ سمجھے دل آگاہ غلط

بادہ سے سچ ہے کہ نفرت سے بہت زاہد کو
پر گزک سے ہو برائے اے اکراہ غلط

بزم آراستہ کی جسکے لیے اے سودا
آج آنے کی ادھر اسکی ہے افواہ غلط

چودھوین رات ہی اور وہ دل عالم کا چور
ورد کا گھر سے نکلنا شب ماہ غلط

کب آپ مجھ غریب کے بالین پہ لائے شمع
دل بیکسی کا مجھ پہ جلے ہے بجائے شمع

پروانہ کے ہون مین اثر عشق سے خجل
کیون منفعل تجھے نہین کرتی وفائے شمع

آتا ہے جی مین یہ کہ قدم تیرے چھوڑ کر
گر رہئے جون پتنگ بہم ہو کے پائے شمع

عذر گناہ سے مین پتنگون کے داغ ہون
ظالم جلے ہے آپ تو کرتا ہے بلائے شمع

ٹپکا نہ تیرے چشم سے مجھ پر تو اشک گرم
جلنے سے اسکے آپکو آگے جلائے شمع

لطف اس چہرے کے آگے کوئی یان رکھتی ہے شمع
خوبی نظونمین جہان رکھتی ہے وان رکھتی ہے شمع

بس اُٹھا آگے سے اپنے اب نہ کر اسکو خفیف
چشم پروانہ مین اک عزت و شان رکھتی ہے شمع

راستی یہ ہے کہ ہے بسکہ طویل القامت
حسن تیرا سامنھ اپنے پہ گمان رکھتی ہے شمع

سر پہ اُسکے بھی کیا فرض دھوین کی لٹ سے
کاکل اس طرح کی کب مشکِ فشان رکھتی ہے شمع

جلتے اپنے دمون سے کوئی آتش نفسان
گذرے ہے سر سے جہان پانون جہان رکھتی ہے شمع

جان تک دے چکے بات اپنی پہ دل سوختگان
واسطے سر ہی کٹانیکے زبان رکھتی ہے شمع

کیا کیا اس خانۂ پردود مین تھے بزم آرا
سو نہ اب نام ہی انکا نہ نشان رکھتی ہے شمع

کتنی ہی عمر تاسف ہی مین اس بزم کے بیچ
لو ہے انگشت کہ جسکو بدہان رکھتی ہے شمع

تیرے بیمار کے بالین پہ نہ تنہا آپ ہی
شام سے صبح تلک اشک روان رکھتی ہے شمع

شمع شبہاے محرم کی طرح اپنے ساتھ
ایک عالم کے تئین گریہ کنان رکھتی ہے شمع

شہرۂ تاب و تب انکی بس ہے زبان زد اوسکا
ہم بھی کہدین جو کوئی پوچھے کہان رکھتی ہے شمع

سوز تا سوز تفاوت ہے یقین کر سودا
داغ جو دل پہ ہے اپنے سو کہان رکھتی ہے شمع

مژگان کی گر خلش کا بدل ڈھنگ ہے وسیع
سینہ بھی یان براے صف جنگ ہے وسیع

زاہد جگہ نہ وان ہو تو حاضر ہے گھر مرا
میخانہ شکل کعبہ نہین تنگ ہے وسیع

نقص صفائی اپنا نہ پہونچا تو وان تلک
آئینہ خانہ ورنہ بہ ہمہ سنگ ہے وسیع

دامان سیل اشک مرا ہجر مین ترے
مانند دامن جمن و گنگ ہے وسیع

بے ہمتی سبب تگ و دو کا ہے ورنہ یار
روزی براے کور و کر و لنگ ہے وسیع

چڑیا سے لے بچا ہے نہ سیمرغ تک کبھو
شہباز عشق کا بھی عجب چنگ ہے وسیع

تمون کیواسطے ترے نیمہ کے سرفراز
گلشن مین تختۂ گل اورنگ ہے وسیع

کسی شراب سے پائی نہ وہ حلاوت مین
گیا ہے یاد مین ساقی کے جو خمار سے حظ

عجب ہے تنگ سلاسل مین ہو نہ دیوانہ
رہے ہے دل کو مری زلف تابدار سے حظ

حلاوت اتنی ہے اس داغ دل کے گننے سے
کہ جو بخیل کو درہم کی ہو شمار سے حظ

ہزار سیر کرے شہر شہر کی سودا
اُٹھے گا دل ہی کے اپنے تجھے دیار سے حظ

زہے وہ معنی قرآن کہے جو تو واعظ
پھٹے دہن کے تئین اپنے کر رفو واعظ

مجھے یہ فکر ہے تو اپنی ہرزہ گوئی کا
جواب دیویگا کیا حق کے روبرو واعظ

خدا کیواسطے چپ رہ اُتر تو منبر سے
حدیث و آیہ کو مت پڑھ تو بے وضو واعظ

سنا کسی سے تو نام بہشت پر تجھ کو
گل بہشت کی پہونچی نہین ہے بو واعظ

ثبوت حق کی کریمی سبھون پہ ہے لیکن
تری تو نفی کرم پر ہے گفتگو واعظ

بتون کی حسن پرستی سے کیا خلل دین مین
خدا نے دوست رکھا ہے رُخ نکو واعظ

ڈرون ہون مین نہ کرین رند تیری داڑھی کا
تبرکات مین داخل ہر ایک مو واعظ

ہزار شیشہ مے اسمین تین چھپائے ہین
تری جو بگڑی ہے یہ صورت سبو واعظ

سخن ہے وہ کہ ہو شر دلون کا ہو نادان
یہ پوچ گوئی ہے جس سے ہے تجکو خو واعظ

کہا تو مان لے سودا کا توبہ کر اب سے
لب و دہن کے تئین کر کے شست و شو واعظ

ردیف عین مہملہ

اشک کے قطرے سے نیسان کا اثر رکھتی ہے شمع
سر سے لیکر تا قدم سلک گہر رکھتی ہے شمع

کون ہے میرا بجز پروانہ مرغ نامہ بر
شعلہ سے مکتوب کے میرے خبر رکھتی ہے شمع

تو مرے غمسے نہ رویا اور میری خاک پر
شام سے تا صبح اپنی چشم تر رکھتی ہے شمع

رہرو سوے عدم کو جنبش پا کیا ہے شرط
خانۂ فانوس مین ہر شب سفر رکھتی ہے شمع

جمع سب جلتے ہین تیرے ہجر مین اعضا مرے
استخوان مین اپنے کب سوز اسقدر رکھتی ہے شمع

شعلہ پر ہر چند دل پروانے کا بھی ہے نثار
واسطے جلنے کے پر کیا ہی جگر رکھتی ہے شمع

حسن کو سودا جو دعوی سلطنت کا اب نہین
سر پہ اپنے کس لیے یہ تاج زر رکھتی ہے شمع

طائر کو مین پرواز مین جب دیکھون ہون سودا
کرتی ہے تب اپنی مجھے بے وبال پری دماغ

سرد مہری سے بیان کے مٹ گیا ہی سوز دماغ / کر دیا ان ظالمون نے فلک دل کا بے چراغ
وائے اس پیشہ پہ اے بلبل کہ جسکی ہو یہ قدر / خوار مین کوچہ بکوچہ تو ہے رسوا باغ باغ
مملکت ساری مین باور کر سلیمان کو نتھا / گوشۂ خاطر مین اپنے ہے مجھے جو کچھ فراغ
بلبل خوش نغمہ ہون لیکن اس گلستان جہان / نالۂ مرغ چمن سے کم نہین فریاد زاغ
خوش کبھی اس بزم مین وو دل نہ دیکھے الہیا / دم بدم مینا بھی روتا ہی جو ہنستا ہی ایاغ
حیف اس گلشن مین عاشق سی کوئی رہتی نہین / گل سدا بلبل سے ناخوش مجھسے تو نت بیدماغ

دل اگر کھویا ہے سودا چھوڑ مت دنبال اشک
شاید اس دیوانے کا لڑکون سے تو پائے سراغ

کسطرح دلمین چھپاؤن تجکو ہین سینہ مین داغ / دال ہی یہ گھر کی بستی پر جو روشن ہو چراغ
دلکے داغون نے نرکھا سیر گلشن کا دماغ / زخم سینہ کا ہے میرے رخنۂ دیوار باغ
زلف دیکھون یا کمر یا چشم یا ابرو کی سمت / اتنی راہین دل کے گم ہونیکی ہین کیدھر سراغ
قہقہہ مارے ہے شیشہ ہی نہ میرے عیش پر / تجھ بن اے ساقی مرا منھ دیکھ ہنستا ہے ایاغ
جی کے خوش ہونے سے رکھتا ہی تعلق حسن لطف / رنگ و بو نکلے ہی جب غنچے کے دل کو ہو فراغ
خاک کیا انکا ہے سودا اس سے جو ملتی ہین گرم / روئے نادیدہ ان سے جنکا آسمان پر ہو دماغ
کب نظر جوشش طلب رکھتی ہی سوئے سرد مہر / نور مہ کو سمجھے پروانہ کم از دود چراغ

عشق کی ہو نسے تو ہے ہمکو اسیری کا دماغ / دل نہ شاہی پر ہے اپنا نے فقیری کا دماغ
اس لئے خاموش رہتے ہین چمن مین عندلیب / تجھ سے ہم رکھتے نہین ہین ہمصفیری کا دماغ
ہین اگر ایسے کی نظرون کا کہ میری خاک پر / باد کو بھی اب نہین ہی دستگیری کا دماغ
بخشے کتنی ہی کرین دعوی مریدی کا اگر / شیخنا دلکو ہمارے ہو نہ پیری کا دماغ

پوچھنا اشعار کا سودا سے کیا ہے شاعرو
گفتگو مین اسکی پاتا ہون نظیری کا دماغ

خواہش جنھین ہی ملک کی انکو نہین یہ فہم
دو گز زمین زندان نہ سنگ ہی وسیع

بادہ پہ گو کہ عرصہ کیا محتسب نے تنگ
سودا کیواسطے قدح بنگ ہے وسیع

ردیف غین معجمہ

اے لالہ گو فلک نے دیے تجکو چار داغ
چھاتی مری سراہ کہ اک دل ہزار داغ

ڈرتا ہے جرن سپند کہین اب چٹک نجائے
ہے سوز دل مرے سے نپٹ بیقرار داغ

سینے سے سوز عشق ترا ہاتھ کب اٹھائے
تا پھوٹ کر جگر سے نہو جائے یار داغ

خورشید حشر ڈھونڈھے تو پاوے نہ منھ پہ تنگ
ہو جائے دل مریگا گر اوس نے دو چار داغ

دلسوز عاشقان کوئی سودا سا اب نہین
پروانہ جل مرے تو وہ ہو شمع وار داغ

آتش ہے میر ابوجھ سمندر نہ دے داغ
سوزش مین نہین اس سے مین کھتا ہون کپے داغ

پروانہ کی اور شمع کی نسبت سے ہے روشن
بیداغ ہوے عشق کو کب حسن کرے داغ

عاشق ہی کے سینے کو ہے اس سوز کی برداشت
بجھ عشق سے کب کھا سکے ہر ماچہ خرے داغ

اے چرخ نہین تجسے مین خواہان زر و مال
دل کو تو مرے رکھ لغم سیمبرے داغ

بے مہر ہے اُسکی سند عشق جو کوئی
عشاق مین دل اپنے کو جبتک نکرے داغ

ہے خواہش گلزار تو سینے کو مرے دیکھ
تختے سے چمن کے ہین فزودا سپہ بھرے داغ

سودا نظر آتا ہے بہار آنے کا آثار
ہوتے چلے ہین پھر مرے سینے کے ہری داغ

تلوے سے مین اپنے نہین لے رشک پری داغ
کرتی ہے مرے دل کے تئین ہے اثری داغ

یارون کی مجھے سوخت کیا تیز روی نے
ہر ایک گیا دے کے رفیق سفری داغ

پہونچا کے تری زلف کی بو غیر کو یا رے
کرتی ہے مجھے موج نسیم سحری داغ

جلنے کی ترے عشق مین خو ہو گئی یانتک
لالہ کیطرح سوز سے رکھتا ہون بری داغ

جانیکا کسیطرح نہین دل پہ یقین ہے
جون جرم عقیق آہ ہمارا جگری داغ

ہوتا ہون خجل مفت مین پروانہ کے آگے
جب شمع کو کرتی ہو تری جلوہ گری داغ

دیکھے جو ایک آن ترا سرو خوش خرام
قمری نہ دیکھے پھر کبھی شمشاد کی طرف

بھاوے نہ گل تجھ بنا نہ کبھو تجکو عندلیب
دیکھے جو آ کے تو مرے صیاد کی طرف

صد شور حشر آوے تو یکدم نہ ہو سکے
تیرے ستم رسیدہ کی فریاد کی طرف

ردیف قاف

بلبل نہ چمن ہے گل گلزار کا عاشق
جو گل ہے سو تیرے گل رخسار کا عاشق

اے وائے بران عاشق نادار کہ جسکا
معشوق ہو اور ہم درم و دینار کا عاشق

رشتے کو محبت کے جگہ دی ہی مین دلمین
نے سبحہ کا طالب ہون نہ زنار کا عاشق

باتین مجھے بھاتی ہین با آمیزش دشنام
ہون اسلیے اس شوخ کی گفتار کا عاشق

ہے سرو سے قامت کے تری قمری تو والہ
اور کبک دری تک تری رفتار کا عاشق

بچکر رہ میخانہ سے اے شیخ نکلنا
ہر رند ہے وان جبہ و دستار کا عاشق

کیا قدر رکھے جنس دل اُس شخص کی سودا
جسکا ہو فروشندہ خریدار کا عاشق

رنگ سے چہرے کے رسوا ہے یہ بیمار عشق
عشق کو یارو چھپا سکتا نہین اظہار عشق

گاہ اشک تر گہے خون گاہ ہین لخت جگر
اسطرح جاری ہے ان آنکھون سے کاروبار عشق

کیا کہون ان نے مجھے جون کردیا بے خانمان
گھر پہ کافر کے نہ پڑیو سایۂ دیوار عشق

ترک مجھسے کیونکہ ہو عشق بتان اے اہل دین
سمجھون ہون تار نفس اپنے کو مین زنار عشق

خط سمجھ اے دل نہ اس عارض کے ملک حسن مین
اُتری ہے یہ فوج بہر غارت گلزار عشق

تھے سکندر طالع اے ہمدم تک کہ تھا دل اپنے پاس
کھا گیا افسوس اس آئینہ کو زنگار عشق

اس چمن مین طرح بلبل کے وہ نالان کیون نہ ہو
روز و شب کھٹکا کرے سینہ مین جسکے خار عشق

گر کہین عاشق ہوا اے سودا تو مین تجھسے کہون
وہ عمل مین لائیو جو نیک ہو کردار عشق

عشق کے دُرّہ شریعت سے قدم باہر نہ رکھ
سمجھے ہے دوزخ کو اپنا ایک شمہ نار عشق

ناصح نہ آنے بک جو ہین آگاہ راز عشق
وہ کر چلین ہین دین و دل و جان نیاز عشق

جھمکے ہے آئینہ مین جھلکی تجلی کہ جو کوئی
جون شمع ہو رہے ہین سراپا گداز عشق

ردیف فا

اب ہو تو نہ ہرگز یہ ہے کنعان مین یوسف
آ غرق ہو تجھ چاہ زنخدان مین یوسف

ہوتا اگر اس عہد مین تو دیکھ کے تجکو
پڑھتا فتبارک کو تری شان مین یوسف

آنکھون مین نظربازون کی رہتی ہے تری شکل
بستا تھا زلیخا کے دل و جان مین یوسف

بلبل سے کہا دیکھ تجھے سب نے چمن مین
خاموش کہ ہے سیر گلستان مین یوسف

کیا شاہد معنی کا ترے اب مین کہون حسن
سودا بھرے ہین اب ترے دیوان مین یوسف

دیکھون ہون یون مین اُس ستم ایجاد کیطرف
جون صید وقت ذبح کے صیاد کیطرف

بے مشورت نگہ کے تری طبع روزگار
آوے نہ تازہ جور کے ایجاد کیطرف

نے دانہ ہم قیاس کیا نے لحاظ دام
دھس گئے قفس مین دیکھ کے صیاد کیطرف

ثابت نہووے خون مرا روز بازپرس
بولین گے اہل حشر سو جلاد کیطرف

پتھر کی لیک تھا سخن اُسکا ہزار حیف
بولی زبان تیشہ نہ فرہاد کیطرف

طرے کے تیرے واسطے صد چوب شانہ دار
قمری گئی ہے کاٹنے شمشاد کیطرف

سودا تو اس غزل کو غزل در غزل ہی کہہ
ہونا ہے تجکو میر سے اوستاد کیطرف

مائل تھا بسکہ دل مرا بیداد کیطرف
خون بہ چلا بدن سے تو جلاد کیطرف

غیرون کی بات پر کبھون کان مت رکھو
لیکن کبھو تو میری بھی فریاد کیطرف

پہچانین ہم نہ گل کو نہ بلبل کے آشنا
منہ کر کے آنکھین کھولیان صیاد کیطرف

جور و ستم تعدی و اندوہ و درد و غم
مائل ہوئے ہین اس دل ناشاد کیطرف

سامان نالہ سب ہے مہیا پر اے اثر
مین دیکھتا ہون تیری ہی امداد کیطرف

خون کر رہا ہے جوش رگ جان مین تری
سودا نہ دیکھ نشتر فصاد کیطرف

مرضی جو آئی چرخ کی بیداد کیطرف
مائل کیے دل اُس ستم ایجاد کی طرف

تصویر ہوکے آپ ہی حیران وہ رہ گیا
بیٹھا تو منہ کو پھیر جو بہزاد کی طرف

ردیف کاف

شمع اُس عارض کے سب کہتے ہین پہونچے نور تک
ہمسے جو پوچھے کوئی ہے حرف شمع طور تک

بس چلے تو دیکھنے ہرگز تجھے تجھکو نہ دون
آئینہ گھر مین ترے رہنے نہ دون تا مقدور تک

آن کر اس میکدے کے بیچ جز چشم پُر آب
قسمت اپنی ہم نہ پائے ساغر معمور تک

رہیو مت غافل نگاہ حسرت آلود اُسکی سے
پہونچے وقت جانکنی گر اپنے تو رنجور تک

دل نہ دے ان سانورون کے تو نمک کو دیکھکر
تخم الفت کو نہ پہونچا اس زمین شور تک

بلغ ہاتھ آوے تو کرلین غضب اہل اتقا
سنبلت مے سے نہ چکھین دانۂ انگور تک

کونسے عارف کو یان دعوی انا الحق کا نہین
یہ ترانہ ختم لیکن ہو چکا منصور تک

فی الحقیقت جو مقام وجد ہے اے شیخنا
وہ نہین وابستہ ہرگز ڈھولک و طنبور تک

خوبی میخانہ و ساقی نہین اُسکے نصیب
پہونچے گو زاہد عبادت سے قصور حور تک

ہجو ہی اُس زلف کی تشبیہ دنیا مشک سے
شاعرو یہ بات پہونچیگی دراز و دور تک

یہ غزل سودا کہی ہے تو نے اس انداز کی
ہند سے پہونچیگی ہاتھون ہاتھ نیشاپور تک

رہے اس فصل ہم اے بلبل و گل ناتوان یانتک
نہ نالہ لب تلک پہونچا نہ چاک جیب دامان تک

کوئی بیمار دارون سے یہ کہیو جاکے جانان تک
مریض عشق کا تیرے نہ پہونچا کام درمان تک

عبث باندھون ہون لکھ لکھ شرح دل بال کبوتر سے
وہ نکلے اُڑ گئے پر نہ پہونچی کچھ خبر وان تک

ترے غم کا دل پر خون سے استقبال کرنے کو
وہ قطرہ نارسا طالع ہی جو پہونچا نہ مژگان تک

روا کرتا ہی کیا دلکو لگنا اگر خال پر سودا،
کہین خط آگیا اُسکے تو ظالم حرف ہے جانتک

آباد شہر دل تھا مجھے شہر یار تک
پہونچا نہ آکوئی پھر اس اجڑے دیار تک

ٹک دیکھ لین چمن کو چلو لالہ زار تک
کیا جانے پھر جئین نہ جئین ہم بہار تک

دیکھا نہ اُسکو دو ہین گمان سو طرف کیا
آئے نہ ہوتے کاشکے ہم کوئے یار تک

قسمت نے دور ایسا ہی پھینکا ہمین کہ ہم
پھر جیتے جی پہونچ نہ سکے اپنے یار تک

ساقی سمجھ کے دیجیو جام شراب عشق
آخر کو کام پہونچیگا اسکا خمار تک

پروانہ رات شمع سے کہتا تھا راز عشق
مجھ ناتوان نے کیا کیا اٹھایا ہے ناز عشق

سینہ سپر ہے اُنکا سدا پیش تیغ یار
ہین جو کئے ہوئے بجہان سرفراز عشق

گر سخت تر ہے سنگ سے بھی جان عاشقان
ہے مثل موم وان ہی جہان ترکناز عشق

ہے حق بجانب آپکے پیارے غرور کا
دیکھا نہین ہے آجتلک اُن نے ناز عشق

محراب تیغ دوست سلامت رہے مدام
کعبے مین کب مین جاکے پڑھونگا نماز عشق

سودا یہ قصہ خط سے نہ کوتاہ ہو سکے
ہے حسن زلف یار سے عمر دراز عشق

حسن کے بازار مین کیا ہے جز اشیاے فراق
دیکیے نقد دل نہ کر زنہار سودا لے فراق

دوستان رفتہ کا اتنا فراق ایدل تجھے
ل رہینگے اکدن ہرگز نہین جاے فراق

لطف ان دور از وفاؤن سے محبت کا نہین
خانۂ دل کو عبث کیون کیجے ماواے فراق

بس نہ تھا اک داغ ایدل پھر تو اُس سے لگ چلا
اُس دبی آتش کو ڈرتا ہون نہ سلگاے فراق

وصل گر اُس شوخ کا سودا ہو تیری ستداد
ہو حبیبہ مغرور مت ہے درمیان پاے فراق

زندگی کیون نہو دے مجھپر شاق
یار بے اعتنا و دل مشتاق

تجھ بن اعضا کا ہے یہ میرے حال
تار شیرازہ بن ہون جون اوراق

عشق تیرے مین سب منافق ہین
ایک غم کو نہین ہے مجھسے نفاق

الفت اس دل سے کب ہو دلکو ترے
یہ تو ہے لعل اور وہ سنگ سماق

غم نہین اُسکی بیوفائی کا
گر کرے ترک و فا نہ ہم سے فراق

جو کر تو ہے تجھ گران ستم
کر رکھو تہ دو روز کا اشفاق

شیخ صاحب کے عقد مین دنیا
آئی تھی کب جو دی انھون نے طلاق

دیکھ زاہد کے سر عمامۂ نو
ہاتھ اٹھا رند بولے یا رزاق

نکہتی تجھ خط سے جب چمن مین بہا
روز ہی کی خزان نے آشلاق

بدر کیا اُسکے آگے اے سودا
منھ تو دیکھو کہ جیسے ہے طباق

یکدگر ہوتا ہی ہے سقم سخن پر اعتراض
اسپہ کیا لازم جو کیجے ہو گریباں گیر جنگ

ابرو و مژگاں کے مضموں کین کرے جو انکے دخل
کرنے پہ اُس سے لگیں نادلن بہ تیغ و تیر جنگ

میں تو حیراں ہوں اباں ناشاعروں کی وضع پر
کرتے پھرتے ہیں جو پڑھ پڑھ شعر بے تاثیر جنگ

کچھ بھی ان میں عقل ہے اتنا سمجھتے یہ نہیں
کرتے ناحق ہر مسلماں ساتھ ہی تکفیر جنگ

ایک اُنمیں سے لگا سودا کے آگے پڑھنے شعر
واسطے اتنے کہ تا کیجے بایں تزویر جنگ

سنکے یہ بولا خدا کے واسطے کیجئے معاف
میں تو ہوں شاعر غریب اور آپ ہیں شمشیر جنگ

دل مسخر کر نہیں سکتے بہ تیغ و تیر جنگ
ملک تو یہ کچھ نہیں جسکو کرے تسخیر جنگ

یہ نہ کر مہر و محبت سے جو ہاتھ آوے تو آئے
اسکے ہاتھ آئیگی اے پیارے نہیں تدبیر جنگ

جنبش ابرو نے مارا لشکر صبر و قرار
ہووے ہی فیصل کہ جب پہونچے ہی با شمشیر جنگ

اُسکے مل چلنے کے ہی انجام سے غفلت میں دل
پر میں سمجھا ہوں کہ ہے اس خواب کی تعبیر جنگ

جب وہ صف بیجاں سپاہی ہوں تو ہو کس طرح صلح
روز و شب باہم ہے جوں لشکر تصویر جنگ

سامنے چہرے کے تیرے مہر و مہ کا ہے یہ حال
رنگ رنا موکا کرتی ہے جوں تغییر جنگ

کب سپاہی کام پر آقا کے اب دیتا ہی جی
بھوک سے کرتا ہی ہو کر زندگی سے سیر جنگ

یہ نہیں ممکن ہے وہ وحشی کسی کا ہووے رام
کرتے ہیں اُسپر عبث باہم جوان و پیر جنگ

در پڑا تحریر پر سودا کی قسمت کا لکھا
کر چکی اُسکی قلم با خامۂ تقدیر جنگ

پھونکدی ہی عشق کی تب نے ہمارے تن میں آگ
دہکے ہی جوں شعلۂ فانوس پیراہن میں آگ

رنگ گل کچھ بے طرح دہکے ہے اے ابر بہار
آشیاں میرا جھڑک لگتی ہی اب گلشن میں آگ

لالہ خودرو نہیں ہے خون نے فرہاد کے
جوش میں آکر لگادی کوہ کے دامن میں آگ

گر نہو پانی دل اُسکا خوف سے اے شعلہ خو
لگ اُٹھے تیری نگاہ گرم سے درپن میں آگ

رنگ یہ یاقوت کا دہکے اب انگاریکی طرح
حسرت لب سے تری از بس لگی معدن میں آگ

برج میں ہی دھوم ہو رہی دلیکن تجھ بغیر
یہ گلال اُڑتا نہیں بھڑکے ہی اپنے تن میں آگ

گو بہار آئی کسے سودا بھلا لگتا ہے باغ
یوں چمن میں گل نظر آتے ہیں جوں گلخن میں آگ

دیکھا کرون مین دور سے اے یار کب تلک
تڑپا کرے مرا یہ دل زار کب تلک

تنہا مین بستر اپنے پہ فکر وصال مین
لون کروٹین سدا شب تار کب تلک

کچھ وصل بن نہین مرض عشق کی دوا
جیوین کہو تو ہجر مین بیمار کب تلک

سچی اگر ہو بات تو آوے ظہور مین
جھوٹے قبول کیجئے اقرار کب تلک

دو روز کی بہار پہ اتنا نہ کر غرور
پیارے یہ باغ حسن کا گلزار کب تلک

رخصت جو دم تلک بھی مجھے دے نہ باغبان
جھانکا کرون مین رخنۂ دیوار کب تلک

رشتہ نہو صنم کی جو الفت کا ہاتھ مین
کرون مین برہمن رکھے زنار کب تلک

اب کیجئے مرے مرض عشق کی دوا
رہیگا دل کے درپے آزار کب تلک

یوسف نہ ہاتھ آئے جو سودا بنقد دل
بیٹھا رہے دکان پہ خریدار کب تلک

خط آ چکا پہ مجھسے وہی ڈھنگ اب تلک
ویسا ہی میرے نام سے ہے ننگ اب تلک

دیکھے ہے مجکو اپنی گلی مین تو پھر سے
ویسی ہی گالیان ہین وہی سنگ اب تلک

سب سے ہوا یہ ربط کہ جون غنچہ و نسیم
رہتا ہے مجسے ویسا ہی دلتنگ اب تلک

عالم سے کی ہے صلح مگر ایک میرے ساتھ
جھگڑے وہی عبث کے وہی جنگ اب تلک

دیکھے نہ مجکو تا نہ کرے تیغ پہ نگاہ
یعنی ہے میرے قتل کا آہنگ اب تلک

سنتا ہے جس جگہ وہ مرا ذکر ایک بار
بھاگے ہے وانسے لاکھ ہی فرسنگ اب تلک

سودا نکل چکا ہے وہ ہنگام ناز سے
پر مجسے ہے ادا کا وہی رنگ اب تلک

رخ سے دکھیوان ہو نہین اس زلف سیہ فام تلک
شام سے صبح تلک صبح سے لے شام تلک

یک نفس گرد چمن ہم نہوئے بال افشان،
آشیانے سے اٹھ اک لات گئے دام تلک

آپ سا مجکو تو زاہد نہ سمجھ کور سواد،
خط خوبان سے پڑھا ہو نہین خط جام تلک

شاعر دنین کب لکھے ہے شیر کی تقریر جنگ
نہ جدل تقریر مین انکی نہ ور تحریر جنگ

بعضے ایسے بھی ہین نامعقول ہے جنکا سخن
اپنی شہرت ہونیکی سمجھین مین وہ تدبیر جنگ

ہیچ گوئی سے نہین ہٹتے بہ میدان سخن
کرتے ہین گویا وہ جبکہ پانو مین زنجیر جنگ

نظر وے نسے جو کسو کے گرے بول کیا سکے
ہمنے سنی نہ چشم سے گرتے صداے اشک

آنکھون سے ایکدم نہین ہوتا ہے جدا
سودا مین کیا بیان کرون اب وفاے اشک

کب لگ سکے ہے اوس سے کوئی رنگ اور رنگ
بیرنگی کا ترے ہے جو بیرنگ اور رنگ

لذت ہے تیغ عشق مین کیا جب تلک نہو
دامن فراخ زخم دل تنگ اور رنگ

ساقی جو تو نہووے تو ساغر بلور کا
مینا ے مے کیواسطے ہے سنگ اور رنگ

مخمور ہوکے جام مے ناب کی طرح
پیدا کرے ہے چشم تری رنگ اور رنگ

لذت ہے دل کو آنکھ لڑانے سے یار کے
دیکھا کہین نہ اسکے سوا جنگ اور رنگ

ملنا ترا ہر ایک سے پھیکا کرے نہ دل
چاہے ہے دوستی مین تو یہ ڈھنگ اور رنگ

موزون ہے اس چمن مین بہنگام میخوری
بہر کباب مرغ بد آہنگ اور رنگ

خط سادہ رو سنکے چہرے پہ رکھتا نہین ہے لطف
ایسا کچھ اسکو جان کہ جون بنگ اور رنگ

کب سیر ہون وہ نان قناعت سے جو کوئی
کھاتے ہین خوان دہر پہ سر جنگ اور رنگ

جز خط سبز عارض دلدار ہمنشین
دیکھا ہے آپ نے یہ کبھو رنگ اور رنگ

سودا سے کیونکہ یار کو ہووے موافقت
پیر و جوان ہین بادۂ گلرنگ اور رنگ

کرتی ہے مرے دلمین تری جلوہ گری رنگ
اس شیشہ مین ہر آن دکھاتی ہے پری رنگ

کس رنگ مین دیکھا نہ ترے رنگ کا جلوہ
سب رنگ مین ہے تو پہ ترا سب سے بری رنگ

اے شیشہ گران دل کوئی ٹوٹا جو بناوے
پیدا کرے پھر اور ہی کچھ شیشہ گری رنگ

ہر مرغ کو پہچان کے نامے کو تو لینا
نالے کے کبوتر کا ہے میرے جگری رنگ

ہے خاک بسر آج خدا جانے چمن کا
دیکھ آئی ہے کیا جا کے نسیم سحری رنگ

کس گل مین یہ جلوہ ہے جواب کنج قفس مین
دکھلاتی ہے میری مجھے بے بال و پری رنگ

گر جامۂ عریانی کو خاکستری سودا
ہو عزم سفر یا تو ہے یہ سفری رنگ

ردیف لام

کھینچ شمشیر جاؤ دل کے نکال
آج در پر ترے پڑا ہون نڈھال

عدو ہے دور ہی مے ایک اور خمار ہے ایک
گل ایک دشمن جان ہے مرا بہار ہی ایک

پہونچ شتاب کہ بیٹھا ہون اسگھڑی ساقی
دو چار ایک ہوئے ہین یہ دلفگار ہی ایک

نبچے تو نیچ رہے آنکھون سے دل مرا لیکن
غضب ہی یہ کہ ہین صیاد دو شکار ہی ایک

بدن مین جسکے ترے عہد تک دل و جان ہے
ادا پہ ایک فدا ناز پر نثار ہی ایک

یقین ہی یہ کہ دراز ان سے عمر خضر نہو
ہے ایک اپنی شب ہجر و زلف یار ہی ایک

ڈبو دین ہین یہی دو جان و مال عاشق کے
دل ایک خون شدہ ہی چشم اشکبار ہی ایک

رہی نہ دین کی عزت نہ حرمت دنیا
خراب ایک ہوا اے عشق تجسے خوار ہی ایک

ہوس رہی نہ چمن کی ہمین کہ داغون سے
دل ایک باغ ہے اور آنکھین آبشار ہی ایک

نہ کیجو تکیہ تو اس جان و جسم پر سودا
ہوا تو ایک ہے ان دو مین اور غبار ہی ایک

مین بتاؤن تمکو یارو گر کرو تدبیر ایک
بس ہے مجھ دیوانیکو اس زلف کی زنجیر ایک

دل دھڑکتا ہے مبادا اجل نجاوے یہ قفس
ورنہ اے صیاد کرتے نالۂ شبگیر ایک

کیون ڈراتا ہے مجھے تلوار ہر دم کھینچ کھینچ
یار ثابت کر تو مجھپر بھی بھلا تقصیر ایک

اس چمن کی سیر مین لیجا بسر تو سطرح
چاہیے ہووے نہ تیرا خار دامنگیر ایک

بزم مین تیری تو یون آزردہ خاطر ہین بہت
پر نہ دیکھا ہمنے سودا سا کوئی دلگیر ایک

سنبل و زلف سیہ کاکل و شب چارون ایک
غمزہ و ناز و ادا جنبش لب چارون ایک

دیکھیے کیونکہ بچے جی کہ ہوے ہین تیرے
تجھ بن اب درد و غم و رنج و تعب چارون ایک

باتین دو کہنے کی ہین دو نہین کہنے کے تئین
لب پہ کر ڈالے ہی تجھ آگے ادب چارون ایک

گل و خورشید و مہ و شمع ترے چہرے سے
ہین کب کہتے ہین یہ نور کا اب چارون ایک

شعلہ و برق و تجلی و شرر اے سودا
رکھتے ہین زیر فلک حسب و نسب چارون ایک

رونیکو میرے تا کجا دل سے آئے اشک
نکلے ہے خون چشم سے اتنو بجائے اشک

خون جگر تو چشم سے جو تھا سو بہ گیا
آتا ہی لخت دل بھی چلا اب قفائے اشک

رونے سے باز ہم کوئی آتے ہین مثل شمع
لے سر سے پاؤن تک نہ ہمین تا گھلائے اشک

کوزہ پشت اتنے ہوے شیخ ہمارے کہ عصا
بیچے اپنا تو وہ شاید بکے سوا لک کے مول

محتسب رحم کر اب مفلسی رندان پر
بنگ قدغن سے ترے بکتی ہے تریاک کے مول

بے زری خلق کو ہے یہ کہ کسی کا کیسا
کوئی کاٹے تو بکے کیسۂ دلاک کے مول

جنس دل اپنی کے بکنے کو کہون کیا سودا
مفت بر لیگئے دُہتی دے اُسے خاک کے مول

مرا لگتا نہین اے باغبان تیرے چمن مین دل
لگے کیونکر کسیکا یار بن سرو و سمن مین دل

جلے ہم شام سے تا صبح ہم بزم ہو نہین یون اپنے
جلے ہے شمع کا جسطرح تیری انجمن مین دل

کہا مت کر ہمین حرف درشت اے یار تو ہر دم
نظر آیا ہے اکثر ٹوٹ جاتے یک سخن مین دل

جو تو سیر چمن مین ساتھ ہوتا ہے تو شادی سے
سماتا دان نہین جون غنچہ میرے پیرہن مین دل

نہین سودا جو وہ مرنیکے بعد از بھی تجھے بھولے
پڑا تڑپے گا تیری یاد مین اسکا کفن مین دل

ہووے نہ ملک عشق سے کم رسم داغ دل
روشن رہے ہمیشہ الٰہی چراغ دل

مانند غنچہ تا کہ پریشان نہوئے تو
کب اس چمن کی سیر مین پاوے فراغ دل

شاید کہ سیل اشک نے اسکو بہا دیا
سینے مین اب تو خاک نپایا سراغ دل

یکدست اک زمانہ جہان مین لٹائے گل
سر کو ہمارے خاک نہ دیوے چہ جائے گل

کہتے تھے اسلئے کہ نہو آشنائے گل
اے عندلیب دیکھی نہ آخر وفائے گل

دیکھے اگر صفائے بدن کو ترے صبا
کھولے کبھو نہ شرم سے بند قبائے گل

مین اور عندلیب ازل سے ہین ہم نصیب
تجھ پر ستم ہوا ہے تو اُسپر جفائے گل

ہے شرط در دیون کہ بجز حکم عندلیب
کوئی کسی مزار پہ ہرگز نہ لائے گل

ہستی سے نیستی مین جو بہتر نہو مزا
ہنستا ہوا جہان سے ہرگز نجائے گل

سودا کہے بہار مین وضع زمانہ دیکھ
اے وائے وائے بلبل و ہے ہائے ہائے گل

جب تو چمن سے گھر کو چلا کر کے دید گل
بلبل نے گل کو دیکھ کے تجھے لی رسید گل

آنے کی تیرے باغ مین ہے آج یہ خوشی
نوروز عندلیب کہون یا مین عید گل

پان کھا کھا کے آرسی کے بیچ
اپنے ہونٹھون کو دیکھتا ہے لال

کم ہے ناصر علی سے نعمت خان
اُس سے مرغوب تر ہے اسکا خیال

شیخ اس داڑھی پر تو ناچے ہے
کیا ہے اے مسخرے یہ تیرا حال

داڑھی ملا کی جون گیہون کا کھیت
لے گئے لڑکی لڑکے ایک ایک بال

اُس کے قامت کو صحن گلشن مین
ہو گئے سرو دیکھتے ہی نہال

لے مرے دل کو دے کے اپنا دل
سنگ کے مول یہ بکے ہے لعل

دے ہے دولت فلک ہمین لیکن
اس سے ہم لین یہ کیا ہے ایسا مال

واہ وا بے تما کو والے کے
دے ہے تو دھا ہمین دکھا کر گال

میوہ نخل امید سے سودا
جتنا چاہے تو کھا یہ توڑ نہ ڈال

سخن عشق نہ گوش دل بیتاب مین ڈال
مت یہ آتشکدہ اس قطرۂ سیماب مین ڈال

گھر کا گھر بیچ نہ کر خرچ مے ناب مین ڈال
زاہدا اسباب جہان کچھ نہین دے آب مین ڈال

ابھی جھپکی ہے ٹک اے شور قیامت یہ پلک
صبح کا وقت ہے ظالم نہ خلل خواب مین ڈال

گر کے معیوب طمع دلکو نہ سن حرف درشت
یہ بڑی چپت ہے نہ اس گوہر نایاب مین ڈال

شمع سان سوئیے کیونکر کہ یہان بیٹھے ہین
ہم بنا ہستی کی اپنی رہ سیلاب مین ڈال

دسترس ہووے تو کر مہر کا طرہ مقراض
ساقی کے سامنے دیجے شب مہتاب مین ڈال

گوشے میخانے سے رکھ دل تو کنارا اے سودا
شیشہ ٹوٹا ہے نہ جا کر رہ احباب مین ڈال

پوت پیتے ہین دُر دیدۂ نمناک کے مول
مژۂ تر کو بتان لیوین نہ خاشاک کے مول

دل پرخون کو نہ وہ مغبچہ لیوے بہ نگاہ
جرعۂ می جو بھرے شیشے مین تو دے تاک کے مول

زاہدالنلق گھر بار پہ واعظ کے بجا
ابلہی بیچے ہے بیٹھا دُرِ ادراک کے مول

مرغ دل کے جو شکاری ہین اگر صید حرم
بکنے آوے تو خریدین نہ وہ فتراک کے مول

ترپ اپنے دل بیتاب کی خاطر اے شوخ
برق سے لے ہی ترے غمزۂ چالاک کے مول

شوق کسکو ہے پتنگون کے لڑانیکا کہ خلق
شیشہ ٹوٹا ہو تو لے ہے دل صد چاک کے مول

عکس رو اپنے سے کہتا ہے لب آئینہ مین دیکھ
ان نگینون کا پتا کیا ہے بے حکاک کے مول

ہمیں دعویٰ نبوت کا نہیں کچھ صرف عاشق ہیں
جو آئے صبر یہ دل پر کہ جوں ایوب دیکھیں ہم

ہوئے ہیں غرق ہم جسطرح آب چشم میں اپنے
بھلا اے ابر یوں دریا میں تو تو ڈوب دیکھیں ہم

لکھی ہے شرح سوز دل بجز پروانہ اے ظالم
تجھے اب کون پہونچاتا ہے یہ مکتوب دیکھیں ہم

لکوہوں سے نگہ کرتے ہو تم آئینہ پر اکثر
مزاج آئے ہوا یدھر تو کوئی محبوب دیکھیں ہم

خدا وہ دن کرے ہوئے جو کوئی تند خو تجھسا
ترا دل راغب اُس پر وہ ترا مرغوب دیکھیں ہم

ترے در سے تو اُٹھ جاویں پہ وہ آنکھیں کہاں جس سے
جفا کے سامنے اپنی وفا محجوب دیکھیں ہم

نہ دیکھا ہمنے کچھ اپنے سوا وہ جسکو دل چاہے
جو طالب ہوں کسیکے تو کوئی مطلوب دیکھیں ہم

خوشی سودا کو کب ہے حور سے نسبت کی اے زاہد
وہ دن ہو دخت رز سے آپ کو منسوب دیکھیں ہم

ترے ہی دیکھنے کے نہ آوے جو کام چشم
تو زخم چہرے پہ ہے کہ اسکا ہے نام چشم

کیونکر نہ دیکھے خلقت انسان تجھ کو سنگ
دیکھے لباس آئینے میں ہو تمام چشم

مبدا جو بلا کا ہی سو ہے وہ نظر چشم
آئے ہے کسی دل پہ جب آفت ز در چشم

آتا ہے نظر رونے سے ہر دم کے یہ مجکو
ہے قافلۂ اشک کے ہمرہ سفر چشم

اڑ لگتی ہے جلوے پہ حسینوں کے مری آنکھ
دیدا انکی سے پہونچے ہے ہم بال و پر چشم

مکتوب غم اُس شوخ تلک سیل سے پہونچا
دیکھا نہ بجز اشک کوئی نامہ بر چشم

دیدار کے وعدے پہ نہ رکھ منتظر اتنا
تا مجکو برابر پڑے سود و ضرر چشم

چاہے ہے تو جہان رہ مرے پیارے کہ تصور
رکھتا ہے ترے جلوے کو میری آبر چشم

موتی کو صدف کے ہے مرے اشک پہ ترجیح
عالم میں نہیں قدر شناس گہر چشم

سرمہ تو ان آنکھوں میں ہے پر کیا کہوں سودا
آفاق کے ہے موجب نور بصر چشم

قاتل کے دل سے آہ نہ نکلی ہوس تمام
ذرہ بھی ہم تڑپنے نہ پائے کہ بس تمام

صیاد سے ہوں اے اثر نالہ منفعل
آتش دی اُن نے دام کو توڑے قفس تمام

اشک آنکھ سے تھمنے تو رہے نالے سے یہ دل
جب قافلہ تھکے تو ہو بانگ جرس تمام

آتش کو رنگ گل کے صبا تو نے پھونک پھونک
جلوائے آشیان کے مرے خار و خس تمام

سودا ہوئی ہے شانہ کو زلفوں میں اسکی راہ
اس دست نارسا کو ہے کیا دسترس تمام

ساقی تلاش بادہ مین مطرب بفکر ساز / بلبل ہے غرق زمزمہ سنکر نوید گل
جون لالہ داغ داغ ہے دل تیرا اب ہمین / رکھنے کی اس چمن سے ہے سر پر امید گل
جس جا کہ ذکر حسن ہو تیرا تو اُس جگہ / لائق نہین جو کیجیے گفت و شنید گل
بندہ مین بیدرم ہون ترا اسکو جان لے / بلبل چمن مین دہر کی ہے زر خرید گل

نسبت نہ عندلیب سے سودا کو دیکھیو
بسمل یہ آن کا ہے تری وہ شہید گل

جاتا ہے دل تو جائیو ہشیار آجکل / چلتی ہے اسکے کوچے مین تلوار آجکل
خنجر مژہ ہے تیر نگہ تیغ ابروان / مجروح کس سے ہے یہ دل زار آجکل
کوئی دوا نہین ہے موافق بغیر وصل / مرتا ہے تیرے غم مین یہ بیمار آجکل
گر زمزمہ یہی ہے ہمارا تو ہم صفیر / ہوتے ہین اس چمن مین گرفتار آجکل
تسبیح گر یہی ہے جو رکھتا ہے شیخ شہر / اے یار ہم تو پہنین گے زنار آجکل
عرصہ سمجھ بہار کا ساقی پہونچ شتاب / جاتی ہے اس چمن سے یہ گلزار آجکل
گر ہے ترا سلوک یہی ہمسے اے صنم / بت سے کریگا برہمن انکار آجکل
مت چل تو اس لٹک سے کہ ظالم قدم تلے / مل ڈالے گی جہان کو یہ رفتار آجکل

تیری زبان سے عہدہ برآ کیونکہ ہو کوئی
سودا سے ہے جو کچھ تری گفتار آجکل

اس چمن کی سیر مین آیا رہوین ملکے مل / کیا بنائے صانع قدرت نے رنگین گلکے گل
یہ نہو دریا کہ جس سے گذرے تو پل باندھکر / موج چشم عاشقان دے توڑ پل مین ملکے پل
قتل کا کسکے کیا ہے آج ان آنکھون نے عزم / کھینچکر تیغے رہے ہین ابرو اُس قاتل کے تل
عہد مین تجھ حسن کے جسکو ہوا ہے شغل عشق / مچ رہی ہے شرق سے تا غرب اُس شاغل کے غل

حل مشکل کس سے ہو سودا کی شاہا تجھ بغیر
کھولدے مشکل کشا عقدے مری مشکلکے کل

ردیف میم

سنا ہے اب تو خط آیا ہے کس اسلوب دیکھین ہم / لکھا ہو وصل قسمت مین تو یہ بھی خوب دیکھین ہم

کب سے اے سودا شراب اس بزم مین پیتے ہین یار
تو نے اسکم ظرف کی پہلے ہی پیمانے مین دھوم

لے دیدۂ تر جدھر گئے ہم
ڈبرے جو تھے خشک بھر لئے ہم

تجھ عشق مین روز خوش نہ دیکھا
دکھ بھرتے ہی بھرتے مر گئے ہم

تیرا جو ستم ہے اسکو تو جان
اپنی سی تو خوب کر گئے ہم

یہ قطعہ پڑھتا تھا سوز دل سے
سودا کے جو رات گھر گئے ہم

جون شمع لبون پر آ رہا جی
تھا تن سو گداز کر گئے ہم

اتنی بھی پتنگ پیش قدمی
گر شام نہین سحر گئے ہم

ہوگی نہ کسیکو یہ خبر بھی
اس بزم سے آکدھر گئے ہم

ہین صفائے بادہ و درد تہ پیمانہ ہم
نور شمع مجلس و سوز دل پروانہ ہم

جان عقل کامل و شور سر دیوانگان
رونق آبادی کے ہین اور وحشت ویرانہ ہم

چشم شیخ و برہمن مین ہے ہمین جون سرمہ جا
گرد راہ کعبہ و خاک در بتخانہ ہم

فیض کسے مستی کے دیکھا ہمنے گھر اللہ کا
جا رہے مسجد مین غصہ گم کردہ میخانہ ہم

وحدت اکل و شرب کی پائی نہ یان مانند شک
لیگئے ہمراہ جو لائے تھے آب و دانہ ہم

زاہدا کہ تو صلاح نیک ہے دونون مین کیا
جام کا بوسہ لین یا چومین لب جانانہ ہم

گر نکالا آسمان نے گھر سے اپنے ہے سزا
آنکر مہمان بن بیٹھے تھے صاحب خانہ ہم

مین سے پانؤنکی لغزش کے کیا اے شیخنا
دیر سے اُٹھتے ہوئے کل سجدۂ مستانہ ہم

واعظا سوز جہنم سے ڈراتا ہے کسے
دل لیے پھرتے ہین بغل مین دل سا آتشخانہ ہم

ہاتھ اُن زلفون تلک پہونچے نہ اپنا ایکبار
گر بہم پہونچائین صد انگشت مثل شانہ ہم

ماندگی گر محنت دنیا کی خواب آور ہو یان
شور محشر کو بھی سودا سمجھین اک افسانہ ہم

دھن کے سر لولاگئے جب یار کے کاشانہ ہم
جی مین آتا ہے کرین اس گھر کو خلوتخانہ ہم

ہے عجب قسمت کہ سمجھے جسکو اپنا آشنا
آخر کار اُسکو پایا آپ سے بیگانہ ہم

کوہ کا بیپارے اٹھانا زور مردونکا نہین
جو اُٹھا دے تجسے دل سمجھین اُسے مردانہ ہم

شیخ جی مانگو دعا تا یار ہووے مہربان
آپ کی داڑھی مین دے چھلّے کرینگے شانہ ہم

اب اسطرف تری دل گرمی شعلہ خو معلوم
تپاک غیر سے جو ہونگے ہم سے وہ معلوم

بھری ہے دلمین ترے یان تلک محبت غیر
کہ جا نہین مرے کینے کو مہر تو معلوم

گلہ مین غیر کے میری وفا کرو تو یاد
سو غائبانہ کبھو اُسکے رو برو معلوم

خطا ہے زلف کو تیری کہون جو مشک ختن
سیاہ فام تو وہ ہے پر ایسی بو معلوم

ستم ترے کی کرون کسکے آگے جا فریاد
جو تجکو رو ہے جہا نین سو مجکو رو معلوم

عبث ہے مہر کی نت اُٹھ تلاش دینے کو
ہے وصل دور ترا میری جستجو معلوم

طبیب اُٹھ مرے بالین سے دے اجل کو جگہ
دوا مری وہ لب شربتی ہے سو معلوم

نہ زر نہ زور نہ طالع نہ تیرے دلمین مہر
جو جا ہے اس سے یہ دل کامیاب ہو معلوم

سخن تو یار بھی سودا برا نہین کہتے
دلے جو چاہے یہ انداز گفتگو معلوم

نہ غرض کفر سے رکھتے ہین نہ اسلام سے کام
مدعا ساقی سے اپنے ہمین اور جام سے کام

دل نالان کو مرے کسکے ہے آرام سے کام
کوئی بیچین رہو لینے اسے کام سے کام

اس چمن مین نہ کسی چشم سے پوچھے کوئی اشک
صبح تک ہمکو بھی شبنم ہے یہی شام سے کام

کیون نہ ناگنی چلے ہر ایک جگہ مکڑا کر
نہ پڑا اسکو تری زلف سیہ فام سے کام

گر اکیلا کہین ملجاے ہمین تو دل کا
لیجے من مانتا اُس شوخ گل اندام سے کام

ہو اسیر اُسکا جسے بعد گرفتاری عید
نہ گرفتار سے مطلب ہے نہ اس دام سے کام

ہے مبرا یہ زبان کہنے سے اب رام رحیم
جن نے پایا ہے نشان اُسکو نہین نام سے کام

جو مین آغاز ترے کام کا دیکھا سودا
وائے وہ دن کہ تجھے اسکے ہو انجام سی کام

کیا مچائی اُن نے میرے دلکے کاشانے مین دھوم
شور ہے جسکے لیے کعبہ مین بتخانے مین دھوم

مٹ گئے وہ شور دلکے ہائے تب آئی بہار
ورنہ کیا کیا ہم بھی کرتے شہر و ویرانے مین دھوم

زلف کو کھولا تو کر اس دل کی شورش کا علاج
سخت دیوانے نے کی زنجیر کھلجانے مین دھوم

تجھ نگاہ گرم کی حسرت سے دل مالے سے ہے جوش
رات کو دیکھون ہو کہین جب شمع و پروانے مین دھوم

اسقدر ہین لاغری میری سے خوش نابینے ہر
جون ہلال عید ہے میرے نظر آنے مین دھوم

دل کو اُس کوچے مین تیرے اب چلے ہین سیل اشک
ہوئیگی یہ جیسے وان اطفال دیوانے مین دھوم

فانوس بیچ شمع جلے جسطرح ہنوز
جلتے ہین تیرے ہجر سے ظالم کفن مین ہم

کرنے کو وصف طول تری زلف کا صنم
پھیرے خدا ہی جائین جو فکر سخن مین ہم

سودا نہ تن ہمارے سے شعلہ اٹھا کبھو
بھٹی کی طرح جل گئے کچھ من ہی من مین ہم

تو کیون جلتی رہی بلبل چمن مین دیکھکر شبنم
کہ وہ دامان پاک گل جسے کرتی ہی تر شبنم

نہ دیکھا اس سوا کچھ لطف ای صبح چمن تیرا
گل ادھر لیگئے گلچین گئی روتی ادھر شبنم

بھلا ای گل تو تو ہنستا ہی ہماری بے ثباتی پر
بتا روتی ہے کسکی ہستی موہوم پر شبنم

پرے ٹک بر سیو گلشن سے ہم نازک مزاجون کے
بہا دیتی ہے رنگ گل کو یان ای ابر تر شبنم

کہا بلبل سے مین گلشن مین کچھ تجکو بھی ای نادان
خبر ہو اسکی یان کرتی ہی کیون اتنا گذر شبنم

چمن مین وقت رخصت صبحکو مین کیا کہون تجسے
روئی ہر گل کی چھاتی سے لپٹ کر کسقدر شبنم

بس ان باتون سے یہ روشن ہی پیش دیدہ بینا
رکھے ہے عشق کے محبوب پر تیری نظر شبنم

یہ بولی سنکے وہ یون بھی ہوا بالفرض ای سودا
تو کیا چھینے تھی مین گل کا کہ لیگئی توڑ کر شبنم

مجھے وضع جہان اپنی شک سے محفوظ رکھتی ہی
بہار آخر ہے اک پل مین کہان پھر گل کدھر شبنم

ترے آگے اوسے خورشید کا منہ خوش نہین آتا
چمن سے ورنہ کیون جاتی رہی وقت سحر شبنم

پیتا ہون یاد دوست مین ہر صبح و شام جام
بے یاد دوست مجکو ہے پینا حرام جام

اے شمع سرکشی نہ کر اتنے فروغ پر
ہے کلبۂ فقیر کا بدر تمام جام

کیون شیخ اسکو منہ نہ لگا دن مین کس لیے
لاتا ہے لب یار کے ہر دم پیام جام

رہتا مثال جام دہن وا تمام عمر
دیتا نہ زخم دل کو اگر التیام جام

جمشید کو تھی مملکت جم ہی ستم
کرتا نہ جلد آن کے گر انتظام جام

سودا تھا وقت نزع کے کلمے کا منتظر
جنبش لبون کی دیکھی تو کرتا تھا جام جام

وہی ہین دن وہی راتین وہی فجر وہی شام
وہی ہے روشنی مہر و مہ جو کچھ تھی مدام

بتا تو دور محبت کا کیا ہوا یا رب
کہ دوستون سے جدا کرکے گردش ایام

ہمین لے آئی ہے شہر غریب جسدن سے
کبھو انھون کیطرف سے نہ نامہ و پیغام

دختر رز سے ہمارا باندھ دے گر تو نکاح
خوب کھلوائین اے ملا تجھے شکرانہ ہم

آبیار کشت ہستی گو نہو اپنا کہ ہین
اشک کے مانند آپھی آب آپھی دانہ ہم

کام نے شمع حرم سے نے چراغ دیر سے
جسجگہ تیری تجلی ہو وہان پروانہ ہم

دوستی کا غیر کے کیا ذکر اس دلمین کہ دوست
آشنائی مین ترے ہین آپ سے بیگانہ ہم

جب تصور بیچ ان زلفون کے جھپکے ہے پلک
کرتے ہین انکو خیال اپنے مین سودا شانہ ہم

عاشق تو نامراد ہین پر اسقدر کہ ہم
دل کو گنوا کے بیٹھ رہے صبر کر کہ ہم

کہتا تھا کل کسو سے کرونگا کسیکو قتل
اتنا تو کشتنی نہین کوئی مگر کہ ہم

دیکھین تو کسکی چشم سے گرتے ہین لخت دل
تو اسطرح سے رو سکے اے ابر تر کہ ہم

بیٹھا نہ کوئی چھانون نہ پایا کسینے پھل
بے برگ و بر نہین کوئی ایسا شجر کہ ہم

قاصد کے ساتھ چلتے ہین یون کہکے میر رشک
دیکھین تو پہلے پہونچے ہے وان نامہ بر کہ ہم

اتنا کہان ہے سوز طلب دل تپنگ کا
رکھتی نہین ہے شمع بھی ایسا جگر کہ ہم

یا تنک ہو نہین ضعیف کہ کہتے ہین میرے عضو
باریک و ناتوان ہے اب اسکی کمر کہ ہم

سودا نہ کہتے تھے کہ کسیکو تو دل نہ دے
رسوا ہوا پھرے ہے تو اب در بدر کہ ہم

خانہ پرور چمن ہین آخر اے صیاد ہم
اتنی رخصت دے کہ ہو لین گل سے ٹک آزاد ہم

خندۂ گل بے نمک فریاد بلبل بے اثر
اس چمن سے آہ جا کر کیا کرین گے یاد ہم

خاکسارون سے موافق کب ہے دنیا کی ہوا
راہ مین تیری گئے جون نقش پا برباد ہم

ذبح تو کرتا ہے ٹک فرصت گلے لگنے کی دے
عید قربان ہے تجھے دے لین مبارکباد ہم

قیس جسدم سے گیا اپنے قدم کے فیض سے
خانۂ زنجیر رکھتے ہین سدا آباد ہم

نہین نکل سکتے اسیری سے تری اے سروقد
طوق قمری کی طرح رکھتے ہین مادر زاد ہم

اے جنون مصرع ترا سودا کی ہے زنجیر پا
قید سے تیری نہین ہو سکتے اب آزاد ہم

اے گل صبا کیطرح پھرے اس چمن مین ہم
پائی نہ بو وفا کی ترے پیرہن مین ہم

شیشے کی طرح دے گئے تئین رو کے تا سحر
خالی کرین ہین بیٹھ تری انجمن مین ہم

سنکے ترکِ عشق میرا ہنسکے یون بولا وہ شوخ
نیل کجرا ہے کہین یار و یقین مجکو نہین

روئے برسون پر نہ پہونچی منزلِ مقصد کو چشم
حامل کشتی ہے دریا ہے کچھ آب جو نہین

خطِ سبز اُسکا سیہ کچھ رو ہوا میرا سپید
خواہش ترک نیاز و ناز دونون کو نہین

مین کہا سودا سے وہ بھی چاہتا ہے تجکو یار
وہ لگا کہنے محبت ہم مین کچھ یکسو نہین

مجھے عاشق نہ بوجھ اپنا جفا کا کب مین حامل ہون
لگا لو ہو شہیدون مین ترے کا ہیکو داخل ہون

جہان پوچھو مجھے جرمِ وفا پر اپنے قائل ہون
مین سر سے تا قدم یار و نیاز تیغِ قاتل ہون

ذبیحان ادا اُسکے تو ہر کوچے مین ہین لیکن
گرہ کا چین پیشانی کے وقتِ ناز بسمل ہون

نہ دانا آبلہ چھپٹ خوشہ چین میرے کیے ہاتھ آوے
جو ہر دم برق کا مورد ہے اس خرمن کا حاصل ہون

خمِ وحدت مین میرا بادہ کیا کیا جوش مارے تھا
فلک کے شیشے مین آکر مین اُس مستی سے غافل ہون

جگہ تجھ بن ہے کیونکر کسکے منہ دکھا سکون
مین عکس اپنے سے آئینے مین کس منہ سے مقابل ہون

مجھے یار و دماغ اب کب ہے گلگشتِ دو عالم کا
قدم رکھنے مین باہر گوشۂ خاطر سے کاہل ہون

بچشمِ کم نہ دیکھ اے شاہ تو میری گدائی کو
مین در سے بے نیازی کے نہ ٹھلنے سے سائل ہون

نصیحت کیون تو کرتا ہے نہین بادہ مین اے ناصح
کہ ملنے سے ملیحون کے نشے اپنے سے مائل ہون

مکرر بخیدہ تو مجکو کہ تیری طبع اے ظالم
اگر جون شیشہ نازک ہے تو سر تا پا مین یکدل ہون

مین عاشق اپنا اور معشوق اپنا آپ ہون پیارے
گہے پروانہ اس مجلس مین گاہے شمعِ محفل ہون

نم فیض آکے مجھ تک ایک عالم نے اٹھایا ہے
نہین سودا مین دریائے سخن پر اسکا ساحل ہون

زبس گلکی معنی میرے عالم مین پھیلی ہے
سخن جس رنگ کا دیکھوگے مین بھی اسمین شامل ہون

کرے ہے عشق کی گرمی سے دل آنند آتش مین
سمندر ساتھ مین رہتا ہے جون خرسند آتش مین

برہ کی آگ سے کیونکر گریزان ہوئین اے ناصح
ازل سے ہم ہین شعلہ کیطرح پابند آتش مین

ہوا آئینہ حیران دیکھکر خال اُسکے عارض پر
کہ یارب کسطرح ٹھہرا ہے یہ اسپند آتش مین

بجھی سینے کی تف ہرگز نہ میری ایکدم یارو
کیا پی پی کے آنسو آب مین ہر چند آتش مین

ترے چہرے کی گرمی شمع کے رخ پر نہین ہرگز
پتنگا بیٹھ کر کھاتا ہے یہ سوگند آتش مین

شرر سے شعلہ شعلہ سے شرر اک پل مین کرتے ہین
بھلا ٹک غور کر دیکھو ہے کیا کیا چھند آتش مین

علی الخصوص تغافل کو میر صاحب کے
کہو نہین کس سے کہ با وصف اتحاد تمام

لکھا نہ پرچۂ کاغذ بھی اتنی مدت مین
کہ بیقرارون کو تا ہووے موجب آرام

کبھو اُنھون کو ہماری بھی الفت سابق
کسیکے ہاتھ جو بھیجے ہے نامہ و پیغام

جو وہ پھرے ہے ادھر سے تو یہ بھی کہتا نہین
کہ مین کہی تھی تری بندگی اُنھونکو سلام

ردیف نون

سوتے مین ترے گھر کی طرف رو نہ کرون مین
تا دو سے ترے ملنے کو یکسو نہ کرون مین

دل دون اُسے تجھسے بھی وفا مین جو زبون ہو
خواہش تری تو گو کہ ہے نیکو نہ کرون مین

دیکھون نہ ترا منھ کبھو اب گلگے مین ہوتے
سنبل کے سوا زلف تری بو نہ کرون مین

نظارہ کرون نرگس شہلا کو شب و روز
پر دید تری نرگس جادو نہ کرون مین

سایہ ہو پڑا سرو کا جس جا کہ چمن مین
وان یاد ترا قامت دلجو نہ کرون مین

عادی ترے کوچے مین جو ہون ہرزہ دوی کے
کیون اسکی عوض سیر چمن خو نہ کرون مین

حسن جا کہ ہلال مہ عید آوے نظر وان
ناخن بدل اپنے ترا ابرو نہ کرون مین

اُٹھتے ہوئے لٹ دیکھون دھوین کی سر شمع
کاکل سے نگہ تیرے سر مو نہ کرون مین

میزان خرد مین جو کرون حسن بتان وزن
تجھ حسن کو پاسنگ ترازو نہ کرون مین

تجھ وحشی نگہ سے جو مین اب آنکھ لگاؤن
دل سنگی کیون اپنی کو آہو نہ کرون مین

اب تجھسے ملون تب کہ کھا کر جو قسم تو
آزردہ کسیطرح سے تجکو نہ کرون مین

ہے دوسریکا شکوہ جو ہر دم مجھے سودا
ہرگز جگہ اُسکی ترے پہلو نہ کرون مین

حسن یکتا مین ترے ہرگز دوئی کو رہ نہین
بلکہ یون سمجھا ہے عالم نے کہ تجسا تو نہین

گر نہین باور تو دیکھ آئینے مین اپنا جمال
عکس گلمین رنگ ہر گل کا کہ گل کی بو نہین

بولنا بھاتا نہین اُسکا جو بے مورد ہو
خوش صدا ہوتی ہے وہ چینی کہ جسمین مو نہین

جب امید وصل ہوتی ہو تو یون ملیے ہے پاس
مختلط انسان سے ہو جس پری کی خو نہین

تیغ کہ سکیئے نہ اُسکو نے کمان و نے ہلال
شے ہے اک ناخن بمثل اُس چشم پر ابرو نہین

شانہ کھولے گا صبا میرے دل صد چاک کا
زلف کی اُسکی گرہ کچھ غنچۂ خوشبو نہین

آیا ہون تازہ دین بحرم شیخنا سن مجھے
پر جانماز سے بھی مقدم بہت ہے یان

سودا الاِس ہے دل کی تسلی کیواسطے
گوشہ سے چشم کی نگہ کم بہت ہی یان

عاشق ترے ہمنے کیے معلوم بہت ہین
ظالم تو ہی دنیا مین ہے مظلوم بہت ہین

گل دیکھے جو سو غنچے نظر آئین ہزارون
خوش ہینگے کم اس باغ مین مغموم بہت ہین

موجود ہے اک آدھ ہی مجھسا سو بُرے حال
تجھ عشق مین جو ہو گئے معدوم بہت ہین

آئینہ جسے کہتے ہین دیدار کا تیرے
محرم تو وہی ایک ہے محروم بہت ہین

جتنے ہین تہ دام فلک سبکو مین دیکھا
آیا نہ ہما ایک نظر بوم بہت ہین

دل چاہے تھا بوسہ کو جو تم سے نہ کہا مین
مت مانگ وہ دینے کے نہین شوم بہت ہین

مجھ جیسے جو خادم کی ہو خدمت سی یقین عار
تو خوش ہو تم مجکو بھی مخدوم بہت ہین

شہرو کے لیے خیل نہ عشاق کے چاہے
دو چار بھی کرنیکے لیے دھوم بہت ہین

مضمون نہین تیرا ساکسی بیت مین سودا
یون شعر تو موزونکے منظوم بہت ہین

جو بزم بیچ تجھے دیکھکر کے ہٹ جاوین
یہ شمع رو جو ہین مانند شمع کٹ جاوین

تو اُس چمن مین ہی گل پر نہین ہین ہم شبنم
وگرنہ رو رو گلے سے ترے لپٹ جاوین

ہزار طرح جو ملیے بتان سے ہو کر شاد
پر اُنکے دل سے یہ ممکن نہین کپٹ جاوین

مرا دل اس صف مژگان سے کب اٹکتا تھا
وہ لے مین کیا کرون طالع ہی جب الٹ جاوین

ہوے غبار نہ سودا جو چھوڑے دامن یار
پر ابکی ہو کے حنا پاؤن سے لپٹ جاوین

کردے ہے مہر بد کین افلاک ایک پل مین
پھر جاسے انکی طینت جون چاک ایک پل مین

تازان نہو تو ہووے گر تجکو شادمانی
کر دے فلک دل خوش غمناک ایک پل مین

اکسیر سے نہین کم مجھ مُنکسر کی صحبت
سونا کرے ہے مس کو یہ خاک ایک پل مین

ورنہ تو دے ہے آتش آفاق کو ہمارا
اکر دے ہے سر چشم نمناک ایک پل مین

دامن کشان چمن سے گذرا ہے کون بلبل
کرتا ہے گل گریبان صد چاک ایک پل مین

کوچے مین یار تیرے مجھ دستم کی برابر
پہونچے جو ہوے قاصد چالاک ایک پل مین

سے ملے جب گرمی نظارہ حسن شعلہ خوبان سے
ہوا سودا کا اس وصلت سے تب پیوند آتشمین

لڑتے ہین کیون نئے مژگان و ابرو یار آپسمین
ادھر خنجر نکلتا ہے ادھر تلوار آپسمین

لگا دل چھینے تو جسگھڑی آئینہ رو یونکا
رہے حیران ترا منھ دیکھ لے خونخوار آپسمین

دل و جان دیدہ صبح و شام تیری راہ تکتے ہین
رہے ہین منتظر پیارے کئی بیمار آپسمین

ہمارے درد کی تدبیر ایسی ہو نہین سکتی
تاسف ہی مرا کرتے ہین یہ غمخوار آپسمین

چکے انصاف حسن و عشق کا تب جسگھڑی پیارے
اکیلے بیٹھکر ہم تم کرین گفتار آپسمین

تری تسبیح کا دشمن نہین ہے دیر مین اپنے
رہے ہے کھینچ ہمکو الفت زنار آپسمین

وہین مارے ہے سنگ تفرقہ سودا کو یہ ظالم
اگر بیٹھے ہوے دیکھے فلک دو چار آپسمین

قیس کی آوارگی ہے دلمین سمجھو تو کہون
ورنہ لیلی ہے ہر اک محمل مین سمجھو تو کہون

چشم کم سے خلق کو آپس مین مت دیکھا کرو
زور ہی چمکا ہے مشت گل مین سمجھو تو کہون

میکدہ اور کعبہ مین کیا ہی تفاوت شیخ جی
شیشہ ہی پتھر کی ہر اک سل مین سمجھو تو کہون

ناصحو کیفیت اُن آنکھون کی کیا پوچھو ہو تم
مجھ سا عاشق ہو گیا اک پل مین سمجھو تو کہون

جلتے ہو عیش تم دنیا مین جسکو سو نہین
عیش ہے دنیا کی جو محفل مین سمجھو تو کہون

کرتے ہو ہر دم جو وصف چشمہ آب حیات
آب ہے جو خنجر قاتل مین سمجھو تو کہون

تم جو پوچھو ہو پھڑک دل ہی کا سودا سے سواد
جو تڑپ کا ہے مزا بسمل مین سمجھو تو کہون

خوبو نہین دلدہی کی روش کم بہت ہے یان
خواہان جان جاہو تو عالم بہت ہے یان

غافل نہ رہ تو اہل تواضع کے حال سے
تیغ و کمان کیطرح خم و چم بہت ہی یان

چشم ہوس اٹھالے تماشے سے جون حباب
نادیدنی کا دید بس اک دم بہت ہے یان

خون جگر یا دم دبو زینہ ہے بکاؤ
صورت معاش خلق کی برہم بہت ہی یان

آنکھو نہین دو ان اُس آئینہ رو کو جگہ دلے
بکا کرے ہے بسکہ یہ کم کم بہت ہی یان

کہتا ہی حال ماضی و مستقبل ایک ایک
جام جہان نما تو نہین جم بہت ہے یان

دیکھا جو باغ دہر تو مانند صبح و گل
کم فرصتی ملاپ کی باہم بہت ہے یان

عشق فولاد مرا حسن ترا مقناطیس
چھوڑیگا اسکی کشش کا نہ یہ آہن دامن

داغ دل پر ہے مرے دم ہی یہ صورت سودا
جیسے چھپکے ہے کوئی بر در گلخن دامن

بلبل تصویر ہون جون نقش دیوار چمن
نے قفس سے کام کا ہرگز نہ درکار چمن

کیا گلا صیاد سے ہمکو یونہین گذرے ہے عمر
اب اسیر دام ہین تب تھے گرفتار چمن

نوک سے کانٹون کے ٹپکے ہی لہو اے باغبان
کس دل آزردہ کے دامن کش ہین یہ خار چمن

زخم پر ہر گل کے چھڑکے صبح محشر کا نمک
سیکھے گر تجھسے تو رونا شبنم زار چمن

لخت دل گرتے خزامین جیسے برگ ای عندلیب
ہم اگر ہوتے تری جا گہ گرفتار چمن

فصل گل جاتی ہی سودا دیکھ لے نرگس کو ٹک
باغ مین مہمان کوئی دن ہی یہ بیمار چمن

سمجھ کے باندھا تھا آشیان ہم رہیگا آب و تاب گلشن
یہی کہ غنچہ نے آنکھ کھولی خیال گل تھا نہ خواب گلشن

نگاہ بھر بھر کے تو جو دیکھے ہے لا سکیگا یہ تاب گلشن
مجھے ہی دم کا کہ یہ نچادے چمن سے ہرگز شراب گلشن

طرف ہو نقشے سے تیرے منہ کے یہی تو پایا نہ باغ رنگ
بہار رسوا خفیف نرگس ذلیل سنبل خراب گلشن

بہار آئی تو آؤ اس سے خوشی نہین ہے کچھ اپنے دلکو
فسردہ خاطر جو ہوے انکو ہے فصل گل مین عذاب گلشن

نہ میل دانہ پہ بلبلونکو نہ خوش کرے ہین نہال پانی
پھپھوند کر دیتا ہے عمر اپنی کو آج تجھ بن جواب گلشن

کرے ہے ترغیب مجکو سودا عبث تو گلگشت کی ہمیشہ
بھانین تجھسے ہی میرزا ڈھنگے سیر کرنے کا باب گلشن

ابھی جو صحن چمن مین جاکر کوا چھاتی کے کھولدیجے
جگر کے داغونکو عاشقونکے لگے ہی دینے حساب گلشن

چپتی آنکھون مین تجھے رات کرون یا نہ کرون
حق خدمت بھی کچھ اثبات کرون یا نہ کرون

آج تو مل گئے تنہا یہ کہو تو بارے
اب نہ ملنے کی مکافات کرون یا نہ کرون

خون مرا تو ہی نہ بیچا غم دل کو بھی چھوڑ
بیچ مین اسکی بھی مدارات کرون یا نہ کرون

گھر مین آنے سے کیا منع تو یہ بھی سیکھیے
راہ کوچے کی ملاقات کرون یا نہ کرون

شیخ کہتا ہے مریدون سے جو تم سے احمق
ہون تو اظہار کرامات کرون یا نہ کرون

زہد کو چاہیے ہے زور تو عصیان کو زر
مین بھی یون ہی بسر اوقات کرون یا نہ کرون

دل سے لب تک سخن آتے تجھے سودا سو بار
مصلحت یار سے ہی بات کرون یا نہ کرون

زاہد نے پی ہے سودا چھپ چھپ شراب اُسکی
مسواک گاڑ دین تو ہو تاک ایک پل مین

یار آزردہ ہوا رات جو مے نوشی مین
کیا ہوا ہم سے خدا جانیے بیہوشی مین

رکھیا ہے مہ نو عید کا کسکے پیارے
کھول کر ہاتھ تمنائے ہم آغوشی مین

آئینہ کو ہے بڑا فقر سے لینا کہ جسے
تیرے دیدار کی دولت ہے نمد پوشی مین

بات آوے نہ تو چپ رہ کہ گمان کے نزدیک
سو طرح کا ہے سخن پردۂ خاموشی مین

درد دل مرغ چمن کا تو کہے ہے شبنم
رو دیا رات کو تین گل کی جو سرگوشی مین

بھولنا ہم کو نہین شرط مروت کہ ہمین
یاد تیری ہے دو عالم کی فراموشی مین

مین تو سمجھون کہ قیامت کو ہوا ہے سودا
قامت یار سے بخشے جو وہ ہم دوشی مین

پوچھ کر چشم کرین ہم جو فشار دامن
باج خواہان ہو رگ ابر سے تار دامن

صندل جیب نہ نکلی کچھ بدر و مادر کے
ہم تو ہین روز تولد سے غبار دامن

پوچھتا کیا ہے کہ تو کون ہے اک ہم بھی ہین
خاک راہ بت بے رحم و نثار دامن

غیر سے تجھکو جو صحبت ہے تو ہو کیا کیجئے
کونسا گل ہے کہ رکھتا نہین خار دامن

آتش عشق جو ذرہ ہو کسی دلمین تو پھر
کرتی ہے جنبش مژگان تری کار دامن

اشک گلرنگ سے ہون غم مین ترے باغ بہار
نالۂ بلبل ہے چمن نقش و نگار دامن

موسم گل ہے نکل شہر سے اب لے سودا
دیکھ کہسار کی تین جا کے بہار دامن

شکل گل ہمنے تمام اپنا کیا تن دامن
یاد کر تجھکو بھرا خون سے یہ گلشن دامن

دل کسیکا نہ کسی سے چھٹے یارب کہ بہم
سیتے دیکھا نہ محبت کا بسوزن دامن

بوئے گل باد صبا کوچے کو کس کے یارب
دوڑین ہین دونون ہم باندھ کے دامن دامن

تھمتا دیر کے سجدہ سے نہ کر منع مجھے
چھوڑے کب بت کی پرستش کا برہمن دامن

پہونچے ناصح کا ہمارے نہ گریبان تک ہاتھ
عشق کا چھوڑ دے جو یہ دل دشمن دامن

کہا زاہد نے مجھے دختر رز گھر مین نہ رکھ
پاک زنہار نہین رکھتی ہے یہ زن دامن

چھوڑ دیتا کو کہ اس مادر بے مہر کا آب
پھر لگا کبھی تہین تھانے ہوئے کو دن دامن

اذان کا شور بھی کیا کم ہے ہاو ہوے مستان کے
جو غوغا طاق مسجد مین ہے وہ ہی غل ہے شیشے مین

بغیر از مے جہان کے باغ مین کیا سیر حاصل
یقین تو جان سودا حسن ہر اک گل ہے شیشے مین

غم کی مے ہمنے جو شب دی لگے بھری شیشے مین
شور قلقل ہے اب آہ سحری شیشے مین

آشنا مفت نہین دل سے خیال رخ یار
اتری ہے لاکھ فسون سے یہ پری شیشے مین

راز دل فاش کیا مے نے مرا ساقی پر
کچھ نہ دیکھا مین بجز پردہ دری شیشے مین

مست پرواز ہوا ہے نالہ مرے دل سے کہ ہے
طائر نشہ کو بے بال و پری شیشے مین

طرفہ صحبت ہے کہ ساقی تو یہ کہہ کر دے جام
ہے خبر شرط کہ آتش ہے بھری شیشے مین

تشنگی اپنی یہ چاہے ہے کہ ایسا بھر دے
نہ رہے خم ہی مین قطرہ نہ ذری شیشے مین

یار کا دل مین ہمارے ہے خیال اے رفتار
ہم سمجھتے ہین اسے کبک دری شیشے مین

بادہ جس روز کہ ساقی ازل بانٹے تھا
نظر ایدھر جو پڑی آگ بھری شیشے مین

دلمین جس رنگ سے سودا کے گذرتی ہے لہر
موج مے کر نہ سکے جلوہ گری شیشے مین

خانۂ دل کہ ہو خون ہونیکا آئین جسمین
ہے وہ اک بیت کہ سو معنی رنگین جسمین

وہ خط اس روے کتابی پہ بہم پہونچا ہے
سیکڑون مشق ستم کے ہین مضامین جسمین

ہے وہی گردن عشاق کہ جز تیغ جفا
ہو حمائل نہ کبھو دست نگارین جسمین

صاف طینت سے نہ خوبونکے ہو خاطر پہ غبار
زشت رو کا ہے دل آئینے سے ہو کین جسمین

ہجر اور وصل سے کچھ کام نہین ہے مجکو
بات وہ کیجے کہ ٹک دل کو ہو تسکین جسمین

عمر وہ روزہ بھی عشرہ ہے محرم کا سا
کہ دل اپنے کو سدا پاؤن ہون غمگین جسمین

کار فرما جو ہمین پوچھے تو کیا دینگے جواب
وہ کیا کام نہ دنیا ہوے نے دین جسمین

لطف کیا رکھے ہے اس باغ کی سیر اے سودا
شاخ پر دیکھنے دے گل کو نہ گلچین جسمین

تجھ بن چمن ہر خس و ہر خار پریشان
حیران ہے نرگس گل و گلزار پریشان

سنبل سے صبا کسکی لے آئی یہ قفس کو
ہے زمزمہ مرغ گرفتار پریشان

کیا چیز دل اسکا ہے جو ملنے کی ہو رخصت
کر دیجیے جمعیت کہسار پریشان

کیون مین تسکین دل اے یار کرون یا نکرون
نالہ جا کر پس دیوار کرون یا نہ کرون

سُنلے اکبات مری تو کہ رمق ہے باقی
پھر سخن تجھسے ستمگار کرون یا نہ کرون

ناصحا اُٹھ مری بالین سے کہ دم رکتا ہے
نلے لعل کھول کے دو چار کرون یا نہ کرون

سخت مشکل ہے کہ ہر بات کنایہ سمجھو
ہے زبان میرے بھی گفتار کرون یا نہ کرون

خواب شیرین مین ہو اور دل ہو مرا مائل شوق
جی دھڑکتا ہے کہ بیدار کرون یا نہ کرون

موسم گل ہی مین صیاد سے جا کر یارو
ذکر مرغان گرفتار کرون یا نہ کرون

حال باطن کا نمایان ہے مرے ظاہر سے
مین زبان اپنی سے اظہار کرون یا نہ کرون

عہد تھا تجھسے کہ پھر عمر وفا کرے گا
ان سلوکون پہ جفا کار کرون یا نکرون

کوچۂ یار کو مین رشک چمن اے سودا
جا کے باد یدۂ خونبار کرون یا نہ کرون

چمن کا لطف سیر اور رونق محفل ہی شیشے مین
پہونچ ساقی کہ اپنے دوستونکا دل ہی شیشے مین

بمعنی آشنا مینا ے مے ہے پر زخاموشی
برائے ہرزہ گو گفتار لاطائل ہی شیشے مین

تڑپتی ہے یہ خونِ دل مین ظالم آرزو میری
کہون کیا تجھسے مین گویا وہ اک بسمل ہی شیشے مین

پیے جس مے کو تو اے یار بزم غیر مین جا کر
تو پھر اُس مے کا ہر قطرہ مرا قاتل ہی شیشے مین

طلب ان دو سے کب ہے ایک کی بھی بادہ خوارونکو
ہوا ے ابر و فصل گل کی مے سائل ہی شیشے مین

ہمارا مصطبہ کیا کم ہو زاہد تیری مسجد سے
کہ یان بھی جا بجا قلقل سے مے سدا شاغل ہی شیشے مین

اگر بیٹھے ہو تیرے دلمین آ کر جو پر اے زاہد
تو یان بھی دختر رز سی پری داخل ہی شیشے مین

جہان میخانہ مین دیکھو شکست اس جا ہی مینا پر
نہین معلوم پھر کس سنگدل کا دل ہی شیشے مین

کہاتا ہے تو اے سودا غلام ساقی کوثر
جو دولت دین و دنیا کی تجھے حاصل ہی شیشے مین

اسی کو چھپا کہیے جو یہ قلقل ہے شیشے مین
مے گلرنگ بھی ساقی عجب بلبل ہی شیشے مین

جو کچھ دیکھا تو چاہے دیکھ لے دو قطرہ مے پیکر
بسان جام جم احوال جزو کل ہے شیشے مین

لپٹ کر کسکی زلفون سے صبا سوے چمن گذری
گلاب آ کر تو ٹک سونگھو بوے سنبل ہے شیشے مین

کتھے بالونکو خوبان ہو کے کیفی کھولدیتے ہین
نظر کر ٹک پریشانی سدا کاکل ہی شیشے مین

دو عالم کا تماشا جسکے اک جرعہ سے ہم دیکھا
وہ نور چشم بینا کور آ گے مل ہے شیشے مین

مجھسے الفت جو نہون انکو ہو باور وعدہ
تیری قسمونکی عوض ہم تو قسم رکھتے ہین

جتنے ہین زیر فلک عاشق شیدا معشوق
چھاتی پر اپنی یہ سب داغ بہم رکھتے ہین

جسکا مولا ہے علی ہر دو جہان مین سودا
وہ نہین دل مین کسیطرح کا غم رکھتے ہین

وے صورتین الٰہی کس ملک بستیان ہین
اب دیکھنے کو جنکے آنکھین ترستیان ہین

آیا تھا کیون عدم سے کیا کر چلا جہان مین
یہ مرگ و زیست تجھ بن آپس مین ہنستیان ہین

کیونکر نہو مشبک شیشہ سا دل ہمارا
اُس شوخ کی نگاہین پتھر مین دھنستیان ہین

برسات کا تو موسم کب کا نکل گیا پر
مژگان کی یہ گھٹائین اب تک برستیان ہین

لیتے ہین چھین کر دل عاشق کا پل مین دیکھو
خوبان کی عاشقون پر کیا پیش دستیان ہین

اسواسطے کہ ہین یہ وحشی نکل نہ جاوین
آنکھونکو میرے مژگان ڈورونسے کستیان ہین

قیمت مین اُنکے گو ہم دو جگ کو دے چکے اب
اُس یار کی نگاہین تسپر بھی سستیان ہین

جب مین کہا یہ اُس سے سودا سے اپنے ملکے
اس سال تو ہے ساقی اور مے پرستیان ہین

اُن نے کہا یہ مجھسے اب چھوڑ دختر رز کو
پیری مین اے دوانے یہ کون مستیان ہین

لخت جگر آنکھون سے ہر آن نکلتے ہین
یہ دل سے محبت کے ارمان نکلتے ہین

تجھ تیر نگہ کے ہے کشتون کا جہان مدفن
سینے کی جگہ ان سے پیکان نکلتے ہین

سر خاک گریبان چاک آغشتہ بخون دامن
کیا گھر سے ترے عاشق باشان نکلتے ہین

یہ خوبرو اے یارو کیا بطن سے مادر کے
لے قتل کا عاشق کے فرمان نکلتے ہین

کسطرح کہو عالم آسودہ ہو روزی سے
دن رات مین اُس گھر سے دو خوان نکلتے ہین

موتی تو صدف مین سے نکلے ہین سمندر کے
بحرین سے عاشق کی مرجان نکلتے ہین

مجھ دل سے تری الفت مشکل ہی سے جاویگی
چشمون سے میان جی کچھ آسان نکلتے ہین

زاہد کی زبان سے یون حرف لگے مریدونکے
حق مین خلف اپنے کے ہر آن نکلتے ہین

جو بات یہ کرتا ہے تم غور کرو یارو
کچھ کشف کے آئین سے عنوان نکلتے ہین

اور اُنکی جو سیج دیکھو یون گھر سے وہ نکلین ہین
جو رات کے رہنے کے مہمان نکلتے ہین

اک بیجی کی پیچ اکثر جون ہار گلے ہین ہین
مستی کی جمع رنگین کھایان نکلتے ہین

گہ کفر کا مائل ہے یہ دل گہ سوے اسلام
ہے در طلب سبحہ و زنار پریشان

اس جنس کا انسان ہو تو پیارے کہ مجھے دیکھ
یوسف کی ہو جمعیت بازار پریشان

مین راز دل اسواسطے کرتا نہین اظہار
تا غم نہ کرے خاطر دلدار پریشان

اختر نہ سمجھیو یہ مری آہ شرربار
ہوتی ہے فلک پر شب تار پریشان

دی نازنے رخصت نہ نکل ایدھر جو وہ دیکھے
اسیر کہ سدا ہے نظر یار پریشان

ہوش اور حواس اپنے عمل سے ترے سودا
کرتا ہے نویسندۂ کردار پریشان

گدا دست اہل کرم دیکھتے ہین
ہم اپنا ہی دم اور قدم دیکھتے ہین

نہ دیکھا جو کچھ جام مین جم نے اپنے
سو اک قطرۂ مے مین ہم دیکھتے ہین

یہ رنجش مین ہمکو ہے بے اختیاری
تجھے تیری کھا کر قسم دیکھتے ہین

غرض کفر سے کچھ نہ دین سے ہے مطلب
تماشاے دیر و حرم دیکھتے ہین

حباب لب جو ہین اے باغبان ہم
چمن کو ترے کوئی دم دیکھتے ہین

نوشتے کو میرے مٹاتے ہین رو رو
ملائک جو لوح و قلم دیکھتے ہین

مٹا جائے ہے حرف حرف آنسوؤن سے
جو نامہ اسے کر رقم دیکھتے ہین

اگر سے نہین کام سنبل کے ہمکو
کسی زلف کا پیچ و خم دیکھتے ہین

خدا دشمنون کو نہ وہ کچھ دکھا دے
جو کچھ دوست اپنے سے ہم دیکھتے ہین

ستم سے کیا تو نے ہمکو یہ خوگر
کرم سے ترے ہم ستم دیکھتے ہین

مگر تجھسے رنجیدہ خاطر ہے سودا
اسے تیرے کوچے مین کم دیکھتے ہین

کشور عشق مین وہ مرد قدم رکھتے ہین
نالہ و آہ کا جو طبل و علم رکھتے ہین

برہمن آج جو نازان ہے بتون پر اپنے
کیا مجال انکی وہ میرا سا صنم رکھتے ہین

لاکھ شمشیر برابر کرے کوئی لیکن
تیرے ابرو تو نرالے خم و چم رکھتے ہین

مفلسونکو نہین دنیا مین کسیکا خطرہ
خوف ہے انکو کہ جو دام و درم رکھتے ہین

ایک اس شوخ کے دلمین نہین آتا ہے رحم
ورنہ ہمسون پہ سبھی لطف و کرم رکھتے ہین

کوئی پوچھے تو بتون سے ہوا کیا مجھسے گناہ
اتنا کیون مجھپہ روا جور و ستم رکھتے ہین

لاتا ہے بزم مین وہ سخن بر زبان زبون
سر جس سے ہو بخدمت فرزانگان نگون

دنیا نہ لے سکے ہے نہ دین مجھسے دل مرا
میدان سے لیگئے ہین یہ گو دلبران برون

سنتا نہین کسیکا کوئی درد دل کہین
اب تجھ سوا مین جاکے خدایا کہان کہون

جون گل نہین سمے تازہ جنون یان کہ از عدم
لایا مین شکل غنچہ گریبان دران درون

وعدے کو وصل کے یہ بڑھایا کہ ہو گیا
اسکے تلے فلک کے قد دلستان ستون

ایسے کو دل دیا ہے کہ کہنے کو مسترد
پھرتا ہون گرد اُسکے مین زاری کنان کنون

یوسف کے غم مین روتے تھا یعقوب جسطرح
تجھ غم مین چاہتا ہے میرا ہر روان ودون

دل عاشق غریب سے لے شکل آسیا
چلے ہے یون ہر ایک زنگین دلان دون

ناصح کہے تھا راست کہ بد ہین یہ خوبرو
حاشا نہ بازی عشق کی پھر با بدان بدون

سودا سخن کو جامی کے مین سمین کر نصب
مشہور اس غزل کو کران تا کران کرون

اسکا یہ گھر ہے مجھ سے لئے اختر مرا بچرخ
نیکان نمودہ میل بہ نیکان بدان بدون

عقل اُس نادان مین کیا تیرا جو دیوانہ نہین
نور پر تیرے مگس ہے وہ جو پروانہ نہین

اپنی توبہ زاہدا جز حرف رندانہ نہین
خم ہو یان تو احتیاج جام و پیمانہ نہین

خال زیر زلف پر مت جی چلا ای مرغ دل
مان میرا بھی کہا یہ دام بے دانہ نہین

اپنے کعبہ کی بزرگی شیخ جو چاہے سو کر
از روے تاریخ تو بیش از صنم خانہ نہین

کر ہے گوش فہم اپنا ورنہ یون کہتا ہے جغد
تھی نہ آبادی جہان ایسا تو ویرانہ نہین

باغبان مت دور کر گلشن سے تو مجکو کہ ہے
آشناے رنگ گل یہ سبزہ بیگانہ نہین

صبح دیکھا تھا جو کچھ وہ کم نہین ہے خواب سے
ذکر اُسکا شام ہو تو بیش از افسانہ نہین

بے تجلی طور کے کس سے یہ دل گرمی کرے
جل نہ بجھے ہر شمع پر اپنا وہ پروانہ نہین

زاہدا کنگھی کی مت کر فکر آئینہ تو دیکھ
جین چھٹ جاوے کی اور اُس ریش کا شانہ نہین

ہاے کس ساقی نے پٹکا اسطرح مینائے دل
ہو جہان ریزہ نہ اسکا کوئی میخانہ نہین

سنکے ناصح کا سخن مجنون نے سودا یون کہا
ایسے احمق سے مخاطب ہون مین دیوانہ نہین

آپکو تو گو سمجھتا ہے کہ وہ دانا نہین
حق بجانب ہے ترے تین اسکو پہچانا نہین

مین کیا کہون اے یار دلنے مین نہین آتا
جو گھورنے والے ہین دیکھ آنکھو اس برن سے
جس جھمکی سے ہر اک جادہ آن نکلتے ہین
ہر کوچے سے ہونیکو قربان نکلتے ہین

کہتا ہے یہ تب سودا لاحول ولا قوت،
ولیون کے بھی نطفے سے شیطان نکلتے ہین

مست سحر و تو بہ کن شام کا ہون مین
بندہ کہو خادم کہو جیسا کر کہو مجھ کون
خدمت مین مجھے عشق کے ہے دل سے ارادت
اک روز حلال اسکو بھی مین کرکے نکھایا
نے فکر ہے دنیا کی نہ دین کا ستلاشی
یکرنگ ہون آتی نہین خوش مجکو دورنگی
مطلوب عاشق مین نہین اپنے کسو کی
بندہ ہے خدا کا تو یقین کر کہ بتان کا
قاضی کی گرفتاری اعلام کا ہون مین
جو کچھ کہو سو ساقی گلفام کا ہون مین
نے معتقد کفر نہ اسلام کا ہون مین
نوکر جو خرابات مین دو جام کا ہون مین
اس ہستی موہوم مین کس کام کا ہون مین
منکر سخن و شعر مین ایہام کا ہون مین
طالب لب محبوب کے دشنام کا ہون مین
بندہ بجہان بے زر و بیدام کا ہون مین

ہے شیشۂ مے عینک پیری مجھے سودا
نظارہ کن اب شیب کے ایام کا ہون مین

زندگی محبوب کیا کیا اسمین ہین محبوبیان
نامۂ پیچیدہ کو جون شمع وہ دیتا ہے آگ
رکھتی ہے چشم محبت کیا ہی یار و فیض حسن
آہ و نالہ سے مرے ساتون فلک سے تا بعرش
عشق یا پیغمبر وقت اسکو یارو کیا کہون
حسن بالادست سیر اکیا مہ عاشور ہے
تھین مری آنکھین الٰہی یا کہ طوفان تنور
زیب و زینت کا مین دنیا کی نہین پاتا گناہ
حسن کے دعوے سے ہے وہ منکسف منخسف
بیوفائی نے پرسکی دین مثاسب خوبیان
کسطرح اسپر کھلین باتین مری مکتوبیان
جسکے نظرونمین بہ از یوسف ہون بد اسلوبیان
ہوتے ہین ہنسہ بگوش ارب روز و شب کروبیان
دل تو اتو بی ہوا آنکھین ہوئین یعقوبیان
تیرے کوچے مین سدا رہتی ہین سینہ کوبیان
ساتھ اپنے یہ جو اک عالم کو لیکر ڈوبیان
زائل عزت ہین اپنی طبع کی مرغوبیان
مہر و مہ دونون کو اسکے رو سے ہین محجوبیان

ترک کر سودا ہنر کو اب ہنر رکھتا ہے عیب
ہوگئین خلقت کی نظرونمین ہنر معیوبیان

اچھا ہوے موتا تری شیرین سخنی سے
سودا دم عیسیٰ ہے تری نالے قلم مین

جب لبون پہ یار کے مستی کی دھڑیان دیکھیان
جون زحل کی ساعتین اس دل پہ کڑیان دیکھیان

عشق دولھا کے پھر سر سہرا کہ تار اشک سے
موتیونکی عاشقونکے منہ پہ لڑیان دیکھیان

داغ چیچک کے سے تبلاتے تھے آتش بے تیز
پھنیان سی ہمنے اس مکھڑے پہ چڑیان دیکھیان

دیکھ لو اس شوخ کی زلفونکو سر سے تا بپا
حسن کے پانون پہ زنجیرین جو پڑیان دیکھیان

عہد مین تجھ حسن کے مارین ہین انکو جو ب گل
پھولونکی جن پر کبھو چھوتی نہ چھڑیان دیکھیان

کیونکے دل اپنا مکدر زندگی سے اب نہو
صورتین کیا کیا زمین پر ہمنے گڑیان دیکھیان

جب سے وعدہ تونے سودا اسے کیا ہی وصل کا،
اٹھ پہر اسکے تئین گنتے ہی گھڑیان دیکھیان

خاک و خون مین صورتین کیا کیا نہ رلیان دیکھیان
اے فلک باتین تری کوئی نہ بھلیان دیکھیان

وہ رہا دست تاسف کے تئین ملتا ہوا
جن نے وہ انکھیان خمار آلودہ لیان دیکھیان

ہاے جسدن سے گیا ہو کر خفا وہ تند خو
غنچۂ دل کی کھلی پھر مین نکلیان دیکھیان

کسکے گھر مین چھپ گیا اے شوخ تو کیا جانیے
ہمنے سارے شہر کی دن رات گلیان دیکھیان

آہ اپنی مین نمرد ڈھونڈھتے پھرے سودا تو کیا،
بید مجنون کی نہ شاخین ہمنے پھلیان دیکھیان

اتنا ستم نہ کیجے مری جان جان جان
یکسان نہین رہیگا ترا مان مان مان

آئینہ ٹک تو دیکھ کہ خالق نے خاک کو
کیا کیا بنائی صورت انسان سان سان

گذرا ہے تو چمن سے کہ جلے ترا نہ آج
کھینچے ہے آہ مرغ گلستان تان تان

دشنام دیکے ہاے نہ وہ بھرکا کھینچنا
چبھتی ہے سیر سے دلمین وہی آن آن آن

پوچھا کسی نے مارا تو سودا کو کس لیئے
بولا مجھے وہ گھورے تھا ہر آن آن آن

غیر کے پاس یہ اپنا ہی گمان ہے کہ نہین
جلوہ گر یار مرا ورنہ کہان ہے کہ نہین

مہر ہر ذرہ مین مجھکو ہی نظر آتا ہے
تم بھی ٹک دیکھو کہ صاحب نظران ہے کہ نہین

پاس ناموس مجھے عشق کا ہے اے بلبل
ورنہ یان کونسا انداز فغان ہے کہ نہین

گر کہوں میں حال اپنا سنکے غافل ہو دو چند
درد دل میرا تو اسکو بیش از افسانا نہیں

عشق کے کوچے میں اپنا مت قدم رکھ بوالہوس
گر تجھے منظور داں سر سے گذر جانا نہیں

زلف میں شانہ کو دی جاگہ تو اسکا کیا گناہ
یہ دل صد چاک بھی تو کچھ کم از شانا نہیں

پھل نکوئی کا تو لیتا جا اگر لیجا سکے
پھر پھر اس گلشن میں اے نادان تجھے آنا نہیں

سنگ سے بیت الحرم کی شیخ اٹھائے ہے بنا
آئنہ دل کا مجھے اس گھر میں ٹھہلانا نہیں

ناصحا بالیں سے میرے اٹھ خدا کے واسطے
جان کھانی اسکو کہتے ہیں یہ سمجھانا نہیں

وعدہ کوثر پہ واعظ کیجیے ترک جام مے
نقد کو نسیہ پہ کھونا کار فرزانا نہیں

شیشۂ دل سی کوئی دیتا ہے چیز اس شوخ کو
اب غرض سودا سا دنیا بیچ مستانہ نہیں

تیرے پہلو سے جو مجلس میں ہٹے جاتے ہیں
شمع رو نظروں میں جوں سایہ گھٹے جاتے ہیں

جنکے دامن تھے نمازی سو ترے کوچے میں
آکے خرقو نکے گریبان پھٹے جاتے ہیں

کھینچ کر تیغ مگر چرخ پڑا ہے پیچھے
رات دن زیست کے جو جلد کٹے جاتے ہیں

زخم دل قابل مرہم نہ رہا جب کیوں یار
رشتے سینے کو تب الفت سے بٹے جاتے ہیں

گوسوارونکی کہاں تاب ہے اُن کانونکو
گوش گل جب دُر شبنم سے پھٹے جاتے ہیں

خار رہتے نظر آتے ہیں بگلزار جہان
گل جنھیں کہیے سو وہ گل سی چھٹے جاتے ہیں

ابر مژگان کو ترے دیکھ لے ترلے سودا
چل ہر اک نالے پہ صحرا میں پٹے جاتے ہیں

کو سونکا نہیں فرق وجود اور عدم میں
قصہ ہے تمام آمد و شد کا دو قدم میں

کیا جام نہانے سے ہوا سود جو یارو
طاقت نہ ہے عشق کے پینے کی بھی جم میں

کچھ ہرزہ دوی سے نہیں کم عزم حرم شیخ
وے خرقہ و دستار مغ بیٹھ جا ہم میں

ہم ساقی قسمت سے بہر شکل ہیں راضی
یاں فرق نہیں ذائقہ کو شربت و سم میں

کب چشمے کے پانی سے پھلے تخم محبت
ہاں ابر مژہ آب دے اس کشت الم میں

ہے جام سے عیش مجھے دیدۂ پر آب
میں نشو و نما پائی سو میخانۂ غم میں

بہکے لگا تو سنکر سخن شیخ و برہمن
رہتا ہے کوئی دیر میں اور کوئی حرم میں

موجب یہ تہیدستی کا اپنے کہ کسو کے
کچھ رہتہ نہ دیکھا میں کبھو دست کرم میں

چمن زمانہ کا مین بیان کرون کیا ہی رسم انس و جان
کوئی گل تباہ تجھے یہان مرے خونکی جبین کہ بو نہین

ہی عجب طرح کی یہ آب رخ کسے تاب ہودے جواب رخ
اٹھی جیسے تیری نقاب رخ مہ و خور کے منہ پہ لہو نہین

مری پاے خم تلے سنکے جا نہین منصفی تو کہے برا
ترے سر اوپر بھی تو نا ہوا یہ عمامہ کم ز سبو نہین

کرون توبہ بادہ سے مین اگر نہو پھر شکست اسے شیخ جز
تو اب اس سخن کو یقین کر مری توبہ بہتر از وضو نہین

کہے سودا سی کوئی تجکو ہم سبھی فن مین باتین ہین بیش و کم
تجھے تجھ مین دیکھا ہوا یکدم مرے مہربان سو کبھو نہین

پیارے تمھارا پیار کسی انسان پر نہین
لیکن ہزار شکر کہ اک آن پر نہین

تنہا کہین بٹھا کے تجھے آج ایک بات
دل چاہتا ہے کہیے مری جان پر نہین

کر بیٹھنا ہر ایک کسی سے قبول عشق
زیبا تمھارے حسن کی یہ شان پر نہین

سودا دہ کونسا ہے بھلا اس چمن مین گل
ٹکڑے جگر کے جسکے گریبان پر نہین

موسم گل ہے ولے کچھ یہ دل اب شاد نہین
تاب پرواز نہین طاقت فریاد نہین

آہ اس دل نے تجا ننگ و حیا کو ورنہ
کیا کیا باتین ہین تمھاری کہ ہمین یاد نہین

ڈرتے ڈرتے جو ترے کوچے مین آجاتا ہون
صید خائف کی طرح رو بقفا جاتا ہون

گرچہ طاقت نہین لیکن بخدا جاتا ہون،
اتنی رنجش کا سبب کیا ہی کہا جاتا ہون

کیون مجھے گھر سے نکالے ہی کہ اب تجکو دیکھ
آپ سے مین تو مری جان چلا جاتا ہون

ہون مین جون نالۂ زنجیر صدا پا بر کاب
چاہیے سلسلہ جنبان ہے چلا جاتا ہون

نہ تلطف نہ محبت نہ مروت نہ وفا
سادگی دیکھ کہ اسپر بھی ملا جاتا ہون

ناتوان مرغ ہون مین اے رفقاے پرواز
اتنا آگے نہ بڑھو تم کہ رہا جاتا ہون

طائر رنگ حنا کی نمط اب اے صیاد
ہون تو مین ہاتھ مین تیرے پہ اڑا جاتا ہون

کوئی تعمیر کی میری نہین درپے ہیہات
شکل دیوار خرابے کی مین ڈھا جاتا ہون

فکر موزون نہین کرنیکو گرفتار مرے
ہو نہین مضمون تری بات تو مین بندھا جاتا ہون

سوچون ہون اپنے تئین جون سخن رفتہ زیاد
گاہ بیگاہ اگر آپ مین آجاتا ہون

گرم جوشی نہ کرو مجھسے کہ مانند چنار
اپنی ہی آگ مین مین آپ جلا جاتا ہون

ہو نہین وہ وحشی رم خوردہ کہ تا دشت عدم
بات کھڑکے ہے تو مانند صدا جاتا ہون

دل کے ٹکڑون کو بغل بیچ لئے پھرتا ہون
کچھ علاج انکا بھی اے شیشہ گران ہی کہ نہین

آگے شمشیر تمھاری کے جھکالی یہ گردن
مو سے باریک ترلے خوش کمران ہی کہ نہین

جرم ہی اسکی جفا کا کہ وفا کی تقصیر
کوئی تو بولو میان منہ مین زبان ہی کہ نہین

پوچھا اک روز مین سودا سے کہ ای آوارہ
تیرے رہنے کا معین بھی مکان ہی کہ نہین

یک بیک ہوکے برآشفتہ لگا یون کہنے
کچھ تجھے عقل سے بہرہ بھی میان ہی کہ نہین

دلکو جنگل سے ہی تعلق یہ مکان کیا جانے
عدم و ہستی انھون کے گمان ہی کہ نہین

دیکھا مین قصر فریدون کے در اوپر اک شخص
حلقہ زن ہوکے پکارا کوئی یان ہے کہ نہین

اسباب جہان کے کچھ اب پاس گو نہین
یہ فکر تو نہین کہ یہ ہے اور وہ نہین

گو منتظر دعا کا ہمارے ہی اب قبول
دست و دہن پسارے اپنی یہ خو نہین

آنکھین تو ایسی خلق نہوئین ہین نہوئینگی
پر چاہیے کہ انمین مروت ہو سو نہین

باندھا ہم اس چمن مین اگر آشیان تو کیا
ہے گل مین آب رنگ وفا کی تو بو نہین

سرگوشی پر تو میرے برآشفتہ کیون ہوا
مین درد دل کہا ہے یہ کچھ اور تو نہین

جو چاہیئن یار حال سے دین میرے اشتہار
پروا کچھ ایسی باتونکی اس شوخ کو نہین

سودا نہ کرتے کاش ترا وصف پشت یار
اب ہمکو اس سے آنکھ ملانے کا رو نہین

کہے ہے توبہ یہ زاہد کہ تجکو دین تو نہین
بھرا وسے خم ہی مرے منہ سی جل نہین تو نہین

ولا مین پیتے ہی پیتے ہونگا عشق کی مے
یہ جام زہر ہے پیالے کچھ انگبین تو نہین

یہ جو ہے دوستی غیر و دشمنی میری
کسی سے کچھ اسے منظور مہر و کین تو نہین

جو کوئی دے تجھے دامن پسار کر دشنام
ترے بھی ہاتھ مین کچھ صرف آستین تو نہین

دلا خموشی کی میری تو دیکھیو تاثیر
موثر اسکو ترا نالہ حزین تو نہین

نگار خانہ گردون کی سیر کی سودا
ولیک واز ہے گھر اپنے دلنشین تو نہین

ہر چند کچھ ہو سو نہ مجھے بھاگنا ترے در سے کار نکو نہین
کہان چھپ سکے ہی یہ رو سیہ کوئی سے جگہ جہان تو نہین

دو جہانکے آئینہ خانہ مین ترے عکس رو کی ہین صورتین
پھرے جلنے تک ترا منہ نہین کسو طرح پھر کہین رو نہین

یاد کر باغ مین تجھے ساقی — روز ہم رہتے بیچ تاک کی چھاؤن
تجھ دہان و کمر سے ہے جنھین عشق — اب انھون کا کہین نہ ٹھور نہ ٹھانون
جن نے سجدہ کیا نہ آدم کو — شیخ کا پوجتا ہے بایان پانون
تم نے ہمسے بہت کی کج خلقی — کبھی تو ہووے گا ہمارا داؤن

نوبت قیس ہو چکی آخر
اب تو سودا کا باجتا ہے نانون

کس کس طرح کی دیکھین اس باغ کی فضائین — کیدھر گئے وہ ساقی وہ ابر وہ ہوائین

حسرت سے آئینہ کا دل کیونکر ہو نہ پانی
شانہ حضور اسکے زلفونکی لے بلائین

واشد ہو خرمی سے یہ کیا حساب تجھ بن — ہے زندگی سے اپنے دل کو حجاب تجھ بن
اس برگ خشک آسا جو نخل سے جدا ہو — پھرتا ہون نالہ کرتا ہر سو خراب تجھ بن
جلدی پہونچ کہ مجکو ڈرتا ہون لے نجاوے — ہون جسجگہ مین وان سے آنکھونکا آب تجھ بن
بے اختیار منھ سے نکلے ہے نام تیرا — کرتا ہون جس کسیکو پیارے خطاب تجھ بن

ل جا جو چاہتا ہے سودا کی زندگانی
کچھ بیطرح سے اسکو ہے منطراب تجھ بن

ملائم ہو گئین دلبر پرہ کی ساعتین کڑیان — بہت کٹنے لگے ان بن جھون بن کاٹتے گھڑیان
گلتی نکلی ہین لخت دل ستی تار اشک کی لڑیان — یہ انکھیان کیون مرے جی کے گلیکی ہار ہو پڑیان
ہنوز آئینہ گرد اس غم سے اپنے منھ کو ملتا ہے — خدا جانے کہ کیا کیا صورتین اس خاک مین گڑیان
گرہ لاکھون ہی ہا غنچہ کی صبا اک دم مین کھولے ہے — نہ کھلین تجھسے اے آہ سحر اس دل کی گلجھڑیان
دیوانہ ان لٹونکا ہون قسم ہے طرح مجنون کی — نہ مارو چوب گل مجکو بغیر از بید کی چھڑیان
چھری تلوار بیدگجر گل و بلبل ہین گلشن مین — تمھاری سچ کہو دو تو نین کس سے انکھڑیان لڑیان
کھلائے گو کہ شانہ سے تم اپنی زلف کے عقدے — نسمجھے یہ کسی دلمین ہزارون ہین گرہ پڑیان

تسلی اس دیوانیکی نہو جھو لی کے تھپڑون سے
اگر سودا کو چھیڑا ہے تو لڑکو مول لو چھڑیان

تبسم غنچے گل کے کھلتے ہین نہ نرگس کی کھلین کلیان — چمن مین لیکے خمیازہ کسی نے انکھڑیان ملیان

صفحۂ ہستی پہ عبث یک حرف غلط ہی سودا
جب مجھے دیکھنے بیٹھو تو اٹھا جاتا ہون

نے بلبلِ چمن نہ گلِ نو دمیدہ ہون
مین موسمِ بہار مین شاخِ بریدہ ہون
گریان بہ شکلِ شیشہ و خندان بہ طرزِ جام
اس میکدہ کے بیچ عبث آفریدہ ہون
تو آپ سے زبان زدِ عالم ہے ورنہ مین
یک حرفِ آرزوے بلب نارسیدہ ہون
کوئی جو پوچھتا ہو تو کس پر ہے دادخواہ
جون گل ہزار جا سے گریبان دریدہ ہون
تیغِ نگاہِ چشم کا تیرے نہین حریف
ظالم مین قطرۂ مژہ خون چکیدہ ہون
کس سے کرون مین دعوی دل جلکا یخدا
دل دادۂ زلف رخ دلبر ندیدہ ہون
کرتا ہے جاکے گل کی تسلی چمن مین تو
خون جگر مین مین بھی تو دامن کشیدہ ہون
غافل ہے کیون ترا مری فرصت سے گوش دل
اے بیخبر مین نالۂ حلق بریدہ ہون

مین کیا کہون کہ کون ہون سودا بقول درد
جو کچھ کہ ہون سو ہون غرض آفت رسیدہ ہون

عاشق کی کہے چشم روے بن نہ رہون مین
مین رخنہ کشتی ہون روون اور بہون مین
پیارے نہ برا مانو تو اک بات کہون مین
کس لطف کی امید پہ یہ جور سہون مین
چھپ کر جو کہین تجکو تنک دیکھ رہون مین
ہر ایک سے مجھے آکے ستاتا ہی کہون مین
یہ تو نہین کہتا ہون کہ سچ مچ کرو الطاف
جھوٹی بھی تسلی ہو تو جیتا ہی رہون مین

سہتا نہین خط آنے سے کوئی ستم یار
سودا اگر اب ایک سہون یا نہ سہون مین

چشم تر میری سے کیا رکھتی ہے مطلب آستین
ایکدم ہوتی نہین اُسنے جدا اب آستین
لختِ دل کس دن نہین گرتے مرے دامن کے بیچ
تر نہین ہوتی لہو مین کونسی شب آستین
ہے مجھے اے ابرِ دریا بار اتنا تو یقین
تجھسے کھلنے کی کئی جھاڑونگا مین جب آستین
کہکشان ہے نام کو لیکن مرے احوال پر
آسمان روتا ہے منہ پر دھر کے ہر شب آستین

تجھکو بھی سودا کچھ اپنی بیقراری پر ہے شرم
برق ہنستی ہے تجھے رکھ منہ پہ جب تب آستین

نگر آباد ہے بسے ہین گانون ،
تجھ بن اوجڑ پڑے ہین اپنے بھانون

بتان کی دوستی پر مطمئن ہووے سو کافر ہو
یہ ظالم مار ڈالین بات کہتے ہین جسے چاہین

نہ پہونچا منزل مقصود کو مجنون بھی اے سودا
سمجھکر جائیو لٹتی ہین ملک عشق کی راہین

تونے سودا کے تئین قتل کیا کہتے ہین
یہ اگر سچ ہے تو ظالم اسے کیا کہتے ہین

جس سے پوچھا مین کہ دل خوش ہے کہین دنیا مین
رو دیا اُن نے اور اتنا ہی کہا کہتے ہین

محتسب نے کسی میخانہ مین جا اے ناصح
ایک شیشے کو بھی ثابت نہ رکھا کہتے ہین

تو تو اس معنی کو سن شاد ہوا ہووے گا
پوچھیے اہل جنون سے کہ وہ کیا کہتے ہین

نہ اپنا سوز ہم تجھسے بیان جون شمع کرتے ہین
جو دل خالی کیا چاہین تو آہین سرد بھرتے ہین

جگر انکا ہے جو تجھکو صنم کہہ یاد کرتے ہین
میان ہم تو مسلمان ہین خدا بھی کہتے ڈرتے ہین

لگے بولین عقیق اور نگین لعل ٹھہراوین
یہ ناشاعر ترے ہونٹھونکو کیا کیا نام دھرتے ہین

گلی مین اسکے مت جائیو بوالہوس آمان کہتا ہون
قدم دھرتا نہین اُس کو مین وان سر سے گذرتے ہین

سیہ رتبہ جاہ دنیا کا نہین کم مال زادی سے
کہ اس پر روز و شب مین سیکڑون دن چڑھاتے ہین

نہ چارہ کر سکے کچھ موج دریا کی روانی کا
کہین وارستگان زنجیر جکڑ لیسے ٹھہرتے ہین

بنا مین کسکے غنچون نے دہن کھولا ہے اے شبنم
گلا انکا موتیون سے منھ ترے قطرے سے جو بھرتے ہین

کسی کی مرگ پر اے دل نکیجے چشم تر ہرگز
بہت سا روئیے انکو جو اس جینے پہ مرتے ہین

طرح سمجھونکی اپنے بگڑی کے سودا کی نظر مین
یہ بانکے خوبرو جتنے ہین بگڑے پر سنورتے ہین

عاشق فنا مین اپنے بہبود جانتے ہین
جی کا زیان جو ہووے تو سود جانتے ہین

غنچہ کھلین ہین کیونکر تجھ سے صبا چمن مین
واشد کی رسم ہم تو مفقود جانتے ہین

پروانہ تلک تو پہونچا مکتوب شمع لیکن
ہم راہ نامہ بر کی مسدود جانتے ہین

کچھ اس سوا ترقی اپنی مین ہم نہ سمجھے
اک دن بدن غم دل افزود جانتے ہین

مجمر کا دخل کیا ہے محفل مین تفتگان کے
ہم داغ دل کی اپنی ہم عود جانتے ہین

اپنا چراغ دل کا جس دم سے بجھ گیا ہے
ہم گھر کو آسمان کے پر دود جانتے ہین

ڈرتا ہون بات میری کردے نہ تو تغیر
اتبک تو اس سخن کو معدود جانتے ہین

آئینہ سازی انکو ہے کفر اے سکندر
جو مرد شکل ہستی نابود جانتے ہین

کہین مہتاب نے دیکھا ہی تجھ خورشید تابان کو
پھرے ہی ڈھونڈھتا ہر شب جہان آباد کی گلیان
لب و لہجہ ترا اسلے ہے کہین خوبان عالم مین
غلط ہی یہ زبان تو نے کہ سب مصری کی ہین ڈلیان
تبسم یون نمایا ہے مسی آلودہ دندان سے
نہ ابر سیہ مین اسطرح بجلی کی اچپلیان

دیوانا ہو گیا سودا تو آخر ریختے پڑھ پڑھ
نہ مین کہتا تھا اسے ظالم کہ یہ باتین نہین بھلیان

بلبل چمن مین کسلئے ہین یہ بد شرابیان
ٹوٹی پڑی ہین غنچونکی ساری گلابیان
تجھ لب پہ تا نثار کرین مہر و ماہ کو
لبریز سیم و زر سے ہین دونون رکابیان
صیاد کہہ تو کن نے کبوتر کو دام مین
سکھلا دیان ہین دل کی مرے اضطرابیان
افیون مین گر ملا کے تو زاہد پیے شراب
مصری کی دین منگا کے تجھے ہم گلابیان

فرہاد و قیس دونون گئے سودا کا ہے یہ حال
کیا کیا کیان ہین عشق نے خانہ خرابیان

باتین کدھر گئین وہ تری بھولی بھولیان
دل لے کے بولتا ہے جواب تو یہ بولیان
ہر بات ہے لطیفہ و ہر یک سخن ہے رمز
ہر آن ہے کنایہ و ہر دم ٹھٹھولیان
حیرت نے اسکو بند نکرنے دی پھر کبھو
آنکھین جب آرسی نے ترے مکھ پہ کھولیان
اندام گل پہ ہو نہ قبا اس مزہ سے چاک
جون خوش جھبونکے تن پہ مسکتی ہین چولیان
کن نے کیا خرام چمن مین کہ لے صبا
لاتے ہین بوے ناز سے بھر بھر کے جھولیان
ساقی ہو ہیچ کہ تجھ بن اس ابر بہار سے
پڑتے نہین تگرگ برستی ہین گولیان
کسطرح ہو سکے آنکھونکی کاوش سے دلکو چین
مژگان نہ کہو سکین تو نگاہین چبھولیان
کیا چاہیے تجھے یہ سر انگشت پر حنا
جس بیگنہ کے خون مین چاہین ڈبولیان
ہون برف ہو گئے ہین خنک ابتان ہند
انسے تو بلکہ گرم ہین کابل کی لولیان

سودا کے دل سے صاف نہ تھی تھی زلف یار
شانے نے بیچ پڑ کے گرہ اسکی کھولیان

نہ اشک آنکھونسے بہتے ہین نہ دل سے اٹھتی ہین آہین
سبب کیا کاروان درد کی مسدود ہین راہین
پھرے گلشن مین کب نالہ ترا اس سبزہ خط تری
بجاے سرو یان خاک چمن سے اُگتی ہین آہین
گرو رکھے مین نہ درہم اس سر زمین پر چاہیئے دہقان
بجاے دانہ دل بو دین اگر ابکی زمین گاہین

گر کیجئے انصاف تو کی زور وفا مین
خط آتے ہی سب چلگئی اب آپ ہین یا مین

تم جنکی ثنا کرتے ہو کیا بات ہے اونکی
لیکن ٹک ادھر دیکھیو اے یار بھلا مین

رکھتا ہے کچھ ایسی وہ برہمن بچہ رفتار
بت ہوگیا دیکھ دیکھ کے اسکی بخدا مین

یا رونہ بندھی اس سے کبھو شکل ملاقات
ملنے کو تو اس شوخ سے ترسا ہی کیا مین

جب مین گیا اسکے تو اسے گھر مین نہ پایا
آیا وہ اگر میرے تو در خود نہ رہا مین

کیفیت چشم اسکی مجھے یاد ہے سودا
ساغر کو مرے ہاتھ سے لیجو کہ چلا مین

جاتا ہون ترے در سے لب ای یار رہا مین
نظرون مین رقیبون کی بہت خوار رہا مین

مین جب سے ملاقات کی تب سے ترے نزدیک
ذلت ہی کا ہر وقت سزاوار رہا مین

آئے تھے سبھی ہمنفس اکبار تہ دام،
آزاد ہوئے اور گرفتار رہا مین

پیارے نگہ لطف نہ بھر عمر کی تو نے
آنکھون کو تری دیکھ کے بیمار رہا مین

تجھ حسن کی اسواسطے ہے گرمی بازار
اے شوخ ترا بسکہ خریدار رہا مین

اکدم نہ تھمبا خون مری آنکھونسے کبھو یار
ازبس ترے ہاتھونسے دل افگار رہا مین

صد شکر کہ رحمت کا سزاوار ہون سودا
گر شیخ کے نزدیک گنہگار رہا مین

ناوک نے ترے صید نچھوڑا زمانے مین
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے مین

کیونکر نہ چاک چاک گریبان دل کرون
دیکھون ہون تیری زلف کو مین دست شانے مین

زینت دلیل مفلسی ہے ٹک کمان کو دیکھ
نقش و نگار چھیٹ نہین کچھ اسکے خانے مین

اے مرغ دل سمجھ کے تو چشم طمع کو کھول
تونے سنا ہے دام جسے ہے وہ دانے مین

چلے مین کھینچ کھینچ کیا قد کو جون کمان
تیر مراد پر نہ بٹھایا نشانے مین

پایا ہر ایک بات مین اپنے مین یون تجھے
معنی کو جسطرح سخن عاشقانے مین

دست گرہ کشا کو نہ تزئین کرے فلک
مہندی بندھی نہ دیکھی مین انگشت شانے مین

ہمسا تجھے تو ایک ہمین تجھسے ہین کئی
جا دیکھ لے تو آپ کو آئینہ خانے مین

سودا خدا کے واسطے کر قصہ مختصر
اپنی تو نیند اڑ گئی تیرے فسانے مین،

جس حشمت کو اٹھا کر دیکھین وہ چشم دل سے
صورت کو اپنے اسمین موجود جانتے ہین

کیا شکر و کیا شکایت اپنی ہی شکل ملی ہے
دونون سے آپ ہی کو مقصود جانتے ہین

گاڑا قدم جنھون نے کوئے قناعت اندر
کب مجلسون مین جا کر وہ کود جانتے ہین

آوے یہین کاسہ گر کے گھڑی جو ہو سفالی
شیخ آپ کو اسی پر موجود جانتے ہین

عجز و غرور دونون اپنی ہی ذات سے ہین
ہم عبد سے جدا کب معبود جانتے ہین

ہم سر نوائین کسکے آگے کہ بید آسا
انکے قدم کو اپنا مسجود جانتے ہین

سودا سے یہ کہا مین تجھ درد دل کے حق مین
کرنے دعا دوا سے ہم سود جانتے ہین

یہ بات سنکے مجھسے بولا وہ آہ بھر کر
تدبیر ہم بھی یہ ہی محمود جانتے ہین

لیکن نہ وہ دعا ہے جسکو اثر کی ڈر ہے
گوندگان آمین مردود جانتے ہین

باتین کتنی ہی نہین منہ لگنے سے منظور ہمین
سو میسر نہوا تا بلب گور ہمین،

قدرت اور ونکو ہے سرگرم سخن ہونیکی
نہین بھرنے کا دم سر دہے مقدور ہمین

کام ہے چشم کا نظارہ نہ بہنا شب و روز
آنکھ خالق نے رقیبونکو دی ناسور ہمین

ساقیا بزم نہین آج خلل سے خالی
جام کچھ اور وںنے دیتا ہے تو معمور ہمین

نیش زن کام مین اپنے ہین بلیٔ شکین
لگے آئینہ محل خانہ زنبور ہمین

بوسہ ہنسکر نہ دیا ان نے سوائے دشنام
سو بھی یہ جب نہ ملا کوئی تو مجبور ہمین

کوئی سمجھے ہے ترے گھر مین کہ ہم آتے کیون ہین
ہو کے مانع تو نہ کر خلق مین مشہور ہمین

رات حاضر ہوئے سودا کی جو ہم بالین پر
شعر پڑھتا یہ نظر آیا وہ رنجور ہمین

پہونچے ہم آرزوئے وصل مین نزدیک مرگ
سو نجھے ہی شکل ملاقات ابھی دور ہمین،

گلشن مین یار بن نہ مجھے شرب مدام مین
مانند لالہ خون ہو السبزہ جام مین

کاڑھے قفص البغل مین سے ڈن کر مرغ کو
لاوے ہے شاخ سے پر پرواز دام مین

آزادگان کے تنگ ہین وہ جو سیاہ بخت
نقش نگین کیطرح سے ہین قید نام مین

ہان جوش قد دنکی چال کا انداز کیا کہون
ٹھوکر لگی ہے دل کے تئین جس خرام مین

سودا سے ہم سخن ہی جس انداز سے وہ شوخ
آتی ہے بو لہو کی نہ مجھے ان کلام مین

گر وہ اکرنی ہو کرے یار دن دو چار مین
ورنہ مرجاوے گا یہ بیمار دن دو چار مین

جسم کا معلوم رہنا گر یہی ہے سیل اشک
بیٹھ ہی جاویگی یہ دیوار دن دو چار مین

اب تو گل کھاتے پھرے ہین لوگ تیری نام پر
دیکھیو پھولی ہے یہ گلزار دن دو چار مین

جو چلن چلتے ہو تم ہمکو بھی اسکی ہے خبر
اس چلن پر چلتی ہے تلوار دن دو چار مین

چھوڑ دیجے یہ طریق اب ورنہ اس کو چیکے پیچ
لوٹتے دیکھے گا اپنے یار دن دو چار مین

پیچ پر گر پیچ دیتے ہی چلے جاؤگے شیخ
ہوگی گنبد سے بڑی دستار دن دو چار مین

جب مین کہتا ہون کہ وعدہ وصل کا پورا کرو
ہے یہی اس شوخ کی گفتار دن دو چار مین

لیکن اسکے قول کو سودا تو یون جانون ہون مین
یہ سخن کہتا جو ہے ہر بار دن دو چار مین

جو مرض مہلک ہو اور بولے تشفی کو طبیب
دور ہو جاویگا یہ آزار دن دو چار مین

امید ہوگئی کچھ گوشہ گیر سی دل مین
رہا کرے ہے تمنا اسیر سی دل مین

خدا کیو اسطے خاموش ناصحا بیدرد
لگے ہے بات تری مجکو تیر سی دل مین

نجانے عشق ہے کس گلعذار کا ہم کو
ہے نالہ مرغ چمن کی صفیر سی دل مین

یہ کسکے اب صف مژگان نے دلکو دی ہے شکست
کہ اشک پھرتے ہین لٹے بھیر سی دل مین

وفور یار کے یانتک ہے سرد مہری کا
کہ آہ گرم بھی ہے زمہریر سی دل مین

کہے ہے خلق تری شکل کو مقابل ماہ
لگے ہے مہر کی مجکو نظیر سی دل مین

اگرچہ دختر رز فاحشہ ہے اے سودا
لگے ہے نیبۂ مینا سے پیر سی دل مین،

دل کو یہ آرزو ہے صبا کوے یار مین
ہمراہ تیرے پہونچئے ملکر غبار مین

مین وہ درخت خشک ہون اس باغمین صبا
جسکو کسو نے سبز نہ دیکھا بہار مین

ساقی پہونچ شتاب کہ تجھ بن یہ نو بہار
دیتی ہے زہر ہمکو مے خوشگوار مین

خنجر پکڑ کسو سے یہ مژگان نہ پھیرین منہ
تلوار مارین بیٹھ کے ابرد ہزار مین

سودا تو دخت رز کو تو اتنا نہ منہ لگا
تکلیف یا دیگا بہت اسکے خمار مین

کسنے آرام دے ہے چرخ مینا فام دنیا مین
سدا گردش ہی مین گذری برنگ جام دنیا مین

سجدہ کیا صنم کو مین دے لگے کنشت مین | کہ اس خدا سے شیخ جو ہے سنگ و خشت مین

جون تاک ایڈتے ہین پڑے میکدے مین مست | زاہد بھلا یہ عیش ہے باغ بہشت مین

گذرا ہے آب چشم مرے سر سے بارہا | لیکن نہ وہ مٹا جو کہ تھا سرنوشت مین

ہرگز نہ مر تو قصر فریدون کے رشک سے | جا گھر کر اپنے دوست دل خوب و زشت مین

سودا کو شمع بزم جو کہتے تو تھا بجا
ہے اشک و آہ و سوختن اسکی سرشت مین

مژہ اس چشم کا کھٹکے ہے دل مفتون مین | نیشتر پیرے ہے لوہو کی پڑی جستجوئین

سبق ناز پڑھا کن نے چمن مین کس کے | جنبش لب نے لٹائے ورق گل خونین

ہو ستم گل ہے جہانین تو ہمین کیا سودا | اپنے جی سے یہ عداوت ہے دل کردونین

شب کو خاطر مین اگر قصد صبوحی ہووے
نمک صبح ملاوے وہ مے گلگون مین

خلش کرون نہ کسی سے اگرچہ خار ہون مین | جلے نہ مجھسے دل خس جو شعلہ بار ہون مین

جو گرد ہون تو رہون خاکپاے دشمن و دوست
نہووے یہ کہ دل مور کا غبار ہون مین

عاشق کی بھی کٹتی ہین کیا خوب طرح راتین | دو چار گھڑی رونا دو چار گھڑی باتین

اور ونسے چھٹے دلبر دلدار ہوا میرا | برحق ہے اگر پیرو کچھ تم مین کراماتین

کل لڑ گئین کوچے مین آنکھون سے مری انکھیان
کچھ روز ہی آپسمین دو دو چلین سمکھاتین

بہار اسکی نہین لگتی ہے اک یا سنگ آنکھون مین | بتان کی ہمنے دیکھی ہے مے گلرنگ آنکھون مین

رہی جبتک اسکی تو حایل یہ باہر آ نہین سکتا | بشکل لخت جگر ہے اشک کا دل تنگ آنکھون مین

چمن کی سیر کو جاتا ہے تو یہ مجکو خطرہ ہے | نہو گلشن مین نرگس سے کہین اب جنگ آنکھون مین

کہان طاقت جو اٹھیے یانسے جانیکے تو کیا معنی | نظر آتا ہے مجکو یک قدم فرسنگ آنکھون مین

ندی فرصت کسیکی خو نے یکقطرے کے بہنے کی | وگرنہ ہم تو رکھتے ہین جمن اور گنگ آنکھون مین

نہین ہرگز تری چشم سیہ محتاج سرمہ کی | لگے اے شوخ تیرے دشمنونکے سنگ آنکھون مین

نشے سے جھک گیا سودا تو دیکھ اس خط کے سبزے کو | رکھے ہے زور کیفیت یہ کافر بنگ آنکھون مین

انگشتری کے دل کی طرح غیر سنگ و خشت | گھر مین تو خاک بھی نہین آتی نظر کہین
سودا سے رات مین کہا مغموم کیون ہے تو | اٹکا ہے ان دنون مین ترا دل مگر کہین
کہنے لگا کہ سچ ہے پر ابکی اگر یہ جی | بچ جاے تو نہ دل کو دون بار دگر کہین
پوچھا جو مین سبب تو کہا کیا نہین سنی | قاصد مرے کے حال کی تو نے خبر کہین
نامہ لکھا تھا یار کو مینے سمجھ کے یہ | عالم مین رسم نامہ و پیغام ہے سر کہین
لیکن سواے بندگی و عجز و انکسار | نکتہ ہو اسمین حرف تمنا سے گر کہین
وان لا کے مجکو ماریے گردن کہ جسجگہ | پانی کے قطرے کا بھی نہووے اثر کہین
ورنہ خدا کیواسطے انصاف تو کرو | آتا ہے ایلچی پہ زوال اس قدر کہین
اڑتا پھرے ہے نامہ گلی مین کسی طرف | دھڑ سے جدا پڑا ہے سر نامہ بر کہین

وقتیکہ دلبران جہان کا ہو یہ سلوک
پھر دل کو دون کہو تو کس امید پر کہین

بلبل کہین پتنگ کہین اور ہم کہین | اکٹھے یہ دل جلے ہووے ایکدم کہین
کب تک یہ سرکشی مری شمشاد کے حضور | اے سرو ٹک تو ہو تو خجالت سی خم کہین
گردون پھرے حباب کی صورت بہا بہا | آجاوین موج پر جو مری چشم نم کہین
لیکر چلے ہین مہر بتان ہم سوے حرم | ہوجاے شیخ کعبہ نہ بیت الصنم کہین
آہو نین کو رام کیا ایک عمر مین | ہر آن ہے یہ خوف نکر جاے رم کہین
درکار کچھ نہین مجھے چلنے مین خضر راہ | کوئی سنا نہ بھولتا راہ عدم کہین

سودا رہیگی آہ اگر آتی متصل
اندیشہ ہے مجھے نہ نکل جاوے دم کہین

مت پھر تو ساتھ غیر کے آن ہر کہین | ضائع نہ حسن اپنے کی کر شان ہر کہین
جز سنگ کیا ہے دیر و حرم مین جو سر جھکے | سجدہ کیا ہے تجکو مین پہچان ہر کہین
سچا تو ہو دے وعدے مین کسطرح ہمسے یار | وعدہ تجھے ہر ایک سے پیمان ہر کہین
میرے ہی دل پہ یار چلے ہی یہ ہٹ ترا | ہوتا نہین ہے شوخ تو نادان ہر کہین
جو جو ستم ہین ہم پہ کیے اسکے برخلاف | کرتے ہین ہم بیان تیرے احسان ہر کہین
معمورہ پھر قلم و امکان مین رہ چکا | یون ہی اٹھا جو اشک کا طوفان ہر کہین

کہو مین کونسا گھر ہے جسے ہمنے نہ دیکھا ہو
بجز خلوت سرا ے دل نہین آرام دنیامین

جو بوجھے شیخ ذرہ بھر بھی رمز کفر کو میرے
قبول خاطر اسکی پھر نہوا اسلام دنیامین

بغیر از مرنے چلتے کچھ نہ دیکھا بزم ہستی مین
کٹی اپنی تو مثل شمع صبح و شام دنیامین

لیا دل کو نتھا جبتک مری کیا کیا خوشامد تھی
نہو گا کوئی تمسا بھی میان خودکام دنیامین

دلا اب سر کو اپنے پھیر مت سنگ ملامت سے
یہی ہوتا ہے نادان عشق کا انجام دنیامین

نہ کر سودا تو شکوہ ہم سے دل کی بیقراری کا
محبت کسکو دیتی ہے میان آرام دنیامین

اے خوشا حال ہوا جو کوئی رسواے تبان
خوار بازار ملامت ہے سبو داے تبان

کفر سے اب تو مرا دل ہے نہایت بیزار
در میان کیا کرون اے شیخ کہ ہو پاے تبان

الفت و مہر کی ذرہ جو کہین ائین ہو بو
کاش دیتا مین کسی سنگ کو دل جاے تبان

بیگناہ ہون پہ یہ ناحق جو ستم کرتے ہو
اب کسیطرح بھی تم مین سے یہ خو جاے تبان

دل سی تم جنس کو بیقدر کیے رکھتے ہو
کیا مین تمسے کہون افسوس تبان ہاے تبان

مول لیتے ہو جو اس دل کو تو یون ہی لیجیے
تم دیے دام مجھے اور مین بھر پاے تبان

اب خدا ہی تمھین سمجھاوے مرے دل کا درد
تم سمجھتے ہو کوئی سودا کے سمجھاے تبان

جی تک تو دیکے لون جو ہو تو کا نہ گر کہین
اے آہ کیا کرون نہین بکتا اثر کہین

ہوتی نہین ہے صبح نہ آتی ہے مجکو نیند
جسکو پکارتا ہون سو کہتا ہے مر کہین

ساقی ہے اک تبسم گل فرصت بہار
ظالم بھرے ہے جام تو جلد ہی سے بھر کہین

پھرنے لگے تو جون کف دریا بہا بہا
دامن اگر نچوڑیے اے ابر تر کہین

جادو بھرے ہین چشم مین مت آئنہ کو دیکھ
دھڑکے ہے دل مرا کہ نہ لپٹے نظر کہین

دل آ شعلہ بار کے ہر دم بھرے ہے گرد
پروانہ آسکے ہے مری شمع پر کہین

خوناب یون کبھو نہ مری چشم سے بہا
اٹکا نہ جبتک آن کے لخت جگر کہین

منہ تو مجھے لگا دے تو کب جام کیطرح
اتنا بھی داہ داے میسر ہو گر کہین

صحبت مین تیری آن کے جون شیشہ شراب
خالی کرون مین دل کے تئین بیٹھکر کہین

اے دل یہ کہ تو مجھسے کہ مین کیا کرون نثار
آدین کبھو جو حضرت سودا ادھر کہین

چاہ کے غرق تجھے ہے یہ گمان ترتے ہین
ڈوبے گرداب محبت کے کہان ترتے ہین

اب تو اس بحر سے جیتے جی ابھرنا معلوم
تہ کے بیٹھے ہوئے بھی کوئی میان ترتے ہین

لخت یون ہی ہی مری سیر چمن مین تجھ بن
برگ گل جون بروئے آب وہان ترتے ہین

وصل کی رات بھی محروم ہین اک بوسہ کے
آب حیوان مین پڑے تشنہ دہان ترتے ہین

یاد کر مستی مین تجکو مین جہان رویا تھا
آجتک یار بط مے پڑے وان ترتے ہین

منہ مین تیری سی جو رکھتے ہین سواہاتھ زبان
بحر مواج سخن مین وہ جوان ترتے ہین

صاحب فہم اوسے سمجھتے ہین جوہر سودا
دست و پا مار کے یہ گنگ جہان ترتے ہین

اُس سرو قد کی دوستی مین کچھ ثمر نہین
نخل محبت آہ مرا بار ور نہین

اُس سنگدل کے حال پہ میرے نہ آیا رحم
ای آہ و نالہ حیف کہ تم مین اثر نہین

یاقوت لعل یار سے بہتر نہین ولے
ہر جوہری کو اسکی پرکھ کی نظر نہین

کیون مجھ سے بیگناہ کو ناحق کرے ہے قتل
اے یار تیرے دلمین خدا کا بھی ڈر نہین

قاصد کی کیا مجال جو اُس کو مین جا سکے
جز مرغ روح کوئی مرا نامہ بر نہین

میری طرف سے دیجو صبا گل کو یہ پیام
اُڑون قفس بھی توڑ کے پر بال و پر نہین

سودا نہ مان ایسے تو واعظ کی گفتگو
ذرہ بھر اوسکو اصل سخن سے خبر نہین

امید وصل جز طمع خام کچھ نہین
ہر صبح ہے قسم پہ قسم شام کچھ نہین

وضع بہار دیکھ کے مانند آبشار
جز گریہ اس چمن مین ہمین کام کچھ نہین

اُس شوخ بیوفا و فراموش کار سے
مدت ہوئی کہ نامہ و پیغام کچھ نہین

نالہ غلط ہے مرغ گرفتار دام کا
وہ تو اسیر زلف سیہ فام کچھ نہین

سمجھاؤن اپنے کفر کے گر رمز شیخ کو
بے اختیار کہہ اُٹھے اسلام کچھ نہین

طاقت نہین ہے اتنی کہ بے طاقتی کرین
موجب ہے سکوت کا آرام کچھ نہین

دیکھا نہ حال سودا کا کوچے مین عشق کے
اے دل تو عاشقی کا نہ لے نام کچھ نہین

آنکھین بھی اسکی آنکھوں سے گرٹک ملا کرین
تو ہم کسی سے کاہے کو اتنا گلا کرین

گر جوش مارے خط کی ترے چہرے پر بہار
غنچے دلون کے گل کی طرح سے کھلا کرین

کعبہ سے کچھ ہے کام نہ کچھ دیر سے غرض
سودا کرے ہے دید یہ اک آن ہر کہین

یاد میاں اب دلمین تیرے وے باتین نہین آتی ہین
کس مہر شکلی چاؤ کری جو آنکھین بھی شرماتی ہین

گھڑی گھڑی کی دے جو ادائین جنھونسے ہین دکھ پایا تھا
گلا اب اسکا مجھسے نہ کیجے کیا وہ اپنا پاتی ہین

کیون نہ مکافات اسکی پیارے ہووے نہ تری بیتونکو
لیکر پہلے دل عاشق کا جان پھر اسکی کھاتی ہین

خون ہمارے دل کا پیوین جسصورت سے چاہین وہ
بس کب چل سکتا ہے اُنسے جو انکھیان مدماتی ہین

پھنسواتین ہین دلکو میرے زلف مین ہر اک مہرو کے
آنکھین میری مجھسے یارو ناحق بیر بساتی ہین

جبسے گیا ہے بر سے میرے تو آرام جان و تن
آنکھین طفل اشککو تب سی گود مین ٹہلاتی ہین

گئے وہ دن جب تلخ تمھارے منھ سے میٹھا لگتا تھا
سنو ہو پیارے اب وہ باتین تمکو نہین سُہاتی ہین

گھر سے باہر جلد نکل اب تیری خاطر ہے یہ حال
جانین سب عشاق کی پیارے سینونمین گھبراتی ہین

دیکھئے کہ ہوا دیوانا سودا تو پھر عجب نہین،
عشق کی باتین افلاطونکی بلمین مت بوراتی ہین،

آنکھونکو ٹک سنبھالو یہ مارتی ہین راہین
بھٹکے مسافرون کو دیتی نہین نگاہین

کیا حسن و عشق مین اب بگڑی ہے بیطرح سے
تیر نگہ تو وان ہین یان برچھیان ہین آہین

آوے جو سیر کرنے اکبار وہ چمن مین
گل آسمان پہ پھینکین اپنی سدا کلاہین

اس دلمین گو ہماری الفت نہین رہی اب
اپنی طرف سے اے دل ہم تو بھلا نباہین

ٹک مہر دے خدایا کافر بتون کے دلمین
یا عاشقون کے جی سے کھو دے انکھونکی چاہین

فریاد کر کسی سے چاہین سودا کیون کر
گردن ہی مارتے ہین ذرہ جو ہم کراہین

سودا تو عاشقی مین ثابت قدم یہ رہنا
فرقہ مین عاشقون کے تا سب تجھے سراہین

جو صبر ہو کے عاشق مرغوب جانتے ہین
عاشق جو ہون انکھونکو الوب جانتے ہین

ذرہ نہین ہین واقف اطوار دلبری سے
دل لیکے جور کرنا محبوب جانتے ہین

ہر ایک نیک و بد سے مل بیٹھنا بتسان کا
غیرت جنھین دی حق نے معیوب جانتے ہین

سمجھو ہو شرح جسکو خلوت مین اپنی پیارے
ہم دل جلونکا اسکو مکتوب جانتے ہین

کہتے ہین جسکو سودا آفاق رند مشرب
تقوی کو شیخ جی کے وہ خوب جانتے ہین

عبث تو سر کی مرے ہر گھڑی قسم مت کھا
قسم خدا کی ترے دل مین اب وہ پیار نہین

مین ہون وہ نخل کہ جس نخل کو قیامت تک
بہار کیسی ہی آوے تو برگ و بار نہین

جہان کے بیچ غم دل کہون سو کس سے کہون
سواے غم کے مرا کوئی غمگسار نہین

ہزار قول کرین یہ نباہ کا سودا
مجھے بتان کی محبت کا اعتبار نہین

ٹکڑے تو ابھی لعل کے دل بیچ دھرے ہین
ہمنے تو ابھی موتی ہی آنکھون مین بھرے ہین

صد شکر کہ مرنیکا خلش اٹھگیا دل سے
جب سے ہوے پیدا ہم اسیدن سے مرے ہین

اس باغ مین ہمسے نہ ملے سود کسو کو
نے گلبن سرسبز نہ ہم نخل ہرے ہین

کاوش نہ مرے دل سے ہی مژگانون کو تیرے
ابرو بھی کجی مین صف مژگانسے پرے ہین

سودا جو ترے یار کے دلسے نہ گیا کھوٹ
کیسا ہی وہ کھوٹا ہو میان ہم تو کھرے ہین

مین کس کس شعلہ خو کو سینۂ صد چاک دکھلاؤن
جو دل تھا ایک سو تو جل بجھا کیا خاک دکھلاؤن

گریبان چاک کر یہ جی مین آتا ہے کہ اکدم مین
رسائی آہ کی تا دامن افلاک دکھلاؤن

کرے دعویٰ نہ ہرگز ہمسری کا ابر بارش مین
براے امتحان گر دیدۂ نمناک دکھلاؤن

چمن مین پھر نہ بیٹھے شاخ گل پر بھولکر بلبل
جو اس گلرو کے کوچے کا خس و خاشاک دکھلاؤن

چل اٹھ سایہ سے دیوار حرم تک شیخ آج ٹک
تجھے نیرنگی قدرت بزیر تاک دکھلاؤن

پڑے دونون کی ناگہ دوستی مین جلتوائی سی
گل و بلبل کو گر وہ روے آتشناک دکھلاؤن

پرستش چھوڑ دے کعبہ کی سودا شیخ گر اوسکو
جو میرے دل مین بستا ہے بت بیباک دکھلاؤن

ردیف واو

دماغ اصلاح دینے کا نہین کہہ دو ہلالی کو
کہ فکر شعر ہے اسوقت میرے طبع عالی کو

بغیر از بادہ سمجھون بزم کو مین حلقۂ ماتم
تصور قالب بیجان کرون میناے خالی کو

ترا خط دیکھ یون بھولین ہین سب قرآن کا پڑھنا
کہ جون تہ کر رکھین تقویم ہاے پارسالی کو

کہے ہے سرنگون اس باغ مین کثرت تعلق کی
ثمر کا بیشتر ہونا جھکا دیتا ہے ڈالی کو

کیونکر نہ چشم ابروسے ہو قتل دل مرا
دو ترک مست لیکے جو تیغے بلا کرین

بار دگر بہار نے مارا ہے جوش پھر
بر پا جنون کا اپنے ہم اب سلسلا کرین

آئینہ کا عبث ہے سکندر یہ تعبیہ
بہتر ہوا وہ اس سے جو دل کو جلا کرین

ہے معتبر اُنھون کی جہان مین مہوسی
جو خاک کو نگاہ سے اپنی طلا کرین

سودا تجھی بہ دون گا مین کار قراولی
شہری غزال یہ جو کسی سے ہلا کرین

مجھے معلوم یون ہوتا ہی میری بھی ہین ایسی آنکھین
کسیکی دیکھکر شاید جہان مین رہ گسی آنکھین

خدا جانے کدھر کو دیکھ تجکو وہ نکل جائین
بزور اپنے میان ڈورونسے ہمنے اب کسی آنکھین

ہجوم از بس تماشائی کا تیرے قد پہ ہی پیارے
بسان دستۂ نرگس سرا پا ہو گسی آنکھین

مری آنکھین جو یان مارے پڑین تو کیا تعجب ہے
تری لغون نے کیا کیا ایک خلقت کی ڈسی آنکھین

نقاب اب دے رکر چہرے پہ کس سے منہ چھپاتا ہے
قدم تیرے کو ملتے ملتے عالم کی گھسی آنکھین

ترا وہ حسن دلکش ہی نکالے جسکو تو گھر سے
پلٹ کر پھر طرف گدی ہی کی اسکی دھسی آنکھین

مرے رونیکا آگے یار کے ہر دم یہ باعث ہی
دکھاتی ہین اُسے سودا یہ اپنی بیکسی آنکھین

طلب مین سلطنت جم کی نہ صبح و شام کرتا ہون
در میخانہ پر جاکر سوال جام کرتا ہون

پرستار خدا کہہ کیا بُرا مین کام کرتا ہون
جہان جس بت کو دیکھون ہون مین اپنا رام کرتا ہون

روا کب باز پرس محتسب ہے مجھپہ اے زاہد
کہ مستی از نگاہ ساقی گلفام کرتا ہون

جو آزادی مین یاد آجاے ہے لذت اسیری کی
تو کر پرواز گلشن سے تلاش دام کرتا ہون

جو دل تھا کر دیا پامال تونے اب جو تین چاہے
کسی سے جاکے اکدل اور قرض و دام کرتا ہون

دیا تھا کس گھڑی دل اُس ستمگر کو کہ اے یارو
نہ دن کو چین ہے مجکو نہ شب آرام کرتا ہون

طلب بوسہ کیا تھا دے نہ دے جھگڑا نہین اسمین
کسی پر کیا میان قاضی کا مین اعلام کرتا ہون

مجھے بن یاد تیری دم گذرتا ہو تو کافر ہون
سحر سے شام تک مین ورد تیرا نام کرتا ہون

نصیحت کرنیسے سودا کو تو سمجھا نہ اے ناصح
کہ با این پختہ مغزی مین خیال خام کرتا ہون

ہے مین بھی مجھون ہون بار وہ یار بار نہین
کردن مین کیا کہ مرا دل پہ اختیار نہین

اب نکل سکتا نہین ممکن تجھے یان سے دلا — زلف کے حلقہ مین ہے جون نقطۂ پرکار تو
ہو گیا آشفتہ سر ہر ایک اسکو دیکھکر — باندھکر نکلا نکر یہ پیٹتی دستار تو
کچھ تو یان نسبت بزرگوں ہی بھلو نسے اے صنم — گو کہ ہین باغ جہان مین خار ہم گلزار تو
گر چمن تک رخصت اے صیاد تین دیتا نہین — جا نیکی فرصت نہین دے تا سر دیوار تو
گر نہین ایکے میسر ساقی و ابر بہار — جام دے اے دل برسا ہی دیدۂ خونبار تو

زندگی اپنی اگر ہے ناصحا مجھکو عزیز
مان سودا سے نہ کر اس وقت یہ گفتار تو

لہو اس چشم کا پونچھے سے ناصح بند کیونکر ہو — جو دل ٹوٹے کسیکے ہاتھ سے پیوند کیونکر ہو
ملے ہے غنچۂ گل خاک مین یک لب تبسم سے — کسو کا دل کھو اس باغ مین خورسند کیونکر ہو
فراہم مال و زر گھر مین کیا اپنے تو کیا حاصل — غنی جسکا نہین ہی دل وہ طالع مند کیونکر ہو
مقابل ہو کے میرے مہوشوں کے ناخن پا سے — جو چاہے ماہ نو وہ چند ہو وہ چند کیونکر ہو
حلاوت شہد سے بھی زیادہ تر ہے جسکی باتون مین — برابر اس لب شیرین کے یارو قند کیونکر ہو
خیال زلفکو تیرے نکلنے دون نہ مین دلسے — یہ کالا ہے کہ جب تو بنی نے کالا بند کیونکر ہو
نہو دل جبتلک میرا مشبک شکل مجمر کے — کسی کے روے آتشناک پر اسپند کیونکر ہو
غزال دشت کی ہر چند ہین ابلہ فریب آنکھین — پر انکھیونکا ترے اے یار انہین چھند کیونکر ہو

ہنسے ہے وہ سخن کرتے مین تجھ داڑھی کے ملنے پر
اثر سودا کے تئین ناصح تری یہ پند کیونکر ہو

کرے ٹک منفعل کوئی مرے بیدرد قاتل کو — دکھا دے خاک پروانہ پہ گریان شمع محفل کو

الٰہی ہو سکت نعم البدل کے تجکو دینے کی
مجھے اسکے عوض تو کچھ نہ دے پر پھیر دے دلکو

کر رکھا تیغ نگہ نے دل فگار آئینہ کو — تیر مژگان نے کیا غربال چار آئینہ کو
تیرے مشتاقونکی حیرانی مین ہی ہم چشم نم — بسکہ رہتا ہے شب و روز انتظار آئینہ کو
مان اے مشاطہ وہ مغرور ہو دیگا دو چند — وقت آرایش نہ کر اس سے دو چار آئینہ کو
گرد خط سے یار کے چہرے پہ ہو دونی جلا — صاف تر رکھتا ہے صیقل سے غبار آئینہ کو
یاد کے جب منھ کو وہ تکتا ہی سودا رشک سے — جی مین آتا ہی کرون مین سنگسار آئینہ کو

نشست شیخ نے مجلس مین تو چھاتی پکا ڈالی
لے آئے یان کوئی سودا اسے اب جا لاابالی کو

چہ بے گنہ چہ گنہگار یہ نہو وہ ہو
وہ شوخ قتل کو تیار یہ نہو وہ ہو

بغیر یار ہو کیسا ہی کچھ تو مارین ہین
ہم ایسے ہونے پہ بیزار یہ نہو وہ ہو

مین اور غیر تمھین کیون نہ ایک سے ہون کہ یان
نہین تمیز گل و خار یہ نہو وہ ہو

نگہ بمہر و تبسم بلطف کچھ تو ہو
جو وہ نہو تو یہ ہو یار یہ نہو وہ ہو

جو وعدے آگے کئے تھے یہ باتین ہمین نہین
ملے جو ہمسے تو گفتار یہ نہو وہ ہو

جفا و مہر جو خاطر مین ہو کہ سب بہتر
کیا ہے عشق نے ہموار یہ نہو وہ ہو

ہمین تو ایک سے ہین حسن مین صبیح و ملیح
کوئی ہوا اپنا خریدار یہ نہو وہ ہو

ہے اعتقاد ہمین ہندو و مسلمان پہ
ہین دونون تیرے پرستار یہ نہو وہ ہو

مساوی آپ کو تجھ بن ہے جنت و دوزخ
نہین ہم اُسکے طلبگار یہ نہو وہ ہو

نہین ہے وصل مین درخواست ہجر کی مجکو
ولے خدا سے ہون ناچار یہ نہو وہ ہو

رسوخ سودا رکھے بندگی غیر سے فرق
تمھارے جور سے بیزار یہ نہو وہ ہو

یون نہ چاہے گا دل آگاہ یہ ہو وہ نہو
اُسکی یہ خواہش معاذ اللہ یہ ہو وہ نہو

بندگی کی ذات سے واقف جو ہین انکی زبان
بول کب سکتے ہین یون اللہ یہ ہو وہ نہو

تو ہوا جب پاس پھر دنیا و مافیہا کے بیچ
کب ہین اس چیز کی پرواہ یہ ہو وہ نہو

جب سے ہو آیا ہے تو گلشن ہین تب سے عندلیب
دیکھکر کہتے ہین گل کو واہ یہ ہو وہ نہو

شکل آئینہ کی رو وے دیکھ پھر دلکو یار
منھ لگانے سے ترے گمراہ یہ ہو وہ نہو

دیکھکر ہنستا ہے عالم آپکا والمان و ریش
شیخ جی لازم ہے کیا کوتاہ یہ ہو وہ نہو

صاحب محمل جرس سمجھے ہے دل کو قیس کے
قدر اسکی تب ہو جب ہمراہ یہ ہو وہ نہو

گھر مرے تب آئیے جب دم نہو ہمرہ رقیب
مجھسے ملنے کی تمھاری راہ یہ ہو وہ نہو

غیر کو گھر مین جگہ دی کرتے ہو سودا کو منع
ہوش دیکھا بس تمھارا واہ یہ ہو وہ نہو

حال دل پوچھے ہے کیا مجھسے مرا اے یار تو
بس لے جا عالم سے در ہر کوچہ و بازار تو

محتسب آیا بزم مین ساقی لے آ شراب کو
یہ نسمجھ کہ شب پرک دیکھے گی آفتاب کو

آنکھونکا میرے ان دنون یارو ہی طرفہ ماجرا
مین تو روؤن ہون انکے تئین ہنستی ہے یہ سحاب کو

دم ہی رہا بہ پیرہن تن تو ہوا اشک بہ گیا
جن نے نہ دیکھا ہو مجھے دیکھ لے وہ حباب کو

پند سے تیری زاہدا حال مرا ایسے سی ہے
سگ کا گزیدہ جسطرح دیکھ ڈرے ہے آب کو

مجنون بریگ بادیہ کیون نہ کرے شمار غم
یان تو نہ جا شمار کی دخل نہ یان حساب کو

موسم گل مین اگلی سال بادہ بغیر ساقیا
ہمنے کیا بجام چشم خون دل خراب کو

یار کی بیت ابرو پر خال نہین وہ ہے نقط
آفرین ہے صد آفرین صاحب انتخاب کو

خامشی موجب رضا کب ہو سوال بوسہ کی
تنگی ہے اس دہن کی راہ دیتی نہین جواب کو

سودا امید وصل کی کسکو ہے یان کہ ہین
اپنے دل و چشم مین ایسے خیال و خواب کو

شیخ نے اس بت کو جسمین دیکھا شام کو
لے چراغ اب ڈھونڈھے وان ہی تا سحر اسلام کو

مول لے مجکو تو دون یون آپکو مین اشتہار
جا ہے پھر بیچے تو لے کوئی نہ کھوٹے دام کو

کوہکن ہی مجھ جگر کن کے گھر آنیکا وہ ننگ
قوم مین لب پر نہ لاوے کوئی جسکے نام کو

چھوٹ کر تجھسے نہ تپیاوے کسی پھر یہ دل
مرغ وہ پھنستا نہین جو توڑ بھاگے دام کو

جنس دل کتنی ہے ناکارہ ببازار بتان
ایک پوچھے یون تو بولے دوسرا کس کام کو

کیا کرون پاکیزگی کا شمع کی اسکی بیان
بھیجون ہون خوناب لسے دھوکے مین پیغام کو

مت پیش کا طعمہ پھر کر کعبۂ دل کا طواف
دور کر اے شیخ تن سے جامۂ احرام کو

شفق مت سمجھیو یارو خدا جانے فلک
پونچھے ہے دامن سے کسکے تیغ خون آشام کو

پھر کہین دل دینے کی ہمنے تو کھائی ہے قسم
دل جو دیتا ہے کوئی تو جان کے آرام کو

کرکے توبہ ناصحا سودا نے کل تھا
آج پھر لے ہے مصلا رکھ گرو دو جام کو

بادشاہت دو جہانکی بھی جو ہو وے مجھ کو
تیرے کوچے کی گدائی سے نکھو وے مجھ کو

اٹھ پھر اسکو ہے نظارۂ خوبانکی تلاش
کہین یہ دیدہ وڈرون ہون نہ ڈبو وے مجھ کو

کی مین جو عرض تمنا تو یہ ظالم بولا
پھر کہے مجھ سے جو یہ بات تو رو وے مجھ کو

خرمن برق زدہ کا ہون وہ دانہ کہ مجھے
نہ کوئی مرغ چگے نے کوئی بو وے مجھ کو

چیز کیا ہون جو کرین قتل وہ انکھیان مجکو
پھر گئے دیکھتے ہی خنجر مژگان مجکو

سیر کرتا ہے خیال اُسکی نگہ کا جیدھر
نظر آتے ہین اُدھر گنج شہیدان مجکو

گل و گلزار ترحم ہون کسی کے سر پر
جا خوش آتی نہین جز گور غریبان مجکو

ہاتھ کس کا ہے تری زلف کا شانہ سچ کہہ
رات آتے ہین نظر خواب پریشان مجکو

اے نسیم سحری مہر و مروت سے دور
بے نہایت نظر آیا یہ گلستان مجکو

ایک گل تک مرے مانع نہوا چلتے وقت
خار نے بھی نہ رکھا کھینچ کے دامان مجکو

ایک عالم کو زمانے نے دیا کیا کیا کچھ
پر کبھو مین نہ کہا اُس سے کہ دوران مجکو

کسکی ملت مین گنون آپ کو بتلا اے شیخ
تو مجھے گبر کہے گبر مسلمان مجکو

مجھ مین اور یار مین ہے ربط سپند و آتش
اُسکی جوشش نے کیا اُس سے عزیزان مجکو

ریختہ اور بھی دنیا مین رہے اے سودا
جینے دیوے جو کبھو گردش دوران مجکو

بس ہو تو رکھون آنکھو نمین اُس آفت جانکو
اور دیکھنے دون مین نہ زمین کو نہ زمان کو

جب عزم کرون گھر سے کوئی دوست کا یارو
دشمن ہے مرا وہ جو کہے یہ کہ کہان کو

موجب مری رنجش کا جو پوچھے ہو تو یہ جان
مونڈونگا نہ پھر کھول کے جون غنچہ دہان کو

ابرو نے مژہ نے نگہ یار نے یارو
بے رتبہ کیا تیغ کو خنجر کو سنان کو

اسرار خرابات سے واقف ہو جو زاہد
کعبہ سے نہ کم سمجھے در پیر مغان کو

یہ رسم نہین تازہ کچھ اے شیخ جہا نمین
جا گہ حرم دلمین جو مین دی ہے بتان کو

ناصح یہ مجھے راست کہے تھا کہ بجز داغ
کیا لیویگا دل دے کے تو ان لالہ رخان کو

دل کسکے دم تیغ کا پیاسا ہے کہ سودا
بسمل کی طرح تڑپے ہے دیکھ آب روان کو

منڈا کر خط تم اپنے حق مین کیون کانٹے ہی بوتے ہو
نہ ہونگے اب یہ عارض گل عبث سبزہ بھی کھوتے ہو

خبر ہے کچھ یقین بیداری شب کی ان آنکھون کی
خمار انکا ہے قاتل خلق کا کس نیند سوتے ہو

رقیب اور مین ہون زیر آسمان یکجان دو قالب
مخاطب تم بلفظ جان ہم دونون کے ہوتے ہو

سمجھنا آپ کو بیٹا خدا کا ہے غلط فہمی
غرور و ناز اتنا کس لیے آدم کے پوتے ہو

یہ عاشق پیشہ عہد اُسکے مین تجھین قلم تا صبح کی
نصیحت کرنے سے منظور سبکی خیر ہے اُسکو

شکار انداز انسان کا ہے وہ کہہ جائے صحرا مین
سوائے مرغ دل کب میل وحش و طیر ہے اُسکو

سبب آزار دل میرے کا ہے بے الفتی اسکی
نہ اپنے سے محبت ہے نہ مہر غیر ہے اُسکو

کیا بر گشتہ دین سودا اگر کس کافر کی مژگان نے
کہ سر سے چشم کا اب خاک راہ دیر ہے اُسکو

تو نہ ہووے تو شب ہجر دے جلنے ہم کو
خالق اے صبح سلامت رکھے تیرے دم کو

شادی خوش باش رکھی دہر نے آفاق کے بیچ
دائم الحبس کیا دل مین ہمارے غم کو

آدمی ہو تو ہم آپ مین پہونچا کچھ فضل
ورنہ بدنام نہ کر تو نسب آدم کو

ہم کسو کی نہ چڑھے نظر و نہیں عنقا کی طرح
دیکھ ڈالا ہے بیک آن ہم اک عالم کو

عشق کی تیغ کا گھائل ہون ستاؤ نہ مجھے
زخم الماس طلب لائے ہو تم مرہم کو

ہے کہ اب لا کے دکھا دین اُسے تجکو ناصح
مت نصیحت ہو عبث کرکے نصیحت ہم کو

پونچھون عارض سے عرق اسکے تو یون کہتا ہے
چھیڑتے چھونے مین دامن سے نہ دون نامحرم کو

حسن فیاض ہے گل کا کہ سحر پنجۂ مہر
جسکے دامن سے چنے ہی گہر شبنم کو

بادہ پیتا تو وہ اک لطف اُٹھاتا سودا
فائدہ جام نمائی سے ہوا کیا جم کو

دیکھ بہلی مین شکاری کی مرے جنگل کو
کو نج کوئی نہ پھرے ہند مین آ کابل کو

اُسکے طرّہ کے تئین پہونچے ہے کوئی کیا دخل
دھوے ہی ابر بہاری یہ عبث سنبل کو

پہلوے یار نہ ہم غیر کو بیٹھا دیکھین
اس چمن مین رکھے بے خار خدا اُس گل کو

اہل دل کی یہ دعا نت ہے کہ تجکو یا رب
دور گلشن سے قفس مین نہ دکھا بلبل کو

شیخ کو ذوق اُچھلنے سے نہین مجلس مین
اس بہلانے سے مٹاتا ہے وہ اپنی چل کو

زاہدان کیون اسے کہتے ہین برا اے سودا
جوہر انسان کا نکال آئے ہے جام مل کو

کیجے نہ اسیری مین اگر ضبط نفس کو
دے آگ ابھی شعلۂ آواز قفس کو

بہ جائے لہو ہو کے دل قافلہ سالار
تعلیم دے نالا جو مرا بانگ جرس کو

پہونچا ہے نم داغ جگر تا سر مژگان
شاداب مین رکھتا ہون سدا اس سے خس کو

خشک رکھتی ہی کبھو چشم جو دامن تجھ بن — آستین چاہتی ہی خون سے بھگووے مجھ کو
کچھ کہین گو کہ مخالف مرے حق مین سودا — دو دن نہ سمجھے وہ مجھے کہتے ہین جو وے مجھ کو

ہون گریبان دل یار مین الفت کا گل
داغ نئین دامن عصمت جو دھووے مجھ کو

آلودہ زقطرات عرق دیکھ جبین کو — اختر پڑے جھانکین ہین فلک سے زمین کو
اک صید مرے دل کی ہی بس باندھ لفتراک — ہر صید کے مت خون سے بھر دامن زین کو
آتا ہے تو آ شوخ کہ مین روک رہا ہون — مانند حباب اپنے دم باز پسین کو
دیتی ہے نہین چین بری اپنے گمان کی — ساتھ اسکے مین ہوتا ہون کوئی جانے کہین کو
ہرگز بجہان روسیہی اسکو نہوتی — لگتا نہ مرے نام سے گر عیب نگین کو
جون دانہ تسبیح مورد ابر کرم حق — زاہد در میخانہ کے ہر خاک نشین کو
یک گل کا چمن مین شنوا گوش نہین ہے — دے مرغ گرہ سینے مین فریاد حزین کو
راہب ہے بہر بتکدہ مطعون مرے باعث — تلقین نہ کر اے شیخ تو اپنے مجھے دین کو

مطلب کے مرے عرض یہ اکبار بھی سودا
ہان سے نہ چھوڑا کبھو اُس لب نے نہین کو

دے کے دل ہاتھ سر نہ دھر کر رو — زندگانی کی مت حلاوت کھو
رشتہ محکم نہین محبت کا — دل سے گو سر کو سئین تو نہ پرو
گل کو تین جب سے بو گیا چمن — گل کے اور آئے ہے دماغ مین بو
جو کہا مین ہون عاشق تئین ترے — بولا وہ مسکرا کے یہ نہ کہو
یار موتی نے گوشوارے کے — دیکھ تیری صفائے عارض کو
خجل ایسا ہوا کہ اپنے تئین — قطرۂ آب مین دیا ہے ڈبو
سچ ہے یارو اثر ہے صحبت کا — ایک جا گر جو مل کے بیٹھین دو
گل جو اُس بیوفا تلک پہونچا — گل نے پیدا کی ویسی ہی خو بو

اب تو دل دے چکا اُسے سودا
آگے قسمت ہے ہونی ہو سو ہو

نہ پوچھو قتل کرنے مین کسو سے بیر ہے اسکو — چلے تلوار تو آب روان کی سیر ہے اسکو

ناصح کو جیب سینے سے فرصت کبھو نہو
دل یار سے پھٹے تو کسی سے رفو نہو

اس دل کو دے کے لون دو جہان یہ کبھو نہو
سودا تو ہووے تب یہ کہ جب اسمین تو نہو

آئینۂ وجود و عدم مین اگر ترا
رو درمیان نہ ہو تو کہین ہم کو رو نہو

جھگڑا تو حسن و عشق کا چکتا ہے پل کے بیچ
گر محکمے مین قاضی کے تو رو برو نہو

طرہ کی کھل گئی ہے گرہ ورنہ ای نسیم
شور دماغ مرغ چمن گل کی بو نہ ہو

گذرے سو گذرے اہل زمین پر آپ ای فلک
آئندہ یان تلک تو کوئی خوبرو نہ ہو

دل لیکے بخشے برق کے شعلے کو دیجیے
پر ہے یہ ڈر کہ اسکی بھی ایسی ہی خو نہ ہو

گل کی نہ تخم مرغ چمن کر سکے تلاش
ہم خام فطرتون سے تری جستجو نہ ہو

سودا بدل کے قافیہ تو اور کہہ غزل
اے بے ادب تو درد سے بس دو بدو نہو

تجھ بن تو دو جہان سے کچھ اپنے تئین نہو
ہو دین نہ ہم کہین کے اگر تو کہین نہو

آزردہ خاطرونکی جو آنکھون سے نم چنے
پیارے تمھارے ہاتھ کی وہ آستین نہو

دلدار اسکو خواہ دل آزار کچھ کہو
سنتا نہین کسو کی مرا یار کچھ کہو

غمزہ ادا نگاہ تبسم ہے دل کا مول
تم بھی اگر ہو اسکے خریدار کچھ کہو

شیرین نے کوہکن سے منگائی تھی جوے شیر
گر امتحان ہے اس سے بھی دشوار کچھ کہو

ہر آن آ مجھی کو ستاتے ہو ناصحو
سمجھا کے تم اسے بھی تو یکبار کچھ کہو

اے ساکنان کنج قفس صبح کو صبا
سنتی ہی جائیگی سوے گلزار کچھ کہو

سودا موافقت کا سبب جلتا ہے یار
سمجھین مخالف اسکو جو اغیار کچھ کہو

عالم کی گفتگو سے تو آتی ہے بوے خون
بندہ ہے اک نگہ کا گنہگار کچھ کہو

بہار باغ ہو مینا ہو جام صہبا ہو
ہوا ہو ابر ہو ساقی ہو اور دنیا ہو

روا ہے کہ تو بھلا اے سپہر نا انصاف
رہا ہے زہر چھپے راز عشق رسوا ہو

بھرا ہے سقدر اے ابر دل ہمارا بھی
کہ ایک آہ مین روے زمین دریا ہو

جو مہربان ہین وہ سودا کو مغتنم جانین
سپاہی زادون سے ملتا ہی دیکھیے کیا ہو

پھرتا ہی ادھر زلف مین شانہ تو اُدھر دل | یہ وزن نہ لایا کبھو خاطر مین عسس کو
اے عشق نہ فرہاد بچا تجھسے نہ پرویز | با خاک برابر تو کیا ناکس و کس کو
لے سکتے نہین سانس ترے کوچے کے مقید | تا خون جگر بیچ نہ غوطہ دین نفس کو

ترغیب نہ کر سیر چمن کی ہمین سودا
ہر چند ہوا خوب ہے وان لیک ہوس کو

خواہی رہ صد سالہ ہو تو خواہ یہین ہو | نزدیک بدل ہو تو مری جان کہین ہو
دم مارنا پھبتا ہے اُسے عشق کا تیرے | جسکا دم اول نفس باز پسین ہو
تن چھوڑ کے گذرون ترے کوچے سے کہ غیرت | یہ جا ہے نہ وان نقش قدم خاک نشین ہو
تک مقتل عشاق پہ انداز تبسم | تا زخم شہیدون کے جگر کا نمکین ہو
ناصاف ہے اس وضع سے اپنے دل عالم | آئینہ کو منہ کیجے تو وہ چین بجبین ہو
مت دیر و حرم کے تو سمجھ سجدہ مین کچھ فرق | پتھر ہی کا جب پوجنا آیا تو کہین ہو

سودا کے خیالات مین جھگڑے ہے خدائی
جو اپنے تخیل مین یہ چاہے سو وہین ہو

خط اسکا سادہ لوحونکی پرستارونسے مت پوچھو | عزیزو کفر مجھ کافر کا دیندارونسے مت پوچھو
نہ استفسار کیجئے ہمسے اُس لب کی حلاوت کا | شکر کا ذائقہ خون جگر خوارونسے مت پوچھو
طلبگار نشان ہمسے ہوا اُس خوش قد کے کوچے سے | بہشت و سایۂ طوبی گنہگارون سے مت پوچھو
ہمین گر نالۂ کنج قفس کہیے تو آتا ہے | چمن کے زمزمے کرنا گرفتارونسے مت پوچھو

فراموش اندنون ہم شہریون کے دلسے سودا ہی
خبر اسکی جہان آباد کے یارون سے مت پوچھو

مرے نامہ کے خاطر مرغ جان سی کون بہتر ہو | تجھے نامہ لکھون اور نامہ بر میرا کبوتر ہو
لکھون گر شرح سوز دل تو ہر ایک حرف پر میرے | شرار کاغذ آتش زدہ کی طرح مسطر ہو
کیا ہے عہد و پیمان اشتیاق اپنے سے یہ مینے | کہ جس ساعت گلے لگنا مجھے تیرا میسر ہو
ردونمین چشم داغ سینہ سے اس وقت اس طرح | مبادا مانع نظارہ اشک آنکھون مین آ کر ہو

خط اپنا مرغ جان کے پر سے باندھا آج سودا نے
نہ کھینچا انتظار اتنا کہ تا پیدا کبوتر ہو

بچے کیونکہ تسخیر سے ملک دل
کرے دو جہان کو مسخر نگاہ

کسی کے یہ نرگس کا والہ ہے گل
کہ سنگھا نہ کردے معطر نگاہ

ہوا زرد عاشق برنگ طلا
تری کیمیا سے ہے بہتر نگاہ

نہین زخم سے اسکے واقف کوئی
ہے باطن یہ برچھی لگا ہر نگاہ

جو ہین ترک چشم اُسکے ابلق سوار
اُنھونکا ہے نیزہ سراسر نگاہ

دل و جان کا حصہ برابر ہے یان
جفا جو ہین مژگان ستمگر نگاہ

تسلی تھی تک دل کو اب کیا کرون
کرے تھا تو آ کر جو اکثر نگاہ

کن انکھیون سے دیکھو ہو جون غیر کو
نہ کی یون کبھو تمنے ادھر نگاہ

کدر اسکے دل مین ہے مجھسے کہ اب
کرے آئینے کو مکدر نگاہ

نہ آلودہ خون ہوے دامان برق
نہ ہو خون عشاق سے تر نگاہ

سپر داغ دل کے سوا کیا کرون
بھرین تیغ کھینچین ہین جوہر نگاہ

جو سودا نکلتا ہے تلوار سے
کرے ہے وہی کام اکثر نگاہ

لینے لگا ہے اب تو مرا نام گاہ گاہ
بھیجین گے ہم بھی نامۂ پیغام گاہ گاہ

سائل کو کچھ نہ دینے سے دینا ہے کچھ بھلا
دیتے نہین ہو بوسہ تو دشنام گاہ گاہ

خورشید کی طرح سے تو نہین ہرزہ گرد وہ
نکلے ہی ماہتاب مرا شام گاہ گاہ

دیوار گھر کے یار کی مت ڈھا تو سیل اشک
کرتا ہون اسکے سایہ مین آرام گاہ گاہ

جاوے وہ کب اسیکے مگر گھر رقیب کے
لاتی ہے اسکو گردش ایام گاہ گاہ

طاقت ہین بھی مرغ چمن کچھ ہوا کی اب
ہونے لگا ہے نالہ سرانجام گاہ گاہ

بوسہ بزور لے کہا سودا نے اُس سے یہ
نکلے ہی یون ہی تجھسے مرا کام گاہ گاہ

گیا ہے جی تو نکل کب ہے ہمصفیرون ساتھ
یہ مشت پر ہی رہے ہین مرے اسیرون ساتھ

ہدف ہوا آہ کے نیزے یہ دل بچے کیونکر
نشانے اڑتے ہین ہر دم نگہ کے تیرون ساتھ

نکل چکا تھا سیاست سے ابروان کی دل
اٹک رہا ترے مژگان کی دارگیرون ساتھ

کیا ہے قتل جہان کو جنھون نے باتون مین
پڑا ہے دل کو سروکار اُن شریرون ساتھ

بوؤن مین تخم گل کو جہان وان زقوم ہو
اپنے چمن کو فائدہ کیا تجھ سے اے نسیم
بالون جو عندلیب قفس مین تو بوم ہو
یہ جا ہے وہ کہ یان دم عیسیٰ سموم ہو

اس درد دل سے موت ہو یا دلکو تاب ہو
اس کشمکش سے دام کی کیا کام تھا ہمین
قسمت کا جو لکھا ہو الٰہی شتاب ہو
اے الفت چمن ترا خانہ خراب ہو

اے نالہ مت سبک ہو نکلکر جگر سے تو
دامن مکان باشک سے ہی دو قدم کی راہ
مدت سے کر چکا ہے اثر کی نظر سے تو
آنکھین چرا نہ تخت دل اتنے سفر سے تو

جو مرغ زصیاد گل اندام قفس ہو
راضی ہے اسیری پہ تری چشم کا مائل
چھوڑونگا نہ دامان اسیری کبھو صیاد
جس طائر بے چین کو آرام قفس ہو
اس شرط سے گر صورت بادام قفس ہو
ہر صبح رہائی ہو مجھے شام قفس ہو

شب کے تئین یہ روسیاہ خانہ بخانہ کو بکو
ظلم کے تیرے ہین گواہ خانہ بخانہ کو بکو
تجکو فقط چراغ شام ڈھونڈھے نہین ہے گھر بگھر
سونپھون ہون جسکو منصفی جرم رکھے ہے سر بسر
دیکھی ہی جب سے خلق نے تجسے مری معاش
دل سے اٹھا کے دست صبر منھ سے ملونگا اسکا خون
دیکھون ہون تجکو مثل ماہ خانہ بخانہ کو بکو
بسکہ پھرون ہون داوخواہ خانہ بخانہ کو بکو
پھرتی ہے باد صبحگاہ خانہ بخانہ کو بکو
بسکہ ہوئی ہے تجکو راہ خانہ بخانہ کو بکو
مانگین ہین عشق سے پناہ خانہ بخانہ کو بکو
پوچھونگا اپنا جا گناہ خانہ بخانہ کو بکو

پھرتے ہین رات دن خراب گردش چرخ مین مدام
رشک سے تیرے مہر و ماہ خانہ بخانہ کو بکو

تمھاری فہم مین پیارے جو ہم ہین غیر یون سمجھو
کہا انسے نہ ملنے کو بھلا جان اپنی جانب ہین
زمین کو دیکھنا رنگین برا ہے خون عاشق سے
تواریخ جہان سے شیخ جی ہم خوب ہین آگہ
اگر سمجھے ہو بیگانون کو اپنا خیر یون سمجھو
جو تم اس دوستی کرنیکو سمجھے بیر یون سمجھو
اگر سمجھے ہو تم اسکو چمن کی سیر یون سمجھو
اسے کعبہ اگر سمجھے ہو جو تھا دیر یون سمجھو

برا مانے تو مت گفتار سے سودا کی ای پیارے
کہ اسکی بات کچھ رکھتی نہین سر پیر یون سمجھو

ردیف ہا

کرون گرم بادیدۂ تر نگاہ ۰:۰ کہ ڈالے پھپھولا نہ رخ پر نگاہ

نہ دے تو نالہ کی تکلیف ہمصفیر سے مجھے
کہ نالہ یان نہین اس مشت پر مین ہی شعلہ

پڑا جلون ہون مین تنہا گھر اپنے مین تجھ بن
طرح اُجاق کے دیوار و در مین ہی شعلہ

یہ تکمہ کی ہے جھلک یار کے گریبان پر
کہ جیسے مہر کا جیب سحر مین ہی شعلہ

جلون ہون رشک سے مین شمع بزم کی تیرے
جب اسکے دیکھون ہون آہ جگر مین ہی شعلہ

بتان کا عشق بھی سودا بڑا ہے شعبدہ باز
کہ دل کی سوخت کو اسکے ہنر مین ہی شعلہ

تجھ حسن کا یون مجکو مرے جان ہے شعلہ
جیسے کہ ہر اک گبر کا ایمان ہے شعلہ

جلتا ہون سدا ہاتھ مین شانہ کے اُسے دیکھ
اپنے تو لیے زلف پریشان ہے شعلہ

کون اُٹھ گیا جان سوختہ مجلس سے کہ ہر شب
لگ لگ کے گلے شمع کے گریان ہے شعلہ

شعلہ کا یہ احوال ہے تجھ حسن کے آگے
تصویر کے جون شمع کا حیران ہے شعلہ

دلمین ہین تپ عشق سے جسطرح مرے عضو
مین کیا کہون گویا یہ نیستان ہے شعلہ

ہے زیست کا اپنے بھی سبب داغ ہی اے شمع
جون زندگی تیرے کا نگہبان ہے شعلہ

رعد اسکو نہ سمجھون مین کچھ خوف سے کیسی
اکثر بفلک برق کا نالان ہے شعلہ

گر آتش گل کا چمنستان جہان مین
اے باد سحر تیرے بفرمان ہے شعلہ

سودا کا بھی سینہ ہے اک آتشکدہ جسمین
محکوم دم سرد کا ہر آن ہے شعلہ

خلقت کے نہ خلق اپنا پایا مین پسندیدہ
جز غم نہ کوئی دیکھا دل اپنے سے گرویدہ

سب خواب سے خلق اُٹھے سن شور قیامت کو
طالع مرے کروٹ لین ایسے نہین خوابیدہ

عریان تنی اس تن کی سو جامہ سے بہتر ہے
گر عیب کسی تن کا جس تن مین ہو پوشیدہ

جب بدر سے منھ اپنا تیرا اسا نہ بن آیا
تشکل ابرو کی پیدا کی اس غم سے ہو کاہیدہ

کیون منھ کو چھپاتے ہو تم ہمسے مرے صاحب
کچھ حسن نہین وہ شے کہیے جسے دزدیدہ

وہ شوخ کہ جب مجکو باتون مین اڑاتا ہے
ہوتا ہون خوشی سے تب جون گرد ہین بالیدہ

مت مجکو ڈرا واعظ محشر کی صعوبت سے
ہے مبدا صد محشر یہ میرا دل شوریدہ

زاہد نے نہ کی تزئین رندونکی شرارت سے
دن عید کے باندھے ہے عمامۂ بوسیدہ

ہستی سے کبھو اپنے جز اس دل پرخون کے
شیشہ مے گلگون کا دیکھا ہے نہ غلطیدہ

خدا پناہ مین رکھے دل ایسے ترکون سے
دغا گرین ہین یہ بے پیر اپنے پیرون ساتھ

جہان مین دیکھ کے طالع کی نارسائی کو
خیال ہے مجھے اب ہاتھ کی لکیرون ساتھ

ہزار طرح سے دیوین جلا اُسے سودا
برابری نہ کرے گا بلور ہیرون ساتھ

بارہا دل کو مین سمجھا کے کہا کیا کیا کچھ
نہ مری سنکے کبھو آپ بکا کیا کیا کچھ

عزت و آبرو و حرمت و دین و ایمان
رووُن کس کس کو مین یارو کہ گیا کیا کیا کچھ

صبر و آرام کہون یا کہ مین اب ہوش و حواس
ہوگیا اُسکی جدائی مین جدا کیا کیا کچھ

عشق کس ذات کا عقرب ہے کہ لگتے ہی نیش
دل کے ساتھ آنکھوں سے پانی ہو بہا کیا کیا کچھ

سادہ روئی نے تو کھویا دل و دین سبھی دیکھین
خط کے آنے مین ہے قسمت کا لکھا کیا کیا کچھ

وصل کیا راہ محبت مین نکو نامی کو
آیا اس کوچے مین جو اُن نے سنا کیا کیا کچھ

والہ و شیفتہ و زار و حزین و مجنون
اپنے عاشق کو کل اُسنے نہ کہا کیا کیا کچھ

گریہ شیشہ کبھی تھا تو کبھی خندہ جام
ساقی اس دور مین تیرے نہوا کیا کیا کچھ

غرہ مت ہو کہ زمانے سے تری بن آئی
تھا وہ کیا کیا کہ نہ بگڑا نہ بنا کیا کیا کچھ

شادی آئینگی نہ کر یار نہ جائیگا غم
آہا کیا کیا کہ نہ بگڑا نہ بنا کیا کیا کچھ

سینہ قانون و غنا نالہ و دل ہے مضراب
نکلے ہے ساز محبت سے صدا کیا کیا کچھ

دوستو حق مین ترقی و تنزل اپنے
کیا کہین ہم کہ زمانہ سے ہوا کیا کیا کچھ

ضعف و ناطاقتی و سستی و اعضا شکنی
ایک گھٹنے مین جوانی کے بڑھا کیا کیا کچھ

سیر کی قدرت خالق کی بتان مین سودا
مشت بھر خاک مین جلوہ ہے بھرا کیا کیا کچھ

کہان وہ نور کا شمس و قمر مین ہے شعلہ
جو حسن یار کا اپنی نظر مین ہے شعلہ

نظر کرو وہ بناگوش و گوشوارہ مین
کہ بحر حسن کی ہر ایک گہر مین ہے شعلہ

غضب جو ذرہ دل اسکے مین ہو ترحم جان
کہ سنگ مین ہے شرر اور شجر مین ہے شعلہ

شرر سے کم نہین آتا ہے گرم قطرۂ اشک
یہ عاشقون کی مگر چشم تر مین ہے شعلہ

سموم عشق کی تاثیر نے جلا مارا
تری بھی اسے نفس سرو اثر مین ہے شعلہ

سدا تلاش مین یارو اُس آتشین خو کے
یہ رات دن مہ و خور کا سفر مین ہے شعلہ

مین مجھسے نہ کہتا تھا مت گھر سے تو نکلا کر
اب شور قیامت نے گھیرا ہے در خانہ

اے آتش گل تو ہی کر خس کو مرے اپنا
ہر چند مین گلشن مین ہون سبزۂ بیگانہ

کعبے کی زیارت کو اے شیخ مین پہونچونگا
مستی مین مجھے بھولے جسدن رہ میخانہ

تنہا نہ ہمارا ہے مضحک ہے تو اے زاہد
گیدی تری داڑھی پر ہنستا ہے سدا شانہ

در خلق کے منھ پر مین باندھا ہے حباب آسا
تا دم ہے نہ کھولونگا ہرگز در کاشانہ

روزی کو نہو مضطر ٹک دیکھ تو گوہر کو
ہے ساتھ نصیبونکا ہم آب و ہمدانہ

ہر چند کہ سب عاشق مضبوط و جوان ہین پر
اڑتا ہے دھوان جس سے سودا ہی سو مستانہ

یان نہ ذرہ ہی چمکتا ہے فقط گرد کے ساتھ
جلوہ گر نور ہے خورشید کا ہر فرد کے ساتھ

زخم کی طرح زمانے مین تو کاٹ اپنی عمر
خندہ یا گریہ جو کچھ ہووے سو ٹک درد کے ساتھ

کسطرح خانۂ گردون کی بنا ہو دلچسپ
معنی اس بیت کے اک ہم ہین سو آورد کے ساتھ

قدر نہین دولت بے سعی کی تجھکو ورنہ
زر کو نسبت نہین عاشق کے رخ زرد کے ساتھ

امن دو دل کو ہو یکجا بہ بساط دوران
چوٹ کھاتی نہین وہ نرد جو ہو نرد کے ساتھ

تیغ چوبی سے کہان قبضۂ فولاد ہو نصب
نہ رہے صاحب جوہر کبھو نامرد کے ساتھ

ہم کہاتے ہین ترے بندۂ بے زر پیارے
گل نے بلبل کو خریدا ہے زر زرد کے ساتھ

صبحدم آج چمن مین بلب جو سودا ✱و
شعر بیٹھا وہ یہ پڑھتا تھا نپٹ درد کے ساتھ

دل کو چاہا مین کہ خالی کرون مانند حباب
ہوگئی جان ہوا اک نفس سرد کے ساتھ

شیخی تھی جام کی سو گئی جان جم کے ساتھ
وابستہ ہے طلسم جہان اپنے دم کے ساتھ

اکٹھا ہوا نہ قافلہ دنیا مین اس سوا
جو یان سے اٹھ چلا سو گیا درد و غم کے ساتھ

کیا ربط خورمی سے کہ مانند طفل اشک
پائی ہے پرورش مرے دل نے الم کے ساتھ

تھا مردہ وہ کوئی کہ جو اس بزم سے گیا
مانند شمع سر بھی لگا کر قدم کے ساتھ

یون چاہیے انھین ہے جنھین عزم سلطنت
یا زیر پا سریر ہے یا سر علم کے ساتھ

پروانۂ تجلی وحدت ہوا ور دیکھ
نور چراغ دیر ہے شمع حرم کے ساتھ

لے ہی چلے ہو دل کو یہ خاطر مین رکھیو
اک وقت مینے پالا تھا ناز و نعم کے ساتھ

یان محفل شادی بھی غم سے نہ جدا دیکھی
کیا شیشہ مے رویا جب نے ہوئی نالیدہ

جو مردہین شکل انکی یون سطح زمین پر ہے
تصویر ہو شیرون کی جون قالی مین بافیدہ

تحریر مین سودا کی ہے جائے سخن کسکو
خامہ ید قدرت سے اسکا ہے تراشیدہ

غم کا ہے بسر خواندہ اور درد کا بالیدہ
مضمون جو طبیعت کا سودا کی ہی زائیدہ

اس تپ کے طبیب اپنا موجب کو نہ سمجھے گا
دامن رہق دم کا چھوڑا ہے تن تفسیدہ

مت مجکو ستا ظالم آمان مین کہتا ہون
ہے تیر قضا نادان آہ دل رنجیدہ

مین جور بتون سے مل کچھ تازہ نہ دیکھونگا
آنکھین مری اے ناصح ہین کہنہ ستم دیدہ

پکڑا ہے یہ تنگ آکر غم نے مرے سینہ کو
دل سانس سے بھر نہین ہوتا ہے خراشیدہ

بھیجا تھا دیا اسکے مین نامۂ شوق اپنا
کیا شرح کرون اسکی بہتر ہے وہ نشنیدہ

جون سگ لیے پھرتا ہو ہڈی کسی بستی مین
قاصد کنے یون میرا ہے نامۂ سنجیدہ

نہین وہ روے عرقناک جنس آب زدہ
چمن مین صنع کے اک گل ہے وہ گلاب زدہ

چمن مین کسکے صبا رخ سے اٹھ گیا ہی نقاب
کہ گل مجھے نظر آتے ہین آفتاب زدہ

کرین ہین طالع بیدار یار سے ہمخواب
سو اپنے بخت ہین روز ازل سی خواب زدہ

پھڑکے ہی دل کو مرے اشتیاق سینہ مین
کہ جیسے مرغ قفس مین ہو اضطراب زدہ

میکدہ مین ہی نہ اے بادہ کشان ہی شیشہ
ہمنے جس سنگ مین دیکھا تو نہان ہی شیشہ

مے پیا کر جو ترقی ہو تری بخشش مین
تیغ ہمت کے لئے سنگ فسان ہی شیشہ

دیکھکر بزم مین یارونکے نشست و برخاست
شور قلقل نہین لبریز فغان ہی شیشہ

عیش یارونکو ہے رنجیدگی نازک دل
ہاتھ سے انکے سدا گریہ کنان ہی شیشہ

ساقی مت آکے ستا مجکو تو ادھر ہی رہ
ساغر عیش ہی جیدھر کو جہان ہی شیشہ

چشم نمناک و دل پر مین رکھون ہون تجھسے
جام کیدھر ہے مرے پاس کہان ہی شیشہ

بادہ پیتے نہین محبوب سوا ہم سودا
عاشقونکا گر و حسن بتان ہے شیشہ

ہے زلف مین دل میرا ست کیجیو تو شانہ
زنجیر نہ کھلجاوے ہے سخت یہ دیوانہ

بازرکھے گا تماشے سے مجھے گلزار کے
روبرو ہونیکا گر پاوے گا تاب تو آئینہ

فیض تیرے حسن کا یہ عام ہے اے مہر شمائل
عکس رو تیرے سے ہو جاتا ہے مہرو آئینہ

اسقدر ہے شوق نظارہ سے اپنے یار کو
روبرو دیکھون ہون اُسکے یا بہ پہلو آئینہ

کیا لگا لیتا ہے مہرویون کو سودا آپ سے
چشم مین اپنے مگر رکھتا ہے جادو آئینہ

حسن سے اُسکے اُسے دے ہے خبر آئینہ
در پئے جان ہماری ہے مگر آئینہ

عکس پڑتا ہے ترے سیب ذقن کا جسمین
حسن کے باغ سے پاتا ہے ثمر آئینہ

عشق سے صاف دلونکو نہین تازی نسبت
رہے تھا سنگ مین پہلوے شرر آئینہ

منعکس جلسے ہے خورشید سے منھ کا تیرے
سمجھے ہے آپ کو ہم چشم قمر آئینہ

پانی بھر آئے ہے آگے ترے اُسکے منھ مین
دیکھے ہے تجکو باندازِ دگر آئینہ

عکس تیرے کے تری تیغ نگہ کے ڈرسے
منھ پہ فولاد کے رو کے ہے سپر آئینہ

خود نمائی پہ سدا اہل جہان کے سودا
دیدہ پُر آب ہو کرتا ہے نظر آئینہ

لیتا ہے تو کسی کا تو دل لے سمجھ سمجھ
بازی نہ جان اسکو بلا لے سمجھ سمجھ

کیا کیا ملی ہین خاک مین یان صورتین کلال
گردش مین اپنے چاک کے گل لے سمجھ سمجھ

خورشید کی کرن سے نہین کم دلا تو دیکھ
خوبون کی پگڑیون کے یہ تلے سمجھ سمجھ

قابل نہین ہے کوئی ملاقات کے دلا
ملتا ہے گر کسی سے تو مل لے سمجھ سمجھ

زاہد نہ کھینچ رنج تو سودا کی وضع کا *
جا مدرسے مین کھینچ تو چلے سمجھ سمجھ

آ پہونچ ساقی کہ پھر ایام کب آتے ہین یہ
فصل گل کے کچھ گئے دن کچھ چلے جاتے ہین یہ

اسقدر بانکے ہین اے ظالم تری پگڑی کے پیچ
دل مرا اٹکا ہے زلفون بیچ بل کھاتے ہین یہ

کیونکہ غمازون سے سمجھون آہ یون کہدینگے ہم
منھ لگاتے تم نہین غیرون پہ جھنجھلاتے ہین یہ

دل تو ہے آفت طلب پر کور ہو جاوین یہ چشم
جو بلا ملتی ہے اپنے اسکو دکھلاتے ہین یہ

غیرت عشق آ گئے اے سودا تو پروانے سے سیکھ
شمع نے اپنا بھی ملنا دیکھ جل جاتے ہین یہ

ہے تخم دل زمین محبت مین ٹک سلوک
ابر مژہ ضرور ہے کشت الم کے ساتھ

سودا غلام لطف و محبت سے ہے ورنہ یان
کن نے اُسے خریدا ہے دام و درم کے ساتھ

لٹی مے اُٹھ گیا ساقی مرا ابھی پُر ہو پیمانہ
الٰہی اسطرح دیکھون مین کن آنکھون سے میخانہ

بناہی اُٹھ گئی یارو غزل کے خوب کہنے کی
گیا مضمون دنیا سے رہا سودا سو مستانہ

ہون سرمۂ کوری سے وہ چشم تر آلودہ
مژگان نہ رہین جنکے لخت جگر آلودہ

لب تشنۂ خون ہے دل اس خان کے قطرے کا
جس سے نہوا تجھ بن دامان تر آلودہ

مت ہنس مرے رونے پر آمان مین کہتا ہون
ٹپکے ہے ابھی کوئی قطرہ اثر آلودہ

جا عرش پہ لہراوے خون قتل تمنا کا
ہو وے لب زخم دل شکوے سے گر آلودہ

آلایش ہستی مین کیونکر ملون جانا نسے
ٹک رہ کہ ابھی ہون مین گرد سفر آلودہ

مت ساتھ رقیبون کے مجکو نظر آیا کر
ڈرتا ہون نہو سر زد آہ شرر آلودہ

سودا سے کہا مینے کیون تجسے نہ کہتی تھے
لب عشق کے ساغر سے ظالم نہ کر آلودہ

اب دیکھ تو حال اپنا ٹک رحم کی نظرون سے
ناحق کی بلا مین تو ہے کس قدر آلودہ

آنکھین تری رکھتی ہین دامان و گریبان کو
خونناب کے قطرون سے شام و سحر آلودہ

جس سمت نگہ تجھے اودھر نظر آتا ہے
لوہو سے ترے سر کے دیوار و در آلودہ

جب مین نے تجھے سمجھا کر رو رو انھین دھوتا ہون
کہتا ہے نہودے گا بار دگر آلودہ

لیکن یہ نصیحت ہے بیفائدہ کیا حاصل
یہ ہے کہ اُدھر دھویا اور پھر ادھر آلودہ

اس بات مین اے نادان تبلا کہ مزا کیا ہی
پانون سے جو تو خون مین ہے تا بسر آلودہ

جس وقت غرض اُن نے یہ بات سُنی مجھسے
اتنا ہی کہا بھر کر آہ اثر آلودہ

لذت کو ہلاہل کی کیا اُنکو بتاؤن مین
ہے کام و دہن جنکا شہد و شکر آلودہ

نیند سے اُٹھے ہے جسدم دیکھے ہی تو آئینہ
دے ہی باد صبح کو گلزار کے بو آئینہ

حسن لاثانی کا تیرے دوسرا ہوگا شریک
دیکھ پادیگا کہین گر تیرے منھ کو آئینہ

چاہتا ہی سینہ کو اپنے کردن مین چاک چاک
ہاتھ مین شانے کے جسدم دیکھے ہی گیسو آئینہ

صبر و دل و دین طاقت دیکھا اُسے اور سر کے
ہین جگ مین رفیق اپنے دو چار سو یہ تحفہ

اس دل کو شفا کیونکر ہو عشق کی تپ سے ہو
آزار کڈھب اپنا بیمار سو یہ تحفہ

اب شیخ کی سج دھج پر کیونکر نہ ہنسین نادان
ڈاڑھی ہے سو وہ نادر دستار سو یہ تحفہ

سن نظم کو سودا کے منھ پھیر لگا کہنے
آفاق مین دو شہرا اشعار سو یہ تحفہ

غیر پہ نت ہے کرم ہم پہ ستم واہ واہ
دیکھ لیا بس تجھے مین ہمنے صنم واہ واہ

مہر کرے یا جفا جس مین ہو اسکی رضا
اسکی رضا مین سدا گذرے جو دم واہ واہ

سبز کیا کشت کو برس کے عالم کے تو
ٹک تو ادھر بھی کبھو ابر کرم واہ واہ

خانۂ ہستی سب کے دیکھ تازہ بنا کو مرے
کہتے ہین نت ساکن دیر و حرم واہ واہ

سبزۂ خط کی ترے وصف مین مجھ نطق کو
سُنکے کہے طوطی باغ ارم واہ واہ

خاک نشینی کی راہ یون ہو کہ ہو کر فنا
اُٹھیے نہ جا گہ سے جون نقش قدم واہ واہ

کہنے لگے ریختہ جو کوئی سودا کی طرح
اوسپہ زمین سے ہو تا لوح و قلم واہ واہ

شیخ تو کعبے کو پہونچے ہے کرامات کی راہ
حرم دل کو جو پہونچا سو خرابات کی راہ

ہر گز اُس بت مین نہین وعدہ خلافی یارب
کن نے روکی ہے مری قبلۂ حاجات کی راہ

زلف کے پھیر نے سے دل چاہ ذقن مین ڈوبا
اسلیے کہتے ہین چلنی ہے بُری رات کی راہ

پھوٹے نکلے ہین مری پشت قدم پر جو خار
آہ پیدا نہوئی تسپہ ملاقات کی راہ

اے دل اُسکے تو نہو بات نکل نے بلول
وہ دہن تنگ ہے اتنا کہ نہین بات کی راہ

کس صنم نے یہ بھلایا ہے طریق دین کو
اپنے زاہد نے فراموش کی اوقات کی راہ

ناصحو دل تو گھرائے یہ دیا مین سکو
پر نہ سمجھو زرہ عشق مدارات کی راہ

باز آ پھرنے سے اب کوے بتان کے سودا
جب نہ تب چلتے ہین دیکھا تجھے آفات کی راہ

ردیف مثناۃ تحتانی

نہ وے عاشق نہ وے معشوق جنہین ہو عیب کچھ خامی
عبث لی ہمنے اب دنیا مین سر اپنے یہ بدنامی

دل کو ٹکڑے نہ کرائے آئینہ رو ہاتھوں ہاتھ
جنس یہ وہ نہیں جو ہو وے رفو ہاتھوں ہاتھ

روٹھ چلتے ہیں اگر ہم تو وہیں مہر و وفا
کھینچ لیجاتے ہیں پھر یار کے کو ہاتھوں ہاتھ

ہاتھ کیونکر نہ ملیں اس رشک سے کانوں اپنے
لے گیا شانہ تری زلف کی بو ہاتھوں ہاتھ

وحشت اتنی نہیں رکھتی گل و غنچہ کی بہار
مجکو پہونچاو دمغان جام و سبو ہاتھوں ہاتھ

تجکو یوسف کی خبر ہے کہ نہیں اے یعقوب
بک گیا مصر میں وہ روے نکو ہاتھوں ہاتھ

شب ترے پاؤن سے آلگتی ہے چوری چوری
ایک ہی دزد حنا باندھ لے تو ہاتھوں ہاتھ

ناصحو تار تبار اب کے کرون گا اسکو
گو کیا تمنے گریبان کو رفو ہاتھوں ہاتھ

شیخنا بزم میں رندوں کی چھپا اپنی ریش
اکر ترک ہی یہ لیجا دینگے مو ہاتھوں ہاتھ

شاہ مردان تری امداد کرینگے سودا
باندھ لے چل کے جو تیرا ہو عدو ہاتھوں ہاتھ

مجھسے یہ لیے پھرنا تلوار بہت تحفہ
مقتول کے قتل پہ یار اصرار بہت تحفہ

بیمار کو تجھ غم کے دینی تھی دوا کوئی
کیا کہیے غرض تھے وہ غمخوار بہت تحفہ

دیکھے سے شفا جنکے ہوتی ہے مریضونکو
رہتا ہے ان آنکھوں کا بیمار بہت تحفہ

احوال مرا کہہ کہ معذور رکھیا اوسکو
اغیار تو تھے ہی تھے پر یار بہت تحفہ

دل معنی رنگین سے لبریز ہے سودا کا
اس غنچہ میں پھولے ہے گلزار بہت تحفہ

سودا اسے کہا مینے کچھ ہم تجھے سمجھے تھے
پر تو تو نظر آیا اے یار بہت تحفہ

راز اپنے چھپا ہمسے غماز سے کہہ دینا
اخفا تو عجب تھا ہی اظہار بہت تحفہ

وہ شوخ کہ لب جسکے ہیں تشنۂ خون ناحق
بوسے کی طلب اس سے ہر بار بہت تحفہ

معقول ہیں یہ باتیں ہو جسمیں لہو کی بو
اے زندگی اپنے سے بیزار بہت تحفہ

سنکر یہ سخن مجھسے بولا بہ تبسم ہو
دیوانے تو ہم تھے ہی ہشیار بہت تحفہ

جب خوش ہو تو دے گالی اک بار سو یہ تحفہ
بخشش تو کہوں کس سے ہے پیار سو یہ تحفہ

چپ ہو تو بدی دل میں بولے تو زبان اوپر
خاموشی میں وہ خوبی گفتار سو یہ تحفہ

ہر دم کے تفحص سے دم ناک میں آیا ہے
غم اپنے کی دہ صورت غمخوار سو یہ تحفہ

صنعت کے مصور نے کھولا جو مرقع کو　　اک اسمین نہ تیری سی تصویر نظر آئی

اس زلف کو جب دیکھا مین ہاتھ مین سودا کے
بپھرے ہوئے ہاتھی کی زنجیر نظر آئی

یار کا جلوہ مرے کیا شہرۂ آفاق ہے　　جسکو سنتا ہون سو وہ دیدار کا مشتاق ہے
ذات پر اُس شوخ کے بس ختم ہی معشوقیت　　جو بشر دنیا مین ہے منجملۂ عشاق ہے
ان لبون کے قابل دشنام مجھ جیسا نہین　　یہ تلطف ہی کرم ہے مہر ہے اشفاق ہے
صبر اس سے زیادہ کرنا کام ہے ایوب کا　　لو خبر میری کہ اب عاشق کی طاقت طاق ہے

فائدہ اس ہرزہ گوئی سے بھلا ناصح تجھے
زندگی سودا کو اب عشق کرنی شاق ہے

سنگ پر چینی کو ٹپکا کر صدا منظور ہے　　دل کو عاشق کے نہ سمجھو کاسۂ فغفور ہے
لوگ کہتے ہین پری کہتا ہون مین یہ حور ہے　　فی الحقیقت دونون سے جلوہ صنم کا دور ہے
کوئی تو سمجھے ہے اس چہرہ کو مہ اور کوئی مہر　　ہم تو سمجھین ہین فقط اللہ کا یہ نور ہے
اے خیال یار اس سینے مین اب مت رکھ قدم　　شیشۂ دل سنگ سے ہجران کے چکنا چور ہے
دل نے تو میرے سراپا پر اب حیران ہون یا　　آئینے کو اتنے منھ چڑھنے سے کیا منظور ہے
دل تو نالے کی ہوس رکھتا ہے اُسکے سامنے　　سانس لینے کا دیوانے وان کسے مقدور ہے

اے خدا کیواسطے سودا کو ہر دم مت ستا
عاشق رنجور ہے مجبور ہے مہجور ہے

مین تجھسے کہہ نہین سکتا سخن ای یار نازک ہے　　نہ باندھ اس دلکو اپنی زلف سے وہ تار نازک ہے
ہمارے دل کے لینے پر تُلی ہین یار کی آنکھین　　کہو کیونکر نہ دون مین خاطر دلدار نازک ہے
کہون کیا موجب غم تجھسے اپنا پوچھ مت محرم　　مجھے جس بات کا ہی غم سوائے غمخوار نازک ہے
ادا کر اس چمن مین نالہ ٹک آہستہ اے بلبل　　نہایت پردۂ گوش گل گلزار نازک ہے
کرون مین حال کس کسطرح ظاہر سخت مشکل ہے　　کہ دل سے بھی زیادہ خاطر دلدار نازک ہے
مجھے مت ہاتھ سے دے بھول کر میری محبت پر　　سمجھ نادان کہ تار دوستی بسیار نازک ہے

بتون کی بات پر کیون چھوڑتا ہے اب تو کعبہ کو
نہ ہو سودا تو کافر رشتۂ زنار نازک ہے

اثر نے اشک مین پاتا ہون نے تاثیر نالے مین
ارادہ عشق کا تجھسے ہوا این بے سرانجامی

تجھے جو کہئے ظالم اُسکے تو برضد ہی کہتا ہے
خدا جانے بلا کیا لائیگی یہ تیری خودکامی

چلے ہی حسن ظالم سے کوئی بس عشق بیکس کا
حمایت اسکو کسکی اور اُسکے لاکھ ہین حامی

فلک نے فتنہ تو کیا کیا بہم پہونچای نام آور
جو دیکھا عشق کا فتنہ تو ہے سب سے بڑا نامی

مین اسکو شرح سوز دل کہو کسطرح لکھ بھیجون
زبان شمع تک کٹتی ہے وان اسکے پیغامی

اسیری مانع خوش طالعی کچھ ہو نہین سکتی
ہما دیکھا باز دست شاہ پر دہ جو نہو دامی

ہوئی ہے میخوری یہ دور مین ساقی ترے رائج
بجا ہے اب جو ہر ملا کو کہئے مولوی جامی

فقیر اب جانیے سودا ہوا ہے لیلی آنکھو پر
سنا ہے آج یون کپڑے رنگے ہین ان نے بادامی

بولا وہ جسنے تیری تصویر نظر آئی
یہ خواب زلیخا کی تعبیر نظر آئی

وے نالے جو موم اکثر کرتے ہین پہاڑونکو
آئی نہ ترے دل مین تاثیر نظر آئی

مین رنگ رخ عاشق مانند طلا دیکھا
گر درہ عشق اے دل اکسیر نظر آئی

حلقے جو پڑے باہم ہے جائے گرفتاری
آنکھون ہی کے لڑنے مین زنجیر نظر آئی

دل دینے پہ جو چاہو تعذیر کرو ہم کو
اس امر مین اپنی ہی تقصیر نظر آئی

کچھ اُسکی نگہ کا یک مین ہی نہ مسخر ہون
مجکو دو جہان کی وان تسخیر نظر آئی

مستون کا سخن ہمکو سودا یہ بہت بھایا
واعظ کی تو باتون مین تزویر نظر آئی

سودا کی مرے جسکو تدبیر نظر آئی
شمشیر کے جوہر کی زنجیر نظر آئی

مقتل پہ مرے آکر انصاف لگے کہنے
تقصیر سے یان آگے تعزیر نظر آئی

نامہ کا جواب اپنے آتے نہ کبھو دیکھا
قاصد ہی کی گلیون مین تشہیر نظر آئی

کرتے ہو مداوا کب بیمار غم اپنے کا
جب کام ہوا آخر تدبیر نظر آئی

دل پھیر نہین سکتے تجھسے وہ دعا ہرگز
جس سے کہ یہان پھرتی تقدیر نظر آئی

ہے گردش چشم اسکی حلقہ در محشر کا
موج خط پیشانی زنجیر نظر آئی

اس باغ مین اک گل کو خندان جو کہین دیکھا
سو غنچہ کی وان صورت دلگیر نظر آئی

کی عمر عبث ضائع خدمت مین مہوس کی
خاک اپنی ہی جب چھانی اکسیر نظر آئی

دیکھی نہ بنا ہمنے وہ قصر فریدونکی
جو اپنے خرابہ کی تعمیر نظر آئی

ڈرا تو ہمکو نہ قبضے پہ ہاتھ رکھ رکھکر — قسم ہے تیری ہی اپنی تو آرزو یہ ہے

یہ اپنے یار کے پیچھے لگا پھرے سودا
جو وہ ہے خانہ بخانہ تو کو بکو یہ ہے

محیط دل ہوئی اے شوخ تیری چاہ پھرتی ہے — سدا یہ برق ظالم گرد مشت کاہ پھرتی ہے
ہوئی تاثیر اُسکے دلمین نالے سے قیبونکے — اثر کو ڈھونڈھتی اب تک ہماری آہ پھرتی ہے
یہ دل مین آئے ہے کاٹو نین دست نارسا اپنا — تری زلفون مین کنگھی جس گھڑی اے ماہ پھرتی ہے
نبھے جون تجکو رکھ حجام سے اب صلح اے زاہد — کہ قینچی ریش کی تیری بہت بدخواہ پھرتی ہے
چلین کعبہ کو ہم بھی شیخنا گر تو قسم کھاکر — کہے یہ بات وان سے سیکڑوں کو راہ پھرتی ہے
خدا کے واسطے باز آ ستانیسے مری دل کو — کہ اب تاثیر اسکے آہ کی ہمراہ پھرتی ہے

کہوں کیا تجسے اے سودا خرام ناز مین اُسکا
دلوں کو ڈھونڈھتی اک آفت ناگاہ پھرتی ہے

جرم کے عفو کی تدبیر بہت اچھی ہے — بے گنہ رہنے سے تقصیر بہت اچھی ہے
مجکو سونپا ہے زمانے کے تئین قسمت نے — دست نامرد مین شمشیر بہت اچھی ہے
لیکے کعبے سے کیا سیر مین بتخانہ تک — خانۂ دل ہی کی تعمیر بہت اچھی ہے
ذکر کو عیش کے کہتے ہین کہ ہے نصف العیش — ہجر مین وصل کی تقریر بہت اچھی ہے
زلف مین تیری مین اسواسطے دل سونپا ہے — اس دیوانہ کو یہ زنجیر بہت اچھی ہے
کیون ہے خاموش مری طرح چمن مین بلبل — ترے نالے کی تو تاثیر بہت اچھی ہے
کام دیکھا مین بہت مانی و بہزاد کا یار — آنکھو نین تیری ہی تصویر بہت اچھی ہے
نیک و بد سے نہ کرون اپنے لکھے کا شکوہ — جو کہ قسمت کی ہے تحریر بہت اچھی ہے

جتنے ہین کام ترے سونپ خدا کو سودا
تیری تدبیر سے تقدیر بہت اچھی ہے

عاشق تھا کبھی تجھپہ یہ پھر دل تو وہی ہے — گو عشق نہین اسمین لیے دل تو وہی ہے
خورشید کو کیا رد جو ترا چہرہ وہ ہووے — عکس آئینہ مین دیکھ مقابل تو وہی ہے
کب کر سکے وہ تیغ ادا سے ہو جو کچھ کام — گو زخم نہ معلوم ہو قاتل تو وہی ہے
ہو دینگے ترے کوچے مین یون دل تو ہزارون — میرا جو دل ایک اُنمین ہے بسمل تو وہی ہے

جب یار نے اٹھا کر زلفوں کے بال باندھے
تب میں نے اپنے دل میں لاکھوں خیال باندھے

دو دن میں ہم تو ریجھے اے وائے حال اُنکا
گذرے ہیں جنکے دلکو یاں ماہ و سال باندھے

تار نگہ میں اُسکے کیونکر پھنسے نہ یہ دل
آنکھوں نے جسکے لاکھوں وحشی غزال باندھے

جو کچھ ہے رنگ اُسکا سو ہے نظر میں اپنی
گو جامہ زرد پہرے یا چیرہ لال باندھے

تیرے ہی سامنے کچھ بہکے ہے میرا نالہ
ورنہ نشانے ہمنے مارے ہیں بال باندھے

بوسہ کی ہی تو خواہش پر کہیے کیونکہ اُس سے
جسکے مزاج لب پر حرف سوال باندھے

مارو گے کسکو جی سے کس پر کمر کسی ہے
پھرتے ہو کیوں پیارے تلوار ڈھال باندھے

دو چار شعر آگے اسکے پڑھے تو بولا
مضمون یہ تو نے اپنے کیا حسب حال باندھے

سودا جو اُن نے باندھا زلفوں میں دل سزا ہے
شعروں میں اُسکے تو نے کیوں خط و خال باندھے

کیا کہیے جو اُس شوخ کی اوقات ہوئی ہے
انسان کا اُسے قتل تو اک بات ہوئی ہے

نوروز کو چہرے نے ترے یار سراپا
زلفوں سے شب قدر بھی اب مات ہوئی ہے

مجھ چشم کی جھڑیوں نے ڈبو ماری ہے اک خلق
کیا دشمن آفاق یہ برسات ہوئی ہے

زلفوں کے خیالات میں شب نیند جو اچٹی
معلوم مجھے کیا ہے بڑی رات ہوئی ہے

کوچے میں تم اپنے جو پھرا کرتے ہو پیارے
میرے بھی کبھو دل سے ملاقات ہوئی ہے

اے شیخ نہیں تم میں تو اک نیم کرشمہ
داڑھی کی بزرگی ہی کرامات ہوئی ہے

دعوائے غلامی تو ہے اک خلق کو تم سے
کچھ بندگی سودا کی بھی اثبات ہوئی ہے

نہ میں جہان میں ہوں تیری تو آرزو یہ ہے
نباہ مجھسے وفا کا ہے ورنہ تو یہ ہے

رفو ہوا جو گریبان مرا تو کیا ناصح
جو دل سے دل کہیں پیوند ہو رفو یہ ہے

طلب کرو ہو دل اس منھ پہ گالیاں دے دے
وفا کی طرح سو وہ اور گفتگو یہ ہے

بچشم کم تو دم سرد کو مرے مت دیکھ
سموم قہر سے ہر آن دو بدو یہ ہے

میں کہہ تھکا کہ تو اُس شوخ سے نہ مل اے دل
شریر یہ ہے اثر یہ ہے جنگجو یہ ہے

غرض نہ ہم سے ہے اُسکو نہ غیر سے مطلب
ملے ہے گرم جو ہر اک سے اُسکی خو یہ ہے

عجب نصیب لے اُترا ہے آئینہ اے یار
کہ اُسکو جب کوئی دیکھے تو روبرو یہ ہے

کب یہ گل و رنگ یہ گلشن مین مزا ہے
فندق سے جو وہ دست نگارین نمکین ہے

یہ حسن کبھو شمع کے شعلہ مین نہ دیکھا
جون سر پہ ترے طُرّۂ زرین نمکین ہے

میٹھا جو لگے بو سلنے پھر اُسکی تو کیا بات
ہو ترش تو حرف لب شیرین نمکین ہے

کب چاشنہ خواران جفا مہر طلب ہین
اس دل کو تری دشمنی و کین نمکین ہے

سودا یہ مرے شوخ کو کیا چاہیئے زینت
جون مہر بن آرائش و تزئین نمکین ہے

دل جنس فروشندۂ بازار ہنر ہے
دیکھو تو کہین کوئی خریدار ہنر ہے

نا قدر شناسی سے خلائق کے جہان مین
جسکو ہنر آیا اوسے انکار ہنر ہے

آیا نہ ہنر وہ کہ پھرین جس سے گئے بخت
اس عاصی کو مدت سے سروکار ہنر ہے

عاشق جو ہنر پر ہے ہنر اسکا ہی عاشق
دلبر ہے ہنر جسکا وہ دلدار ہنر ہے

کعبے کو نہ پوجون مین ہنرمند کے ہوتے
اے شیخ یہ بندہ تو پرستار ہنر ہے

اظہار ہنروان نہ کرون ہو نہ جہان قدر
دل اہل ہنر کا ہے سو غمخوار ہنر ہے

روکا ہے تغافل نے ترے مجکو تہ دام
صیاد ترا صید گرفتار ہنر ہے

دیکھی نہ ہنرمند کی مین قدر جہان مین
اے واے بران دل جو طلبگار ہنر ہے

رنگین سخن اُسکے نے دل خلق کو موہا
سودا یہ مگر طوطی گلزار ہنر ہے

پھوٹے وہ آنکھ جسمین نہ ذرہ بھی نم رہے
دل جل بجھے وہ جسکے نہ ہمسایہ غم رہے

تک ہمرہان قافلہ سے کہدے اے صبا
ایسے ہی گر قدم ہین ہمارے تو ہم رہے

قسمت حرم کو لے چلی ابپا نسے تا بدیر
شاکر رہین گے دوست سے تادم مین دم رہے

غم سے ہوئی ہی کاروائی یہ دل کی بند
جلتے ہوے اب اشک ہی آنکھونسے تھم رہے

رکھ سر کو اپنے شمع کے مانند زیر تیغ
عاشق ترا وہی ہے جو ثابت قدم رہے

مفلس ہمین نہ بوجھ جو رکھتے نہین ہین کچھ
خالی ہمیشہ کیسۂ اہل کرم رہے

سودا ہی کیا طلسم زمانے کا اعتبار
نے جام ہی رہے ہین جہا نمین نہ جم رہے

نکل پہلو سے میرا دل جو تیری کو مین بیٹھا ہی
سمجھکر چھیڑ یو دیوانہ اٹھا د ہو مین بیٹھا ہی

خوانے کو تبدیل کر آسکے تھی جو تجھ مین
اب میری ملاقات کی حائل تو وہی ہے

کیا فائدہ گر خلق پہ ظاہر ہے مرا حال
جو چاہیے آگاہ سو غافل تو وہی ہے

کیا جانیے جو تجھ مین ہے ابھی ہی یہ کس سے
جس گل سے بنا جسم ترا گل تو وہی ہے

خواری کا گلہ اپنے دلا یار سے شکوہ
رسوا جو ہوا عشق مین کامل تو وہی ہے

سودا کی اذیت سے ہوا کیا تمھین حاصل
جو چاہو سو دل پر کرو مائل تو وہی ہے

کیا کہیے اپنا حال جو کچھ ہے سو ہے سو ہے
دل مین مرے خیال جو کچھ ہے سو ہی سو ہے

مانگا نہ کچھ کسو سے کبھو ہمنے زیر چرخ
اللہ سے سوال جو کچھ ہے سو ہی سو ہے

کیا گفت و گوی برہمن و کیا کام شیخ
ناحق ہے قیل و قال جو کچھ ہے سو ہی سو ہے

کیا سمجھے بت پرستی کو میری خدا پرست
اس کام کا مآل جو کچھ ہے سو ہی سو ہے

کس خوبرو سے یار کو تشبیہ دیجئے
وہ حسن بے مثال جو کچھ ہے سو ہی سو ہے

کوئی تو مثل مہر کہے کوئی مثل ماہ
اس شوخ کا جمال جو کچھ ہے سو ہی سو ہے

شعر و سخن تو سودا پہ موقوف کچھ نہین
اس یار کا کمال جو کچھ ہے سو ہی سو ہے

گذشتہ حسن کا ابتک نشان باقی ہے
نہون فریفتہ کیونکر کہ آن باقی ہے

امید جینے کی اپنے کہان ہے بلبل کو
چمن تو پھر بھی ہے گر باغبان باقی ہے

سہی قدون کا نہو کام قامت خم سے
گیا ہے تیر نکل اب کمان باقی ہے

مری تو سن لے کہ مانند شمع بزم اخیر
نکل چکا ہے سراپا زبان باقی ہے

ہوئے نہ ہمسے جہان مین تو گو نہون اے یار
تو رہ جہان مین کہ تجھسے جہان باقی ہے

خط آچکا ترے اپنی گئی نہ سادہ دلی
کہ جھوٹے وعدون پہ ابتک گمان باقی ہے

اسی ہی مجھلے مین روز و شب یہ ملے سودا
بدن مین جب تئین میرے کہ جان باقی ہے

نہ درد دل ہی کے کہنے کی ہے مجھے طاقت
نہ چپ ہی رہنے کی تاب و توان باقی ہی

کیا کہیے وہ بت آہ کس آئین تمکین ہی
سر تا بقدم کافر بے دین نمکین ہے

قطرات عرق کا ترے عارض پہ ہے وہ لطف
جون پہلوے مہ خوشۂ پروین نمکین ہے

اُسے امید ہے ٹانکون سے مرے زخمی کو
ٹوٹے شمشیر تو قیمت کہے گھائل بھر دے

ناس دانی کو چھپا شیخ مبادا کوئی
آستین مین چھلنی چھپا کر تجھے غافل بھر دے

ساغر ماہ مین جون نور بھرے ہے خورشید
ساقیا جام مجھے آکے مقابل بھر دے

دیکھ کہتا ہون تو اس ضد سے مراجی مت کھو
توڑون ہون سر کے تئین لیکے ابھی سل بھر دے

دام سودا کے ہین کچھ پر گنہ زلف کے بیچ
شانے کے پاس اجارے کہو حاصل بھر دے

ورنہ دو باندھ کے لٹکا کہ یہی ہے معمول
یکسر مو بھی ہو نقصان تو عامل بھر دے

دنیا تمام گردش افلاک سے بنی
ماٹی ہزار رنگ کی اس چاک سے بنی

لخت جگر مژہ سے کرے کیا یہ دیکھیے
آتش کو یہ سنا ہے کہ نمناک سے بنی

ممکن نہین برا رہو خاشاک و شعلہ مین
صحبت مری نہ اُس بت بےباک سے بنی

تا صبح کی تار و سوزن و بخیہ کو ایکی سال
ہرگز نہ میری جیب کے اک چاک سے بنی

مسواک تو کرے ہے دہن مین جو تنا ہوا
لیکن یہ مین سنا ہے کہ وہ تاک سے بنی

صحبت مین اپنی بنتے نہ دیکھی کسو کے ساتھ
میری بنی تو مجھ دل غمناک سے بنی

ایسی بنی کہ ہو گئی یکسان زمین کے بیچ
سودا یہ جسم زار کی تب خاک سے بنی

جب اس چمن سے چھوڑ کے ہم آشیان چلے
اک ہمصفیر نے بھی نہ پوچھا کہان چلے

کیا لے لیا تھا ہمنے اُلجھتا جو کوئی خار
جون گل ہم اُسکے باغ سے دامن فشان چلے

ہر بات مین ہے ایسی کتر بیونت اُسکو یاد
مقراض کی طرح سے کہ جسکی زبان چلے

غافل ہماری آہ سے رہنا نہ بیخطر
کر خوف ایسے تیر سے جو بے کمان چلے

جانیکو اپنے گھر سے کہے تھا تو اور ہم
دنیا سے تیرے جور کے ہاتھ اے میان چلے

سینہ مفارقت سے نہو رفتگان کے داغ
آتش فشان رہے ہے کہ جب کاروان چلے

راہ عدم بھی زور ہے سودا کہ جسکے بیچ
جسطرح پیر جاے ہے وو ہین جوان چلے

جاتے ہین لوگ قافلہ کے پیش و پس چلے
دنیا عجب سرا ہے جہان آکے بس چلے

کہیو صبا سلام ہمارا بہار سے
ہم تو چمن کو چھوڑ کے سوے قفس چلے

گذرا آئینہ ہو بیٹھا ہے تاب رخ سے جب تیرے
تو عکس اسمین ہین یون جون مہر عقرب مین بیٹھا ہے

سدا آشفتہ ہووے بوے سنبل سے دماغ اسکا
کہ دل جسکا تمھاری زلف عنبر بو مین بیٹھا ہے

جو ناصح مانع وصل بتان ہے خوب ہونے دو
بجا کہتا ہے کب وہ صحبت مہرو مین بیٹھا ہے

لگادون مین ٹھکانے غیر کو پر ہے خدا کا ڈر
کہ غافل اس سے تو اور وہ مرے قابو مین بیٹھا ہے

نہ بیٹھے ننگ سے پھر وہ کسیکے پاس دنیا مین
تمھارا تیر جسکے اے بتان پہلو مین بیٹھا ہے

مین بندہ ہو گیا سودا اب اس نازک خیالی کا
کہ یار اپنے کو سمجھون ہون مرے پہلو مین بیٹھا ہے

ناصح جفائے عشق اگر مین سہی سہی
تو نے بھی کچھ ز راہ نصیحت کہی کہی

دریائے عشق کیا مین بتاؤن کہ جسکے بیچ
کشتی پھرے ہے عقل کی تیری بہی بہی

یہ دل نہ کھول زلف سے ظالم خدا کو مان
لاکھون گرہ جہان مین تو یہ بھی رہی رہی

پکڑے ہے تیرے ہاتھ کو ہر اک دم رقیب
ہمنے بھی گو کمر تری ذرہ گہی گہی

سودا تو چہرے کو ترے سمجھے ہے آفتاب
کہتے ہین گو کہ اسکو مغل سب یہی یہی

بیمار کی آج اپنے سر شام خبر لے
اس رات خدا ہی ہو تو ظالم وہ سحر لے

بیگم حسن آکے تجھے بولین گے عشاق
قرآن کی صورت جو خط اس لکھ یہ اتر لے

ہے تنگ زمانے مین بہت عمر کا عرصہ
اسمین عمل نیک کیا چاہے تو کر لے

دکھ دے نہ کسی دل کے تئین باغ جہا نمین
گر نخل حیات اپنے سے چاہے کہ ثمر لے

خاک اسکی پرکھ پر جو کوئی جوہری اے شوخ
آگئے لب و دندان کے ترے لعل و گہر لے

جون خضر ہوس عمر ابد کی نہین مجکو
اس دم کی تمنا ہے جو تجھ پاس گذر لے

دیکھ اسکو اکیلا جو کیا عرض تمنا
بولا کہ تجھے خیر ہے جا اپنی خبر لے

پوچھا جو مین سودا سے کہ ہاتھ اسکے لگیگا
اتنا مین کہا بھر کے دم سرد اگر لے

اے ترپ چین تو بسمل کو کہین تل بھر دے
یہ نہو خون سے کہین دامن قاتل بھر دے

بادہ پینے سے تو خوگر مین نہین ہون لیکن
ہو کسی شیشہ مین لوہو تو مرا دل بھر دے

لے زمین تا بفلک خون سے تجھ بن یہ چشم
ٹکڑے دل کے اگر آجا دین نہ اہل بھر دے

سیر کر باغ کی جس وقت پھرے وہ گلرو
مار ڈالو تو نہ اک مرغ چمن مین ٹھہرے

کیا کہون اس دل صد پارہ کا غنچے سے راز
کہے اُس سے کہ سخن جسکے دہن مین ٹھہرے

یار کا ہے وہ بنا گوش کہ جسکے آگے
تاب کیا ہے جو صفا دُرِ عدن مین ٹھہرے

ناہ نقد دو جہان اُسکو نہ بیچین عطار
بو ترے زلف کی گر مشک ختن مین ٹھہرے

بیقرارونکو ترے چین کہان بعد از مرگ
ایک آئین نہین ایسا کہ کفن مین ٹھہرے

شمع رویان کی اگر اُٹھ چلے تو مجلس سے
نہین امکان کہ تا شمع لگن مین ٹھہرے

کوچۂ عشق مین ثابت جو رہے تو جانین
مانین عاشق نہ اسے جو کہ ہی رن مین ٹھہرے

گر زبان سے تری الفاظ نہ بندش پاوین
معنی کسطرح سے سودا کے سخن مین ٹھہرے

کیا کیا تھے چاؤ دلمین جب آئے تھے عدم سے
کھلتے ہی آنکھ یارو پالا پڑا ہے غم سے

محفل تری مبارک ہو تیرے دوستونکو
تیری گلی کے سگ کو کیا کام ہے ارم سے

اے چرخ سفلہ پرور اے آسمان بے مہر
واژون ہے عقل تیری اوندھا ہی تو جنم سے

احمق ہین وہ جو تیری بھولین ہین کجروی پر
ٹک اسطرف نظر کر یہ بات اور ہم سے

مینا و ساغر و مے ساقی و مطرب و نے
یہ ساری خوبیان ہین سودا کے دم قدم سے

یا تو جاتے رہے اے یار ہمین دنیا سے
یا سر و کار محبت ہی کہین دنیا سے

شکل آئینۂ بشکستہ دلون کے روشن
دیکھ دنیا کو گئے چین بجبین دنیا سے

دم نہ مارا ہمین کسی کام مین مانند حباب
اُٹھ گیا مار دم باز پسین دنیا سے

ہرگز اُٹھین نہ کوئے یار سے جون نقش قدم
تا فنا ہو نسکین خاک نشین دنیا سے

یاد مین یار کے جو آپ کو سمجھین ہین فنا
نے غرض دین سے ہے نے اُنکے تئین دنیا سے

گھر خراب اور کا گو کرکے بنائی مسجد
دین ان باتون مین ملتا ہے کہین بنا سے

صحبت شعر و بکف جام و صراحی در دست
اس سوا سودا کو کچھ کام نہین دنیا سے

جوڑائی ہین ٹک اپنے عدو ادر بھی جم لے
لمبا کرون ہون دیکھ تو کیسا تجھے دم لے

ہم رندونسے بخشے ہے تجھے کیا ہوا زاہد
جا گھر کو پہنچ خیسے سے اپنا خم و جم لے

اے غنچہ آنکھ کھول کے ٹک تو چمن کو دیکھ
جمعیت دلی یہ ترے پھول ہنس چلے

تیرے سخن کو مین بسر و چشم ناصحا
مانون ہزار بار اگر دل سے بس چلے

نکلا جو دل سے نالہ تو سینہ سے دوڑے شک
سن مرد مان قافلہ بانگ جرس چلے

صیاد اب تو کیجیے قفس سے ہمین رہا
ظالم پھڑک پھڑک کے پر و بال گھس چلے

کام اُس گلی مین سر سے یہ سودا گذر چکا
کیا تاب اک قدم جو اُدھر بوالہوس چلے

یار جس سے خوش رہے مکروہ آئین چاہیے
اس سوا طالب نہ دنیا کا ہون نے دین چاہیے

مرتبہ تجھ حسن کا ہے زیب و زینت سے پرے
چہرۂ خورشید کو دستار زرین چاہیے

چین جبین گر ہے تو دے لب پر تبسم کو جگہ
بادہ کش ہین ہم گزک کو ترش و شیرین چاہیے

ہم دعا تو مانگین اپنے حق مین پر سامان کہان
لاکھ اہل دل ہمین کہنے کو آمین چاہیے

مین کہا اُس شوخ سے ہم بھی کبھو ہون شادمان
ہنس کے یون بولا دل عاشق تو غمگین چاہیے

ہاتھ پر اپنے حنا ہرگز نہ باندھے آفتاب
حسن دیوے حق جسے کیا اُسکو تزئین چاہیے

اب تو سودا کی سبک وضعی یہ اے ناصح بجا
جو کوئی ہو شیخ و زاہد اُسکو تمکین چاہیے

نہ تیرے پاٹ دامن کا نہ اُسکی آستین ڈوبی
یہ رو یا خون مین شب تا صبح کہ چین جبین ڈوبی

کریگا غرق عالم کو غرور حسن کا دریا
اگر آئینہ مین اُسکی نگاہ شرمگین ڈوبی

سخن اب لعل لب پر اُسکے اس خوبی سے آتا ہے
کہ تیری قدر و قیمت سب اے حرف نگین ڈوبی

ملا جنت مین یا رب ہمسے تو اُس شک جنت کو
نہین تو اشک خونین سے یہ فردوس برین ڈوبی

جہان مین اک بت چین کا مین شہرا نہین سنتا
مگر اے یار میرے رشک سے پانی مین چین ڈوبی

ندی یہ اشک نے فرصت کہ مشت خاک سر پر ہو
جو ہین گذرا یہ خاطر مین کہ سب روئے زمین ڈوبی

بہا دریا مری آنکھون سے اور اُسکو نہ رحم آیا
مگر تاثیر کی کشتی خبر لو تو کہین ڈوبی

لبان شمع جسکا عکس آب طشت مین ہو دے
ہمارے اشک مین اس طرح آہ آتشین ڈوبی

لے آئے گوہر نایاب ہی دریائے معنی سے
کہ جب غواص ہو سودا کی یہ فکر متین ڈوبی

دل تو کیا گر طلب جان ترے من مین ٹھہرے
کونسا جی ہے پھر ایسا کہ بدن مین ٹھہرے

سودا تو پیش چشم ترے ہے سدا بہار
تجھ برگِ گل سے کم نہیں لختِ جگر مجھے

ہیں تو لونگا ناصحا باتیں یہ تینوں جان کے ‌ ‌ ‌ گو کہ عدو ہیں خوبرو دل کے جگر کے جان کے
شکل تری کے اے میاں بندے ہیں کتنی آنکھ کے ‌ ‌ ‌ منھ کی مسی کی ریکھ کے لالی کے لب پان کے
منھ سے نقاب اٹھتے ہی حلقہ بگوش ہو گئے ‌ ‌ ‌ خال کے خط کے زلف کے بالے کے دُر کے کان کے
بندے ہوئے پہ شش جہت ہم دل و جان سے مطربا ‌ ‌ ‌ تال کے سُر کے ساز کے لَے کے صدا کے تان کے
ان شعرا میں ہم نہیں وہ جو طلب میں پھرتے ہیں ‌ ‌ ‌ تیل کے گھی کے لون کے جَو کے گیہوں کے دھان کے
خلق تمام جانے ہی ہم بھی سخنوروں میں ہیں ‌ ‌ ‌ رتبے کے دھن کے نام کے جاہ کے نے کی شان کے

سودا کو تم سمجھتے تھے کہ نہ سکیگا یہ غزل
آفرین ایسے وہم پر صدقے ہیں اس گمان کے

بیوفائی کیا کہوں دل ساتھ تجھ محبوب کی ‌ ‌ ‌ تیری تو نسبت میاں بلبل سے گل نے خوب کی
مجکو ان آنکھوں نے محجوب اس ہمیر سے کیا ‌ ‌ ‌ لے گئیں ہیں آبرو یہ گریۂ یعقوب کی
شمع کو آنے نہ دے یار اپنی خلوت میں کبھو ‌ ‌ ‌ شرحِ سوز اکبار دیکھے گر مرے مکتوب کی
محتسب ہمنے تو دی تھی دخترِ رز کو طلاق ‌ ‌ ‌ پر تری ضد سے اسے ساتھ اپنے پھر منسوب کی
کب تلک اس دل کو ظالم صبر ہم دیتے رہیں ‌ ‌ ‌ جیب میں اپنے شکیبائی نہیں ایوب کی
چشم ہمت میں ہمارے قدر کیا دنیا رکھے ‌ ‌ ‌ ہوتی ہے طالب کے آگے منزلت مطلوب کی

جو جفائیں تو نے معشوقوں کی سر اپنے سہیں
عاشقی سودا کٹھن ہے کرنی اس اسلوب کی

معتقد ہرگز نہیں ہیں کفر اور اسلام کے ‌ ‌ ‌ گر مرید اس دور میں ہیں ہم تو ہیں جام کے
ہمسے دیوانوں کے عاقل درپے تدبیر ہیں ‌ ‌ ‌ بندے ہیں ان پختہ مغزوں کے خیالِ خام کے
عشق کا آغاز تو جوں توں گذر جاتا ہے لیک ‌ ‌ ‌ کہہ نہیں سکتا دلا حالات میں انجام کے
نے تلاش دیں ہو ہمسے اور نے دنیا کی فکر ‌ ‌ ‌ اسکی رزاقی ہی ہے ہے ورنہ کسکے کام کے
گذرے تھی آرام سے جب تک تھا دل مبتلا ‌ ‌ ‌ اسکے لگ جاتے ہی دن جاتے رہے آرام کے
ساغرِ دل خون سے مالامال رہتا ہے مرا ‌ ‌ ‌ اہلِ دل گر مست رہتے ہیں تو ایسے جام کے
ہے بہار انکی نگاہوں میں ای سودا چار فصل ‌ ‌ ‌ مست جو ہیں سے نگاہِ ساقیِ گلفام کے

مین کھینچنے والا ہون جفا عشق کی مانی
اے حسن کش آگے نہ مرے ہاتھ قلم لے

کیا تاب رقیب آگے مری تیغ کے ٹھہرے
دکھلاؤن وجود اسکو تو وہ راہ عدم لے

گلزار محبت ہے دل سوختہ میرا
شب نالہ مین کرتا ہون چھپنے کے سے دم لے

ٹک ابر مژہ پر تو مری کر نظر اے یار
مانع نہین جانے کا ترے بوند تو تھم لے

الداغ یہ لالہ کے تو کیا روتی ہے شبنم
اس باغ سے کتنے ہی گئے داغ الم لے

دین و دل و ایمان و حواس و خرد و ہوش
سب کچھ گئے لیکر نہ گئے سینہ سے غم لے

وعدے کی ترے رات سب آنکھون مین ہے کاٹی
تا صبح پلک لگنے کی چاہے تو قسم لے

سودا جو کوئی مرد ہین میدان سخن مین
خاطر مین وہ لاتے ہین کسی چپکے کے حملے

جیسے دل کی الفت بے پیر دامنگیر ہے
تب سے موج اشک کی زنجیر دامنگیر ہے

کرچکا تھا سادہ روئی مین ہمین آزاد یار
پر خط رخسار کی تحریر دامنگیر ہے

حسن و عشق ایسا نہین ہو جسمین دخل قضا کو
جرم عاشق ہو نہو تعزیر دامنگیر ہے

کیونکہ مین پہونچون خدا تک زاہدا دیگا مراد
حسن جس بت کا ہے عالمگیر دامنگیر ہے

دیر سے پھر نے نکلنا جون حرم آسان نہین
کھینچنا ہر بت کی وان تصویر دامنگیر ہے

کسطرح یہ مرغ دل فتراک سے اُسکے بندھے
آہ جسکے زین کا نخچیر دامنگیر ہے

داد وہ اے دل کوئی معلوم گوش خلق ہے
گو تری فریاد بے تاثیر دامنگیر ہے

درگذر اے بیخبر تو اپنی تدبیرات سے
تیری ہر تدبیر کے تقدیر دامنگیر ہے

مخلصی سودا کی کچھ حق کے کرم سے ہو تو ہو
ورنہ یان ہر کام کی تقصیر دامنگیر ہے

ہے زاہدا عطائے ازل سے خبر مجھے
تجکو تو زہد خشک ملا چشم تر مجھے

کاٹی مصیبت شب ہجران مین بارہا
واعظ نہین ہے روز قیامت سے ڈر مجھے

بازار عشق مین غرض اس سر کو بیچنا
نے نفع پر نگاہ نہ سوجھے ضرر مجھے

جون شمع پانون گاڑ کے جاتا ہون مین کہان
در پیش آگیا ہے کدھر کا سفر مجھے

رہتا ہے اندنون دہن یار کا خیال
بھاتا ہے ناصحا سخن مختصر مجھے

پہونچائے ہے رقیب تلک بوئے زلف یار
ڈستی ہے سانپ سی یہ نسیم سحر مجھے

طلا کر دے سخن مس کو زبان کے
بنا دے گر کوئی اکسیر دل کی

لہو ہو بہ گیا آنکھوں سے سودا
یہی تھی کیا مگر تقدیر دل کی

صورت ہمیں اُس مہر کی پہچان اگر آوے
ہر ذرہ میں کچھ اور بھی جھمکا نظر آوے

مجھ چشم سے اب شک نہیں آنیکا نا صبح
آوے بھی غم دل سے تو لخت جگر آوے

میں منتظر اس وہم سے رہتا ہوں شب و روز
آیا جو نہ وہ شام تلک تا سحر آوے

پھرتا ہوں ترے واسطے میں در بدر اے یار
تجھسے نہ ہوا یہ کہ کبھو میرے گھر آوے

گویا دل عاشق بھی ہے یہ فیل سیہ مست
رکتا کہیں روکے سے کسو کے جدھر آوے

کہہ کہکے دکھ اپنا میں کیا مغز کو خالی
اتنا نہ ہوا اُسکے تری چشم بھر آوے

کوچے میں رقیب اُسکے ترے ہاتھ سے سودا
ایسا نہیں ونکا ہے کہ بار دگر آوے

لاکھ طوفان بجہان ہمکو فلک دکھلاوے
کسی عاشق کے نہ آنسو کی ڈھلک دکھلاوے

شعلۂ طور ہو موسیٰ کو چراغ مضطر
عشق ذرہ گر اُسے اپنی جھلک دکھلاوے

جل رہا ہے ترے ہاتھوں سے وگرنہ کیوں بدر
شام سے داغ جگر صبح تلک دکھلاوے

کیمیا جاگنے کو اس لیے سمجھا ہے شیخ
کہ خدا اتنا مجھے سونے کی ڈلک دکھلاوے

چھوڑ افیون کو اگر بنگ پیے تو زاہد
دو ہیں لیجا کے نشے عرش تلک دکھلاوے

تیرے شوریدہ کو جس دن کہ زمین کو سونپا
زلزلہ کو بھی خدا وہ نہ للک دکھلاوے

آب ہو جاتا ہے فولاد کا زہرا سودا
یار خنجر کو جو ٹک اپنی پلک دکھلاوے

وہ غل ہے جسکا سوجب تو ہی ورنہ شور بہتیرے
قیامت خیز تیرا راد ہے ورنہ شور بہتیرے

رہے نت اُٹھکے کشت و خون جس غوغا سے عالم میں
وہ شور انگیز تیری خو ہے ورنہ شور بہتیرے

کیا شوریدہ سر عالم کو اُس زلف پریشان نے
یہ شور افزا اُسی کی بو ہے ورنہ شور بہتیرے

سمجھتا کون ہے وہ ذکر و اذکار اے لب شیرین
کہ جسمیں تیری گفت و گو ہے ورنہ شور بہتیرے

کرے جو بات اے خونخوار عالم شور محشر کو
بر اُس غوغا سے تیری گو ہے ورنہ شور بہتیرے

وہ غوغا دیر و مسجد میں جو صبح و شام رہتا ہے
تری ہی پھر یہ جستجو ہے ورنہ شور بہتیرے

بوچھے نہ کبھو اشک وہ مغرور کسو کے
پڑ جائیں اگر چشم میں ناسور کسو کے

تو کہہ کے ہمیں سخت نہ بدنام ہو ناصح
یہ شیشۂ دل ہاتھ سے ہے چور کسو کے

قسمت کہ دل اپنا میں کیا پیس کے سرمہ
تس پر بھی نہیں چشم میں منظور کسو کے

ہو چشم سے کیسا ہی جو نزدیک تو پھر کیا
جس روز پڑا دل سے کوئی دور کسو کے

عاشق پہ تعدی ہے کوئی چرخ سے ایجاد
باندھے ہوئے ہیں دل آج یہ دستور کسو کے

پھڑکاتی ہے کیا دختر رز شیشہ میں آنکھیں
قحبہ نہ رہے گھر میں ہو مستور کسو کے

پلکوں کے ترے نیش سے گر مارے نہ کراہیں
ملکے وہ پڑا کاٹے جو زنبور کسو کے

ڈھلکے جو چلی جائے ہے نرگس کی یہ گردن
دیکھے ہیں مگر چشم وہ مخمور کسو کے

سودا تو عبث رہتا ہے یاد اسکی میں غمگین
وہ ساتھ شب و روز ہے مسرور کسو کے

بے چین جو رکھتی ہے تمھیں چاہ کسو کی
شاید کہ ہوئی کارگر آہ کسو کی

اس چشم کا غمزہ جو کرے قتل دو عالم
گھٹے کو نگہ کے نہیں پرواہ کسو کی

زلفوں کی سیاہی میں کچھ اک دام تھے اپنے
قسمت کی ہوئی رات وہ تنخواہ کسو کی

کیا مصرف بیجا سے فلک کو ہے سروکار
وہ شے دے کسیکو جو ہو دلخواہ کسو کی

دنیا سے گذرنا ہی عجب کچھ ہے کہ جسمین
کوئی نہ کبھو روک سکے راہ کسو کی

چھینے ہے غم عشق شکیبائی و آرام
اے دل یہ پڑی لٹتی ہے بنگاہ کسو کی

کہوں کیا بات اس بے پیر دل کی
یہاں سے کہیے کہ ہے تقصیر دل کی

نہایت چیز بد ہے دل کہ ہیں گے
شکایت میں جوان و پیر دل کی

ہوا کس پر یہ دیوانہ الٰہی
کہ موج اشک ہے زنجیر دل کی

بہ از آئینہ خانہ سے ہے منعم
جو تجھسے ہو سکے تعمیر دل کی

جو بچنا ہے تو بچ اسکی انی سے
ہے برچھی نالۂ شبگیر دل کی

پر پروانہ کاغذ ہو قلم شمع
اگر حالت کروں تحریر دل کی

ٹپک دے ہاتھ سے شیشہ اگر ہو
کروں اس سے جو میں تقریر دل کی

جفا سے تیرے اٹھ جاؤں میں لیکن
وفا ہوتی ہے دامنگیر دل کی

تری دریادلی کا شور ہے اے مہرباں جب سے
ہمارے دل سے دریائے تمنا موج مارے ہے

عبث تو سیر میں دریا کے مست اوقات ہو سودا
سرشک چشم کو ٹک دیکھ کیا کیا موج مارے ہے

ہمیں کیا لطف ہے منہ دیکھنا ان یار کا اپنے
جہاں وعدہ اُسے عالم سے ہو دیدار کا اپنے

ہمارا درد دل سنکر نہ بولا کچھ جو وہ ظالم
مخاطب کب ہمیں سمجھے ہے وہ گفتار کا اپنے

برہمن کفر کو اور شیخ سُن اسلام تج بیٹھے
جو نکتہ حل کروں ان پر کبھو اسرار کا اپنے

لیا ہے دل نے مستغنی وصال یار سے ہمکو
تصور دل میں نت رہتا ہے اُس دلدار کا اپنے

تنزل سے بھی ہم ہرگز ترقی میں نہ کم ہوتے
جو ہوتے کوہ سے پتھر تو تجھ سے صنم ہوتے

ہوا ہو دیگا لیا مژدہ پر مورد تلطف کا
خبر کن حال بد اپنے کی اسد کاش ہم ہوتے

مجرم ہوئیں تو کہدو مکافات کے لیے
منہ میں خدانے دی ہے زبان بات کیلئے

وہ رات وصل دوست کی یارب نہو نصیب
بھر عمر بیٹھے روئیے جس رات کیلئے

چاہو مرد جو غیر سے اغیار کیلئے
تو میں بھی یار کم نہیں دو چار کیلئے

طوبا تلے میں بیٹھ کے روؤنگا زار زار
جنت میں تیرے سایۂ دیوار کیلئے

گرمی اس شعلے سے ہیہات نہونے پائی
ہوں وہ پروانہ جسے رات نہونے پائی

جی کی جی ہی میں رہی یار مرے بالیں تک
پہونچا اُسوقت کہ کچھ بات نہونے پائی

دل نہ دیگا وہ کسو کو تو رہے گا یہ ستم
کہ مرے دل کی مکافات نہونے پائی

واجب القتل تو ہم تھے ہی پر اتنی جلدی
یار تقصیر بھی اثبات نہونے پائی

گل و بلبل کی بھی خو بو سے ہوں محرم اتنے
اس چمن میں بسر اوقات نہونے پائی

لے گئے حجرے میں خادم کو کہ ہم جا پہونچے
شیخ صاحب سے کرامات نہونے پائی

دل مرا ہے نہ کیا دیر نگہ نے اوسکی
ہے وہ مسجد کہ خرابات نہونے پائی

منتظر باب اجابت یہ رہے شب کو نہیں
بد دماغی سے مناجات نہونے پائی

تیرے دا سوخت سے خانی میں نہ بایا کوئی
شمع بھی سنکے مری اپنا ہی رد رونا روئی

جیسے سنکر کے سودا بلبل مین صوفی مست ہوجاوے
وہ خمخانے کی ہاو ہو ہے ورنہ شور ہے تیرے

یہ عندلیب گرفتار کو قفس چھوڑے
نہ تیرے دام کے مشتاق کو ہوس چھوڑے

چمن مین کیسے مچا دیوین دھوم جانے ہی
قفس سے ہمکو جو صیاد اس برس چھوڑے

عبث لپیٹ سے بلتا ہے دل کو مار سیاہ
صنم کی زلف مرے دل کو کاش ڈس چھوڑے

مین ایک آن مین دکھلاؤن یہ طلسم جہان
جو قید تن سے فلک مجکو یکنفس چھوڑے

یہ کیا بہار ہے سودا نہ دیکھ مین جانون ہو
خزان چمن مین اگر کوئی خار و خس چھوڑے

یارب کہین سے گرمی بازار بھیجدے
دل بیچتا ہون کوئی خریدار بھیجدے

اپنی بساط مین تو یہی دل ہے میری جان
لیتا نہین تو کیا کرون ناچار بھیجدے

دعوی جو برشکال کو آنکھون سے ہے مری
ایسا کوئی تو ابر گہر بار بھیجدے

دیتے ہین عقد حسن مین عاشق عروس جان
آتا نہین تو آپ تو تلوار بھیجدے

سودا سے غمگسار کا تھا دل یہ تین لیا
اسکے عوض بھلا کوئی غمخوار بھیجدے

جب سے کہ چشم خلق صنم تجسے جا لگی،
کہتا نہین ہے بات کوئی یان خدا لگی

پامال غم ہوا ہے مرا دل نہ جانیے،
ہاتھون سے کسکے پانون مین تیرے حنا لگی

بھڑکی ہے آگ لالہ سے گلشن مین باغبان
کس دل جلے کی باغ مین یہ بد دعا لگی

فرہاد بیستون مین باندھے تھا نقش کو،
پر تب بندھا وہ نقش کہ جب سر پہ آ لگی

کافر ہون گر ارادہ ہو تجھ ساتھ عشق کا،
کی یک نگہ کہان مین کہ گویا بلا لگی

الگ چلنے کی طرح نہ تھی ہر اک سے پیش ازین
تمکو بھی اب زمانے کی پیاسے ہوا لگی

پھاڑے نہ کیونکہ سودا گریبان کو اپنے یار
چھپان ترے گلے سے جو ہو کر قبا لگی

مری آنکھون مین یارو اشک ایسا موج مارے ہی
کہ جیسے ساغر سیمین مین صہبا موج مارے ہے

رویا ہی ابر دریا دل یہ کسکے حال پر یارو
کہ یون سرسبز ہو کر آج صحرا موج مارے ہے

پھنسے ہین بسکہ دل دریا دل نکلے اسمین اے پیارے
ترے مکھڑے پہ کیا زلف چلیپا موج مارے ہے

دل فروشوں کے لیے نقد محبت چاہیے / جنس کی قیمت کب انکی درہم و دینار ہے
اس چمن میں ہمکو جوں طاؤس لائی ہے ہوس / ورنہ پر جھاڑیں جہاں ہم واں گل و گلزار ہے
ضبط سوز دل سے ہے سینہ ستارونکا سا گنج / بسکہ یاں ہر دم گرہ اک آہ آتشبار ہے

صاحب تو تیر سودا کو نہ ہرگز بھیجیو
ایک وہ رسوا خراب کوچہ و بازار ہے

جو طبیب اپنا تھا دل اسکا کسی پر زار ہے / مژدہ باد اے مرگ عیسیٰ آپ ہی بیمار ہے
خندہ زن ہیں بلبل و پروانہ میری حال پر / زعفرانی جب سے اسکا چہرۂ گلنار ہے
کیونکہ ہر سو سے چمن رووں نہ جوں ابر بہار / گل کو اپنے دیکھتا ہوں تُمبُل گلزار ہے
درد اپنے کی کروں فریاد کسکے سامنے / دادرس کا آہ و نالہ آسمان کے پار ہے
اشک کا قطرہ نہ تھا آنکھوں سے جنکے روشناس / اسکی نیرنگ فلک سے ہر پلک خونبار ہے
کیا کہوں میں حال بیخوابی کا ظالم روز و شب / آئینہ خانہ کے طالع کی طرح بیدار ہے
دیکھکر جس مہروش کو صبر ہنگام ادا / پیشکش اپنا گریبان کرنے میں ناچار ہے
صبح یوں نکلے ہے وہ گھر سے کہ جوں خط شعاع / جیب کا بکھرا ہوا چھاتی پہ ہر اک تار ہے
دل میں جانیکا جو صحرا کیطرف رکھتا ہے عزم / جاے ہے اس سمت دیوانہ جدھر کہسار ہے
گرد و پیش افتان و خیزان اسکے خویش و اقربا / کوئی کرتا ہے سماجت کوئی منت دار ہے
وہ قدم جنکو رگ گل سے بھی ہوتی تھی خلش / سجدہ گاہ سنگ ہے یا بوسہ گاہ خار ہے
سالکان شہر جب یہ دیکھتے ہیں ماجرا / ہاے اس کوچے میں ہے تو واے اس بازار ہے
کیا خوشی اس سے ہمیں سودا کہ آئی ہے بہار / لالہ و نسرین سے پُر گو دامن کہسار ہے

ہر سحر خون جگر کا غنچۂ گل کی طرح
آنکھ ادھر کھولی کہ اک پیالہ ادھر تیار ہے

ہر لحظہ اب یہ نشو و نما خط یار رہے / گلزار کی خرابی کے درپے بہار ہے
جوں توں سمیٹ کر میں گرہ دے رکھا ہے یاں / سو ٹکڑے ورنہ تجھسے یہ دل غنچہ وار ہے
ابر بہار رہ چمن حسن سے پرے / یاں زلف و خال و خط سے ہوا مشکبار ہے
آغاز خط نہیں ہے یہ تیری لکھی ہوئی / بیمارے نظر گذر کو دعاے حصار ہے
ناصح تو آدمی ہو تو مانوں میں تیری بات / حشرات کی طرح جسے زمین کا بخار ہے

تا بمقدور کسی سے بمروت پیش آ
سنگ ہے آئینۂ دل کے لیے بے روئی

حرکت جو ہے بتان کی سواے الفت دل
سمجھیے ناز حقیقت مین ہے وہ بدخوئی

پائی محسود پہ رو رو کے نہ کر اے حاسد
لکھی قسمت کی کسو کے نہ کسو نے دھوئی

فخر ملبوس پر اپنے تو نہ کر اے منعم
پشم دونون مین تری شال ہماری لوئی

عمر ناصح نے نصیحت مین گنوائی اپنی
پر مرے دل سے بتان کی نہ محبت کھوئی

شیخ کعبہ مین خدا کو تو عبث ڈھونڈھے ہے
طالب اسکا ہے تو ہر ایک کی کر دلجوئی

پیر کی پھونک مریدون ہی کے لگتی ہے بدیر
گھر کی ہانڈی مین بجز ہاتھ نہ دیکھی ڈوئی

کچھ بجز داغ نہ حاصل ہوا اسکو سودا
تخم سے دل کے زمین عشق کی جن نے بوئی

ورد دل کسکو کہون مین وہ کہان ہے تو ہے
یہ یقین تو ہے مری جان بگمان ہے تو ہے

گو کہ ہے زیر فلک پر ز تماشا عالم
اپنی نظرون مین تو اے یار جہان ہے تو ہے

حسن کو حق کی تجلی سے نہ خالی پایا
شعلۂ طور کا جو کہیے نشان ہے تو ہے

عشق گل محض ہے تہمت ہمین بلبل پر
جسکی خاطر وہ بفریاد و فغان ہے تو ہے

تجھ سوا مین نے تو دیکھا نہ کہین دشمن و دوست
دوست اپنے کا جو اک دشمن جان ہے تو ہے

کون رویا نہ مجھے دیکھ ستم کیشو نمین
حال میرے پہ جو اک خندہ زنان ہے تو ہے

تیرے وعدے کا مجھے کیونکہ ہو کہہ پیارا
جسکے جون غنچہ زبان زیر زبان ہے تو ہے

گو تو ہتیار نہ باندھے پھرے بشکل اجل
قاتل خلق جو بے تیغ و سنان ہے تو ہے

مہوشان مین جو کوئی شکل بہ مہر آلود
گاہ نظرون سے نہان گاہ عیان ہے تو ہے

جب کسی بزم مین آتا ہے خلیقون کا ذکر
جتنی ہے خلق وہان جسکا بیان ہے تو ہے

ایک سودا سے دعا گو کے ہمیشہ حق مین
پر ز دشنام کسیکا جو دہان ہے تو ہے

ناصحا ہر چند یہ بندہ سبک اطوار ہے
پہ سبک ہے کب جو خاطر کا کسیکے بار ہے

عارضی سامان حکمت کب ہمین درکار ہے
یان تو جون خورشید جو ہے ہر صبح ہی تیار ہے

بستگی ہر چیز کی ہے دل سے با تار نفس
یہ جو سب دیکھے ہے تو اس تار کا بستار ہے

دل اٹکنے کا نہ دیکھا کوئی رنگ اے باغبان
یہ دل اس گلشن مین جون خار سر دیوار ہے

مجھے تجھ زلف کے سنبل سمجھنے مین تامل ہے
اگر قاتل نہ ہر سے کالے کی بھی اک زہر سنبل ہی

عبور اس بحر بے پایان کے کرنیمین تردد کیا
گذار عمر کی خاطر قد خم پیر کا پل ہی

کسو کی گوش فہم اے یار شنوا ہی نہین ورنہ
خموشی مین ہماری شور ہے فریاد ہی غل ہی

بکیفیت ہین ساقی جلوہاے برق چشمک زن
خروش ابر سے دمساز کیا آواز قلقل ہی

بنایا صانع قدرت نے تجکو رشک گلدستہ
دہن ہے غنچہ آنکھین نرگس شہلا ہین رخ گل ہی

زنخدان سیب گلشن حسن قامت سرو یا بوٹا
یہ لب نیلوفری ہی خال کاکل شکل سنبل ہی

چمن مین یا چھپے کرنے سے کیا ہے کام سودا کو
گرے گل نقش پاے دوست جس جا وانپہ بلبل ہی

صورت مین مین کہتا نہین ایسا کوئی کب ہے
اک دھج ہے کہ وہ قہر ہے آفت ہی غضب ہے

یوسف نہ سمجھے کہ بیٹھے زلیخا تو کہون کیا
عاشق وہ ہوئی وان کہ جہان جاے ادب ہے

کیا چیز ہے وہ دل جسے کہتے ہین الٰہی
اک قطرۂ خون سینے مین آفات طلب ہے

تجھ بن مری نظرون مین یہ تاریک ہے عالم
ہر روز مری آنکھون مین ساونکی سی شب ہے

یعقوب ترے عہد مین یوسف کو جو روتا
کہتا مین کہ یہ فہم پیمبر سے عجب ہے

اک طرز ہو لٹ جانیکی دل کی تو کہو نین
ہے جو حرکت جان کے غارت کا سبب ہے

توڑا جو مرا شیشۂ دل ہنس کے یہ بولا
مت کڑھ کہ مرا شیشہ گران شہر حلب ہے

دشنام تو دینے کی قسم کھاے ہے لیکن
جب دیکھیے ہے وہ مجکو تو اک جنبش لب ہے

کہتے ہین جسے عشق سو وہ چیز ہے سودا
جون ذات خدا جسکی حسب ہے نہ نسب ہے

دل ہو تو نالہ کر سکے تا شیشہ سنگ سے
اس سینہ مین معاف ہو تقصیر سنگ سے

مٹتا نہین لکھا جو نصیبون کا ظاہرا
وہ شے کہ جسپہ کرتے ہین تحریر سنگ سے

دون ان لبون کو لعل سے نسبت مین کبھو
آگے انھون کے کچھ کرے تقریر سنگ سے

حسن بتان کو ہے دل خارا ملک جگہ
شیرین کی جس پہ کھودی ہی تصویر سنگ سے

بیٹھا ہے اعتکاف مین کس بوجھ بھار سے
اے شیخ کے مرید ترا پیر سنگ سے

پتھراؤ سے چھٹے ہے کوئی ہم سے یہ گلی
کب عاشقون کے منع کی تدبیر سنگ سے

اب نسبت ان سے خانۂ دل کو نہ دون کبھو
دیر و حرم کی دیکھ لے تعمیر سنگ سے

طاقت کہان ہے اب کہ کنون وعدہ کیے مین کن
اسوقت بھی ملو تو دمون کا شمار ہے

گر ذبح اسکو خواہ رہا کر کہ مرغ دل
پربستہ تیرے تار نگہ سے شکار ہے

ذلت نصیب کوے بتان مین اگر ہون مین
راہ خدا مین شیخ گدھے پر سوار ہے

سودا چڑھے ہے خون تری آنکھوںنے کسکے آج
مژگان کے پنجہ سے ترے دل کو فشار ہے

نہین جون گل طلب ابر سیاہ گاہ ہے
خار ہون خشک مین ای برق نگہ ہے گاہ ہے

شمع سان دور ز تاثیر ہون گریان ای عشق
اشک مین گر نہ اثر ہو تو آہ ہے گاہ ہے

خو سے تیرے نہین پاتا جو کہین جا کے قرار
دامن شعلہ مین لیتا ہون پناہ ہے گاہ ہے

خون اُس شوخ پہ اثبات بہ پیش قاضی
ہوتے دیکھا نہ کسیکا گواہ ہے گاہ ہے

تو بہ ہم ملنے سے خوبان کے تو کی ہے لیکن
دیکھ لیتے ہین کسیکو سر راہ ہے گاہ ہے

باغبان کا نہ کیا حق نے ہمین شرمندہ
کسی گلشن مین ہیک برگ گیاہ ہے گاہ ہے

جنس دل کی نہ پھرے ترک سے ان آنکھونکے
پھرتے غارت نہ مین دیکھی زسپاہ ہے گاہ ہے

فیض ہے عشق کو ہم سے کہ نہو آتش کی
سرفرازی بجہان جز پر کاہ ہے گاہ ہے

اپنی اک آن نہین جرم سے خالی ہیہات
اور بدتر ز گنہ عذر گناہ ہے گاہ ہے

بولے ہے سنکے جو آتا ہے مرا کچھ مذکور
اُسکے آگے کسی تقریب سے گاہ ہے گاہ ہے

وہی سودا ہے نہ کوچے مین ہمارے جو شخص
نظر آجاے ہے با حال تباہ ہے گاہ ہے

بجھ عشق کے مریض کی تدبیر شرط ہے
لیکن شفا کو گردش تقدیر شرط ہے

سودا سے دل کو زلف گرہ گیر شرط ہے
دیوانے کے علاج کو زنجیر شرط ہے

نالے تو مین بہت کیے اُس بت کے سامنے
پتھر کے نرم کرنے کو تاثیر شرط ہے

ہو خاک راہ عشق مین تا قدر ہو تری
مس کے طلا بنانے کو اکسیر شرط ہے

کافی ہے اک اشارۂ ابرو ترا ہمین
کچھ عاشقونکے قتل کو شمشیر شرط ہے

دل کی شکست و ریخت کی ہے تجھے خبر
ہر گھر کی دیر پائی کو تعمیر شرط ہے

کرتا ہے کس گنہ پہ عقوبت ہمین تو یار
تعزیر کے تو واسطے تقصیر شرط ہے

سودا مین بس چمن مین ہون جون غنچہ دل گرفت
ماتم سرا مین صورت دلگیر شرط ہے

تجھ عشق سے سودا کا انکار نظر مین ہے
دیوانہ بکارِ خود ہشیار نظر مین ہے

خاطر مین قیامت کو کیا لائینگے وہ جنکے
جلوہ ترے قامت کا اے یار نظر مین ہے

مستوجب آمرزش ہین وہ زجناب حق
جنکے بجہان اپنا کردار نظر مین ہے

اُنسے جو ہین نابینا وعدہ ہے قیامت کا
بینا کی ہر یک پل دیدار نظر مین ہے

مت پوچھ کہ کس شے پر مے قرض ہے ہین رند
اک شیخ نمو ہے کی دستار نظر مین ہے

ہے کوچۂ ہستی مین سو طرح کا الجھیڑا
اک راہ عدم یار و بے خار نظر مین ہے

سینہ سے کھینچے کیونکر عاشق کے خدنگ عشق
جز داغ کہین اسکا سوفار نظر مین ہے

کہتا تھا نہ پھنس اے دل رشتہ مین محبت کے
اس تار کا کب تیرے بستار نظر مین ہے

پوچھا مین عیادت کو چلتا ہے تو سودا کی
بولا کہ ہماری وہ بیمار نظر مین ہے

ہم آج ایک صنم مین عزور دیکھا ہے
نظیر کبر خدا کا ظہور دیکھا ہے

قسم دے مجلسیونکو کہ تیری آمد مین
کسی نے بھی برخ شمع نور دیکھا ہے

کرشمہ پیر مغان کا ہے یہ کہ بر در دیر
نشہ مین آج مین زاہد کو چور دیکھا ہے

کشندہ باپ کا بیٹا ہے باپ بیٹے کا
یہ تیرے عہد مین ظالم فتور دیکھا ہے

نظر تو شیخ کو رہتی ہے من و سلوا پر
پر اپنا رزق بچشم تنور دیکھا ہے

جو پوست تخت یہ ہے خوش گدا وہ شاہونکا
سریر پر نہ کبھو ہم سُرور دیکھا ہے

نہین نظر مین ترے وسعت کرم واعظ
مگر ہمارا ہی فسق و فجور دیکھا ہے

کتابی چہرے کے ملا کو حسن معنی مین
کتاب فقہ سوا بے شعور دیکھا ہے

کرے ہے توبہ جو واعظ کی ہرزہ گوئی پر
مگر بہار کو سودا نے دور دیکھا ہے

کس سے جا اٹکا ہے دل میرا عجب دیوانہ ہے
شور محشر ایک جسکی شوخی جانانہ ہے

وسعت دنیا مین اتنا تنگ یہ کاشانہ ہے
پرتو مہتاب وان موتی کا جسکے دانہ ہے

عکس رو اپنے پہ کچھ آپ ہی نہین مفتون وہ شوخ
جوہر آئینہ تک اس شمع کا پروانہ ہے

کسکی زلفونکے تصور مین ہون یارب روز و شب
دیدہ تو آئینہ مژگان کی جھپک شانہ ہے

مزرع امید عاشق ہے تو بیحاصل مگر
اپنی خاکستر مین جو کچھ بودے خرمن دانہ ہے

ٹھوکر لگے ہے در سے ترے جائے کسطرح
سودا کے پانوُن واسطے زنجیر سنگ ہے

کچھ یہ بھی پیش وحشت کامل زمین ہے
وسعت جہان کی دیکھی تو یک تل زمین ہے

جیتا پھرا نہ جاکے کوئی شہرِ عشق کا
دیکھا تو ملک حسن کے قاتل زمین ہے

مقتول کی تو اپنے لحد کو لحد نجان
ظالم الم کی تیغ سے گھائل زمین ہے

بونے کو تخم عشق جہانمین زمین نہین
ہو چشم آبیار تو اک دل زمین ہے

دوری مین سر پہ خاک نہ کی چشم تر کے ہاتھ
دیکھا مین جس جگہ تو وہان گل زمین ہے

کیونکر نہ ملک داری مین باہم ہو کشت و خون
یان زندگی و مرگ کا حاصل زمین ہے

شیشہ دلون کو اپنے نہ دان جاکے پٹکیو
یارو بشہر سنگدلان سل زمین ہے

یون باز اخذ نور سے ہمکو رکھے ہے جسم
جیسے خسوف ماہ کے حائل زمین ہے

گر ہو نہ دست فکر مین فہم رسا جریب
تو اس غزل کی ناپنی مشکل زمین ہے

آگہ جو قافیہ سے نہ واقف ردیف سے
اسکے لیے قصیدہ کی قابل زمین ہے

مت دیکھ خاکساری سودا بچشم کم
گر آسمان ہے تو تو مقابل زمین ہے

آتش جو عشق کی ہے سو نور بصر مین ہے
شعلہ زبان دراز مری چشم تر مین ہے

آتے نہین نظر مین کسو کے جو ہم تو کیا
عالم تو سب طرح کا ہماری نظر مین ہے

ہے اب جہان مین بد گہری کس ہنر سے کم
عیب اس زمانہ مین جو کہو سو ہنر مین ہے

ہاجی کا جو سخن ہے مرے حق مین ہے وہ مدح
کب رتبہ میری ہجو کا اسکی نظر مین ہے

مجھسے کی پرورش مین رہے کون تجھ سوا
یہ حوصلہ بزیر فلک کس بشر مین ہے

رخصت نہین ہے اپنے تئین ورنہ عندلیب
تاثیر صد ترانہ اک آہِ سحر مین ہے

دندان مثال در ہین دہن مین جو یار کے
مصرع مری زبان کا بھی سلک گہر مین ہے

خوان فلک ہے نعمت الوان سے پر تو ہو
قسمت جہان تہان مری خون جگر مین ہے

شمشیر جون ہلال محرم ہے اسکے ہاتھ
شیون دہے کی طرح سے ہر ایک گھر مین ہے

جون غنچہ ہے گرہ مین تو گر اس چمن کی سیر
جھمکا ہزار رنگ کا اک مشت زر مین ہے

سودا کی میخوری سے ہے توبہ پذیر خلق
قاضی بھی فتوی دی ہے کہ خیر اسکے شر مین ہے

ہم سے لالچ پہ ارادہ کچھ اگر اسکا ہے
گھر مین جو کچھ ہے سمیت اپنے یہ گھر اسکا ہے

آگے کیا چیز رہی جسکو بتاؤن ہیہات
نہین معلوم جو منظور نظر اسکا ہے

جان تک چاہے اگر وہ تو ہے بندہ حاضر
دل سے دیوے جو کوئی تو جگر اسکا ہے

کیا مزاج اسکے بتاؤن کہ عجب آتش ہے
شعلۂ طور بھی شاید کہ شرر اسکا ہے

حسن سے اسکے ہوا ان دونو مین دن رات کا فرق
شمس ہمچشم نہ اسکا نہ قمر اسکا ہے

کیا ہے تجھ حسن کو تیر نگہ بد سے خطر
داغ اس دل پہ جو ہے سینہ سپر اسکا ہے

میہمان خانۂ آفت ہے جسے کہتے ہین دل
حلقہ جس چشم کا دیکھا مین وہ در اسکا ہے

مین نہ کہتا تھا دلا اس سے نہ لگ چلنا تو
بات جو سودا کی ملنے نہ ضرر اسکا ہے

ہر کسیکا نہ پڑے کوچے مین ایسے کہ قدم
جو دم تیغ نہ چلتا ہو گذر اسکا ہے

شہرہ پایا ہے زبس تندی خو نے اسکی
اسقدر دل مین خلائق کے خطر اسکا ہے

چشم پرآب سے سودا کے نہ ٹپکا کبھو اشک
صورت آئینہ کچھ دیدۂ تر اسکا ہے

اس سے اب فائدہ کیا ہے کہ زبانسے تیری
شام اسکا ہے گلا شکوہ سحر اسکا ہے

حال جو اب ہے یہ تیرا نہین اسکی تقصیر
تخم بویا تھا جو تو نے یہ ثمر اسکا ہے

فکر مین ہجر کے دل وصل کا دن کھوتا ہے
یان محرم ہی مین نوروز سدا ہوتا ہے

پاک میرے نہ کسی دوست نے کی چہرے سے گرد
دیدہ ہے دشمن جان پر مرا منھ دھوتا ہے

کشت و خون آج ان آنکھون سے ہوتے دیکھا
فتنہ سایہ تلے مژگان کے مگر سوتا ہے

عشق شبنم ہے مسلم بگل اے مرغ چمن
ورنہ راتون کو عبث کوئی بھی یون روتا ہے

دانۂ اشک سوا کچھ نہین اس سے حاصل
عشق کا کھیت بہت ہمنے برا جوتا ہے

زیست چاہے تو نجا رو برو اس نوخط کے
طوطی خط نہین بندوق کا وہ توتا ہے

داغ کپڑے پہ لگا ہو تو دھلاؤن یارو
داغ عشاق کے دل کا بھی کوئی دھوتا ہے

جاے کم ظرف کے دروازے پہ جولے سودا
حرمت اپنی وہ گدائی کی عبث کھوتا ہے

کیا تنک مایہ کی ہمت سے پڑے کی پوری
کاسہ لبریز کہیں اس سے بھی کم ہوتا ہے

نکلے چوکھٹ سے گھر کی پیاری جو پٹ کے اوجھل ٹھٹک رہا ہے
سمٹ کے گھٹ سے ترے درس کو نین مین جیرا اٹک رہا ہے

بیقراری دل کی اپنے ہمسے کیا ہووے بیان
برق سے پوچھو تڑپ سے اسکی جو ہمخانہ ہے

قدر سمجھے وسعت دل کی نہ شیخ و برہمن
ورنہ دونون کے لیے ہم کعبہ ہم بتخانہ ہے

تا دوئی ہو درمیان لاف آشنائی کا غلط
آشنا اُس سے ہے وہ جو آپسے بیگانہ ہے

نشہ کو ہرگز حقیقت کے نہ پہونچیگا کوئی
جب تلک اے یار خالی عمر کا پیمانہ ہے

تا گریبان اپنے پہونچے جس جگہ دست جنون
نہ فلک وان اک غبار دامن دیوانہ ہے

کیا کہون بیداری طالع کہ ہر یک شب دعا
بخت خواب آلودہ اپنے کیلئے افسانہ ہے

اپنی لیلی کا وہ کچھ مجنون سا رسوا کن نہین
رازدار عشق سودا زور ہے مستانہ ہے

یان صورت و سیرت سے بت کونسا خالی ہی
پر راہ محبت کی دونون سے نرالی ہے

جلوہ تو خدائی کا دیکھا ہے بتون ہی مین
سمجھوتے کو پھر آگے ایک بات نبالی ہے

اک رنگ کے جلوہ نے کھینچا ہے مرے دلکو
صورت تو نہ مین سمجھا گوری ہے کہ کالی ہے

خوبون کے تئین رتبہ کیا حسن نے بخشا ہے
گالی بھی جو وہ دیوین تو شعر جمالی ہے

دل کو تو کیا ٹکڑے اس زلف کے طرہ نے
خنگل سے بلا کے مین اک جان بچالی ہے

عالم مین ترے منہ کو سب بدر سا کہتے ہین
یہ بھی ہے عجب بھلا کہ کیا وہ ڈفالی ہے

تقلید تمہاری سے نام اسکا رقیب اپنے
اور ادزبان مت کر یہ اسم جلالی ہے

جب پیر مغان سے مین جا دختر رز مانگی
بولا کی سعادت ہے پردہ ابھی بالی ہے

تعریف سراپا کب سودا سے تری ہووے
اک وصف مین ابرو کے دیوان ہلالی ہی

ترغیب نکرو مجکو وان چلنے کی اے سودا
ق اس یار نے اب ہمسے یہ چھل نکالی ہے

وارد مین ہوا اسکے کل گھر مین تو یہ دیکھا
تیوری سے چڑھا صورت کچھ اور بنالی ہے

ہر بات پہ ہے میری اور وں سے اسے چشمک
کچھ پردہ کنایہ ہے نوکر پہ جو گالی ہے

غیر اُسکے اشارے سے جب کرنے لگے نوکین
اُٹھا مین یہ کہکر تب یا بین مرغ کی پالی ہے

ایک اُنمین سے یون بولا کیون جاتے ہو تم بیٹھو
جاؤگے تو یہ مجلس پھر لطف سے خالی ہے

اُس شیخ نے یہ سنکر بولا کہ خدا سے ڈر
سر پر سے بلا اپنی جون تون کی مین ٹالی ہے

بس غور کر اے نادان جس گھر مین یہ صحبت ہو
وان جاکے خوشی آنا یہ خام خیالی ہے

مجھے تو بحث کا ہرگز نہین کسی سے دماغ — کوئی سخن کو مرے بد اگر لگا کہنے
بسان مہر یہ روشن ہے سارے عالم پر — جہان مین جب سے کہ مین شعر تر لگا کہنے

ہزار طرح کا پیدا مرے تئین سن سن
ہر ایک شاخ پہ بلبل کا گھر لگا کہنے

نہین ہی بحث کا طوطی ترا دہن مجھسے — سخن بھی سن سے لے تو رنگین ترا چمن مجھسے
سخن مرا ہی مقابل مرے سخن کے ہے — کہ مین سخن سے ہون مشہور اور سخن مجھسے
مری زبان ہے ملک سخن مین اک خیاط — عروس معنی کا ہو ٹھیک پیرہن مجھسے
سخن تراش مین وہ ہون بسنگلاخ زمین — چھوئے نہ تیشہ کو بن پوچھے کوہکن مجھسے
قبول ہی یہ سخن کو مرے کہ وصف کنشت — کرون حرم مین تو ہو شیخ برہمن مجھسے
سخن کے فیض سے اتنا ہوا ہون پہناور — کہ چھا رہا ہے زمانے کا چو کدن مجھسے
سخن زبان کا مرے کب چھٹے زبانون سے — اگر چھٹے ہے تو چھوٹے مرا بدن مجھسے
سخن کو ریختے کے کون پوچھے تھا سودا — پسند خاطر دلہا ہوا یہ فن مجھسے

کب اسکو گوش کرے تھا جہان مین اہل کمال
یہ سنگریزہ ہوا ہے در عدن مجھسے

ہم ہین وارستہ محبت کی مددگاری سے — سب ہے آزاد ہوئے دل کی گرفتاری سے
سبب غفلت پیری ہی فقط عیش شباب — خواب آور ہو سحر رات کی بیداری سے
شکوہ ہے جور و جفا کا ترے کس کافر کو — مجھپہ گذرے ہی سو میری ہی وفاداری سے
قطع الفت نہ کرے کب عمل ناہموار — چوب سی چیز تو ہوتی ہے دو نیم آری سے
ایک مین ہی نہ تمہارا ہون جہان مین عاشق — جور کرنے سے ہو خوگر تو میان باری سے
مے پرستی ہے مری باعث آمرزش خلق — توبہ صد قوم نے کی ہو مری میخواری سے
کام دل جب تئین تجھسے ہو ہمارا حاصل — کام اپنا تو ہوا جاے ہے بیکاری سے
تجھ طلب مین یہ کھوا آپ کو مینے کہ ندان — طالب اپنا مین ہوا تیری طلبگاری سے

پہونچے گر شہر بتان مین تو پرے اے سودا
رہیو بازار محبت کی خریداری سے

خورشید و مہ نے پیارے تجھ پر یہ منہ لگائی — ریش و بروت و ابرو سب کو صفا بتائی

اگن نے تیرے برہ کی جب سے جھلس دیا ہے کلیجا میرا
ہیے کی دھڑکن مین کیا بتاؤن یہ کوئلا سا چٹک رہا ہے

جھنوی چھاتی سے یار برچھی ہوئی ہے رنمین وہ سو رہا ہین
بڑا وہ ساونت من مین جسکے برہ کا کانٹا کھٹک رہا ہے

مجھے پسینا جو تیرے مکھ پر دکھائی دے ہے تو سوچتا ہین
یہ کیونکہ سورج کی جوت آگے ہر ایک تارا چھٹک رہا ہے

ہلوری یون لے نماس کی بوند لگ کے پھولون کی پنکھڑی سے
تمھارے کانون مین جسطرح سے ہر ایک موتی لٹک رہا ہے

کہین جو لگ چلتے ساتھ دیتا ہو سطر جکا کٹر ہے یا پی
نجانون پنڈے کے ڈھول ہون مین جو مجھسے پا جھٹک رہا ہے

کبھو لگا ہے نہ آتے جاتے جو مٹھ کر ٹک اسے نکالون
سجن جو کانٹا ہے تجھ گلی کا سو پگ سے میرے کھٹک رہا ہے

کوئی جو مجھسے یہ پوچھتا ہے کہ کیون تو روتا ہے کہ تو ہمسے
ہر ایک آنسو مرے نین کا جگہ جگہ سر پٹک رہا ہے

کنی ہو کیسا ہی دھیان جسکا تری گنون سے لگا ہے پیارے
گیان پربت بھی ہے جو اسکا تو چھوڑ اسکو سٹک رہا ہے

جو بات ملنے کی ہووے اسکا پتا بتا دو مجھے سریجن
تمھارے بیٹو نین آج برسون سے یہ بٹوہی بھٹک رہا ہے

جو مینے سودا سے جاکے پوچھا تجھی کچھ اپنے ہی من کی سدھ بدھ
یہ رو کے مجھسے کہا کسی کے لٹک مین لٹ کے لٹک رہا ہے

جوہر کو جوہری اور صراف زر کو پرکھے
ایسا کوئی نہ دیکھا وہ جو بشر کو پرکھے

وہ شخص بار خاطر ہرگز نہو سکیگا
جسکا ندیم ہوئے اسکی نظر کو پرکھے

جوہر نہووے جسمین جوہر شناس کب ہے
جو صاحب ہنر ہو وہ ہی ہنر کو پرکھے

دُرِ سخن کے خواہان وہ یار مین جہانمین
جن مین نہ جھوٹے سچے کوئی گہر کو پرکھے

خاطر مین وہ نہ لاوے رگہائے ابر نیسان
جو قطرہائے اشک مژگان تر کو پرکھے

سچ ہے کہ چشم عاشق معشوق کا ہے معدن
ظالم اگر تو میرے لخت جگر کو پرکھے

درِ سخن کو اپنے پرکھائے آدمی سے
ہرگز نہ کہیو سودا ہر جانور کو پرکھے

دلا تو یار کو شمس و قمر لگا کہنے
وہ شعلہ طور کا ہے تو شرر لگا کہنے

سنا ہے مرغ چمن کا تو نالہ اے ساقی
بہار آتی ہے بلبل خبر لگا کہنے

بھرا جو بزم مین یارون نے ساغر عیش
تو اسکو اہل نظر چشم تر لگا کہنے

بیاض اسکے تو کیسہ جواہری کا ہے
سخن کو جسکے سخندان گہر لگا کہنے

کہے تھا ریختہ کہنے کو عیب نادان بھی
سو یون کہا مین کہ دانا ہنر لگا کہنے

صفا کلام کی میرے ہے شکل آئینہ
برے نے اسکو برا دیکھکر لگا کہنے

گنہ میرا نہیں جو تیرے دلخواہ ہو سکنے کی ہیننے
نہ دیکھا جب ین کچھ چارا تو پھر ناچار ایسی کی

رکھی طرح ملاقات اس سے غیر دنکے بھی ملنے پر
گوارا جو نہ تھی دل پر سو وہ ہموار ایسی کی

بیک نقد محبت جنس دل بکتی نہیں سودا
تبان نے داغ دے دیکر خراب و خوار ایسی کی

جدی جدی بجہان آن بان ہے سبکی
یہ مشت خاک مین جا کہ ندان ہے سبکی

سمجھ نہ دوستی مین زندگی خضر کا طول
کہ عمر دوستی تا امتحان ہے سب کی

زبان وہی ہی کہ ملنے مین جسکے ہو کچھ نیض
وگرنہ یون حرکت مین زبان ہی سب کی

ستلع دین سے مین اپنی ہون اسلیے بیفکر
کہ ذات حق جو ہے وہ پاسبان ہی سبکی

جناز پوچھو تو دل لے ہی چھین ہر اک سے
ادا جو دیکھو تو خواہان جان ہی سبکی

مآل مردم ماضی و حال و استقبال
سنا تو ایک سی کچھ داستان ہی سب کی

نہ دیر و زود پہوچنے کا شکوہ کر سودا
تنور ایک فلک جس مین نان ہی سبکی

گر دہ دید کو آیا تھا باغ مین گل کے
نہ بو کچھ اور مین پائی دماغ مین گل کے

عدو ہی ہو سبب زندگی جو حق چاہے
نسیم صبح ہے روغن چراغ مین گل کے

چمن کھلین مین پہونچ بادہ لیکے اے ساقی
گرفتہ دل نہ مجھے ست کر ایاغ مین گل کے

نہین ہے جائے ترنم یہ بوستان کہ نہین
سوائے خون جگر مے ایاغ مین گل کے

علی کا نقش قدم ڈھونڈھتا ہی یون سودا
پھرے ہے باد سحر جون سراغ مین گل کے

عارض پہ حسن خط سے دمک کیا ہی نور کی
یہ دود لڑ رہا ہے تجلی سے طور کی

طوفان طرازی مژہ عاشقان نہ پوچھ
کچھ آبرو رہی ہے نہ چشم تنمبور کی

پاس اب ہمارے نکہت گل کو نہ لا نسیم
دل سے ہوس چمن کی سیرون گئی عور کی

مین نخوت تبان کو دلا تجھ سے کیا کہون
فرعون کھائے تھا قسم انکے غرور کی

تیری گلی کے بیچ جو خواب عدم مین ہین
انکو طنین پشہ ہے آواز صور کی

معمار نے ازل کے فراموش کی مگر
جا گہ بنائی خانۂ دل مین سرور کی

ہمدم فقط تسلی کے دینے سے کیا حصول
گر فکر ہو سکے تو دل ناصبور کی

سر کی خبر نہ تن کو تن کی نہ سر نے پائی
اے تیغ عشق تیری اللہ رے صفائی

بت اپنے کے مقابل صورت نہ دے دکھائی
ہو اک طرف اگر وہ اور اک طرف خدائی

کوچے سے شیخ اسکے گذرا تو دیکھتے ہی
جز سجدہ کرتے اسکو کچھ اور بن نہ آئی

اسلام و کفر کی یان کسکو ہے پاس خاطر
رندی تو کی حرم مین جا دیر پارسائی

منت تو لاکھ کیجے پر جو غرور ان ہے
منت غریب اسکے عہدے سے کب بر آئی

تا ناخن ہلال مہ عید گھستے دیکھا
تیوری کی گانٹھ اسکے کھلتے نظر نہ آئی

آنکھوں مین تم ہمارے جبتک نہ تھے ملے تھا
رونے نے دمبدم کی وہ بات ہی ڈبائی

ہر بر نہو جو شکوا اسے جا کرون مین تیرا
کچھ اپنے تئین اسی مین مطلب کی گت پائی

کرتا ہون جانفشانی کیا کیا رقیب پر مین
لیکن نہین ہے اسکو کچھ پاس آشنائی

تھی سرد مہری اسکی آب حیات دل کو
جھوٹے تپاک نے تو کچھ آگ سی لگائی

گردش سے بخت کی یون ہمخانہ یار سے ہون
جون وصل و ہجر کو ہے گھر بار کی جدائی

رکھون قدم نہ اسکے کوچے مین گو کہ کچھ ہو
مجکو تو ان نے اپنے سر کی قسم دلائی

بندے کے حال کی تو ناصح کو کب خبر تھی
پھر سوتی بھڑ یہ کتنے میرے لیے جگائی

منت سماجت الحاح سب کچھ کیے پہ یعنی
یارو کسیطرح سے امید بر نہ آئی

اب طشت و تیغ لیکر جاتا ہون پاس اسکے
اک بار رہگئی ہے یہ بخت آزمائی

ق
وقت اخیر سودا بالین پہ اسکے رو رو
بیٹھا ہوا کہے تھا ہر دوست یار بھائی

مرضی اگر ہو تیری جا اسکو ہم لے آوین
دوری نے جسکے تیری صورت یہ کچھ بنائی

سنکر یہ بات بولا اتنا ہی آہ بھر کر
ہے نزع مین اذیت بیمار کو دوائی

تری آنکھون نے نرگس نے چمن مین یار ایسی کی
کہ اب بچتے نہین آتے نظر بیمار ایسی کی

تری دوری بہار باغ جو کچھ مجھسے کرتی ہے
خزان نے کس چمن مین با گل و گلزار ایسی کی

نظر بھر دیکھ جاتی مین نتھا افشا ے راز دل
مجھے کر منع کس آسان کو تین دشوار ایسی کی

وفا اگلی کا شاکر ہون جفا کا ابکی شکوہ کیا
بہت روز دن جو ویسی کی تو دن دو چار ایسی کی

جو دیکھے زاہد اسکو دے در میخانہ پر دھونی
مغان نے دختر رز اس برس تیار ایسی کی

جدائی سے مجھے اے دوست خوگر کر جدا کرنا
کسی دشمن سے ہے دشمن نے نہین لے یار ایسی کی

اچپلے جو میکدہ زاہد تو دون تجھے وہ جام
کہ دون مرتبہ تو جم کی ہمسری جانے

جہان مین قصۂ یوسف ہے آئینہ کہ پسر
پدر کا درد نہ مہر برادری جانے

نہ معجزہ نہ کرامت لگے نہ کشف اسکو
کرشمہ وہ جو تری چشم ابھری جانے

سخنور اب یہ ہین جسطرح آپ کو کوئی
گھر کسی کا پڑا پاکے جو ہری جانے

گداز دل نے کیا ہے مرا طلائی رنگ
وہ طالب اسکا ہے جو کیمیا گری جانے

ہے سادہ لوحی یہ اس دل کے آئینہ حیران
جو تیرے عہد کو سکندری جانے

ترا مقال رہ دین سے دور ہے اے شیخ
مرید گو اسے قول پیمبری جانے

تبان سے نفع کوئی کیا لے جنس دل کو بیچ
جو جی بچے تو یہ قسمت کی یاوری جانے

ق

کسی گدا نے سنا ہے یہ اک شہ سے کہا
کرون مین عرض گر اسکو نہ سرسری جانے

امور ملک مین اول ہے شہ کو یہ لازم
گدا نوازی و درویش پروری جانے

مقام عدل یہ جسدم سریر آرا ہو
ہر ایک خورد و کلان مین برابری جانے

وہی ہو رائے مبارک مین اسکے گوشہ نشین
کہ جسمین عامۂ خلقت کی بہتری جانے

ملازمون سے نہ لاوے یہ اسکو بر سرکار
کہ جس سے کار خلائق کی ابتری جانے

چمن ہی ملک و رعیت ہے گل انھونکے لیے
بسان ابر بسر سایہ گستری جانے

ہمیشہ جود و کرم مین سمجھ ہر ایک کی قدر
مساوی از امرا تا بہ لشکری جانے

بجا جو طرح سپاہی دے اسکو سمجھے مرد
نہ یہ کہ مرنے کو بیجا سپہ گری جانے

جو شخص نائب داور کہاے عالم مین
یہ کیا ستم ہے نہ آئین داوری جانے

سواے ان سخنون کے جو تاج زرین کو
خیال اپنے مین سر دھر کے سروری جانے

یہ فخر تاج تو یون نزد فہم ہی جسطرح
خروس آپ کو سلطان خاوری جانے

غرض یہ وہ غزل قطعہ بند ہے سودا
کہ اسکی قدر کوئی کیا جز انوری جانے

مرے ملنے کی اسکو تب ہوس ہووے اگر ہووے
کہ مجھ مین یک رمق باقی نفس ہووے اگر ہووے

کمال اشفاق کا لازم نہین دل کی تسلی کو
ہمین تو یک نگاہ لطف بس ہووے اگر ہووے

زمین کشت امید اپنی ہو سرسبز کیا معنے
جو یون تخم گل تو خار و خس ہووے اگر ہووے

فلک کو وعدہ مجھ قسمت سے گر ظل ہما کا ہو
تو سر پر سایۂ بال مگس ہووے اگر ہووے

توبہ چمن میں بادہ سے کن نے کی ای صبا
غنچہ کے تئین ہر ایک صراحی جو چور کی

کم مت سمجھ تو شاہ گداے ضعیف کو
وان قدر ایک سی ہی سلیمان و مور کی

سردی کو نزد شیخ زمستان مین دخل کیا
گرمی ہے ایک ریش مین وان سو سمور کی

سودا کو عاشقی سے رکھا چاہتا ہے باز
ناصح نصیحت اپنی سے خوبی شعور کی

بولو نہ بول شیخ جی ہم سے کرمے کڑے
یان جیت کیے ہین اس سے عمامہ بڑے بڑے

کیا سیکڑے مین آن کے جوے گا غلتب
بیو سینگے اُسکی ضد سے تو اب ہم گھڑے گھڑے

قامت نے تیرے باغ مین جا خط بندگی
لکھوالیا ہے سرو چمن سے کھڑے کھڑے

لگ جا گلے سے اب تو مرے یار کیا ہوا
دو روز دوستی مین جو باہم لڑے لڑے

کیا قدر دل بتان کو جنھون کے گلے کے بیچ
دل خاک ہو گئے ہین کرورون پڑے پڑے

ازبسکہ تنگنا ہے گذرگاہ آخرت
جاتے ہین اُسطرف جو کرہ مہ چھڑے چھڑے

دندان دہن مین وقت تبسم نہ دیکھے ہم
موتی سے کچھ ہمین نظر آئے جڑے جڑے

بوسہ نہین تو گالی ہے گالی نہین تو مار
عاشق نہین ہین منڈ چڑی جس پر اڑی اڑے

سودا کے ہوتے وامق و مجنون کا ذکر کیا
عالم عبث اکھاڑے ہے مردے گڑے گڑے

وہی جہان مین رموز قلندری جانے
بھبوت تن پہ جو ملبوس قیصری جانے

غلام اُسکی مین ہمت کا ہون کہ جو اپنے
جگر کے خون کو خوان تونگری جانے

فہیم ہے وہی آفاق مین ترا جو یاے
کہ جسمین پاے تجھے اُس کو مہر بری جانے

نہ بیچ کر مری یا خواجہ شکم پرور
کہ تجھ سوا نہ کوئی بندہ پروری جانے

جو خار راہ طلب مین ہوا ہو دامنگیر
غیور اُسکو بہ از خضر رہبری جانے

پڑا ہے پالے ایک ایسے کے دل کہ جو نادان
وفا کی راہ نہ رسم ستمگری جانے

بتان کی دید سو اکب ہے مجھکو بینائی
وگر نہ دیکھے تو جس زشت کو پری جانے

نگاہ لطف تری جن نے پھرتے دیکھی ہو
وہ بازگشتی اُسی تیر کی سری جانے

زبان دہن مین تو غنچے کے بھی ہے کیا لازم
کہ جسکے منہ مین زبان ہو سخنوری جانے

درسخن کو تو غواص بحر معنی پاے
وگر نہ کیسی ہی کوئی شناوری جانے

نہین معلوم اس سینہ مین کیا جون شمع جلتا ہے
دھوان نوک زبان سے بات کر نہین نکلتا ہے

گھڑی گھڑیال کی سن سنکے میرا جی دہلتا ہے
چلی آتی ہے دو ہی رات جون جون دن یہ ڈھلتا ہے

اداتو لیگئی دل کو پر اسکا ناز اے محرم
بغیر از جی لیے کافر مری چھاتی سے ٹلتا ہے

برنگ شیر اشک آنکھون سے میرے جوش مارے ہے
زبس ہر استخوان اب آتش غم سے پگلتا ہے

اثر لے آہ مین ہر چند نے تاثیر نالے مین
پرا تنا ہے کہ ان دو نون سے میرا دل بہلتا ہے

مرا وعدیکی شب تا صبح اندوہ تذبذب مین
پڑا ایکیک دم جب سینے کے اندر دل اچھلتا ہے

مجھے تشنیع کیون کرتا ہے ناصح یہ جو آنکھین مین
بس ان خانہ خرابون سے کسو کا کچھ بھی چلتا ہے

خیال پنجہ مژگان مین یہ احوال ہے دل کا
کہ جیسے صید کو شاہین کا چنگل مسلتا ہے

تجسر لے جلد سودا کی دگر نہ مین یہ دیکھون ہون
سرہانے اسکے بیٹھا ہاتھ سے تو ہاتھ ملتا ہے

سینے مین ہے یون دل کو ایام گرفتاری
طائر کو قفس مین ہو جون شام گرفتاری

صیاد نہ مجھ تک ہے نالہ نہ مرا اُس تک
مجھ سا نہ کوئی ہوگا ناکام گرفتاری

دل قید حیات اندر کتنا خوش و خرم ہے
یارب یہ ہوا وحشی کیا رام گرفتاری

خوگر کو اسیری کے ہے ظلم رہا کرنا
خوشتر ز چمن اسکو ہے دام گرفتاری

دل حال بد اپنے کا آغاز سحر شکوہ
ہوتا ہے کچھ ایسا ہی انجام گرفتاری

یارب مرے ناصح کو دکھلا دے جھلک اسکی
دیتا ہے بہت مجکو الزام گرفتاری

ہر چند اسیری مین ایذا ہے بہت لیکن
صیاد کی شفقت ہو آرام گرفتاری

سودا کو نہ سمجھو گے عشاق مین تم اپنے
آزاد کو مت کیجو بدنام گرفتاری

ہر ایک شے مین سمجھ تو ظہور کس کا ہے
شرر مین روشنی شعلے مین نور کسکا ہی

دماغ خلق پر از بس ہے مین حیران ہون
یہ مشت خاک مین اتنا غرور کسکا ہی

جو کچھ جہان مین ہے وہ فرق ہے تعین کا
سخن مرا نہ سمجھنا قصور کسکا ہی

یہ سمجھین ہین کہ تو خالق ہے اور ہم مخلوق
ترے گناہ سمجھنا شعور کسکا ہی

جہان کے بزم سے یارو کسیکا اٹھ جانا
یہ کون جانے کہ نزدیک و دور کسکا ہی

صفائی چہرے پہ نازان ہے آئنہ تو دیکھ
یہ زیر زلف سے پیارے عبور کسکا ہی

چمن گم کردہ فصل گل مین وہ آوارہ بلبل ہون — کہ جسکا آشیان کنج قفس ہووے اگر ہووے
نہین شایان زیب گنبد دستار کچھ زاہد — مگر مسواک ہی اُس پر کلس ہووے اگر ہووے
بکر ترغیب نغمات جنان خاموش اے واعظ — غنیمت ہے جو وان نوم بعدس ہووے اگر ہووے
نہوے سلطنت ملک سخن کی دزد معنی کو — جو اختر چور کا چمکے عسس ہووے اگر ہووے
پہونچ سکتا ہے یان کوئی چھیٹ اُسکے داد کو اپنی — وہی بیداد گر فریاد رس ہووے اگر ہووے

وہ کب ہمپائے محمل اپنے ہونے دیگا سودا کو
مگر دنبال آواز جرس ہووے اگر ہووے

ہمارے کفر کے پہلو سے دین کی راہ یاد آوے — صنم رکھتے ہین جسکو دیکھکر اللہ یاد آوے
پیام اب تو دیا ہے نامہ بر کو آگے یا قسمت — وہ جا کر اُس سے ہوئے پر خواہ بھولے خواہ یاد آوے
نہ پیوے چشمۂ آب بقا پر تشنہ لب پانی — زنخدان کا کسی کے گر اُسے وان چاہ یاد آوے
لگے کسطرح جی فردوس مین تجھ بن کہ یہ چہرہ — خدائی محو ہو خاطر سے جسدم آہ یاد آوے
برہمن آکے گر دیکھے ترے روئے مخطط کو — تو پوتھی بھولکر اُسکو کلام اللہ یاد آوے
اگر کیسا ہی کوئی مہروش چھت پر چڑھ رہا ہووے — جہان تاریک ہو نظروں مین جب وہ ماہ یاد آوے

فراموش اب کرے کیونکر نہ سودا شعر کہنے کو
کہ جو شخص آپ کو بھی گاہ بھولے گاہ یاد آوے

غنچے سے مسکرا کے اُسے زار کر چلے — نرگس کو آنکھ مار کے بیمار کر چلے
پھرتے ہو باغ سے تو پکارے ہے عندلیب — صبح بہار گل پہ شب تار کر چلے
اُٹھتے ہوئے جو دیر سے لی مدرسے کی راہ — تسبیح شیخ شہر کی زنار کر چلے
آئے جو بزم مین تو اُٹھا چہرہ سے نقاب — پروانے ہی کو شمع سے بیزار کر چلے
آزاد کرتے تم ہمین قید حیات سے — اُسکے عوض جو دل کو گرفتار کر چلے
اُٹھکر ہمارے پاس سے گھر تک تیئں گئے — پہنچے گا وہ کوئی جو ہمین مار کر چلے
لو خوش رہو گھر اپنے مین جس شکل سے ہو تم — دو چار نالے ہم پس دیوار کر چلے
اندوہ و درد و غم نے کیا عزم جب ادھر — ہم کو عدم سے قافلہ سالار کر چلے
سودا نے اپنے خون کی قیمت نہ تک نگاہ — چاہی تو اپنی بات سے انکار کر چلے
پیارے خدا کے واسطے ٹک اپنے دل کے بیچ — انصاف تو کرو یہ کسے مار کر چلے

بسکہ سوجا سے نگاہ شوق نے پیدا کی راہ
دیدہ مشتاق کو نگاہِ ستمگر پردہ یا دام ہے
اعتبار اوج خس کتنا میان گرد باد
کیا ہے وہ جو سرفراز گردشِ ایام ہے
مشت کو عریان تنون کے فیض سے خالی نہ جھ
جب گرہ سے جا ہو گوہر کے درم او دوام ہے
عشق کے انجام سے دلکیر ہے غفلت سے طرح
جیسے وہ ماہی کہ دریا مین میان دام ہے
مے خوری موقوف اپنی کچھ گل و مل پر نہین
لالہ سان لبریز خون میرے سے میرا جام ہے
وصل کے وعدے کی شادی مین کھو بیٹھے آپ کو
واسطے اپنی غذا کے غم سے قرض دوام ہے
مین کہا سودا سے نسبت اور وے کے لبریز ترا
کیا ہے تو جسکے لیے رسوائے خاص و عام ہے

سنکے یہ بولا کہ نادان چشم پروانے سے دیکھ
صبح کی مشعل سے روشن تر چراغ شام ہے

یان جو ہون خاموش سو تیری ندامت کیلئے
ورنہ شکوون کے ذخیرے ہین قیامت کیلئے
ناز برداری کی ہانپی تب بھرون دلکی کمر
دم دلا سادے بندھالون استقامت کیلئے
دولت عشق اسکی شایان ہو کیا ہے جسکو خلق
ملک جانبازی کی خالق نے نظامت کیلئے
ذکر کیا سرو صنوبر کا ترے قد کے حضور
ہے قیامت بھی قرینہ تیرے قامت کیلئے
آنکھ اٹھا کر دیکھ تو اے یار میری بھی طرف
کب سے ہون مین منتظر صاحب سلامت کیلئے
کھا کے تیہا اسکے کوچے سے نہ بڑھ کہتا ہون مین
دو قدم بھی کم نہین اے دل ندامت کیلئے
حرف واعظ مجکو مسجد مین تو لایا ہے و لے
ہے اذان ہر وقت کی مانع اقامت کیلئے
زخم سینہ کا تو بھر آیا ہے لیکن داغ دل
رہ گیا ہے دوستی کی یہ علامت کیلئے

اسکے کوچے مین تو کیون جاتا ہے اے سودا مگر
عشق کی سر پر نے لینے کو ملامت کیلئے

نہ غافل رہ زمانے سے بسر لیجا بہشیاری
کہ خواب پاسبان ہر گرگ کو طالع کی بیداری
یہ آنکھین جون صدف کب ابر نیسان پر نظر رکھین
عطا اسکی نباندھین گانٹھ جو دریا کو ہن جاری
نہین روشندلان کو وسعت روزی زمانے مین
کہ سہ کونان گاہے پاؤ کہ آدھی گئے ساری
ہوا زاہد کو عشق خوش لبان پیری کے عالم مین
بھڑکی ہے آتش یاقوت سے پنبہ مین چنگاری
نہ رکھا داغ دل نے تن بدن پیری سے کچھ مجھ مین
بغل کے چور کی جون شمع کبتک ہو خبرداری
مداوا زخمی تیغ زبان کو نفع کیا سا بخشے
نہین مرہم بند میرا سے علیہ جسد م زخم ہو کاری

سکے ہے تند نظا ہر تجھے ابھی سودا
ترا سا مرتبہ اُسکے حضور کسکا ہے

نہ نرگس کی پلک تیرے تماشے نے ہی جھپکائی
تو وہ گل ہی کہ جس گل کا ہر اک گل ہی تماشائی

تمیز خوب و زشت اے مہرباں کب عشق نے پائی
محبت میں سبھی یکساں ہیں جسکی جس سے بن آئی

مری تیری سی نسبت گل و بلبل بھی رکھتے ہیں
ترا جلوہ مرا دلکش ہے اسکا گل کی زیبائی

برائے خوش قداں ہی جنس جاں خرچ ضروری تہ
جو نقد دل تھا سو تو کر چکے ہم خرچ بالائی

سمجھ کر بول جو بولے نہیں پھر بازگشت اسکو
سخن بیروں لب منھ سے ترے جسدم زباں لائی

نہیں ہی گھر کوئی ایسا جہاں اُسکو نہ دیکھا ہو
کنہیا سے نہیں کچھ کم صنم میرا وہ ہرجائی

بغیر از گور زاہد گنج تنہائی کہاں سو بھی
نکیر و منکر اُس جا ہوں تو پھر معلوم تنہائی

محبت کی کروں جھجھ بل کی میں تقریر کیا یارو
ستم پرُ بت ہو تو اُسکو اُٹھا لیتا ہی جوں رائی

بجز خون جگر ساقی نہ دیکھا واسطے اپنے
کہ مے جام بلوریں میں ہو زیر چرخ مینائی

جھکایا تھا مجھے زاہد نے کوچہ رنج دنیا کا
مغاں نے راحت دنیا کی مجکو بات تبلائی

ثمر ذلت ہے خواری برگ ہر اک شاخ بدنامی
بسے مہرتاں دل میں کہ تخم نخل رسوائی

کہیں ہیں یار یوں مجھسے عجب ہی لطف سی سودا
چمن میں سنبل و گل نرگس اکی دے ہے دکھلائی

یہ اس نے کیا کہ تیری زلف نے عارض نے آنکھوں نے
پیارے بانٹ لی باہم مری آنکھوں کی بینائی

جب اُن آنکھوں کا غمزہ بر سر بیداد آتا ہے
قضا کا قتل عالم کی لئے اسناد آتا ہے

خیال لب سے ہی یوں تقویت دلکو کہ دارو کا
اثر جیسے طبیعت کیلئے امداد آتا ہے

ستایا ہی برس کر اُسکو کس عاشق کی مژگاں نے
کہ یوں ابر سیہ کرتا ہوا فریاد آتا ہے

دہن غنچہ کا جب دیکھوں ہوں گوش گل پہ گلشن میں
تو اپنا درد دل کہنا کسو سے یاد آتا ہے

نہیں کچھ دل کے نزمانے کا سیری آہ میں جوہر
وگرنہ آب کر دینا اسے فولاد آتا ہے

عروس معنی کی تصویر کھینچ آتی ہی سودا کو
کوئی خاطر میں اسکے مانی و بہزاد آتا ہے

زیست قاتل ہے مری تجھ بن اجل بدنام ہے
سینے میں موج نفس اک تیغ خوں آشام ہی

تب نہ تنہا بیقراری سے مجھی کو کام ہے
نور شمع اس شعلہ رخ بن جوں برق بے آرام ہی

یہ نوید آمد کے پیارے مجھسے مجکو لیگئے
آپ مین آیا مین تب آ گنا کے جب تم جا چکے

تیغ ابرو کو نگہ کو تیر مژگان کو سیبری
قتل عالم مین رہا اب کیا کہ تم بندھوا چکے

گوش زد اسکے کیا اعدا نے میرا حرف عشق
کیا رہا گھر جلنے مین اب آگ وہ سلگا چکے

کچھ علاج ایسا بتا سودا کہ دل چھوٹے کہین
یار کے ہاتھون بہت خون جگر ہم کھا چکے

خوب واقف ہین محبت کے وہ سر رشتے سے
حسن اور عشق کے جنکو ہے خبر رشتے سے

سب تن زار ملا آہ کے سر رشتے سے
سوزن گم شدہ جو آئی نظر رشتے سے

چشم انکی نہو جز حق کے کہین مجبرائی
باندھین ہین فقر کے جو شخص کمر رشتے سے

دل عشاق سلاسل ہین ہر یک سر مو
تیرے جسدن سے گندھے گیسو کمر رشتے سے

کھلے کب بال چمن مین کہ قفس مین ہین بند
بندھے تھے وان بھی رگ گل کے یہ پر رشتے سے

توڑ کر نخل محبت سے جو پھر باندھے دل
یون ہے جون شاخ سے باندھا ہو ثمر رشتے سے

چاک ملنے کا نہین جیب کا میرے جون گل
ناصحا تو تو سئیے شام و سحر رشتے سے

سینے مین قید علائق سے جو دل ہو آزاد
ہے صدف بیچ مبرا وہ گہر رشتے سے

سوجھے ہے دور کی کیا ہمسے چھپا ہی ناصح
ہے پرے طول امل کی یہ نظر رشتے سے

جکڑے زنجیر کے سودا نرہیگا پیارے
ٹھہرے تب ہی بندھے الفت کے اگر رشتے سے

دل اس سینہ مین ہے یا قطرۂ سیماب ہے کیا ہے
قفس مین مرغ ہے یا ماہی بے آب ہے کیا ہے

جھلک جس شوخ مین ذرہ نہو نور محبت کی
اگر خورشید ہے کیا ہو وگر مہتاب ہے کیا ہے

پہونچ ساقی کہ شیشے مین نہین مین جانتا ٹیری
مے گلگون ہے یا دل کا مرے خونناب ہے کیا ہے

ترا شہرہ عدو سے خواب ہے اتنا کہ سوچون ہون
فلک پر ماہ ہے یا دیدۂ بیخواب ہے کیا ہے

سنا کرتے ہین نام آبرو مدت سے دنیا مین
خدا جانے خذف ہے یا در نایاب ہے کیا ہے

پڑی جب کشتی دل عشق کے دریا مین خطرہ کیا
اگر گرداب ہے کیا ہے وگر غرقاب ہے کیا ہے

نظر مین انکی وہ جو دست برداران مطلب ہین
کوئی خان ہے اگر تو کیا وگر نواب ہے کیا ہے

سنے ہے شعر جب میرے تو چین ابرو ہو کہتا ہے
کیا مین فرض وہ شعر و سخن کا باب ہے کیا ہے

تجھے آزردہ دل اس بزم مین پاتا ہون اے سودا
نہین معلوم تجھسے کاوش احباب ہے کیا ہے

شہید رسم ملک عشق ہوں سودا کہ لیتے ہیں
جہاں جرم نگہ پر نقد جان و دل گنہگاری

کیا جانیے کس کس سے نگہ اسکی لڑی ہے
جس کوچے میں جا دیکھو تو اک لوتھ پڑی ہے

خبر دست قضا ساخت نہ سمجھوں میں کیسکی
کب تیغ نگہ تیرے ہتوڑے سے گھڑی ہے

بجتی ہی نہیں چوٹ مرے دل کی ترے ہاتھ
اس نرد کے یہ عشق کی بازی میں اڑی ہے

ہے خوبی دندان دہن خوبوں میں لیکن
تبیسی کہوں اسکی کہ موتی کی لڑی ہے

مت سمجھو کہ ہے گوشہ نشین بہر عبادت
خم زر کے تلے شیخ کی شاید کہ گڑی ہے

بے بادہ و ساقی چمن ابر سے
برسا ہے تگرگ آج کہ اک باڑھ جھڑی ہے

میں حال کہوں کس سے ترے عہد میں اپنا
روتے ہیں کہیں دل کو کہیں جی کی پڑی ہے

کوچے میں ترے کیا کہوں اللہ ری کثرت
یہ حسن کا شہرہ ہے کہ بیرونکی چھڑی ہے

محکوم تصور کی مری ہے تری صورت
آگے مری آنکھوں کے شب و روز کھڑی ہے

ٹھہرا ہے تری چال میں اور زلف میں جھگڑا
ہر ایک یہ کہتی ہے اتاک مجھ میں بڑی ہے

گو پیر ہوئی شاعری سودا کی جوانو!
تمسے نہ کھنچے گی یہ کمان سخت کڑی ہے

جسکے دل کی تری زلفوں سے میاں لاگ لگے
اسکی نظروں میں جو رسی بھی ہو تو ناگ سے لگے

جب مری آتش دل کو نہ بجھاوے کوئی
اپنی بجھا دیں دو جہاں جل نہ بجھے وہ آگ لگے

بوسہ مانگا میں تو بولا وہ کہ سبحان اللہ
منہ لگانے سے مرے تجکو بھی یہ بھاگ لگے

دل گرا ہے جو کسیکا ترے آگے جسوقت
کانوں میں تیری تو اسوقت کا وہ راگ لگے

جنسیت شرط ہے صحبت کے مزے کو ورنہ
لون کو فائدہ شیرینی کا گو باگ لگے

سبزی وسمہ کی سیہ گر نہ کرے شیخ کی ریش
کیا تماشا ہو کہ سوئے کا سا وہ ساگ لگے

ایسی مجلس میں نہ لیجاوے خدا سودا کو
طوطی کے آگے جہاں بولنے ہر کاگ لگے

قدر دل سمجھو نہ پھر ہاتھ آئے یہ جب جا چکے
چھٹ کے وہ پھنستا نہیں جو دام میں مرغ آ چکے

جان بھی دیجے جو اس جینے کا اب جھگڑا چکے
دین و دل کھو کر میاں اپنی سزا ہم پا چکے

خفا کے آنے پہ جو تم کرتے ہو ہم سے اختلاط
کیا سلوک اگلے تمہارے دل سے ہم دھلوا چکے

تجھ پر ہے نثار لعل و گوہر — کرتے ہین سب اے نگار جی سے
سودا نے تو سب کچھ اب بسارا — کیجو تو یہ اعتبار جی سے
مجھ پاس تو کچھ نہ تھا نہ ہے اب — آپہی مین ہوا نثار جی سے

انصاف کی شرط تو یہی ہے
توبھی اسے مت بسار جی سے

تازہ تعلق نہین اس دل کو الم سے — تھا طفلی مین گہوارہ مرا دامن غم سے
شربت ہے مجھے زہر غم ہجر کہ میری — گھٹی جو بنی روز تولد سو وہ سم سے
باس آتی ہے گلزار محبت سے لہو کی — زخمی ہے یہ کسکی رگ جان خار ستم سے
بازار محبت مین بنوت کا بہا کیا — اک زن نے لیا مول بنی چند درم سے
محراب حرم سے ہمین کیا کام ہے زاہد — عاشق کے ہے سجدے کی رگڑ تیغ کے خم سے
ثابت ہو مرا حق وفا روز قیامت — گر آنکھ لڑا دے نہ تو محشر کے حکم سے
کوٹے ہے سدا سینہ وہ با نالۂ و فریاد — عاشق کو نوازا بھی تو اُس طبل و علم سے
دریا دل اس آفاق مین جتنے ہین انھون کو — بیڑے ہی رہے تو تو سدا موج کرم سے
ہمت پہ فلک کے نہ کبھو چشم سیہ کی — چاہا بھی تو کچھ اپنے ہی دم اور قدم سے
یہ رنگ مین تصویر نہ تیری ہے نزاکت — جسکو نہ کوئی دیکھ سکا دیدۂ نم سے

خجلت نے کیا آب صدف کے تئین سودا
در ریزی یہ کچھ یار ہوئی تیرے قلم سے

پنبہ کو دور کر مرے سینہ کے داغ سے — سوز شب فراق کو دیکھ اس چراغ سے
آغاز خط کا دیکھ کے رخسار پر ترے — شرمندہ ہو بہار چلے روے باغ سے
بے بادہ یہ دہن بسخن آشنا نہو — جون غنچہ لب کھلین ہین تمھارے ایاغ سے
گذرا ہے تو چمن سے کہ بلبل کے ابنگاہ — آتی ہے روے گل کیطرف کس دماغ سے

سودا اُسے وہ چاہے ہے از تخت سلطنت
اک کنج عافیت مین جو بیٹھا فراغ سے

غفلت مین زندگی کو نکھو گر شعور ہے — یہ خواب زیر سایۂ بال طیور ہے
شمع و چراغ گو کہ مرے شب سے دور ہے — تو گھر مین ہو مرے تو اندھیرا بھی نور ہے

نہین وہ بولتے انہین خبر جنکو ہے کچھ دھر کی
سنی جو بیر کی کہتے ہین اور سیکھے ہوے گر کی

ہین دیکھی دشمن یہان لٹک یل گوش مین ڈر کی
نگاہ شرمگین کے کیا کہون جادو کی غمی بر کی

شب دے وزا اپنی نظر سے نہین جہا کو چھپان آ اہی
نہین دیکھا پر ایسا حسن گردش مین مہ و خور کی

انھین طبل و علم بخشا ہے چرخ سفلہ پرور نے
صدا سے کترنا جنکے بگوش فہم ہے پر کی

چلا آیا وہ ظالم اس لٹک سے رات مجلس مین
خبر رقاص و مطرب کو رہی نے تال و ز سر کی

جو یون لاٹھی دکھاتا ہون تو دانت اپنی نکو سے سب
رقیب آگے ترے دے ہے مجھے بندر کی سی گھڑکی

چڑھا پھر شیخ مرکب سر کو رند ہنستے ہین
مرید دو نکے لیے ہے تو تیا خاک اسکی ہر گھر کی

تراشا ہین بہین خوبی ز سر تا پا بت اپنے کو
کہ سنگ آستان سیہ سے کو پوجے قوم آزر کی

کمیت خامہ تازی ہے ترا پر کیا کہون سودا
چلا دے سے تمام اسکی عراقی ہو گئی ترکی

چاہنا بزم تعیش کا ہوسناکی ہے
دشمن دور قدح گردش افلاکی ہے

گذر انسان کا یہان سے جو بجا لاکی ہے
جون کمان معوج ہوا جلد ہے یہ خاکی ہے

زخم شمشیر سے جو دوست ہین لذت یاب
درگذر کرنی اون اشخاص سے سفاکی ہے

یہ تو بو طرۂ سنبل مین نہین ہے سچ کہہ
زلف کی کسکے صبا تونے گرہ وا کی ہے

سر کو نہوڑاکے مصلے پہ جو بیٹھا ہے شیخ
کچھ مراقب نہین بینک مین ہے تریاکی ہے

عشق وہ شے ہے کہ معشوق سی دل عاشق کا
شکر لبریز جو ہووے تو زبان شاکی ہے

ہوش مین کیونکہ وہ حکاک رہا ہے جسکے
ہاتھ سے لعل لب یار یہ حکاکی ہے

زاہدا حور بہشتی پہ تری تو ہے نظر
ہمنے بھی میکدہ مین دختر رز تاکی ہے

عزم کعبے کا تجھے حرج بڑا ہے سودا
دل مین تین گبر و مسلمان کے اگر جا کی ہے

عاشق کو نہ کر بیار جی سے
پر اسکو نہ مار یار جی سے

جاؤن باخویش و قوم اپنے
صدقے مین ترے ہزار جی سے

گذرے ہے جو مجھ پہ خط سے تیرے
جاوے گا نہ یہ غبار جی سے

تجھ سے کو جو عندلیب دیکھے
دے گل کو وہین اُتار جی سے

مین قول دیا نہ ملنے کا لیک
جون صبر کیا فرار جی سے

ہماری ذلت بدیدۂ فہم عین عزت ہے منعمون کی
جو سرنگون ہون نہ انکے آگے تو انکی معلوم سرفرازی

کسیکو یان غرۂ تاج کا ہی کسیکو یان عجب راج کا ہے
کوئی بھکاری اناج کا ہے یہ وجہ کیا ہی کہ بے نیازی

گذرا دھر بھی وہ شاہ خوبان کرے جو یکدم تو کیا عجب ہی
ہوئی ہی آگے بھی بادشاہونسے سطرح کی گدا نوازی

زبسکہ ٹوٹا ہوا نبا یا مین عشق تیرے مین شیشۂ دل
جو لوٹے حاکم کے گھر کا شیشہ مین جاؤن کھینچا شیشہ سازی

قمارخانے مین عشق کے ہم ہی آکے دیکھین خدا کرے کیا
جو نقد دل تھا اُسے تو ہارے لگائی اب ہمنے جان بازی

اگرچہ عمر خضر سے بھی ہے زیادہ زلفونکا طول اسکے
نبائی لیکن اُنھون مین سودا شب فراق اپنے کی درازی

دل کسی سے کہ جب پلٹتا ہے
دین و دنیا سے جی اُچٹتا ہے

طرۂ زلف شکل چنگل باز
مرغ دل پر مرے جھپٹتا ہے

مژہ برگشتۂ بتان کا حسن
صف آرام دل اُلٹتا ہے

گل ہے عاشق ترا قسم مت کھا
یون گریبان کلی کا پھٹتا ہے

غنچے سمٹے تو سمٹے ممکن ہے
دل جو بکھرے تو کب سمٹتا ہے

نہین شرم اتنی کم زبدنامی
اسقدر مجھسے کیون وہ کٹتا ہے

کیا کہون اس صفاے عارض کو
وان نگہ کا قدم رپٹتا ہے

عشق سے تو نہین ہون مین واقف
دل کو شعلہ سا کچھ لپٹتا ہے

خط کے آنے سے غم نہ کھا پیارے
لکھا قسمت کا کوئی مٹتا ہے

حسن و خط روز و شب سے روشن ہی
ایک بڑھتا ہے ایک گھٹتا ہے

ناصحو دل دیا ہے مین اپنا
کچھ تمھارا بھی اس مین بٹتا ہے

رات دن آکے تم مین سے ہر ایک
کیون مجھے بھوت سا چمٹتا ہے

صف مژگان کی یہ سخن ہر ایک
وصف برگشتگی مین رٹتا ہے

ملک دل قتل کرکے سودا کا
لشکر حسن یون پلٹتا ہی

جگ مین تخم شراب ہے دو ہی
ہرزہ گوئی کباب ہے دو ہی

میر غصہ مین یون تو کب آوین
موجب پیچ و تاب ہے دو ہی

سارے میوون مین باغ دہر کے بیچ
انھون کا انتخاب ہے دو ہی

دل کو مرے ہے آہ سحر سے شگفتگی
غنچے کو گلستان مین صبا سے سرور ہے

بلبل چمن مین تیغ نگہ کسکی چل گئی
جس گل کو دیکھتا ہون سو زخموں سے چور ہے

حور بہشت واہمہ تیرا ہے زاہدا
لیکن نگاہ چشم محبت مین حور ہے

موسےٰ کے کچھ عصا سے کم اپنے عصا کو شیخ
گنتے نہین یہ عقل کا انہین وفور ہے

کنکر کہین جو آے ہے اُنکے قدم تلے
سودا نہین یقین ہے کہ یہ کوہ طور ہے

جب نظر اسکی آن پڑتی ہے
زندگی تب دھیان پڑتی ہے

جھیل لیتے ہین عاشق اے فرہاد
جسکے سر جیسی آن پڑتی ہے

ہے جفا سے غرض اُسے جتنی
کہ وفا امتحان پڑتی ہے

نظر ان مہوشان کی ہے ظالم
کیا غضب آن بان پڑتی ہے

قدر زاہد نظر مین چلے بعد
اُتری سی کچھ کمان پڑتی ہے

بات اس دل کے درد کی یارو
گفتگو مین ندان پڑتی ہے

ایک کے منہ سے سیکھڑی نکلے
پھر تو سو کی زبان پڑتی ہے

لیکن اتنا کوئی کہے مجھسے
کبھو اُسکے بھی کان پڑتی ہے

بے ثباتی زمانے کی ناچار
کرتی مجکو بیان پڑتی ہے

گرم جوشی دوستان بنظر
آتش کاروان پڑتی ہے

دل سے پوچھا مین یہ کہ عشق کی راہ
کس طرف مہربان پڑتی ہے

کہا اُن نے کہ سنے یہ ہندوستان
نے سوے اصفہان پڑتی ہے

یہ دوراہا جو کفر و دین کا ہے
دونون کے درمیان پڑتی ہے

منزلت شعر کی ترے سودا
یون بوہم و گمان پڑتی ہے

نہین عیسیٰ تو پر سخن سے ترے
تن بیجان مین جان پڑتی ہے

زمانہ تجسے اگر ہو ناساز گر تو اس سے زمانہ سازی
جو دیکے روٹی چڑھادے تجکو کبھو گدھے پر کبھو بتازی

قسم نکھاوین ہم اس دن غالی جو وقت اپنے کھو رہے ہین
وہ شیر مین یا ورجنسے ہوتی ہے ساتھ خلقت کے روبہ بازی

جو پاک رکھتے ہین تن کا جامہ کہین ہین ناپاک دامن دل
خدا کے نزدیک انکے مصلی نہین ہین نہ ہار وہ نمازی

جھڑکی تو مدتون سے مساوات ہو گئی
گالی کبھو نہ دی تھی سو اب بات ہو گئی

باقی ہے مار کھانی سو اب آگے آج کل
سن لو گے تم اسے بھی کہ اوقات ہو گئی

ابتو مین چھوڑنے کا نہین اسکو ناصحا
ہونی جو کچھ تھی قبلۂ حاجات ہو گئی

بس اب ستم سے درگذر اے یار تا کجا
اعمال دل کی میری مکافات ہو گئی

پیغامبر نے دیر لگائی تو ہے و لے
دھڑکے ہے دل کہ یہ نہ کہے رات ہو گئی

مستی سے اُس نگاہ کی سے محتسب خبر
دنیا تمام بزم خرابات ہو گئی

ملنا ترا ہر ایک سے مین کیا بیان کرون
عالم سے مجکو ترک ملاقات ہو گئی

یارو وہ شرم سے جو نہ بولا تو کیا ہوا
نظرون مین سو طرح کی حکایات ہو گئی

سودا اسیکو وہ تو ستاوے نہ بے سبب
کیا جانیے کہ تجسے ہی کیا بات ہو گئی

تو ہی کچھ اپنے سر پہ نہ یان خاک کر گئی
شبنم بھی اس چمن سے صبا چشم تر گئی

دیوانہ کون گل ہی ترا جسکو باغ مین
زنجیر کرنے موج نسیم سحر گئی

کیجو اثر قبول کہ تجھ تک ہماری آہ
سینے سے ارمغان لیے لخت جگر گئی

خانہ خراب دل تو ہے لیکن مین کیا کہون
جیسے بلا سے جان ہے یہ چشم گھر گئی

نظارہ باز بزم بتان کا ہون جیسے مین
تو ہی نظر پڑا مری جیدھر نظر گئی

مت پوچھ یہ کہ رات کٹی کیونکہ تجھ بغیر
اس گفتگو سے فائدہ پیارے گذر گئی

زاہد مین کہہ رہا کہ پی اسکے عوض شراب
آخر نہ اے گدھے تجھے افیون چڑھ گئی

سودا فغان کو خط یہ لکھا اُسکے یار نے
جسوقت اُسکے حال کی اُسکو خبر گئی

سن اے فغان جہان مین عاشق جو ہو گیا
معشوق سے اسے روش اُسکی گذر گئی

شیرین نے جور کب نہ کیا کوہکن کے سر
مجنون پہ کیا جفا تھی کہ لیلیٰ نہ کر گئی

کل ہی پڑی سسکتی تھی بلبل چمن کے بیچ
ذرہ نہ اُسکے حال پہ گل کی نظر گئی

پروانے رات شمع سے اتنے جلے کہ صبح
خاکستر انکی لیکے صبا دشت پر گئی

تین تازہ کچھ کیا ہے کہ بدنامی کو ترے
آواز آہ و نالہ تری گھر بہ گھر گئی

حرمت رکھی نہ رعد کی فریاد نے تری
رونے سے تیرے آبروے ابر تر گئی

عرق اب کھینچکر گاؤ زدون کا — چھڑکو اُن پر گلاب ہے وہی
بسکہ رہتا ہے اُنکو اُسکا خیال — سوتے مین بھی نجاب ہے وہی
دانۂ سبحہ گر کرین اُسکو — اُنکے حق مین ثواب ہے وہی
بھونے کوئی جو اُسکو گیہون مین — اُنکے خاطر کباب ہے وہی
تیمہ ۃ وآو اور الف کا ذکر — اُنسے کیجے کتاب ہے وہی
اُنکے آگے جو لے مفصل نام — بڑا افراسیاب ہے وہی
سیر اُس باغ کی کرے ہین یہ — جسطرف بے حساب ہے وہی

سیر ہجو جو گالی دین سودا
پاس اپنے جواب ہے وہی

جان تو حاضر ہے اگر چاہیے — دل تجھے دینے کو جگر چاہیے
گھر سے نکلتے ہی تجھے ہر سحر — قتل کو اک پیش نظر چاہیے
عشق سے ڈر تو وہ خاشاک کو — آگ کے شعلے سے حذر چاہیے

خدا بتون مین کہان ہے یہ خلق کا کہ نہووے — غرور و کبر جوان مین ہے از کجا کہ نہووے
نہین ہکو لطف سے خالی بدیر یار کا ملنا — نجا نہین وصل کی ہم قدر ہجر تا کہ نہووے
بہار ہو چکی تجھ بن خزان بقائے چمن کیا — جو یہ نہین تجھے منظور جلد آ کہ نہووے
نہین ہے نعش پہ سب تک اُٹھنا تجھی ورنہ — جو کچھ مسیح سے ہو تجھسے دخل کیا کہ نہووے
ہمین خدا سے یہ امید وصل ہوئیگا تجھ سے — دگر نہ ہے یہی تیرا تو مدعا کہ نہووے

نیمجان ہین یہ ترے چشم کے بیمار کئی — مر گئے خنجر مژگان سے دل افگار کئی
کوئی سسکے کوئی تڑپے ہو کوئی بیچین — آج دیکھے ترے کوچے کے گرفتار کئی
عشق ہی شرط ہی کیا ہو مرض الموت مجھے — یارب انسان کے مرنے کے ہین آزار کئی
بلبلو مجکو نہ تکلیف کرو نالے کی — ڈوب جاوین گے لہو مین گل و گلزار کئی
شیخ مجکو نہ ڈرا اپنی بڑی پگڑی سے — ایسے تو دیکھے ہین مین گنبد دستار کئی
خوب دیکھا مین جہان اہل جہان بھی دیکھے — ایک زندان ہے کہ جسمین ہین گنہگار کئی

تیرے بازار مین اب کیونکہ نہ بگڑے سودا
ایک یوسف نظر آتا ہے خریدار کئی

آخر اڑا ایگی رنگ گل مفت مین صبا
اے غنچہ فکر جمع سے مت خون دل پیے

سودا جہان مین آئے کوئی کچھ نہ لے گیا
جاتا ہون ایک مین دل پر آرزو لیے

جب اپنے بند قبا تمنے جان کھول دیے
صبا نے باغ مین جا گل کے کان کھول دیے

چمن مین کسکی مدارات تھی بتا تو نسیم
کہ صبح غنچون کے تین عطر دان کھول دیے

نہین یہ سرمۂ دنبالہ دار مژگان نے
دلون پہ ہو کے صف آرا نشان کھول دیے

سمجھ کے باندھیو صیاد بال و پر میرے
کہ تا کہے نہ یہ کوئی ندان کھول دیے

نین کو موند کے سنتا تھا قصۂ عالم
لگے جو کہنے مری داستان کھول دیے

تھے عقدہ غنچون کے دلمین طرف بلبل کے
نسیم صبح نے آدرمیان کھول دیے

سواد مین تری وادی کے کہیو سودا سے
کو اڑ چھاتی کے آدرمیان کھول دیے

ساون کے بادلون کی طرح سے بھرے ہوئے
یہ وہ نین ہین جنسے کہ جنگل ہرے ہوئے

اے دل یہ کس سے بگڑی کہ آتی ہے فوج اشک
لخت جگر کی نعش کو آگے دھرے ہوئے

پلکین تری کہان نہ صف آرا ہوئین کہ وان
افواج قاہرہ کے نہ برہم پرے ہوئے

آنکھونکو تیرے کیونکہ مین باندھون کہ یہ غزال
جاتے ہین میرے دل کی زراعت چرے ہوئے

بوندی کے جھڑ جھڑونسے یہ جھڑتے ہین یکدگر
لڑکے مجھ آنسوؤن کے ہنٹ منگرے ہوئے

انصاف اپنا سونپئیے کسکو بجز خدا
منصف جو بولتے ہین سو تجھسے ڈرے ہوئے

نزدیک اپنے رہنے سے مت کر ہمین تو منع
ہین لاکھ کوس جب ترے دل سے پرے ہوئے

مجلس مین جھوکرون سے جو مجرے ہی شیخ جی
آوین تو پھر خدا نے کیا مسخرے ہوئے

سودا نکل نہ گھر سے کہ اب تجکو ڈھونڈتے
لڑکے پھرین ہین پتھر دلنسے دامن بھرے ہوئے

وعدۂ لطف و کرم گر نہ وفا کیجیے
پھر نہین تو ستم کچھ تو بھلا کیجیے

کنج قفس کے ہمین رکھنے سے اب کیا حصول
ذبح کے لائق نہین ہین تو رہا کیجیے

ہجر مین تیرے ہمین اتنی نہین جاے صبر
بیٹھ کے اپنے کہین جب چکے رویا کیجیے

داد طلب دل کی یان کیجیے تو کیا فائدہ
کرتا ہو جو کچھ ہمین روز جزا کیجیے

لوہو سے میرے سر کے ہے دیوار گھر کی سرخ
آنکھوں سے موج خون کی بیرون در گئی

دل کو ترے نہیں ہے اگر تاب درد ہجر
تو کار عشق سے یہ زبان لال کر گئی

القصہ خط کو پڑھ کے یہ اُن نے لکھا کہ خیر
تیرے ہی دل کی جھر نجانے کدھر گئی

شیرین کی ایک مین نہ کہون ورنہ بارہا
لیلیٰ جدھر تھی وادی مجنون اُدھر گئی

یانتک تو گھٹ مین لیلیٰ کے مجنون سما گیا
اس اتحاد سے انھین باہم بسر گئی

جاری ہوا تھا خون رگ مجنون سے وقت فصد
لیلیٰ کے پوست مال اگر نیشتر گئی

ظالم کرو ر گل کا گریبان ہوا ہے چاک
اک عندلیب گر اجل اپنے سے مر گئی

پروانہ کون سا نہ جلا شام کو کہ شمع
روتی ہوئی نہ بزم سے وقت سحر گئی

یہ گفتگو تو قطع نظر اس سے تجکو کیا
مجھسے جفائے ہجر کی طاقت اگر گئی

میرے لہو سے ہے مری دیوار گھر کی سرخ
میری ہی موج خون مرے بیرون در گئی

شکوا تو کیون کرے ہے مرے اشک سرخ کا
تیری کب آستین مرے لوہو سے بھر گئی

اگلی بھی دن بہار کے یون ہی چلے گئے
پھر پھر گل آ چکے پہ سجن تم بھلے گئے

پوچھے ہے پھول پھل کی خبر اب تو عندلیب
ٹوٹے جھڑے خزان ہوئی پھوٹے پھلے گئے

دلخواہ کب کسیکو زمانے نے کچھ دیا
جنکو دیا کچھ اسمین سے وہ کچھ نہ لے گئے

اے شمع دل گداز کسیکا نہو کہ شب
پروانہ داغ تجسے ہوا ہم جلے گئے

سودا کوئی بھی دیوے ہے ایسا دل اپنے ہاتھ
لاکھون ہی دل قدم تلے جنکے ملے گئے

تیرے اُن الفتون کے زمانے کدھر گئے
کیا جانیے کہان ہین نجانے کدھر گئے

ہے مدتون سے خانۂ زنجیر بے صدا
معلوم ہی نہین کہ دوانے کدھر گئے

مارے کو تیرے زلف کی لاکھون جتن کئے
لیکن ڈسا ہو کالے نے جسکو سو کیا جیئے

تہمت ہمارے خون کی جراح کو نہ دو
ہمنے بیطرح یہ زخم کھوا اسکو مت سیئے

سلگا نہ کاروان ترے نالہ سے اے جرس
ہمنے تو ایسے قافلے لاکھون جلا دیے

اڑلے اب اس چمن سے کہ موج نسیم نے
تھا خاشاک آشیان کے مرے سب بہا دیے

سنکے بولا یہ کہو میری طرف سے اُسکو
باندھنا خون پہ کمر اپنی نیا مضمون ہے

سرو گلشن سے نہ کچھ مفتون ہے
بیدبھی قد کا ترے مجنون ہے
جذب طوفان نہ زمین سے ہوتا
تشنہ لب کونسا یان مدفون ہے
مصرع آہ مرا سنکے کہا
کتنا بے معنی و ناموزون ہے
چڑھ گیا نظرون کوئی شاہ سوار
قطرۂ اشک سر اگلگون ہے
نقل مجلس جو بنے شیخ تو پھر
بھر زا ہر گز کب افیون ہے
بزم عشرت مین ترے حزن کچھ آج
نالۂ نے پہ بہت مفتون ہے
لے خبر اسکی تو جلدی ظالم
اسکے پردے مین کوئی محزون ہے
بھاگ دیوانے سے مت اے عاقل
دہین جانان ہی جہان مجنون ہے

دشت گردی سے ہے کیا سودا کو
تیرا کوچہ ہی اُسے ہامون ہے

گر تجھ مین ہے وفا تو جفا کار کون ہے
دلدار تو ہوا تو دل آزار کون ہی
نالان ہون مدتون سے ترے سایہ کے تلے
پوچھا نہ یہ کبھو پس دیوار کون ہی
ہر شب شراب خوار دہر اک ن یہ سایت
آشفتہ زلف ولٹ پٹی دستار کون ہی
ہر آن دیکھتا ہون مین اپنے صنم کو شیخ
تیرے خدا کا طالب دیدار کون ہی

سودا کو جرم عشق سے کرتے ہین آج قتل
پہچانتا ہے تو یہ گنہگار کون ہے

اس چال کے نبھنے کا کچھ اسلوب نہین ہی
یہ کجروشی ہم سے فلک خوب نہین ہی
ہر گز مین تجھے چھوڑکے یوسف کو نہ دیکھون
اس چشم کو ہم چشمی یعقوب نہین ہی
گو سیل خرابی نے کیا گھر کو مرے صاف
صد شکر کہ اب زحمت جاروب نہین ہی

الفت مین کچھ اپنے بھی اثر چاہیے سودا
ہر چند وفا شیوۂ محبوب نہین ہے

مرے گر عاشق بلبل تو ماتم دار دشمن ہی
صدا زنجیر کے گھر واسطے مجنونکے شیون ہی
جگر اور دل پہ اب میری بہار ایسی ہی داغونسے
کہ زخم سینہ گویا رخنۂ دیوار گلشن ہی

یادکرو ہو جہان تم بہ عافیت سر کو
گالی ہی اک آدھ وہان ہم کو دیا کیجیے

نبض مری دیکھکر بولے ہی اب یون طبیب
بہر تشفی کہو تو دوا کیجیے

بولے ہے واعظ کہ نے سیپنے تو یہ منع ہی
کہنے ہی کی بات ہے اسکو سنا کیجیے

فرصت عمر اپنی یہ لطف خداوند وہ
کہ تو حق بندگی کیونکہ ادا کیجیے

پاس اگر زر نہو کرکے مغان ترک سے
حال مین اپنے سدا مست رہا کیجیے

لیجیون سودا تجھے کیونکہ گھر اُس شوخ کے
گر وہ ترا اسم و رسم پوچھے تو کیا کیجیے

ہمت کہان کہ منت دونان نہ لیجیے
جیدھر ہوا لگی پشت اُدھر رو نہ دیجیے

سوزن مین دوستی کے نہین رشتۂ وفا
اس پارہ پارہ دل کو کہو کیونکہ سیجیے

گرمی کسو طرح نہین بازار عشق مین
سودا متاع دل کے تئین آگ دیجیے

کہون مین کس سے کہ مطلب مرا روا کیجے
بھلا ہے ترک تعلق کا مدعا کیجے

یہی تلافی ہے الکرم بتان سے ہستی کی
کہ خاک ڈال کے سر پر سدا رویا کیجے

جفا و مہر برابر ہے عاشقان کے تئین
خوشی ہو جسمین تمہاری سو ہی کیا کیجے

کہے تھا شمع سے پروانہ رات جلتے وقت
کہ حق بندگی اس طرح سے ادا کیجے

کہا طبیب نے احوال دیکھکر میرا
کہ سخت جان ہے سودا کی آہ کیا کیجے

ہر سحر قتل تری چشم کا اک مفتون ہے
بستۂ زلف پہ ہر شام ہی اور شبخون ہی

ہر مخبط بھی خیال اپنے مین افلاطون ہی
عقل پر بھی گی اسے وہ جو ترا مجنون ہی

راز افشانہ کر غنچے کی خاموشی کا
بھید جگر سوختہ کا بھی تو جگر پر خون ہی

اے فلک کس قدر رعنا کو زمین مین گاڑا
سرو جو کھینچے ہے سر خاک سے سو مدفون ہی

جزو ہی کل ہی حقیقت مین ترقی ہی شرط
قطرہ بڑھتا ہی رہے یار تو پھر جیحون ہی

جی بچے سو ہی غنیمت سمجھ اے خانہ خراب
ورنہ سب اہل گلستان کا چمن مین خون ہی

گل نے شبنم سے بے الماس تو کھایا لیکن
گانٹھ مین غنچۂ لالہ کے ابھی افیون ہی

ایک غماز نے اُس ترک پسر سے یہ کہا
ہی جو سودا کوئی شاعر وہ ترا مفتون ہی

اسقدر سادہ وہ پرکار کہین دیکھا ہی
بے نمود اتنا نمودار کہین دیکھا ہی

خواہ کعبے مین تجھے خواہ مین تجھانہ مین
اتنا سمجھون ہون مرے یار کہین دیکھا ہی

دکھ دھندا اور بھی ہین لیک کسو کے کوئی
دل سا بھی درپے آزار کہین دیکھا ہی

نظر آتی نہین اب شکل رہائی مجھسا
ساعت بد کا گرفتار کہین دیکھا ہی

پھرے ہی کوچہ و بازار مین تو کیون سودا
جنس دل کا بھی خریدار کہین دیکھا ہی

کیا جانیے کہ کس کے دل کا لہو پیا ہے
کنگھی نے آڑے ہاتھون کیا زلف کو لیا ہی

مجلس مین یہ ابھرنا پیارے حباب جو کا
بے چیز تو نہین ہے کچھ جسنے دم دیا ہی

خوش قامتون کا ملنا نت اٹھکے ہی قیامت
جو اُنسے مل کے آیا مر کے وہ جیا ہی

مجھ حال دل کی شاہد ہے بیکسی کہ جسکو
تو نے دکھا دکھا کر اُسکا لہو پیا ہی

شملا پڑا ہے اتنا کیون تیرے پیچھے زاہد
پگڑی کو تیری ان نے کیا آگے دھر لیا ہی

شانہ مین شیخ جی کی داڑھی پھنسی نہ سمجھو
ایک چور بال ہے یان وہ کاٹھ مین دیا ہی

اثبات کرکے مجھسے اکبات اب کہو نین،
لیکن نہ کہنے لگیو مجھ پر یہ طوطیا ہی

آتا ہے یاد کوئی تزئین کے وقت تجکو
اکثر تو دے کے سر سے آنکھو نین رو دیا ہی

رونے کی پھرے سودا تاثیر کیا کہون مین
عالم کے دل کو جن نے خوناب کر دیا ہی

ارض و سما شفق نے لوہو مین بھر دیا ہے
یا دل کسو نے جاکر خالی کہین کیا ہے

سینہ اسلیے دل پر کرنے لگا ہے تنگی
از بسکہ زخم اُسکا پھاٹا ہے اور سیا ہے

جون گل ہے مجھپہ احسان کیا ساقی ازل کا
میرے لہو سے مجکو اک جام بھر دیا ہے

کس سے کہون بتانکے مین ڈھنگ دلبری کا
ان کافرون نے میرا دل لیکے جی لیا ہے

دل پر کبھو ہمارے تجکو نہ رحم آیا
آئینہ کو جو حیران دیکھا تو رو دیا ہے

یارو فلک جو مجکو احسان کش کرے ہے
اس سفلہ نے کہو تو ایسا وہ کیا دیا ہے

اسکی طرح عنایت اک دل ہے یہ کہ جسکو
جون غنچہ سو جگہ سے پیوند مین کیا ہے

سودا اسے یہ کہا مین کچھ ذکر کر خوشی کا،
خاموشی نے تو تیری عالم کا جی لیا ہے

فلک گوشہ مین تنہائی کے بھی ہنسنے نہین دیتا
یہ ہمپر شمع کے فانوس مین جلنے سے روشن ہی

دل لیکے ہمارا جو کوئی طالب جان ہے
ہم بھی یہ سمجھتے ہین کہ جی ہے تو جہان ہے

ہر ایک کے دکھ درد کا اب ذکر و بیان ہے
مجکو بھی ہو رخصت مرے بھی منھ مین زبان ہے

اس عشق کا تو ہی ہے سزاوار کہ ہر ایک
دل دیکے ترے نام کو جو پائے نشان ہے

جو بندۂ ہرجیسے ہے یا بندہ جہانمین
جز عمر گذشتہ کہ وہ ڈھونڈھو سو کہان ہے

پیری جو تو جاوے تو جوانی سے یہ کہیو
خوش رہیو مری جان تو جیدھر ہو جہان ہے

پہونچا نہ کوئی مرغ کبھو اپنے چمن تک
جز طائر حسرت کہ وہ یان بال فشان ہے

تجسے تو کسو طرح مرا کچھ نہین چلتا
جز خون کہ آنکھونسے شب و روز روان ہے

ساقی تو نظر کیجیو تک صبح چمن کو
اس پیری کے جلوے کا بھلا کون جوان ہے

سودا کا ترے عشق مین طفلانسے ہی یہ حال
جیدھر وہ کھڑا ہووے تو جون سنگ نشان ہی

اٹھایا کوہ رستم نے اگر تو سخت نادان ہے
اٹھانا دل کو دنیا سے عجب کار نمایان ہی

خوشی و دل کو بھی یکجا نہ دیکھا مین زمانیمین
چمن مین گل اگر خندان ہی تو بلبل بھی نالان ہی

عزیز و نیک و بد رکھتا ہی یہ دوران کمینہ کو
گہر اور پوت کے دل مین جگہ رشتہ کی یکسان ہی

اسیری پر مرے ناحق یہ دل بیداد کرتا ہی
قفس مین ہمنوایان چمن کو یاد کرتا ہی

عجب بیداد حسرت پر مری صیاد کرتا ہی
دکھا دے ہی مجھے اسکو جسے آزاد کرتا ہی

جو وہ پوچھے تجھے قاصد کہ سودا خوش تو رہتا ہی
تو یہ کہیو کبھو رو رو دل اپنا شاد کرتا ہی

عجب احوال کو سودا ستم تیرے سے پہونچا ہی
کوئی معشوق بھی عاشق پہ یہ بیداد کرتا ہی

لبسان نے ترے ہاتھونسے نالان اسکو دیکھا مین
کوئی ٹک منھ لگاتا ہے تو وہ فریاد کرتا ہے

مری آنکھونمین ہی بستا مجھے تو کیون رلاتا ہی
سمجھ کر دیکھ تو اپنا بھی کوئی گھر ڈبوتا ہے

عیان ہے شوق ملنے کا مرے نامے کے کاغذ سے
کہ جب کھولے ہی تو اسکو تو وہ لپٹا ہی جاتا ہے

میسر ہو اگر محراب تیرے تیغ ابرو کی
طرف کعبہ کے سجدہ پھر تو کس کافر کو بھاتا ہے

شب مہتاب مین جاری نہین سودا کو دیکھا کر
مجھے گر چاندنی مین سیر دریا کا خوش آتا ہی

ستم رواہے اسیرون پہ اسقدر صیاد
چمن چمن کہین بلبل کی اب نوا بھی ہے

سمجھ کے رکھیو قدم دشت خار مین مجنون
کہ اس نواح مین سودا برہنہ پا بھی ہے

سودا جو سنا ہے کسو کا نام یہی ہے
آوارۂ صد زلف سیہ فام یہی ہے

کہتا ہے بناگوش ترا زلف کے آگے
مین صبح قیامت ہون مری شام یہی ہے

کب تاب قفس لا سکے وحشت مری صیاد
اک الفت گل بس ہے کہ سو دام یہی ہے

سودا کو کہا دیکھ کے اے مردم نافہم
جس سے کہ ہمین کرتے ہو بدنام یہی ہے

تو مست اندھیری رات ہے اغیار ساتھ ہے
جو دل مین آوے کہہ یہ گنہگار ساتھ ہے

جو گل ہے یان سو اس گل رخسار ساتھ ہے
کیا گل ہے وہ کہ جسکے یہ گلزار ساتھ ہے

خاموش عندلیب چمن تجھسے کیا ہے بحث
اپنا سخن تو مرغ گرفتار ساتھ ہے

پیغام اس نگاہ کا جس مین بوے مہر
کیا جانے کسکے آخری دیدار ساتھ ہے

عقدہ نہ یہ کھلا کہ مرے دل سا پہلوان
تجھ زلف کے بندھا ہوا کیتار ساتھ ہے

کرتے تو ہو مرے مرض دل کی تم دوا
یارو جو دل یہی ہے تو آزار ساتھ ہے

سودا کے ہاتھ کیونکہ لگے وہ متاع حسن
لے نکلین جسکو گھر سے تو بازار ساتھ ہے

لینا جو شیشۂ دل منظور ہے تو یہ ہے
ثابت جو ہے تو یہ ہے اور چور ہے تو یہ ہے

اس چشم خون چکان کا احوال کیا کہون مین
گر زخم ہے تو یہ ہے ناسور ہے تو یہ ہے

کچھ بس نہین ہے تجسے جز رو کے چپ ہو رہنا
قدرت جو ہے تو یہ ہے مقدور ہے تو یہ ہے

گردش سے آسمان کے نزدیک ہے سبھی کچھ
ہمسے تجھے ملانا اک دور ہے تو یہ ہے

عارض ترا نہ تنہا پروانہ کا دل و جان
ایمان شمع کا بھی گر نور ہے تو یہ ہے

اے دل قبول کرنا باتون کو مہوشان کی
گر فہم عاقلان مین کچھ دور ہے تو یہ ہے

لخت جگر کو یارو دیکھو مری مژہ پر
اب [illegible] ہے تو یہ ہے منصور ہے تو یہ ہے

دیکھا نہ اے دوانے سودا کا حال تو نے
پھر [illegible] دستور ہے تو یہ ہے

عالم کی اب زبان کا دکھ کیا کہون مین یارو
گر نیش ہے تو یہ ہے زنبور ہے تو یہ ہے

پوچھا بیان سنکر کس کی خوشی کہون مین؛ / اس غمکدہ مین آکر دل کن نے خوش کیا ہی
یاران حال کا تو ہے ذکر نوحہ آسا / مذکور رفتگان کا سینے تو مرثیا ہی
لیکن اگر کہے تو اب اُس غزل کو پڑہئے / جز لفظ یا الف پر جسکا کہ قافیا ہی
یان چشم سرمہ سا کا مارا کوئی جیا ہی / ہر سرو اس چمن مین اک آہ بے صدا ہی
دراق دل نے آتش دیگر مری زبان کو / جون غنچۂ شقائق خاموش کر دیا ہی
عذر ستم کو ہرگز یان رو نہین کہ دل کا / مثل دراجابت نت زخم کھل رہا ہی
لب تشنگان جام تسلیم سہم ہین ساقی / یا بادہ یا ہلاہل جو ہو سو واہ دا ہی
اس وضع کے بشر کو کس ساتھ ہو کدورت / کچھ خود بخود ہی اپنا دل خاک ہو رہا ہی
سمجھے اگر تو اتنا یہ زندگی مرض ہے / ہو درد جسطرح کا پھر وہ تجھے دوا ہی
دریا دلون سے مطلب جون لعل یان کسی ہی / آتش نے اپنے ہمکو سیراب کر رکھا ہی
گر رے جلا وہ دل کو بیگانہ وار سودا / تو ہی کر اب تغافل جانے دے آشنا ہی
قاصد کو اپنے ظالم جو پوچھ کہ دو ن بجا ہی / جیتا پھرے تو اجرت ورنہ یہ خون بہا ہی
نامہ کا غور سے ٹک میرے جواب لکھیو / انشا ظاہری کا باطن مین مدعا ہی
تیری سمجھ کے آگے ناقص نہین عبارت / گو ہم سے حرف مطلب لکھنے مین رہگیا ہی
آنکھون کے گرد میری مژگان کی ہے یہ صورت / جلیسے کنار دریا خس بہ کے آرہا ہی
انعام نامہ بردان ہے درجۂ شہادت / تیری گلی ستمگر صحراے کربلا ہی
احوال کی ہمارے متکو تو کیا خبر ہے / گذرے ہی جسکے جی پر سو وہ ہی جانتا ہی
اور دل جو ہی بغل مین سو سطرح کا پھوڑا / ہرگز نہ وہ پکے ہے ظالم نہ پھوٹتا ہی

القصہ کیا کہون مین گلشن مین زندگی کے
تجھ بن نہال سودا یا تون ہی آلگا ہی

نسیم ہی ترے کوچے مین اور صبا بھی ہی / ہماری خاک سے دیکھو تو کچھ رہا بھی ہی
ترا غرور مرا عجز تا کجا ظالم / ہر ایک بات کی آخر کچھ انتہا بھی ہی
جلے ہی شمع سے پروانہ اور مین تجھسے / کہین ہی مہر بھی جگ مین کہین وفا بھی ہی
خیال اپنے مین گو ہون ترانہ سنجان مست / کر اپنے کو دلون کے کبھی سنا بھی ہی
زبان شکوہ سو اب زمانہ مین ہیہات / کوئی کسی سے بہ ہمدم مگر آشنا بھی ہی

کسیکی ہے یہ تو داد خواہ ابرو پر
کہ شہر شہر ملے منھ پہ گرد آتا ہے

جلوں ہوں رشک سے میں شعلہ سان گلی میں تری
جو رنگ کاہ نظر مجکو زرد آتا ہے

نہ پوچھ حال ہمارا کہ ایسی باتوں سے
کوئی سنے سے ترے دل کو درد آتا ہے

خبر دل اپنے کی پوچھے ہے اس سے جا سودا
تری گلی میں سے جو رہ نورد آتا ہے

گو دختر رز عشق میں یاروں کے لگی ہے
زاہد جو برا مانے ہے کیا اسکی سگی ہے

اُس شوخ سے صحبت ہوئی ہمیں آپسے جسکو
برسوں ہی میں خوش کیجے تو پل میں خفگی ہے

کیا پوچھتے ہو حال اسیران چمن کا
یکمشت پر اب کنج قفس میں ہمگی ہے

سودا کے جو بالیں پہ گیا شور قیامت
خدام ادب بولے ابھی آنکھ لگی ہے

نہیں ممکن اسیروں کی کوئی فریاد کو پہونچے
صبا یہ مشت پر اس دام سے صیاد کو پہونچے

عبث نالاں ہو اس گلشن میں تو اے بلبل ناداں
نہیں ہے رسم یاں کوئی کسیکی داد کو پہونچے

میں پھر کے سب طرف سے دی ہے دھونی اب دلپر
نہ دیکھی کوئی بستی اس خراب آباد کو پہونچے

کسیکا درد دل پیارے تمھارا ناز کیا سمجھے
جو گذرے صید کے جی پر اسے شہباز کیا سمجھے

رہا کرنا ہمیں صیاد اب پامال کرنا ہے
پھڑکنا بھی جسے بھولا ہو سو پرواز کیا سمجھے

نہ پہونچے داد کو ہرگز ترے کوچے کا فریادی
کسیکے شور محشر میں کوئی آواز کیا سمجھے

نہ پوچھو مجھسے میرا حال ٹک دنیا میں جینے دو
خدا جانے میں کیا بولوں کوئی غماز کیا سمجھے

کہا چاہے تھا کچھ تجسے ولیکن دل دھڑکتا ہے
کہ میری بات کے ڈھب کو تو اے طناز کیا سمجھے

جو گذری رات میرے پر کسے معلوم ہو تجھ بن
دل پروانہ کا جز شمع کوئی راز کیا سمجھے

نہ پڑھیو یہ غزل سودا تو ہرگز میر کے آگے
وہ ان طرزوں سے کیا واقف وہ یہ انداز کیا سمجھے

جسدن تری گلی کی طرف ٹک یوں ہی
میں آپ کو جلا کے کروں خاک تو سہی

پہونچی نہ تجکو آہ مرے حال کی خبر
قاصد گیا تو اُن نے بھی کچھ اپنی ہی کہی

تڑپے ہے مدتوں سے مری جان پر لئے
کچھ سخت آرزو ہے کہ اتنک اٹک رہی

جسدن سے اس گلی مین دیکھا ہی مجکو تب سے
کچھ ذکر ہے تو یہ ہے مذکور ہے تو یہ ہی

ہر آن اُس سے کہنا سودا سے تو نہ ملیو
بد وضع نین جہان کے مشہور ہے تو یہ ہی

چہرہ مریض لب کا ترے زرد ہے سو ہے
عیسیٰ گئے دوا نہ رہی درد ہے سو ہے

گذرا ہے کسکی خاک سے ظالم تو بے خبر
دامن کے ساتھ ساتھ ترے گرد ہی سو ہے

شوخی چھپی نہ حسن کی ہر گز کہ رو سے مہر
افلاک کے بھی پردے مین بے پردہ ہی سو ہے

ہر دم جو مجھسے پوچھے ہے تو کیا ہے دکھ تجھے
کہنے کا تجھسے فائدہ بے درد ہے سو ہے

افراد صاد خاص کا دفتر کیا نہ جمع
اپنا لکھا ہے جسپہ وہ اک فرد ہی سو ہے

ابھرے کسو سی طرح ہمین دیکھکر فلک
نظرون مین اپنے خانۂ پر گرد ہی سو ہے

تیغ و سپر بندھا کے سپاہی رقیب کو
کتنا ہی تم بناؤ وہ نا مرد ہے سو ہے

سودا گلی مین یار سے کو بولتا ہے گرم
پر ہر سخن کے ساتھ دم سرد ہے سو ہے

درد میرے استخوان کا کیا تجھے دمساز ہی
اسقدر اے نے تری محزون کیون آواز ہی

قد کو تیرے جسجگہ مشق خرام ناز ہی
اُس جگہ شور قیامت فرش پا انداز ہی

دلکو رکھتی ہے نپٹ جنبش نفس کی بیدماغ
تجھ بن اب مجھسے ہوا سے زندگی ناساز ہی

بیقراری دلکی اُڑ جاوے جو تو جوشش کرے
طائر سیماب کو آتش بہ پرواز ہی

خاک کے آتے ہی چلے اکثر غلامی سے نکل
بندہ پرور دیکھیئے آگے ہنوز آغاز ہی

گو مجھے بے بال و پر تو نے کیا اے آسمان
بازوے پرواز میرا چنگل شہباز ہی

شاعران ہند کا تو گرچہ پیغمبر نہین
پر سخن کہنے مین اے سودا تجھے اعجاز ہی

پردا عبث ہے ہمسے یہ خاطر نشان رہے
جسدم اٹھا یہ بیچ سے پھر ہم کہان رہے

رہیو اسیطرح سے جو پیارے جہان رہے
اک نام تو ہے جو نہ ترا نشان رہے

جو عضو دیکھیے تو گئے ہوش سے نگاہ
تو جا جدھر ہو شوق ترا ہم جہان رہے

ہمین کسی سے گر اظہار درد آتا ہے
کبھی نفس سے بتقریب سرد آتا ہے

تخم گلریز محبت چمن دہر مین تھا
عوض آب دے آتش کیا گلزار نے مجھے

نہ پھرا ملک عدم سے کوئی یار لے سودا
جانا اب اُنکی خبر لینے کو ناچار نے مجھے

اسقدر اُکی ہوا مست ہے ویرانے کی
کسی لڑکے کو نہین سدھ کسی دیوانے کی

جل موا شمع کو دیکھا جو مرے بالین پر
بدگمانی سے مین اب داغ ہون پروانے کی

شکر صد شکر نہین مین کسی خاطر کا غبار
خاک کعبہ کی ہون یا گرد صنم خانے کی

شیخ وہ رشتہ ہے زنار ہمارا جن نے
پھاڑ ڈالی ہے ترے سبحہ کے ہر دانے کی

نہ تاب لا سکے خورشید عشق کے تب کی
نہ طاقت اب کسی مشعل کو ہے مرے شب کی

کسو نے حال سے میرے کہی نہ تجسے بات
اگر کہی بھی کسو نے تو اپنے مطلب کی

گیا نہ سر سے مرے تا ہنوز شور جنون
بہار خط کی ترے ہو گئی خزان کب کی

نشان کفر سے میرے بنی علامت دین
پر اس سخن کی علی الرغم راے ہے سب کی

نہین ہے رشتۂ تسبیح صورت زنار
ستم ہے شیخ نے مجھے اپنے دین و مذہب کی

جس روز کسی اور پہ بیداد کروگے
یہ یاد رہے ہم کو بہت یاد کروگے

اس دل کی اسیری سے نہین کچھ تمھین حاصل
اک نالۂ جانکاہ سن آزاد کروگے

عشرت سے دو جہان کے یہ دل ہاتھ دھو سکے
تیرے قدم کو چھوڑ سکے یہ نہو سکے

جس سر زمین پہ جا کے رو رون تیری یاد مین
دہقان کچھ اس زمین مین بجز دل نہ بو سکے

جو بادہ تو نہ پیے جام لالہ ہو نہ سکے
سبوے غنچۂ گل بھی پیالہ ہو نہ سکے

جو بیچین شہر محبت مین خانۂ دل کو
بغیر داغ کے مہر قبالہ ہو نہ سکے

تری گلی مین اکیلا کمین مین ہے غماز
بڑا ستم ہے اگر ضبط نالہ ہو نہ سکے

ہم اپنی جان تلک دے چکین جو مانگو تم
پر ایک آرزوے دل حوالہ ہو نہ سکے

نہ رو تو وادی مجنون مین اسقدر سودا
کہ گرد سرمۂ چشم غزالہ ہو نہ سکے

ممکن نہ تیر خوردہ تڑپ کر سنبھل سکے
مارا تری نگہ کا جگہ سے نہ ہل سکے

کیونکر جلے نہ رشک سے فانوس بیچ شمع
جامہ ترے بدن مین ہے اس رات یکہتی

سودا جو بے خبر ہے کوئی وہ کرے ہے عیش
مشکل بہت ہے انکو جو رکھتے ہین آگہی

اب شہد زندگی کی نہین ہے ہوس مجھے
تجھ بن ہے نیش دل سے ترا نفس مجھے

شعلہ مین برق کا ہون پر افسردہ یان تلک
ہر خار اس چمن مین سمجھتا ہے خس مجھے

اک گل سے بو وفا کی جو آتی ہو لے نسیم
ہر صبح اس چمن کی ہو شام قفس مجھے

منہ لگاوے کون مجکو گر نہ پوچھے تو مجھے
عکس بھی دیتا نہین اب آئینہ مین رو مجھے

تجھ غم دوری سے جون دولاب یہ ممکن نہین
بیقراری آن بھر رونے دے اک پہلو مجھے

جو تری زلفون سے گذرا سر پہ کہ سکتا نہین
جون صدا ے کاسۂ چینی ہے سر سے مو مجھے

ناتوانی بھی عجب کچھ ہے کہ گلشن مین نسیم
نت لیے پھرتی ہے دوش اوپر برنگ بو مجھے

جا چڑھے زنجیر و نسے بھی ٹھہرین نہ مدہوش ازل
لے گئی مستی برنگ تاک ہر اک سو مجھے

منحصر جون شمع جلنے پر مری ہے زندگی
تاب و تب سے عشق کے یانتک ہوئی ہے خو مجھے

کی ہے مین جون کوہ مدت سے خموشی اختیار
سخت رسوا ہو کہے گر ناسزا بدگو مجھے

کسکو ہے سودا نگاہ گرم گلشن کیطرف
جانتا ہووے اگر اسکو تو بتلا تو مجھے

بولتا ہے یون زبان حال سے صحن چمن
چھاتی کے اوپر پھپولے ہین حباب جو مجھے

سود جون شمع نہین گرمی بازار مجھے
ہو نہین وہ جنس کہ آتش دے خریدار مجھے

ہے قسم تجکو فلک دے تو جہان تک چاہے
جلوۂ حسن اُسے حسرت دیدار مجھے

ہون تصدق ترے از عالم فانوس خیال
گو تحیر نے کیا صورت دیوار مجھے

اے غم یار مرا خون جگر کتنا پچھے
نظر آتا ہے فراخور تری دشوار مجھے

تمکو معلوم ہے یارو چمن قدرت مین
عمر گذری کہ ہے گردش سے سروکار مجھے

پر مین حیران ہون کہ جون سایۂ مرغان ہوا
نہ کیا ایک قدم چلنے پہ مختار مجھے

حسرت و داغ و الم درد چلا میرے ساتھ
ہجر تیرے نے کیا قافلہ سالار مجھے

مشت پر چھپٹ نہ ترے ہاتہ مین آیا صیاد
مفت رسوا تو ہوا کر کے گرفتار مجھے

تری تیغ نگہ کا اے فرنگی زادہ کشتہ ہون
مجھے کہ غسل دین ظالم شراب پرتگالی سے

مکدر کیون نہ دل تیرا ہوا اشک و آہ سے میرے
لگے ہے زنگ لوہے کو ہوا ے برشگالی سے

رہا کرتا ہے کیا صیاد بعد از اتنی مدت کے
چمن مین جب کر سکیے تفاوت گل کو ڈالی سے

رہے کب پستی دوران سے ہمت شیر مردان مین
نہ مین دیکھا کہ ہو وحشت کسو کو شیر قالی سے

نہوان جامہ زیبان کی کمر کا موشگاف اتنا
دلا مین تنگ آیا ہون تری نازک خیالی سے

دل بے عشق کی دشمن ہی تحریک نفس ناصح
کرے ہے کام پتھر کا ہوا مینا ے خالی سے

کہی تعریف مین جو بیت تجھ ابرو کی سودا نے
خراج و باج لیتی ہے وہ دیوان ہلالی سے

تخم گل امید چن اس شورہ زار سے
فارغ ہو بیٹھ فکر خزان و بہار سے

کیون عندلیب کہہ تو بھلا اب کہان ہے گل
جز یہ کہ دل خراشی ہے حسرت کے خار سے

رنگین شفق سے ٹک نہ رہا دست آفتاب
مانگون حنائی عیش سو کیا روزگار سے

سرگشتگی نصیب کی مر مٹیے تو نجائے
اٹھتی ہے گرد باد ہمارے غبار سے

اتنی ہے بعد مرگ بھی پاس شکست دل
ٹوٹے نہ آئینہ مرے سنگ مزار سے

ہون کشتنی ہی مین تو میان مار کر مجھے
بدنام مت ہو خنجر زہر آبدار سے

یہ زور مصلحت ہے کہ آبھی ہون شادی مرگ
دیکھے اگر تو نیم نگہ مجھکو پیار سے

دل سے ہوس نکالی نکلتو نکی شیخ نے
پیوند کر کے ریش کو موے زہار سے

سودا نہ پوچھ کس سے وہ گلرو ہے آشنا
ہووین جو ایک دو تو بتاؤن ہزار سے

مرجان کا نخل ہون نہ پھلون برگ و بار سے
ٹپکے ہے رنگ خون مری شاخسار سے

خنجر طلب ہے مرگ سے ہمرا ہوے حرم
دل بھر گیا ہے کسکی مژہ کا شکار سے

مجھ سے بیان نہ کر طپش برق کا کہ وہ
تعلیم پر ہے کسکے دل بیقرار سے

ساقی پہونچ شتاب کہ تجھ بن نہین ہے مجھے
موج مے دو آتشہ کم ذوالفقار سے

کھووے نہ مرگ صافی طینت کی قدر کو
کرتے ہین پاک آئینہ میرے غبار سے

جس جا کہ مین بیان کرون درد شکست دل
آسیب کب ہو شیشہ کو وان کوہسار سے

سودا جو مے پرست جہان کے ہین انسے تو
مت کر طلب شراب کی مر جا خمار سے

کیا کاوش مژہ سے ترے دل کا چل سکے
عہدے سے جسکی صف کے نہ محشر نکل سکے

چوب شکست خوردۂ طوفان ہون مین کہ جو
پانی مین ہو نہ غرق نہ آتش سے جل سکے

ٹالا ہی تھا پہاڑ کو فرہاد نے و لے
آئی کو کیا کرے جو وہ سر سے نہ ٹل سکے

زور آوری سے زلف کے دل کا چلا نہ کچھ
بل جس مین ہووے اُس سے یہ کیا کر نکل سکے

اُس صاحب حیا کی اگر پیش آفتاب
منھ سے اٹھے نقاب تو پھر دن نہ ڈھل سکے

جو پھلجھڑی کی شاخ نہ پانی سے ہون مین سبز
وے آگ باغبان کہ میری بیل پھل سکے

عرصہ تو زندگی کا نہین اسقدر بھی یان
افسوس مین کسیکے کوئی ہاتھ مل نہ سکے

سودا جنھین دیا ہے خدا نے کچھ عقل و فہم
انکا حنائے عیش پہ دل کیونکر چل سکے

مارینگے ایک دو کو یا آپ مر رہین گے
پیارے تری گلی مین کچھ ہم بھی کر رہین گے

اے ابر جا یو مت کم رونے پر ہمارے
یہ چشم پھوٹی پھوٹی تالاب بھر رہین گے

یارب نمط جرس کے چھاتی تو پھٹ گئی ہی
کب تک ہمارے نالے دور از اثر رہین گے

اب تو تری گلی سے جانا ہی مصلحت ہے
دیکھین گے پھیر آکر جیتے اگر رہین گے

تمھاری زلف کچھ اینٹھی ہی رہتی ہی سدا ہمسے
نہین یہ کج ادائی اور سے اُسکو سوا ہمسے

عجب واشد ہی غنچون کو صبا سے دیکھ تو ظالم
نہ کھلوایا کبھو تین اسطرح بند قبا ہمسے

چمن مین آشیان مت کر کہو یہ جا کے بلبل سے
جلا مت مشت خس اپنا عبث تو آتش گل سے

رسائی گر سر مو بھی نہین طالع مین گو مت ہو
پریشانی مین ہمسر ہی مرا بخت اُسکی کاکل سے

نے ضرر کفر کو نے دین کا نقصان مجھسے
باعث دشمنی اے گبر و مسلمان مجھسے

آہ و زاری سے مری شب نہین سویا کوئی
تجھسے نالان ہون مین اک خلق ہی نالان مجھسے

خار ہون خشک وے آتش سوزان اے بخت
پوچھ کر سبز قدم کھینچے ہے دامان مجھسے

اُسکی خو سے نہین محرم انھین رونے سے کام
کیا کیا چاہتے ہین دیدۂ گریان مجھسے

نہ بزور و نہ بمنت نہ بصورت نہ بشکل
لیگیا کیونکہ مین حیران ہون دل و جان مجھسے

تصور مین ترے کہیو صبا اُس لاابالی سے
لگے لگ لگ مین رو یا لات تصویر نہالی سے

بجز سرگشتگی ارباب صورت کو نہین حاصل
ہوا روشن یہ مضمون مجکو فانوس خیالی سے

چھلکتا ہون اسقدر دیکھ اُسکی آنکھوں کو کہ اب ساقی
شروع بزم بہلاتا ہی مجکو جام خالی سے

دن رات ہر اک نے میری چھڑی لگائی / کیا جانے آنکھ تجھسے مین کس گھڑی لگائی
دکھ چوٹ کا نہ میری دل سے گیا طبیبو / مین سو طرح سے گھس گھس بوٹی جڑی لگائی
کرتا تھا خون ناحق یہ رنگ پان دل کا / مستی کی تو نے ظالم تس پر دھڑی جمائی
جو حسن موتیون کی تول ان دنون بکو تھا / تو نے بہ نرخ گندم اسکی دھڑی لگائی
تجھ عشق مین بیاری وہ زیر چوب گل ہین / تنے پھول کی کسی نے جنکو چھڑی لگائی
آیا نظر تو جسکو ہر اک پلک نے اسکی / ملنے مین دیر باہم کتنی بڑی لگائی
غمازی مین کیونکر کاٹون زبان کہ تجھسے / جو بات کان اسکے مجھسے بڑی لگائی
آنکھون سے آنکھین ناصح ہرگز بندھی نہ مجھ تین / زنجیر کی کڑی پر جیسے کڑی لگائی

اس شور سے ہوا ہے سودا ترا دیوانہ
لڑکون نے چُن کے تجھ پر گھر گھر چھڑی لگائی

حلقہ تیری زلف کا جب یار منھ کھولے رہے / بچ چکا وہ جسکی خاطر مار منھ کھولے رہے
چشم نرگس کی موندے کسطرح تیری سامنے / جسکے آگے تجھ سا گل رخسار منھ کھولے رہے
پائی ہے لذت اسی نے تیری تیغ عشق کی / جسکا زخم سینہ بعد از دار منھ کھولے رہے
خون دل ان شست اندازون نے یہ میرا پیا / تیر اگر پیکان ہو تو سوفار منھ کھولے رہے
عرض مطلب کر گئے غیر اُس سے اپنی بارہا / رو نہ پایا اسپہ ہم ہر بار منھ کھولے رہے
کھلنا اُس منھ کا ہے نکلے جسمین سے دُر سخن / جون بدر رو گو کہ بد گفتار منھ کھولے رہے
عالم بالا سے کب سودا کو ہے اتنا دماغ / جون صدف بہر دُر شہوار منھ کھولے رہے

آگے بڑھ کے اژدہا دے اپنی تو ٹوٹی سی کفش
بحث کرنے کو تری بیزار منھ کھولے رہے

کوئی کرتا رہے اُس سے جو یہ مذکور بہتر ہے / نہ زنہار دل کے دکھ دینے سے تا مقدور بہتر ہے
نہ کھینچے تجکو یہ اور کھینچے مقناطیس آہن کو / مرے نزدیک اس دل سے تو پتھر دور بہتر ہے
ہزارون نیشتر پاتا ہون یان مین کام مین اپنے / ترے گھر سے تو ظالم خانۂ زنبور بہتر ہے
رکھے ہے مردہ دل زاہد بھی داغ عشق محبوبان / پہ اتنا ہے کہ جس سے چراغ گور بہتر ہے
یہ سن رکھ وقت بجھنے کے چراغ اکثر ہو نور افزا / افاقت سے مرے مت کہہ کہ یہ رنجور بہتر ہے
مجھے بھی خواہش ایسی زندگانی کی نہو ظالم / ہو ایسا ہی جو قتل بیگنہ منظور بہتر ہے

اُسکو یہ شل دانۂ انگور دین گرہ
قطرہ بچے اُنھون کے اگر زہر مار سے

شکوہ ہے دور ظالم کرنا مروتون سے
لبریز ورنہ دل ہے تیری شکایتون سے

پرزے بغیر دل کے ممکن نہین کہ ہووے
معلوم حال میرا اُنکو کتابتون سے

ہو خامہ اشک ریزان پیش از سخن کے کہتے
کاغذ کی چھاتی پھاٹی میری حکایتون سے

مژدہ یہ ہمصفیرو پہونچے تمھین کہ تم پر
عرصہ تھا تنگ میرے نالہ کی حسرتون سے

سو مجکو آسمان نے کنج قفس کو سونپا
اب چہچہے چمن مین کیجے فراغتون سے

نے رات چین مجکو آہ و فغان سے اپنے
نے دن پڑوسیون کو راحت ملامتون سے

رکھیو اثر تو خاطر نالے کی ٹک ہمارے
پہونچا ہے دل سے لب تک سخت زحمتون سے

فندق چمن مین کس کی دیکھے ہو انگلیون پر
ہر شاخ سرنگون ہے گل کی خجالتون سے

کعبہ اگر نجا دین تو کیون چڑھین گدھے پر
رسوا جو شیخ جی ہین اپنی حماقتون سے

سودا وطن کو تج کر گردش سے آسمان کے
آوارۂ غریبی ہے اتنی مدتون سے

شوق اب یہان تک اپنی ہم شہریون کی بھولا
نامہ جو اسکو پہونچا اُن بیمروتون سے

لکھوا لاسے تو ہرگز اک لفظ بھی نہ سمجھا
قاصد سے پوچھیے معنی رو رو اشارتون سے

نہ بھول اے آرسی گر یاد کو تجھ سے محبت ہے
بھروسا کچھ نہین اسکا یہ منھ دیکھے کی الفت ہے

اگر کہیے تو کہیے سرو قد رکھتا ہے تیرا سا
پہ تیرے قد کو تشبیہ اُس سے دیجیے قیامت ہے

نہ کھینچو تیغ ہر اک دم تمھارے عشق سے گذرے
ملین گے اور سے جا کر جو اپنا سر سلامت ہے

ہمکو حنا جو قتل کرا اور آپ بچ رہی
باعث ہے یہ کہ یار کے جا ہاتھ رچ رہی

یوسف کی کب تھی گرمی بازار اسقدر
جو دھوم تیری کوچہ و بازار مچ رہی

جون بیل عشق پیچے کی لپٹے ہے شاخ پر
اسطرح زلف یار کے قد سے پلچ رہی

ہمچشم میری چشم سے ہونیکو بارہا
جھڑیان لگا لگا کے تو برسات مچ رہی

زاہد نے اپنے جبہ کو ہونے دیا نہ ہضم
دستار شیخ جی کی تو سودا کو بچ رہی

کہتا ہے عشق عقل سے مجکو تو بیر ہے | ناصح تو کیون بکے ہے دیوانہ ساخیر ہی
ملت طلب ہوا ہے دل شیخ و برہمن | صورت حرم کی کیسی ہے کیا شکل دیر ہی
چاہا کہ جون حباب مین دیکھون یہ کائنات | کھولی نین تو اور ہی عالم مین سیر ہی

رکھتے ہین ایک طرح سے ہم وصف ذات حق
وہ شخص کون سا ہے جو سودا بغیر ہے

خاک پر بھی تیرے دیوانے کی یہ تدبیر ہے | ہر بگولا طوق ہر موج ہوا زنجیر ہے
کیا نیاز عشق سے غافل ہے ناز حسن آہ | شیر مین کیا جانے کہ خون آلودہ جوے شیر ہے
رحم کچھ آپ ہی تجھے آوے تو آوے ورنہ یان | آہ ہے سو بے اثر نالہ سو بے تاثیر ہے
مت چڑھا اس ابرو کے منھ لے ماہ نو جسکے حضور | اٹھ گئی پاے صفت مژگان یہ وہ شمشیر ہے
اسقدر آغوش مین نظارہ کھینچے ہے تجھے | پشت آئینہ کی تیرا عکس رو تصویر ہے
شیخ کی بانگ و صلوٰۃ اوپر تو اے نادان نجا | خانۂ قصاب مین بھی روز و شب تکبیر ہے
ہواے اسدن پر کہ نالان ہون تری کوچے کے بیچ | ایک خاموشی ہے اب تسپر تو سو تقریر ہے
کس شکار انداز کا یارب ہوا ترکش تہی | مرغ تک قبلہ نما کے بھی جگر مین تیر ہے

جو کوئی پوچھے کیا کس جرم پر سودا کو قتل
کہ کسیکو گر کوئی چاہے یہ کم تقصیر ہے

گل پھینکے ہین اورون کی طرف بلکہ ثمر بھی | اے خانہ برانداز چمن کچھ تو ادھر بھی
کیا ضد ہے مرے ساتھ خدا جانئے ورنہ | کافی ہے تسلی کو مرے ایک نظر بھی
اے ابر قسم ہے تجھے رونے کی ہمارے | تجھ چشم سے ٹپکا ہے کبھو لخت جگر بھی
اے نالہ صد افسوس جوان مرنے پہ تیرے | پایا نہ تنک دیکھنے مین روے اثر بھی
کس ہستی موہوم پہ نازان ہے تو اے یار | کچھ اپنے شب و روز کی ہے تجکو خبر بھی
تنہا ترے ماتم مین نہین شام سیہ پوش | رہتا ہے سدا چاک گریبان سحر بھی

سودا تری فریاد سے آنکھون مین کٹی رات
آئی ہے سحر ہونے کو ٹک تو کہین مر بھی

نہ مجھسے کہ کہ چمن مین بہار آئی ہے | یہ مرغ کشتنی کب قابل رہائی ہے
نہ چھوڑ پنجۂ مژگان تو دست طفل سرشک | ابھی زمین پہ گرے سے ہے تو رائی کائی ہے

نہین گلشن بھی کچھ گلخن سے کم احباب اے سودا
رکھین سیر چمن سے گر نہ مجھے معذور بہتر ہے

بلبل نالان ودرد عشق کچھ معقول ہے
سانس لے سکتے نہین جنکے برہ کی سول ہے

کون محشر مین ہمارے خون کی دیوے گا داد
جب تو بولے گا کہ ہم قاتل ہین یہ مقتول ہے

قال کا دانا بکے ہے خرمن گوہر کے نرخ
حسن گندم گون کے مزرع کا یہ کچھ محصول ہے

روشنی کا دولت دنیا کی جو مفتون ہوا
ہے وہ پروانہ کہ رسوائے چراغ غول ہے

شیخ گل بازی کو تمسے روز للچاتا ہے دل
زرد چہرا آپ کا گیندے کا گویا پھول ہے

ضارب و مضروب پر کرتے ہین سو ملا جو بحث
ہم تو پڑھ نے سمجھے ہین اک فاعل ہے اک مفعول ہے

محتسب کو بھی جو مین تاڑا تو سودا اندنون
عشق مین اس چشم میگون کے سدا مشغول ہے

سر بہ پیش افگندہ اگر میکدہ کی راہ سے
یون چلا جاتا ہے خدمت سے گویا معزول ہے

خشک رہنے سے ہمارا دیدۂ ترپاک ہے
جون حباب اس گھر مین جب دیکھو ہوا نمناک ہے

منہ پسارے کیا پھرے ہے ای فلک سمجھی ہین ہم
ایکدن تیرا دہن اور یہ اپنی مشت خاک ہے

تند خوئی سے تری اتنا پھرے ہے داد خواہ
جسجگہ دیکھون ہون شعلہ کو گریبان چاک ہے

رہنمائی خلق کی چاہے تو راہ کج نہ چل
شیخ ہونے سے عصا محروم چوب تاک ہے

گر چمن مین ہمصفیرون سے رہا ہے کچھ نشان
آشیان کا انکی آوارہ خس و خاشاک ہے

رات یون کہتا تھا ظالم مجھسے جلاد فلک
یار مین تیری ہے سب خوبی پہ ٹک سفاک ہے

فتنۂ روے زمین آنکھون کا ہے تیرے غلام
خادمہ غمزون کی انکے گردش افلاک ہے

مت سمجھ بے قدر پامالون کی گر رکھتا ہے فہم
توتیاے چشم نقش پا ہماری خاک ہے

کیا لکھون حال تباہ اپنا کہ سودا دہ جو لوگ
چاہتے تھے یہ دن انکے پانسے دان تک ڈاک ہے

حیران ہون شمع کسکے لیے سوزناک ہے
پروانہ کسکے شعلۂ خو کا ہلاک ہے

ناصح نہ مجھے تھا نجس ترے ہونے پر یقین
لیکن جو چیز خشک ہوئی پھر وہ پاک ہے

قاتل سے کیون جھگڑتے ہو کیا مجھسے بیر ہے
جاے خطر نہیں یہ مرا زخم خیر ہے

پینے کو لہو اپنے غم عشق مین تیرے
تھا ایک جگر سو تو کہان تک بسر آوے

ظالم کر اب انصاف کہ سینہ مین کہان سے
ہر دم کے لہو پینے کو تازہ جگر آوے

سب کہے سوتا ہون یہ کہدین کہ پھر آنا،
بالین پہ مرے شور قیامت اگر آوے

بیخوابی سے مرتا ہے شب ہجر مین سودا
اب سکے کہنے کو افسانہ کوئی نوحہ گر آوے

افعی کو یہ طاقت ہے کہ اس سے بسر آوے
وہ زلف سیہ اپنی اگر لہر پر آوے

شیشہ نہ کہے راز مرے دل کا تو اے جام
سرگوشی ہی اسکی نہ تری چشم بھر آوے

کیا ہو جو قفس تک مرے اب صحن چمن سے
دو برگ لیے گل کے نسیم سحر آوے

سب کام نکلتے ہین فلک تجھسے پہ لیکن
میرے دل ناشاد کی امید بر آوے

جب پھونکے ہی ناقوس صنم خانہ دل شیخ
کعبے کا ترے وجد مین دیوار و در آوے

نامے کا جواب آنا تو معلوم ہی اے کاش
قاصد کے بد و نیک کی مجھ تک خبر آوے

ہو تمین تو ضعیف اسقدر اے مور کہ وہ آب
گذرے مرے سر سے جو ترے تا کمر آوے

دیتا ہے کوئی مرغ دل اُس شوخ کو سودا
کیا قہر کیا تو نے غضب تیرے بر آوے

اب لے تو گیا ہے پر اسے دیکھیو نادان
پل مین نہ اُڑا تا وہ اگر بال و پر آوے

نسیم گر قدم دوستی بجا لاوے
یہ مشت پر ہین قفس مین چمن کو لیجاوے

جفا و مہر جو خاطر مین اب ترے آوے
وہی ہی خوب مرے حق مین جو تجھے بھاوے

سمجھ کے کیجو پیارے گلی مین اپنے خرام
مبادا پانون تلے دل کسی کا آجاوے

طریق عجز مین مجھ ساتھ جو مقابل ہو
سوائے خاک نہ مجھسے کوئی بسر آوے

درخت خشک ہون اس باغ مین خدا نکرے
کہ باغبان مرے احوال سے خبر پاوے

الہی بزم بتان سے وہ شمع ٹل جاوے
ڈرون ہون مین کہ کسی کا نہ دل پگھل جاوے

مخاطب اس لب جان بخش کا جو ہو یک دم
عجب نہین کہ مسیحا کا دل نکل جاوے

مغان مین کیا کہون زاہد سیر کی کیفیت
کہ جسکو دختر رز دیکھکر اُدھل جاوے

الجھ اندنون تری نظرون سے گر چلا ہے دل
جو دستگیری مژگان ہو تو سنبھل جاوے

اثر کیا ترے دل مین مجھ اشک نے تو کیا
ڈبا کے خلق کو کشتی مری ترائی ہے

ترے نکالے سے تجھ گھر سے کون جاتا ہے
وہی تو جائیگا بیچارے کہ جسکی آئی ہے

غرور تقوی سے کتنے تھے شیخ جی سرکش
پر اب عمامہ نے گردن تنک نوائی ہے

گئے تھے آپ خداوند سیر باغ کو کل
یہان کھلے ہین دہان بوسے کبریائی ہے

کرین ہین در پہ ترے شیخ و برہمن سجدہ
تبھی کے حسن و ادا تیرے گھر خدائی ہے

جہان سے کندن دل سخت کا رہے فرہاد
وگرنہ کوہ کنی زور آزمائی ہے

تن گداز مین دل کیونکہ مین رکھا سودا
یہ آگ پانی مین کس سحر سے چھپائی ہے

بہار بے سپر جام یار گذرے ہے
نسیم تیر سی چھاتی کے پار گذرے ہے

شراب حلق سے ہوتی نہین فرو تجھ بن
گلوئے خشک سے تیغ آبدار گذرے ہے

گذر مرا ترے کوچے مین گر نہین تو نہ ہو
مرے خیال مین تو لاکھ بار گذرے ہے

سمجھ کے قطع کر اب پیرہن مرا خیاط
نظر سے چاک کے یان تار تار گذرے ہے

ہزار حرف شکایت کا دیکھتے ہی تجھے
زبان پہ شکر ہو بے اختیار گذرے ہے

باعتبار شکم شیخنا کو دوزخ کی
ہمیشہ فکر مین لیل و نہار گذرے ہے

کہے ہے آج ترے در پہ اضطراب نسیم
کہ اس جہان سے کوئی خاکسار گذرے ہے

تری گلی سے گذرتا ہون اسطرح ظالم
کہ جیسے ریت سے پانی کی دھار گذرے ہے

مین وہ نہین کہ کوئی مجھسے ملکے ہو بدنام
نجانے کیا ترے خاطر مین یار گذرے ہے

مجھے تو دیکھ کے جوش و خروش سودا کا
اسی ہی سوچ مین لیل و نہار گذرے ہے

یہ آدمی ہے کہ سر مارتا پھرے ہے بسنگ
کہ باد تند سوے کوہسار گذرے ہے

اس دل کی تف آہ سے کب شعلہ بر آوے
بجلی کو دم سرد سے جسکے حذر آوے

ٹک داغ سے چھاتی کے سرک جاے جو پھاہا
آتش کے تئین قدرت خالق نظر آوے

دے شکوے کی رخصت جو ہمین شرم محبت
غنچہ کیطرح ٹکڑے ہو منھ تک جگر آوے

یان تک نہ دل آزار خلائق ہو جو کوئی
ملکر لہو منھ سے صف محشر مین در آوے

سینون کو دلون سے تو نہ خالی کر اب اتنا
ڈرتا ہون نہ چھاتی کسی بیدل کی بھر آوے

آگیا رات مین جون دزد حنا تیرے ہاتھ
ورنہ جا پاؤن کو لگا ہی تھا چوری چوری

ابر چھایا ہے سیہ مست نہ مجھے اے ساقی
دے تو بھر بھر کے مجھے پیالیان کوری کوری

کافر جو ہو مجھ سا اُسے دل اپنے مین جا دے
ایسا تو بت اس دیر مین معلوم خدا دے

ڈھایا مین ترے کعبہ کو تین دل مرا ای شیخ
تعمیر مین کردون اُسے تو اُسکو بنا دے

اے خضر ز خود رفتگی کیا طرفہ سفر ہے
جسمین کہ نہ بھولین نہ کوئی راہ بتا دے

بیمار کو تیرے ہو شفا اُس سے نہ مانون
عیسیٰ کو یہ قدرت ہی کہ مردے کو جلا دے

سودا جو تو رُٹے ہی تو رکھ نالے سے دل باز
اس جنس کو برسات کا موسم ہے ہوا دے

دل مین بسنے کی ترے مجکو بہت ہے شادی
چشم بد دور سلامت رہے یہ آبادی

اے گل اندام ترے ہاتھ نہ مین ہون نالان
کون بلبل ہی چمن مین کہ نہین فریادی

کوچۂ عشق مین ہم تب سے ہین گردن زدنی
تیغ ابروئے بتان بیچ نہ تھی جلادی

ہو گئے صاحب جوہر ترا منھ دیکھ فقیر
ہے نمد پوش سدا آئینۂ فولادی

بال و پر توڑ کے سونپے ہی قفس کو صیاد
تجھ سے رخصت ہی مری اے ہوس آزادی

خون ہی جان مین سودا کے رہیگا جبتک
تیر مژگان نہ رگ جان پہ کرین فصادی

ایکدن دشت مین جا کر مین کہا سودا سے
چھوڑ بستی کو تجھے کیونکہ خوش آئی وادی

یہ کہا سنکے کس امید پہ بستی کے بیچ
غم کٹے دل کا مرے ہو مرے جی کی شادی

ہی وہ بنیاد خرابی کی جہان مین اے دوست
سمجھے ہین اہل جہان جسکے تئین آبادی

تجھ تیغ تلے کہہ تو ستم ہے کہ سر دھر دے
پیارے یہ ہمین سے ہو ہر کا دے وہ مر دے

ہر دن تو تجھے اپنے کوچے سے نکالے ہی
جاؤن ہون بھلا اب مین لا دل میرا ادھر دے

معشوق کی الفت ہی بندہ کرے عاشق کو
کس گل نے خریدا ہے بلبل کے تئین زر دے

کب شمع مجالس کی فانوس مین چھپتی ہی
جو حسن ہو بازاری مت اُسکو تو چادر دے

دے لگے تئین اک عالم کہتا ہے خدا کا گھر
اے عشق اسے آتش دے ہی تو سمجھ کر دے

پانی بھی نہ مانگ اُس سے جو ہو دے تنک مایہ
کاسے کے تئین گل کے شبنم نہ کبھو بھر دے

بدن کو شمع سے کون اسکے دے سکے تشبیہ
دماغ خلوت آئینہ ہو تو یہ جا ہے

مجال کیا ہے کسی کی زبان جل جاوے
کہ اپنا عکس بھی اس گھر مین سے نکل جاوے

گرہ تو عشق کی سودا کے سر سے ٹلتی ہے
قدم پہ زلف کے دل کو جو دیجیے بل جاوے

گو غنچہ سان گرہ مین دلی جمع زر کرے
آخر برنگ گل ہو پریشان سفر کرے

ناچیز کو نہ صحبت نیکان اثر کرے
رشتہ کو کہ تو آپ گہر کیونکہ تر کرے

ہر دانہ میرے خوشۂ خرمن مین ہی شرر
کہ برق کو سمجھ کے ٹک ادھر گذر کرے

زاہد چلا ہے کعبہ کو اور برہمن کنشت
بندے ہین اسکے ہم جو کسی دل مین گھر کرے

ہے فخر تجھ گلی مین اگر ہو نہین مشت خاک
شاید کوئی اٹھا کے زمین سے بسر کرے

گل پر بغیر رخصت بلبل چمن کے بیچ
اے اہل درد کفر ہے گر تو نظر کرے

دیتا ہے تجھ عذار کے دھوکے سے جی پتنگ
ثابت یہ خون کیونکہ کوئی شمع پر کرے

جگ مین شراب خوار کی تشہیر کے لیے
سودا جو محتسب ہو تو زاہد کو خر کرے

بدلا ترے ستم کا کوئی تجھسے کیا کرے
اپنا ہی تو فریفتہ ہوئے خدا کرے

قاتل ہماری نعش کو تشہیر ہے ضرور
آیندہ تا کوئی نہ کسی سے وفا کرے

اتنا لکھا یو مرے لوح مزار پر
یان تک نہ ذی حیات کو کوئی خفا کرے

بلبل کو خون گل مین لٹایا کردن نے مجھے
نالے کی گر چمن مین تو رخصت دیا کرے

فکر معاش و عشق بتان یاد رفتگان
اس زندگی مین اب کوئی کیا کیا کیا کرے

عالم کے بیچ پھر نہ رہے رسم عاشقی
گر نیم لب کوئی ترے شکوے سے وا کرے

گر ہو شراب و خلوت محبوب خوب رو
زاہد تجھے قسم ہے جو تو ہو تو کیا کرے

تعلیم گریہ دون اگر ابر بہار کو
جز لخت دل صدف مین نہ گوہر بندھا کرے

تنہا نہ روز ہجر ہے سودا پہ یہ ستم
پروانہ سان وصال کی ہر شب جلا کرے

ساق سیمین تری شب دیکھ لے گوری گوری
شرم سے شمع ہوئی جاتی ہے تھوڑی تھوڑی

نیشکر نے کہین تجھ لب سے کیا تھا دعوے
آجتک اسکی پڑی کٹتی ہین پوری پوری

کب صبح وہ انکھیان نہ کھلین نیند سی بھر کر — صد فتنہ خوابیدہ کہ بیدار نہووے
ہو دست خدائی مین تو یہ کیجے منادی — ظالم ہو جو کوئی سو طرحدار نہووے
ہم زمزمہ کب مرغ چمن ہو سکے مجھ سے — تا کنج قفس مین وہ گرفتار نہووے
کر ذبح شتابی نہ مجھے صیاد کہ یہ صید — ہاتھون ہی مین تیرے کہین مردار نہووے
سودا چمن دہر سے یہ چشم نہ رکھیو — وہ گل نظر آوے کہ جسے خار نہووے

جز لخت دل اپنے تو نہ دیکھے گل بے خار
سو بھی کہ جو مژگان پہ نمودار نہووے

پھر نظر تجکو نہ دیکھا کبھو ڈرتے ڈرتے — حسرتین جی کی رہین جی ہی مین مرتے مرتے
کھینچتے کیا ہو میان تیغ کہ یان رشتۂ عمر — صرف سینہ پہ ہوا ٹانکے بھرتے بھرتے
پھر گلگشت عدم سے جو کوئی پہونچا ہے — سمت اس باغ کے طے منزلین کرتے کرتے
پھل جوانی کا نہ پایا کبھو جون طفل سرشک — مل گیا خاک مین یان پانون ہی دھرتے دھرتے

کیا ہمین فائدہ آنکھون سے بقول سودا
پھر نظر تجکو نہ دیکھا کبھو ڈرتے ڈرتے

کیا کیجے کہ ہمسے کچھ بات نہین بن آتی — اب سنگ تجھ گلی کے یہ سر ہے اور چھاتی
دیوانگی ہماری کیا کیا مچاتی دھومین — زنجیر پڑے کے پانون گر اپنے گھر نہ لاتی

جی چاہے جو کچھ تیرا سو دشنام دے مجھکو — ہو دیگا دعا تجھکو تو میری ہی زبانی
اے آہ تری قدر اثر نے تو نجانی — گو تجکو لقب ہمنے دیا عرش مکانی
اک خلق کی نظرون مین سبک ہو گیا لیکن — کرتا ہون مین ہاتک ترے خاطر پہ گرانی
ٹک دیدۂ تحقیق سے تو دیکھ زلیخا — ہر چاہ مین آتا ہے نظر یوسف ثانی
معمور ہے جس روز سے ویرانۂ دنیا — ہر جنس سے انسان کی ماٹی گئی چھانی
اک وامق نو کا ہے سمجھ چاک گریبان — کرتی ہے جو رخنہ کوئی دیوار پرانی
بلبل ہی سسکتی نہین کچھ باغ مین تجھ بن — شبنم گلون کے منھ مین چواتی رہی پانی
ہے گوش زد خلق مرا قصۂ جانکاہ — جب سے کہ نہ سمجھے تھا تو چڑیا کی کہانی
جون شمع مجھے شرم ہے زنار کی ای شیخ — مالا نہ جپون رات کو بے اشک فشانی
کیا کیا ملے لیلی منش ان خاک مین سودا — گو اپنے بھی محبوب کی دیکھی نہ جوانی

تین داو ستد اسنے دل دیکھی نہ زمانہ کی
خاتم نے سلیمان سے چیونٹی کے تئین پردے
دے داد مرے دل کی سوزن کہ جب آہن کا
رشتے کی گرفتاری سوراخ جگر کر دے

ق

سودا سے کہا مینے کل سیر گلستان مین
یہ وقت خموشی ہے ظالم غزلے فردے
سنتے ہی غرض اسکے یہ شعر پڑھا اُن نے
جس شعر کا ہر مصرع آہ دل پر درد کے

کھلنے تو لگا ہے دل جون غنچہ ہمارا ابھی
لیکن نہ صبا تجسے گاہے بدم سردے

سینہ کو رستمون کے نگہ تیری توڑ دے
آنکھون کی ہر پلک صف محشر کو موڑ دے
آیا ہے تنگ دام مین زلفون کے مرغ دل
سر تا قدم سے وار کے صدقے مین چھوڑ دے

جسدم وہ صنم سوار ہووے
تا صید حرم شکار ہووے
جو اٹھ نہ سکے تری گلی سے
رہنے دے کہ تا غبار ہووے
محکم تو رواق بن سکے ہے
گو عمر کہ پائدار ہووے
وہ قطر تو چاہتا نہین مین
جس مین گل و گلعذار ہووے
وسعت مری سینہ بیچ اے دہر
ٹک دل کی شگفت دار ہووے
سوزن کی نہ جیب لیجو منت
یون پھٹیو کہ تار تار ہووے
شبنم سے بھرے ہی ساغر گل
گردون تو خراب و خوار ہووے
پانی نہین دیتے اسکو ظالم
جو زخمی بے شمار ہووے
ناصح تو قسم لے ہمسے دل پر
اپنا کبھو اختیار ہووے
کھینچے ہے کوئی بھی تیغ پیارے
بھادھر کہ جب آبدار ہووے
کن زخمون مین زخم ہر کہ جب تک
چھاتی کے نہ وار پار ہووے
کھینچی ہے بھوون نے تیغ مکھ پہ یا
سودا سے کہو نثار ہووے

ویسے ہی کا ہے یہ کام گل رو
عاشق ہے نہ گو ہزار ہووے

خط نقص صفائی رخ دلدار نہووے
گرد آئینہ کو باعث زنگار نہووے
دولاب کی ہے حق بطرف مستی سے فریاد
پیمانہ کسیکے گلے کا ہار نہووے
آہنگ سفر کب مرے سینہ سے کرے اشک
تا لخت جگر قافلہ سالار نہووے

کم بولنا ادا ہے ہر چند پر نہ اتنا
موند جائین چشم عاشق تو بھی وہ لب نکھولے

چشم پر آب ہون مین جون آئینہ حبابی
رک رک کے پڑ گئے ہین چھاتی مین سب پھپھولے

کون ایسا اب کہے ہے سودا گلی مین اسکی
آجکو لے چلین ہم دل کھولکر تو رو لے

اثر سے ہین تہی نالے تصرف سے ہین دم خالی
نیستان ہو گئے شیرون سے یارب یکقلم خالی

تجلی سے جہان اپنے نہ چھوڑین ایکدم خالی
کہ جب تک آپ سے جون بدر ہو جاوین نہ ہم خالی

نظر آیا ہمی احوال جہان اسمین تو کیا حاصل
جو دل مین نقش ہے اپنے ہے اس سے جام جم خالی

کدورت سے زمانے کی برنگ شیشۂ ساعت
ملے ہمدرد اگر کوئی تو کیجے دل بہم خالی

تہیدستی ہماری دیکھ چشم کم سے مت منعم
کہ ہے یہ ہاتھ شکل کیسۂ اہل کرم خالی

برنگ لفظ ہو اٹھنے سے جلسے کے بیت بےمعنی
فلک اسطرح گھر تیرا چلے ہین کرکے ہم خالی

نہ رہیو آہ سے مجھ پیر کے اے نوجوان غافل
کہ تیر اپنے کمان کہنہ کا پڑتا ہے کم خالی

کہین جانا ہو تو ہستی سے جا اودھر کو اے سودا
خلل سے راہ پاویگا نہ جز راہ عدم خالی

خاتم کے جون نگین ہمین کس کام کے لیے
گھر مین کوئی جگہ دے مگر نام کے لیے

چیرہ جو فصل گل مین گرو ہے مرا تو ہو
سر کھو دیا ہے غنچے نے اک جام کے لیے

پیش از ظہور مرغ چمن خادمان عشق
بنتے تھے رشتہ رگ گل دام کے لیے

پہونچے سو کیونکہ منزل مقصد کو یہ قدم
پیدا ہوئے ہین گردش ایام کے لیے

سودا ہزار حیف کہ آکر جہان مین ہم
کیا کر چلے اور آئے تھے کس کام کے لیے

پھر آن یاس بڑھنی ہر دم امید گھٹنی
دن حشر کا ہے اب تو فرقت کی رات کٹنی

پروا نہین یہ پھٹنا مجھ سینہ چاک کی ہے
ہر صبح بار غم سے چھاتی فلک کی پھٹنی

کوچے مین اسکے باقی مجھ خاکسار پر اب
یا آسمان کا گرنا یا ہے زمین الٹنی

مژگان کی برچھیون نے دل کو تو چھان مارا
اب بوٹیان تھی باقی اسکے جگر کی کٹنی

زلف سیہ مین اے دل گھبرانا مایۂ خاک
یہ جنس تیرہ شب مین مشکل ہے پھر سمٹنی

خون جگر کا کھانا دل پر نہین گوارا
اس ترش ابرو کی جب تک نہووے چٹنی

جس سمت نظر موج سراب آوے تو یہ جان
ہووے گی کسی زلف چلیپا کی نشانی

برہمن بت کدہ کے شیخ بیت اللہ کے صدقے
کہین ہین جسکو سودا وہ دل آگاہ کے صدقے

جتا دین جس جگہ ہم قدر اپنی ناتوانی کی
اگر کہسار وہان ہووے تو جاوے کاہ کے صدقے

نہ دی تکلیف جلنے کی کسو کے دل کو میرے پر
اثر سے دور رہتی ہے یہ مین اپنی آہ کے صدقے

عجائب شغل مین تھے رات تم اے شیخ حرمت کے
مین اس ریش بلند اور دامن کوتاہ کے صدقے

نہین بے وجہ کوچے سے ترے اٹھنا گیا دل کا
ہماری خاک بھی جاتی ہے تیری راہ کے صدقے

کبھو وہ شب بھی اے پروانہ حق باہم دکھا دیگا
تو جل بل شمع پر جاوے مین ہون اس ماہ کے صدقے

دکھاتی ہے تجھے کس طرح سودا کی نظرون مین
پر جو ہو انصاف تو جاوے تو اسکی چاہ کے صدقے

اے لالچی تو کیسہ غیرون کا مت ٹٹولے
جو کچھ تو چاہے یک شب مجھ پاس آ کے سو لے

کھنجن سے تجھ نین کو تشبیہ کیونکہ دیجے
وہ تو چنا کرے ہے انکے سدا ممولے

ہے میری استخوانین تیز نگہ ترا زو
کتے رقیب سے کہ شمشیر کو نہ تولے

شب دیگ کھانا کچھ بھاتا ہے سکو از بس
کھانے کو جا رہا ہے کشمیریون کے لوٹے

انصاف کچھ بھی یارو ہے عشق کے نگر مین
دل غم سے آب ہووے اور چشم موتی رولے

دہقان پسر وہ ہمسے یون صلح کب کرے ہے
بوٹون کے کھیت لے کر جب تک نہ جنگ ہولے

وہ تو کچھی کا ہرگز ہمسے کو لکھے نہ نامہ
گدڑی مین جا کبوتر لیتا ہے مول گولے

کل یار سے کہا مین سستا ہے آج سودا
بکتا ہے اک نگہ پر اسکے تئین کہ جو لے

کہنے لگا کہ نادان یہ حیف ہے کہ کوئی
اسپند کرنے کو بھی ایسے سیاہ کو لے

ہو شاد اس غزل سے روح آبرو کی سودا
تو اس زمین مین نادان طور اپنا کیون نہ بولے

جون غنچہ تو چمن مین بند قبا کو کھولے
پھر گل سے اے پیارے بلبل کبھو نہ بولے

آ دیگا وہ چمن مین ترکے ہی میکشی کو
شبنم سے کہدے بلبل پیالے گلون کے دھولے

باغ جہان مین آ کر کچھ ہمنے پھل نہ پایا
الدل ملا کہ جسمین ہین سیکڑون پھپھولے

ایسا ہی جاؤن جاؤن کرتے ہو تو سدھارو
اس دل یہ کل جو ہونی سو آج ہی وہ ہولے

افراد

دل کو تو ہر طرح سے دلاسا دیا کرون
آنکھین تو مانتی نہین مین اسکو کیا کرون

تغافل سے ترے اے بیوفا کب تک جفا دیکھون
خدا وہ دن کرے تجکو کسی پر مبتلا دیکھون

فائدہ کیا خط تجھے لکھ لکھ اگر دیتا ہون مین
نامۂ اعمال دل لکھتا ہون اور دھوتا ہون مین

مین وقف تماشا ہے ہر اک اہل نظر ہون
گوہر نہ سمجھ قطرۂ خوناب جگر ہون

اے میان عشق کے مارون کو کہین ٹھور نہین
دل نہین صبر نہین آپ نہین اور نہین

میکشان روح ہماری بھی کبھو شاد کرو
ٹوٹے گر بزم مین شیشہ تو ہمین یاد کرو

سنکے یہ کہتا ہے میرے نالۂ جانکاہ کو
کیون نہ مجھے ایسا بنایا کیا کہون اللہ کو

عشق کے کوچے مین جلوہ ہے تباہ نکا سنگ راہ
خضر بھی بچکر چلا دیکھا جو انکا رنگ آہ

وہ سمندر ہے کہ جسکا نہ کہین پاٹ لگے
کشتی عمر مری دیکھیے کس گھاٹ لگے

تبسم دیکھ تیرا کیون نہ دل بیتاب ہو جاوے
اگر بجلی اسے دیکھے تو زہرہ آب ہو جاوے

اس دل پہ تجھے رحم جفا کار نہین ہے
جس دل سے دل مور کو آزار نہین ہے

مسیحا سن کے اٹھ جاوے جو کچھ کہیے دوا کیجے
محبت سخت بیماری ہے یارو آہ کیا کیجے

مین کہتا ہون دل اپنے سے کہ ننگ و نام سے گذرے
نہو یہ بات گر اس مین تو کیا آرام سے گذرے

کہون کیا عشق کی آتش سے یارو مجھپہ جو گذری
سنی جو شمع نے بھی سرگذشت اپنی تو رو گذری

کہا مین داغ مرے دل کا جون چراغ جلے
دیا جواب مجھے ترک شوخ نے کہ بلے

چمن مین بلبلون نے جب نوائے عشق کر چہکے
لگی سارے چمن کو آگ جتنے تھے کنول دہکے

کل جو بیٹھا پاس مین اک جا ترے ہمنام کے
رہ گیا اس نام سنتے ہی کلیجہ تھام کے

قاصد یہی پیام تو جا کہیو یار سے
اک شخص جان بلب ہے ترے انتظار سے

اشراف یا کمینہ طلبگار ہو کوئی +
دونگا اسی کو دل جو خریدار ہو کوئی

تو ٹک جگر تو مرے مرغ نامہ بر کا دیکھ
کہ وان اُڑے ہے جہان پر جلین فرشتے کے

آئینہ کہ رہا تھا خوبون کے صاف منھ پر
کیا پست فطرتون کو بخشی ہے سربلندی

ہین ایک دن یہ شکلین سب خاک بیچ اٹنی
دنیا کے شعبدے سے تعلیم ہووے نٹنی

تو نے بٹھائے سودا یہ قافیہ وگرنہ
پاسے قلم کو کیسر ہے یہ زمین رٹنی

مطلعات

اعجاز منھ تکے ہے ترے لب کے کام کا
بساط اپنی مین تھا جو ایکدل سو بھی تو کھو بیٹھا

یارہ ہی بقدر جب ہو آشنا دس بیس کا
خط مرشنامہ بر نے تجھے کون سا دیا

غنچون کو گو شگفتہ چمن مین صبا کیا
کیا دہانے نگہ نے ترے کیا بلا کیا

کسو نے روم لی قسمت مین کوئی شام لے آیا
ہے سخت بیمروت وہ بت وفا کرے کیا

نہ سرمہ چشم مین اسے شوخ خانہ جنگ لگا
دل لگوا کے عشق سوے زلف سیہ فام نہ بھیج

کیا خوشی ہمکو کہ اپنی ہے یہ حیرانی کی طرح
کون کہتا ہی نہ اور دن سے ملا کر مجھ سے مل

دیدہ پر آب سی تجھ بن ہمین کیا کم ہے جام
سننے پائے نہ دہن اسکے سے دشنام تمام

سودا کے لیے بر سر بازار ہوئے ہم
آگے یا قسمت جلا وے یار یا مارے ہمین

نہ پوچھ سنگ و گل اے شیخ اس صدا کو مان

کیا ذکر ہے مسیح علیہ السلام کا
مجھے مدت ہوئی پیارے مین اُس سی ہاتھ دھو بیٹھا

مثل ماہ عید کے پورا جو ہووے تیس کا
مضمون تو نے سنکے نہ جس کا اُڑا دیا

لیکن ہمارے غنچۂ دل کو نہ وا کیا
مجھ سے کے دل کو اپنی طرف مبتلا کیا

ہمین سے کچھ نہ آیا ایک تیرا نام لے آیا
پر اب تو لگ گیا دل دیکھین خدا کرے کیا

چلے گی خاک جو تیغ نگہ کو زنگ لگا
رہزنون مین تو مسافر کو سر شام نہ بھیج

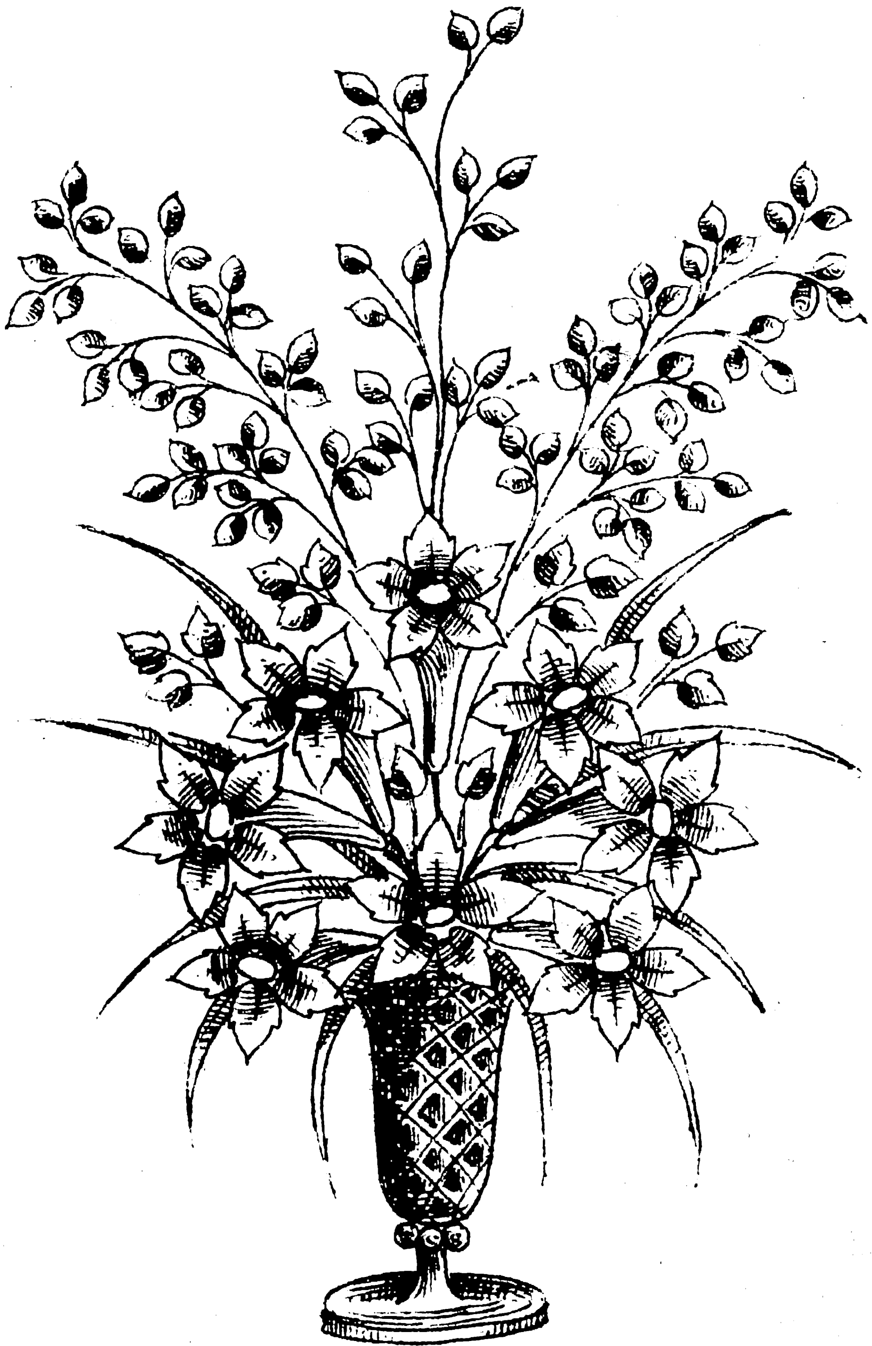
دیکھتے ہی عید عالم چشم قربانی کی طرح
جسکے ملنے مین خوشی تیری ہو مل مجھ سے مل

بزم مشتاقان سے تیرے حلقۂ ماتم ہے جام
جنبش لب ہی مین اپنا تو ہوا کام تمام

ہاتھ اسکے بکے جسکے خریدار ہوئے ہم
اب تو آنکھو نے لگا ہی دیکھنے بار سے ہمین

مرے صنم کی پرستش کر آ خدا کو مان

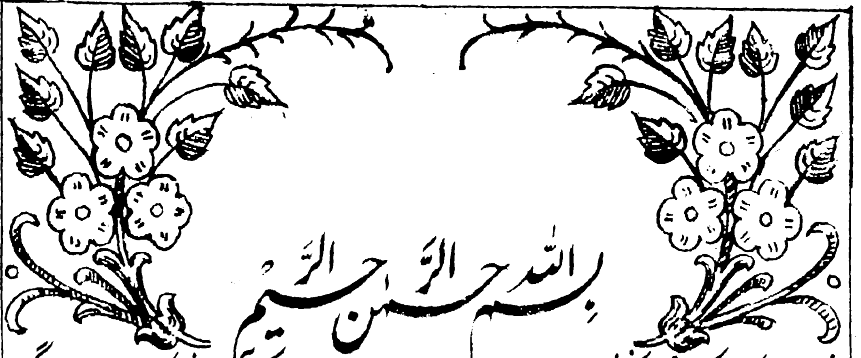
مدحیات



جہانیان لازم افتادہ بر سر گلزار کلام رنگینش سحاب تحسین پیوستہ ریزان و از اشعار پر شبیۂ عاشقانہ اش
دود سوز و گداز متصل حیران جواہر زواہر مضامین و معانی در کان خاطرش معدن معدن
و گلہائے گوناگون الفاظ شگفتہ و رنگین در باغ فکرش چمن چمن زبان ہا از شیرینی گفتارش چاشنی
گیر و دیدہ ہا از مشاہدہ اشعارش سواد پذیر سودائے زلف سنبل آسای سخن دران را طبعش در سر
سواد کار سیاہ سیاہ قلم سخنش نور افزای بصر روانی آبروی سلسبیل ریختہ جواہر معانی تابدارش آتش رشک
اندر دل یاقوت انگیختہ ہنگام تعریف کلام شیرینش عجب کہ لب بیان بہم نچسپیدنی خامہ میشکر نگر دو ہر بیتش
شاہ بیت دیوان فصاحت و ہر قطعہ اش بہشت بلاغت غزال غزلش را صحرای دلہا چراگاہ و مردمک
مردم آگاہ را بر سر ہر شعرش مانند نقطہ انتخاب جانگاہ رباعیات بلند پایہ اش درگاہ کعبۂ معنی چار
آشنیج عالم روحانی ترجیع بندش تبدغم از دلہا کشودہ مثنویش از سبع مثانی ثنا ہا ستودہ ہر مطلعش از
مطلع خورشید روشن تر و ہر مخمس از خواس خمسہ گران بہا تر حسن مطلعہای زیبایش عشق بایدو رزید و
اسیر زنجیر زلفش مصرعہای رعنایش توان گردید از میوہ نخل قصاید عالی رتبہ اش لذت و پختگی قصاید
عرفی پیدا و از رباعیات بلند پایہ اش ریزش باران معانی سحابی ہویدا ہر مطلعش خورشید مثال پرتو
حسن آفتاب پرستان سخن انداختہ و ہر مصرعہ اش ہلال آسا گوشہ ابروے ناز خود را انگشت نمائی نور
نظرہا ساختہ بلبل شیراز قصیدہ گوی عرفی شیرازی اگر گلشن آرای ہندوستان حیات شدی بہزار
زبان نغمہ سنج ہزار داستان و آفرین گشتی و اگر کلیم طور سخندانی ابوطالب ہمدانی از تجلے زندگانی دوبارہ
اقتباس نور کردی دید بیضای اور او سخنوری دیدی بپای تعظیم ایستادہ دست ادب بسینہ گذاشتہ دست
بوسش نمودی و اگر انوری و خاقانی را رد آفتاب زندگی شدی از انورے خطاب فلک آفتاب
سخنورے یافتی و خاقانے خاقان مملکت بلاغت گستریش خواندے ۵

بہ بزمیکہ خوان بیان مے نہند	سخن را سخن در دہان مے نہند
ز نطقش چنان منشیان کامگار	کہ بر نثر شان زہرہ گردد نثار
غزلہائے از پختہ و نیم خام	غزالان رم کردہ را کردہ رام
ز حرفش لب مطربان بہرہ مند	سرایند از وے بآہنگ بلند
مناجاتیان ذکر خوان ویند	خراباتیان خود از آن ویند

از انجا کہ تعریف حلاوت قند سخنش کہ تنہا د طبع رفیعش بقالب شعر ریختہ ریختہ
در قالب بیان نمی گنجد اولی آنکہ طوطی ناطقہ را شکر ریز دعا سازم و بختم قرآن دعا



رفیع ترین کلامی کہ رفعت بخش دیباچۂ سخن تواند شد حمد مبدعیست کہ باآمیزش کاف و نون رنگ تکوین نقوش گوناگون کلیات و جزئیات و ممکنات را بر صفحۂ ہستی ریختہ و نہہ ترجیع بند افلاک نہ گانہ و ثمن ہشت بہشت و سبعہ معلقہ ہفت آسمان و ہفت بند سبعہ ستارہ و مسدس جہات ستہ و مخمس حواس خمسہ و رباعی ارکان اربعہ و مثلث ارواح ثلاثہ و مثنوی روز و شب و فرد بند رتبہ آفتاب و قصیدہ کہکشان و قطعہای ابر و مصراع برجستۂ برق بنظم آوردہ و ذات فصاحت آیات سرور انبیا سالار اصفیا مطلع نور خدا مہر سپہر صطفا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم را کہ نور انورش فاتحہ مصحف نبوت و پیکر اطہرش خاتمہ رسالۂ رسالتست بیت القصیدہ نبوت گردانیدہ و ذات بلاغت سمات افضل اوصیا ابو الایمۃ الہدے امیر المومنین علی مرتضےٰ را کہ بسم اللہ قرآن وصایت است مطلع غزل امامت ساختہ و ذوات مقدسہ باقی حضرات معصومین صلوات اللہ علیہم اجمعین را کہ ہر یک از ایشان از کمال علویت در صفحۂ روزگار خود فرد بیت و شاہ بیت دیوان ایجاد بل بیت اللہ واقع است انتخاب نمودہ صلی اللہ علیہم اجمعین و علے جمیع الانبیا والمرسلین بعد صریر کلک فقیر عزلت گزین اصلح الدین بگوش اہل ہوش میرساند این دیوان رفیع بنیان فصاحت بیان ریختہ خامہ سحر پرداز از قلم نکتہ طراز ریختہ آفتاب براعت ورسیدہ حدیقہ بلاغت مجموع کمالات وہبی و مکتسبی مجموعۂ کلام ہندی و فارسی و عربی و ذوالریاستین الفاظ و معانی مواسیس قوانین سخندانی یگانہ کشور افضال نقادہ دودمان کمال اورنگ نشین مملکت فصاحت خسرو اقلیم بلاغت ع

مراست طبع روان لیک نام اوست رفیع	چگونہ آب رود از نشیب سوے فراز

اعنی وقیقہ سنج نکتہ سرا ملک الکلام میرزا محمد رفیع سودا سلمہ اللہ تعالے است کہ از بام ریختہ کار ریختہ گوئے کوس صاحبقرانی بنامش صدا دادہ و تسلیم فرمان کلامش برگردن

مطلع ثانی

عجب ناداں ہیں جنکو ہے عجب تاج سلطانی
فلک بال ہما کو بیچ سوئپے ہے مگس رانی

نہیں معلوم اُن نے خاک میں کیا کیا ملا دیکھا
کہ چشم نقش پا سے تا عدم نکلی نہ حیرانی

ہماری آہ دل تیرانہ نرماوے تو یا قسمت
وگرنہ دیکھ آئینہ کو پتھر ہو گئے پانی

تری زلفوں نے اپنی رو سیاہی کہہ نہیں سکتا
کہ ہے جمعیت خاطر مجھے اون کی پریشانی

زمانہ میں نہیں کھلتا ہے کار بستہ حیراں ہوں
گرہ غنچے کی کھولے ہے صبا کیونکر بآسانی

جنوں کے ہاتھ سے سرتا قدم کا ہیڈ اتنا ہوں
کرا عضا دیدۂ زنجیر کی کرتے ہیں مژگانی

ترکھا جکمیں رسم دوستی اندوہ روزی نے
مگر زانو سے اب باقی رہا ہے ربط پیشانی

سیہ بختی میں اسے سودا نہیں طول امل لازم
خط خامہ کے سرکٹوائیگی ایسی زبان دانی

سمجھ لے تا قباحت فہم کبتک یہ بیان ہوگا
ادا ے جبین پیشانی و لطف زلف طولانی

خدا کیواسطے باز آ تو اب ملنے سے خوبان کے
نہیں ہے اُنسے ہرگز فائدہ غیر از پشیمانی

نظر رکھنے سے حاصل اُنکے چشم و زلف کے اوپر
مگر بیمار ہووے صعب یا کھینچے پریشانی

نکال اس کفر کو دل سے کہ اب وہ وقت آیا ہے
برہمن کو صنم کرتا ہے تکلیف مسلمانی

ترے دین محمد پیروی میں اُسکے جو ہو دین
رہے خاک قدم سے اُسکی چشم عرش نورانی

ملک سجدہ نکرتے آدم خاکی کو گر اوسکی
امانت دار نور احمدی ہوتی نہ پیشانی

اُسیکو آدم و حوا کی خلقت سے کیا پیدا
مراد الفاظ سے معنی میں تا آیات قرآنی

خیال خلق اوسکا گر شفیع کا فراں ہووے
رکھیں بخشش کے سر منت یہودی اور نصرانی

زباں پر اُسکے گذرے حرف جسجا گہ شفاعت کا
کرے واں ناز آمرزش پہ ہر اک فاسق و زانی

رکھا جب سے قدم مسند پر اون نے شریعت کا
کرے ہے موج بحر معدلت تب سے یہ طغیانی

اگر نقصان پر خس کے شرر کا ٹک ارادہ ہو
گرہ کو آگ کے دوہیں کرے غرق آبحمیا بانی

موافق گر نہ کرتا عدل اوسکا آب و آتش کو
تو کوئی سنگ سے بندھتی تھی شکل لعل رمّانی

یہ کیا انصاف ہے یار دکہ طیر و وحش تک جگمیں
اس امن و عیش سے اپنی بسر اوقات لیجاتی

پلے ہے آشیاں میں باز کے بچہ کبوتر کا،
شباں نے گرگ کو گلہ کی سونپی ہے نگہبانی

ہما آسا ہے پرواز ملخ اوج سعادت پر
کرے ہے مور چڑھکر سینۂ دو پر سلیمانی

پرداز م الٰہی تا دیباچہ صبح پدید شعاع خورشید بخاتمہ شام تواند پیوست پیوستہ صبح اوراق این دیوان کہ گلدستہ معانی ست از ظلمت شام شامت حرف گیران محفوظ باد بہ حرمت النبی و آلہ الامجاد

جمع این اوراق بادا از پریشانی مصؤن ۔۔۔ ہست تا بر لوح امکان نقش ہستی آشکار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قصیدہ در نعت حضرت سید المرسلین خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

ہوا جب کفر ثابت ہے وہ تمغائے مسلمانی ۔۔۔ نہ ٹوٹی شیخ سے زنّار تسبیح سلیمانی

ہنر پیدا کر اول ترک کیجو تب لباس اپنا ۔۔۔ نہو جون تیغ بی جوہر و گرنہ ننگ عریانی

فراہم زر کا کرنا باعث اندوہ دل ہووے ۔۔۔ نہین کچھ جمع سے غنچہ کو حاصل جز پریشانی

خوشامد کب کرین عالی طبیعت اہل دولت کی ۔۔۔ نہ جھاڑے آستین کہکشان شاہونکی پیشانی

عروج دست ہمت کو نہین ہے قدر بیش و کم ۔۔۔ سدا خورشید کی جگ پر مساوی ہے زرافشانی

کرے ہے کلفت ایام ضائع قدر مردون کی ۔۔۔ ہوئی جب تیغ زنگ آلودہ کم جاتی ہی پہچانی

اکیلا ہو کے رہ دنیا مین گر چاہے بہت جینا ۔۔۔ ہوئی ہے فیض تنہائی سے عمر خضر طولانی

اذیت وصل مین دونی جدائی سے ہو عاشق کو ۔۔۔ بہت رہتا ہے نالان فصل گل مین مرغ بستانی

موقر جان ارباب ہنر کو بی لباسی مین ۔۔۔ کہ ہو جو تیغ با جوہر اُسے عزت ہے عُریانی

برنگ کوہ رہ خاموش حرف ناسزا سنکر ۔۔۔ کہ تا بد گو صدائے غیب سے کھینچے پشیمانی

یہ روشن ہے برنگ شمع ربط باد و آتش سے ۔۔۔ موافق گر نہووے دوست ہے وہ دشمن جانی

نہین غیر از ہوا کوئی ترقی بخش آتش کا ۔۔۔ نفس جبتک ہے داغ دلسے فرصت کیونکہ ہو پانی

کرے ہی دہر زینت ظالمون پر تیرہ روزی کو ۔۔۔ کہ زیب ترک چشم یار سرمہ ہی صفاہانی

طلوع مہر ہو پامال حسرت آسمان اوپر
لکھونگا پھر غزل کر اسمین مین مطلع ثانی

خورد و بزرگ دہر مین نسبت جام و شیشہ جان
بادہ تو او نہین ایک سے گو کہ ہوئے بنام دو

دلکو میان خط و زلف تین جور رکھے یہ عدل ہے
ایک یہ مرغ ناتوان جسکے لیے ہین دام دو

کہتی ہے مجھسے مغفرت ہووےگی خوب یہ غزل
ہمرہ نعت و منقبت کر اسے انصرام دو

اپنی یہ عرض اس سے ہے کہہ تو بھلا یہ کیونکہ ہو
ایک زمین ہو سنگلاخ اسمین تو ہو وین کام دو

دے ہے جواب مجکو وہ ایک غزل تو کیا ہی یہ
ایسے کہے قصیدے تو صبح سے لیکے شام دو

مطلع نعت و منقبت کہہ تو چکا ہے میرجان
بس نہ مجھے آگے مانگ لے کر کے تو اب کلام دو

مثل زبان خامہ ہین گر بنی و امام دو
معنی تو او نہین ایک ہین گو کہ ہوئے بنام دو

ہونے نہ دے غروب ایک بہر نماز مہر کو
ایک کرے اشارسے قرص مہ تمام دو

جا کے انہونکے رتبہ تک باندھے ہون خیال و وہم
وقت مراجعت جو کوچ ایک کرین مقام دو

انکے طواف روضہ کو پہونچے کبھو نہ جبرئیل
رکھ کے زمین پہ ایک گام تا نہ کرے سلام دو

موسیٰ و خضر اور مسیح در پہ انہونکے وقت طوف
ایک بنے جو چوبدار کرتے ہین اہتمام دو

سجدہ کرین ہین مہر و مہ در پہ انہون کے روز و شب
مبرہن اس سے یون ہوا داغی ہین یہ غلام دو

ہوتے حکیم کس سبب معتقد قیام دہر
دیتے نہ گر زمانہ کو مل کے یہ انتظام دو

وصف براق و دلدل اُنکے تو مین کیا بیان کرون
شرق سے تا بغرب تک جسکے تئین ہین گام دو

مرضی حق نہین ہی یہ دو ہون طلوع اور ایک بام
ورنہ پھرین دو عرش پر ایسے ہین خوشخرام دو

بُرِش انہونکے تیغ کی مجھسے بیان نہو سکے
خامہ کی اب زبان ہوئی لکھنے سے جسکا نام دو

اسکے خیال مین کوئی دیکھے جو اپنے آپ کو
احولون کی طرح اسے آوے نظر تمام دو

یاد ہین اسکے گر عدد دیکھے جو اپنے باپ کو
مائی کے بچے حلال ایک ہے اور حرام دو

سودا اب آگے کیا کہون مجھسے کہے ہی انکا ذکر
قطع کلام کر کے تم مدح کو اختتام دو

چاہے تھی طبع یہ مری طول دے اس کلام کو
کہین علی نبی سے یون اسکا صلہ تمام دو

ہے یہ امید اسے یہی یون علی سے نبی کہین
اورون کو دو جو ایک جام دیجیو اسکو جام دو

یہ بھی صلہ نہین ہے کم عرصۂ حشر مین اگر
یاد کرین جو مجھسے کو ایسے باحترام دو

کھلے ہے غنچۂ گل باغ مین خاطر سے بلبل کے
جواب اے راق جمعیت کو ہوتی تھی پریشانی

جہان انصاف سے ہرگاہ اب معمور ہے اتنا
تو اُسکے آگے ہوگی عدل کی کیا کچھ فراوانی

ہزار افسوس ایدل ہم نہ تھے اُسوقت دنیا مین
وگرنہ کرتے یہ آنکھین جمال اُسکے سے نورانی

نہوسنے سے جدا سایہ کے اُس قامت سے پیدا ہی
قیامت ہو دیگا دلچسپ وہ محبوب سبحانی

جسے یہ صورت و سیرت کرامت حق نے کی ہووے
بجا ہے کہیے ایسے کو اگر اب یوسفِ ثانی

معاذ اللہ یہ کیا حرف بیموقع ہوا سرزد
جو اُسکو پھر کہون تو ہون مین مردودِ مسلمانی

کدھر اب فہم ناقص لیگیا مجکو نہ یہ سمجھا
کہ وہ مہر الوہیت ہے یہ ہے ماہ کنعانی

جو صورت اُسکی ہے لاریب وہ ہے صورتِ ایزد
جو معنی اوسمین ہین بیشک وہ ہین معنی ربانی

حدیث من رآنی دال ہے اس گفتگو اوپر
کہ دیکھا جسنے اسکو اون نے دیکھی شکل یزدانی

غرض مشکل ہمین ہوتی کہ پیدا کرکے ایسے کو
خدا گر یہ نہ فرماتا نہین کوئی مرا ثانی

بس آگے مت چل اے سوداؔ مین دیکھا فہم کو تیری
کر استغفار اس منہ سے اب ایسے کی ثنا خوانی

قصیدہ در نعت و منقبت حضرتِ امیر المومنین

اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب

چہرۂ مہروش ہے ایک سنبل مشکفام دو
حسن تبان کے دور مین ہی سحر ایک شام دو

ہین دو تنک شراب اور ساقی کی چشم مست یہ
کیونکہ نہ بگڑے صحبت اب بادہ کش ایک جام دو

میرے تیرے یہ ربط ہے جیسے میان بحر و موج
واقعی مین تو ایک ہین گو کہ ہوئے بنام دو

خون جو کیا ہے بیگنہ تو نے مرا دل و جگر
لیوینگے تجھسے حشر مین اپنے یہ انتقام دو

تجھسے وفا و مہر کی دیدہ و دل کو ہے طمع
کہتے ہین اوٹھ ہر ایکدن سلکے خیال خام دو

ابروے یار کا خیال دلمین رہے ہے روز و شب
ہووے جو تیغ آبدار کیون نہ کرے نیام دو

فکر معاد اب کرین یا کہ معاش کا تلاش
زندگی اپنی ایکدم سمجھئے کیونکہ کام دو

پھینکے ہے منجنیق چرخ تاک کے سنگ تفرقہ
بیٹھکر ایکدم کہین ہووین جو ہم کلام دو

کیا ہے دلمین خیال اُسکے وصف گلگون کا | ہوئی ہے غنچہ مین اب باد نو بہار گرہ
ثنا مین اسکے وے کیونکہ اب بندہے مضمون | ہوا کو دے نہ سکے کوئی زینہار گرہ
ہر ایک اپنے موالی کے کیون نہ خاطر سے | نکھولے روز نبرد اوسکی ذوالفقار گرہ
رکھے ہے جنکی برش آکے کوئی چرخ یہ حکم | کہ جیسے بیش دم تیغ آبدار گرہ
کیا مین فرض کہ اتنا ہے سر عدو کا غرے | کہ جسکے جوف مین گردون سے آئین چار گرہ
پر اوسپہ تیر جو بیٹھے تیرا تو یون پھوٹے | کہ جیسے ہوتی ہے منکی کے داریار گرہ
وغا کے روز عدو کو جو تو اوٹھا لیوے | سنان یہ بھالے کے سینہ سے کردِ چار گرہ
تو نیزہ باز کبوتر کی طرح سے ہر دم | لگی وہ کرنے ہوا بیچ بار بار گرہ
زبس رواج تیرے عہد مین ہی بخشش کا | برنگ آبلہ دل ہے یہ ناگوار گرہ
گدائے درنے ترے مہر کے تئین زرسرخ | دیا ہے کھول کے دامن سے اپنے بار گرہ
شہا مین کیا کہون انگشت دست کے اُسکے | جنھون گھس گئی گنتے ہوئے شمار گرہ
کبھو نہ کھل سکے مرضی سوا ترے تقدیر | کسیکے کام سے کھولے اگر ہزار گرہ
خصوص مین کہ معقد ہے یہ میری خاطر | کہ ہر گرہ مین ہزارون ہین جون انار گرہ
بس اب تبا کہ اس الجھیڑے کی سوا تیرے | کھلا وے کس کنے جا کر وہ خاکسار گرہ
وہ تیری ذات ہے مشکل کشا کہ جو کھولے | جہان کے کام سے کیا لیل و کیا نہار گرہ
امید مجھکو بھی ہے تیرے حول و قوت سے | نکر سکے میری خاطر مین اب قرار گرہ
سپند گرمیِ آتش سے جون گریزان ہو | میرے بھی دل سے کرے اسطرح فرار گرہ
کرون ہون ختم دعائیہ پر سخن کہ ادب | زبان کو دے ہے خموشی سے شعلہ وار گرہ
موالیانکی دلون کی شگفتگی کے ساتھ | ہمیشہ گُل کیطرح دیوے روزگار گرہ
برائے خاطر اعدا زمانہ ہر ایک آن | طلب کیا کرے غنچون سے مستعار گرہ

قصیدہ در منقبت حضرت امیر المومنین اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب

یار و مہتاب و گل و شمع بہم چارون ایک | مین کتان بلبل و پروانہ بہم چارون ایکسا

قصیدہ در منقبت شیر بیشۂ شجاعت میر میدان سخاوت حیدر کرار صاحب ذوالفقار

بسان دانۂ روئیدہ ایک بار گرہ، / کھلے جو کام سے میری پڑے ہزار گرہ
معقد اتنی ہے خاطر میری کہ جائے نفس / کرون گا مین دم واپسین شمار گرہ
عجب نہین عوض اشک چشم سے میرے / چوئے برنگ سحاب تگرگ بار گرہ
نہ لٹ دھوئین کی ہو یارب زلف محبوبان / رکھے ہے کیون مری خاطر کو روزگار گرہ
کھلے نہ تجھ پہ تمنائے دلکی میری بات / رہی زمانہ مین اک یہ بھی ایکبار گرہ
فلک کو پہونچے سر گرد باد مجھ دل کا / جو ساتھ آہ کے پیچش کے ہو غبار گرہ
طرح ہلال کے ہوتا ہے ناخن تدبیر / کشادہ کار ہمارے مین بدر وار گرہ
گیا ہے چھوڑکے یون دلمین عقدہ غم تیرا / کہ بند یار مین دیجائے جیسے یار گرہ
جہان مین جو ہے گرہ اسکو پائداری ہے / نہین جو بستگیٔ دل کی پائدار گرہ
کھلے نہ اب جرس دلکے نالہ کرنے کو / ہمارے اشک کے ہو قافلہ مین یار گرہ
برنگ شیشۂ مے وقت اشک ریزی کے / گلے سے پڑتی ہے دل تک ہزار بار گرہ
سوائے ناخن دست فنا میرے دل سے / کھلی نہ بحر جہان مین حباب وار گرہ
علاج قتل ہی واشد کا اب میری کہ ندان / پہونچتی ہے بدم تیغ استوار گرہ
ق کرور مرتبہ فصل بہار مین کھولی / صبا نے غنچوں کی جا سے لالہ زار گرہ
ہزار حیف کہ یہ میرے دلکے رشتہ کی / کھلی نہ اے نفس سرد ایکبار گرہ
غلط ہے تو جو زمانہ مین سمجھے یہ سودا / کہ کار بستہ سے یارون کی کھولین یار گرہ
بغیر ناخن شیر خدا جہان مین کوئی / کسیکے کام کی کھولین نہ زینہار گرہ
غضب کے پنجہ سے جسکے برنگ دانۂ شک / نہ آسمان کی ہو جائے تار تار گرہ
ثبات چرخ یہ اسکے نہیب کے آگے / کہ جون دھوئیں کی نہین رکھتی اعتبار گرہ
جو ضرب گرز کی پشت فلک پہ اسکے آئے / تو کہکشان وہین ہو جائے شکل مار گرہ
جو اسکے عدل مین خس منہ پہ موج کی آجائے / تو ہو سمٹ کے وہین بحر بے کنار گرہ

انوری سعدی و خاقانی و مدّاح ترا / رتبۂ شعر و سخن مین ہین ہم چار دن ایک
ایک ڈنکا ہے اب اقلیم سخن مین انکا / رکھتے ہین زیر فلک طبل و علم چار دن ایک
سخن و نطق زبان اور فصاحت اُنکی / سنکے سحبان کہے یہ لا و نعم چار دن ایک
عیب بین ہوکے جو دیکھے کوئی اُنکے اشعار / آنکھین اُس شخص کی اور گوش صم چار دن ایک
جوہری ہووے جو بازار سخن کا سوکے / قدر و قیمت مین ہین باہم یہ قم چار دن ایک
ہجوگران کی ہو منظور کسی شاعر کو / کر جدا ایک کو انسے کہے ہم چار دن ایک
کر دعائیہ یہ سودا تو سخن ختم کہ ہین / اثر و وقت زبان دست بہم چار دن ایک
یا الٰہی طرب و جشن و نشاط و ممدوح / رہین آفاق مین تا حشر کے دم چار دن ایک

در منقبت امیر المومنین اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب صلوٰۃ اللہ علیہ

زخمی ہین ترا اور گلستان ہے برابر / سرخرمن گل گنج شہیدان ہے برابر
کہتے ہین جسے سرو گلشن کی ہے وہ آہ / نرگس لب جو دیدۂ گریان ہے برابر
فریاد کنان بلبل و دیوار چمن مین / جو رخنہ ہے سو چاک گریبان ہے برابر
ہے سینۂ تفسیدہ ہر اک تختۂ گلزار / جو غنچہ ہے سو وہ دل سوزان ہے برابر
سوز دل عشاق تماشا جو ہو تجھ کو ن / یہ سینہ پُر از داغ چراغان ہے برابر
دریا میری آنکھون سے یہ بہتا ہے لہو کا / مژگان سے مرے پنجۂ مرجان ہے برابر
آنسو نہ تھمے تجھ سے کبھو میرے کہ تجھ پاس / لخت دل و گلبرگ بد امان ہے برابر
یکسان ہے وجود و عدم انسانکا ترے پاس / یان سر بہ تن عاشق و بہتان ہے برابر
خونریزی مین ترکو لنے تیرے چشم ہین ہمسر / خنجر سے انکھون کی صف مژگان کے برابر
آنکھون سے مروت تری اور دل سے ترے رحم / قسمت ہے یہ اپنی کہ گریزان ہے برابر
پردے مین جو ہے تیر اجل یار سوا دسکے / تیر نگہ دیدۂ پنہان ہے برابر
حیران ہون ترے سامنے کسطرح مین ٹھہرا / جانے مین ترے آگے دل و جان ہے برابر
کیا درد بیان تجھ سے کرون مین کہ ترے پاس / میرا سخن اور کذب رقیبان ہے برابر

ہے مجھے ابر و ہوا شیشہ و جام اب کے ہوئی
گریہ و نالہ دل و دیدۂ نم چار دن ایک

یار اگر کلبۂ احزان مین نہووے تو ہمین
خلوت و شمع دل و داغ الم چار دن ایک

آہ کس کس سے بچے دل کہ ہوئے ہین تیرے
غمزہ و ناز و ادا عشوہ صنم چار دن ایک

باد تند و شرر و برق و خس و خار اے یار
خو تیری خلق ہوئی ہوکے بہم چار دن ایک

نازائسکو ہے جسے تجھ سے رضا و تسلیم
لطف و اشفاق ترا جور و ستم چار دن ایک

جسکے تو پاس نہووے تو اوسے عالم مین
مجلس و شادی و تنہائی و غم چار دن ایک

سبزۂ و ابر و ہوا گل نہ سدا ہون یک جا
ساقیا جام کہ ہین یہ کوئی دم چار دن ایک

ان کے نزدیک جو ہین خاک نشین دربار
مسند و روے زمین تخت و کلم چار دن ایک

زاہد و پیر مغان برہمن و شیخ اے یار
دلمین رکھتے ہین تیرے ہاتھ سی غم چار دن ایک

کردے پلمین کرشمہ نے تیرے آنکھون کے
مسجد و میکدۂ و دیر و حرم چار دن ایک

خرد و ہوش دل و دین کرین ہین پیدا
دیکھکر یار تجھے صورت رم چار دن ایک

کاغذ و خامہ و تحریر و مرکب سودا
ہوکے کہتے ہین بیک اہل کرم چار دن ایک

شاہ مردان تیری خلقت جو نہوتی منظور
ہوتے عنصر نہ کبھو مل کے بہم چار دن ایک

دشمن و دوست بد و نیک زمانیکے بیچ،
حکم رکھتے ہین تیرے پیش کرم چار دن ایک

ماہ نو پشت فلک قوس قزح تیر شہاب
بار احسان سے تیرے رکھتے ہین خم چار دن ایک

خلق سمجھے ہے کہ ہین نزد تیرے بخشش کے
اشرفی روپیہ اور دام و درم چار دن ایک

یہ غلط فہمی ہے ہین ورنہ تیری ہمت پاس
در مکنون و خزف قطرۂ و یم چار دن ایک

طبع انسان مین تیرے عدل سے رکھتے ہین اثر
حنظل و آب بقا شربت و سم چار دن ایک

ستم و ظلم و تعدی و جفا عالم سے،
ہوکے ابسمین گئے سوے عدم چار دن ایک

آفت و قہر و بلا و غضب آفاق کے بیچ
ہوکے آبسمین ترے تیغ کا دم چار دن ایک

در پے عدل ہے اتنی جو لگے وہ دو پہر
تا پیے اونکو تو نے بیش و نہ کم چار دن ایک

حکم رکھتے ہین بمیدان سخن تیرے پاس
نیزۂ و تیر قضا سیف و قلم چار دن ایک

شیر پیل و بزور دبا تیرے آگے سے
بھاگ جاتےمین ہین دم کرکے علم چار دن ایک

رنگ عشاق و ہوا برق زمانے کے بیچ
تیرے توسن کے ہوئے مل کے قدم چار دن ایک

وہم و اندیشہ خیال اور وہ معشوق نژاد
رکھتے ہین قطع مسافت مین یہ دم چار دن ایک

دان مرتبہ رکھتا ہے جرس خضر کے دل کا
داؤد کے رتبہ سے حدی خوان ہے برابر

جو صاحب تحقیق ہین اون سے نہین مخفی
چشم اوسکے مین تو ظاہر و پنہان ہے برابر

یا زہر کی اور زہر کی شاہا بہ نباتات
جون پرورش موسم باران ہے برابر

تیرا بھی اسی طرحسے خلقت مین خدا کے
ہم دشمن و ہم دوست پہ احسان ہے برابر

لنگر جو تیرے حلم کا جاری ہو زمین پر
پانی پہ زمین کشتی پہ طوفان ہے برابر

بیشہ مین عدالت کے تیرے گرگ سے تا شیر
گلہ کی نگہبانی کو چوپان ہے برابر

ہر خاک مین ذرہ کے صبا عہد مین تیرے
گلشن مین ترشح کے نگہبان ہے برابر

شاہا تو وہ عادل ہے کہ شمشیر سے تیرے
دو حصہ عدو ہو تو میزان ہے برابر

جون مہر ترے رخش فلک سیر کے آگے
ہند و عربستان و صفاہان ہے برابر

تو راز الٰہی ہے کرون کیا تری تقریر
گو منہ مین زبان ابر درافشان ہے برابر

شایان ہے تیرے وصف کے قرآن کی فصاحت
یان اسکے سوا طوطی و سحبان ہے برابر

جس جا چمن وصف سے گل تیرے کیا ہے
سوسن کی زبانسے یہ زبان دان ہی برابر

سودا بدعا ختم کرے ہے اسے شاہا
تجھ مدح مین یہ نظم ہزیان ہے برابر

یارب یہ سدا گوش زد اپنے ہو کہ باہم
دل دوستونکا خرم و شادان ہے برابر

کہتے پھرین دشمن کہ تب غم سے ہمارا
آتشکدۂ و سینہ سوزان ہے برابر

در منقبت امیر المومنین اسد اللہ الغالب علیؑ ابن ابی طالب صلواۃ اللہ علیہ

اوٹھ گیا بہمن ودے کا چمنستان سے عمل
تیغ اردی نے کیا ملک خزان مستاصل

سجدۂ شکر مین ہے شاخ ثمردار ہر ایک
دیکھکر باغ جہان مین کرم عز و جل

قوت نامیہ لیتی ہے نباتات کا عرض
ڈال سے پات تلک پھول سے لیکر تا پھل

واسطے خلعت نوروز کے ہر باغ کے بیچ
آبجو قطع لگی کرنے روش پر مخمل

بخشتی ہی گل نورستہ کی رنگ آمیزی
پوشش چھیٹ قلمکار بہر دشت و جبل

عکس گلبن سے زمین پر ہے کہ جسکے آگے
کار نقاشی مانی ہے دوم وہ اول

سنتا ہی نہین بات میری تو جو سنے بھی / وہ بات پھر اور طائرِ پران ہے برابر
تو نے وہ کہا کیا کہ جسے مین نے نہ مانا / یان حکم قضا اور ترا فرمان ہے برابر
دلداری سمجھے کرنی کسو کی نہین آتی / تو سب کے دل و جان کا خواہان ہے برابر
ظالم مین نواحی مین ترے گھر کے جو دیکھا / ہر سمت صفِ گورِ غریبان ہے برابر
یو نہین ہے جو خاطر مین ترے مین بھی ہون حاضر / یہ زندگی اور روح کا سوہان ہے برابر
آزاد منش مجھسے کا اے یار شب و روز / دل مرغ گرفتار کے نالان ہے برابر
لے شام سے اور صبح تلک صبح سے تا شام / اشک آنکھون سے میرے در غلطان ہے برابر
رہتی ہے تپ غم یہ سدا مجکو کہ میری / آہ سحر و شمع شبستان ہے برابر
اعضا مرے جسطرح سے جلتے ہین کہون کیا / وہ سوزش و آتش بہ نیستان ہے برابر
عزت کی کہون اپنی سو کا ہے کو کیسی / عزت ترے در کی سگِ دربان ہے برابر
کیا درد کہے سامنے تیرے کوئی اپنا / یان زخم دہان و لب خندان ہے برابر
فریاد کرون کس سے کہ رو داری کی تیرے / کہنے کے لیے گبر و مسلمان ہے برابر
نالش کرون اب وان کہ جہان حق بطرف ہین / مور و ملخ و دیو سلیمان ہے برابر
وہ ختم رسالت نہین جسکا کوئی ہمتا / اور ہے بھی جو کوئی شہِ مردان ہی برابر
ہے علم الٰہی سے وہ اُمّی لقب آگہ / وان عقل کل و طفلِ دبستان ہے برابر
دو نون کا نہین امر کم از امر الٰہی / دونون کی حدیث آیۂ قرآن ہے برابر
یکقطرہ جو ہو ابر سے رحمت کے اُنھون کے / وہ نارِ سقر کے لیے طوفان ہے برابر
ہے وزن مساوی اُنھونمین حلم خدا کا / خالق کے وہ دو پلۂ میزان ہے برابر
اس حرف مین جو شبہ رکھے ہو کے مسلمان / اُس شخص کا الحاد سے ایمان ہی برابر
سودا بدئی بول مت آگے کہ نبی سے / اس مرتبہ وہ اشرف الانسان ہے برابر
جسطرح تجلی کو خدا کے نہین انکار / حیدر بھی محمدؐ سے بدنیسان ہے برابر
اے خامہ چل اب جلد مدینہ سے نجف کو / منظور سعادت ہے تو یان وان ہے برابر
شاہا در درگاہ کا تیرے جو ہے قندیل / کب جلوے اوسکے مہ تابان ہے برابر
جو خاک ہو اور کے تیرے خاک کا اُسکے / جو ذرہ ہے سو مہر درخشان ہے برابر
ناقہ تیرے مشتاق زیارت کا برفتار / صرصر سے سحر کی بہ بیابان ہے برابر

تا کجا شرح کرون مین کہ بقول عرفی
اخگر از فیض ہوا سبز شود در منقل

نسبت اس فصل کو پر کیا ہے سخن سے میرے
ہے فضا اُسکے تو دو چار ہی فن مین فیصل

اور میرا سخن آفاق مین تا یوم قیام
رہے گا سبز بہر جمع دہہ یک دنگل

تا ابد طرز سخن کی ہے میری رنگینی
جلوۂ رنگ چمن جاویگا اک آن مین ڈھل

نام تلخی نہین مجھ نطق مین جز شیرینی
ایک طرف نار گلستان مین ہے یکسو حنظل

ہین بر دمند سخنور مرے ہر مصرع سے
مصرع سرو سے پایا ہے کسینے کبھی پھل

ہو جہان کے شعرا کا مرے آگے سرسبز
نہ قصیدہ نہ مخمس نہ رباعی نہ غزل

ہے مجھے فیض سخن اُسکے ہی مداحی کا
ذات پر جسکے مبرہن کُنہ عز و جل

پھرے جسکے منور رہے دل جون خورشید
رو سیہ کینے سے جسکے رہے مانند زحل

بغض جسکا کرے جون مور سلیمان کو ضعیف
مور کو حب سے ملے جسکے پیلونکا سا بل

جاے وصلت نہ تبھی جسکو ندے غیر از عرش
فرش گلزار زمین حق نے سمجھ مستعمل

شیر یزدان شہ مردان علی عالی قدر
وصی ختم رسل اور امام اوّل

خاک نعلین کی جسکی مدد طالع سے
ہو نہ پہنچے اُس شخص کو جو شخص اعمائے ازل

وہ نظر آئے اُسے دہر کی بینائی سے
رہ گیا اور رہیگا جو ابد تک اجہل

مدح غایب سے کھلے اوسکے نہ مداح کا دل
روبرو مطلع ثانی سے یہ ہو عقدہ حل

دید تیرا بدوئی حق سے نگہ کا ہے خلل
ایک شے دو نظر آتی ہے بچشم احول

تیری قدرت جہان قدرت حق کے خاطر
خلق کے وہم غلط کار مین ٹھہرے ہی شل

مرضی حق تری مرضی سے ہے جون جوہر فرد
اس یقین مین نہ گمان کرسکے زنہار خلل

علم تیرا نہین کچھ علم خدا سے باہر
ہے عمل بھی وہی تیرا جو خدا کا ہے عمل

رائے تیری کے موافق جو نہ لکھے نسخہ
کرے تاثیر نہ عیسے کا مداوا بہ کسل

سر کے پیکان نہ قبضے سے کمان کے سرمو
ہو اشارہ جو ترا تیر قضا کو کہ نکل

ٹک تری مرضی سے باہر جو کرے کام جہان
ہاتھ سے کام زمانیکے دو ہین جانے نکل

معنیٔ علت غائی جو نہ ہو تو اون کا ؛
خانۂ ہر دو جہان پھر ہون دو بیت مہمل

سایہ مین دست کرم کے ترے ہر صبح و مسا
دولت ہر دو جہان سے ہو غنی عبد اقل

دین و دنیا کی ہے اشیا سے کہیں وہ اعلیٰ
ہووے جو شے ترے اشیا مین سبھونسے اقل

تار بارش مین پروتے ہین گہرہاے تگرگ
بار سے آب روان عکس ہجوم گل کے
شاخ مین گل کی نزاکت یہ بہم پہونچی ہے
جوش روئیدگیِ خاک سے کچھ دور نہین
دم عیسیٰ سے فزون فیض ہوا ہے یان تک
فکر رہتی ہے مجھے یہ کہ زبان سے اپنے
حد ایام کی پیش از مد نامیہ سے
سبز ہوتا ہے فصیحی کے سبب سے ہر بار
دست گل خوردہ و شاخ گل و گلزار بہم
غنچہ پر کچھ نہین موقوف عجب فصل ہے یہ
آوے ہے ان کے نظر لاکھ طرح کا وہ پھول
یاسمن رنگ جو رکھتی ہے خزان سے مانا
چشم نرگس کی بصارت کی زبس ہے درپے
اسقدر محو تماشا ہے کہ نرگس کی طرح
آبجو گرد چمن لمعۂ خورشید سے ہے
سایۂ برگ ہے اس لطف سے ہر اک گل پر
سنگ سے نے رتبۂ آئینہ کیا ہے پیدا
برگ برگ چمن ایسی ہی صفا رکھتا ہے
لڑکھڑاتی ہوئی پھرتی ہے خیابان مین نسیم
اتنی ہے کثرت لغزش بزمین ہر باغ
فیض تاثیر ہوا یہ ہے کہ اب حنظل سے
دانہ جس شور زمین سے نہ بھلا دہقان سے
کشت کرتے ہین ہر ایک تخم سے از فیض ہوا
سبز فام اندنون آتا ہے نظر ہر گل رو
جوہری کو چمنستان جہا نہین اس فصل
ہار پہنانے کو اشجار کے ہر سو بادل
لوٹے ہے سبزہ پہ از بسکہ ہوا ہے بیکل
شمع سان گرمی نظارہ سے جاتی ہے پگل
شاخ مین گاؤ زمین کے ہے جو پھوٹے کونپل
دین مین قسم جمادات سے شاید ہو خلل
کہین دعوائے خدائی نکرین لات و ہبل
بچۂ مرغ چمن تخم سے آتا ہے نکل
جو زبان سے سخن اب طوطی کے آتا ہے نکل
یہ جہان نشو و نما کرتے نہین ہین ضرب مثل
گل بہم پہونچے ہے عقدہ ہو کسی طرح کا حل
اون گلون چھٹ جو نکہت کے ہین سدا مستعمل
چاہتی ہے بسماحبت کرے سبزے سے بدل
غنچۂ لالہ نے سرمہ سے بھری ہے مکحل
چشم سیار گلستان مین جھپکتی نہین پل
خط گلزار کے صفحہ پہ طلائی جدول
ساغر لعل مین جون کیجیے زمرد کو حل
تیغ کہسار ہوئی بسکہ ہوا سے صیقل
گل کو دیکھو تو نگہ جا رہے سنبل پہ پھسل
پانون رکھتی ہے صبا صحن مین گلشن کے سنبھل
جو ثمر شاخ سے اوترا سو گرا سر کے بل
شہد ٹپکے جو لگے نشتر زنبور عسل
سبز دان دانۂ شبنم سے ہوا ہے جنگل
گرتے گرتے بزمین برگ پر آتا ہے نکل
خواہ ہو شیخ پسر خواہ ہو فرزند مغل
آگیا لعل و زمرد کے پرکھنے مین خلل

شعلۂ شمع کی گرمی سے یقین ہے دل پر
شب سے تا صبح قیامت نہ سکے موم پگل

معدلت کیش تری ذات ہے ایسی شاہا
آنچ سے آگ کے ٹک خس مین جو آجاوے بل

کرۂ نار تجھ آتش سے غضب کے جل کر
چشم لولیِ فلک کے لیے ہووے کاجل

مرغِ زرین فلک عہد مین تیرے شاید
بوجھ کر دانہ گیا ہے کسی اختر کو نگل

تار تار اُسکے جو یہ بال و پر آتے ہین نظر
باز قدرت نے ترے پنجہ سے ڈالا ہے مسل

امر سے نہی کے تیرے جہان یا شہ دین
کام پہونچا ہے مناہی کا بھی یا تنک بزلل

کہ حیا سے چمن غنچہ سر اپنا کیا داخل
نسبت شکل صراحی سے اُٹھا دے یکپل

جب سے گل بوتے بلبل نے قماری کو سُنا
عشقِ گل تب سے دھویا کرتی ہے دلسے ملل

جوش مین آوے یہ کیا معنی خم لالے شراب
چشمہ سے مین یہ ڈرون ہون نہ سکے آب ابل

رقص بیدخل کچھ اب ردنی مین پر ہی نہین
تیجھے لولیِ فلک کے بھی نہ بلجے منڈل

کیونکہ آواز مغنی ہو گلے سے باہر
شرم سے ساز کے پردون مین صدا ہے اوجھل

امرِ حق سے جو ملائک نے یہ چاہا سو نہین
علم کا بار ترے کوہ و فلک کو بہ ازل

عرض دونون نے کیا یون بجنابِ اقدس
بوجھ اسمین ہے بہت ہم ہین گرفتارِ کسل

آخرش تجکو ہی پایا متحمل اوس کا
جب یہ دیکھا کہ کسی سے نہین سکتا ہے سنبھل

وشت ارزن مین جو سلمان کو ملے تجھسے نجات
کچھ ترے وصف سے نسبت نہین رکھتا یہ عمل

گر اسے کرکے بیان سمجھون ثنا کی مین نے
خلق سمجھے گی دماغ اُسکا ہوا ہے مختل

جبہ سا جو کوئی در کا اسد اللہ کی ہے
کلۂ شیر کو روبہ کے نہ سمجھے بشکل

محرم کنہ جو تیرا ہو کرے تیری مدح
سو تو جز علم خدا علم ہے سب کا مہمل

وصف تیرا کی ہے شایان زبان تیری ہی
سمجھے تو آپ کون یا تجکو خداوند اجل

مدح اپنی نہ سمجھ یہ جو کیا مین اس سے
رتبہ تجھ مدح کا اعلیٰ ہے سخن ہے اسفل

عرض احوال ہے اپنا ہی مجھے اس سے غرض
تا بآخر جو یہ موزون مین کیا ازاوّل

سو تو وہ کیا ہے رہا ہووے جو تجھسے مخفی
سادہ لوحی پہ مرے کیجیے یہ نظم حمل

سب کا احوال ترے پیش ضمیر روشن
ایک ہے دونون مین کیا ماضی و کیا مستقبل

پر کرون کیا مین کہ ہے آٹھ پہر دل میرا
گردش چرخ سے جون شیشۂ ساعت بیکل

نہ تو روزانہ مجھے اس سے خورش کا آرام
نہ میری چشم مین خواب اس سے شبانہ یک پل

جو گدا ہے بجہان تیرے گدائے در کا، | اسکی درگاہ و گدا کہیے جسے اہل دول
ایسی بخشش نہوئی تجھسے کہ جسکی شمار | حد تعداد سے ہے جتنی نہوئی ہو تفصیل
وصف تجھ تیغ دو سر کا مین کرون کیا شہ دین | دل مجنون کی جو میدان مین کرے ہے صیقل
اُسکے قبضہ پہ جو ہو دست مبارک تیرا | نرہین دین محمد کے سوا اور ملل
کھینچ اُسے گر تو عدو پر کہے میدان ہیبت | استقامت کا زمانے کے قدم جائے نکل
عرض مین سے دو طرف تھکے لگے بہنے طول | پڑے دریا مین جو وہ تفرقہ انداز او گل
جمع کب رہ سکین اعدا کے حواس خمسہ | دیکھکر اُسکو علم ہاتھ مین تیرے یک پل
تو ام اجزا جو موالید کے ہین یکدیگر | منجمد رہنے مین اُنکے وہین آجائے خلل
نرم اور سخت مساوی ہے کسو پر آوے | خواہ بر روے قمر خواہ وہ بر پشت جبل
اُسکو آسیب نہین صورت شمشیر قضا | نہ جھڑے وہ نہ مرے وہ نہ پڑے بیچ میں بل
زیر ران ہے جو ترے رخش فلک سیر سہا | ہے وہ محبوب جسے کہیے نہایت اجمل
شکل کیا اُسکی بتاؤن کہ جسے شوخی سے | دائرہ بیچ تصور کے نہیں پڑتی کل
اُسکی ہر چوٹی کا مین حسن کہون کیا جسکے | زلف معشوق کا دیکھے سے نکلجاوے بل
برغنہ و گام سے باہر ہے کچھ اُسکی رفتار | ہے چھلاوے کیطرح چال میں اسکے چھل بل
یلہ وہ ہاتھ سے شاطر کے اگر ہو جاوے | پڑ سکے پیچھے نہ اُسکے کوئی جز اُسکے کفل
جست و خیز اُسکی بیان کیجیے گر پیش حکیم | اعتقادات حکیمانہ مین آجائے خلل
قاش سے زین کے ذرہ جو ادھک جائے عنان | مارے جون رفے زمین پشت فلک کو دھنڈل
میخ سے نعل کے اُسکے مین اگر دون تشبیہ | کرے دوری کو تمام اپنے بیک آن زحل
اُسکی جلدی کا تو کیا ذکر ہے سبحان اللہ | نسبت اُسکی فرس ایسا کہ جسے کہیے اجل
توسن وہم کو دوڑائے جو ساتھ اُسکے تو ہو | بازگشت اُسکا تمام اُسکے بگام اول
خانۂ زین کب اُسکا ہے کم از بیت اللہ | تجھسے معنی کی نشست اُسمین ہے جب روز ازل
ہیبت عدل یہ تیری ہے کہ ہر دشت مین شیر | واسطے درد سر آہو کے گھسے ہے صندل
سامنے بز کے یہ کیا دخل کہ نکلے آواز | گرگ کے پوست کو منڈھا کے بجا مین جو دہل
مور و سنگ ہو شیشہ تو غضب سے کردے | کوہ کو ہر دو کف دست مین ملکر خردل
ذکر و اذکار ترے حفظ کا گر آجاوے | کسی محفل میں تو تقریب زبان پر یک پل

جوہر جود و کرم تھا جو بروز تقسیم
لکھ گیا ہوئے ترے نام نے نسخۂ ازل

طاقت طول سخن آگے بھی ٹک سودا کو
بخش اے قوت بازوے نبی مرسل

چاہتا ہے کرے آخر وہ دعائیہ پر
نظم تجھ مدح کی بہتر ز کلام ادل

برگ بید اکرے تا باغ میں ہر ایک نہال
پھوٹے تا نامیہ سے شاخ شجر مین کونپل

تا ملے خلعت نوروز بہ بستان جہان
پاوے تا نیر اعظم شرف از برج حمل

خوشہ رویدگی خاک سے تا پہونچے بہم
دانہ کو جب تئین کھینچا کرے خرمن سے کل

تا کرے سبزہ برخسار گل اندام نمود
تا پڑے سنبل سپیدۂ محبوب مین بل

تا رہے داغ دل سوختۂ عاشق کون
پھولتا لالۂ خود رو رہے جب تک جنگل

بحر میں قطرۂ نیسان سے ہو جب تک گوہر
کڑکے تا وقت ترشح کے ہوا مین بادل

لب معشوق کو تا شہرہ دین شاعر بہ شفا
چشم نرگس کے تئین تا کرین نسبت بہ کسل

بوی گل مست کرے باغ مین تا بلبل کو
تا کرے باد سحر عقدے کو غنچہ کے حل

موج ہو آب کے تا سرو کے پائین زنجیر
جب تلک طوق رہے گردن قمری کا جل

تا لب جو پہ کرے خیمہ کو استادہ حباب
تا بچھاوے بروش سبزہ فرش مخمل

شاخ کے ہاتھ مین تا ہو بہ چمن ساغر گل
گل کے جبتک رہے غنچہ کے صراحی بغل

تا بہ میخانہ پئین بادہ گلگون مے خوار
ساتھ مطرب کے بجے تا دف و نے چنگ و دہل

پھرے تا باغ میں ہر ایک روش پر سرخوش
راہ چلتے مین قدم مست کا تا جاے پھسل

مہ کے پرتو سے ہو تا چاک گریبان کتان
گل خورشید سے تا عشق پہ کھلے داغ طل

قدر ہو عود کی تا مجمرۂ آتش سے فزون
لطف ہو تا رہے عالم مین بچوب صندل

تا مسلے رہے یہ نظم بباب الجنت
جب تلک اس سے برآوے مری امید و امل

نخل امید سے اپنے ہون بردمند محب
ہو محبت نہ تری جنکو نپاوے وہ پھل

در مناقب حضرت امیر المومنین امام المتقین علی ابن ابی طالب صلوات اللہ علیہ

سنگ کو اتنے لیے کرتا ہے پانی آسمان
منہ پہ لاوے آرسی تا عیب دیکھی مرد مان

مستعد اتنا ہے یہ افعی گزند خلق پر
پیچ اسکی چال کا دیکھو تو ہے شکل دہان

کہی جاتی نہین وہ مجھسے جو اُس ظالم نے
لااٹھایا مجھے گھر بار چھڑا اس شکر مین
اس ستمگار سے جب زور مرا کچھ نچلا
داد کو کسکے فلک پہونچے کہ از روز ازل
سامنے اسکے اُٹھے دست تظلم اُسکا
خود یہ ظالم ہے تظلم یہ کرے اُسکے نظر
راست کیشوں سے کجی اتنی ہے اس ملعون کو
سات یہ فتنہ ہین کہتے ہین جسے ہفت فلک
مین جو دیکھا نہ کہ از نخل حیات انسان
ہے کہین مہر کہین کین جو اُسے عالم سے
اس ستمگر کے تلون سے یہ عالم ہرگز
سینہ کوٹے ہے نکلتی ہے وہ دروازے پر
حلقہ مارے یہ وہ افعی ہے محیط عالم
فی الحقیقت ہیں یہ سب آبلے اختر نہ سمجھ
زہر اپنے کو جو ہیبت سے تری یا حیدر
کرکے دریافت اس احوال کو اب یا مولا
یہ نکر مجھ پہ گوارا کہ گزند اسکے سے
جلد پہونچا بزمین نجف اس عاصی کون
یان معاش اپنی نہ سمجھون ہون مین اپنی معاد
تجھسے جز راستی کیا عرض کیا جاتا ہے
تجکو کچھ عذر نہین اسمین ترا ہون مین غلام
مدعا اتنی عرایض کا مرے ہے یہ عرض
میری قسمت کے موافق تو معین کردے
ہاتھ پھیلائیے جا زیر فلک کسکے حضور
لیکن اس امر مین ہے حق بطرف خلقت کے

جسطرح حلکے مری اوقات مین ڈالے ہین خلل
پال بے چوب تلے اپنے بغیر از پرتل
تب مین ناچار کہی شکوہ مین اسکے یہ غزل
صبح جو نکلے ہے خورشید تو لیکر مشعل
جوہر عقل ہین جس شخص کے آجائے خلل
آسیا کب کرے فریاد یہ دانہ کو بہل
کہ دیا سرو کو ان نے نہ کبھو پھول نہ پھل
ایک سے ایک بڑا ایک کے اک زیر بغل
برے آدے عمل اوسکا کبھو امید امل
علم اس کا ہے عجب عقدۂ مالا ینحل
شادی و غم مین نہ دیکھا مین تفاوت اک پل
گر کسی گھر مین کوئی جاکے بجاتا ہے دہل
زہر کا جسکے نہین ہے کوئی پا زہر بدل
اسکے اندام پہ مہتاب سے لے تا بزحل
آپ پیتا ہے اگیا ہے بدن اُسکا سب پھل
تجھسے یون عرض کرے ہے یہ ترا عبد اقل
ہند کی خاک مین اجزاے بدن جاوین گل
کہ اسے عمر ابد ہے وہ جو وان آئے اجل
اخذ و جر مین ہون بد و نیک سے بالکل و دغل
علم میرا ہے یہ علم اور عمل ہے یہ عمل
خواہ تقدیر کر اب اسکو یہ مجھے خواہ بدل
سر فرو مجھ نہ مرا یان بدر اہل دول
اپنی سرکار سے وان مایتحلل کا بدل
دست ہمت نظر آتا ہے جہان کا یہ بغل
کرکے جب دیدۂ قسمت سے سبھو نکلے اچھل

پس جا ایسا ہو سن اے دل تو نہ کیجے اسکا ذکر | آشنا کر اب غزل خوانی سے تو اپنی زبان
گر شمیم زلف کا تیرے چمن مین ہو بیان | نکہتِ گل سے پریشان ہو دماغ بلبلان
طوطیِ تصویر اسکی روبرو کرتی ہے نطق | محو جو دیدار کا تیرے ہوا آئینہ سان
مشربِ عشاق پر تنہا نہین ہی دست برد | ناز نے تیرے کیا پامال زہد زاہدان
عشوہ کرتا ہے ترا جو کچھ جہان کے سر پہ اب | چاہیے ہو تربیت اُس سے جفائے آسمان
جس سے پوچھو ہون تو کیون نالا ہی سو کہتا ہے یہ | ہاتھ سے ان کافرون کے نام جنکا ہی بتان
دل مرا دکھیا رہا ہے کاسۂ چینی کی طرح | مو برابر ٹھیس لگتی ہے تو کرتا ہون فغان
ناز معشوقان جو دیکھو جور گردون سے ہے زیاد | ہی عجب احوال دنیا مین کوئی جاوے کہان
منھ کرو جیدھر کو تو ہوتی ہے آفت روبرو | جسطرف جاؤن تو ہے در پے بلائے ناگہان
اب کہن عالم مین اے سودا نظر آتا نہین | جز پناہ اوس آستان کے موضع امن و امان
جسکا پایہ قدر ایسا ہے کہ دیکھین ہین جسے | تھام کر دستار اپنی عرش کے باشندگان،
کرسی اُس گھر کی جو کچھ رکھتی ہے قدر و منزلت | دیدۂ تحقیق میں یہ عرش کا پایہ کہان،
سطح پر اُسکے ملک پھرتے ہین باذوق تمام | صحن مین کرتا ہے روح القدس مجمر اجالے وان
اُسکے قندیل و چراغ آگے یہ خورشید فلک | جون چراغ مضطرب یک قمقمہ کے درمیان،
شعلہ کوہ طور سے کیا کم ہے اس روضہ کی شمع | دونون آستین ہین گویا خلقت پاک دو دمان
عالم لاہوت ہو اسکی نگہ کا سیرگاہ | دیوین جس اعمی کو گرد اُسکے سے کرکے سیر دان
ہے عنایات و کرم کا مبدع عالم مین وہ | دست فیض جود اسکے سقف کا ہی نردبان
ملتجی اُس در پہ ہر یک صبح محتاج و غنی | ملتمس ہر شام دربان سے گدا و خسروان
کیا بتاؤن ہے جو کچھ اسکی کتابہ کو شرف | جسکو سمجھے وہم رشک سرنوشت مرسلان
کھولے یک ناخن سے وہ کار دو عالم کی گرہ | معجزہ محراب ہے اس در کے ہوتا ہے عیان
ایکدن پوچھا مرے دل نے یہ پیر عقل سے | کس مکین سے یہ شرف رکھتا ہے کہ تو وہ مکان
یہ کہا سنکر معاذ اللہ اے نادان خموش | کیون کٹایا چاہتا ہے خلق سے میری زبان
مطلق اس معنی سے آگاہی نہین مجھکو تئین | مجھ پہ اس تحقیق پر مت رکھ یقین بلکہ گمان
واقف اسرار اسکا کون چھٹ اسرار حق | راز کا اُسکے نہین جز راز حق کے رازدان
لیکن اتنا تجھسے کہتا ہون اگر ہے تجکو ہوش | سنکے یہ کر لے اسی سا اپنی تو خاطر نشان

خوان پر اس رو سیہ کے مت سمجھ تارونکی نقل ۔ چمکین ہین تو دیکھین خاکستر کے یہ چنگاریان
ختم اسپر ہو چکی بد خلقی و بد خصلتی ۔ پھر نہ آیا اسکے گھر اسکا گیا جو میہمان
کام عالم کا بسان جو ہے تصویر اسکے ہاتھ ۔ بند رہتا ہے بمعنی گو بصورت ہو روان
کھولتا ہرگز نہین ہے کار بستہ سے گرہ ۔ تا نہ باندھا جاہے محکم کر اسے یہ بدگمان
تنگی اوقات کرتا ہے نصیب حسن و لطف ۔ غنچۂ گل اس سبب سے رنگ و بو کا ہے مکان
ناتوان کو دے توانائی اگر اسکی مدد ۔ خار ہو جاوین دو دہین زنجیر پاے رہروان
دیکھ ٹک احوال عنقا کا کہ اس ظالم کے ہاتھ ۔ نام پیدا گر کرے کوئی تو مٹتا ہے نشان
در پے رنج و تعب رہتا ہے اہل درد کے ۔ نکہ دہندونکی ہواخواہی مین دے ہے اپنی جان
پابرہنہ دربدر مجکو پھراوے دھوپ مین ۔ خار کے سر پر کرے داماں گل کا سائبان
میل کھینچے دیدۂ بینا مین یہ باریک عقل ۔ پر کرے کحل الجواہر لیکے چشم سرمہ دان
ابر دریا بار کو برساوے دشت یاس پر ۔ خشک رکھے مزرع امید ہر پیر و جوان
ہنس کو موتی چگاتا ہے سدا یہ بے تمیز ۔ پوست کھینچے ہے ہما کا دیکے مشت استخوان
رشتہ کے خاطر کرے سوراخ گوہر کا جگر ۔ بہر سود ناکسان اس سے کسانکا ہو زیان
گر اسے منظور ہو تن کی کسیکی پرورش ۔ فائدہ اسکو نہین کچھ بلکہ ہو نقصان جان
چشم مطلب ہووے روشن دیکھکر قصاب کو ۔ فربہی سے بز اگر ہو جاوے مثل پہلوان
دور ہین اس رو سیہ سے اب بجز بخل و حسد ۔ دوستی کا تو نہین ہرگز کہین نام و نشان
نور سر پر شمع کے دیکھے تو جلتا ہے پتنگ ۔ دشمنی معشوق و عاشق تک ہوا اتنی درمیان
ہاتھ سے خست سے اسکے جگمین مثل خاص و عام ۔ حال روشن دل کرے اب مطلع ثانی بیان

ماہ کے خاطر مقرر وقت شب ہے ایک نان
پھر جو یہ بڑھا ہے سدا ساری وہ ہووے سو کہان

ایک لب نان کے لیے حیران ہوتے شہر شہر ۔ مثل ماہ نو پڑے پھرتے ہین عالی ہمتان
کیا کرون اسکی طبیعت کے تلون کو مین نقل ۔ کیا کرون نیرنگی گردش کا اب اسکے بیان
آن مین اوج حسب کو پہونچے مجہول النسب ۔ خاک ذلت پر گرے پلمین فلان ابن الفلان
جستہ جستہ تا کاسۂ فقر اکثر آیا ہے نظر ۔ بارہا تختہ یہ دیکھا صاحب تخت روان
تا کجا کہیے غرض اس سفلہ دونکے مزاج ۔ ایک وتیرہ پر نہیں گاہے چنین گاہے چنان

جب کمر سے کھینچکر مارے وہ اسکے فرق پر — موے سر سے ناخنِ پا تک ٹھہرے درمیان

ہے غرض جوہر تو یہ اسکا جو کچھ تمنے سنا — شکل و نام اسکا بتاؤن کیا بھئین اے دوستان

ہے دو انگشتِ قضاے سم اعدا کے لیے — ذوالفقار اسکے تئین کہتے ہین لیکن مردمان

اسکے توسن کا جو پوچھا خامے سے وصفِ جمال — پڑھ کے یہ مطلع کیا معذور ہون اے مہربان

حسن و لطف و شگفتگی کا جسکے کانون کا بیان — باغ مین سوسن نہین کر سکتی با چندین زبان

دین خراج آنکھون کو جسکے چشمِ خوبانِ عرب — باج دیوین بال و دم کو زلف و جعد مہوشان

اسکے پٹھے کو سمجھکر قہقہا کہتی ہے خلق — کیا یہ چرتا ہے بجاے کاہ کشتِ زعفران

خوش کمر اتنا کہ جون پیوستہ ابرو مین ہو خال — جاے زین ہے یہ گریبان و کفل کے درمیان

خوش بدن از بس کہ ہے جون اخترِ چرخِ کبود — جلد کے نیچے سے ہر قطرہ لہو کا ہے عیان

نقشِ سم جس دشت ہو اسکے پر جست و خیز کا — دین غزالانِ حرم تک نعلبندی آ کے وان

گرم ہووے وہ پری پیکر تو اسکا حسن و لطف — دیکھے سو جانے سنے سے کسکے ہو خاطر نشان

ہر گلِ رنگِ حنا پر یون عرق دے ہے بہار — لالہ زار اوپر ہو شبنم جسطرح گوہر فشان

ہے چلاوے مین یہ اس گلگنکے دم دار یکا لطف — جون یون بہنے سے لہراتا ہو سروِ بوستان

جب قدم رکھتا ہے وہ محبوب تب ہر گام پر — صدقے کرتے ہین خرامِ ناز اپنا دلبران

ٹک اڈیک جاوے عنان سمین جو قاش زین سے — اسطرح اڑ جاے جون چہرے سے رنگِ عاشقان

گر صفِ اعدا پہ سیدھا ہو تو جون تیرِ تفنگ — ڈانٹیے اسکو تو پہونچے پیش از آوازِ ہان

پر غلط ہے یہ کوئی اسکو ڈھٹاوے کس جگہ — صفحۂ روے زمین کا اسقدر عرصہ کہان

ہو اگر یہ شرق مین اور سامنے ہو اسکے غرب — ٹک اُسے اک بے کہے اتنا ہی منھ سے نکلے ہان

پہونچنے پاوے ہوا ہے ہان نہ منھ سے تا لب — پہونچے ہے یہ بادپا یانسے وان اور وانسے یان

پس جو ایسا ہو تو کر سکتا ہے کوئی اسکا وصف — جز درود اسکی ثنا مین کیا کہے میری زبان

سن چکا سودا زبانسے میری اس مرکب کا وصف — اسکے لائق ہے ثنا و مدح اور تیرا دہان

ہیچکارہ دون کو بس شعر و شاعر سے اوسکی مدح — دیکھیو کرتا ہے اب زورِ طبیعت امتحان

مرتبہ ہے جس جگہ اسکا خیالِ عقلِ کل — پہونچنے کا قصد ان رکھتے تو ڈھونڈھے نردبان

وہ جنابِ عالی ایسا ہے کہ جسکی مدح مین — ہو سکے آدم کی خلقت سے کوئی رطب اللسان

انما کی آیہ نازل ہونے سے پیدا ہے یہ — مدح مین اسکے ہے خلاق زمین و آسمان

کعبہ کو بتخانہ سے ہرگز نہ کرتا کوئی فرق
گر نہوتا اُسکا وان پائے تولد درمیان

یہ سخن نکلا زبان سے جو ہین پیر عقل کے
سنتے ہی اس حرف کے دل نے کہا اُس سے کہ ہان

بس یہ اسد بیشک دلا ریب بازوے نبی
قوت ہر یک ضعیف و طاقت ہر ناتوان

گوہر بحر حقیقت لعل کان معرفت
نور مہر لامکان چشم و چراغ قدسیان

اُسکے شمع رائے سے روشن ہو جس جا گر چراغ
عقل کل گرد اُسکے بال افشان پھرے پروانہ سان

اُسکے چشم فہم کے آگے سدا اپنے تئین
ہے دو عالم مین جو کچھ مخفی سو رکھتا ہے عیان

گر حقیقت کے چلے پردے کی سمت اُسکی نگاہ
نکلے ہے اودھر سے استقبال کو راز نہان

بار جب کرتے ہین بخشش اسکے سائل کیلئے
اسقدر ہوتا ہے تب طول قطار بختیان

قصد جانے کا کیا چاہے اگر اُس طول کے
اس سرے سے اُس سرے تک پیک وہم و گمان

اسقدر ماندہ ہو پہونچے اسکے گر عشر عشیر
تا ابد جا ہے کہ اودھر سے پھرے طاقت کہان

لا جکی ہووے عمل مین وہ منہیات خلق
حکم اسکا بازگشت اُسکے پہ گر ہووے روان

کان کے پردے تلک پہونچی ہوئی موج غنا
پھر کے اودھر سے چلی سوے دہان مطربان

کھینچ کر اپنی شرائین سے شراب خورد کو
دانۂ انگور کے شیشہ مین کر دین میکشان

اُسکے حفظ عدل مین ہو کس توانا کی مجال
دیکھ سکتا ہو حقارت سے جو سوے ناتوان

بند و بست ایسا ہے عالم مین کہ تار عنکبوت
کرگدن کیواسطے رکھتا ہے حکم ریسمان

اسقدر رکھتی ہے صولت اُسکی شمشیر دو سر
گر صف اعدا مین جا کر کیجیے اوسکا بیان

ڈال دین روئین تن اُس ہنگام میدان مین سپر
موے باریک اپنی گردن کو بتا دین سرکشان

کب ہو جلاد فلک مین اوسکو گھڑی یارائے نطق
ہونٹ لاگے جلنے لکنت کرے منہ مین زبان

اونگلیان اوڑجا دین دم پہ اُسکے دست وہم کی
آبداری اوسکی گر کیجیے قیاساً امتحان

کس مین یہ قدرت جو کوئی منہ پہ اُسکے آسکے
آشنا ہووے گر اُسکے عکس سے آب روان

دھار پانی کی دو مین لیٹے زمین کے قعر کو
کاٹ کر اودھر کو نکلے پردۂ نہ آسمان

صور اسرافیل سے کچھ کم نہین اوسکا نیام
نکلے وہ اُس مین سے تو شور قیامت ہو عیان

جتنی ہے جمعیت افلاک ہووے منتشر
تاب کیا باہم رہین اجزائے ارضی توامان

کیا بتاؤن جسقدر اُسکی برش کا ہے صفا
کیا کرون مین زور بازوے اپنے مولا کا بیان

زور میدان سامنے آوے گر اُس تن کا عدو
کوئی نہ گردون سا جسکے سر کا ہووے استخوان

کر تو سودا اب قصیدہ کو دعائیہ پہ ختم / گو خطاب اسکو دیا ہے تو نے بحر بیکران
تاکہ ہیئت کو زمانے کی ہے یا مولا قرار / منجمد جب تک ہے اجزاے زمین و آسمان
دوستون کو تیرے نت اوج سعادت ہو نصیب / خاک ذلت مین رہین یکسان ہمیشہ دشمنان

قصیدہ در منقبت گل گلزار انّما نور دیدہ رسول خدا سرور سینہ علی مرتضیٰ ابا عبد اللہ الحسین صلواۃ اللہ علیہ

سواے خاک نہ کھینچون گا منت دستار / کہ سر نوشت لکھی ہے میری بخط غبار
چمن زمانہ کا شبنم سے بھی رہے محروم / اگر نہ رو دے میرے روزگار پر شب تار
کرون ہون تیز مین دندان اشتہاے صبح / زمانہ سنگ ملامت سے توڑتا ہے نہار
عجب نہین ہے کہ جاتی رہی ہو دنیا سے / زبس خوشی نے میرے دلسے اب کیا ہی کنار
شراب خون جگر ہے مجھے گزک دل خویش / صداے نالۂ دل ہے مجھے ترانۂ یار
رہی نہ شیشۂ صحبت کے بیچ کیفیت / نت اُٹھ کے سنگ سے اس سر کا توڑتا ہی خمار
زمانہ دل کو میسر اور عہد یار کو اب / شکست سے نہین دیتا ہی ایک آن قرار
زبسکہ دل ہے مکدر میرا زمانہ سے / بجاے اشک مین آنکھونسے پونچھتا ہون غبار
کہان تلک وہ کرے روزگار کا شکوہ / کہ جسکے بخت کی سوگند کھائے ہو ادبار
دلا تو اپنے غم دل کو اب غنیمت جان / بدل خوشی سے اسے دور مین بحر زنہار
کسو ہی سے غم دل یون نہ لیگیا دوران / کہ شادی مرگ کیا ہو نہ اسکو آخر کار
جو گوش ہوش تو رکھتا ہے تو برابر ہے / صداے نغمۂ داؤد و نالۂ دل زار
تو سادہ لوحی سے اے دل جہانکے ہی کج فہم / کرے ہے راستی اپنی سے ہر زبان گفتار
مین حرف حق کو سنا ہے زبانی منصور / کہ راست گو کو زمانہ مین کھینچتے ہین دار
عجب نہین کہ ہے ابلیس اس سبب مخفی / کہ ہو جیے گا عبث مردم جہانسے دوچار
شب گذشتہ بہت درد سے مین تھا بیتاب / گذر گیا چمن فکر کی طرف ناچار
سنی مین ایک غزل بلبل طبیعت سے / کہ لخت دل گرے آنکھونسے اب ہزار ہزار
پہونچھ مجھسے کدھر ہے خزان کہان ہی بہار / کہ بلبل قفسی کو ہے گل سے کیا سروکار

یہ سخن سنکر کہا مین نے کہ یا نتک اے قلم
دور عقل و ہوش سے میرے تئین مت کر گمان

ہے یہ میرا ہی خیال امیر کرین کرتا ہون مدح
مور سے ہیہات کب وصف سلیمان ہو بیان

ہے غرض اس نظم سے اتنی کہ تا کچھ کیجیے
عرض اپنے حال کا نزد شہ ہر دو جہان

یا ولی اللہ ہے مجھپہ تیقن گرچہ یہ
ہے وہ کیا مخفی جہا نمین جو نہین تجھپر عیان

لیکن از بس جور گردون نے کیا ہی مجکو تنگ
مضطرب ہوکر مین اپنا حال کرتا ہون بیان

آفت نو کر بہم پہونچے کسیکے واسطے
بھیجتا ہے اسکو یہ مجھپر برائے امتحان

خانۂ چشم خلائق سے اٹھا کر خواب کو،
ہین جہان طالع میرے اس گھر مین دیتا ہی مکان

ہر کسیکے بھیجے ہے اوج سعادت کیلئے
مژدہ دینے کہہ ہما کو میرے مشت استخوان

گلشن امید سے لیکر نسیم صبح دم
دے چراغ بخت کو میرے ہمیشہ ارمغان

گوش زد میرے نکی اُن نے کبھو آواز خوش
جب سے مینے آکے دیکھا ہے جہان کا گلستان

بانگ جغد دہشت کر دیتا ہی اسکا انقلاب
سمع تک پہونچے اگر میرے نوائے بلبلان

کب تلک بے امتیازی کیجیے اس ملعون کا ذکر
تا کجا اسکے جفا و جور سے کیجے بیان

ڈالتا ہون جسطرف بنیاد اپنے گھر کی مین
اسطرف کرتا ہے یہ سیل خرابی کو روان

گرچہ ہون بے خانمان اسکی عداوت سے دلے
خوش ہون مین نہ رنج در کا ہے نہ فکر پاسبان

ہمن مجھے ہے دغدغہ اتنا کہ یہ ظالم کہین
سرزمین ہند کو سونپے نہ میرے استخوان

اے شہ دنیا و دین تجھسے ہی میرا اک سوال
مطلع پنجم سے ہی اس نظم مین جسکا بیان

تجھ ہمم سے نفع کو پہونچے زمین و آسمان
بہرہ ور لین سیم و زر اور لعل و گوہر بحر و کان

کچھ عنایات و کرم سے اپنے مجکو بھی دلا
لیکن اس داد و ستد کی شرط ہی یہ درمیان

خواہش دلکے موافق اپنے جو چاہون سو لون
ورنہ جو ہمت ہی تیری کیا کرون اسکا بیان

مانگے جو زیرکا دانہ پاوے وہ کرمانکا ملک
چاہے جو طوطی کا پر اسکو ملے ہندوستان

ایسی بخشش کی کہین عہدے سے برآ سکون نہین
تیری ہمت کے موافق لون تو مین رکھون کہان

ہان مگر یون ہو کہ تیرا پنجۂ معجز طراز
ایک مٹھی بیچ کر دیوے مجھے دونون جہان

اور بعد از مرگ ہو یا شاہ دین مشت عبیر
واسطے جیب و کفن کے تیری خاک آستان

پر مرا مطلب تو یہ کچھ ہے کہ تیرے در سوا
سر فرو لاؤن نہ مین پیش در نواب و خان

اس سوا اور کیا تمنا ہے کرون مین جسکو عرض
چیز کیا ہے مایۂ دنیا بہ پیش عاقلان

عرض مین کیا کہون یار و چمن مین قدرت کے ۔ عجب ہے لطف کی اُس قطعۂ زمین پہ بہار
یقین ہے دل کو اگر ساکنان جنت سے ۔ جو کوئی سیر کرے اس دیار کا گلزار
زبس تماشے سے آنکھون کو وان نہو سیری ۔ پلک کو موندنا نرگس کی طرح ہو دشوار
انھون کی نظرون مین ہوگی بہشت کی کیا قدر ۔ جنھین ہے مسکن و ماوا کیواسطے وہ دیار
بہشت عرض کرین یہ جناب اقدس مین ۔ عجب نہین کہ اسی شرم سے بروز شمار
جو کربلا کے ہین ساکن انھون کو ہو یہ امر ۔ سوائے عرش نجیجے کسی طرف کو گذار
تری تو ذات پہ روشن ہے جز و کل کا حال ۔ بھلا ہے پردے ہی مین رہیے جنت کا وقار
غرض کہ دیکھکر اس جا کے مرتبہ کے تئین ۔ لگا زمین سے کرنے فلک یہ استفسار
خبر دے سکی مجھے اے زمین کہ تجھ مین سے ۔ ہوا ہے کس لیے اُس خاک کو یہ عز و وقار
دیا جواب زمین نے کہ اے فلک ہیہات ۔ نہ دیجو مجھسے تناسب اسے تو دیگر بار
نہین ہے خاک وہ ہے آبروے آبحیات ۔ نہین وہ خاک ہے کحل الجواہر ابصار
اگر نہ چشم کواکب کو پہونچے اسمین سے ۔ نکر سکے شب تاریک بیچ تو رفتار
مجھے ہے نسبت اب اُس خاک سے کہان کہ حسین ۔ ابو تراب کے فرزند نے کیا ہو قرار
امام مشرق و مغرب شہ زمین و زمن ۔ رموزدان خدا و نجبۂ اسرار
زہے امام کہ جز خاک در سے یہ جبکے ۔ قبول ہو نہ کبھو سجدۂ نماز گذار
اگر نہو قلم صنع ہاتھ مین اوس کے ۔ تو لوح دفتر قدرت مین نہ ہو بکار
مہندسان قضا اپنے ہندسون سے اگر ۔ سوائے مشورت اُسکے جو لکھین یکبار
عجب نہین ہے کہ نکلے نہ تا دم محشر ۔ زبان خامہ سے کچھ لفظ غیر استغفار
خدا نخواستہ دیوے چہار عنصر مین ۔ گر اُسکی راے بدلنا طبیعتون کا قرار
ابھی فنا کرے منفذ ہوا کا ذرۂ خاک ۔ نچھوڑے پانی کا قطرہ جہان مین ایک شرار
گر اُسکا حکم اٹھادے جہان سے رشتۂ کفر ۔ مجال کیا جو سلیمانی مین رہے زنار
یقین تو جان کہ میزان عدل مین اُسکے ۔ ہوا ہے دانۂ خردل برابر کہسار
اوسکے عدل مین ہے یہ کہ چیونٹیونکے حضور ۔ مجال کیا ہے کہ دم مارے اژدر خونخوار
شکوہ غمیہ کا اُسکے بیان کرون لیکن ۔ کہان خیال کہ پہونچے کا دانشک بار
کہ جسکی دیکھکے رفعت فلک ہے جگر مین ۔ اوسکے بوجھ سے ہے صفحۂ زمین کو قرار

عجب نہین ہے کہ بادسموم ہوجا دے
نسیم گر گرے یکدم مرے چمن سے گذار

نہین ہے شادی ہنگم چمن مین دنیا کے
کہ گل ہنسے ہے گریبان پیرہن کو پھاڑ

کہان بہار کہان ساقی اور کہان ہی شراب
کہان مغنی و مطرب کدھر ہے ناخن و تار

فلک کے ہاتھ سے اتنی بھی دار ہے نر ہے
کہ خوب رو دیئے دل کھول کر پکار پکار

شکستگی سے مجھے دل کے یون ہوا معلوم
فلک نے گوشۂ خاطر کو بھی کیا مسمار

پڑا پھرے ہے اسی فکر مین سدا ظالم
کسو طرح سے کسو دل کو دیجیے آزار

رکھے ہے مجھ سے خصوصًا عداوتِ قلبی
خیال خام کو یون دیکھے اپنے دلمین قرار

کہ خاک کرکے اسے ہند مین بناؤن گا
چراغ بتکدہ وخشت خانۂ خمار

کدھر خیال کو اب لیگیا ہے یہ بے مغز
زبس بھرا ہے سر اُسکا ہوا ہے کج رفتار

دکھاؤن گا اسے اب مردیون کرین ہین عزم
مشیت ازلی بھی جو ہووے ہم سے برار

تو روسیاہ کر اس ہند کا کوئی دن مین
اُسی دیار کے گلیون کا ہو جیے گا غبار

جہانکی خاک کو ہے یہ شرف عجب کیا ہی
کہ فخر عرش ہے گر ہووے اُسکے قرب جوار

جہانکے مرگ کو کہتا ہے خضر عمر ابد
خدا نصیب کرے مجکو زندگی یکبار

جو کچھ کہ مجھسے سُنے صدق سے تو باور کر
محمدی سے فرنگی ہو جو کرے انکار

خدا نخواستہ گر آسمان کی گردش سے
قضا طبیب ہوئی گر مسیح ہو بیمار

فلک سے اُسکو ملائک کے آگے وان ہو دین
جب اُس دیار کے جاروب کش سے منت دار

اگر وہ خاک دے اُسکو شفا کی نیت سے
قضا قضا ہی کرے ٹک اگر کرے تکرار

ہے اسقدر وہ زمین نور سے ہے مالامال
کہ جسکی رات کے آگے نہین ہے دنکو قرار

اسی ہی غم سے جہانمین ظہور کرتی صبح
ہمیشہ بخیہ زخور شید سے گریبان تار

ہوا کے وصف مین اوسجا کے کر لکھون مین غزل
مرا سخن رہے سرسبز تا بروز شمار

زبس ہوا کو تراوت نے وان کیا ہے نثار
شرار سنگ مین ہے رشک دانہ ہائے انار

گر اُسطرف سے ہو جاوے عبا چمن کیطرف
نہو سوائے زمرد عقیق وان زنہار

جو نخل خشک کی تصویر کھینچے وان نقاش
ہر ایک شاخ دوہین سبز ہوکے لاوے بار

عجب نہین ہے کہ ہون اس ہوا سے دانہ سبز
اگر زمین پہ گرے ٹوٹ کے سبحہ زنار

چہارم آنکہ ہمہ دوستان مہر و جہان
قبول ہو دین بحق ائمہ اطہار

رہے فلک پہ سہ و مہر جب تلک قائم
ہمیشہ دیکھے اسیطرح چشم لیل و نہار

موالیان کے قدم سے لگا رہے اقبال
جدا نہو سرِ اعدا سے چنگل ادبار

قصیدہ در منقبت قرۃ العیون الحسنین اعنی حضرت امام کاظمین صلوٰۃ اللہ علیہ

ہے پرورش سخن کی مجھے اپنی جان تلک
جون شمع زندگانی ہے میری زبان تلک

خاموشی آئینہ کی کہے حال روے خلق
روشن دلون کا کام نہ پہونچے بیان تلک

ہے ظالمون کو سختی دوران مدد کہ تیغ
کاٹے دو چند پہونچے جو سنگ فسان تلک

بے ماتم اس چمن میں نہین خندۂ طرب
ہے کسوت کبود گل زعفران تلک

افتادگان نہ لین مدد غیر سے بہر اوج
سایہ کو احتیاج نہین نردبان تلک

گرداب تک پہونچ کے شناور رہوے ہیں غرق
ٹک رہ ادب سے آن کے سرگشتگان تلک

سیدھون سے منحرف ہو سوا پنا ہے وہ عدو
بھٹکا جو رستے سے گیا رہزنان تلک

کیا اسکی قدر ہو جو سپاہی نہو نجیب
شمشیر ناصیل کی قیمت کہان تلک

اف سپہ گری نہ بکے مرد راست باز
پاوے نہ راہ حرف زبان سنان تلک

پابوس پر کسو کے نہ پیدا کرین غرور
پہونچا دے یہ سخن کوئی گردن کشان تلک

رکھین وہ ایک شب تو سر شمع پر نگاہ
پہونچے ہے تا سحر دہن شمعدان تلک

بارگران تلے ہے سبکروح روز و شب
تن کا اٹھاے پھرنا ہے موقوف جان تلک

رہتی ہے پاک طبع بزرگون کی زنگ سے
کیا کام تیغ کوہ کو صیقل گران تلک

راحت انھیں کہان ہے جنھین شوکت و شکوہ
پھرتے ہی دیکھتا ہون سدا آسمان تلک

گر ہن کجی ہو راستی دنیا میں پیش رفت
وابستہ ہو نہ تیر کا چلنا کمان تلک

سختی سے گذری اہل سعادت کی یان معاش
ہے منحصر غذاے ہما استخوان تلک

ہر چند گریہ عشق میں نقصان چشم ہے
لیکن یہ سمجھے ناصح نادان یہان تلک

آتش بلند ہووے تو غیر از تلاش آب
ہووے غرض کسو کو نہ سود و زیان تلک

نہین ستارہ ہین یہ بلکہ ٹوٹتا ہے گا — اسی حسد سے انگار دن یہ چرخ لیل و نہار
کرے ہے عرش اُسے اپنی جبہہ چین دل — گر اُسکے فرش کا جاروب سے اٹھے ہے غبار
کہیت خامہ نے اب اُسکے وصف گلگون مین — کیا ہے صفحہ کاغذ کو تختہ گلزار
چمن مین صنع کے جسکے سبزہ ہی آگے — کبھو نہ ایک قدم چل سکی نسیم بہار
غرض وہ گرم عنان ہوکے جب چمکتا ہو — نہین پہونچتی ہو برق اسکے گرد کو زنہار
بیان جلدی کا اُسکے کہا نہ فلک مین گردون — فلک کو جسکی سواری کا عزم ہو دشوار
چڑھا براق کے راکب نے دوش پر اپنے — سکھائی جسکو سواری وہی ہوا وسیہ سوار
امیدوار ہون غیبت سے اب بلا مجکو ن — حضور یا خلف الصدق حیدر کرار
کہے ہے اشھد ان لا الہ الا اللہ — عدم میں کفر سدا یاد کر تیری تلوار
مقابلہ سے کہان کے ترے عدو تیرا — کبھو نہ بچ سکے روز نبرد کرکے فرار
جہان نہ پہونچے ہے تیر خیال کا پیکان — کرے ہے وان سے گذر تیرے تیر کا سوفار
ترے دیار کے چیونٹی کے زور سے شاہا — کہان زبان کو ہے طاقت جو کیجیے گفتار
امور سلطنت اُسکے بغیر مرضی کے — جو ہووین لاکھ سلیمان بحر سکین زنہار
نمط حباب کے قالب تہی کرین دریا — گرین جو ادنیٰ ترے آتش غضب سے شرار
بیان حلم کا تیرے مین کیا کرون ہیہات — تو ہے گواہ جو کچھ تجھسے ہو چکا ہموار
کرین ہین نہ ورق آسمان کو تا ہی — شہا اگر تری بخشش کا کیجیے طومار
بھرا زبس کہ شکم حرص جو نے تیرے — نہین اب اُسکے تئین درد امتلا سے قرار
گہر نہون جو ترے ابر فیض کے آگے — کرے نہ گر عرق انفعال ابر بہار
نگاہ فیض تیری کیمیا اثر اتنی — اگر وہ ہو کرۂ خاک کی طرف یکبار
نہ نکلے کان سے فولاد تا ابد ہرگز — عجب نہین ہے بغیر از طلائے دست افشار
شہا ہمیشہ ترے بندگان عالی کے — جناب میں یہی سودا رکھے ہے عرض چہار
چہار عرض سے اب عرض اولین یہ ہے — کہ ہند بیچ پریشان نہو یہ مشت غبار
صف نعال میں اپنے بلاکے دے جاگہ — کہ نور معرفت اس کے تئین ہو شمع قرار
سوائے خاک در اپنے سے اسکو یا مولا — دویم ہے یہ تو کسی در سے اب ندے سرکار
سیوم اگرچہ سراپا ہے جوہر ذاتی — ولے ہمیشہ تہی دست ہے برنگ چنار

پس فرض کیا کیا ہے کہ اشعار رتبہ دار　　لیجا کے تو پڑھا کرے اُن ناکسان تلک
جو نخوت و غرور سے تحسین کے محل　　ابر و سوا سخن کو نلا دین زبان تلک
نزدیک جنکے ہے وہ بڑا صاحب کمال　　منصب کی جسکے رتبہ ہو فیل و نشان تلک
گر بو علی سلام کرے آن کر او نھین　　سینہ ہی پر وہ ہاتھ رکھین ہین جہان تلک
چاہین کہ ہم کلام ہون اس سے تو یہ کہین　　پہونچے ہے سیر اسلسلہ کس خاندان تلک
آدم تک اونکے پاس غرض آدمی نہین　　پہونچا دے تا نسب کو نہ شایستہ خان تلک
سودا تو اُنکی مدح کریگا کہ جسنے دروغ　　یک حرف راست کے لیے نہ پہونچے زبان تلک
حیران ہون مین کہ مثل نگین بہر نام غیر　　اپنا تو رو سیاہ کرے گا کہان تلک
رکھیے قلم کو مدح مین ایسون کے سرنگون　　سجدہ کرین ہین جنکو زمین و زمان تلک
کرتے ہین جنکے امر سے عالم مین زندگی　　لیکر کے جن و انس سے کرّوبیان تلک
گر ہو نہ اُنکے پرتوۂ حفظ کے تلے　　پہونچے نہ خضر زندگی جاودان تلک
روضہ مین جنکے حلقۂ چشم ملک سوا　　پہونچا نہ پائے شمع کبھو شمعدان تلک
خاک مزارون کی سدا بہر توتیا　　پہونچی ہے روم و شام سے لے اصفہان تلک
لیکن اُنھون کے دیدۂ اعدا کیواسطے　　آتش سوا نہ میل گئی سرمہ دان تلک
ہنگام طوف بسکہ ملائک تمیناً　　لیتے ہین خاک آنکے اُس آستان تلک
خادم کہین ہین دانکے منھ آ بسمین دیکھیے　　پہونچے ہے کوئی ذکو زمین آسمان تلک
از بس اب اُنکے عدل سے معمور ہی جہان　　پہونچا ہے کار خلق اس امن و امان تلک
بچہ جو گوسپند کا گم ہو تو گرگ و شیر　　پہونچا دین تا نہ ڈھونڈھ کے گھر کو جہان تلک
دہشت سے اس خیال کے زہرہ ہو انکا آب　　پہونچین نہ ہم مبادا کسیکے گمان تلک
رہنے کو جگ مین صورت افسوس کے تئین　　احکام خرمی نے کیا منع یان تلک
انگشت جو سنے کے تئین طفل شیر خوار　　ممکن نہین کہ لاسکے اپنے دہان تلک
جب سے ہوئی ہے گلشن دنیا مین یہ بہار　　کچھ کام بلبلون کو نہین ہی فغان تلک
گلچین کی کیا مجال جو توڑے چمن مین پھول　　صورت سے گل کے لرزے ہی باد خزان تلک
ہرگز نہین اس عہد مبارک مین یہ مجال　　پہونچے کسیکا زور کسی ناتوان تلک
بہ جائے ایک خس کبھو ریلے مین موج کے　　زنجیر سے بندھا پھرے آب روان تلک

تھانہ سبز ہو یہ قصیدہ ہے جون چمن
ایسی غزل کہون کہ پڑھین بلبلان تلک

کیفیت بہار ہے گلشن مین یان تلک
بلبل سے مست ہو گئے اب باغبان تلک

صحن چمن میں پھرتے ہیں مستی سے لوٹتے
لیکر ہوا کی موج سے آب روان تلک

نشو و نمائے سبزۂ و ریحان و یاسمن
ہے طعنہ زن نمود خط گلرخان تلک

سوسن پہ اس نمک سے ہے شبنم کہ جون عرق
آتا ہے عارض بت ہندوستان تلک

ساقی اٹھالے شیشہ و ساغر کو لا بیاض
تک اس غزل کو پڑھتے چلیں گلستان تلک

آیا نہ ایک گل کبھو اس بوستان تلک
جسکی بہار پہونچی نہو دے خزان تلک

وہ مرغ ناتوان ہون کہ صحن چمن سے مین
لے نردبان پہونچ نہ سکون آشیان تلک

کیفیت اپنی سے مین لگون ہون تتاکے منھ
ورنہ نہ پہونچے ساغر بے مے لبان تلک

روشن ہواک چراغ سے جون نخل شمعدان
پہونچا ہے داغ دل کا مرے استخوان تلک

میٹھا لگے ہے منھ کو میرے زہر دشمنی
پہونچے ہے شہد دوستی جب امتحان تلک

مشکل بہت ہے امر قناعت جہانکے بیچ
لیکر زمین سے چرخ کے باشندگان تلک

ہمنے زیادہ تا شب ہفتم سے ماہ کون
قانع نرہتے دیکھا کبھو نیم نان تلک

تھا محو رات کنج قناعت مین فکر شعر
ناگہ طمع کو حرص نے جنبش دی یان تلک

گذرا دو ہین یہ دل مین کہ اس فن کی راہ سے
جا پہونچون مین اگر کسی نواب خان تلک

تو چند بیت مدح مین اُس کے قصیدہ طور
ایسی ہی کہہ کے لاؤن قلم کی زبان تلک

تا ہو یقین کہ صفحۂ ہستی سے اُسکا نام
اُٹھے کسو ہی طرح نہ دور جہان تلک

چھوڑون نہ اس کنے کچھ اس ابیات کا صلہ
لے کھود کر زمین کو گنج نہان تلک

القصہ گذری تھی مجھے شب اس خیال مین
ناگاہ پیر عقل نے آدس مکان تلک

ایسا ہی مارا ایک طمانچہ کہ تا ہنوز
پہونچے ہے رنگ چہرۂ گل ارغوان تلک

کہنے لگا وہ مجھسے کہ سودا ہزار حیف
آخاہ مین نے تجھکو نہ سمجھا تھا یان تلک

یہ قصد ہو ترا کہ مین لیکر بیاض ہاتھ
پہونچا کرون گا ہر در دربان تلک

ہر فلاح دامن ہمت نچھوڑیئے
تنگی سے گر ہو چاک گریبان جان تلک

عزت کی گر ہو گوشۂ دامن پہ نیم نان
دستارخوان گو نہ بچھے پانسے وان تلک

روزی کو مضطرب نہو تاک آئینہ کو دیکھ
نان آبرو سے پہونچے ہے روشندان تلک

یا کاظمین چرخ ستمگر کے ہاتھ سے　　پہونچی ہی کارد آکے مرے استخوان تلک
سدرمق مجھے ہو تمھاری جناب سے　　محتاج تا نجاؤن کسی ناکسان تلک
اس چرخ دون پرست تلے بہشت جو　　مانند آسیا کے پھرون اب کہان تلک
لیکن جو یہ قصیدہ کوہ دو پیکر آب　　چاہے صلے مین ہندسی سے اصفہان تلک
ہرگز نہ لینے دون اسے جز ایک مشت خاک　　سودا کو دو بلا کے گر اس آستان تلک
تا ہے فراخ دامنی چرخ منحصر　　جون مہر دست اوج رہے دوستان تلک
تا شکل کہکشان رہے اژدر سے یہ شبیہ　　پہونچا کرے گزند و حسد دشمنان تلک

قصیدہ در مدح قرۃ العین رسول زمان حضرت امام ضامن علی موسی رضا شاہ خراسان

اگر عدم سے نہو ساتھ فکر روزی کا　　تو آب و دانہ کو لے کر گہر نہ ہو پیدا
نہین مین طالب رزق آسمان سے کہ مجھے　　یقین ہے کاسۂ واژ دنین کچھ نہین ہوتا
نکل وطن سے ہے غربت مین زور کیفیت　　کہ آب بحت ہی جبتک ہے تاک مین صہبا
ہنر کو مفلسی ہرگز ضرر نہین کہ نہین　　حنا رکو تہیدستی سے نقص جوہر کا
بلند ہمت اگر ہون نہ زیر چرخ ضعیف　　ہلال عید ہو عالم کا کیونکہ روزہ کشا
جو ناتوان نکرین دست گیری دشمن　　تو خار و خس نکرے شعلہ کو کبھو برپا
فتادگی مین یہ عزت ہے دیکھ اے سرکش　　کہ نیک و بد نے کیا نقش پا کو راہ نما
نہو سکین میرے اشکون کی سدرہ مژگان　　پکڑ نہ رکھ سکے خاشاک دامن دریا
ہوا ہون بزم جہا نین ہلاک غیرت شمع　　کہ زیر تیغ عزیزاون نے خم نکیا
نکوئی جو کرے دنیا مین ہووے وہ پامال　　بسان جادہ کسیکو تو راہ مت بتلا
بنے گی زینت دنیا سے نحس شکل تری　　لباس زر کو پہنکر نہو تو بوم طلا
کلام شیرین پہ مت جا تو اہل دنیا کے　　نیام زہر ہلاہل بھی ہووے ہے میٹھا
کشندہ تر ہے مرض سے مجھے عیادت غیر　　بھلی ہے اُن سے تو بالین پہ صورت نیبا
خفا کرے ہے دل بنا مین میٹھنا اہل کرم　　و لے مین کیا کرون ہے تنگ عرصۂ دنیا

قوت سے اُنکے عدل کے اب نے پر آسمان — ناطاقتی ہے آفت ارضی کو یان تلک
مار سیہ لیتے ہین وہ کام اند نون — وابستہ جانتے ہین جسے ریسمان تلک
کب اُنکے ابلقون کی ثنا مجھسے ہو سکے — ق — مین کیا کہون کہ جلدی ہر او مین کہان تلک
باندھے اُنھونکے پانوٗنسے گر مہر و ماہ کو — تو روز و شب کے پھر نہین سرعت ہو یان تلک
پھر نوبت قمار سہ و سال زیر چرخ — آوے نہ انکو ہین یہ منجم جہان تلک
ہیبت کی اُنکے تیغ کا مین کیا کرون بیان — کاٹا ہے کوہ کفر کو اب جن نے یان تلک
ہذیان خواب مین جو پڑھے پوتھی برہمن — کلمہ جگا کے اسکو پڑھا دین یہان تلک
پس جو کوئی کہ ایسے ہون اُنکا حضور چھوڑ — ہذیان بکنے جاوے تو نواب و خان تلک
جس وقت یہ سخن ذہن پیر عقل سے — پہونچا گہر کی طرح مرے گوش جان تلک
آیا یہ دلمین جاؤن مین کیا لے کے بہر نذر — کب دست رس مجھے ہے کسی ارمغان تلک
ناگہ اُنھین کے ذرۂ خورشید فضل نے — پہونچا دیا یہ مطلع انور زبان تلک
موقوف تھا ظہور خدا تم پہ یان تلک — جون بن حروف معنی نہ آوین زبان تلک
جا گہ جو کفش کن کے لیے حق نے دی تھین — رخصت خیال عرش نے پایا وہان تلک
جیسا کہ مرغ قدر تمھارا ہے بال زن — جبریلؑ کا نہ وہم گیا اُس مکان تلک
محراب نقش پا کے تمھاری ہے جس جگہ — وہ سرزمین پہونچی ہے اس عز و شان تلک
سجدہ گر اُسطرف کرے ابلیس یکبار — بخشش کو پھر نہ کام رہے لعین آن تلک
ہم رضئ شریف قضا گر کرے کچھ امر — جاری کسو طرح نہوا اُسکی زبان تلک
ذرہ ہو گر رسائی کا مانع تمھارا امر — پہونچے نہ نور مہر کبھو خاکدان تلک
شوکت کا بارگاہ تمھاری کا اب بیان — کیا ہو سکے ہے مجھسے کرون مین کہان تلک
انجم تگرگ وار زمین پر ٹپک پڑین — صدمہ جو پہونچے اُس سے یہ ہفت آسمان تلک
لکھے ثنائے جود تمھاری تو جز گہر — نقطہ نپاوے راہ قلم کی زبان تلک
اسکی غرض ستائش ہمت تہو سکی — جسکا کہ ایک رتبۂ بخشش ہو یان تلک
تب لرزہ پیچ مہر کو رکھتا ہے یہ خیال — قوت ہو جسکی بازوے ہمت میں یان تلک
پل مارنے مین چاہے تو ذرہ کو بخش دے — ایسے کا ہاتھ پہونچے کبھو آسمان تلک
بس جسکے تم سے آقا ہون وہ پھر احتیاج — جاوے کہو تو کس لیے کس دربان تلک

کرے نہ چاک گریبان صبح پنجۂ مہر / جو شور عشق نہووے بعالم بالا
تصور اب کسی زلفون کا چشم و اشک مرے / عجب ہے لطف کہ جون موج کشتی دریا
ہے سخت تنگ زمانیسے دل مین حیران ہون / کہ مہر سنگدلان کیونکہ یان گئی ہے سما
گداز عشق ہون اتنا کہ چند قطرۂ اشک / نمط ہے شمع کے ہر بند استخوان میرا
غرض کہ میکدہ آیا شغف سے اتنے مین / بتان کی چشم مین جون آئے نشۂ صہبا
دوے نگاہ جو کرتا ہون میکدہ کی طرف / گئے حواس مرے مجھسے دیکھتا ہون کیا
کہ مست چاک گریبان و جام چشم پر آب / ہے آہ و نالہ مین نے گریہ در گلو مینا
یہ حال دیکھکے وان کا خرد سے پوچھا مین / جگہ طرب کی مین آیا ہون یا کہ جاے عزا
دیا جواب خرد نے مجھے کہ اے نادان / خوشی ہے دہر مین یہ غم سے پوچھتا ہے کیا
نہین ہے امن کہین زیر آسمان ہرگز / بجز زمین خراسان کہ ہے وہ عرش آسا
زہے زمین کہ شاداب اسقدر جسمین / ہمیشہ سبز ہے کشت امید شاہ و گدا
شرف یہ کیون نہ دے اُس سرزمین کو رب کریم / تو غور کر کہ قدم درمیان ہے کسکا
رضا ہے جسکی وہی ہے جو کچھ رضاے حق / رضاے حق بھی وہی ہے جو کچھ ہے اُسکی رضا
جدی ہو موج بھی پانی سے جو ہر آئنہ سے / اگر خلاف ہو معمول کے جو حکم اوسکا
عجب نکر تو اسی دو طبیب سرّ و علن / کرے ہے جب مرض الموت کی کسیکی دوا
شفا کو برطرف اسطرح سے کرے نہ اجل / اجل کو برطرف اسطرح سے کرے ہے شفا
جو طشت شمع نہو اُسکے روضہ مین جاکر / تو آفتاب نہ ہر شب نظر سے کم ہوتا
زہے وہ گنبد زرین کہ جسکا ہے یہ شکوہ / فلک نے دیکھ جسے دلمین پیچ کھاکے کہا
کہ کہنہ جانکے مجکو جناب اقدس نے / نیا کیا ہے سر نو سے آسمان طلا
شعاع نور سے خورشید جسکے قبّے کی / پلک جھپکنے سے یک ذرہ بھی نہین رہتا
زبس کیا ہے مرصّع اوسے جواہر سے / ہے کان لعل سے خالی گہر سے بحر دریا
اگر نہودے یہ کم یاب ان کے مصرف سے / نیا دے لعل یہ قیمت نہ در کو ہو یہ بہا
جبین آئینۂ مہر و مہ نہو روشن / غبار در سے یہ اُسکے اگر نیا دے جلا
ہر ایک حلقۂ زنجیر سقف مین اُسکے / عجب ہی لطف سے ہے قمقمے کو نصب کیا
بیان مین کیا کرون اس لطف کے تئین جس سے / پھنسا ہو زلف مین محبوب کے دل عاشق کا

جہان کے باغ مین جون شاخ بے ثمر مینے | کسیکی دوستی سے نفع جز ضرر نہ لیا
لیا عزیز بہت سب جننے دیکھکر مجکو | اُٹھاکے تیغ ستم کے تلے ادی نے دیا
جنون مین کب برامید نخل دہر تلے | نہ خوش کیا مری ہمت نے قد کو خم نکیا
جفاے دہر کرے سنگدل کو نازک دل | بنے ہے شیشہ جہان مین گداز ہو خارا
مرے سخن کی مرے بعد زیادہ ہووے قدر | گہر یتیم جو ہو دے تو ہو فزون دوبہا
نہین ہے کام مجھے شعر و شاعری سے ولے | خرد نے مجکو نصایح سے بارہا یہ کہا
زبان یہ لا سخن خوب تو نرکھ دل مین | کہ اُس گہر کی نہین قدر جو صدف مین رہا
برنگ عکس سبکبار بحر دنیا مین | تو رہ کہ موج حوادث نہ دیوے تجکون بہا
کسیکی دلشکنی سے جو خوش کرین دل کو | وہ کون لوگ ہین کیسے ہین کیا ہین مجکو بتا
یقین تو جان گیا ٹوٹ دل میرا دو ہین | جو خار چبھکے میرے پانؤن مین ذرا ٹوٹا
ولے شکست یہی اس فقیر کو بھاوے | قدح طمع کا اگر توڑے سنگ استغنا
ضرر کی اپنے مکافات نفع گردون سے | طلب نکر کہ نہوا ایک بام پر دو ہوا
چمن مین دہر کے خوش ہوکے جو ہنسا دو دن | برنگ گل اسے گردون نے شادی مرگ کیا
رکھی فلک نے مرے سر پہ منت دستار | جو زخم سنگ بلا کے سبب یہ سر باندھا
غرض مین دیکھ کے یہ تنگ چشمی گردون | شب گذشتہ اسی فکر بیچ مرتا تھا
کدھر کو جاؤن مین تا دل کرے مرا واشد | درین خیال مین قدسی کا یہ سخن گذرا
دمے بہ بزم حریفان شگفتہ شو چون قدح | کہ جان براے تو دارد در آستین مینا
یہ سنکے مژدۂ جان بخش میکدہ کیطرف | چلا مین گھر سے نپٹ خوش ہو یہ غزل پڑھتا

مطلع

یہ سنگ پا ہے یہ دل اے خدا نہین یہ حنا | بتان کرین ہین اسے پائمال کیون اتنا
شکست وعدۂ ساقی سے دل ہوا اتنا چور | کہ جاے اشک نکلتے ہین ریزۂ مینا
جو درد دل کے مزے سے ہو آشنا بیدرد | عجب کہ ہر بن مو پر نہ دل کرے پیدا
بجاے سرمہ کرون میل گرم مین اسمین | نمک سے اشک کے جس چشم نے مزا چکھا
گرہ مین غنچہ صفت زر کرے دنی گو جمع | ولے سخی ہی اوڑا دینگے اسکو مثل صبا

شراب پنبۂ مینا سے چاہتی ہے نمک | صدائی نغمہ سے کہتی ہے نے کہ آچھپ جا
تیری کمان کے آگے حریف روز نبرد | کہانسے لائے یہ طاقت جو ہوسکے سیدھا
کہ جسکے تیر کی ہیبت سے آسمان نے کبھو | بغیر خم کیے پشت اپنی سر اُٹھا نہ چلا
ق
کہ آسمان کو اٹھا کر سپر کرے منھ پر | ترے عدو میں یہ قوت ہے مین نے فرض کیا
جو روز رزم مقابل ترے کمان کے ہو | صفائے شست ترا اوسکو دیجیے دکھلا
کہ جس صفا سے نگہ پار نکلے شیشہ سے | اُسی صفا سے نکل جاے تیر بھی تیرا
شہا عجب ہے وہ شمشیر جسکی صولت سے | تیرے عدو کو ہزیمت سے شوق ہی اتنا
گر اُسکے بعد مصور جو کھینچے اوسکی شبیہ | تو رخ اوسکی پکارے کہ پہلے پانوٗن بنا
تیرے سمند کے میدان مین نقش پا جو پڑے | کرے وہ خون مین اعدا کے روز رزم شنا
شرار قطرۂ خون ہون ٹپک پڑین دہن | ملے جو کوہ کو گر پنجۂ غضب تیرا
ہے عرض حال غرض مجکو ورنہ مدح تری | بجاے ہر بن مو ہو زبان نہووے ادا
نہین ہون گر کسی لایق ولے ہی شرم تجھے | کہ دو جہان مین حامی رکھون ہو نہین تجھسا
کیا ہی دہر نے عرصہ کو مجھپر اتنا تنگ | کہ جان لب پہ ہون لیے جی نہین نکل سکتا
نہ اپنی کی رگ و پے نے کسو کے تن مین جگہ | جو گھر کرے ہے مرے تن کے بیچ تیر بلا
ہین آنکھین رخنۂ دیوار سیل اشک لیے | غبار غم مرے چہرہ پہ اسقدر چھایا
یہ عرض حال ہے سودا کا جو سنا تو نے | تری رضا ہو جو کچھ آگے یا امام رضا

در مدح حضرت امام ثامن ضامن علی موسی رضا شاہ خراسان صلوات اللہ علیہ و کنایہ و طعن بر شاعر فاخر مکین و اکسیر اوستادو

مستغنی ذاتی نہ مہوس کی ہو تسخیر | معدن ہی جہان سونے کا وان خاک ہے اکسیر
لبریز ہے کیسہ دُر مکنون سے جن کا | کب شبہ فروشون کو حضور اوسکے ہی توقیر
ہے لعل سے نسبت نگہ چشم کو جنکے | جاتی ہے دو ملکے پہ نظر اُنکی بہ تحقیر
ہین وہ دُر یکتا بجہان جنکے زبان کی | لڑتی ہے سدا ایر گہر بار سے تقریر
یون صفحہ پہ بولے ہے صریر اُنکے قلم کی | تعلیم ہے منشی فلک کو میری تحریر

بسان دیدۂ پُرآب عاشقان جاری | ہو اُسکے صحن مین ایک حوض فخر کوثر کا
دکھاؤن کسکو مین اس گنبد طلا کا عکس | کہ جسطرح ہے پانی مین اُسکے جلوہ نما
ہوا ہے دل کو یقین یہ کہ حوض کوثر مین | کرے ہے آن کے گردونسے آفتاب شنا
نہ ہے وہ حوض کہ خجلت سے جسکے چشمۂ خضر | ہمیشہ پردۂ ظلمات میں رہے ہے چھپا
دلا طویل نکر مدح غائبانہ کو | نیاز لیکے یہ مطلع حضور مین تو تُم

مطلع

ثنا کرون تری ہر وجہ مین قلم آسا | جو سر کٹے تو گریبان سے کر زبان پیدا
نہون ثنا مین جو تیری زمین کے آسودے | تو سبزہ شکل زبان ہو نہ خاک سے اُگتا
کہان زبان کو ہے طاقت اگر بیان کیجے | ترے دیار کے چیونٹے کا حد استغنا
وہ اپنے مردمک چشم کے برابر کب | خیال ملک سلیمان کو گر کرے شاہا
جو کچھ لکھا نہو تقدیر مین اگر اُسکے | جو کوئی در پہ ترے آکے مانگتا ہے دعا
نہ دل سے حرف زبان تک پہونچنے پاوے | کہ ہو چکے ہے وہ مطلب قبول یا مولا
تجھ ابر فیض سے قطرہ اگر زمین پہ گرے | بجاے دانہ زراعت سے ہو گہر پیدا
گداے در کا ترے نقش پا ہے جس جاگہ | کرے ہے اوج سعادت کو وانسے قرض ہما
چراغ راہ خضر مین اگرچہ یا شہ دین | نہو دے نور کبھو تیرے شمع بنیش کا
کہان سے پردۂ ظلمات بیچ جاکر خضر | شراب عمر ابد سے یہ زندگی پاتا
گئی بناے تعدی جہان سے اب اتنی | بتان کے ناز و ادا مین رہا نہ ظلم و جفا
سواے عشق ترے عہد مین تعدی سے | کٹا وہ ہاتھ کسی جیب تک اگر پہونچا
شہا سحر کا گریبان چاک کرتے وقت | اسی ہی خوف سے کانپے ہے دست مہر سدا
ہے جس جگہ مین ترا حفظ ناتوانون پر | ہٹے ہے دیکھ کے خاشاک اس جگہ دریا
زبسکہ عہد مین تیرے ہے رسم دادرسی | جرس کی بھی کوئی فریاد سن نہین سکتا
بہشت ہے ترے بستان مہر کا ایک گل | سقر شرار ہے تیرے غضب کے آتش کا
سموم قہر ترے بر و بحر پر جو چلے | پگھل کے آب ہون کہسار خشک ہو دریا
زبسکہ خوف ہے اسباب منع کے دلمین | شہا اس عہد مین تیرے غضب کے صولت کا

سرقہ کو نہ سمجھین نہ توارد کو گران سے
پھر بعد تامل بجواب اسکے یہ ذی ہوش
محسود نشانہ ہے تخیل مین اونھون کے
اتنا یہ سمجھتے نہین نادان کہ جہان مین
سررشتہ ہے عزت کا فقط ہاتھ خدا کے
قطرہ دو ہی پانیکا ہے قسمت کی ہے تفریق
انکا ہو اگر بو علی سینا بھی معلّم
نسبت سے فلزات کے مس ہووے ہے سونا
ہے جنسیہ استادی و شاگردی مین لازم
بلبل کو جو بھر عمر سنی پرورش اوسکے
صحبت سے نہو فائدہ ناجنس کو ہرگز
شمشیر مین کیسی ہی اصالت ہو یقین جان
شیرین نہ کبھو ہووے وہ ثمر باغ جہان مین
سودا تجھے کیا سود جو انباے زمان کے
کر اُسکی عوض مدح شہ ہر دو جہان کی
وہ شاہ خراسان نگہ فیض سے جسکے
جسکے در مسجود کا معمار ازل نے
مانگا کرے ہے ہاتھ کو پھیلا کے فلک پر
کیا تاب جو صیاد اجل منہ کرے اُس سمت
سجدے کو دو عالم کے وہ محراب ہے اوسکی
مومن بہ تصور جو نہو مقتدی اوسکا
عدل اُسکے سے لرزے ہے خس و خار سے شعلہ
جس دشت میں باجے دہل حزم بز اکبار
مفقود عداوت یہ عدالت سے ہوئی ہے
شاہا تو وہ ہے عالم و آگاہ کہ جسکے

پوچھے جو کوئی کیا ہین یہ دونون کرو تقریر
روبہ کہین سُرقہ کو توارد کو کہین شیر
ہووے نہ گمان حسد انکی سے جدا تیر
حاصل نہین ہوتی ہے کچھ ان باتون سے توقیر
افزایش قدر اپنی مین چلتی نہین تدبیر
ہو ایک تگرگ ایک گہر ہوکے گرہ گیر
تعلیم کرے کس روش اُسکی نہین تاثیر
پتھر کی جو ہو جنس تو وان کیا کرے اکسیر
یہ ہو نہ تو دونون مین کسو کی نہین تقصیر
ہرگز نہ کرے زمزمہ کستوری کشمیر
یہ بات ہے بر صفحۂ دل قابل تحریر
پیدا نہ غلاف اُسکا کرے جوہر شمشیر
حنظل جو کرے نشو و نما پہلوے انجیر
نافہمی و بے ربطی سے کرتا ہے تو تقریر
تا عفو جرایم تیرے طالع مین ہون تحریر
ہوتے ہوئے اکسیر نہ ماٹی کو لگے دیر
پارس کے عوض سنگ کیا مصرف تعمیر
مہر اُسکے سدا قبۂ درگاہ سے تنویر
لیجاے پناہ اسکے اگر سایہ مین نخچیر
زایر کا جہان نقش قدم ہووے زمین گیر
مقبول نہ اُسکے ہو صلوٰۃ اور نہ تکبیر
عہد اُسکے مین سم رکھے ہے تریاق کی تاثیر
ہیبت سے اودھر آنکے جہاں کے نہ کبھو شیر
ضدین کو ہے ربط بہم جیون شکر و شیر
تدبیر کے ایا سے نہ باہر ہوئی تقدیر

ہوتا جو سخن فہم تو بہزاد سمجھتا — پرواز کو معنی کے جو کھینچی ہے وہ تصویر
تیر اون کے کرے فہم رسا کا اُسے غربال — مضمون جو چھپے کوہ مین ہو صورت تخمیر
معنی کے جو ہو نام سے مشہور موکل — اُسکو بھی نچھوڑین وہ کبھو بن کیے تسخیر
اون سا نہو کوئی کبھو آفاق کے اندر — تا فیض سخن اُسکی نہ طینت مین ہو تخمیر
روکش ہو وہ ایسون کے جنھین حق نے دیا فہم — نادانی سے کب کرتے ہین اپنے تئین تشہیر
یہ بات جُدی ہے کہ وہ پھر آپ کو سمجھے — دُم کرمک شب تاب کی چمکے جو شب قیر
پکڑی جو لٹورے نے کہین کھیتی سے چڑیا — سمجھا کہ نہین باز کوئی مجھ سا کلان گیر
یا شب کو بیا گھونسلے مین جگنون کو لاکر — جانے یہ دل اپنے مین کیا ماہ کو تسخیر
صاحب سخن اس طبقۂ شعرا مین کئی ہین — ہم بزم سخندان کو نہ انسے کرے تقریر
مصرعہ مین اگر ریشۂ معنی ہو قلمبند — زعم اپنے مین سمجھے ہین کیا بیل کو زنجیر
نقارہ کا مضمون بدرستی جو بیاندھین — کوس لمن الملک کے ٹھونکین جو بم و زیر
سمجھین ہین کلام اپنا بہ از سورۂ یوسف — معنی جو ہین سو خواب فراموش کی تعبیر
کرتے ہین مجالس مین پھر اُسکو بہ بدی یاد — سامع کرے تحسین مین اُنکے جو کبھو دیر
اس خبط کے عہد سے ولے وہ نہ بر آوین — جو ملک سخن کے ہین مہنتون مین مشاہیر
اوستاد کی انکے ہے انھون کو یہ نصیحت — لفظی نہ تناسب ہو تو کچھ مت کرو تحریر
اتنا تو تلازم رکھو الفاظ کا ملحوظ — بے پنجہ و ناخن نہ لکھو دودھ کو تم شیر
جب تک کہ نہ منظوم ہو پاسنگ ترازو — باندھو نہ کبھو شعر مین تم لفظ شکم سیر
تم شعر و سخن اپنے کی بندش مین کمان بن — بولو نگہ یار کو یارو نہ کبھو تیر
چہرہ کو نہ معشوق کے دو شمع سے تشبیہ — تا زلفون کو باندھو نہ کسو شکل سے گلگیر
مضمون جو قد و زلف کا معشوق کے باندھو — لکھو الف و لام کے سیپارہ کی تفسیر
ملحوظ قراین رکھو ہر آن نظر مین — مرجع ہو مونث تو ضمیر اُسکی ہو تذکیر
اوستاد کی اس بند پہ کی اور ترقی — شیوہ وہ لیا غیر کی جس مین کہ ہو تحقیر
مضمون جو بہو ریختہ کا تازہ کسی کے — کرتے ہین اُسے فارسی مین باندھکے تشہیر
پھر کہتے ہین یون ہے کسی استاد کا یہ شعر — سرقہ یہ کیا جن نے بُرا ہے کوئی بے پیر
اور اون کا کوئی فضل و کمال آکے جو دیکھے — ہین طرفہ وہ معجون جو ہو خبط سے تخمیر

وضع سے کم مایہ اپنی کیا ترقی کر سکے — چاہیے دریا ہو یہ کب اب گہر مین ڈھنگ ہے
غش بہم پہونچا نہ محروم تجلی دل کو رکھ — صیقل اس آئینہ کی گرد شکست زنگ ہے
مردہ اپنی ہنر پوشی سے جو مارے ہے دم — فی الحقیقت تیغ کو جوہر سے بہتر زنگ ہے
اپنے بھی مرہون منت ہون نہ عالی ہمتان — کو دکی شمشیر کو کب احتیاج ، سنگ ہے
ٹک پرے رکھنا قدم اس آستانے سے گرد باد — خاکساری کو ہمارے سرکشی سے ننگ ہے
ابروان نے کھینچی ہے شمشیر مژگان نے چھری — حسن کی خوبی مین تیرے مجھسے باہم جنگ ہے
آہ کس منہ سے کہون تجکو کہ ٹک ادہر تو دیکھ — شکل سے میری سدا بیزار میرا رنگ ہے
محو حیرت کے تئین ہے دوست اور دشمن کیا — آئینہ تصویر کا دور از غبار و زنگ ہے
صبحدم سودا انجمن مین مجکو آیا تھا نظر — اندنون شاید وہ کچھ شور جنون سے تنگ ہے
پائے گلبن بید ماغانہ سا کچھ بیٹھا ہوا — اک غزل پڑھتا تھا یہ مطلع کا جسکے ڈھنگ ہے

مطلع

شمع کا میرے صدائے خندۂ گل تنگ ہے — ٹک پرے جا بول بلبل کو تو سر آہنگ ہے
ہو سکین نازک دلان کب روکش حرف درشت — عکس لال طوطی اپنی آئینہ پر سنگ ہے
یان سموم عشق سے کسکو ہے جوشش کا دماغ — شعلۂ آتش مرے کانٹے پہ گل کا رنگ ہے
گرد ہون مین تو نہیں خاطر نشینی کا دماغ — آئینہ ہون تو صفائی میری مجھپر زنگ ہے
ٹک پرے گلشن سے میرے شور کر ابر بہار — یان صدائے رعد آواز شکست سنگ ہے
اسمین جرات سے مین اسکا قطع کر طول کلام — یہ کہا چرخ منقش کیا زمرد رنگ ہے
گوشۂ خاطر سے کرتا ہے عرض اس قصر کو — سر اوٹھا دیکھا تو ٹک اتنا ہی بولا تنگ ہے
تا کہ اس اثنا مین اک منعم نے آ اس سے کہا — بندہ خانہ کیا یقین تشریف لانا ننگ ہے
ہر مکان مین مسند و ہر ایک جا فرش سمور — ہر طرف مطرب پسر ہر سو رباب و چنگ ہے
نوش کرنے کو کباب اور پینے کی خاطر شراب — دیکھنے کو رقص محبوبان خوش آہنگ ہے
یہ کہا سنکر جو ترغیب آپ کرتے ہین مجھے — اسکو یاد رکھیئے گا یہ خیال بنگ ہے
نازپروردہ جو استغنا کے ہین انکے تئین — یک قدم راہ طلب طے کرنی سو فرسنگ ہے
دیکھنا راہ اجل ادن کو تماشا رقص کا — درد دل سننا کسی کا انکو عود و چنگ ہے

جسجا تیرے ایما سے خداوند جہان نے
بخشی ہے اگر ایک گنہگار کی تقصیر

وہ جاہے بلاشبہہ و شک عفو کہ اوسکی
جو خلق ہے نزدیک خدا واجب تعذیر

وہ جزو کہ کہتے ہین جسے لایتجزے
تو اور خدا ہے جو نمانون تو ہے تکفیر

راندہ جو ہو درگاہ کا تیرے تو وہان تک
آنکھون مین خلایق کے نظر آوے بہ تحقیر

سایہ تلک اوسکا پھرے ہمرہی اُس کی
ہمرہ اُسے لینے مین کرے کیسی ہی تدبیر

اشجع تو نہین آپ ہے پشتین سے تیرے
ہوتے ہی سب آئے ہین شجاعت مین مشاہیر

اثبات ہوا جو ہر فرد اس سے بہ تقسیم
سیف دو زبان ہے جو تیرے جد کی وہ شمشیر

وہ ٹکڑے پلک مارتے ہووے مگر کوہ
تجھ تیغ غضب کے جو ہو سایہ کے سرازیر

جون مردمک چشم مین چیونٹے کے پڑے گل
چھیدے ہے تیرا نقطۂ موہوم کو یون تیر

تو بار نہ حلم اپنے کا گر آپ اوٹھاوے
ہو چرخ کے جھولے مین زمین خاک کا اک ڈھیر

خوبی کا تو مذکور تیرے رخش کا گیسو
کیا منہ جو کرون گردسم اُس کے سے مین تعبیر

وہ گرد ہے آنکھون کو محبون کے تو سرمہ
ہو جسکو محبت نہ تری اُسکے گلو گیر

شاہا وہ تیری ذات منزہ ہے کہ گویا
مخصوص تیری شان مین ہے آیۂ تطہیر

شہباز تیرے رتبہ کا مارے ہی جہان پر
اوہام ملائک کو ہے وان حکم عصا فیر

جس قصر مین شوکت ہے تیری پہونچے تو پہونچے
با صد تگ و دو عرش کا وہم اُسکے سرازیر

تیرا ہے جو کچھ مرتبہ سو عقل کل اُسکے
ہر مو ہو زبان تن پہ تو کب کر سکے تقریر

جو کچھ یہ لکھا مین نہ سمجھ اپنی اسے مدح
کیا مین ہون میری کیا ہے قلم کیا مری تحریر

تجھسے کی کرے مدح جو مجھسا کوئی نادان
ہوتا ہے وہ نزدیک خدا واجب تعذیر

کرتا ہون سخن کو مین دعائیہ یہ اب ختم
امید کرم سے ہے کہ ہو عفو یہ تقصیر

یارب جو تیرے دوست ہین از قلزم ہیل
ہوتے ہوئے پار اونکی نہ کشتی کو لگے دیر

اور اسمین جو بدخواہ ترا ہونے لگے غرق
موج اُسکو نکلنے نہ دے ہو پانو مین زنجیر

قصیدہ در منقبت فخر دودمان نبوی خلاصۂ خاندان مرتضوی امام عسکری صلوات اللہ علیہ

عیب پوشی ہو لباس حرص سے کیا ننگ ہے
ہان اے آئینہ بہتر اس صفا سے زنگ ہے

طرۂ محبوب مین ہو جسطرح عاشق کا دل — مرغ دورا زدہم یون اُسکے میان جنگ ہے
گر قصیدہ کے تئین سودا دعائیہ پہ ختم — قافیہ کو وسعت اب آگے نہایت تنگ ہے
مانگ لے جو مانگتا ہے توصلہ اُسکا یہان — نہ خراج روم مالیت نہ باج زنگ ہے
سر گل امید سے محروم تیرے دوست کا — ہو نہ جب تک گلشن دنیا مین آب و رنگ ہے
لالہ سان ہو غرق آتش مین عدو سر تا قدم — پر شرر جسوقت تک داماں کوہ و سنگ ہے

قصیدہ در منقبت خلیفۃ الرحمٰن امام مہدی الہادی آخر الزمان صلوٰۃ اللہ علیہ

جون غنچہ آسمان نے مجھے بہر عرض حال — دین سو زبان دہن مین ولیکن سبھی ہین لال
ہرگز کسی گرہ کے لیے جز خراش دل — مارا نہ آسمان نے کبھو ناخن ہلال
اجزاے کار بند ہے عالم کا اُسکے ہاتھ — جز چشم عاشقان کے ہین جاری باتصال
روشن ہے شمع کشتہ کے پھر کر جلانے سے — یعنے کہ بعد مرگ بھی آرام ہے محال
روشن طبیعتون سے برا ہے یہ تیرہ عقل — کرتا ہے نور مہر کو سایہ سے پایمال
رکھتا ہے پر غرور کو جون نیزہ سربلند — جون جابہ خاکسار کو دے ہی زمین پہ ڈال
یک تن نوالہ خوار نہو اس سے تا ابد — ہے سرنگون ازل سے یہ ایکاسہ سفال
ہر روز نعمتون سے کرے سفلہ کو غنی — محتاج نان شب ہو سدا صاحب کمال
پارے کو دے ہے رتبۂ اکسیر بعد مرگ — دولت کبھی کسو کو ندی اون نے بیزوال
گرپاے سوختن نہ ہے اُنکے درمیان — ہرگز کرے نہ شمع سے پروانہ کا وصال
سو پردے مین رکھے بوے گل کو یہ بے تمیز — پھاڑے نقاب روے حیا کی یہ بدخصال
دکھلانے ہے جانماز تلے زاہدونکا عیب — دیتا ہے راز عشق کو پردہ سے یہ نکال
ہم پر سدا رکھے مے گلرنگ کو حرام — خون بہار تیغ خزان پر کرے حلال
ہر روز اوٹھکے غنچۂ گل کو کرے ہے تنگ — ہر شب رکھے ہے خاطر بلبل کو پر ملال
بوجھ اُسکے ہاتھ سے دل ہر دشت خار خار — گر لخت لخت ہے جگر کوہ کو خیال

غم کسی دل سوختہ پر ادن کو کھانا ہے کباب ۔۔۔ نت اُنھین خون جگر پینا مے گلرنگ ہے،
خاک در ایک ایسے کے ہین وہ تیری سگ کیا ۔۔۔ عرش کے دامن پہ گر بیٹھین تو اُنکا ننگ ہے،
قبلۂ دنیا و دین یعنے **امام عسکری** ۔۔۔ جسکی میزان عدالت اتنی بے پاسنگ ہے،
ایک پلہ مین ہو کاہ اور دوسرے پلے مین کوہ ۔۔۔ کاہ کو باور تو کرنا کوہ سے ہمسنگ ہے،
پشت خار آہوی صحرا ہووے پنجہ شیر کا ۔۔۔ باز کا چڑیا کی خاطر آشیانہ چنگ ہے،
ہے حباب اور آب شر رمین ربط فانوس و چراغ ۔۔۔ گلشن انصاف پر اُسکے یہ آب و رنگ ہے،
روے کار حشر سے پردہ کا اوٹھنا ہے محال ۔۔۔ پردہ پوشی پر جو اوسکے حلم کا آہنگ ہے،
ہی سموم قہر کا جس بر و بحر او پر خیال ۔۔۔ خشک دامان دریا مین پانی کوہ سے پاسنگ ہے،
نہی سے تجھ امر کے اب یا امام المتقین ۔۔۔ بسکہ منہیات پر عرصہ جہان کا تنگ ہے،
چشم خوبان مین شراب آتی ہے لینے کو پناہ ۔۔۔ گلرخان کے خط نہین آتش کے اوپر زنگ ہے،
مطرب اپنی آخرت گریا د نالان ہے سدا ۔۔۔ روز و شب ہر ایک ڈھولک کے تئین سر چنگ ہے،
استخوان و پوست سے کھینچے ہی رکھتا ہی رباب ۔۔۔ زیر چوب سنگ نت اُٹھ روسیہ مردنگ ہے،
مین گدا اُن کا ترے در کے کہون ہمت سو کیا ۔۔۔ اُسکی ہی یہ گفتگو جو ادن مین لنج و لنگ ہے،
کہہ سلیمان سے نگین اپنے پہ تو نازان نہو ۔۔۔ پیش ارباب ہمم یہ دست زیر سنگ ہے،
اُس زمین کو جس پہ اُسکا دست ہو سایہ فگن ۔۔۔ کچھ سوا گل اشرفی کے سبز کرنا ننگ ہے،
مُنھ پہ تیغ برق دم الماس پیکر کے ترے ۔۔۔ ایک قدم آنا عدو کو راہ سو فرسنگ ہے،
گر سر دشمن پہ ہو میدان مین وہ سایہ فگن ۔۔۔ خود و قاش زین دو حصہ تا بجدے تنگ ہے،
پر نہین یہ وصف اُسکے جو بیان مینے کئے ۔۔۔ بلکہ یہ تعریف تو اوسکی برش کا ننگ ہے،
آسمان سے تا زمین اور گا دسے ماہی تلک ۔۔۔ امتحان گر کیجئے اُسکو تو اک چو رنگ ہے،
لیتی ہے تعلیم وان ہر ذرہ آکر گرد باد ۔۔۔ جس جگہ سرگرم کاوے پر تیر اشبرنگ ہے،
گرد جولانگاہ کو اوسکے کہون مین کیا دماغ ۔۔۔ عارض خوبان کے خط ہونے سے جیکو ننگ ہے،
بھاگتی ہے ہفت آسمان کو جلدی اُسکی ہر قدم ۔۔۔ بسکہ عرصہ شش جہت کا اُسکے اوپر تنگ ہے،
بگڑا ہی جاتا ہے باتون میں جلو لینے کی وقت ۔۔۔ نکلا ہی پڑتا ہے رانون سے یہ اُسکا رنگ ہے،
اسمین بھی ٹک گرم ہو آیا تو بس پھر اوڑ گیا ۔۔۔ ہے تو گھوڑا ہی پہ کچھ سیماب کا سا ڈھنگ ہے،
ہمت پرواز تیرے باز کی مین کیا کہون ۔۔۔ اسمین گر سیمرغ بندھ اوترے تو اُسکا ننگ ہے،

اژدر ہوئے ہین سہم کے یانتک ضعیف خشک
کرتے ہین ان سے منہ مین سدا مور رچہ خلال

جو کچھ لکھو نہین اسکی سخاوت مین ہے بجا
یہ مطلع حضور مری بات پر ہے دال

مطلع

چاہے اگر کوئی دو جہان کا متاع و مال
تیرے گدا سے در سے کرے آکے وہ سوال

برسے ترا جو ابر کرامت زمین پر
پیدا بجاے دانہ گہر ہون ہر ایک سال

مرضی مین گر چلے نہ ترے ایکدم سپہر
دست قضا بٹھائے اوسے دیکے گوشمال

جون موم تفتہ آن مین ہو جائے منفعل
گر تجھ فشار پنجہ سے آگاہ ہون جبال

شمشیر گر علم ہو تری جن و انس کا
ہیبت سے آب ہو جگر و زہرۂ طحال

ہر پر غرور کے رگ گردن مین خوف سے
ہو جاے خشک خون رگ یاقوت کی مثال

مارے اگر تو بر کمر آسمان اوسے
گاو زمین کے تن سے نہ لاگا رہے وال

شاہا ترے جو نشتر خنجر سے ایک دم
دشمن کے دل مین سہو سے گذرے اگر خیال

ہے کیا عجب کہ خوف سے ہر عضو کی رگین
جا مغز استخوان مین چھپین شمع کے مثال

تیرے سمند کی مین ستایش نکر سکون
تعریف نقش سم کی ہے اسکے بہت محال

آئینۂ سپہر مین پڑتا ہے اُس کا عکس
نادان جانتے ہین کہ نکلا ہے یہ ہلال

سرعت مین اُسکے راہ سے یہ کرکے ہمسری
ساتھ اُسکے دوڑ سے گر نگہ دیدۂ غزال

جب تک وہ مردمک سے نہ پہونچے مژہ کے پاس
پہونچے وہ اس جگہ کہ نہ پہونچے جہان خیال

یکپا یہ اسکو تخت سلیمان سے کم نجان
ہووے جو تو سوار عدو کے پے قتال

سب جن و انس و دیو پری اور وحش و طیر
حاضر نہون رکاب سعادت مین کیا مجال

شاہا ترا بیان شجاعت مین کیا کرون
ہیہات اس زبان کے تئین کب ہے یہ مجال

دعواے بندگی ہو جسے اوس جناب مین
اُسکے تئین ہے فن شجاعت مین یہ کمال

مستک مین فیل مست کے مارے اگر وہ تیر
گردن مین استخوان کے کھو بند ہووے بحال

سوفار اسطرح سے نمودار ہو رہے
جون اژدہا پہاڑ سے جھانکے ہے سر نکال

پس جسکے ہر غلام مین قدرت ہو اسقدر
خالق چھٹ اوسکی مدح ہے مخلوق کو محال

تیری ثنا و مدح کوئی مجھسے ہو سکے
ہے کیا لب و دہن مجھے کیا فضل و کیا کمال

دریاے طبع سے یہ کئی گوہر سخن
تیرے نیاز کے لیے پہونچے مجھے رسال

اے شاہ دین پناہ شتابی سے کر ظہور
تا دوست ہو دین شاد تو دشمن ہون پائمال

ایدل غرض کسیکو نہ دے چین آسمان | شکوہ نکر تو اس سے کہ ناحق ہے یہ جدال
حاصل نہو سوائے مشقت کے اور کچھ | آہن کو سر و کوٹیے گرتا ہزار سال
ہم پست قطرتون پہ چلی کب نہ تیغ چرخ | دوڑے ادھر ہی اب کہ جدھر ہو زمین یہ چھال
گر ہو شعور اس سے بجا ہین کشادکار | اس مطلع دویم کو پڑھین جسکے حسب حال
گردون سے کاربستہ کھلے کیونکہ ہو محال | ہرگز نہین ہے عقدہ کشا ناخن ہلال
پس کیا ضرور تھا جو کیا شکوۂ سپہر | ایدل تو ہرزہ گوئی سے اپنی زبان سنبھال
خواہش ہے دو جہان کی اگر تو زبان سے | جز مدح شاہ سرور علن مت سخن نکال
مہدی ہادی وہ کہ گر اسکا نہووے حفظ | مرکز کو خاک کے تو قوی ہے یہ احتمال
کھلجاے سب زمین کی گرہ آب مین ابھی | لے شرق تا بغرب جنوب اور تا شمال
جسکے قدم سے گلشن دنیا نے یہ شرف | پایا کہ وہ سما نہ سکے عرش کا خیال
شبنم نہین کہ چہرۂ گل پر ہر ایک رات | کرتا ہے عرش سے عرق شرم انفعال
مین قدم سے اُسکے جہان مین جو شکلے ہاتھ | زائل ہوئی ہے اسقدر اب صورت ہلال
ممکن نہین کہ رات کو شاخ درخت پر | رکھتا ہو مرغ سر کے تئین اپنے زیر بال
اسکا قدم نہووے جہان کے جو درمیان | کب چار عنصرون مین رہے حد اعتدال
اس خاکدان اوپر جو نہو اوسکا بار حلم | اہل جہان کے آئے سر اوپر عجب وبال
ہووے زمین زیر و زبر آسمان کے ساتھ | مانند ریگ شیشۂ ساعت باتصال
کھینچے خدا نکردہ طرف آسمان کے سر | اُسکا اگر جلا ایک شرر آتش جلال
کردے فتیلہ کاہکشان کا وہ مشتعل | گردون کف ہوا سے یہ اوڑ جائے مثل زال
ہم نسبتی سے مے کے جو انگور کی طرف | گر تاک اب دو اعتراض کو کرتا ہے احتمال
یک آن بیچ خوشۂ پروین کے واسطے | تاک فلک پہ آئے خدا جانے کیا زوال
جسدن سے اُسکے عہد نے جگ کو دیا شرف | ہر خم کے بیچ تب سے تو مے پر ہے یہ وبال
اوس آب کے نمط کہ جو کائی کے ہو تلے | چھپتا ہے نیچے دُرد کے دہشت سے یہ لال
بعدازبہار دے خزان پر طپانچہ زن | گلشن مین اُسکے عدل سے ہر برگ ہی نہال
گر اُسکو تو یقین کہ درند و گزند کے | یہ خوف اسکے عدل نے دلمین دیا ہے ڈال
آہو کی دشت مین جو سنی ہے صدائے پا | چھپنے کو ببر ڈھونڈھتے ہین خانۂ شغال

مضمون تازہ یون چمن فکر سے مجھے
پہونچا وے ہے ہمیشہ طبیعت کا باغبان

جو گل سر بہار کوئی جا کے سوئے باغ
لاتا ہے بہر گوشۂ دستار دوستان

رنگینی سخن ہے مری اسقدر کہ گل
عاشق ہے میرے نظم سخن کا بہ گلستان

موج نسیم گل کی جو زنجیر پا نہ ہو
شوق سخن مرا اسے لادے کشان کشان

سعدی کی روح پاک کی خاطر ہے شیر گاہ
دیوان کا ہر ورق یہ مرے بہ ز بوستان

ہر سطر اسکی معنی رنگین سے شاخ گل
سمجھا کرے ہے بلبل طبع سخنوران

نام اپنے سے کوئی جو مرے شعر کو پڑھے
بولے فصاحت اُسکا نہین یہ لب و دہان

اُسکا یہ شعر ہے کہ قلم جسکی روز و شب
ایسے جناب کی ہے ثنا مین گہر فشان

جسکا جناب حق سے یہ نسبت کہ جسطرح
نظم سخن مین لفظ و معنی ہین توامان

حاضر حرم مین دل کے وہ مانند ذات حق
غائب ز چشم خلق و لے ہے جہان جہان

مطلع کہہ اور اے قلم اب لائق حضور
تا دو جہان صلہ دے مجھے شاہ خسروان

مطلع

اے وہ کہ کار جن و بشر تجھ سے ہے روان
تیری وہ ذات جس سے دو عالم ہے کامران

تجھ خاکپا سے فیض جو اکسیر کو ہو
مس کو طلا نہ کر سکین اُس سے مہوسان

شاہا علو مرتبہ تیرا جو کچھ کہ ہے
جز عالم الغیوب بشر پر ہے وہ نہان

اپنی نگاہ چشم کو قاصد جو کرکے وہم
بھیجا اسے طول راہ کی کرنیکو امتحان

پاے نگہ مین اول منزل ہو آبلہ
پہونچے نہ وان تلک ہے تیری منزلت جہان

قربان مین خاندان کے ترے شاہ دین پناہ
جس عزت و شرف سے کہ تیرا ہے خاندان

جبرئیل کی جگہ وہ نہین جس مقام مین
پشتین سے دیا ہے تجھے حق نے عز و شان

جو امر کارخانۂ ایزد مین ہو ترا
کیا تاب عقل کل کرے کچھ اسمین این و آن

ناقون کیواسطے ہو جرس مرسلون کا دل
نکلے جو تجھ قدم کی زیارت کو کاروان

اس مرتبہ کا سرمہ ہے اُس کاروان کی گرد
جسکے لیے ہو چشم ملائک کی سرمہ دان

پہونچے فلک کو موج گہر ابر فیض سے
تیرے گرے جو قطرے بدریاے بیکران

ہیبت سے تیرے عدل کے شاہا یہ زیر چرخ
خلقت کو اب زمانہ ہے اس امن کا مکان

اگرچہ اختلاف ہین دین نبی کے بیچ — اس مجملے کا تجھپہ ہے موقوف انفصال
سوداؔ کو آرزو ہے کہ جب تو کرے ظہور — اسکی یہ مشت خاک ہو تیری صف نعل
تیرے ہر ایک دوست کا مانند صبح عید — صفحے مین روزگار کے روشن رہے جمال
جون شام سلخ ماہ محرم تمام عمر — ظلمت ہی مین بسر کرین اعدائے بدخصال

درمنقبت خلیفۃ الرحمن امام مہدی الہادی آخر الزمان صلوات اللہ علیہ السلام وطعن بر شاعر کہ ایراد بر شعر میرزا گرفتہ بود

سنکر خلا سے کیون نہ حکیمون کی ہو زبان — جب شہرہ سے مرے ہو ملا اسقدر جہان
ممکن نہین کہ اب سخن غیر کون ملے — راہ اسقدر جو پہونچے وہ تا گوش سامعان
نام آوری کیواسطے حاسد بحر تلاش — جا گہ کسیکے نام کو اس عہد مین کہان
گر یہان سے کہے تو ریختہ ایران مین فارسی — جا ہے جگہ جو شہرہ کو ہو تو نہ یہان نہ وہان
عالم کی السنہ پہ مرا اسقدر ہے شعر — گویا ورق بیاض کا ہر منھ مین ہی زبان
مینے سنا کہ تجکو مرے ایک شعر پر — وزدی کا اپنے معنی کے ہے وہم مہربان
شاید باتفاق توارد ہو پر مجھے — لفظون کا اپنے غم کہ ہوے کسپہ رائگان
گو زشت کو پنہا دو کسی رنگ کا لباس — خوبو نین اُسکے جا نہین جز پہلوے بدان
ازراہ دوستی مین کہون تجھسے ایک بات — طبع شریف پر جو نہ آوے ترے گران
زنہار ہمسری کا مرے تو نکر خیال — ہوگا غریب مضحکہ نزدیک شاعران
ایسی نہین بندھی ہے سخن کی مرے ہوا — کھلنے کا جسکے زیر فلک دل کو ہو گمان
اسکو یقین تو جان کہ حیران ہے اب تلک — عیسیٰ بے معالجہ نفخ آسمان
منشی نہ فلک مری تحریر دیکھکر — سمجھے بغیر گر غلطی کا کرے بیان
پاوے مرے قلم سے وہ فی الفور یہ جواب — چپ رہ کہ وہ دن تجھے غلطی سے تری نشان
حک کردہ سطر ہے وہ ترے ہاتھ کی لکھی — کہتے ہین جسکا اہل زمین نام کہکشان
دفتر سے فن شعر کے تجکو ہے کیا خبر — تو جلد آسمان کا محرر حسابدان
روشن جہان ہے نظم طبیعی کی میری شمع — پروانہ وار ہے طائر روح سخنوران

یہ نام پاک کہ کہتے ہین جسکو عالمگیر — خدا ہمیشہ رکھے زیب و زینت افزاہ
بجا ہے تجھکو سلیمان جلال گر کہیے — کہ ہے وزیر کا تیرے خطاب آصف جاہ
علو مرتبہ تیرا نظر کرے جو کوئی — رہے فلک ہی کو اُسکے برنگ شمع نگاہ
شہا نسب جو تیرا آفتاب کو پہونچا — ہر آسمان نے پھینکی ہے آسمان پہ کلاہ
نہین کلف یہ فلک سیر کا ترے لیکر — بغل مین غاشیہ اپنے چلے ہے ہر شب ماہ
کہے جب آنیکا تو عزم پشت پر اُسکے — رکاب داب کے اقبال بولے بسم اللہ
جدھر کو ہو تو جلو ریز پھر ترے آگے — ظفر جو طرقوا بولے تو فتح پیش نگاہ
جہان پناہ ترے درگہ عدالت مین — کسیکو دیوے اذیت کوئی معاذ اللہ
چلے جو شام کو پروانہ بزم مین تیرے — تو صبح شمع کے آتا ہے سر پہ روز سیاہ
شرار سنگ سے خاشاک کو جو پہونچے ضرر — لے آوے کھینچ کے دیوان کوہ کو پرکاہ
کرم بھی اتنا ہی تیرا ہے خلق کے اوپر — کہ آب و نور سے خالق ہی جسکے ہے آگاہ
امید عفو ترا گر نہ بیچ ضامن ہو — کوئی نہ کر سکے ہرگز کسی طرح کا گناہ
جو مشت فیض تو کھولے کسی پہ مثل صدف — تو موج آب گہر سے وہ نکلے کر کے شناہ
کرے ہے عرض یہ سودا جناب اقدس مین — زمانہ چاہے تھا مجکو رکھے بحال تباہ
بتجھ آستان پہ دلے اب مدد سے طالع کے — ہوا ہے آن کے حاضر یہ بندۂ درگاہ
بس اب جہان مین کوئی خوش نصیب ہے مجھ سا — امید جسکی بر آئی ہوا تنی خاطر خواہ
کیا مین عرض کہ آنے سے زیر بال ہما — جنھین حصول ہو جمشید کی سی شوکت و جاہ
پر اُنکو اوج سعادت سے سیر کیا نسبت — وہ پہونچے ظل ہما تک مین تا بظل اللہ
غرض کرون ہون دعا یہ پر مین ختم سخن — ادب کی مرضی ہے طول کلام ہو کوتاہ
الٰہی تا ہو جہان تو ہو اور دنیا ہو — جہان خوبی ہے تو اے جہانیون کے پناہ

قصیدہ در ثنای شاہ جم جاہ خسرو فلک بارگاہ عالی گوہر محمد شاہ عالم بہادر بادشاہ غازی

ہے اشتہار تجھسے مرا اے فلک جناب — رخشندگی ذرہ ہے از فیض آفتاب

آتا ہے جس گھڑی کہ تمازت پہ آفتاب
بال عقاب ہے سر کنجشک کا سائبان

نشو و نما بکوہ کرے جس طرح سے کاہ
سرکوب یون قوی پہ جہانمین ہی ناتوان

آتش کو آب سے یہ ترے عہد مین ہی قدر
جون لعل آبداری سے قیمت مین ہو گران

سوزن ہو چاک دہن شعلہ کے واسطے
وہ خار جسکو حفظ ترا ہو گا سائبان

اس دہر سبک کی ہے خلائق مین گر ترا
ہووے نہ بار حلم تو اے شاہ انس و جان

دل پر مرے یقین ہے کہ بحر محیط کا
لطمہ اولٹ دے موج کا کشتی خاکدان

خوگر تو خلق و علم و حیا سے اگر نہو
اور ہو تری نگاہ بر اعمال عاصیان

بجھ آتش غضب کے شرارے کے سامنے
باروت کا ہے تو وہ زمین اور آسمان

کھینچا قضا نے تسمہ سنگ فسان کہ جب
شمشیر تیری چرخ چڑھی بہر دشمنان

اسکی برش کرے ملک الموت جب خیال
بے اختیار ہو کے پکارے کہ الامان

شمشیر تو یہ کچھ ہے کہ جسکو کیا مین عرض
گلگون تیرا سو ہے بہ جمال پری نشان

رکھتا ہے یہ قدم کہ نہ پہونچے رکاب تک
باد بہار بوسہ کو تا آمد خزان

بطلان شئے ہو آگے سے حق کے فنا کہ جب
وہ تیغ ہو یہ اسپ ہوا ور تجھسا ہو جوان

جن بن کے سنگریزہ ترے جلوہ گاہ سے
طایر ہین جتنے سدرہ نشین عرش آشیان

وان کرکے فرش آنکھون کو اپنے منتظر
تیرے قدم کے رہتے ہین یا صاحب الزمان

سودا بجز دعا کے تری کیا ثنا کرے
الکن ہے اس مقام مین جبریل کی زبان

یارب ترا ظہور رشتابی ہو تا بدہر
روشن ترے جمال سے ہون چشم مومنان

در ستایش مدح ابو العدل عزیز الدین محمد عالمگیر ثانی بادشاہ غازی

رکھے ہمیشہ تری تیغ کار کفر تباہ
بحق اشہد ان لا الہ الا اللہ

فلک پہ سبعۂ سیارہ تا قیام جہان
پھرا کرین تری مرضی شریف کے ہمراہ

ترا چراغ رہے تجھسے اسطرح روشن
کہ جیسے پر تو خورشید سے ہو مشعل ماہ

سجود در سے ترے بہرہ ور ہون اہل زمین
رہے رکوع مین تا قامت سپہر دوتا

بسان رشتہ کہ دانہ نہین سبحہ کے ہووے
تری ولا کو رہے اسطرح دلون مین راہ

خوبی مین بادر بیسویکی اسکے کہون سو کیا ‏ جون معجزہ نبی سے ہو دو حصہ ماہتاب
اس اس روش کی تا ہین گلگون بآسمین فرش ‏ دیکھی نہو گی موسم گل نے جسے بخواب
برج حمل کیطرح سے ہے اسکے بیچ تخت ‏ تو اسمین یون شرف کے ہو جون گھر مین آفتاب
سودا کرے ہے ختم دعائیہ پر سخن ‏ اسجا نہین ہے طول سخن مقتضای داب
اس تخت پر بمسند اقبال بیٹھ کر ‏ کرتا رہے تو شادی نوروز اے جناب

قصیدہ در مدح نواب وزیر الممالک عماد الملک مدار المہام آصف جاہ نظام الملک بہادر غازی الدین خان

فجر ہوتے جو گئی آج مری آنکھ جھپک ‏ دی دو دو ہین آ کے خوشی نے در دل پر دستک
صبح
پوچھا مین کون ہے بولی کہ وہ مین ہون غافل ‏ نہ لگے شوق مین جسکے کبھو شائق کی پلک
ہے خوشی نام مرا ہون مین عزیز دلہا ‏ زندگانی کی حلاوت ہے جہا مین مجھ تک
کھول آغوش دل اور لے مجھے جلدی ناداں ‏ پھر خدا جانے یہ دن کب تجھے دکھلائے فلک
سنکے یہ مژدۂ جانبخش جو مین کھولی آنکھ ‏ اشعۂ نور کی سی مجکو نظر آئی جھلک
آنکھین ملکر کے جو دیکھون ہون تو اک بادلہ پوش ‏ سر سے لے غرق جواہر مین وہ ہے پانون تلک
حسن ایسا کہ جسے ماہ شب چار دہم ‏ یک بیک دیکھے تو تکتا ہی رہجائے ججھک
چہرہ مین ایسی ہے گرمی کہ شب و روز جسے ‏ باؤ کرتی ہی رہے دامن مژگان کی جھپک
زلفین یون چہرہ پہ بکھری ہوئی ناگین جیسی ‏ جسطرح ایک کھلانے یہ ہین دو بالک
جعد وہ قہر کہ کھلنے مین ہو جسکے ہر لہر ‏ گھر لو باد نیے کو عشاق کے دریاے اٹک
ناگنی بیچ مین آ دنکے نہ مانگے پانی ‏ کھیل جاوے وہ مین کالا جو ڈسے اسکی لٹک
جبین ایسی کہ جگر ماہ کا ہو جاوے داغ ‏ اسکی تشبیہ سے جب اسکو تجاوز دے فلک
قتل کرنیکا یہ جوہر نہو شمشیر کے بیچ ‏ اسکے ابرو سے مشابہ نہ بناوین جبتک
ڈھیٹ وہ تیز کہ عالم مین نہین جسکی پناہ ‏ چشم وہ ترک کہ ہو قوم جنھون کا ازبک
فتنہ اس چشم کا ایسا کہ مژہ سے خونخوار ‏ متصل جو نکلتے با کر دیا کرتے ہین تھپک
حسن سے کان کے آویزہ مین یہ لطف کہ جون ‏ مستعد قطرۂ شبنم کہ پڑے گل سے ٹپک

یک تخم ہون مین خاک نشین زمین شور
نشو و نما دے مجکون کرم کا ترے سحاب

ہے یہ جہان مین وہ درِ دولت سرا کہ یان
ناکام مجھسا آن کے ہوتا ہے کامیاب

قطرہ تجھ ابر فیض سے پہونچے جو سوئے بحر
جا وے رگڑ نے چرخ کو موج دُر خوش آب

دریا کو سیر کشتی سے تیرے ہو یہ شرف
لا دے عجب نہین جو ہما بیضۂ حباب

روشن دلون کو گر نہو مسجود در ترا
رکھے نشان سجدہ جبین پر نہ ماہتاب

معراج وہ نبی کی جو ہو عرش کے پرے
معراج امت اسمین جو اسجا ہو باریاب

یہ عدل ہے ترا کہ قوی کو ضعیف پر
کرنیسے اب تعدی کے اتنا ہے اجتناب

کنجشک کے چلے نہ وہ تیر آشیان تلک
پر گیری مین لگائیے جسکے پر عقاب

پہونچا نہ تیرے عہد مبارک مین ایک روز
از دست محتسب کوئی تا پای احتساب

ہیبت سے کانپتی ہے مناہی اب اسقدر
ہو جاے کیا عجب عرق بید گر شراب

سلان تیرہ روزی ہے ہر سر عدو
تیری وہ تیغ قبضہ ہو جسکا سیاہ تاب

کیا تاب ہے عدو کی جو ٹھہرے ترے حضور
سنکر نہیب قہر کو تیرے کہ عتاب

ہر پرت پرت کوہ کا یون اوڑ چلے کہ جون
کھل جاوے باد تند سے شیرازۂ کتاب

جز ماہِ نو قرینہ نہین تجھ کمان کا
ترکش کا چھٹ خطوط شعاعی نہین جواب

اس رخش برق وش کی ترے وصف مین شہا
مینے کیا ہے مطلع روشن یہ انتخاب

مطلع

رانون مین اسکی صورت سیماب اضطراب
چالاک تر خیال سے اور وہم سے شتاب

گلگون بھی اسکو کہیئے تو ہے یہ سخن بجا
آتی ہو باس جسکے عرق سے بہ از گلاب

ٹک رہ عنان کشیدہ تو اد سپر گہ خرام
ہے آرزو صبا کو کہ بوسہ دے بر رکاب

بخشی جو تجکو حق نے جو آنے مین سلطنت
شیب زمانہ کو یہ ہوئی خواہش شباب

نزدیک شام پھر یہ شفق بھولتی نہین
کرتا ہے چرخ پیر حنا باندھکر خضاب

اس بارگہ کو کیون نہ فلک مرتبت کہون
جسکی بلند کاہ کشان سے بھی ہو طناب

استادہ ہوئے مین ہے یہ کچھ اسکی عظم دشان
اوٹھتا ہے جسطرح شفقی رنگ ہو سحاب

رفعت ہر ایک چوب کی بر تر خیال سے
کولی مین قطر وہم کے آوے یہ کیا حساب

قدم اس وضع سے رکھے ہے کہ سرِ عالم کا
کج و لکج چلے جسطرح وہ اُٹھکیلی سے
زرق برق ایسی ہی پوشاک مین اُسکے کہ جسے
جلیسی سج سے تھی گلے بیچ حمائل گل کی
کیفی یان تک کہ یہ اندازِ سخن مین اُسکے
بات اس لطف سے بہکے تھی دہن سے اُسکے
غرض اس شکل سے آئی جو نظر وہ کافر
تا گہ اُس شوخ نے مجھسے یہ کہا اے سودا
یہ بھی کوئی طرز ہے رہنے کا زمین پر نادان
نہ ترے گھر مین کبھو ناچ مین ہوتے دیکھا
آدمی کے تئین کچھ گرمیِ صحبت ہے شرط
گو ترا وضعِ زمانہ سے ہے دل افسردہ
ایسے مہمان کی تو لازم ہے کہ خاطر ہو عزیز
بزم آراستہ بلوا کے کرار بابِ نشاط
آج وہ دن ہے کہ جس گھر مین تو دیکھے اوسمین
یان تلک شیخ و برہمن ہین طرب کے مصروف
تارِ تنبور نہین رشتۂ زنار فقط
بادہ کو ہاتھ سے زاہد کے نہ پیوے ملا
محتسب چلے ہے ست رگڑ کر کاندھا
سنکے مینے یہ کہا اس سے کہ اے مایۂ ناز
بے سبب کیونکہ مین اندوہ کی لعنت چھوڑون
وجہ کچھ ہووے تو کر مجھ سے تو اُسکا اظہار
کرکے دریافت یہ مجھسے کہا اُسنے کہ مگر
آج اُس شخص کی ہے سالگرہ کی شادی
یعنی نواب سلیمان فر و نام آصف جاہ

موجبِ شور ہو خلخال کی پاؤن کی چھنک
موج دریا بھی اُسے دیکھے تو رہجاے ٹھٹک
کوند بجلی کی کہون یا کہون شعلے کی چمک
ویسی ہی عطر کی بو ویسی ہی سوندھی کی مہک
کیسکو ہُشت کہ اُٹھنا کسیکو دت دبک
بادہ جون ساغرِ لبریز سے جاتا ہے چھلک
کہا مین دل کی طرف دیکھلے اللہ معک
اب تو شیشہ مے اندوہ کا پتھر سے ٹپک
یہ کوئی طور ہے جینے کا ترے زیرِ فلک
نہ ترے در پہ سنی آکے پکھاوج کی گمک
وہ بھی انسان ہے دنیا مین جو اتنا ہو نک
بر ہم آئے ہین ترے گھر مین ادھر دیکھ تنک
بادہ بھر شیشے مین رکھ لا کے نمکدان میں گزک
پاس لے بیٹھ ہمین سب کو جھکا آپ بھی جھک
کہین ہوتی ہے بھگت اور کہین ہے اولک
دیر مین بجتی ہے مردنگ حرم مین ڈھولک
لگے سرسا بج مین تسبیح کے بھی انون تک
پر یہ راضی ہے کہ پڑ دن پہ جو چھڑکے تو چھڑک
منغچہ آیا چلا قاضی کے آگے ندھڑک
خیر ہے بات سمجھکر تو کہا تنا نہ بہک
کسطرح دوستیِ غم کرون دل سے منفک
کچھ جہت ہو تو بیان کر کہ سنون مین بھی تنک
سمع مین تیرے یہ مژدہ نہین پہونچا اب تک
کہ بصورت ہے وہ انسان و بسیرت ہے ملک
عہد مین جسکے یہ غیور بزرگی کو چک

بحر خوبی کی گویا مچھلی ہے قلاک کے بیچ نتھ کے حلقے مین جو دیکھے کوئی نتھنے کی جھلک
نظر آیا نہ دہن بینی کو تنگی کے سبب منخرین اپنی سے گو اون نے تراشی عینک
مسی آلودہ لب اخگر تھے تہ خاکستر کہ ہوا سے وہ سخن کہنے کو جلتے تھے دہک
سلک گوہر کی صفا دام لے اُن دانتونسے برق دریوزہ کرے موج تبسم کی چمک
دونون عارض گویا شیشے ہین مے گلگون کے زنخ اون دونونمین یون جیسے نمکدانمین گزک
وصف مین اُسکی ملاحت کے پڑھون اک مطلع جسکے آگے نہ رکھے مطلع خورشید نمک

مطلع

رنگ رخسار سے شرمندہ ہو کندن کی دمک آگے غبغب کے خجالت زدہ سونیکی ڈلک
ڈھیلے پیچ اُسکے نے گردن کا بڑھایا یہ حسن جلوہ گر شمع ہو جیسے تہ دامان شبک
ساعد و دست حنابستہ کی ایسی حرکات شاخ مین گل کے یون بہنے سے جون آئے لچک
دیکھے جو اُسکے کچون کو یہ تیقن ہو اوسے تنبو یہ تان کے یان کام کا اوترا ہی کنک
یا وہ معجون بہی کی ہین ڈبیا ان ایسی آوے ہیجان مین جھیڑلیسے جنھین روح ملک
پیاری پیاری وہ لگین نظروںمین ایسی کہ نگاہ یہی چاہے ہے کہ کبھو پاس سے اُسکے نہ سرک
لنج یہ قصد رکھے ڈال دے تو ہاتھ ان پر لنگ کے دل مین بھی آجائے کہ لے بھاگ اُچک
ناف کے حسن کو اُسکے جو کیا مینے قیاس دلنشین یون ہوا میرے کہ بلاشبہ و شک
نرگسی چشم کوئی ہوگا کہ جس کی یہ آنکھ لگ کے چھاتی سے صفا کے سبب آئی ڈھلک
کمر اُسکی مین نہ دیکھی کہ کرون اوسکا وصف تھی وہ اک آہوے دل کے لیے چیتے کی لپک
آگے تو کہ نہین سکتا مین کچھ اُسکی تعریف یون حیا کہتی ہے مجھسے کہ بس اب زیادہ نہ بک
پس مین زانو کو کہون کیا کہ وہ ہین آئینہ اُس سے بھی چھوٹے نہ آنکھ انسے اگر جائے لٹک
آوے جس بزم مین اُس ساق بلورین کا ذکر جلوۂ شمع کا پامال حسد ہووے نمک
پشت پا چھینے ردے لیلی سے مجنوں کا دل خون فرہاد سدا شیرین سے چاہے وہ کفک
وقت نظارہ مری جب نگہ دیدۂ غور سر سے لے اُس قد رعنا کے گئی پاؤن تلک
فندق پا لگی کہنے کہ نہ دیکھا ہوگا سرو کی بیخ سے پھولا گل اور نگ اتبک
قامت ایسا ہے کہ ہنگام خرام اُسکے اگر آگے آجائے قیامت تو یہ بولے کہ سرک

نہ چلے خامہ اب آگے نہ سیاہی ہو روان
بادپا کا ترے کچھ وصف نہ سمجھے جب تک

چڑھ کے اُس پر جو ترے طبع مین گذرے خیال
قاش سے زین کے ٹک لیجے اگر باگ اوچک

گاہ آجاوے نظر گاہ نظر سے غائب
پھر ہوا پیچ وہ شب رنگ ہے جگنون کی دمک

روبرو سے اگر آئینہ کے اس گلگون کو
پھینک دے چڑھ کے جو تو شرق سے لیتا غرب تک

اتنے عرصے مین پھر آوے کہ اسے باور کر
عکس بھی آئینہ سے ہو نہ نیا وے منفک

شوکت و شان کہون کیا مین ترے ہاتھی کی
چرخ پر جون مہ نو ماتھے پہ یون اسکے لگک

وصف مین اُسکی بزرگی کے پڑھون اک مطلع
گوش دل سے جو سخن رس متوجہ ہو تنک

مطلع

اسکے کجگاہ کی اللہ رے چہرے پہ لٹک
کہکشان جون شب یلدا مین نمایان فلک

بیٹھنے مین ہے وہ کوہ اُٹھنے مین ہے ابر سیاہ
عرش رفعت مین وہ او چلنے مین جون چرخ اتھک

شجر طور کا چہرہ پہ ہوا اُسکے جلوہ
رنگین تزئین کیلیے جسکھڑی اوسکی مستک

جھول پر اُسکے ستارونکا کہون کیا مین حسن
تارے جسطرح رہین رات اندھیری مین چھٹک

لیکے خرطوم مین زنجیر پھر آوے وہ اگر
اُسکے دانتون کو یہ سمجھے جو کوئی ہو زیرک

لیلی نے ہاتھ نکالے ہین سیہ خیمہ سے
ملنے کو مجنون سے سن سلسلۂ پاکی جھنک

روز میدان اُسے دیکھو تو دلاور اتنا
سر کے وانسے نہ جانسے کہ زمین جائے سرک

سامنے اُسکے وہ چھوٹے ہے پٹاخونکی لڑی
داغین اک مرتبہ سو توپ جو ہم سنگ اٹک

چرخی کیا چیز ہے لادے وہ جسے خاطر مین
یان بجلی کی کڑک کا کبھو پہونچے اس تک

جا بے وہ توڑ کے جون مشکرا وسکی چھڑ کو
پانوٗن کھجلانے لگے سونڈھ مین لیکر یولک

بے تکان اسقدر اوسکا ہے چلاوا جیسے
مہر مین ابر کے آنے سے ہو سایہ کی ڈھلک

اسقدر ہے وہ سبکرو کہ کبھو چلتے وقت
پانونکی اُسکے دل مور کو پہونچے نہ دھمک

اُسکے ہودج پہ تجھے دیکھکے سمجھے یہ خلق
کرسی پر عرش کے ہے صورت انسانکا ملک

خیمۂ جاہ کا تیرے سو کرون کیا مذکور
ہووے استاد جہان تیرے جلو کی اسپک

آسمان کو نہ کرین اُسکے تلے بے چوبہ
کہ بنٹ کہنہ ہے یہ اور نہایت کو چک

اللہ اللہ ترے مطبخ کا تجمل جس کا
طبق رہے زمین سے ہے بڑا خوان چشنگ

کسکے آگے کوئی ہاتھ پسارے کیا دخل
مٹھی باندھے ہوئے پاتا ہے تولّد کو دک

عدل یہ عصر مین اُسکی ہے کہ ہر ایک طبیب
شعلۂ تب کو بھی تبرید لکھے خار خسک

کرنے دیوے نہ رفو چاک کتان کا نصف
تا نہ رشتہ کے لیے ماہ کی کھوے بیچک

رائج اتنی ہے مروت کہ غزالون کو پلنگ
اسطرح سمجھے ہے فرزند گویا لے پالک

دور مین اُسکے یہان تک تو منہیات نے نیل
کشمکش سے یہ نت اُٹھ بنگ سدا دیر تک

ہمت اسکی یہ نظر کیجئے تو اک آن کے بیچ
دل سے پہونچے ہے دو صد بار یہ مطلع لب تک

مطلع

تجھسے ممنون نہ فقط ارض زمین پر ہر یک
بار احسان سے تیرے ہے دوتا پشت فلک

ہو گہربار تجھ آگے جو سحاب نیسان
برق ہو کر متبسم اُسے مارے چشمک

آگے تجھ بحر کرم کے صدف پر گوہر
مٹھی اُسکی ہے جبھی نکلے بشدت چیچک

چل سکے ہے نہ کسی امر مین تدبیر حکیم
مہر سے راے کے تیرے وہ نہ لے تا دستک

حلم تیرے کے جو ہو وزن فلک سے کچھ شے
ڈال دیوے زرہ سہو و خطا کوئی ملک

بار تجھ حلم مین ہے یہ کہ ترے وقت خرام
ہووے ذرہ بھی اگر مرکز خاکی کو دھمک

صدمہ ایسا کمر گاو زمین کو پہونچے
شاخین ہر چند وہ کھجواے تو نکلے نہ کسک

دست دوران سے موالید کا سر رشتۂ کار
نعرۂ قہر کی ہیبت سے ترے جاے ٹھٹک

پیل دنیا نہین کچھ پیل کا پشہ کو کلام
حول قوت سے ترے چاہیے ٹک اوسکو کمک

تجکو للکار کے میدان مین صف مردان کے
سامنے آئے ترے کون ہے ایسا مردک

وہ جوان تو ہے کہ آگے سے ترے رستم بھی
گاو سر مار بغل جاے دبے پاؤن کھسک

اور ٹھہرے بھی کوئی آن تو حق نے دی ہے
دست و بازو مین ترے قوت و قدرت اتنک

اسکے مرکب سے ملا کر دو ہین مرکب اپنا
ہاتھ ٹیکے مین رہے اور زین کے خانہ سے اچک

مارے جب زور سے دے چرخ زمین پر تو اُسے
کر دایرہ خاک مین آ دے یہ لچک

کوہ ہر ایک اچھل کر جو زمین پر بیٹھے
توڑ کر روے سما چور کرے پشت سمک

کیون نہ کوس لمن الملک تو مارے ہر دم
جب تری تیغ مین ہو جوہر برش یا تنک

کھینچکر اپنی کمر سے جو تو مارے اک ہاتھ
شکل نقارہ کی جوڑی کے دو حصہ ہو فلک

غنی ہوا ہے یہ اُسکے کرم سے ہر محتاج
کہ فرق ہو نہین سکتا بہم امیر و فقیر

تمیز کیا کہون اجرائے کار کی اُسکے
کہ جسکے رمز کو پہونچے نہ آسمان کا دبیر

دوام زلف بتان سے کرے اُسے تنخواہ
جو مانگے فرقۂ عشاق سے کوئی جاگیر

بیان مین کیا کرون اُسکی شجاعت اب جسکو
یہ کہتے ہین صف مردا نہین کیا جوان کیا پیر

عجب نہین ہے کہ قالب تہی کرے مریخ
اگر وہ چرخ پہ چڑھتے سنے تری شمشیر

برش کی اُسکے جو دہشت نہو زمانے کو
تو ہووے رنگ نہ اُسکا ہر ایک دم تغییر

جہان کے باغ مین نقاش تیرے گلگونکے
جو جاہین شکل بنا دین تو کیا کرین تدبیر

کہا مصور باد بہار نے جسکو
اگر قیاس مین ٹھہرے تو کھینچیے تصویر

ندونگا اسکو مین تشبیہ برق و آتش سے
ترے حضور کرون جست و خیز کی تقریر

نہین ہے مرکز خاکی یہ اُسکے جلدی کا
بجز طبیعت معشوق کچھ عدیل و نظیر

رکھا کرے ہے سدا اُسکے گرد جولانگاہ
دماغ آہوے تاتار پر ز بوی عبیر

تری رکاب کے بوسے کی آرزو تھی ولے
نہ آیا اپنے تئین ماہ نو سمجھ کے حقیر

ثنا مین صفحۂ کاغذ پہ تیرے ہاتھی کی
قلم کو ہاتھ مین لے کیا بیان کرون تحریر

صف عدو کے لیے رزم مین ہے روز سیاہ
ہے شمع بزم محبان کیواسطے شب قیر

بجا ہے گر کہون اُسکو اندھیری ساونکی
چوئے ہے مستی سے اسطرح جون سحاب مطیر

نکان پاکے صدا اُسکی جو سنے سو کہے
سیاہ خیمۂ لیلی مین قیس ہے زنجیر

برہمن اُسکو تو گنیش دیوتا بولے
کہین ہین شیخ ہوا کعبہ سوان تعمیر

غرض ہے بات علی قدر فہم انسان کے
چنانچہ مجھ سے جو پوچھو تو یون کرون تقریر

زمین کی چھاتی کو دابا ہے آسیا ہی نے
زبان خلق اُسے کچھ کیا کرو تعبیر

مآل پر بھی اس گفتگو سے ہے سب کا
جہان تک اُسکے ہین مداح یہ صغیر و کبیر

کہ جبدن اُس پہ عماری تو باندھکر ہو سوار
تو گویا برج حمل مین ہے آفتاب منیر

بیان مین کیا کرون سامان تیرے لشکر کا
کرے ہے کوچ کسی سمت جب وہ جیش کثیر

گمان مین خلق کے آتا ہے دیکھکر بہ نگاہ
زمین پہ ابر یہ چھایا ہے یا چلی ہے بھیر

ستم جہان سے ترا عدل یون کرے معدوم
کہ جیسے خاصۂ تریاق زہر کی تاثیر

یہ پرورش ہے جہانکی تری عدالت سے
کہ شیر کا بچہ گو سپند سے ہے ہمشیر

کافی دہان زیرے کو محصول نہو کر مانکا　　حاصل ہند سے پورا نہ پڑے اسمین نمک
چرخ و کہسار کو مصرف سے ہی دہشت وانکے　　آپ کو یا کے مشابہ بہ پیاز و ادرک
اُسکے مصرف کے جو دیہات ہین لبرائین سے　　اپنے مداح کو بھی کردے مقرر صحنک
توہی اب دل مین کر آپ عرض مریکا انصاف　　جاے کس در پہ کہو پہنچ کے ایسے درتک
بجہ سائی ہے پر کھ یان زر انسان کے لیے　　آستان کا ہے ترے سنگ بہ از سنگ محک
ختم کر اب تو دعائیہ پہ سودا یہ کلام　　آمین کہنے کو گئے باب اجابت پہ ملک
یا الٰہی جو یہ تیرا ہے چراغ دولت　　تا ابد اُس سے منور رہے قندیل فلک
تا قیامت رہے مسجود خلائق وہ جگہ　　مسند جاہ کی تیرے بچھے جس پر توشک
جو ترا دوست ہو اب آئینۂ گیتی پر　　اُسکی تمثال کبھی ہوئے نہ یادے منفک
کاتب دست قضا شکل عدو کی تیری　　صفحۂ ہستی سے جون حرف غلط کر دے حک

ایضاً قصیدہ در مدح نواب وزیر الممالک عماد الملک مدار المہام آصف جاہ نظام الملک بہادر

لکھے ہے کاتب دوران سے منشی تقدیر　　سمجھ کے دفتر قسمت کیا کر اب تحریر
یہ روز و شب تو بنائیگا تا کجا اسطرح　　کہ جام مہر مین آتش دے مہ کو کاسۂ شیر
گمان و عہد نہ کر اب تو بحر دنیا سے　　گہر نکالے تو عریان حباب پہنے حریر
رہائی اسمین ہے تیری کہ کاغذ سابق　　درست کرلے عطارد کو کرکے اپنا مشیر
وہ سلطنت کہ نمونہ جسے خدائی کا　　کہین ہین شرق سے تا غرب ہر صغیر و کبیر
سنا نہین ہے کہ غازی دین عماد الملک　　جو میر بخشی تھا وانکا سواب ہوا ہے وزیر
اگر طلب کرے کاغذ وہ تجھسے اے نادان　　تو کر سکیگا پھر اُسوقت اُسکی کچھ تدبیر
دیا جواب یہ اُن نے کہ میرے کاغذ مین　　حضور اُسکی کسی وجہ کی جو ہو تقریر
یقین ہے خامۂ دست کرم سے اُسکے مجھے　　سواے عفو مرے حق مین کچھ نہو تحریر
مری خطا بھی ہے کچھ چیز اُسکے ہمت پاس　　ہر ایک لحظہ جو بخشا کرے ہی گنج خطیر
گہر فشان ہے سدا دست فیض کا اُسکے　　اگر گہر بار نہو جسکے ابر عشر عشیر

بلبل کے زمزمے کا چمن بیچ کیا مجال
پیدا کرے کلاغ بد آہنگ رنگ ڈھنگ

سمجھے ہے مرغ معنے عرش آشیان اوسے
رکھتا ہے باز کا جو مرے چنگ رنگ ڈھنگ

نقاش ہین تو وہ ہون سخن کا کہ سیکھتا
شاعر ہو مجھ سے مانی ارژنگ رنگ ڈھنگ

میرا وہ مرتبہ ہے کہ خلقت کے شعر کا
رکھتا ہے شاعری کا مرے ننگ رنگ ڈھنگ

جس گلزمین پہ ہے نہین تو اشعار کا مرے
پہونچے ہی دانے لاکھون ہی فرسنگ رنگ ڈھنگ

صلاح ہو نہ میری تو اورون کے شعر کا
جزدان سے نہ نکلے کسی ڈھنگ رنگ ڈھنگ

پیدا کیا ہے معنے نیرنگ خلق نے
کھا کھا میری ہی خامہ سے سرچنگ رنگ ڈھنگ

کردونہین اُس زبان کو روان جس زبان کا
مارا ہوا ازل سے ہو ادھرنگ رنگ ڈھنگ

لقمان شاعرون مین اگر ہو تو شعر کا
یان سیکھنے کا اُسکو ہو آہنگ رنگ ڈھنگ

فیضان نفس ناطقہ میرے سے دہر مین
مایا سخن نے جون گل ازرنگ رنگ ڈھنگ

جس جا کہ مین لغات فراہم کرون تو وان
ذرہ رکھے نہ صاحب فرہنگ رنگ ڈھنگ

آئینۂ سخن پہ معانی کے شکل کا
رکھتے ہین جنکے لفظ تہ زنگ رنگ ڈھنگ

زنہار اوس سے یہ نہ پھرین اسنے جسطرح
کہتے سخن کا دسوسۂ ننگ رنگ ڈھنگ

صنعت مین شعر کی غزل ہیچ بیت کا
کرتا ہے ان پہ قافیہ کو تنگ رنگ ڈھنگ

مجکو نہنگ بحر معانی سے کام ہے
سمجھے سخن کو کیا کوئی خرچنگ رنگ ڈھنگ

یعنی شجاع الدولہ بہادر کے فیض کا
پہونچا ہے جسکے لاکھون ہی فرسنگ رنگ ڈھنگ

کراس غزل کو غور کہ تیری جناب مین،
دادا اسکا چاہتا ہے بہرنگ رنگ ڈھنگ

غزل

دیکھا جو دیر و کعبۂ ہمنگ رنگ ڈھنگ
کچھ ایک سا رکھین ہین بہم سنگ رنگ ڈھنگ

کرنا پرستش اُنکی جو پاتا انھون کے بیچ
یار و وقار دلکے مین ہمنگ رنگ ڈھنگ

کیا تجھ لبون سے لعل کو نسبت کہ اُنکی طرح
پہونچا سکے ہے کوئی بہم سنگ رنگ ڈھنگ

ساقی نے بھر کے جام زمرد کو یہ کہا
ہم بادہ آہمین خوب ہے ہمنگ رنگ ڈھنگ

سودا مین کیا کہون در و دیوار باغ کا،
رکھتا ہے یار بن غم و ہم سنگ رنگ ڈھنگ

بس مجکو مغتنم ہے کہ میرے سخن کے بیچ
اتنا بھی دہر کا جو رکھے ڈھنگ رنگ ڈھنگ

جو کھینچے یاد مین تجھ خلق کے چمن نقاش
تو بو مشام مین عالم کے دے گل تصویر

نہیب قہر ترا ہو جو بحر و بر اوپر
جگر نہنگ کا ترے ہو آب زہرۂ شیر

وہ کنہ کونسی ہے پردۂ عدم کے بیچ
کہ تیرا مدرکہ اُسکا ہوا نہووے مشیر

مدبری کی تری کیا ثنا کرے کوئی
کہ جسکے حق مین یہ مطلع ہے مثل مہر منیر

مطلع

نہین ہے معجز عیسیٰ سے کم تری تدبیر
کیا ہے زندہ سر نو سے جن نے عالمگیر

رواج دین نبی کا یہ عہد مین تیرے
کہ شکل انس یہ عائد نہووے اب تکفیر

شکست دے ہے تو نکو جو سومنات کے بیچ
صدا نکلتی جرس سے ہے کیا ہے تکبیر

اگرچہ فتح دکن بیچ جاکے اکبر نے
کیا ہے بھاگ نگر اور قلعۂ آمیر

عزیمت اسم کو ترے اگر پڑھے کوئی
کرے وہ ہند مین بیٹھا ستاریکو تسخیر

جو تیری ذات سے ہر نیک و بد نے اپنا کام
کیا درست سواد سکو مین کیا کرون تقریر

کہ جیسے اہل مذاہب نے جلد قرآن سے
لکھی ہر ایک نے اپنے طریق پر تفسیر

غرض نہ خلق ہو دنیا مین آدمی تجھ سا
کرین جو خاک کو آدم کے لاکھ بار خمیر

پس اسطرح کے بشر کی کوئی ثنا مجھ سا
اگر کرے تو وہ ہوتا ہے واجب التعذیر

اگرچہ مین یہ قصیدہ کہا تو ہے لیکن
تری ثنا کی مصنف ہو یہ زبان تقصیر

کرے ہے عرض یہ سودا ہمیشہ عالم کا
رہے ہے تو کارکشا اے امیر بن امیر

گرہ جو کام مین اعدا کے تیری ہو اسمین
پڑے ہزار گرہ شکل دانۂ انجیر

قصیدہ در مدح نواب وزیر الممالک اشجع دوران

مینے دُرِ سخن کو دیا سنگ رنگ ڈھنگ
تھا ورنہ اس قلم مین کب اس رنگ رنگ ڈھنگ

میزان جہان ہو فہم کی وان کسکے حرف کا
پہونچے مرے سخن کے بیا سنگ رنگ ڈھنگ

تک دیکھون اپنے مصرع موزون کو مین بغور
تیغ سخن بھی رکھتی ہے کیا اتنگ رنگ ڈھنگ

کسکو ہے فن شعر مین مجھ ساتھ ہمسری
قطرہ نیا دے بیش لب گنگ رنگ ڈھنگ

نور خورشید ہو شب گھر سے فلک کے زائل
نورِ معنی سے مری بیت کے ہو دور زوال

جس زمین پر مین کرون بیٹھ کے مصرع موزون
وان بجز سرو ہے روئیدگی نخل محال

جو زباندان ہتتبع ہو زبان کا میری
بہرہ ہو نیکی نصیبی کو نہیں اُس سے مجال

خامہ کہتا ہے مرا ہے جو فصاحت اک چیز
سو زبان کی ہے مری خادمۂ بے زر و مال

یہ زبان مجھسے کی خامہ کو عطا کرنے سے
مین سمجھتا ہون جو منشی ازل کا ہے مآل

کہ زہے مدح مین ایسے کی جسے تا باد
پرورش کرنہین گذرے کہ وہ مہ کی سہ سال

یعنی نواب فلک رتبہ شجاع الدولہ
قائم اُسکا رہے تا حشر یونہی جاہ و جلال

مطلع تازہ کرا رے خامہ رقم اب ایسا
کہ یہ از مطلع انوار کیا جاے خیال

مطلع

بتمناے جبین بدر بھی ہوتا ہے ہلال
بسکہ یان سجدے کے مشتاق ہین اہلِ کمال

یہ وہ در ہے کہ جہان آکے بہم پہونچاوے
رتبۂ بال ہما ہر مگس بے پر و بال

آستان ہے یہ وہ عالم مین کہ جسکے در پر
جتنے ہین خاک نشین باغِ کرم کے ہین نہال

کرمِ انسان یہ جوہر ہے طبیعی تیرا
خواہ ہو نیک کوئی خواہ کوئی بد اعمال

کام کرنے کا اگر یہ تبغافل فرماے
سایہ تیرا اگر اوٹھے عوض یہ تجھسے سنبھال

جس جگہ تیری مروت کا زبان پر ہو ذکر
شعلہ وان خس کی اذیت کو سمجھتا ہے وبال

پوری کی ہے اُنھونکی جو ترے دامن تک
مادر گیتی کی بہیری سے پہونچے اطفال

مفلسی سے نہ مکدر کوئی خاطر پائی
آب زر سے جو دھوئی تو نے زبس گرد ملال

قول پر اونکے نہوتی تری ہمت جو دلیل
پوچھتا مین حکما سے ہے خلا کیونکہ محال

ہاتھ تیرے کا اگر عکس پڑے دریا پر
درِ مکنون سے ہو مشت صدف مالا مال

چاہیے ابر گہر بار پسارے دامن
پونچھ چہرے سے عرق جھٹکے جو تو انبار زلال

جس گھڑی دہر مین تیرا ہو کف جود بلند
اور اسوقت کوئی تجھسے کرے آکے سوال

جو یہ انبار طلا دست تلے سائل کے
کہ جسے پنجۂ خورشید کا پہونچے نہ خیال

نطق نے تیس حروفون سے ترے عہد کے بیچ
سین و راو و دال الف و لام کو ہے ڈالا نکال

تو وہ عادل ہے جہانمین کہ قلمرو مین ترے
چیونٹی دستِ تعدی سے نہووے پامال

تیری تو وہ زبان ہے کہ جسپر ہر آن نطق
جون گلستان رکھے ہے بہر رنگ رنگ ڈھنگ

مریخ تک ہے لیکے عطارد سے چرخ پر
سیف و قلم کا دیکھ ترے دنگ رنگ ڈھنگ

لیکر قلم جو ہاتھ کرے کوہ پر نگاہ
یاقوت کو تو بخشتے بہر سنگ رنگ ڈھنگ

جیتا کبھو عدو کے تئین تیرے سیف کا
جانے نہ دے ز دائرۂ جنگ رنگ ڈھنگ

اک پیل و اک نہنگ ہو اور دو ہون کر گدن
دیکھ اُسکی پھر برش کی بجور رنگ رنگ ڈھنگ

چنچل یہ بادپا ہے کہ جسکا طویلے بیچ
سیماب سا ہو کھینچیے مین تنگ رنگ ڈھنگ

جون حلقہ مہوشان کے بہر عارض بیچ زلف کا
کاوے مین یہ رکھے ہے وہ شبرنگ رنگ ڈھنگ

عاشق کا رنگ بولون کہ معشوق کی مزاج
جلدی کا اُسکے دیکھ کے ہون دنگ رنگ ڈھنگ

اسکی کمان کا وصف کرون کیا مین اب کہی
مشہور جسکا روم سے تا زنگ رنگ ڈھنگ

تیر اس سے یون چلے ہے کہ از جن سے کتنونکو
کردے ہے جسکے تو تڑکا جیت رنگ رنگ ڈھنگ

مطلع یہ جا حضور پڑھون گر دو قار کا
پیدا کرون مین کوہ کے ہمسنگ رنگ ڈھنگ

مطلع

دریائے فیض کا ہے ترے رنگ رنگ ڈھنگ
پاوین کہان ترا جمن و گنگ رنگ ڈھنگ

دامن کشادہ ابر گہر بار جب کرے
بخشش کا تیرے سکر دے اُسے تنگ رنگ ڈھنگ

یہ عدل ہے ترا کہ زمانے مین اب نہین
فریاد کا بجز جرس و زنگ رنگ ڈھنگ

قصیدہ در مدح نواب وزیر الممالک اشجع زمان شجاع الدولہ جلال الدین حیدر بہادر ہزبر جنگ

مرغ معنی کے اگر صید پر اپنا ہو خیال
عرش پرواز ہو تو کھل نہ سکین اُسکے بال

نہ بچے طائر مضمون نظر انداز مرا
فکر عالی کی ہے شاہین میری راہ نوال

آوے ہے شعر و سخن پر جو طبیعت میری
معنی پردے سے عدم کے کرے ہین استقبال

کچھ مجھے تازہ مضامین کی نہین سعی تلاش
پھرتے ہین ناطقہ میرکیے سدا وہ دنبال

شست و شو دون ہو نہین الفاظ کو جب لگ نسے
دُرد ہے آب گہر سامنے اُسکے وہ زلال

غرض انسان نہ کبھو ہووے بہم تجھ جیسا
آسمان گر کرے خلقت کو جہان کے غربال

کون ایسا ہے مین تشبیہ تجھے دون جس سے
توہی آئینۂ ہستی مین ہے اپنی تمثال

تو ہے جون مہر جہانتاب بذرات جہان
مہر کو ذرہ سے تشبیہ ہے تحمیق پہ دال

ختم کرتا ہے دعائیہ یہ سودا یہ کلام
دوست ہون شاد ترے اور رہون دشمن پامال

قصیدہ در مدح نواب وزیر الممالک شجاع الدولہ جلال الدین حیدر بہادر ہزبر جنگ

اشجار کا بستان جہان کے ہے عجب ڈھنگ
جلتا ہے چنار اُس سے رُخ گل پہ جو ہو رنگ

بیمہری مین سیار گلستان کے کہون کیا
پھل دیتے نہین جو نخل اُسے مارین ہین یہ سنگ

جلتا ہے انھین بخل و حسد اس سے ہی افزود
چشم انکی ہے جون غنچۂ دل انکے بھی کچھ تنگ

ہی خام طمع کو قدح چشم سے ان کے
بادیکی مروت کے طلب وسوسۂ ننگ

اظہار کرین کور سے دین چشم مین سرسر
وان اوٹھکے لگین دوڑنے بیٹھا ہو جہان لنگ

ابھرتے ہوئے اُنکے دل و دیدہ کے اطراف
نت مہر و وفا عار کرین شرم و حیا ننگ

مہمان سے گرفت اتنی ہو یہ ماحضر اوپر
دل مرغ کے سینے پہ گویا باز کا ہے چنگ

ہے لنے غلط چاہیے صہبائے ترحم
شیشے کا اُنھو نکے ہے ٹھکانا جگر سنگ

دنیا مین توقع نہین انسان کو کسو سے
چھٹ اُسکے وزیر اب ہے جسے ہند اور دکن

کیا منہ مرا اور کیا لب لہجہ ہے کہ ادا سکا
لون نام مفصل نہین آداب کا یہ ڈھنگ

اس بحر مین وہ نام بزرگ آوے سو کیونکر
چلو مین سمندر نہین آتا ہے کسی رنگ

ان بیتون کے ہر حرف سر مصرع نظر کر
جو اسم شریف اُسکے سمجھنے کا ہے آہنگ

شمہ جو بیان کیجئے انصاف کا اُسکے
جو خوبی ہے دنیا مین لگے اُسکے نہ پاسنگ

الطاف و کرم کا جو شمار اُسکے کرو نہین
عاری رہین امواج کو کنکر لب گنگ

انصاف یہ اب عہد مین اُسکے ہے کہ فریاد
لائے نہ لبون تک کوئی غیر از جرس و زنگ

دیکھا نہ یہ مین حوصلہ جز اُسکے بشر کا
وسعت بھی زمانیکی حضور اُسکے ہے کچھ تنگ

لعل اُسکے تئین بخشنے کنکرے مین گہر
ہمت کا جہان بیچ بھلا کسکی ہے یہ ڈھنگ

اسقدر سنگ نہ بوجھل ہو زمانیمین اگر | ارمغان حلم ترا بار نہ پہونچے بہ جبال
صولت و قہر کے آگے ترے یون دیو سیاہ | آنچ سے آگ کی جون تاب مین آجاوے بال
روز میدان قدم اپنا تو جہان گاڑے ہی | کوہ کا سینہ پھٹے دیکھ ترا استقلال
شرق سے غرب تلک رعب ترے نیزے کا | دھاک ہی تیغ جنوبی کی تری تا بہ شمال
اُسکی خونریزی سے یون فوج عدو گھونگھٹ کھالے | جون سہ نو سے محرم کے پلٹتا ہے سال
کافر حربی و موذی و منافق ملحد | ایک جو رنگ ہے چارونکا اسے استیصال
کیا بیان تجھسے کرون وصف سپر کا تیرے | سایۂ مہر نبوت ہے تری پیٹھ پہ ڈھال
شست اندازی سے تیرے ہو عدو کب جانبر | دائم انگشت قضا تیر کے تیرے ہے بحال
تیرے شبرنگ کے جلوے کے تئین جو دیکھے | سکے وہ اُسکو کنہیا زرہ حسن و جمال
پہونچے کب اسکے چلاوے کے تئین وہم و کمان | سالہا گر وہ کرین دوڑنے کا استعمال
دیکھے اُسیر جسنے تجھے وقت کمانداری کے | رہے حیران نشانیکی طرح چشم غزال
تیرے پیکر مین جو دیکھا ہی مین اُسکا تیہا | برق کے ابر ہوا مین نظر آئی تمثال
روز میدان وہ اگر فوج عدو پر کرلے | بدتر از ساعقہ لاوے صف اعدا پہ زوال
تیرے ہاتھی کا بیان تجھسے کرون نہین لیکن | چھوٹا منھ اور بڑی بات نہین اپنا قال
رفعت و شان بزرگی مین کہون کیا اُسکی | مرتفع جسکے سہ و مہر سے ہو دین گھنٹال
اسطرح مستک رنگین پہ ہے اُسکی کجباگ | جون فلک پر شفق شام مین نکلے ہی ہلال
جلوہ گہ مین شب دیجور مین گویا دو شمع | حسن کو دانتون کے اُسکے جو کیا مینے خیال
پائل اتنا وہ چلے ہے کہ اسے باور کر | بخشے دشمن کے تئین عمر ابد جسکی چال
باندھ دین پانؤن سے اُسکے جو عدو کو تیرے | پھر اجل چاہے کہ پہونچے اُسے ہے امر محال
اُسکی خوبی کا تو کیا ذکر ہے سبحان اللہ | وصف مین اُسکے رزائل کی زبان میری ہے لال
کوئی کہتا ہے سمیٹے کھڑی ہے آپ کو رات | کوئی بولے ہے نہین چہرے پہ ڈھکے ہی خال
فی الحقیقت وہ جو ہے ایک پون نام نساء | اکیٹھی کر اُسنے گرہ دے رکھے ہین اپنی بال
تالکی حق نے عطا کی تجھے ایسی جس سے | ہند کے تخت کو تا حشر رہے استقلال
تو ہے خورشید جہان تاب کی صورت اور وہ | بے تصنع بنظر برج حمل کی ہے مثال
خلق کو شادی نوروز سدا ہوتی ہے | دیکھ مسند پہ تجھے اوسمین بدوش اقبال

کتنے سخن واقعی مین عرض کیے ہین / خواہ انکو کہہ تجھے تو اب خواہ انھین سنگ
سودا نہ چل اب آگے کہ یہ جاے ادب ہے / کر قطع سخن کا تو دعائیہ یہ آہنگ
قبضے مین ترے قوت شمشیر سے تیرے / لے شام سے تا روم ہے روم سے تا زنگ
پرواز ہما جب ہو سوے اوج سعادت / شہباز کا طالع کی ترے اُسپہ رہے چنگ

در مدح نواب وزیر الممالک شجاع الدولہ بہادر ہزبر جنگ

خون مرے دلمین نہین تشنہ ہی گویا ترا ناز / شرم سے خوکی تری پہونچی ہے آتش بگداز
گردش دہران آنکھونکی بلا گردان ہے / بخت برگشتہ کا مژگان کے تصدق انداز
جنبش لب بسخن آبروے چشمۂ خضر / دم عیسیٰ کے لیے موج تبسم دمساز
ہے سر دہر مین تجھ زلف سے سودا کہ ہوا / پا بزنجیر اُسے سلسلۂ عمر دراز
نذر ہنگام ادا ایک جہان کا دل و دین / ناز کے وقت گریبان دو عالم بے نیاز
تیوری کی گانٹھ کا کب ہمسے کھلے ہی عقدہ / ہو دیگی کوئی گرہ زہر کی یان محرم راز
رخصت آفت نہو تقدیر سے جبتک تیری / گر نہ لے گوشۂ ابرو کے اشارے سے ساز
نگاہ نرگس نظر آوین گے آہو گہے ترک / انکھڑیان ہین تری ظالم کہ کوئی شعبدہ باز
کینہ جوئی کا تو کیا ذکر ہے سبحان اللہ / مہربانی کا ترے جور فلک پا انداز
تو جو کہتا ہے نہین دلکو ترے صبر و شکیب / اس سخن سے تو ہے انصاف رہِ دور و دراز
عہد مین حسن کے تیرے جو پیمبر ہو کوئی / معجزات اُسکے مین ہے صبر بڑا ہی اعجاز
کون وہ دن تھے کہ جب تب مری نظارے کو / تیرے آئین مین پریشان نظر کیا تھا جواز
سو وہ صحبت ہے یہ بالعکس کہ پیش آئی ہے تو / مجھسے ہر روز بہ ناز اور سے ہر شب بہ نیاز
نالہ و آہ سے میرے بجہان رات کو خواب / بسکہ ہے چشم خلائق سے رہِ دور و دراز
ایک طالع کی تو اپنے نہ کہون مین ورنہ / اُٹھکے جب دیکھیے تا دیدۂ مہتاب ہی باز
امتحان میری وفا تا بہ کجا کیجیے گا / صف عشاق مین سب جانتے ہین امتیاز
یون خم تیغ جفا سے ہون ترے سر بسجود / آگے محراب کے جسطرح سے ہو پیش نماز
کوئی سنتا نہین فریاد کو میری ورنہ / آہ کی طرح مین ہو جاؤن سراپا آواز

بازو کا اُسکے زورشہ ہند کا کہیے
ہیبت بجہان اُسکے ہر صاحب اورنگ

آمد کی خبر اُسکی جو ہو وے طرف روم
دہشت سے لرزتی ہی رہے مملکت زنگ

روجب کرے میدان مین تو کیا تاب کہ اعدا
دکھلائین نہ پشت اپنی وہ در معرکۂ جنگ

لکھ وصف شجاعت مین قلم مطلع ثانی
دل مدح سے غائب کے مرا ہے بہت تنگ

مطلع ثانی

رستم کو خبر ہو کہ ترا ادس پہ ہے آہنگ
جیوے بھی جو یہ سنکے تو کھایا نہ لگے انگ

بل جیو مٹی کا یاد دے تو کرے چھپنے کا وان قصد
بہمن پہ تجھے دیکھ کے عرصہ ہو نپٹ تنگ

طائر کے جو تو صید پہ لے تیر و کمان ہاتھ
ارجن کے وہین چہرے سے پرواز کرے رنگ

حربے سے یہ دہشت پڑے سادنت کو دلمین
بچ جاے اگر جان سے کھاکر ترا سر چنگ

ہاتھ اُسکے مین دیکر کبھو شمشیر برہنہ
اک آئنہ دکھلاؤ تو بھاگے وہ دو فرسنگ

جار آئنہ گردون ہو اگر تن پہ عدو کے
آگے تری شمشیر کے ہے بھیڑ کا جو رنگ

عرصہ ترے گھوڑے کے جو سرپٹ کا ہے ائمین
پاے فرس باد سحر کرنے لگے لنگ

کچھ برق سی تڑپے ہے سدا ابر سیہ مین
تیہا جو کہون سو نہین رکھتا ہے وہ شبرنگ

جسوقت تبرزین کو رکھ ٹیکے مین اپنے
اُس رخش فلک سیر کا تو آنکے لے تنگ

آہن کا کہین گڈھ ہو تو دروازون پہ اُسکے
قالب ہتی سنتے ہی کرین جتنے ہون سرہنگ

ہموزن ترے علم کا ہے وقر ہی تیرا
کہسار تو دو دلون مین نہین ایک کی ہمسنگ

خاطر یہ خلائق کی ہے تجھکو کہ سوے باغ
بے رخصت بلبل نکرے سیر کا آہنگ

دل تجھسے ہو میلا کسی طوطی کا یہ کیا دخل
آئینہ تلک عہد مین تیرے نہ لگے زنگ

کھینچا ہے زبس سر بفلک عدل نے تیرے
میزان کی طرف دیکھ کہ ذرہ نہین پاسنگ

آتش رہے یون آب مین انصاف سے تیرے
آئینے مین جس شکل ہو عکس رخ گلرنگ

تجھ چشم کا ہے نرگس شہلا چمنستان،
پاتا ہون مروت کے تئین اُنین بصد رنگ

دل بھر نہ گیا شیوۂ احسان سے تیرے
خالی ہو کوئی دُرعدن سے جمن و گنگ

بس جو کوئی تجھسا ہو ثنا اُسکی ہو مجھسے
ہرگز نہ اسے مانو کب مجھ مین ہین یہ ڈھنگ

جس مرتبہ مین تجکو سمجھتا ہون ممدوح
یہ مدح تو وان عار ہے مداح سو ہے ننگ

زیر ران ہے وہ ترے رخش طرحی گردن | شور قلقل سے بہ از شیشہ کے جسکی آواز
جلد پر اسکی صفا سے ہے یہ کچھ کیفیت | دیکھکر جسکے تئین جھک رہے ہے صد آئنہ ساز
بوی خوش باد سحر یال سے اُسکے تحفہ | لیکے جاتی ہے سوے زلف بتان بہر نیاز
گوش سے تابدم اُسکے ہین گل خوبی سے | صد چمن جسکے طویلے کا نہو یا انداز
اچپلاہٹ سے تو پڑتی ہین یہ اوگلی آنکھین | رشک سے دل ہو جسے دیکھ چکاریکا گداز
پور یہ اوسکی بہ از غنچۂ سوسن کہ جسے | کسی گلرو کا لگے کب دہن خندہ طراز
مولد اوسکا ہے مگر نجد کہ رکھتا وہ ہے | تیہے مین غمزۂ خوبان عرب کا انداز
اُس سبکرو کو جو پھینکے تو روے دریا پر | ٹوٹے ہرگز نہ حباب اُسکے بزیر تگ و تاز
خندق و قلعہ نہو اوسکے ڈپٹ کے حائل | جون ہوا اُسکو مساوی ہے نشیب اور فراز
کڑک اُسکی مین کہون کیا ہے جو کچھ سرپٹ مین | باج وہ جسکے تئین صاعقہ کی ہے آواز
اوڑکے رہجاے جہان اسکے تگاپو کی گرد | طائر وہم کو پہونچا ے نہ وان تک پرواز
کیا کرون وصف ترے نیل فلک پیکر کا | تا بلند اپنی زبانسے نہ سخن ہو آغاز
یون مہاوت کی ہے اس سنگ نگین پہ چمک | ماہ نو جون شفق شام مین ہو جلوہ طراز
حسن مین سیاہ قلم کی ہے وہ تصویر اُس سے | خامۂ صنعت حق کی نظر آوے پرداز
اسطرح دانتون مین خرطوم ہے اُسکے جیسے | موسم دے کے ہون کوتاہ دن اور رات دراز
پاپل ایسا کہ عجب کیا ہے بوقت رفتار | سایا اپنے کو رکھے ہمرہی اپنے سے باز
بے تکان پیرے ہے دریا مین وہ اِس صورت سے | رشک کھاتے ہین جسے دیکھ سواران حجاز
اسقدر ہے وہ دلاور کہ بروز ہیجا | استقامت کرے اُسکی جگر کوہ گداز
لاکھ گر توپ دغے اوسکے محاذی تو وہ | سمجھے پشہ کی طنین اُنکی دغا مین آواز
غرض اس نظم سے تو یہ نہ سمجھیو ممدوح | کہ طمع پر ترے مداح کی ہو عرض نیاز
خلعت و اسپ گھر تیرے نہ آگے کچھ چیز | نہ وہ مین اسلیے تجھ پاس کرون ہوے راز
ہے تصدق جو مقرر میری خاطر اوسمین | نمکین شیرین کو ہے ذائقہ سے میری ساز
بہر پوشش مجھے ملتا ہے وہ جامہ جسکا | دامن آلودہ گی گو حرص سے رہتا ہے باز
مجھکو کچھ کام نہین تو نہ مجھے جو چاہے سو رکھ | مین ہون بندہ ترا اور تو ہے مرا بندہ نواز
مطلب اس سے یہ جو سودا ہے ترا پیر غلام | اور کیا ہو سکے جز یہ کہ دعا بعد نماز

دل کی گو کہہ نہین سکتا مین در اندازون سے | کس لیے مین کہون کچھ تجھسے کہے کچھ غماز
مال و زر تھا سو دیا عشق مین تیرے برباد | نقد جان پر نہین راضی جو کرون اسکو نیاز
کسطرح سے یہ ستم چاہیگا انصاف اُسکا | استخوان کو ہو مرے جور ترا توتیا ساز
دہر مین دادرس خلق ہوا اب جسکی جناب | اور ابنائے جہان مین ہے سبھون سے ممتاز
یعنی موسوم بہ نواب شجاع الدولہ | ذات سے جسکے زمانیکو ہے فخر یہ و ناز
کیا بیان اسکی عدالت کا زبان پہر لاؤن | سحر ہی صولت عدل اُسکے تئین کر اعجاز
باز و کنجشک کی کھینچے جو مصور تصویر | رعب کنجشک سے پرواز کرے صورت باز
پیش خس تاب نہ آتش کو بجز خاموشی | نہ یہ طاقت کہ زبان اپنی کرے شعلہ دراز
عدل جسکا یہ ہو لازم ہے کہ اب اسکے حضور | جاؤن اس مطلع ثانی کے مین کرنے کو نیاز

مطلع ثانی

دُر نہو قطرے سے اے بحر سخا کے ممتاز | گر ترا دست کرم ابر سے ہووے ناساز
ہمت عام نے تیری یہ جہان ابنا کو | ہاتھ پھیلانے سے باہم کے رکھا یا تنگ باز
سیر چشمی ہوا اب اتنی کہ کسی باغ کے بیچ | شاخ مانا نہ بڑے نخل کے با دست دراز
یہ مسلم ہے کہ دمسے یہ کہ آفاق کے بیچ | زندگی بخش مسیحا کا ہے لاشک اعجاز
لیکن انجام کو پہونچائے ہے تو کار شفا | مفلسی کی جو مرض کا ہو کسیکو آغاز
عہد مین اپنے شجاعون کے وہ اشجع ہو تو | کہ تہور کو ہے تجھ دل کے شجاعت پرناز
نعرۂ قہر کو تیرے جو سنے رد مین تن | استخوان اُنکی طرح شمع کی ہو جائین گداز
شعلہ پیرادہ تری تیغ ہے جسکی ہیبت | کوہ کی تیغ ملک رکھتے ہین جلنے سے باز
لاکھ پانی سے بجھائے ہو وہ آتش لیکن | شعلۂ برق سے اب تک ہی زبان اُنکی دراز
اطلس ہفت فلک ہو جو عدو کی جلتہ | کٹے اسطرح وہ اس سے کہ چھیلے جون پیاز
کام صحت سے نہین اُسکے جراحت کو مگر | عیسی کارد بہ بہی لادے تو لاوے اعجاز
ورنہ جراح کی کب بخیہ و مرہم کے ساتھ | ناخن شیر اجل کی ہو نہ ٹہے کو ساز
حکم انداز ہے وہ تو کہ کمان کا قبضہ | ہاتھ اپنے مین کیا جسگھڑی جون چنگل باز
چشم نے دہر کے دیکھا نہ ہوا مین ہرگز | طائر روح سوا مرغ کو کرتے پرواز

در مدح نواب وزیر الممالک جلال الدین حیدر شجاع الدولہ بہادر ساختہ بر جنگ در فتح کردن بحافظ رحمت خان

آیا عمل مین تیغ سے تیرے وہ کارزار
دیکھا جسے نہ ترک فلک نے بروزگار

بے سر ہوئے ہین آج یہ سرکش کہ گر نہال
خاک انکی پر ہو تو نہ ثمر لادے شاخسار

سر جنگ اسطرح کی نہ کھائے گا تابہ حشر
مدفون ہون جس زمین یہ تو وان اُٹھکے غبار

آتش غضب کی تو نے یہ اُنکی فسردہ کی
تن مین نہین ہی قطرۂ خون صورت شرار

نام اسکا تیری تیغ نے معدوم یہ کیا
نہ عف کرے ہو سکے ہی نہ قان نزاع کو ہار

اک خم تھا دل اُنھونکا بر از بادۂ غرور
تین اُسمین کر دیا نمک تیغ آبدار

تھا عزم یہ ہر ایک کا گا دینگے بیٹھ ہم
تا نون کو کھینچ کھینچ کے قلقاری مار مار

آئے تھے وہ چنانچہ اسیطرح روز جنگ
پایا تھا جون دلو نمین خیال اُنکے نے قرار

گاتے بجاتے ناچتے اور کودتے ہوئے
سائے مین جھنڈیون کے صفین باندھ بیشمار

وہ جھنڈیان نظر پڑین اکدم مین اسطرح
گاذر بچھا دین پارچہ جون نہر کے کنار

برحق بجانب انکے ہی تھا کچھ اس امر مین
تیرے دلاورونکا نہ دیکھا تھا کارزار

جو غول تیرے سامنے آیا تو سمجھے یہ
اک کھیت روبرو ہے ہمارے پراز جوار

جیسی ہی اُس گروہ نے پی تھی شراب کبر
کھینچا ہے اُسکے نشہ نے ویسا ہی کچھ خمار

اسباب پر حریف کے آپسمین لگتے داؤن
لشکر مین اپنے بیٹھ کے جب کھیلتے قمار

حق ناشناس قوم یہ تھی غرہ اسقدر
غارت پہ ہر نبرد کے لیتے تھے سب اُدھار

لیکن خدا کے فضل سے یان ناگرفتہ قرض
جو لائے تھے سو دے گئے رکھا نہ ایک تار

شمشیر و دست و بازو کے ہین یہ بہت بلی
اپنا تو حرف حق سے گذرنا نہین شعار

پر وہ جو ہین غلام غلام اس جناب کے
آگے قدم اُنھون کے نہین اُنکا استوار

جرأت مین اُنکے حرف نہین پر یہ کیا کرین
صحبت نہ ولساونکی تہور نے کی برار

تیرے اعدا رہین نظر مین زمانیکے ذلیل
حق دو عالم مین رکھے تجکو سدا با اعزاز

ایضاً قصیدہ در تعریف تیر و کمان و صفائی شست و اصابہ تیر بہدف نواب وزیر الممالک

احکام پر ترے نہ کرے کیونکہ کام تیر
ہے یان کمان حلقہ بگوش و غلام تیر

اتنا ہی چست بیٹھے ہے جتنی کمان ہو سست
خوبی کا حق کرے ہی ادا یان تمام تیر

قربان چاہیے لب معشوق اوسپہ ہو
اس نہج سے تجھ کمانکا پڑے ہے بے دام تیر

تو دے پہ تیرے ہاتھ سے بولے تبھی کہ جب
پہونچے ترے عدو کو اجل کا پیام تیر

پہونچا دے کسکے ہاتھ سے جز ہاتھ کے ترے
کار صفائی شست باین انصرام تیر

جون میل کھینچتا چلے سرمہ بچشم ور
ہے تیر کے سوا ترے ایسا کدام تیر

بلہ کرے کمان تری تیر جس جگہ
پہونچے نہ وان قیاس کا با صد مقام تیر

چشم قضا کا حلقہ ہے لاشک تری کمان
اس چشم کی نگہ کو کہے ہے عوام تیر

پھوٹے ہے تجھسے یہ کہ نکل کر کمان سے
جس جا زمین کے تودہ مین پاوے قیام تیر

کھودا کرے جو واہمہ خلق جس جگہ
نکلے تو نکلے صبح سے لے تا بہ شام تیر

ہمسر ہے کس کا تیر ترے تیر سے کہ یہ
انگشت ہے قضا کی کہین ہین نام تیر

جا تیری تیر خوردہ کی ہے اسلیئے سقر
حربے ہین تیرے جتنے ہین بانین الم تیر

بچتے بچھڑکے صید چھپے گر پہاڑ مین
تو چھانکر پہاڑ کو کر دے تو دام تیر

لیکر کمان کرے جو تو عزم شکار مرغ
ہرگز رکھے ہوا مین نہ طائر کا نام تیر

اڑتے کہین نہ دیکھ سکے ملک ہند کے
جز اپنے اک پرند کو تا روم و شام تیر

سودا کی یہ دعا ہے کہ تیرے مراد کا،
بیٹھا کرے نشانے پہ یارب مدام تیر

حافظ کی لاش ہمسے نہ اٹھی تو نزد فہم
جاگہ نہین ہے طعن و تعرض کی ہمیہ یار

لازم نہ تھا اسے کہ ہو ایسے کے سامنے
ہمت مین اور کرم مین جو ہے طاق روزگار

لے زر سے تا جواہر و از اسپ تا بہ فیل
جسکے ہم آگے نہ رکھے کچھ اعتبار

نہ رتبہ زر کو ہے نہ جواہر کو منزلت
نے قدر اسپ کی ہے نہ کچھ فیل کا وقار

خلعت کسیکو اسپ کسیکو کسیکو فیل
بخشے کسیکو لاکھ کسیکو دیے ہزار

حافظ یہ چاہے عہدہ سے اسکے برآوین
پیادے کو دیکے تین روپے نو روپے سوار

کیا کیا کرون مین اسکی شجاعت کا بیان
ہمت کا اسکے کیا کرون اظہار بار بار

حافظ نے سر دیا نہ دیا زر ہوئی ہے یہ
تاریخ اسکے فوت کی کرکے عدد شمار

تاریخ فتح عرض کی سودا نے یون کہ ہو
یہ فتح نو مبارک نواب نامدار

قصیدہ در مدح نواب وزیر الممالک آصف الدولہ یحیی خان بہادر رستم جنگ

گر فلک اب یہ مہربان ہووے
جون تگرگ ابر دُر فشان ہووے

دخل کیا ہے کہ اسکے جینے کا
کسی انسان پر گمان ہووے

خلق کو اسقدر ہے استغنا
نہین ممکن کہ وہ بیان ہووے

رہرو آگے اگر پڑا ہو گہر
دور ٹھوکر سے کروان ہووے

کبھو دیکھا نہ یون کہ زر بے قدر
اسقدر زیر آسمان ہووے

رہ نوردون کی نظرون مین اکسیر
بدتر از گرد کاروان ہووے

در گنجینہ پر نہین اب رسم
کنجی اور قفل پاسبان ہووے

متمول یہ خلق ہے جسکی
قاصر اب کہنے مین زبان ہووے

جو گدا روز و شب کہ سائل تھا
چاہیے رشک خسروان ہووے

در و دروازہ یون ہے اب کسکا
کہ نہ دان بیل و بیلبان ہووے

کون ہے جسکے تازی دیکھی
نہ پھڑکتا بزیر ران ہووے

اونہین سے اس غلام کے تھے اکثر آشنا
یک قوم و یک برادری و یک گروہ کے
حافظ کی لاش ڈال گئے معرکہ مین تم
اونہین سے ایک نے بدم سرد یہ کہا
لیکن جو کچھ کہ واقعی دیکھا سو ہم کہین
تھی سامنے ہمارے جو فوج ہراول
سنتے ہین اب ہر ایک سے اوس فوج کی بہی
محبوب اور بسنت و لطافت تھی یکطرف
لیکن اونھونکو آدمی کہیے کہ دیو دو
ادہر سے بان و رہکلہ و توپ متصل
بڑھ بڑھ کے آخرش وہ لگے توپین داغنے
لیکن مین تجھسے کیا کہون اے یار اسگھڑی
تھی کرتیان تلنگون کی مانند لالہ زار
توپین جو داغتے تھے فتیلو سے آن آن
گجنال مثل رعد کے کڑکے تھی دمبدم
بارود و گولہ توپ مین تھا یا وہ باد تھی
فرصت کسو نے اتنی نپائی کہ وہ کرے
ہر ایک جا یہی نظر آیا ہر ایک کو
اوڑتے تھے یون پیادہ کہ تو دیکھو روئی کے
تھے ہاتھیو پہ بیٹھے جو حافظ کے ہمنشین
وہ بھاگے اسطرح کہ یہ کہتی تھی انکو خلق
نے لڑنیکے حواس تھے نے بھاگنے کا ہوش
باد رہی کیجو اسکو تو اے یار اوسگھڑی
جیدھر کو اوسکا منہ اوٹھا اودھر کو وہ چلا
ہو یہ غضب تو لاش کی حافظ کے ذکر گیا

مینے کہا اونھون سے کہ تم جیسے جانگسار
ہو سامنے حریف کے بیحد و بیشمار
فتح و شکست مردون کو ہے پر یہ اضطرار
خواہش خدا کی یون تھی نہ تھا اپنا اختیار
آوے نہ تجھے سخن کا ہمارے گر اعتبار
ہونگے وہ دس ہزار تلک پیادہ و سوار
سرکردہ تھی سمیت فرنگی کے پانچ چار
یکسو تھا میر سید علی مستعد کار
اونکا قدم وغا مین یہ پایا ہم استوار
پڑتی تھی پر وہ بڑھتے ہی آتے تھے سرگذار
اس بلے پہ جہان سے جبرا اوڑکے ہووے مار
دکھلائی تھی اجل نے عجب طرح کی بہار
تھا دود توپ ابر سیاہ تگرگ بار
رنجک مثال برق چمکتی تھی باربار
آواز شترنال تھی طاؤس کی جھنکار
جن تھے کہ قوم عاد اوڑائی تھی جون غبار
بندوق و تیر و تیغ سے جا اونہین کارزار
گھوڑا ادھر جو تڑپے ہے اودھر پڑا سوار
نداف کا کمانچہ جون دے ہے انتشار
ساتھ اوسکے ہم پیالہ و باہم نوالہ خوار
بھاگا وہ دیکھو جائے ہے میدان سے کوہسار
نے سوچ مرنیکا ہے نہ جینے کا کچھ بچار
آیا جو کچھ عمل مین نہ تھا اوسمین اختیار
سوجھے بغیر یہ کہ فلان جا کرون قرار
بیٹا سسکتے چھوڑ گیا باپ نے فرار

زیر ران دیکھکر تڑپ اوسکی
خلق کا اوسپہ یون گمان ہووے

کیا عجب ہے کہ برق کا شعلہ
اسکے تیہے کے درمیان ہووے

صرصر اُسکے قدم کو پھر نہ لگے
تک کشاد اوسکی گر عنان ہووے

جہد کرنے کا دل مین ہو جو خیال
مجھ سے آگے تو کیا بیان ہووے

اُس جگہ تک جہان مین جسکا بعد
دور از وہم انس و جان ہووے

لاکھ بار ایک پل کے عرصے مین
پہونچے جسجا سے پھر یہ وان ہووے

فوج کا تیرے کر سکے نہ شمار
گو عطارد حساب دان ہووے

کثرت اُسکی ہے جب تو ہووے سوار
بسکہ پر گرد آسمان ہووے

آنکھیں مل مل یہ مہر ہووے بے نور
جیسے شیشہ بتابدان ہووے

دود ہو یہ بلند توپون کا
آتش انگیز جب دہان ہووے

سقف حمام جس طرح ٹپکے
قطرہ زن چشم اختران ہووے

اُنکی آواز سے بدشت و کوہ
زلزلہ یہ جہان تہان ہووے

بکفِ دست جسطرح سیماب
حالت کوہ یون عیان ہووے

دی ہے جو حق نے تجکو حشمت و جاہ
فہم دان تک رسا کہان ہووے

تیرے خیمے کی ایک ہو جو طناب
نصف اُسکی نہ کہکشان ہووے

بچھی اس بارگہ مین جب مسند
رشک صد تخت خسروان ہووے

قالین اُسکے ہر ایک پا انداز
بہتر از باغ و بوستان ہووے

دیکھیے تب سمجھے کہ تو جس دم
بیٹھکر اُسپہ حکمران ہووے

اور سرکردہ جتنے ہین اونین
کوئی نواب کوئی خان ہووے

دست بستہ مطیع فرمان کا
روبرو زیر سائبان ہووے

تجھسا آفاق مین ہو جب ممدوح
اور سودا سا مدح خوان ہووے

نہین شایان کہ عرض مطلب کی
اسکی ہر بار بر زبان ہووے

اب دعا مین کرون ہون سنکے جسے
آمین آمین بحاضران ہووے

شادی و عیش خرمی ہر روز
آکے تجھ دل سے توامان ہووے

نہین بر مین کسیکے اب وہ لباس | کہ نہ قیمت مین جو گران ہووے
نہ کوئی باندھے جب تلک ہتیار | نہ طلایا نہ تہ نشان ہووے
خوان نعمت نہین ہے ایک کا یون | جس پہ تا سو نہ میہمان ہووے
عیش و عشرت سے ہے سدا دمساز | پیر ہو کوئی یا جوان ہووے
ہے جو کچھ جس کنے ہے اسکی عطا | آصف الدولہ اور جہان ہووے
دیکھکر جسکو خلق بولے ہے | تو ہوا اور عمر جاودان ہووے
پرورش کسکو یون ضعیفون کی | تجھ سوا زیر آسمان ہووے
در دولت سرا تلک تیرے | پہونچے پشہ تو پہلوان ہووے
کم بغل جو نظر پڑی تیری | وہ بذیل تونگران ہووے
ہے خلا تو محال ہے یہ سخن | حکما کا غلط گمان ہووے
سب جگہ ہے ملا مگر خالی | تیری بخشش سے بحر و کان ہووے
کین سے گردون کے عمر بھر ہے دو | جس پہ یکدم تو مہربان ہووے
چیز بے قدر کو جو دے تو قدر | قدر دانون مین ارمغان ہووے
کیا عجب ہے تری مروت کا | جس جگہ ذکر اور بیان ہووے
لعل و یاقوت کی طرح اس جا | آب و آتش کے تن مین جان ہووے
دہر مین حسن خلق سے تیرے | خلق رطب اللسان جہان ہووے
ہووے مذکور خلق کے فی الفور | دہن خلق عطر دان ہووے
جا سے بیجا تیرے قلمرو مین | کب توانا سے ناتوان ہووے
ذرۂ خاک کی حفاظت کون | باد تند آکے پاسبان ہووے
سنگ اس عہد مین ہو وان پانی | شیشہ گر کی جہان دکان ہووے
آگے تجھ تیغ کے عدو کا اگر | دل پہاڑ آہن استخوان ہووے
کاٹ اوسکا سپہ گری اسکی | روز میدان سب امتحان ہووے
کوئی اسکا نہین جو رونے کو | دیدۂ زخم خون چکان ہووے
تیر تیرا نگاہ چشم قضا | اسکو دیدار دشمنان ہووے
بادشاہا ترا تعالے اللہ | جلوہ گر آکے وہ جہان ہووے

دیکھ او سپر نجھے یہ بولی خلق / ہے تجلی حق بکوہ طور

فتنۂ دہر مین سنق سے ترے / کون ہو دے ممد کیا معتدور

خس و آتش ہو جس جگہ وان سے / راہ چپ کر دہ جاے با دسحور

ٹانک دے عدل دیدۂ شاہین / بھر نظر دیکھے گر سوے عصفور

گر ہو آتش پہ تجھ غضب کی نگاہ / ہو حرارت کا اوسمین بھی یہ دفور

زندگی کے لیے سمندر بھی / چاہیے سکن بر معدن کافور

تیری فیض نگاہ کو پرکاہ / ہو پہنچ کر چاہیے نہو مغرور

کوہ ہو جاوے شکل شیشہ کے / گر کے نظرون سے تیری چکنا چور

تو وہ دریاے فیض ہے جس سے / واہمہ کر سکے کبھو نہ عبور

تیری بخشش ہے یہ کہ گوہر سے / جون صدف مشت خلق ہی معمور

مطلب اس نظم سے ترے آگے / کچھ خوشامد نہ مجھے نہین منظور

بسکہ ہے لائق ثنا یہ جناب / مدح کرنی ہوئی نہ مجھے بھی ضرور

میری ہی اعتقاد ہے یہ مدح / ورنہ رتبہ ترا ہے اتنا دور

کہ جو چاہے خیال وان جلئے / پہونچنے کا اُسے کہان مقدور

کہکشان خامہ آسمان کاغذ / ہو مرکب اگر شب دیجور

اتنے سامان پہ تیرے سب انصاف / آوین تحریر مین یہ کیا مقدور

ختم سودا کرے سخن بدعا / آمین سب بولین بندگان حضور

فضل سے حق کے تو بہ حشمت و جاہ / رہے تا حشر خرم و مسرور

قصیدہ در مدح نواب وزیر الممالک آصف الدولہ بہادر رستم جنگ

سودا یہ جب جنون نے کیا خواب و خور حرام / لائے گر اُس طبیب کے ہے عقل جسکا نام

احوال اوسکا دیکھ کے کہنے لگا طبیب / اب فصد و مسہل اسکے لیے ہے مفید تام

قصیدہ در مدح نواب وزیر الممالک آصف الدولہ بہادر رستم جنگ

کیا قلم کو رقم سے ہے منظور　　کہ صریر اوسکے سے ہے دل کو سرور
نور صبح بہار کاغذ پر　　خط خط گلعذار کا دستور
زلف خوبان چین سے خوبی مین　　کھینچے ہر سطر جسکی آپ کو دور
ہے تبسم قلم کے منھ پر شق　　قلم اتنی رقم سے ہے مسرور
خامہ بیش از گیاہ کیا ہے جسے　　ہو رقم سے یہ خوشدلی کا وفور
مگر اس امر پیچ کرتا ہے　　اُس طرف انتقال ذہن و شعور
کہ لکھا چاہتا ہے اسکی مدح　　خلق مین جسکے خلق ہے مشہور
یعنے نواب آصف الدولہ　　ہو سلیمان پہونچکے جس تک مور
ہے توان بخش ناتوان کا وہ　　شاہد اسکا ہے شفق جمہور
لیگیا پیل پیل کو پشتہ　　اُسکے آگے کیا جو باہم زور
شعلہ پیدا ہو جسدم اُسکی تیغ　　ہووے خاک سیہ عدم مین فتور
اسکی بُرِش کا وصف کیا مین کرون　　سخت اور نرم پر باین دستور
سخت پہ جیسے تار صابن مین　　نرم پر جون ہوا مین بال طیور
یاد مین اُسکے باندھیے جو کمر　　رن سے پھریے مظفر و منصور
مدح غائب سے دل ہے اپنا تنگ　　ہو تک اے خامہ باریاب حضور
وہ جو تیری کمان کی سیر ہے　　کسکو اُسکے اٹھانے کا مقدور
وصف شوخی مین باد پاکی ترے　　کرتی ہے اب زبان برق تصور
ہے فرس کسکے زیر ران ایسا　　جسکے جلوے کا ہووے یہ مذکور
کرے پل مین تمام روے زمین　　سینۂ باز نقش لعل ستور
اگر ایسی ہی تیرے ہاتھی کے　　جسکا پروردہ نمک ہے غرور

پہونچا نہ اسکا سایہ بھی اُسکے قدم تلک ॥ تا اُسکی تو نے ردین عنان کو لیا نہ تھام

اعداے بدخصال کی تنبیہ کے لیے ॥ اس برق وش کی پشت پہ تیرا ہو جب قیام

ہو طرفہ کنان تیرا اقبال پیش پیش ॥ نصرت کرے جلو تری اور فتح اہتمام

کچھ کم نہین جہان مین سلیمان سے ترا جاہ ॥ گو السنہ پہ **آصف دولہ** ہے تیرا نام

تو وہ وزیر ہند کہ حیران ہو رہین ॥ شاہان عصر دیکھ کے تیرا یہ احتشام

مطبخ کا ایک خرچ ترے گر بیان کرون ॥ اس ذکر کو کفاف نہو صد زبان بکام

فیض اُسکا اسقدر ہے جو اُسکے ہین ریزہ چین ॥ خوان کرم پہ اپنے وہ دے ہین صلاے عام

رتبہ ترا ہے وہ جو کرے قصد ادھر کو وہم ॥ پہونچے نہ ماندگی سے بیک کوچ دو مقام

ذرہ کرے ہے خاک کا اُسکی فلک پہ ناز ॥ جس گلزمین پہ سیر مین کرتا ہے تو خرام

تجھسے کی کوئی مدح و ثنا مجھسے ہو سکے ॥ مین کیا ہون کیا زبان مری اور کیا مرا کلام

اس نظم سے غرض ہے مجھے عرض مدعا ॥ مقصد مرا قلیل ہے پہونچے بانصرام

اپنی تری جناب مین اتنی ہی عرض ہے ॥ کس کسکا ملتجی ہون کہا کر ترا اعلام

انصاف ہے کہ ہو وہ عطا اس جناب کی ॥ اور انکی مین سماجت و منت کرون مدام

دیہات جو ہین مصرف مطبخ کے اسمین سے ॥ اس نقدی کے عوض ہو مجھے صحنک طعام

اے گنج بخش خلق مرا ہے جو مدعا ॥ کرنا روا حضور ترے کسقدر ہے کام

سودا بس اب خموش کہ جاے دعا ہے یہ ॥ اس نظم کا تو کر بدعائیہ اختتام

تابندہ جب تلک بفلک ہو دین مہر و ماہ ॥ تا جلوہ گر رہین بجہان صبح اور شام

دنیا ہو اور تو ہو الٰہی بخرمی ॥ تیرے نصیب جام مے عیش ہو مدام

در مدح نواب وزیر الممالک آصف الدولہ بہادر رستم جنگ

تیرے سایہ تلے ہے تو وہ ہنت ॥ پشہ کر جاے دیو دد سے لڑنت

نام سن پیل کوہ پیکر کے ॥ یہ چلین جو سے شیر ہو کرمنت

سحر صولت کے سامنے تیرے ॥ سامری بھول جاے اپنی طینت

تیری ہیبت سے نہ فلک کے تلے ॥ کانپتی ہے زمین کے بیچ گردنت

کہنے لگا سن اسکو وہ دیوانہ در جواب
مجھ مین لہو کہان یہ ترا ہے خیال خام

جو کچھ کہ میرے تن مین لہو تھا سو ابکی سال
عامل نے خیر آباد کے پی کر کیا تمام

مسہل طلب کرے ہے غذا کی زیادتی
مجکو سو ماہ عید بھی گذرا مہ صیام

کیا سود اس علاج سے کہہ اُسکے ماسوا
تا اپنی مین دوا کرون اب کرکے قرض دام

تب اُن نے یون کہا کہ بتاؤن نین وہ علاج
اس درد سے تو پاکے شفا ہو جو شاد کام

اُسکے حضور عرض یہ کر جسکے سایہ مین
مور ضعیف پیل سے لے اپنا انتقام

سنتے ہی یہ نوید قصیدہ برائے نذر
لیکر اب اس جناب مین حاضر ہوا غلام

اے وہ کہ تیرے عدل کی نسبت نجاشی عام
نوشیروان پہ عدل کا گویا ہے اتہام

دیتا ہے تیرے عصر مین اے عادل زمان
زخم جگر کو سودۂ الماس التیام

کیا کیا ہی خوبیون سے کیا حق نے تجکو خلق
ابنائے روزگار کے اے فخر و احترام

مذکور حلم کا مین کرون یا بیان خلق
یا مین تری شجاعت و ہمت سے اب کلام

تیرا ہی بار حلم ہے اے صاحب وقار
کشتی خاکدان کا جو پانی پہ ہے قیام

آوے نسیم اگر چمن خلق سے ترے
خوشبو جہانیونکا ابد تک رہے مشام

تجھ نعرۂ غضب کی یہ صولت ہی گر سنین
فیصل ہون بر و بحر کے باشندگان تمام

زہرہ ہو آب سینہ مین ہیبت سے شیر کا
تڑپے نہنگ پیاس سے ماہی ہو جون بدام

اشجع تو اسقدر ہے کہ میدان مین روز جنگ
کیا تاب رو برو ہون ترے رستم اور سام

قالب تہی کرین وہ قلم اوسکی دیکھکر
تصویر تیری تیغ کی کھینچے جو بے نیام

تیغ سخا بھی ایسی ہے جس سے بملک دل
پاتے ہین گرد غمون کی بیک ساعت انہدام

سائل کے گھر مین کب تری بخشش سما سکے
تا اُسکے گھر کا تا بفلک ہو نہ پشت بام

باغ جہان مین آج تو وہ نخل سبز ہے
پہونچی ہے جا بفصل ثمر تجھسے روم و شام

تیرا ہی اب بروی زمین اے فلک جناب
بے قفل و بے کلید در فیض ہے مدام

پیدا خواص سایہ مین اُسکے ہما کا ہو
تجھ مزرع کرم سے چنے دانہ گر حمام

مین رخش باد پا کی ترے شکل کیا کہون
بچا تو حور کا ہے ولیکن فرس بنام

اوٹھتے غبار سُم سے نہ دیکھا کہ جب عنان
اُچکے جو قاش زین سے زمین پر لگا نہ گام

در مدح نواب وزیر الممالک آصف الدولہ بہادر رستم جنگ

کیا تجھکو سجی مسند دیوان وزارت — مین شوکت شاہی کہون یا شان وزارت
اس مرتبہ کے چار تب اُنکو ہی پہنچی ہے — پشتین سے جو ہوتے ہین شایان وزارت
دادے سے ترے تجھ تئین تقدیر نے زنہار — توڑا نہین ما بین مین پیمان وزارت
شاہی پہ مدلل ہے جو منشی ازل نے — لکھا ہے ترے واسطے فرمان وزارت
یہ جاہ ہے تیری کہ سدا خسرو خاور — ہے دنگ ترا دیکھ کے سامان وزارت
ہمچشم عطارد کو نہ سمجھے کبھو اپنا — تیرا جو اٹھاتا ہو قلمدان وزارت
آصف ہے ترا نام سلیمان سے بڑی جاہ — بخشین ہین کروڑون ترے ارکان وزارت
دیکھین جو ترا خرچ سلاطین جہان کے — لکھین وزرا مین تجھے سلطان وزارت
سودا کی ترے حق مین دعا ہے یہ شب روز — اے باعث سرسبزی بستان وزارت
سر سے نہ خلائق کے جدا ہووے الٰہی — تا حشر ترا سایۂ دامان وزارت

در مبارکباد عید رمضان نواب وزیر الممالک آصف الدولہ

صباح عید ہے دل ہے خوشی سے مالامال — مے طرب سے ہین مست اپنے اپنے حال
جو کوئی خلقت انسان سے ہی زیر فلک — مصمم آجکے دن دلمین اُسکے ہے یہ خیال
کہ پہونچے اس در دولتسرا پہ لیکر نذر — جو تجھ جناب مین مقبول ہو خوشا احوال
کوئی تو سیم کوئی زر کوئی گہر کوئی لعل — ہر ایک ہے شرف اندوز یان بدین منوال
ہوا ہے بندہ بھی حاضر دُر سخن لیکر — پے حصول سعادت بدرگہ اقبال
اگرچہ تو ہے مسمی بہ آصف الدولہ — ترا فزود سلیمان سے بھی ہے جاہ و جلال
تری تجلی طالع ہے وہ کہ چرخ اوپر — غلام داعی ہے اختر کا تیرے بدر کمال

تکلے کی طرح بل نکل جاوے
تیرے آگے جو دو کرے اکڑنت

دیکھ میدان مین تجکو روز نبرد
منھ پہ راون کے پھول جاوے بسنت

ٹمک پا اگر سنے تیری
داب کر دم کھسک چلے ہنونت

آوے بالفرض سامنے تیرے
روز ہیجا کے سور یا ساونت

تن کا انکے زرہ مین ہو یون حال
مرغ ہی دام مین ہو جون پھڑکنت

شعلہ پیرا اگر ہو تیری تیغ
کاہ سے کوہ تک ہو سب بھسمنت

فرق پر جب عدو کے وہ بیٹھے
زہ فلک بولے اور ملک حسنت

گرے تجھ تیر کا جہان پیکان
قوت بازو سے ترے سرکنت

ہاتھ سوفار تک نہ پہونچے کبھو
کہے بھر عمر دان کوئی جگلفنت

زہرۂ برق آب ہو جاوے
تیرے توسن کی گرمئی کڑکنت

وہم آسا ہے اس پری وش کی
شرق سے تا بہ غرب یک ڈپٹنت

بیشۂ عدل مین ترے ہر موش
سامنے ببر کے رہے جودنت

کوئی کیسا ہی ہو قوی اُس سے
نہین دل کو ضعیف کے دبکنت

وہ بھی روباہ جسکو ہو خارشت
سمجھے ہے شیر کو ہے کیا پشمنت

حلم کا بار گر نہو تیرا
ارض شکل سما ہے نہ تھنبنت

دست زر بخش کا ترے خورشید
ڈھونڈھے بھر عمر تو نپاوے انت

آگے سائل کے تو کرے بزمین
اشرفی اور روپے کی یون بکھرنت

جلوہ نظرو نہین اسطرح وہ دے
جون فلک پر ہو تارونکی چھٹکنت

ختم سودا دعا پہ کرتا ہے
وصف کا تیرے کون پاوے انت

رہے نواب آصف الدولہ
دل سے تیرے خوشی کو نت لپٹنت

حال یون روسیہ عدو کا ہو
جاہ و دولت کی تیرے دیکھ بڑھنت

مہر کے جون حمل مین آنیسے،
شب کو آفاق مین لگے ہے گھٹنت

حق تعالیٰ نے دیا اپنے کرم سے اُسکے ۔ دست تدبیر مین دامان شفا مستحکم
دفتر عمر طبیعی مین بحالی کی سند ۔ ہے وہ نسخہ قلم اُسکی جسے کرتی ہے رقم
وصف مین اُسکی طبابت کی کسی شاعر کی ۔ فکر عالی سے ہوا مطلع تازہ یہ رقم

مطلع

نسخۂ میسر نہین نقش سے عالم کے کم ۔ گر مرض جن ہو تو اُسکا نہ کہین ٹھہرے قدم
یہ عجب کیا ہے جو احیا وہ کرے موتیٰ کو ۔ نامے مین اُسکے قلم کے ہے مسیحا کا دم
چلتی ہے عہد مین اُسکے رہ ہر شہر و دیار ۔ ہے جو مسدود جہانین تو رہ شہر عدم
گھر تک آتے کرے پیادہ خواص تریاق ۔ اُسکے کوچہ سے مرے باندھ جو لے آئے سم
بولین ہین جسکو کہ تشخیص دکھین ہین تدبیر ۔ دو کنیزین ہین گھر اُسکے مین بہ بیدام و درم
ہوش اس فن مین تو یہ ہے یہ حواس خمسہ ۔ ہین نصیبونکی علاج اپنے مین درہم برہم
عہد مین اُسکے ہے وہ خوان کرم پر جسکے ۔ ریزہ چین ہند مین ہے لاکھ طرح کا عالم
اسم پاک اُسکا ہے نواب شجاع الدولہ ۔ منبع جود و سخا یعنی وزیر اعظم

قصیدہ در مدح نواب سرفراز الدولہ حسن رضا خان بہادر

صباح عید ہے اور یہ سخن ہے شہرۂ عام ۔ حلال دختر رز بے نکاح اور روزہ حرام
پھرا ہے آج بمقصود بادہ خواران چرخ ۔ ہے اب بروی زمین دور دور ساقی و جام
بعیش گاہ جہان خوش ہو خرمی نے آج ۔ کئے بدل بمباحت مناہی کے احکام
معانقہ بجہان آج مے پرستون سے ۔ کرے ہے محتسب آکر بانبساط تمام
نشہ نے مے کے یہ سرخوش کیا کہ کاغذ باد ۔ خیال بادہ کشان مین ہے قاضی کا اعلام
سرور ہے یہ جہانین کہ شیخ و زاہد و رند ۔ بہ ترہات و ظرافت بہم کرین ہین کلام
وہ اُسکو غنچۂ گل سمجھے ہے جو زاہد کے ۔ دھرا ہو سامنے مینائے بادۂ گلفام
یون آج ہین بہم اطفال دبکے ہے ملا ۔ کہ جیون رعایا پہ عامل تعزیر کا احکام
نہ دل مین یاد سبق ہے نہ خطرۂ آخوند ۔ بہم ہر ایک ہے مشغول لعب تا اقسام

علو جاہ کی آگے ترے نہین کچھ قدر / کسو طرح کا کوئی نذر یان کرے زر و مال
مگر یہ نذر ہے شایان اس آستانے کے / نشاط عید جو لایا ہے غرۂ شوال
یہی جناب مین حق کے دعا ہے سودا کی / جہان ہو جب تئین اے سپہر قبلۂ آمال
رہے محبون پہ سایہ ترا سپہر کی طرح / سدا بخون عدو تیغ جون شفق مین ہلال

قصیدہ در مدح حکیم میر محمد کاظم

علم ظنی ہے طبابت تو یہ سن رکھ ہمدم / متفق اس پہ اطبا ہین جہان مین باہم
قاعدہ فن طبابت کا بیان تجھسے کرون / فہم کی گوش جو اپنی تو نہ رکھتا ہو صم
کام اس فن مین رکھے سب سے ہے تشخیص مرض / یہ نہو جسمین تو پھر سیف سمجھ اسکی قلم
فی الحقیقت ہے اطبا مین وہی شخص طبیب / جو کما ینبغی ان چیزون کا ہووے اعلم
جنبش نبض سے اور لون سے قارورے کے / ہوئی فی الفور جسے اصل مرض مستفہم
ادویہ مین کرے تنقیح خواص مفرد / ہووے ترکیب مرکب کے وزن سے محرم
سن بیمار پہ کر غور مداوادہ کرے / اور ملحوظ رکھے آب و ہوا اور موسم
چار چیزون سے مرکب بدن انسان کا ہے / دم و سوداے ہر اک جسم مین صفرا بلغم
حد سین ان چارونمین ہووے متجاوز جو چیز / حکما کرتے ہین انسان کا مزاج اسکے ضم
ہے یہ لازم کہ کسل کا سبب ادنمین ڈھونڈین / ٹھہرے جو خلط کرین اسکا تدارک پیہم
بعد تشخیص دوا کیجیے مرض کی بالضد / حفظ صحت کے لیے نسخہ ہو بالمثل رقم
غور اخلاط و کیفیت و کمیت پہ / ہو نہ منظور جسے اسکی دوا ہوتی ہے سم
زیادتی چارونمین جسکی ہو مرض کا موجب / عقل کی رو سے یہ تدبیر ہے اُسکی شُدم
رکھ کے منظور طبیعت کی مرض پر قوت / تنقیہ کر کے مناسب کرین اُس خلط کو کم
قاعدہ یون ہے پھر آگے ہے شفا اُسکے ہاتھ / جسکے ہے قبضۂ قدرت مین علاج عالم
سو تو ان باتون مین ہے خوض طبیبونمین کسے / اس زمانے مین بجز میر محمد کاظم
خالق اُنکے تئین دنیا مین سلامت رکھے / ایسے انسان خلائق مین بہت ہوتے ہین کم
شرف اُسکو ہے سیادت سے نہ اس فن کا فخر / اسکا اک گوشہ نشینی مین ہے یہ فیض قلم

بروز جمعہ سدا ہاتھ لے کے ناخنگیر — پھرے ہے شیر کو بیشے مین ڈھونڈھتا حجام
اسی امید پہ تا قصر کرکے ناخن شیر — برائے ہیکل اطفال دیکے لے انعام
بیان ہو کب تلک انصاف و عدل کا تیرے — یہ معدلت کا تری حد زسی سے پہونچا کام
کہ تار و پود سے اسکے ہے دیو بھی لٹکا — بجرم خون مگس عنکبوت کو ایام
سخا مین حاتم طائی کو تجھسے نسبت کیا — مرے سخن کو یقین کر وہ ہے زبان زد عام
بزیر سقف فلک شہرۂ سخا اوسکا — طنین پشہ صدا فیل کی ہے در حمام
تری وہ تیغ کہ فتنہ کا رد ہو سوے عدم — سنے جو چوکتے اسکو بخوابگاہ نیام
اگر وہ ہو وے علم اسکے سایہ کے آگے — عجب نہین سپر افگن ہون آکے رستم و سام
جو تیر تیرے کے ہوتا وہ توڑ سے آگہ — کمان کے گوشے سے آتا ترے کھنچا بہرام
کرون مین وصف سپر کیا کہ تیری پشت پناہ — علی بہر صف میدان ہے جنکا ہے تو غلام
ترا سمند سبکرو ہے اسقدر کہ نہین — بغیر خانۂ زین اوسکے خانۂ آرام
نہ پہونچے موج ہوا اسکے لطف خوبی کو — سوار ہوکے جو ہانکے تو ایبیا یا گام
حضور اسکے کڑک برق کی بھرے پانی — عنان اچک سکے اسے جب کرے تو گرم خرام
تنا مین ہاتھی کے تیرے کہا تو ہی یہ سخن — کہ مارتا ہے وہ پہلو بچرخ نیلی فام
پر اپنی بات کی کرتا ہون آپ ہی تکذیب — خدا نکردہ جو یون ہو ہنٹ ہی کہنہ یہ بام
ہے عکس اسکے کلاوہ کا کہکشان پہ فلک — نظر جو آوے ہے اہل جہان کو بعد از شام
رگڑ پہ رکھتی ہے زنجیر پا کہ چلتے وقت — ذرا پہاڑ مین ہو مور ہو نہ بے آرام
کرہ زمین کا طرح آسمان کے پھرتا ہے — پر اسکی عظمت بھوناس نے رکھا ہی تھام
زمانیکی ہے زبس دوستی تری منظور — یہ فکر قتل مین دشمن کے تیری ہی وہ مدام
کہ لیوے چمچہ چوبی سے کار کفچۂ مار — اگر تو خلق سے شربت کا دے عدو کو جام
نہ عدل و عمل کا تیرے صفت ہو کچھ مجھسے — کہ عزت و شان تیری بڑھے مین خوش فرجام
سوائے وصف کے تیرے مجھے نہ بھاوے کچھ — خدا ہمیشہ رکھے اسکو با عز و اکرام
مرا ہمیشہ یہ مقصد بدل نہفتہ ہے — رہین بحلقۂ طاعت یہ بندگان و غلام
ترے مخالف مذہب انکیسے ہی عابد — نہ سمجھیو کہ انھون کا بخیر ہو انجام
خدا کو انکی عبادت سے ہے یہی منظور — ثواب روز جزا انکا آدے تیرے کام

ہر ایک گھر مین صداے مغنی و مطرب ز شام تا بسحر اور سحر سے لے تا شام
دلوئین سب کے خوشی نے جگہ کی اتنی کہ آج عدم سوا کہین اندوہ کو رہا نہ مقام
ہین عطر مال بنا کر لباس رنگا رنگ زبس خواص سے لیکر جہانین تا بعوام
نظر مین گل کی طرح یکدگر ہین اہل زمین زمین تمام چمن زیر چرخ نیلی فام
ہر ایک دست نگارین مین یون ہے دست حنا شفق مین پنجۂ خورشید جون قریب شام
کچھ آج اور ہی بو ہے دماغ خلقت مین ز عطر خرمی از بسکہ پر ہوئے ہین مشام
فقط نہ شہ کی ہے سر ہی ملا سوے دیہیم رکھی گدا نے کلہ تاج رکھکے اسکا نام
ہر ایک چلنے کا ہے عیدگاہ کے مصروف پہن لباس نو آقا لباس شستہ غلام
جدھر کو سینئے ہے آواز شادیانۂ عید جدھر کو دیکھئے طبل و دہل بہر در و بام
خوشی نے جوش یہ مارا ہر ایک دلمین کہ اب نہین قبا مین سماتا ہے خلق کا اندام
عجب نہین ہو کہ بالیدہ وہ بھی ہو جاوے کرین جو کندہ نگین پر کسو بشر کا نام
نہ دیکھی ہوگی خوشی ایسی خلق نے جب سے ہلال عید کو دیکھے ہے بعد ماہ صیام
اسکی عید مبارک کا ہے مگر یہ سبب جس افتخار زمان کا حسن رضا خان نام
نہے وہ خان رفیع المکان عالی قدر زہے وہ خان فلک مرتبت ذوی الاکرام
کہ جسکی ذات فیوضات سے کہاتی ہے جہان مین صاحب فرزند مادر ایام
پہونچکے ہو در دولتسرا تلک اوسکے وہ کامیاب جو ہو سر نوشت کا ناکام
جو وہ کیا نہ کرے دستگیری نجبا قدم کا ایک کے اس سرزمین پہ ہو قیام
ہے چشم کان مروت دل اسکا معدن مہر ذخائر کرم و جود دست فیض مدام
ہے خلق واسطے خلقت کے اسکے گویا خلق حیا و شرم ہوئی ختم اسپہ حلم تمام
وہ اسکا خوان نعم ہے کہ جسکے مطبخ مین صدا کھڑکنے کی ہو دیگ کی صداے عام
یہ قصد خامہ ہے اب اسکی مدح غائب سے کرے یہ مطلع انور حضور مین ارقام

مطلع

ترا وہ عدل ہے اے ملجاء تمام انام کہ باز بچہ نکالے ہے سب کے تخم حمام
کرے نظر جو سوے صید عہد مین تیرے جو کور دیدۂ صیاد شکل دیدۂ دام

کہا یہ سنکے اُسی پیر عقل نے اے یار / اگر زمانیکو اسطرح سے ہی تجھسے نفاق
دلون کے درد کا سامع حسن رضا خان ہے / جہانمین اہل جہان جسکے مورد اشفاق
چنانچہ کرتا ہے تعلیم پیر عقل یہ عرض / زبان پہ ہے مرے سن یگانۂ آفاق
دیا ہے قوت اعضا نے دلکو یہ جواب / سبب ضعیفی کے طاقت ہوئی ہے یہ طاق
سپہ گری مین تو گذرا شباب کا عالم / نہین وہ عمر کہ اب آؤن مین بکار سیاق
جو باندھون اسپہ کمر اب تو بندھے اسطرح / کہ جون کمان کا قبضہ بندھے مقابل فاق
جو دست دپا مین نہ سکے رہی ذرا طاقت / لیا مین فن سخن کھول کر کمر سے یراق
سواب مین تیغ زبانسے لڑون ہو بخت کہ ساتھ / ہون فتحیاب مدح کی جو ہوے تیری مذاق
سلامتی مین تو اپنے روا نہ رکھ محبوب / ذلیل و خوار رہو نمین بچشم اہل نفاق
پھر اکرو نمین یہ شست استخوان اپنے / میانہ مین پڑے عمال زیر کہنہ رواق
سواب تو اس سے بھی نوبت گذر گئی ہے مگر / گلے مین کرتہ بالکنش ہاتھ مین ہو چاق
سپرد تجکو ہے سر رشتہ سب کی حرمت کا / کیا ہے اتنی وہ مخلوق کا ہے جو خلاق
سو طالب اتنے مین حرمت کا اب نہین جس سے / کرون معاش بسر اپنا مین بہ طمطراق
عوض مین دے مجھے اس نقد کے تو ایسا گانون / بسر ہو عمر مری جس سے زیر کہنہ رواق
نہ ایسا گانون کہ جس سے برد دستر خوان / ہزار طرح کی نعمت ہو نان خشک رقاق
نہ شکل نور علیخان ہون کھا کے مین فربہ / نہ سوکھکر ہون طرح میرزا رفیع کے قاق
بنان دوال مین سازش کر ایک گوشے مین / مدام مدح مین تیری لکھا کرون اوراق
دعا پہ ختم کرے ہے یہ عرضی منظوم / ہے اس زمانہ مین سودا جو فن شعر مین طاق
ترا قیام حکومت رہے قیامت تک / مطیع خلق کو تیرا سدا رکھے خلاق
کروڑ عید کی شادی نصیب ہو تیرے / ہمیشہ نذر تری دیوین ساکن آفاق
بسر کرے جو ترا دوست ہو بعشرت عیش / عدو ترا ہو زمانے کا مورد شلاق

قصیدہ در مدح نواب سیف الدولہ احمد علیخان بہادر پسر سید صلابت خان

برج حمل مین بیٹھ کے خاور کا تاجدار / کھینچے ہے اب خزان پہ صف لشکر بہار

ہے اسقدر ترا آلودگی سے دامن پاک
کرین طواف حرم اسکو باندھکر احرام

یقین ہے یہ کہ وہ سہ کے تئین کہ نزد خلق
نہین جو دوست ترا ہے وہ دشمن اسلام

بس اب جہا نمین کوئی ہو جو تجھسے کا بدخواہ
ہے زہر مرگ حلال اسپہ شہد زیست حرام

ہمیشہ حق کی طرف سے وہ مورد لعنت
زبان خلق سے دائم ہے مورد دشنام

عروس دولت دنیا نے کا رخیر اپنا
کیا ہے تجھسپہ ہو عاشق باشتیاق تمام

اگر ہزار طلاق اوسکو دیوے تو لیکن
نجا دیگی ترے در سے یہ تا بروز قیام

غرض کہ اسلئے تیری یہ مین نہین کی مدح
کہ چاہون تجھسے مین اسکے صلے مین درہم دام

عوض مین اسکے صلہ کے کرونمین تجھسے غرض
قبول ہو جو مرا حرف اے ذوی الاکرام

مجھے تو گوشۂ خاطر مین اپنے دے جا کہ
کہ تا بسر کرون لیل و نہار با آرام

کرے ہے ختم دعائیہ پر سخن سودا
ادب سے دور ہے خدمتمین تیرے طول کلام

الٰہی باغ جہانمین ہو جب تلک مانا
شبیہ غنچہ صراحی سے شکل گل سے جام

مے سرور تجھے دے ہر ایک عید کے دن
طرف سے ساقی کوثر کے ساغر گلفام

قصیدہ در مدح سرفراز الدولہ حسن رضا خان بہادر

عزیز عقل کو سودا کی تھی جدائی شاق
سوا دس کنے وہ پھر آیا ہے بسکہ تھا مشتاق

وہ پوچھتا ہے کیا تو نے کہ تو کیا حاصل
باتفاق جنون کرکے یار مجھسے نفاق

یہی نہ تجکو ملا نفع اسکی صحبت سے
کہین ہین سب تجھے دیوانہ زیر کہنہ رواق

مگر ثنا مین جنھون کی وہ شعر لکھ لکھکر
برنگ نامہ کے اپنے سیہ کیے اوراق

ملی نہ دولت دین اس سے تجکو نے دنیا
ہو آبروے زمین کو تو شہرۂ آفاق

اسی ہی وضع سے پیدا جو تو نے کی شاید
کیا ہے مادر گیتی نے سب مین تجکو طاق

جواب دے ہے یہ سودا کہ وضع پر میری
سخن ترے کا نہین ہے کسو طرح مصداق

جو کچھ کہ دولت دنیا تھی میرے حصے کی
ازل سے منشی دہر اوسپہ لکھ گیا ہے طلاق

مین از قبیل جواہر ہون با ز زیر فلک
ولیک سختی طالع مری ہے سنگ سماق

کرون ہون کشت مین جس گلزمین پہ تخم امید
تو چرخ نیلوفری کو بھی سبز کرنا شاق

اندام جو ئبار پر اب عکس تاک سے
بکتر سجا ہی دیکھون ہون کیا لیل کیا نہار

جاتا ہے نیستان کے جو روئیدگی پہ وہم
ہوتا ہے اس یقین کا دلمین وہین گذار

نکلین ہین باندھ باندھ کمر ہو کے مستعد
لیکر پھریرے بانون کے سر پہ نمدار

رنگک ہی بہر مشق او رٹرایا کرے ہے برق
گولے ہی ڈھالتا ہے سحاب تگرگ بار

آواز توپ در ہکلہ و رعد روز و شب
کرتے ہین یہ سپہر سے جا اسطرف گذار

گر بار چہ بھی ابر سیہ کا ہوا مین ہے
گنبال کی طرح سے چنگھاڑے ہی بار بار

تھا جسقدر کہ سبزۂ خوابیدہ یہ صدا
سنکر زمین سے چونک اُٹھا ہو کے بیقرار

آسودگان خواب عدم بھی ہو عنقریب
اُٹھکر کے خاکدان سے کرین حشر آشکار

کرتے ہین طائران چمن اب یہ زمزمہ
یارب یہ ابکی سال قیامت ہی یا بہار

طاؤس نام ور جو ہین اُس فوج کے نقیب
کرتے ہین یہ صدا کہ جوانان لالہ زار

باہم سے دستہ دستہ جدے ہو کھڑے رہو
جلدی سے باندھکر کمر کینہ استوار

میدان صاف کرتی ہے جاروب باد تند
تا وقت کارزار دامن گل سے نہ اُلجھے خار

صد برگ و جعفری و گل اشرفی نے اب
گیسو سے بانی کرکے یہ باہم کیا قرار

سنکر صف قشون خزان آئے جھگڑی
ہو کر اوتارے کیجیے میدان مین کارزار

استاد ہے جہان علف سبز خاک پر
پانی کی جسطرف کو زمین پر چلے ہے دھار

بھالا ہے اور برچھی ہے بلم ہے ورسل
خنجر ہے اور تیغ ہے دشنہ ہی اور کٹار

ہر آن مین ترانۂ بلبل کے واسطے
ہے اندنون یہ شعر تجلی کا رد بکار

از سایہ ہاے بید مولہ بہر طرف
دارو زمین کمان سے سیہ توز در کنار

ترک صبا کہے ہے مرا تیر باز گشت
ہو پشت بر حریف تو نکلے جگر سے پار

خالی سمجھ کے ہاتھ کو اپنے ہر ایک دم
مانگے ہے برگ بید سے خنجر کو ہر چنار

دامن کو باندھ باندھ ہوئے مستعد سرو
قمری ہر ایک کہتی ہے یون نعرہ مار مار

ایسا نہو کہ طعن کرین ہمکو بلبلان
لڑیو قدم کو گاڑ کے یاران طرحدار

نرگس کو باوجود ہے بیماری شدید
تسپر چمن مین آن کے وہ ناتوان زار

للکارتی ہے یہ کہ دو بھیان ہو جو کوئی
ٹالے تو بارے آن کے میرے عصا کا وار

ٹکر کھا کے ہر درخت سے یون سنگترہ کا نخل
کہتا ہے گرچہ ہاتھ مین شیشہ ہے تیری یار

کہتے ہین یون زبانی پیک صبا یہ حکم
پہونچا حضور سے طرف باغ روزگار

مرکب جو شاخسار کے ہین اُنپہ اب شتاب
پہونچین سوار ہوکے جوانان برگ و بار

ہین بخشی و وزیر جو مریخ و ماہتاب
انکو یہ امر ہے کہ امیران نامدار

منہ کھولدو خزانۂ گل اشرفی کے تم
پکڑو قلم کو ہاتھ رکھو پیادہ و سوار

پھرہ لکھا کے سرخ نگہداشت اگے دو
تعداد پوچھتے ہو تو بیحد و بیشمار

کردو یہ حکم پیر فلک کو کہ اے دبیر
ہووے محررونکا تغافل اگر شعار

اہل قلم جو دفتر بخشی گری کے ہین
اونسے کہین براے تقید یہ بار بار

گلگون لالہ گر کہین بیداغ رہگیا
جیبرین سگے بیٹ ہر متصدی کا غنچہ دار

لینا ہے کام مجکو جوانان باغ سے
بھر بھر سپر گلون کے تئین دو زر عیار

ابلاغ خانسامان کو ہووے اس امر کا
تا یہ گئے بلاکے وہ اپنے بھی پیشکار

معمول سے زیادہ مقید ہون ابکی سال
جسطرح چاہیے کرین اس فوج کا سنگار

پس اہلکار لالہ خودرو سے یہ کہین
رنگین شتاب مستک فیلان کوہسار

دگلے ہزار رنگ کے پہنا دین ابر کو
موج ہوا تلک ہو زرہ پوش ابکی بار

تقسیم کردین فرقۂ غنچون مین چلتہین
دین وونپے رسالۂ گل ہوا امیدوار

کہدین کہ چار نہر سے گلشن کے صحن باغ
چار آئینہ کو سج کے رہین مستعد کار

بارود گولی پیر مغان میکدہ کے بیچ
رکھین نہ اب سوائے کمر کیسۂ بہار

بندوقین بدلے شیشونکے بھر بھر کے غنچے
آکر شتاب صحن چمن مین کرین گزار

جلتے ہین نے نواز جہان بیچ اب کرین
پیشہ وہ کرناے بجانے کا اختیار

باور اگر نہین تو اسے آن دیکھ لو
پایا ہے امر مطلع تر نے یہ اشتہار

ترکش لگاکے دینے کو تصحیحۂ بہار
گلگون یہ اپنے ترک ہزارا ہوا سوار

لازم ہے تجکو پیجیے شراب طرب کا جام
گر مرد ہے تو سیر گلستان کر ابکی بار

یک گز مین نہین کہ جہان آب تیر سے
کرتا نہووے کھینچ کے شمشیر آبدار

غصے سے بگید گرہ کٹے مرتے ہین یہ کہ موج
گرداب ڈھال دیکے ہے مارے ہے جب کٹار

بن خود ایکدم نہین رہتا سر حباب
ڈالے رہے ہے منہ پہ جھلم سنگ آبشار

تیری سخا کے یاد سوا خاک پر نہال | بتلادے باغبان تو ثمر دے نہ شاخسار
ناخن بغیر غنچون کے گانٹھین نہ کھل سکین | تیری سخا جو باد سحر کی نہو دے یار
میخانۂ جہان مین کرم سے ترے نہین | کوئی شکستہ حال بجز توبہ و خمار
برساترا سحاب کرم یان تئین کہ اب | ہوتا ہے رنگ آتش یاقوت آبدار
جو کچھ کہا مین اسکو خوشامد نہ بوجھیو | یان ارث ہے شجاع و سخی ہونیکا شعار
دادا ترے کا دست کرم کیا بیان کرون | سائل کو نان و حلوے کی اونٹونکی دی قطار
رکھیو اب آگے مطلع تازہ پہ گوش جان | خورشید کی تمنا کوئی کرتا ہے ذرہ وار

مطلع

موج گہر سپہر سے ادھر کرے گذار | گر اپنے ابر فیض سے اتنا کہے بیار
اور اسکے پوچھتے ہو شجاعت یہ سن رکھو | اژدر کی چیرے جبڑے کہ جب تھا یہ شیرخوار
یکدم جو اسکی تیغ کی برش ز راہ سہو | دلمین اگر خیال کرے اپنے کوہسار
اجزا منجمد ہین جمادات کے یہ سب | پا جادین جون حواس جہان تلمین انتشار
جس تودے پر کہ تیر قضا کارگر نہو | تھاکے کو اپنے اسمین سے چھوڑے ہے وہ دوار
تیری ہی تیغ و تیر کی دہشت سے یان تلک | تا وحش طیر نے کی سلح پوشی اختیار
دراج کونسا ہے کہ پہنے نہین زرہ | ہر ایک کرگدن کے بدن پر سپر ہین چار
ارجن کے ہے کمان کو تری دیکھ بھیم سے | اپنے تئین تو کھینچتا ہے اسکا سخت کال
جس سمت رخ کرینگے تو میدان ہو وسیع | گر زندگی عزیز ہے بھیّا تو کر فرار
رو مین تن اسکے آگے پس و پیش تن کھڑے | لے شرق تا بغرب اگر باندھ کر قطار
سوفار تیر بولی کہ سینہ پہ انگلی سے | پیکان کو رکھکے جاؤن نین پھلے کی پشت پار
دلمین مرے یقین ہے کہ میدان مین جس گھڑی | للکارے تو دلیون کے تئین کھینچ کر کٹار
گو بر کرے اس آئین رستم کا گاؤ سر | بیت الخلا کو یاد کرے سام بار بار
مرمٹنے کا جو بہمن و برزند دغا کے روز | ہو جائین تیرے سامنے آسمین کر قرار
تپلا زیادہ پانی سے ہو کر ترے حضور | ڈالے ہر ایک اپنی سپر کو حباب وار
ہو جسم سے علیحدہ پاوے سر سہ | نیزے سے یہ تیرے گر چمن رزم مین قرار

لیکن تو دیکھیو کہ خدا وہ گھڑی کرے
لٹنوں کا سرین توڑونگا پتھر ہی بار بار

گولون کے ہر درخت کو غصہ نے اندنون
کچھ آگ سی لگادی ہے کیجو تم اعتبار

دلمین غرض ہر ایک کے مین کیا بیان کرون
پایا ہے آتش غضب دکین نے یہ قرار

نکلین بجاے دانہ شرر کچھ عجب نہین
دیجے اگر انار کو پنجہ مین لے فشار

القصہ آج پیک صبا سے مین صبحدم
پوچھا کہ سن تو کس لیے خاور کا تاجدار

قتل خزان پہ مستعد اتنا کہ جس لیے
کی جمع فوج قاہرہ اتنی کہ بے شمار

ایسا تو اس سے آج تلک کچھ نہین ہوا
ہان امر سلطنت کا نرالا ہے اختیار

یہ سنکے دیکھ دیکھ مرے منھ کو یون کہا
سنتا ہے اے عزیز تو کافر کہ دیندار

دین نبی مین ہے تو ابھی باندھکر کمر
گلدستہ کی طرح ہے تو ہو جا شریکِ کار

اب جرم کو خزانکی جو پوچھے تو پیش خلق
بعد از یزید کے ہے خزان ہی گناہگار

ٹک چشم منصفی سے تو اعمال اسکے دیکھ
کسکے لیے وہ گلشن دولت ہےآب و چار

ناناکو جسکے پوچھو تو راکب براق کا
دادا جو دیکھو مشرق و مغرب کا شہسوار

بدخواہ دولت ایسی کا ہووے جو کوئی شخص
اسپر نہ صف کشی کرے خاور کا تاجدار

آخر وہ اس گھرانے کا بندہ ہی زر خرید
پس کیون نہ وہ کرے جسے اتنا ہو اقتدار

ایسا یہ خاندان ہے کہ تہ پشت سے فلک
کرتا ہے جس جگہ کی غلامی کا افتخار

رکھے جہان کے داغ غلامی جبین ماہ
ماہی کے دلمین جسکی اطاعت کا خارخار

اثبات تجھپہ جرم نہین اسکا ابتلک
اپنی تو اعتقاد ہے اتنی گناہگار

یکبار لعن گر کرے طوطی یزید پر
بے اختیار ہو کے کرے اسپہ صد ہزار

لیکن یہ دیکھیو کوئی دنکو بضرب نغش
گلشن سے اسکو کھینچ نکلے ہین کرکے خوار

سنکر غرض یہ پیک صبا سے مین یون کہا
ہے کون ٹک بتا تو مجھے وہ بزرگوار

کہنے لگا کہ تجھسے تعجب ہے یہ سخن
اتنا تو ہو کے عاقل و دانا و ہوشیار

یہ رمز اب تلک نہین سمجھا ہزار حیف
ہے یہ وہ جسکے خوان کرم کا تو ریزہ خوار

یعنی وہ **سیف دولہ بہادر** کہ جسکی تیغ
کرتی رہی سدا سر اعدا پہ کارزار

جب مین سنا زبان صبا سے یہ نام پاک
دو ہین پڑھا یہ مطلع رنگین و آبدار

دیوے نہ تیرے نام سے گلشن مین گر بہار
پھر لونکو آب و رنگ کا لینا ہو ناگوار

ایضاً در مدح سیف الدولہ احمد علی خان بہادر

بہوش کا ہو دل تو رہے دہر سے تبنگ
باور نہین تو دیکھ کہ نالان سدا ہے زنگ

فرزند کی رکھے نہ یہ دلمین پدر کی ہمسر
ہے درپئے شکست سدا آئینہ کے سنگ

کردے بسان شیشۂ ساعت عجب نہین
اک پل مین تل کے ماٹی کو اوپر جو ہیر کو ڈھنگ

آمادہ مہرکین یہ سدا اُسکے دل کی لہر
ہے مستعد لطف و غضب اسکی ہر ترنگ

قطرے سے کرتے دانۂ گوہر اُسے ہے دیر
یا برق کو ہی پہونچے ہے خرمن پہ یکقلم زنگ

ٹک دیکھ چشم دل سے تو اسکے یہ کردمین
ہر اک مین شکل بوقلمون ہے ہزار رنگ

شاکی تو ہون زمانہ سے ہرچند پر مجھے
اہل جہانکے بخل و حسد نے کیا ہی تنگ

سمجھین اسے نگین سلیمان یہ تنگ چشم
دیکھے کسیکا ہاتھ گر آپس مین زیر سنگ

اتنا حسد ہے عاشق و معشوق مین کہ نور
منھ پر جو ہو چراغ کے تو جل مرے تبنگ

مہر و وفا سے دلکو ہے انکے ہمیشہ عار
نت چشم سے اُنھون کے مروت رکھے ہے ننگ

احسان کوئی کسیکا جہا نمین تمام عمر
دیکھا کبھو نہ خواب مین جون مخمل فرنگ

معدوم دستگیری کا شیوہ ہے اسقدر
نزدیک ہے نہ ہاتھ کو پکڑے حنا کا رنگ

ہوتا نہ اتنے ناخلفون مین جو اک خلف
کھاجاتی زہر مادر ایام آکے تنگ

یعنے وہ سیف دولہ بہادر کہ جس سوا
پاوے کوئی نہ لطف و کرم کا کسیمین ڈھنگ

ہمت کی عظم و شان کو جسکے دُر یتیم
تعداد موج بحر تلک بخشتا ہے ننگ

تواب مدح حاضر و غائب اگر تری
بولے نہ جو زبان ہی وہ گویا دہن مین سنگ

بیضے سے اُسکے نسل کے نکلا کرے ہما
تجھ مزرع کرم سے چنے دانہ گر کلنگ

جس دشت کیطرف ہو تری یک نگاہ مہر
اے بوستان چشم مروت کے آب و رنگ

پائے غزالہ دام مین دان بند ہو اگر
ناخن سے اپنے کھول دے جا کر گرہ پلنگ

حکم صلاح سے ترے اے صالح زمان
عرصہ اب اسقدر منہیات پر ہے تنگ

ہے کشمکش شراب کو جب کیجیے نظر
جبوقت دیکھیے تو ہے خنکو نکے شیشے بنگ

سید مین کیا بیان کرون تیری کمانکا زور
سینہ عدو کا توڑ کے نکلے ہے جب خدنگ

قمری ہر ایک بول اٹھی یون کہ ایکی سل
لایا ہے کسکے بین قدم سے یہ سرو بار

یون ہر عدد کے سینے مین اسکو پروئے تو
جون سیخ مین کباب کے ٹکڑونکو بادہ خوار

وصف سپر تو کیا کرون اسکا ہر ایک پھول
ہو جاوے روز رزم عدد کے گلے کا ہار

گلگون ترے کی وصف مین کیا کیا بیان کرون
گرد اسکے کھینچے جب گل رنگ حنا حصار

اس حصر مین کرے ہے وہ اسطرح شوخیان
تڑپے ہے جون نسیم چمن مین ہو بیقرار

رانونمین یہ سبک جو پھرے سطح آب پر
ٹوٹے حباب سم تلے آکر نہ زینہار

مشرق کی سرزمین سے مغرب کی سمت کو
اس برق وش کو پھینک دے گر ہوکے تو سوار

اس عرصے مین پھر آوے کہ شاید نہ بجھنے پاوے
گر پھینکنے مین نعل سے اسکی جھڑے شرار

یہ ہو نمین پیتر ذنکا عدد کے ترے غلام
سیدا انکے روز تجھسے جو ہو جاوے دوچار

ڈپٹے اسے تو اسپہ تو جاتا وہ یون رہے
اوڑ جائے باد تند کے آگے سے جون غبار

رتبہ کی تیرے جاہ کی مین کیا بیان کرون
جسکے تئین نہ وہم فلک کرسکے حصار

ہوتا نہ رنگ اطلس گردون جو مانتی
خیمہ کے استرونکو ترے تھا یہ جامہ دار

شہتیر کہکشان کے تئین بھی برائے چوب
دو کرتے چیر کر تو نہ بنتی وہ استوار

تھے مہر و مہ بھی خوب ہی کچھ بادریسہ کو
پر مندرس ہین برسون کے اتنے کہ بیشمار

لیکر مگر خطوط شعاعی کو اسمین سے
بٹوائیے طنابین سو کتنا یہ پود و تار

سرکار عالم فلکی مین تو کچھ نہین
میخون کیواسطے ہین زمین ہد یہ کوہسار

قالی کا اسکے فرش کا اتنا ہی عرض طول
صد فصل گل نہو سکین جسکے نمونہ دار

جتنا ہے سطح روے زمین اسپہ گر اسے
جس فصل مین بچھاؤ تو ہے موسم بہار

جس آن تو قدم رکھے اسپر برائے جشن
کھل جائے دیکھتے ہی تجھے چشم روزگار

اور ہوویگا بھی یون ہی تو خاطر کو جمع رکھ
صدقے سے پنجتن کے تائید کردگار

سودا کرے ہے عرض کہ تیرے خزانہ سے
بھر بھر سپر ہی لینا ہے مجکو زر عیار

بالفعل اس قصیدے کا مانگے ہے یہ صلا
اسکے تئین خطاب ہو رزمیۂ بہار

کیسے مین دوستون کے ترے شکل ماہ مہر
ہو سیم و زر ہر آن مین کیا لیل کیا نہار

ہاتھی کے ساتھ ساتھ یہ کہتا چلے عدد
مفلس ہون کچھ دلا مجھے تو اب نامدار

قصیدہ در مدح نواب احمد علیخان سیف الدولہ پسر سید صلابت خان بہادر

ہے سخن سنج اک جوان متین — فخر صائب جو وہ کرے تحسین
رات جا کر مین اوسکی خدمت مین — اُسے دیکھا تو تھا بہت غمگین
مین جو پوچھا سبب کہا مت پوچھ — خبث کرنا کسو کا خوب نہین
نہ کچھ اس سے حصول دنیا کا — نہ کچھ اس سے بر آوے مطلب دین
لیکن اے یار تجھسے کہتا ہون — نکلے گو مجھپہ سب کرین نفرین
داغ ہون ان سے اب زمانے مین — بزم شعرا کے ہین جو صدر نشین
یعنے سودا و میر و قائم و درد — لے ہدایت سے تا کلیم و حزین
کیا غرور و دماغ کیا نخوت — کونسا کبر ہے جو اونمین نہین
مثل شیرازۂ کتاب اللہ — سمجھے ہر ایک اپنی چین جبین
ننگ جانین جو بزم کا اونکے — بو علی ہو صف نعال نشین
بعد صد منت و سماجت کے — جا دین گر یہ مشاعرے مین کہین
میر مجلس کی تاب و طاقت کیا — کرے تکلیف شعرا دنکے تئین
شعر اپنا پڑھین جو اُنکے حضور — کرکے سرگوشی یکد گر دو ہین
ایک کہتا ہے یہ توارد ہے — دوسرا بولے اوف ری تمکین
خلق کو انتظار کش کرکے — یکدو مصرع پڑھین جو آپ کہین
درد کس کس طرح ملاتے ہین — کرکے آواز منحنی و حزین
اور جو احمق اُنکے سامع ہین — دمبدم اُنکو یون کرین تحسین
جیسے سبحان من یرانی پر — لڑکے مکتب کے کہتے ہین آمین
کوئی جو پوچھتا ہے عالم مین — فخر کس چیز کا ہے اُنکے تئین
شعر و تقطیع اُنکے دیوان کی — جمع ہووے تو جیسے نقش نگین

بیٹھے زمین پر تو اُسے پھر بنائیے
گر سو کروڑ کوس تلک کھودیے سرنگ

خلقت کا بر و بحر کی ہیبت سی ہو یہ حال
شمشیر گر علم کرے اپنی تو روز جنگ

ملنگے پناہ پشہ سے اُس آن فیل مست
بہ جائے آب ہو کے وہین زہرۂ نہنگ

رہنے ندے صفائے برش اُسکی تیغ کی
باقی کسو ہی طرح سے ضارب کے دلمین زنگ

گر پشت آسمان پہ وہ آئے تو بہر حکم
ہو خرق والتیام فلک دیکھکے دنگ

ہے دلکو یہ یقین کہ ہنگام کارزار
روئین تنونکی صف پہ اگر ڈانٹ کر ترنگ

مارے تو جسکے خود پرا وسکو تو کیا عجب
ٹھہرے نہ قاش زین مین اور کاٹ کرکے تنگ

لیتی ہوئی زمین کو تحت الثرا تلک
چھوڑے نہ کچھ جو منھ پہ چڑھے کوہ خواہ سنگ

تصویر کھینچنے کی تئین رخش کے ترے
دلمین ہو آوے گر کسی نقاش کی اُمنگ

گذری تمام عمر اسی سوچ مین اوسے
سبزہ سمند یوز بناؤنمین یا سُرنگ

آخر قلم کو ہاتھ سے رکھ دیکے یہ کہے
کس سے بجز خدا بندھے صورت ہوا کا رنگ

افواج قاہرہ کا ترے کیا بیان کرون
لرزے صدائے پاشنہ سے جسکے روم و زنگ

خنادیکی نقل سمجھے ہین جنکی دلاوری
ہنگام کارزار سدا گو نہ و تفنگ

اتنے وہ جان نثار ہین تیرے کہ تجھ طرف
آسیب کیا مجال کرے منھ جو روز جنگ

ہوجائے کوٹ گرد ترے گروہ بیٹھ جائے
صف باندھکر کھڑے ہون تو ہی قلعے کے النگ

اتنا ہر ایک مین ہے ترے پرورش کا زور
لپکے کسی پر اونمین اگر ببر یا پلنگ

ہوجاوے ایک مشت سے اسکے زمین پہ فرش
جون شیر قالی پھر نرہے طاقت شلنگ

پس جو کوئی کہ تجھسا ہو اسکی ثنا و مدح
چاہون کہ مین تمام کرون مجھ مین ہی یہ ڈھنگ

اوراق آسمان پہ کبھو لکھیے تیرے وصف
ہے دلکو یہ یقین کہ ہو لفظونکی جائے تنگ

لیکن قسم ہے خاک قدم کی ترے اگر
اس گفتگو سے دلمین ہے سودا کی یہ امنگ

دنیا ز سرخ لیجیے یا درہم سفید
یا خلعت و جواہر و یا فیل و یا ترنگ

شائستہ ہے تو اتنا ہے اسکا کہ کام مین
کہیے نہ یون تجھے تو ہو شہد زبان شرنگ

شہباز بخت کے ترے اپنے تئین سدا
دیکھے ہمائے اوج سعادت میان جنگ

تو ہی اب دل مین اپنے کر انصاف
کمی کس چیز کی ہے میرے تئین

یا کچھ اظہار شاعری تجھ پاس
سو تو لازم کسی ہی طرح نہین

متصل تجھ زبان پہ ہے جاری
خوبی لفظ و معنی رنگین

اس سوا کچھ نہین مجھے منظور
ذکر تیرے سے ہو زبان شیرین

جز دعائیہ اس قصیدے سے
نہین کچھ مطلب اور اپنے تئین

ہر زبردست زیر دست تیرا
رہے جب تک ہے آسمان و زمین

تا قبول دعا ہو سودا کی
تو بھی اپنی زبان سے کہہ آمین

قصیدہ در مدح نواب بسنت خان خواجہ سرا محمد شاہی

کل حرص نام شخص سے سودا پہ مہربان ہو
بولا نصیب تیری سب دولت جہان ہو

گر اشرفی روپے کی خواہش ہو تیرے دل مین
ظاہر تجھے یہ ہر جا گنجینہ نہان ہو

لعل و گہر کی ہووے تجکو اگر تمنا
مصرف کے بیچ تیری اشیاء بحر و کان ہو

عمدہ تو اس قدر ہو سرکار بیچ تیری
مور و ملخ سے زیادہ خیل ملازمان ہو

جاہ و جلال یان تک دیوے تجھے زمانہ
جب ہو تری سواری صد فیل پرنشان ہو

گر ملک چاہتا ہو تو تخت بیچ تیری
ہندوستان سے لیکر اور تا با صفہان ہو

آگے تو کیا کہون نہین دل چاہتا ہو تیرے
قبضے مین لے زمین سے اور تا با آسمان ہو

سنکر یہ حرف بولا سودا کہ قدر و رتبہ
کب اشرفی روپے کی نزدیک عاقلان ہو

یہ تو بڑے ہین اتنے آفاق مین کہ جنکو
کیسہ سے دور کیجے کام اپنا تب روان ہو

لعل و گہر جو پوچھو پتھر ہین اور پانی
رتبہ نہ انکو پیش ارباب ہمتان ہو

عمدہ تو وہ کوئی ہے نزدیک فہم جسکے
اہل کمال آگے دنیا مین عز و شان ہو

نام نکو سے بہتر دنیا مین کیا نشان ہے
وہ بھی کوئی نشان ہے جو فیل پر روان ہو

ملکون کے سر زمین سے حاصل یہی ہے آخر
دو مشت خاک جسمین اک مشت استخوان ہو

ارض و سما کا ہونا قبضے کے بیچ اپنے
بے دعوی خدائی کیونکر مجھے گمان ہو

جو کچھ کہا ہے تونے یہ تجکو سب مبارک
مین اور میرے سر پر میر بسنت خان ہو

اسمین بھی دیکھیے تو آخر کار — یا توارد ہوا ہے یا تضمین
اتنی کچھ شاعری پہ کرتے ہین — ہیچ در کون آسمان و زمین
غرض اس خبث کے تئین سنکر — ہوکے بے اختیار بولے وہین
کہا سودا کو ان بزرگون نے — مت گنوا اسکا ہے یہ کب آئین
اور جو ہووے بھی تو لائق ہے — فخر کرنا بھلے ہے اسکے تئین
ہے وہ مداح ایک ایسے کا — مسند جاہ جسکی عرش قرین
یعنے نواب **سیف دولہ** سدا — جسکی شمشیر و فرق دشمن دین
رفعت جود دست سے جسکے — دامن خلق کا ہے یہ آئین
پنجۂ آفتاب سے جس طرح — بہرہ ور ہو ہمیشہ روے زمین
گلشن دہر مین چہار طرف — ایک مفلس جو ڈھونڈھیے تو نہین
غنچہ کی بھی گرہ مین بند کیا — اسکی بخشش نے مشت زر تئین
ہوٹک اے خامہ باریاب حضور — مدح غائب سے کسکو ہو تسکین
اس چمن مین غرض ترا محتاج — ہے تونگر سے لیکے تا مسکین
لالہ سان گرہے پیالہ میرے ہاتھ — کف نرگس پہ کاسۂ زرین
دست و پا اپنے گم کرے ہے عدو — یاد کر تیرے تیغ و خنجر و کین
پوچھتا ہے ہر ایک سے سچ کہہ — سر مرا تن پر یو نہین ہے کہ نہین
فکر مین تھہ کے ترے ہر شب — حالت نزع سے زبس ہے قرین
نیند اوسکو نہ آوے تا نہ پڑھین — جاے افسانہ سورۂ یسین
تیرے شبرنگ کا کرون کیا وصف — تو ہے جسکا چراغ خانۂ زین
جون پتنگ اسپہ تجھکو دیکھ سوار — جلکے ہمسمنت ہو عدوے لعین
غرض اس گفتگو سے اے نواب — نہین ہے اسپ و خلعت سنگین
کیا کرونگا مین تو سلامت رہ — تیرے دروازہ کا ہون خاک نشین
خوان نعمت سے تیرے مجکو سدا — صبح شیرین ملے ہے شب نمکین
سنگ کچھ آستان کا بعد از بوس — خواب کرنے کو ہے مجھے بالین
جامہ پہنے ہون جسکے دامن کو — ذرہ آلودگی کہین سے نہین

مطلع

صحن چمن مین گلگون گر تیرے زیرران ہو
ہر گل پیادہ ہوکر وان طرفِ واگنان ہو

ٹک چھیڑیے روش پر اُسکو تو آب جو تک
جس جسطرف وہ پہنچے اُس اُسطرف دوان ہو

انداز چھیڑنے کا یہ کچھ ہے جو کہا مین
ٹک وہم ڈالنے کا دل کے جو درمیان ہو

اس سرعتون سے تڑپے تنگی سے اُسکے اوپر
عرصہ یہ شش جہت کا دام کبوتران ہو

کہتا ہی وہ جو دیکھے اُسپر سوار تجھ کو
یارب ہمیشہ حکمین یہ اسپ و یہ جوان ہو

شان و شکوہ تیرے ہاتھی کا کیا کہون مین
چرخی بجا ہے اُسکی گر چرخ آسمان ہو

ہے سربلند اتنا یہ بھی عجب نہین ہے
آنکس یہ ماہ نو کے گر دست پیلبان ہو

مستک پہ رنگ اُسکے جسطرح جلوہ گر ہے
گو سانجھ لاکھ پھولے یہ لطف پر کہان ہو

دانتون کے بیچ اُسکے ہی جسقدر بھسونڈا
وصف زخامت اُسکا کیجے تو کیا بیان ہو

اس دانت سے تو ہم اس دانت تک جو گذرے
پہونچے نہ اکدن مین تا شب درمیان ہو

ابر سیہ ٹپکتا آوے ہے جس طرح سے
مستی مین حسن اُسکے چلنے کا یون عیان ہو

اس قد و قامت اوپر یہ حسن ہی کہ اوسکے
زنجیر پا بجا ہے گر زلف مہوشان ہو

پائل نجھول سایر کیا کیا کہون مین خوبی
اصلا کہین جو اسمین شوخی ہو یا نکان ہو

گر ٹک نگر جہاوت چھیڑے تو یون چلے ہی
عاشق کی وصل کی شب جسطرح سعان ہو

ہاتھی مین یہ چلاوا کب ہو سوائے اوسکے
تشبیہ یاب جس سے رفتار خوش قدان ہو

رکھے خدا جہان مین اُسکو بہت وگرنہ
تشبیہ یہ مسلم کب نزد شاعران ہو

جسوقت تھان پر سے کھولے اُسے جہاوت
ہمت سے تیرے اُسکو خطرہ یہ ہر زمان ہو

دیوینگے بخش مجکو ناحق کہین صلے مین
یارب حضور جاؤن تو وان نہ مدح خوان ہو

اور دیکھیے تو سچ ہے خطرہ یہ اُسکے دل کا
کسطرح سے کہو تو اُسکو نہ یہ گمان ہو

ادنیٰ جو مرتبہ ہے ہمت ترے کا اوسکو
پہونچے نہ وہم حاتم جب تک نردبان ہو

آب ہم سے تیرے گر بخشش گہر پر
یک قطرہ جوش مارے تو بحر بیکران ہو

خورشید دست سائل ہو جاوے آسمان پر
تیری علو ہمت جسوقت زرفشان ہو

لیکن نہ سمجھیو یہ اس گفتگو سے ہرگز
منظور مجکو تیری ہمت کا امتحان ہو

دیکھے ہے جسکا جلوہ پاکیزہ طینتون کی
آنکھونکو امن ہووے جی کے تئین امان ہو

جو مرتبہ جہان مین ہے بے نیازیون کا
سمجھے ہے وہ کوئی جو اسکا مزا جدان ہو

یہ وضع لاابالی رکھتا ہے وہ کہ جسکا
اشعار مین غزل کے ممکن نہین بیان ہو

مطلع

بلبل کو گاہ سنکر انعام بوستان ہو
پھولونکی بو سے گاہے گلشن مین سرگران ہو

لاکھون دے جس جگہ مین وہ گرگ کو حریدے
بکتا ہو یک نگہ کو یوسف تو وان گران ہو

جسقدر مرتبہ مین ہو بیدماغی اسکی
پرواز اغنیا کی قدرت کہان کہ وان ہو

رخصت نہ دیوے خاطریان گوشہ نگہ کو
عالم کا گوکہ اسمین بربا دخانمان ہو

گر معدلت یہ آوے وہ گلشن جہان مین
آنکھونمین باغبان کے بلبل کا آشیان ہو

مشت حباب جو سے مرغ ہوا نچھوٹے
شبنم کے دانونمین سے دانہ کا گریزان ہو

جب ناتوان کی اسکو منظور پرورش ہو
مور اوسکے سایہ نیچے آوے تو پہلوان ہو

خورشید اسکے خو کا ذرہ جو ہو معاتب
ہیبت سے دن بدن وہ جون ماہ ناتوان ہو

میدان مین جب کھڑا ہو استادے وہ اپنے
حلقہ بگوش اسکے ہر چند وان کمان ہو

بندہ ہون لیک اسکے مین ترکے دفا کا
بیٹھے ہے خاک خونمین اس سے جدا جہان ہو

جوہر کا کیا بتادن شمشیر کا مین اسکے
جسکی برش سے اس سے دانا کو امتحان ہو

کرتا ہون ذکر جس سے اسکا وہ یون کہے ہے
جیپے وہ کسکے جسکو یونہین کہین امان ہو

سنکر وہ شخص بولا ہم بھی ملین گے اس سے
یا سود دل ہو اسمین یا جان کا زیان ہو

یہ حرف اسکے منہ سے نکلا تو سنکے سودا
کہنے لگا غلط ہے اے یار یہ کہان ہو

گہ دل مین گاہ جبین گہ چشم مین بسی ہے
ملنا ہو تب معین اوسکا اگر مکان ہو

ہووے بھی گر معین اسکا مکان تو سکے
وان پہونچنے کا نادان دل کے تئین گمان ہو

مجلس کے داب سے وان یہ دور ہے کہ وارد
پروانہ بے اجازت نزدیک شمعدان ہو

طاقت ہے یہ کہ باہم حضار ہون مخاطب
جون غنچہ گو دہن مین ہر اک کے سوزبان ہو

ایسا ہون ایک مین ہی جا کر حضور اسکے
مطلع اگر پڑھون یہ دل اسکا شادمان ہو

کنکر ہر ایک جو مین جھکو لونسے آب کے — شفاف یان تلک ہین کھا کھلے شست و شو
جلوہ انھو نمین ہو جو رگ گل کے عکس کا — آوے نظر وہ جون رگ یاقوت ہو بہو
یون جلوہ گر ہو سرو کا سایہ کہ جسطرح — کوئی سیاہ مست پڑا ہو کنار جو
موسم بہار فصل کا اتنا بھرا ہے — کیفیت بہار سے نرگس کے غنچہ کو
یون ہو کٹوری اسمین کہ جون مئے کے ہاتھ سے — مستی مین چھٹ کے جا رہے ساغر تہ سبو
پی پی شراب سرخ جوانان سبز فام — وان موسم بہار مین آوین جو سیر کو
باہم گلے مین ڈال کے باہین بہ رنگ تاک — مستی سے وہ چلین کج و اکج ہر ایک سو
القصہ سنکے خوبی نے تاثیر سے کہا — جو مدعا ہو باغ سے کرا وسکی گفتگو
بولے کہ مدعا تو یہی ہے کہ تا ابد — اوسمین بسنت خان بہادر رہے اور تو
اس میکدہ مین فیض سے جسکے شکستہ حال — غیر از خمار و توبہ نہ دیکھا کوئی کبھو
مطلب کو اسطرح سے وہ پہونچے ہی خلق کے — تاثیر جون دوا کی پہونچتی ہو درد کو
کیسے سے گر نکالے تھا حاتم گہر تو کیا — عالم کے دل کی اس سے نکلتی ہی آرزو
دل مدح غائبانہ سے کیونکر کھلے مرا — تا اس غزل کو پڑھیے نجا اس کے روبرو

غزل

طرہ کی تیرے نکہت سنبل مین دیکے بو — پہونچے تھی ہمکو باد شمالی کبھو کبھو
باقی بہت چمن مین رہے اپنی تشنگی — جا ہے کہ آب رفتہ ہی آوے بجوے جو
اپنا جنون نہ باد بہاری سے ہو برار — ہم آتشی مزاج وہ بسیار تند خو

جس دشت مین ہی اندنون سودا کی بود و باش
دیکھا جو مین تو ہے وہ عجب اک مقام ہو

اور اس جگہ وہ یون نظر آیا کہ کیا کہون — نے طاقت شنود رہے نے تاب گفتگو
گذرا ہے سر سے پاؤن کے اسکے ہر ایک خار — اور پاؤن سے گذر گیا اسکا ہر ایک مو
ہمصحبتان بزم سے اسکے اگر کوئی — وان جاکے پوچھتا ہے کبھو اسکے حال کو
مانند شیشۂ مے گلگون دہن کو کھول — چاہے کہ کچھ کہے تو لہو کہے ہے وہ لہو
احوال تو یہ کچھ ہے جو مینے کیا بیان — اسمین حواس اسکو جو آجائین ہین کبھو

کسواسطے کہ مجکو اتنا ہی چاہیے ہے — جامہ ہو ایک بر مین کھانیکو نیم نان ہو
سو تو زیادہ اس سے تیرا کرم ہے مجھپر — کفران نعمت اوپر قادر نہ یہ زبان ہو
اتنی ہی آرزو ہے کچھ عمر ہو جو باقی — مصرف جہانمین اُسکا تیرے قدم کریان ہو
کب جا سکے ہے کوئی دروازے تیرے آگر — بیٹھے جو تیرے دربر وہ سنگ آستان ہو
تا مہر و مہ فلک پر یارب رہے درخشان — یہ آستان دولت مسجود دوجہان ہو

قصیدہ در مدح بسنت خان محمد شاہی

تاثیر گردش آج کواکب کی صبح کو — کہتے تھے دو جہان کی خوبی کی روبرو
دل چاہتا ہے یون کہ بنا کیجے ایک باغ — وہ گل زمین زیر فلک کرکے جستجو
فیض دم مسیح کا جسکے ہوا ہو فخر — آب اُس جگہ کا آب خضر کی ہو آبرو
لاوے نہ اُس زمین کی درختونکی ایک شاخ — غیر از برامید خلائق ثمر کبھو
ہووے ازل سے تا ابد ہر چمن کے بیچ — سرسبز وانکی خاک سے صد تخم آرزو
تا تا فراغ خاطر آسودہ سے ہو گل — جمعیت دلی سے بڑے غنچہ ہو بہو
بینائی و مشام کو عیسیٰ کی تقویت — دیوے ہمیشہ وانکی گلستانکا رنگ و بو
مرغ اس چمن کے بیچ ہون ایسے غزلسرا — مطلع یہ جنکے حق مین سخن کی ہے آبرو

مطلع

بلبل ہو وانکی بلبل آمل سے دو بدو — طوطی کرے ہمیشہ فصیحی سے گفتگو
یون منعکس صفاے عمارت مین ہو چمن — جو اکبر و مکان ہو سو معلوم ہو دو رو
آئینہ خانہ اُسمین ہو ایسا کہ ایک بیت — موزون نہ اس صفاسے گلستانمین ہو کبھو
ایسا ہو سطح کرسی پہ اُس گھر کے ایک حوض — کوثر ہو آب شرم سے وان جسکے روبرو
چادر تلے ہو آب کے یون سنگ آبشار — جیسے برجبین نقاب تلے جون رخ نکو
پاکیزگی سے جاری ہو ایسی ہی ایک نہر — خوبی کا جسکے ذکر نکر سکیے بے وضو
جو بیچ ہر چمن کے روان یون ہو اُسکا آب — جون روح دوڑتی ہو رگ جانکی سمت کو

حرفِ سوال پہونچنے پاوے نہ لب تلک — موج گہر پہونچتی ہین سائل کے تا گلو
یان شعر و شاعری سے ادا ہو نہ حق مدح — تن پر اگر زبان ہو بجاے ہر ایک مو
اس نظم سے غرض نہین مدح و ثنا ہمین — ہے تیرے ذکر خیر کی اپنی زبان کو خو
سودا کرے ہے ختم دعائیہ پر سخن — لائق تری ثنا کے نہین ہے یہ گفتگو
تا زیر آسمان ہو زمانہین صبح و شام — اپنی ہے یہ جناب الٰہی سے آرزو
روشن ہو تیرے دوست کا ہر شب چراغ عیش — بدخواہ کے نصیب نہو روز خوش کبھو

قصیدہ در نصائح فن شعر و طعن بر شاعری و در مدح مہربان خان

جب کہے مورد تحسین مین اکثر اشعار — کہا اوستاد نے مجھسے مرے سنکر اشعار
اے پسر چار نصائح مین کرون ہون ادنکو — گر کرے تحویل دل اپنے تو کہا کر اشعار
ہین جو خاقانی و فردوسی و سعدی مشہور — کیا عجب ہے کہے انکے جو برابر اشعار
اولاً یہ کہ مجالس مین زبان دانون کے — تیرے آگے جو پڑھے کوئی سخنور اشعار
سخن ایسا نہو سرزد کہ دل اسکا ہو دو نیم — گو ہوا تیغ زبان کا ترا جوہر اشعار
دومی یہ جو تو چاہے کہ نہ مجھسا ہو کوئی — شعر سے میرے کسیکے نہون برتر اشعار
شعر تحسین پہ بھی نادان کے نہ پڑھیو یکبار — پڑھیو دانا کی تو نفرین پہ مکرر اشعار
سومی گر کہے تجھسے کوئی نادان کہ ہین — تیرے دیوان مین دوانین کے اکثر اشعار
شعرا مین تو نہ پڑھیو جز امید صلاح — ہوئین بالفرض ترے انسے بھی بہتر اشعار
چار مین بال زن انکو نہ سمجھیو بہ فلک — مرغ معنی سے ترے پاوین جو شہپر اشعار
بوجھ کر اپنی ترقی کو تنزل تیری — عرش پر ہون تو سمجھ فرش کے اوپر اشعار
اس نصائح کی سند پھر ز کلام عرفی — لاکے وہ میرے لیے بہ زجاہر اشعار
لگے فرمانے کہ اوستاد انھونکا سنکر — ویسے شعرون کو کہے تھا نہ کہا کر اشعار
مرتبہ شعر کا زنہار نہ سمجھے گا تو — فائدہ کیا جو کرے داخل دفتر اشعار
اسطرح کی جو سنی طعن و تعرض ان سے — اور کے نام سے اپنے پڑھے اکثر اشعار
آفرین آفرین ہر شعر پہ دیکر اوستاد — بولا یہ خوب پڑھے تونے سراسر اشعار

اوڑتا ہے جو پکھیرو تو کہتا ہے اُس سے یہ
جا دے بسنت خان بہادر کنے جو تو

بعد از سلام شوق یہ کہیو ہمارے دوست
اے بوستان دل کی تمنا کی رنگ و بو

پر تو نہین کہ پہونچیے دو پانون ہین مگر
گوڑے رگڑ نیکی ہے سدا جنکو آرزو

جیسے ترے قدم سے جدا ہو کے رہ گئے
نے دین کی ہے تلاش نہ دنیا کی جستجو،

مانند برگ خشک کہ ہو نخل سے جدا
کرتے پھرے ہین دشت مین نالے ہر ایکسو

اب آرزو یہی ہے کہ آوے جو باد تند
جون شعلہ آگ اپنے تئین دین زلشت ورو

تقصیر عفو کی ہے ترے یا مرا گناہ
انصاف یہ نہین مجھے مجرم جو تو سمجھے تو

تیرے کرم نے مجکو بد آموز کر دیا
تھی ورنہ معصیت کی کب اس روسیہ کو خو

تیری ہی ذات سے متعلق ہے جرم و عفو
آنکھون مین دل مین چشم مین ہر جا ہے تو ہی تو

لیکن غلط یہ حرف کیا بندگی مین عرض
کس طرح سے محیط سمندر یہ ہو سبو

مولا یہ سچ کہو نہین ہوئی مجھسے کیون خطا
مدت سے دل مین تھی مرے بخشش کی آرزو

اے دل تو بعد ختم غزل کر حضور مین
پاکیزگی سے اسکی طبیعت کی گفتگو

مطلع

ابر بہار باغ کو تا دے یہ شست و شو
مقبول تجھ مشام کو ہووے نہ گل کی بو

پاکیزہ طینت اسقدر انسان نہووے خلق
دھو دھو کرین خمیر جو آدم کی خاک کو

خبر نگ کی ترے کوئی کیا کیا ثنا کرے
جسکا چراغ خانہ زین تا ابد ہو تو

اس بادپا کے وصف مین مطلع پڑھین ہم ایک
گر سرسری نہ سمجھے ہماری تو گفتگو

مطلع

شرمندہ ہو جمال مین حور اوسکے روبرو
جلدی مین وہ طبیعت محبوب تند خو،

جوہر مین تیری تیغ کے کیا کیا بیان کرون
کہتے ہین جسکو ہے وہ تہور کی آبرو

اکثر ہوا ہے یون سر اعدا کو کاٹ کر
میدان مین کارزار سے تیغ نے لیا ہے گو

القصہ جب کسی کا سر عافیت کھجاے
آئے ہے روز رزم وہی تیرے روبرو

دریا دل اسقدر ہے کہ جگ مین تمام خلق
بجز سخا کی سمجھے ہے تجکو ہی آبرو

اس کمال اپنے پہ آگے وہ سخن سنجون کے ڈرتے ڈرتے بزبان لائے ہے اکثر اشعار
یون کہے فہم کا غواص کہ دلمین اپنے رکھے موتیکی جگہ اُسکے صدف بھر اشعار
کس زبان وان سے کہون اُسکی ہین تاثیر کلام عاشقون کے ہین رگ جان کو نشتر اشعار
شیوۂ جور کرے ترک دو ہین گر اوسکے سُنئے عشاق سے معشوق ستمگر اشعار
اُسکے دیوان کے خوبی مین کہون کیا جسمین دلکش اک خلق کی ہین صورت دلبر اشعار
کون خوش قد ہے نہین جسکی زبان پر دل بر اُسکے تو پہونچے ہین تا سرو صنوبر اشعار
کیا تعجب ہے زبانسے جو سنے طوطی کی پڑھتی ہے اُسکے تو بلبل چمن اندر اشعار
ہو کے مصروف دل وجانسے کہے ہین اُن نے بسکہ در منقبت حیدر صفدر اشعار
نظم اُسکا رکھے ہے حکم دعاے جوشن پھر حرز اُسکے پڑھین عازم لشکر اشعار
اُسکی ہمت نے کیا ایک جہانکو شاعر کہتے ہین اب سب ہی لینے کے لیئے زر اشعار
سیم و زر ہی پہ فقط کچھ نہین موقوف صلا لینے کو لعل و گہر کہتے ہین گھر گھر اشعار
وصف شمشیر کیا چاہے تو صورت نہ بندھی ہو کے دو ٹوک کہے تا نہ سخن ور اشعار
جمع ہووے نہ کبھو یاد مین اُسکے دیوان رہین تا حشر خیال اُسکے مین ابتر اشعار
اسکے توسن کا چلاوا ہے یہ موزون جیسے طبع شاعر کی چلی کہئے کو ہر پھر اشعار
شرق سے غرب تلک آئین پہونچین یہ جہان وصف مین اُسکے اگر پھینکدون کہکر اشعار

مثنوی در تعریف شکار کردن نواب آصف الدولہ بہادر

سر صفحہ پر آج یون صبحدم لگا دست سودا مین کہنے قلم
جو اس عہد مین ہند کا ہے وزیر بہمت جوان و بتدبیر پیر
بدہر آصف الدولہ جسکا ہے نام سلیمان شکوہ و ذوی الاحتشام
جہان تولے وہ اپنی شمشیر کو تو روباہ سمجھے ہے وہ شیر کو
کیا اون نے ناگہ بعزم شکار قدم رنجہ اپنا سوے کوہسار
گیا اسطرح سے سوے صیدگاہ بچا کر نگر صید کی وہ نگاہ
بجز زیر تیغ اُسکے پائے نہ اور ہرن پاڑھے چیتل چکارے نے ٹھور

سنکے تحسین یہ عرفی نے کی اوستادی عرفی
میرے ہی گذرے تھے یہ میری زبان پر اشعار

پڑھکے نام اپنے سے تھا سورد نفرین ورنہ
کسی دیوانے نہین انسے تو بہتر اشعار

یہ سخن سنکے تامل سے دیا اسکو جواب
یون جو سمجھے تو کہان شاعری کیدھر اشعار

ہم تو چاہا تھا کہ ہو وین ترے آفاق کے بیچ
نور معنے مین بہ از خسرو خاور اشعار

یہ ہوئی جلتی کہ ہونی تھی ترقی نہ کرین
اب جو چاہو تو سر مو کے برابر اشعار

غرض اس نقل و نصائح سے مرا ہے یہ مآل
نیک تو سب ہین ہون اور تجھسے نکوتر اشعار

بزم ارباب سخن مین جو کبھو حاضر ہو
پڑھیو وان بیٹھ کے تو سب سے فروتر اشعار

یہ نہ ہووے کہ سلح کئی اشجع لے ساتھ
پھرے پڑھتا ہوا اس وضع سے گھر گھر اشعار

آتے ہی چشم تو لے موند دہن کو دے کھول
یاد جون جلتی ہو پڑھتے چلے فر فر اشعار

اور تبختر سے یہ پیدا جو کرے حرکت کی
تو پڑھین یار بشمشیر و بخنجر اشعار

دل مین لاحول ہے سامع کی زبان پر تحسین
جی مین یون جلد اٹھے یا نسے یہ پڑھکر اشعار

اہل مجلس تو دعا کرتے ہون چپ ہینگی
صاحب خانہ جو ہو سنکے مکرر اشعار

بولے کیا آپ مین صنعت ہے کہ سبحان اللہ
لب چپکتے نہین اسپر کہ ہین شکر اشعار

یہ کنایا نہ سمجھکر جو پڑھا سب دیوان
آئے دو چار ہی فہمید مین مرمر اشعار

مطلب اس وضع سے پاتا نہین شاعر شہرت
بلکہ اس سے تو ہون رسوائی یہ منجر اشعار

نطق کے باغ کا پھل نام نکلتا ہے سہی
خاکساروں کو ہین دین ہین ثمر و بر اشعار

عجز ہو تو بجہان پاے سخن حسن قبول
یون نہون نقش دل کہتر و مہتر اشعار

خزف دل کو کہا گو کہ صدف کا موتی
کب بصنعت کے کہے سے ہوئے گوہر اشعار

نہین آفاق مین دلکش سخن بے تاثیر
گر اثر ہو تو کرین دل کو مسخر اشعار

بے اثر جسکے سخن ہوئین وہ شہرے کے لئے
پڑھے گو ملک بملک اپنے مکرر اشعار

آوے جو منھ مین نکالے دم کسکے حق مین
پر نہ نکلین کبھو جزدان کے باہر اشعار

حق کی امداد ہے مقبول سخن کا ہونا
یون تو کہتے ہین سبھی بہتر و بدتر اشعار

آدمیت ہے بڑی شے نہ کہا شعر تو کیا
کس پہ واجب ہے زارشاد پیمبر اشعار

شاعری سے نہ طلب کیجئے یہ فوقیت
خلق کی لطف و نہین کر دین ہین جو مضطر اشعار

مہربان خان بہادر مین ہے کیا خوبی خلق
جسکے ہین بحر معانی کے شناور اشعار

ارہے جب نہ دان صید سو سو کردہ ۔ تو زنجیر کر کھینچ لائے ہین کوہ
نہین اسکی خوبی مین ذرہ قصور ۔ خدا چشم بد سے رکھے اسکو دور
ترے سایے مین یہ جیتے تا ابد ۔ تجھے پرورش کی رہے اسکے کد

مثنوی در تعریف دیوان و اشعار مہربانخان

صاحبا سیر کے ہین یہ ابیات ۔ فکر عالی کی آپ کی کیا بات
یہ سفینہ ہے رشک ابر بہار ۔ ہر ورق اس مین قطعۂ گلزار
اسکی ہوتی نہ گر چمن پہ نظر ۔ شعر اس مین ہین گل سے رنگین تر
اسکے پھولون پہ جلد کی یہ بہار ۔ در باغ بہشت کے ہین کوار
صرف شیرازہ جو ہوا تیار ۔ ہے رگ جان عاشقان زار
نہ کرے سیر اسکی دل کو اداس ۔ منتشر ہون تو جمع کردے حواس
نہین ایسا جو دیکھو ہفت اقلیم ۔ دردمندون کی خاطر اور ندیم
دیکھے اسکو جو کوئی فرد افرد ۔ تا دم مرگ کھینچے آہ سرد
ہے عبارت مین اسکی بسکہ صفا ۔ آئنہ ہے عروس معنی کا
اسکے کیا کیا کرون مین وصف بیان ۔ خط ہے خوبی مین بہ زخط بتان
نکتہ رس کی نظر مین ہے یہ محال ۔ اسکے لفظون کو پہونچے اسکے خیال
اس سے ہے گوش کو بھی دلکو سود ۔ معنی مین اس سے یہ کہین افزود
لعل سفتہ لب دہن تیرا ۔ در شہوار ہے سخن تیرا
تجھ دہن مین زبان سحر طراز ۔ ناطقہ کی ہے تکیہ گاہ ناز
چاہیے یون کہ طوطی رضوان ۔ ہو زبان پر ترے بلا گردان
تیرے خامہ کی کیا کہون مین صریر ۔ بلبل باغ عشق کی ہے صفیر
شعر ناخن بدل ترا بہ جہان ۔ زیادہ از بیت ابروے خوبان
ورد ابیات کا ترے مضمون ۔ جو ہے مصرع سو نالۂ موزون
ہر غزل ہے تری کمال سخن ۔ نمک شوخی غزال سخن

نہ تھا چارپائے کو ہرگز بچاؤ ۔ گیا قصد جس دم سوے نیل گاؤ
نہ دیکھا جو گاؤ زمین نے پناہ ۔ قدم نیچے لے اس کے اپنی پناہ
اگر ارنہ تھا اون دگر گردن ۔ چھلین اوسکا کیا سر کے کوٹیسے تن
پھر اس دشت مین جتنے کچھ تھے درند ۔ کمند اجل سے کیے پا بے بند
جہان تک تھے روباہ و گرگ و شغال ۔ شکاری سگ اونکے جتنو نکے تھی کال
سنی جسطرف کو خبر شیر کی ۔ پہونچنے مین ہرگز نہ وان دیر کی
جو کیسا ہی وہان شیر تھا منگرا ۔ تو کھال اسکی بھی کھینچکر بھس بھرا
ہوئے شیر بیشون مین اتنے شکار ۔ کہ باہر پڑے تھے ز حد بے شمار
کیا دشت و بیشہ جو شیرون سے پاک ۔ پڑی شیر کے مارنے کی یہ دھاک
رکھا نام پھیر اون نے از خوف جان ۔ کہ جس شخص کا نام تھا شیر خان
درندون سے جب صاف جنگل کیا ۔ تو خیمے مین تشریف فرما ہوا
رہے دیکھ حیران صغیر و کبیر ۔ جب آگے سے اٹھ بھاگے قالی کے شیر
زمین سے فلک تک جو پہونچا یہ ذکر ۔ پڑی اپنی برج اسد کو بھی فکر
نہ تھا صید بری ہی پر عرصہ تنگ ۔ نہ ماہی بچے بحر مین نہ نہنگ
گزندون کے حالات کیا مین کہون ۔ کہے بن بھی پر کس طرح سے رہون
جدھر آب شمشیر اوسکا بہا ۔ نہ اثر در بچا ہے نہ وان اثر دہا
بکھوڑا ہوا جب چرندو نسے سیر ۔ پرندون مین لے تعذری تا بٹیر
پرندہ نظر مین جوان پیر کے ۔ نہ آیا ہوا مین بجز تیر کے
اگر دیو و دوان جو آیا نظر ۔ بکھوڑا اغرض صید ایسے بوجھکر
مگر وان سے جیتے کئی بیل لائے ۔ سو حلقہ بگوش اسکے وہ ہوکے آئے
سبھی بیل ہر چند محبوب ہین ۔ سواری کے خاطر بہت خوب ہین
پر اک بیل کا عین ایسا جمال ۔ زبان وصف مین جسکے میری ہے لال
کبھو بیل ایسا بچشم جہان ۔ نہ آیا نظر زیر نہ آسمان
وہ ہے قد و قامت مین اتنا بلند ۔ لگا کہنے دیکھ اسکو ہر ہوشمند
بدانست اپنے یہ ہاتھی نہین ۔ ہوا دیکھ اسکو مجھے بالیقین

یہ لباس حیات فانی ہے　نقش بر آب زندگانی ہے
آگے کرتے تھے آدمی وہ کام　جسکے باعث رہے ہمیشہ نام
کرتے تعمیر اہل کمنت و جاہ　پل و مہمانسرائے و مسجد و چاہ
اب نہ وہ دن ہین اور نہ وہ راتین　رہ گئین یادگار یہ باتین
وہ جو تھا کوئی شخص مومن خان　غور گر کیجئے تو اب ہے کہان
لیک وہ کر گیا ہے ایسا کام　کہ سدا باجتا ہے اسکا نام
نزد اہل خرد کبھی نہ ہوا　جسکا نکلا ہے اسطرح کا کنوا
کیا کنوا ہے کہ جسکی سنکے ثنا　جسکے آدوے ہے دیکھنے دریا
نالے آٹھ آٹھ آنسو روتے ہین　شرم سے ڈبرے آب ہوتے ہین
جتنے روے زمین پہ ہین تالاب　ہو گیا ہے سبھونکا زہرہ آب
ڈگ ڈگا کر اگر کوئی ہووے　تا نہ اوڑھے لحاف کب جیووے
شور شوربے کا اوٹھ گیا یکبار　ہو گیا سرد برف کا بازار
برف والے جہان تلک ہین اب　گرد بیش اس کنوئین کے آکر سب
کہتے ہین ہاے چاہ مومن خان　گھر ہمارے کو کر دیا ویران
کیا سقون کا خانمان آباد　تیرے ہاتھونسے اے کنوئین فریاد
رو زمین کے تمام اب کوے　چینی بھر پانی لیکے ڈوب موے
جن نے یکبار بھی پیا وہ آب　حشر تک زیر خاک ہے سیراب

مثنوی در مدح

کھدا تیرے خاتم پہ جب تیرا نام　سند اس سے پانے لگے خاص عام
ہوا ایک عالم کو کاغذ سے فیض　لگی جب سے ہونے تری مہر و بیض
جہان خلائق کا ہو مہربان　کیا کام مہر اپنی سے تین روان
سراپا تو فیاض ہے اے جناب　نہین اپنی قسمت سے ہین کامیاب
زبونی مرے بخت کی اس مین ہے　وگرنہ تری مہر تو ہے وہ شے

پڑھے دنگل مین جب رباعی تو	جو کڑی بھول جاے شاعر کو
ہین جو مصرع ترے مخمس کے	پنجہ زن جیب ناکس وکس کے
نہ بچا تجھ سے اے مرے شہباز	مرغ معنی آسمان پرواز
شعر کی بحر مین ترا استاد	کشتی ذہن کو ہے باد مراد
لیک خدمت مین تیری اتنی عرض	کرنی اس خیر خواہ کو ہے فرض
اسکو ہر طرح تو غنیمت جان	پھر ملے گا نہ سوز سا انسان
کیسی ہی رام ہون کسیکے ساتھ	پنچھی بھڑکے ہوے نہ آوین ہاتھ
یون تو صید آکے اے کرم گستر	دام الفت سے تیرے جاے کدھر
تجکو بخشی ہے خلق کی خوبی	حق نے ایسی کی بہ زمحبوبی
سن کے باہم تری وفاداری	نبھے ہے عمر خضر مین یاری
دستگیری کا تیری دیکھ نباہ	ہو نہ مژگان سے طفل اشک تباہ
گر مروت سے تیری کچھ مذکور	کیجیے تو نہین یہ عقل سے دور
کردے تحلیل سنتے ہی وہ ذکر	شعلہ کو خس کی دوستی کا فکر
جز جو یہ تجھ مین ہے سخاوت کا	انتہا اسکی ہے سکون مین کیا
وہ کوئی تجھسے عرض ہمت لے	جو ترے آگے دو جہان رکھدے
تجھ شجاعت پہ متفق ہے گروہ	تو سراپا جگر ہے صورت کوہ
رزم اور بزم مین علم ہے تو	صاحب سیف اور قلم ہے تو
صف اعدا مین یون ترا سر جنگ	جاے ہے بیٹھ جیسے تیر و تفنگ
لیکن اس نظم سے نہ سمجھیو تو	کچھ صلہ سے غرض ہے سودا کو
اس سے رکھتا ہے یہ دل مجبور	مہربان دوستی تری منظور
کر چکا مین دعا پہ ختم کلام	پہونچے رخصت کا میرے تجکو سلام
حشر تک زیر سایۂ نواب	رہیو جون آفتاب عالمتاب

مثنوی در تعریف چاہ مومن خان

رہ کے دنیا مین کیجیئے وہ فکر	بعد کوئی کرے بخوبی ذکر

از کلاہ خسروی رخسار مہ سیمائے تو

آسمان تک گر کوئی پہونچے زمین کے حسب — گر دہ تیرے کے آگے مرتبہ اسکا ہی پست
فیض کو تیرے قدم کے کسکا پہونچے فیض دست — گرچہ خورشید فلک چشم و چراغ عالم ست

روشنائی بخش چشم اوست خاک پائے تو

مردمک ہی چشم تیرے کی مہوس خسروا — خاک کو جسکی نگہ کردے طلائی کیمیا
اوج دولت کو نہ پہونچا کوئی بن تیری عطا — جلوہ گاہ طائر اقبال باشد ہر کجا

سایہ انداز د ہمائے چتر گردوں سائے تو

علم کی مبحث مین ماہیات جو کی تونے صاف — اُس سے رکھ سکتا ہی کب منقول و معقول انحراف
حاشیہ تصنیف کا تیرے نہ لکھین بر خلاف — در علوم شرع و حکمت با ہزاران اختلاف

نکتہ گاہے نشد فوت از دل دانائے تو

عالم علم لدنی نطق کا تیرے مدد — بو علی مبحث مین لے تقریر سے تیری سند
زندگی خوانندہ تحریر کی ہو تا ابد — آب حیوانش ز منقار بلاغت میچکد

طوطی خوش لہجہ یعنی کلک شکر خائے تو

تھی سکندر کے زمانہ سے زبس صحبت برآ — سیم و زر جاہ و حشم مال ہو منال و اقتدار
جو غرض چاہا دل اُسکے نے زیادہ بیشمار — انچہ اسکندر طلب کردو نداد شرروزگار

جرعۂ بود از زلال جام جان افزائے تو

کچھ ہو بندے پر خداوند اپنے کا سمجھے کرم — شکر ہر حالت مین لازم ہے بجا ل بیش و کم
تن ہو گر صرف زبان مانند شمع صبحدم — عرض حاجت در حریم حضرتت چون آدم

راز کس مخفی نماند بر فروغ رائے تو

قصیدہ فارسی در تعریف مسجد نو

باعندلیب گلشن ایمان برابرست — گل بانگ مرغ خامہ ام اللہ اکبرست
دارم من از لباس حرم صوف در مداد — ہر سو کہ ادر دان شود اسلام رہبرست
بر صفحہ پای خامۂ من کج نمی فتد — کز رشتۂ محبت حق تار مسطرست

نگین سلیمان کہ تابندہ بود — ہمین اسم اعظم در دکندہ بود
بہت ان دونون ناتوان ہی ہلال — تعقفل سے کرا نپے بدر کمال

قطعہ در مدح نواب عماد الملک آصف جاہ

مدار کار دو عالم حصول ہر مامول — مراد اہل دعا مدح سرورم مسئول
اساس طارم عالم عماد ملک مدام — ملوک دہر ورا کردہ در کرم محمول
امام عالم و کامل عدد ل حارس ملک — سر آمد رؤساسرور ملک معدل
کہ المحی مداحصا ہا علی الاد ہام — ہوا الدلائل للدہر علمہ مدلول
و بہ مراحم اعطاے او مراد سوال — کہ داد للہ اکرم دراہم محصول
دوار ور دممالک دراہمہ معلوم — رسد عطا و کرم در مصحح و معلول
طعام او ہمہ کس را مراد دل دادہ — کلام او ہمہ دم روح را دہر ماکول
مہ عطار دو مہر و سماک دہم رامح — وگر سہا دسما در مراد او محلول
سرور روح ہمہ در دلا او محصور — وددوراہمہ سور و عدو را مسلول
حسام ہسا طع او مہر ساد ہر ہر دم — ہلال معرکہ ہا کردر مح رامسلول
ہوا و حرص و ہوس ہر سہ ار ملک کردہ — ورد دورد مع الصوم مرور امعمول
دعار او کہ سہام دعا و روح ملک — سداد او کہ صلاح محمدؐ مرسول

مخمس تضمین غزل حافظ در تعریف بادشاہ زمان

خسروا تجھ سا کوئی دوران بہم پہونچاے تو — باب تخت سلطنت ایسا ہمین دکھلاے تو
تجھ در دولت پہ یون بولے سلیمان آئے تو — اے قباے بادشاہی راست بر بالاے تو

زینت تاج و نگین از گوہر والاے تو

دیکھ تجھ شاہ بلند اختر کو بولین نیک و بد — آسمان جا ہا رہے تیری یہ شوکت تا ابد
ذات سے ہے تیری نورانی منبر کی حد — آفتاب فتح را ہر دم فروغی میدہد

کرسی او ز مرتبهٔ انبیا بلند ‌ ‌ صحنش بوسعت کرم حق برابرست
جاروب صحن شکل خطوط شعاعی ست ‌ ‌ جاروب کش بصورت سلطان خاورست
هر چند جای رفته بسے دیده ام ولے ‌ ‌ دل را از آن صفا که برو دید یادرست
آیند در شمار نظر ذره هاے خاک ‌ ‌ عکسی اگر درون ز هوای مکدرست
چاهی باین لطافت و خوبی بکنج اوست ‌ ‌ آبش چنان قریب که بالب برابرست
مردم بگرد او همه وقت از پے وضو ‌ ‌ چون صورت صف مژهٔ دیدهٔ ترست
نقاشی عمارت آن سجده گاه خلق ‌ ‌ در تازگی ز باغ جنان هم فزونترست
نقاش او که رنگ طراز ست چون بهار ‌ ‌ گلشن بهر گلی که ز دیوار تا درست
بوے کشید کردهٔ موج نسیم صبح ‌ ‌ بر عارض نگار چو زلف معطرست
بیرون ز حد وصف بود دست کارش ‌ ‌ هر دم بکلک صنعت او صنع دیگرست
از بس دران احاطه صفا را بکار برد ‌ ‌ مطلع بوصف او ز گهر هم صفاترست
یک سمت نقش لاله و یکسو صنوبرست ‌ ‌ از عکس یکدگر بقرائن برابرست
اینجا کسے که پیش نماز ست صف او ‌ ‌ در گوش هوش از همه اوصاف بهترست
در فرض صبح و شام ز هر سوره خواندنش ‌ ‌ نحوے بدل صدای قرأت موثرست
هر کس که بود منکر قرآن شنید و گفت ‌ ‌ لاشک کلام حق بزبان پیمبرست
گویند عرشیان که صدای موذنش ‌ ‌ در گوش ما ز نغمهٔ داؤد خوشترست
خوش بلبل ست او که سحرگه ترانه اش ‌ ‌ در باغ دین بمدح خدا و پیمبرست
خوش لهجه طوطیست خلیقش که نطق او ‌ ‌ بهر ضیافت صلحا شیر و شکرست
واعظ چه واعظ ست که تاثیر حرف او ‌ ‌ سد ره صعوبت فرداے محشرست
لاریب هیچو خانه بود حنانهٔ خدا ‌ ‌ کانجا گدا و شاه بیک سجده همسرست
هر کس دران مقام دو رکعت نماز خواند ‌ ‌ فردا باو ثواب دو صد حج اکبرست
هرگه دو کعبه گشت کند رو کدام سو ‌ ‌ زین وجه مرغ قبله نما سخت مضطرست
سودا اگر کسے بقسم گوید این سخن ‌ ‌ در رتبه آن سگان ز حرم پایه کمترست
شخصے که واقف ست زشان بزرگیش ‌ ‌ او را کے از زبان کس این حرف باورست
بودم درین خیال در آنجا که ظاهرا ‌ ‌ با کعبه این رواق مقدس برابرست

بین السطور او که بهر صفحه نقش زد
از چاک جیب صبح سعادت منورست

حرف زبان کلک من از کثرت جلای
نحویست هر ورق چو بر آئینه جوهرست

هرگه رسد چو شاهد معنی بخاطرم
مے بینمش که جامهٔ احرام دربرست

چشمم اگر بسبزهٔ خط بتان فتد
بے آهوے حرم بنظر نوک نشترست

بازوی شاهباز خیالم که در هواست
بر مرغ ره بقبله نشین سایه گسترست

از استماع نظم کلامم درین مقام
هر رند جبه در بر و عمامه بر سرست

زاهد چنانست تشنهٔ حرفم بقول کس
چون گوش روزه دار بر الله اکبرست

چون محتسب سوار شود در رکاب او
سنگی برای شیشه بدست قلندرست

شادی غرهٔ رمضان زیر آسمان
نزد مغان ز غرهٔ شوال خوشترست

بینی ز زیر ابروے پیوستهٔ بتان
در چشم خلق جلوهٔ محراب و منبرست

تا بشنود بمدرسه بانگ صلوٰة را
شد در پے معالجه گر برهمن کراست

خواهان سبحه بسکه بود خلق دانه اش
از در شاهوار به قیمت گران ترست

در فکر بوریاست گدا از پے نماز
مصروف بر عمارت مسجد توانگرست

دیدیم تازه مسجد نورانے که زد
در اقتباس نور مه و مهر اخترست

آبے که ریخت‌اند به تعمیر آن مکان
پیداست از صفاش که او آب گوهرست

هر سنگ او ز عکس کواکب بوقت شب
در چشم روزگار ز ترصیع بهترست

یارب چه مسجدیست که گر در حریم او
ارواح اولیای مکمل کبوترست

فرمان روا مسیح بمعمار آن بناست
دل را فضای او که چنین روح پرورست

آید صدا ز گنبدش از جنبش نسیم
بنگر که شان رفعتم از عرش برترست

دل در تعجب ست که گلدستهای او
هم در بهار و هم بخزان تازه و ترست

وصف کتابه‌اش چه نویسم که در نظر
چون سرنوشت صاحب ایمان منورست

حاجت دران حرم بفروغ چراغ نیست
شب تا سحر تجلی حق شمع منبرست

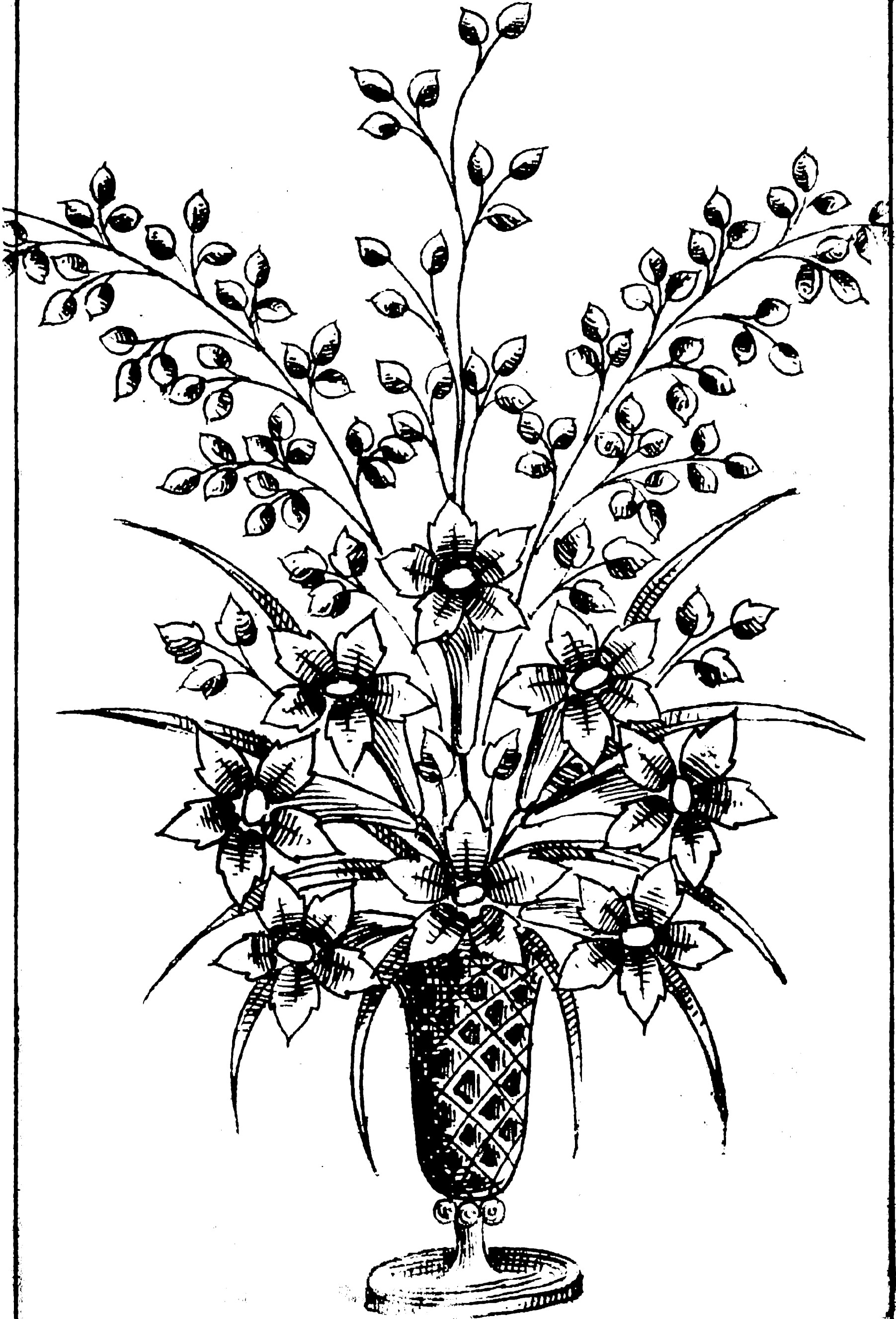
فی الفور میرسد بدر خانهٔ قبول
آنجا برای مرغ دعا فیض شهپرست

بر سطح او مقابل محراب حوض نیست
چشم پر آب جانب ابروی دلبرست

دیدم چو عکس قبهٔ زرین او در آب
پنداشتم که مهر بکوثر شناورست

ہجویات

	ناگہ بسجدہ از پے تاریخ حاجیے		سر را نہاد و گفت کہ از کعبہ بہترست



کام ہر روز جو اپنا کر لیوے | کلّے بندر کی طرح بھر لیوے
توڑ کھاتا ہے جا کے پاخانے | یہ بواسیر اپنی کے دانے
اسلئے ہجو خلق کرتا ہے | گالیان کھانے تک بھی مرتا ہے
شادی مین گر کسی کے گھر یہ جائے | صاحبِ خانہ رنڈیان بلوائے
کیا طمع اسکی اُس گھڑی مین بتاؤن | کھچڑی یہ چاہے بھر مین ہین لیجاؤن
راگ کر ہو کلاونتون کا وہان | اس جگہ گا رہا ہو جیون خان
اور پکھاوج بجائے دیبی داس | سرون کی بندھ رہی ہو ہم آس
کیسی ہی دیبی داس پرنے لے | نہ سنے آپ یہ نہ سننے دے
یہی پوچھے ہر ایک سے بے شرم | پُڑی کا آٹا سخت ہے یا نرم
صاحبِ خانہ اسمین گر جھنجھلائے | اپنے نفرون سے جوتیان لگوائے
اسکو ہرگز نہین حیا سے لگاؤ | جائے تو یہ کہے بلاؤ بلاؤ
نانبائی محلہ یون فریاد | کرے ہے یارو دیکھو یہ بیداد
چاٹے ہے چوری سے رقیدے کو | مار ڈالون گا اس ندیدے کو
جورو اپنی پہ جب کرے ہے نظر | اس سے کہتا ہے تب یہ گیدی خر
کچھ ترے پاس اے حمیدہ ہے | تیری انگیا مین گاؤدیدہ ہے
یا چھپائے ہین تو نے قرص پنیر | سچ ہی کہہ ورنہ ہونگا مین دلگیر
اسکی باتون سے اسپہ ہے یہ عذاب | کہ دل اس نیک بخت کا ہے کباب
غرض اسکو یہ جب خبر آتا ہے | حاضری خلق کی بناتا ہے
جو اسے میہمان بلاوے ہے | آفت اپنے وہ گھر پہ لاوے ہے
یہی کہتا پھر اسکے گھر بیٹھے | اور کوئی نہ کھانے پر بیٹھے
بولتا آوے ہے قدم بقدم | کہو کھانے کو جلد دیوین دم
نہ سلام علیک نہ کچھ بات | صاحبِ خانہ سے کرے بدذات
بیٹھتے ہی نکالے ہے یہ ذکر | پیٹ کی میرے کچھ تمھیں ہے فکر
بھوک کچھ کم ہے اندنون میری | روٹیان سو پچاس ادھ سیری
نانبا کو کہو یہ بلوا کر | جلد ان کو تنور لگوا کر

مثنوی در ہجو میر ضاحک

ہے عجیب و غریب زیر سما / اک یہان صورت آشنا اپنا
کہیے اُسکے تئین قسم کھا کر / امت دانیال پیغمبر
نہین دین نبی کا اسمین اصول / اور دنیا کے ہین چلن مین اکول
شاہ قانع اگر ولی ہو فقیر / اُسکو مانے کبھو نہ یہ بے پیر
کیا حریص طعام ہے یہ پلید / حارث سنگدل کا ہے وہ مرید
دہر نے یہ بڑی حماقت کی / اپنے گھر اسکی لا ضیافت کی
لا کر ایسا ہی ایک دسترخوان / طول و عرض اُسکا کیا کرون مین بیان
شرق سے تا بغرب بچھوایا / اُسپہ تنہا اُسیکو بٹھلایا
اُسپہ نعمات حق جہانتک تھے / یان سے آگے وہ اسکے آن تک تھے
اسمین کچھ اُس سے ہو گئی آن بچ / اُسکو اٹھوا دیا پکڑ گردن
ہاتھ بھی یہ نہ ڈالنے پایا / چاٹتا ہونٹھ اپنے گھر آیا
پھر گیا اُدس سے تو زمانۂ شوم / کھانے کا بچنا اسکے گھر معلوم
کنکری چننے پر ہے اب گذران / معدہ اُسکا ہے مرغ کا سنگدان
سنگریزے تلک نہ اس سے بچے / معدے مین اسکے تو پہاڑ پچے
آدھ سیر آٹے کا خدا ہے کفیل / پیٹ اسکا ہے عمرو کی زنبیل
گھر مین اب جسکے دیگچہ کھڑکے / در پر اُسکے یہ بیٹھے یون اڑکے
گور سے پھر جو رستم اُٹھ کر آئے / میت اسکی اُٹھائے یا نہ اُٹھائے
خوردنی کی ہو جس زمین پر باس / جمع وان کر کے اپنے ہوش و حواس
بیٹھے مکھی کی طرح لے در پے / دونون ہاتھونسے سر کو پیٹے ہے
آگ لگ کر کسی کے گھر سے دود / ایک ذرہ بھی گر کرے ہے نمود
لوگ تو دوڑے ہین بجھانے کو / دوڑے یہ لے رکابی کھانیکو
ہر کسی بنیے کی دکان پر جا / اپنی باتون مین اُسکو لے ہے لگا

گھر کے صاحب نے دیکھکر یہ طور ہو کے محجوب یہ کہا فی الفور
حرکت تم سے یہ نپٹ تھی بعید کی ہے کھانے کی مین ابھی تاکید
تب یہ ہنسکر زبان پر لایا بارے کیا کیا کہو تو پکوایا
کہا قلیہ پلاؤ بریانی ہے یہ سب صاحبون کی مہمانی
یہ سخن سن کے مثل تیر شہاب دوڑا مطبخ کی سمت ہو بیتاب
جا کے مطبخ پہ یہ پڑا اس طرح مین بیان اسکا اب کرون کس طرح
لاٹھیان لے لے ہاتھ پیر و جوان کرتے ہی رہ گئے سبھی ہان ہان
گوشت چاول مصالح ترکاری سب سمیٹ اسنے ایک ہی باری
مطلق اسنے نہ مانی ڈانٹ ڈپٹ رکھکے کلے مین کرگیا سب چٹ
خرج کر یہ سلوک دوست کے ساتھ مانگے پھر یہ دعا اوٹھا کر ہاتھ
یارب اتنی تو اب مری سن لے مجکو اک آسمان سا کلا دے
وہ بھی یون ہی چلا کرے دن رات جو پہونچے دان جماد و نبات
جاٹ کر اسکو اپنا پیٹ بھرون تف نہ جا کر کسی کے در پہ کرون
قصہ مہمانی کا سنا تم سب پڑے اس بھوک پر خدا کا غضب
جاوے بازار کو اگر وہ لئیم خلق سمجھے کہ پہونچی فوج غنیم
مان باپ بیٹے کنجڑے حلوائی کہین آفت کدھر سے یہ آئی
جو ہے دکان مین سو اوسکو پچے جان یارب ہماری اس سے بچے
بھوک مین جب ادھر یہ آتا ہے لوگون کو کاٹ کاٹ کھاتا ہے
جن ہے یا آدمی ہے یا کیا ہے یا کوئی دیو نو کھلایا ہے
نہین ڈرتا یہ لاٹھی پاٹھی سے کیا کرے لاٹھی اسکی لاٹھی سے
آوے جو کھینچ سامنے تلوار جب تلک پہونچے اوسکا اس تک وار
مورچے کی طرح یہ اسپر آئے کہتے سے پیلی تلک کھا جاے
بھوکھ کی جھابجھ گرے ہے یک پہر آوے پھر منڈیون کے سر پہ ٹھہر
سیر یون بھی نہ ہو تو جنگل کو تول لیجاے بھوک کے بل کو
کھا چکے گشت جب اوکھاڑا دکھا پھر تو نگلے ہے بھڑ دا جھاڑ کے جھاڑ

جب تلک کھانے پک چکین سارے
ان ہی کو لاکے پیرے سر مارے

سب جلنے دنیا کے بیچ ہین اشکال
اشتہا ان مین تھا منا ہے محال

جب تلک کھانا آوے ہی آوے
اسی بک بک مین جان کھا جاوے

کھانا آوے تو اسطرح لوٹے
جیسے کوئی کسی کا گھر لوٹے

مارے لقمے تو اسطرح بدذات
جیسے جھاڑے کوئی پٹے کے ہات

وہ جو نوکر کھڑے ہون جس تس کے
منھ کو حیران ہو تک رہین اسکے

دیکھی جب یہ چاٹ کر چھوڑے
منھ کو کھانے سے موڑے تو موڑے

کھانا کھانے مین ایک دن ناگاہ
پڑگئی اسکی آئینے پہ نگاہ

بولا دیکھ اپنے عکس کو وہ لئیم
کب سے اے بھڑوے تو مرا ہے ندیم

غرض اس طرح کا جو ہوے بخیل
کب زمانہ کرے نہ اسکو ذلیل

ایک تھا اس کا آشنا دلسوز
وارد اوسکے یہ گھر ہوا اک روز

ظاہری اسکے گھر تھی کچھ شادی
سر مجلس بلا اسے جا دی

بیٹھے باہم تھے آشنا بہ تمیز
صاحب خانہ کا ہر ایک عزیز

اور وہان ہو رہا تھا راگ و رنگ
ناچ ہوتا تھا باجے تھی مردنگ

نہ تھی اسکو کسی سے بات اور چیت
بھوک سے اسکی لگ رہی تھی پیت

گاہ چونکے تھا گاہ اونگھے تھا
گاہ مطبخ کی باس سونگھے تھا

اسمین یہ سو گیا تو دیکھا خواب
گویا بیٹھا ہوا ہے بر سر قاب

ناگہ اوس قاب پر اک اور آیا
تب یہ بے اختیار برایا

جگ مین کھانا ہے اور میرا منھ
گیدی یہ قاب اور تیرا منھ

کہکے یہ نیند مین جو مارا ہاتھ
پاس والے کی پگڑی ہاتھ کے ساتھ

اوڑ گئی سر سے آگئے کیا بن کہون
تھا یہ نزدیک ہووے کشت و خون

صاحب خانہ درمیان مین آ
پوچھا اس سے یقین ہوا ہے کیا

تمنے کیون اسکے سر پہ ماری دھول
ہنسے شیطان چڑھا پڑھو لاحول

خواب کو اپنے کرکے تب تقریر
کہا اسمین ہے کیا مری تقصیر

سنکے یہ خواب اس سے ہو کہ صاف
سب نے ہنسکر کہا کہ تم ہو معاف

سیّد اے سیر مثلث آپ کو ۔۔۔ کہنا اتنا ہو کے بے خوف و خطر

ریم سوزاک پدر ہے تو شریر
رحم مادر میں الٹ نکلا ہو میر

تال سر سے ہے ترا گانا بری ۔۔۔ فخر ہے مت گا بلحن مادری
و غل ٹک صوت پدر کو بھی تو دے ۔۔۔ تا یہ سمجھے ہے للت یا گوجری
لعن تیرے سر پہ کرتے ہیں مدام ۔۔۔ لے رباب و بین سے تا کینگری
تال پر ٹھپکار دے ہے ہر زمان ۔۔۔ از پکھاوج تا بڑھو لک خنجری
تف اُسے جن نے سکھائے کو تجھے ۔۔۔ ڈنڈی کاندھے پر طنبورے کی دھری
برزخ انسان و حیوان میں سدا ۔۔۔ ہے جو تیری زیر چرخ چنبری
اُس سے نے دعوئ مصاحب خانہ ہے ۔۔۔ ہے نہ سو خان کو ذرّہ ہمسری
بس تھا باعث انھون کی ہجو کا ۔۔۔ بد عبث کہتا تو ہے بد گوہری
دیکھکر خلقت میں تیری نسل کو ۔۔۔ شکر خالق کرتے ہیں دیو و پری
سن مچکا اپنی سیادت کا نشان ۔۔۔ تہمت اپنے پر نہ کر اسے مفتری

ریم سوزاک پدر ہے تو شریر
رحم مادر میں الٹ نکلا ہو میر

پہونچے گر شعر اب ترے دفتر تلک ۔۔۔ پہونچے ہے کہتر سے لے مہتر تلک
مجکو یہ ڈر ہے نہ پہونچیں آج کل ۔۔۔ انکی نعلینیں بھی تیرے سر تلک
حاجی تو جسکی زن و دختر کا ہے ۔۔۔ ہے سخن انکا بھی تیرے گھر تلک
بھیجے تو ناموس جن کا تا بہ اسپ ۔۔۔ دے بھی تیرا بھیجیں فیل و خر تلک
خشک تنکا نہیں سماوے جس جگہ ۔۔۔ وان گھسیڑے خلق چوب تر تلک
جس گھر میں ہو نہ رشتے کی جگہ ۔۔۔ تار کش بھیجے گا اُس کو سر تلک
یہ بڑا موتی کا ہے قیمت شکن ۔۔۔ پھر بہا کب اسکا سیم و زر تلک
مرغ ہو وے حیدر آبادی تو خلق ۔۔۔ دیکھ لے ہے اسکے بال و پر تلک
گر اصالت کے نشان ہوں برطرف ۔۔۔ پہونچے ہے وہ کو دکش کے در تلک
اب نسب تیرا جو ہے اس وضع پر ۔۔۔ پہونچے کب پیغمبر و حیدر تلک

غرض اس بھوک پر کہ نکلے ہے روکھ ۔ نسپر اس فکر مین گیا ہے سوکھ
چار کے کاندھے جب یہ جاویگا ۔ توشے کی روٹی کو بھی کھا دےگا
ایسے بھوکے پہ لعن کیجے مدام ۔ شام سے صبح صبح سے تا شام

ترجیع بند در ہجو ضاحک

جا صبا ضاحک سے کہہ بعد از سلام ۔ کیون کیا کرتا ہے ہجو خاص و عام
آپ کو کہتا ہے تو سیّد ہون مین ۔ جد مرا پوچھو تو ہے خیر الانام
بس دکھا تو اب کسی کی ہجو مین ۔ ہو اگر ختم رسالت کا کلام
انکی قوامت یہ اوقات شریف ۔ گذرے ہے خلق و کرم ہی مین مدام
کون ہے تیری سیادت کا مقر ۔ جانتے ہین خاص ایسے لے تا عوام
تیرے والد کو ہوئی تب ایک سال ۔ تب حکیمون نے بہ تشخیص تمام
دق سمجھکر یہ دوا تجویز کی ۔ شیر خر با قرص کافور ایک دام
مول لے اک مادہ خر پینے لگا ۔ ہر سحر اس شیر کا اک بھر کے جام
عمر باقی تھی غرض پائی شفا ۔ پھر ہوا سوزاک ہو بند احتلام
آخر کار اس مرض کی بھی دوا ۔ وہ جو مادہ خر تھی اُسکے آئی کام

ریم سوزاک پدر ہے تو شریر
رحم مادر مین اُلٹ نکلا ہو میر

سُن تو تک اے نصف انسان نصف خر ۔ ہمنے کیا سید نہین دیکھے مگر
ہتک حرمت پر خدا کی خلق کے ۔ کب کسی سید نے باندھی ہے کمر
ریزہ چین جس جس کے ہو تو خوان کا ۔ ہجو کر اُس اُس کی ہر شام و سحر
رات دن پڑھتا پھرے ہے اے لعین ۔ اُسکی اُسکے گھر مین اُسکی اُسکے گھر
بیش و کم تجھ مین نہ دیکھا عقل و حمق ۔ نطفے کی ترکیب کا ہے یہ اثر
گھر سے اپنے کھا کے جاوے جسکے یان ۔ جاتے ہی مانگے ہے اُس سے حضر
عقل کہتی ہے کہ کھائے پر نہ کھا ۔ حمق کہتا ہے کہ بیٹھے سے نہ ڈر

گر تو ہو آل نبی اے مسخرے
مومنوں کی ہجو تو ناحق کرے

جو تو سید ہووے تو دیوڑن تجھے
خمس کے پیسے تو ہیں گھر میں دھرے

یہ روپے تو وہ نہیں جیسے کہ تو
رنڈیاں لیجا کے لے کھوٹے کھرے

کہ معالج خان نے تیرا کیا ایسا
تو جو انکا منھ میں اپنے گہ بھرے

میر نواب اور انکے بھائی کی
ہجو تو کرتا ہے وہ ہیں منگرے

میں یہ سمجھوں ہوں کہ تو اس وضع سے
آج اگر جیتا بچے تو کل مرے

میرزا بہلو سے تا مرزا رفیع
نظم میں آئے ترے سب پرے

اور نام انکا تو لے سکتا نہیں
خلقے ہیں یہ شخص رتبہ میں ورے

تجھ سوا کس میر کی ایسی ہے شکل
جسکی صورت دیکھکر شیطان ڈرے

تو جتاوے اپنی میری جس گھڑی
گو یدت این حرف ہر دانشورے

ریم سوزاک پدر ہے تو شریر
رحم مادر میں الٹ نکلا ہو میر

یہ تو ہے ممکن جہان سے تو اٹھے
دود اٹھے جس گھر نہ وانسے تو اٹھے

جس زمین پر بو ہو کھانیکی تو کب
گردش ہفت آسمان سے تو اٹھے

مثل سگ ہے جوع سے تیرے محال
گوشت کھاکر استخوان سے تو اٹھے

ہاتھ سے کہنے میں ہے اٹھنے سی حرف
یہ تو کیا معنے زبان سے تو اٹھے

سامنے تیرے اگر لا رکھے توپ
ذکر کیا ہے خوف جان سے تو اٹھے

گولے سے اٹھے تو اٹھے یہ نہو
ہیبت عالم ستان سے تو اٹھے

بولیں یوں انفار اسکے جسکے گھر
کھانا کھانے کو جہان سے تو اٹھے

کھانا تو تھوڑا سا دستر خوان پہ ہے
دیکھیے کسطرح یان سے تو اٹھے

منڈیوں میں گو ہے تجھ پر مدار
یہ نہو خالی وہان سے تو اٹھے

ہو تجھے غیرت تو دستر خوان ہی کیا
سنکے یہ ہندوستان سے تو اٹھے

ریم سوزاک پدر ہے تو شریر
رحم مادر میں الٹ نکلا ہو میر

اکجو میری ہجو تراے بھڑوے نٹ
تو سہی دو دن بانس سے بجگو الٹ

ریم سوزاکِ پدر ہے تو شریر
رحم مادر مین الٹ نکلا ہو میر

تو نہین سیّد کیا مین امتحان — آل پیغمبر کی گپ ہے یہ زبان
جگ مین اب تیری سیادت کا نسب — سمجھے ہین نیوتے تلک پیر و جوان
دفع کو تیری نہین اب فائدہ — کیجئے گر قصد بے تیر و کمان
بل اگر پاتے برآمد کا ترے — ایک گز کے بیچ پھر تو تھا کہان
اے بنی نیول ترا روز ازل — خاک آدم مین اگر ہوتا نشان
ہجو کرتا کیون تو ان اشخاص کی — وہ جو ہین ممتاز زیر آسمان
کونسا سید بنا ہے مسخرا — گھر بگھر پھر پیر و قرص نان
اک نشان تجھ مین نہین ان کا کہ جو — روز محشر ہین شفیع انس و جان
نسل مین اُنکے گنے ہے آپکو — کچھ بھی تجھ مین عقل ہے اے قلتبان
میر وہ تو جلتے ہین جن کا نسب — ڈر خدا سے تو کہان اور وہ کہان

ریم سوزاک پدر ہے تو شریر
رحم مادر مین اُلٹ نکلا ہو میر

اُس اجنبہ کو بھی اکثر اے لئیم — کہتے ہین سید کہ گھر جسکا ہو نیم
موری کے مطبخ کا اک بھتنا ہے تو — گو تجھے سمجھین ہین سید نافہیم
کہہ تو کس سید کو بر بوسے طعام — گھر بگھر دوڑاتی پھرتی ہے نسیم
کون سا سیّد بنا عاشورے مین — تجھ سوا حارص بہ مشقاب حلیم
فی الحقیقت ہے تو مضحک ضاحکا — پر تو سمجھے تب جو ہو ذہن سلیم
وہ تو ہے ضاحک ہنسے جو غیر پر — تو ہنسا دے انکو جس کا ہو ندیم
مسخرے سید گنے تو آپ کو — سرد سمجھا ہے مگر نار جحیم
ہے وہی سید کہ جو پشتین سے — تا بہ پیغمبر گنا جاوے کریم
برخلاف اسکے تو با تیغ زبان — دل خلائق کا کرے ہے تو دو نیم
اس عمل پر تو کہے سیّد ہون مین — لعنت اے بھڑوے جہنم کے مقیم
ریم سوزاک پدر ہے تو شریر — رحم مادر مین الٹ نکلا ہو میر

گلے اپنے پر نہ دیکھا مجھ کا ہار بھرنا	بکرا نہ لون نہ بھینسا لون مجھ سے گر تو ارنا

تب جانیگا تو بھڑوے پیرون کو مین ملیا

مثنوی در ہجو فدوی متوطن پنجاب کہ در اصل بقال بچہ بود

یار و خدا ایک ہے دوسرے برحق نبی	صورت لوح و قلم جسکے لیے خلق کی
راست ہی ٹک بولیو انکی ہی سوگند ہے	آج زبان ہے کھلی کل کے تئین بند ہے
سننے سمجھنے کو بات حق نے دیا گوش و ہوش	حق بطرف جسکے ہو آج نہ رہنا خموش
مرد کو سچ بولنا جزو ہے ایمان کا	جھوٹ کرے ہے عدم دین مسلمان کا
وارد احمد نگر ایک ہین مرد عزیز	فہم مین سر تا قدم اور سراپا تمیز
شعر پہ ہر ایک کے کرتے ہین وہ اعتراض	جامی کے دیوان سے خوب جانین ہین اپنی بیاض
سب کرے ہی وہ طعن جتنے کہ استاد ہین	شعر پہ میرے بھی اب انکے یہ ایراد ہین
شعر وہ میرا سنا جلکے انھون نے کہین	شیخ و برہمن کو ہے جسمین کہ نسبت بین
اپنی سخن فہمی پر کہتے ہین یہ ہوکے گرم	دین تو ہے شیخ کے اور برہمن کے دھرم
انکا سخن پوچ ہے آپ وہ ہے پوچ تر	شاعری و شعر پر کچھ نہین رکھتا خبر
سنکے غرض مین یہ بات بولون ہون جل بھنکے تب	کھولکے ٹک گوش فہم سن لین یہ احباب سب
میری زبانی انھین یہ جو ہین قرآن خوان	پوچھے تو اتنا کوئی تم ہین سے اے مہربان
آیۂ قرآن کو کیون دھوئے ڈالو ہو تم	کافر و نحوے خطاب جسمین لکم دینکم
دو لونہا طلاق دین از روے قرآن ہے	خواہ برہمن کوئی خواہ مسلمان ہے
شیخ ہی سے سمجھے ہو دین کی نسبت فقط	اپنی زلیخائی پر کتنے ہو بر خود غلط
دین اگر ہووے ایک جمع نہ ادیان ہو	وو ہی نہ سمجھے اسے انسا جو نادان ہو
انکا غرض اعتراض کچھ تو معقول ہے	بات جو معروف ہے انپہ وہ مجہول ہے
شعر کی انکے سند دیکھ لین حق کا کلام	اپنی غلط فہمی پر طعن کرے ہے مدام
سن چکے اے منصفو یہ تو سوال و جواب	آگے انھین دیکھیو ہوتے ہین کیا کیا خراب
ایک یقین جانیو حق ہی ہے اسکا گواہ	ہو اگر اس امر مین ذرہ بھر اپنا گناہ

جو ترے دل میں ہو کہ تو شوق سے | دیکھ تو ٹک یاں بھی ہیں کیا اکٹ
ہجو کی ہے تو نے ابھی آج تک | جون بھی جنسے مر نہیں سکتی ہے چٹ
عیب دنیا کیا ہے جو مجھ میں نہیں | جو تو جانے ہے کہ نہیں اسمیں کپٹ
بات کیا ہے وہ کہ اب میرے تئین | جسکے ظاہر ہونے سے لاگے ہے جھٹ
مولوی صاحب کو جو پھر کچھ کہا | دیکھیو کیسا کرون گا چت ڈپٹ
آوے جو خاطر میں تیرے مجکو کہ | اے دنی شان اسمیں کیا جاوےگی گھٹ
پھر نہ کہیو میر ہرگز آپ کو | یون زبان خلق کو لاگے گی رٹ

رہم سوز اک پدر ہے تو شریر
رحم مادر میں الٹ نکلا ہو میر

مخمس در ہجو اہلیہ میر ضاحک

ضاحک کی اہلیہ نے جب ڈھول گھر دھرایا | بے وجہ رات ساری ہمسایون کو جگایا
بیٹھک میں بیٹھ بوڑھے جونڈے کو جب بلایا | تب شیخ سدو اس پر اساک کھا کے آیا
بولا کہ کیون بے ضاحک بکرا کوئی منگایا

ضاحک یہ سنکے بولا تینے زبان نکالی | بے آج کو کہا ہے کل دو گے مجکو گالی
بکرے کی شکل یان تو نے گوری ہے نہ کالی | بی بی کو اور تم کو گھر کر دیا ہے خالی
بکرا وہ دیگی تمکو جن نے کہ سر چڑھایا

میران یہ سنکے بولے پھر کہیو کیا کہا جی | میں اس سوا نہیں کچھ اور حرف جانتا جی
بکرا اگر نہ آیا چھوڑون کا کر جیا جی | گالی تو اک طرف ہے یہ سن رکھو بچا جی
آگے ہے ڈھول دھمیا میں تمکو یہ سنایا

ضاحک نے تب کہا یون مجھ پاس ہیں کوڑے | گڑ کے تو کلگلے ہیں اور تیل کے بگوڑے
میٹھا کر جو منہ کو دھیلے کے ہیں گندوڑے | تب شیخ سدو بولا سنتا ہے دی گے....
بھینسا ہی لیکے چھوڑون خاطر میں کیا تو لایا

دو مری میں منہ کو میٹھا تجکو ہمارے کرنا | دو تیل کے بگوڑے آگے ہمارے دھرنا

خوش ہو تب اون نے کہا سب سے اُسے کہتے ہین باز
شاہ امیر و وزیر کھیلین ہین اس سے شکار
سنکے کہا بنیے نے مرگ ہے یہ اپنے بھاون
اُن نے کہا ساہ جی تمسے مجھے جھوٹ بول
پھر وہ لگا پوچھنے کہہ تو وہ جنوسے ہی کیا
بنیے نے اس سے غرض باتین یہ تحقیق کر
سانچ بتا دُے مجھے باج کا کے بھاؤ ہے
مول جو کچھ باز کا ہووے ہی سب نے کہا
مول سن اُسکا غرض برد کھا یہ بنی
کرنے لگا جوروسے رات کو یہ مصلحت
بیسے مرے کرج ہین ایک سپاہی کے پاس
باج بڑا ہی سا ایک دیکھا مین اُسکے کنے
بولی ہنسنی یہ سن اوت تجھے کھیر ہے
سنکے کہا بنیے نے کے کہی یہ تینے بات
بولی جو یہ سانچ ہے لاکے اُسے تو سویر
جوروسے جب یون کہا بنیے نے بعد صبحدم
آکے سپاہی کے گھر بولا کہ مرجاجی آؤ
سنکے سپاہی یہ بات کہنے لگا چل پرے
باز بکے گا تو مین تجھسے کرونگا حساب
بنیے نے سنکر کہا کرج مین کچھ بیر ہے
سیلے تھے مرجاجی تم ہمسے کرج لینے مین
ہو جو چکو تا مرا باج کے بکنے ہی پر
سنکے سپاہی یہ بات دلمین بہت خوش ہوا
منہ تو ٹک اپنے کو دیکھ لیویگا یہ باز مول
بول اُٹھا بنیا یہ سن پرکھا کی کھیر ہے

جسپہ کرم ہو اُسے بخشنے اسے بے نیاز
قیمت و قدر اسکی ہی سیکڑے دسنے تا ہزار
سانچ کہو پرکھا باج اسیکا ہے تاؤن
فائدہ کیا ہوویگا جھوٹ سے کچھ دیجے قول
اُن نے کہا دودھ بھات کچھ نہ ہو اُسکے سوا
مول لگا پوچھنے باز کا یون گھر بگھر
ایک کھریدار کو اسکا گھنا چاؤ ہے
بنیے نے دلمین رکھا وہ جو کسی سے سنا
باز کے لینے کی بات بنیے کے دلمین ٹھنی
سنتی ہے پربھاوتی اسمین ہے کیا تیری مت
اُس سے نکد ملنے کی مجکو نہین ہے اب آس
اُسکو کھریدون مین اب کال کو جو وہ بنے
اسکی رسوئی ہے پاس اُس سے ہمین سیر ہے
تاہ رہی یہ پربھاوتی رام کی سون دودھ بھات
تھوڑے سے گھنے کو نہ سوچ جون بکے تو بیچ کر
داب بغل مین ہی کان پہ رکھکر قلم
کرکے حساب آج تم لینے کو میرے چکاؤ
پیسے کہین آج یان تیرے لیے ہین دھرے
مفلسون کو مت بکا خیر سے گھر جا شتاب
کھیر جو بتلاؤ تھا آج تمھین کھیر ہے
تتے ہوئے جاتے ہو کا ہیکو اب دینے مین
باج ہی کو دو مجھے سانچ سا کچھ بھاؤ کر
لیک بظاہر یہ حرف تند ہوا اُس سے کہا
یہ بھی ہوا لون تیل لے ہے جسے تول تول
کرج کسو کا نہ دے کوئی عجب شیر ہے

اونکو یہ لازم نہ تھا آنکے اس شہر مین ۔ ہمسے اُلجھکر کے یہ طاق بنے وہر مین
بھڑتے کسو ساتھ یہ اپنے ہی یار ونکے بیچ ۔ انکو بھی گنتا کوئی پانچ سوار ونکے بیچ
حد سے یہ اپنی پرے پانون رکھین اسقدر ۔ فخر یہ شعر اپنے پر کرتے پھرین گھر بہ گھر
اتنے لیے صاحبو آنکے یہ ہمسے اڑے ۔ تا انھین جانے کوئی یہ بھی ہین شاعر بڑے
ہوتے ہین وہ ہی بڑے جنکو بڑا حق کرے ۔ اپنے کیے سے بڑا آپ کو احمق کرے
اپنی زلیخا اگر اس لیے لائے ہین یان ۔ شاعرون کے زور کو اسپہ کرین امتحان
حسن معانی کے یہ دیکھکر اسکی بساط ۔ اسکے بموجب کرین شاعرون سے اختلاط
اور زلیخا جو وہ خلق مین مشہور ہے ۔ فہم و شعور انکے سے سو تو بہت دور ہے
ہووے جسے تم مین سے مولوی جامی کا ڈر ۔ پوچھے انھون نے کوئی زن ہے زلیخا کہ مرد
کہتے ہین فخریہ مین اپنے یہ ہر ایک سے ۔ مجھسا زباندان ہے کون پوچھو بد و نیک سے
شاعرونمین ہند کے مین گیا ایران تک ۔ سیکھی زبان وانکی بھی جاکے خراسان تک
پر جو انھونکا سخن پہنچے ہے گوش فہیم ۔ خندہ زبان بولے ہے وہ کہ خدا ہے علیم
ایک خراسان کیا گو کہ یہ مکہ کو جائین ۔ جیسے ہی یان سے جائین ویسے ہی پھر آئین
پوچ زبان انکی سے شعر تو سرزد ہوا ۔ کاتب بیچارہ مفت لعن کا مورد ہوا
شعر تو بے ربط و پوچ کہنے سے استغراق ہے ۔ تسپر انھین خلق مین شہرہ سے یہ ذوق ہے
شعر مین شاعر جو ہین وہ تو تخلص کو لائین ۔ پر یہ تخلص بغیر نام نہ اپنا جتائین
اسپہ مجھے ایک نقل برمحل آئی ہے یاد ۔ ہو جو سخن فہم دے مغز سخن کی وہ داد

نقل

بنیے کا دیوال بند ایک قرضدار تھا ۔ اُسکے ادا کرنے مین سخت وہ ناچار تھا
بنیے ٹکے پر کہین اسکو نہ تھا دسترس ۔ سود مین اور مول مین اُسکے رہا تھا وہ پھنس
الو نصیبون سے ایک ہاتھ اسے لگ گیا ۔ سوچ کے دلمین کہا بنیے کو دیجے دغا
باندھی اُسے پانڑی سر کو پنہائی کلاہ ۔ ہاتھ پہ رکھکر چلا کہتا ہوا واہ واہ
اور کیا ہاٹ سے بنیے کے عمداً گذار ۔ دیکھ کے الو لیا بنیے نے اسکو پکار
ہنسکے لگا پوچھنے کہ ہے جی یہ جانور ۔ پر کہا ہمسے کہو لے چلے اسکو کدھر

بیٹھے یہ رہتے ہین وان صبح سے لے شام تک — لگتی ہے اشعار کی چار پہر انکو بک
ادویہ مین سے جو کوئی مالک دوکان سے شے — پوچھے تو یہ دین جواب وہ بھی ہے فدوی بجا ہے
ہو نسکے شاعر اور شہرہ پہ یہ دل دیا — اپنا تخلص نداں بنیے کا آلو کیا
تھی جو بنیی مین عقل اتنی بھی انین نہین — بوم جو ہے اسکو باز سمجھے ہین یہ اپنے تئین
ایسا ہی اور ایک شعر تھا جو ہمارا کہا — جو قلم فہم سے خلق نے دل پر لکھا
سنکے انھون نے پسند اسکا جو مضمون کیا — مین نے کہے تب اس بحر مین یون اسے موزون کیا
تمنے جہان وا کیے بند قبا اپنے جان — جا کے صبا نے بباغ کھولدیے گل کے کان
سو یہ میان فدوی نے کان کو نے گل کے توڑ — جلدی سے وان گرم گرم آنکھ دی نرگس کی جوڑ
کہتے ہین اب ہر طرف بزم مین منھ پھیر پھیر — شعر تھا وہ سیر بھر یون مین دیا ڈیڑھ سیر
کھولدیے ناز سے تمنے دو چشم اپنی جان — کھولے صبا نے یہ سن غنچۂ نرگس کے کان
بات تو وہی ہے یہ سمجھو تو اے صاحبو، — گوش تلک انکے جا کہو کہ اب اس وضع کو
سرقہ سو اس مین ہے ایک قباحت یہ اور — کونسے معشوق کا زیر فلک ہے یہ طور
باغ مین بیٹھا رہے آنکھین سندین آٹھ پہر — کھولدے ہنگام ناز کرنیکو نرگس پہ قہر
کان کو نسبت سدا گل سے چلی آئی ہے — صورت نرگس مدام آنکھ کی بتلائی ہے
شاعرون کی بات کا دیوے جواب اب خاک — شاعری کی اپنی جو لڑ کے نسے کٹوائے ناک
ناک کا اور کان کا اسنے ہوا تو رہ جوڑ — جوڑتے پر ناک کے جان بدن ہوئین ہوڑ
ناک کھوئی فہم کی اب جو یہ انسان ہون — چاہیے نرگس کی طرح آگے انھین کان ہون
کان مین نہ گل بھال یون شاعر ہین بے سند — شاعرون کے حق کے بیچ پھر نکہین نیک و بد
بس چلا اب آ گئے نہ کہہ کچھ انھین سودا خموش — کیجئے ان سے سخن ہووے جسے عقل و ہوش
کرنے پہ گر منفعل انکے ہو تیرا خیال — سو تو غلط ہے کبھو انکو نہوا انفعال

ہجو فدوی پنجابی

شاعر ہوا ہے فدوی کیا شاعرون کا تلا — مادہ وہ زن تخلص یارون کا مسخرا
معقول شعر اس سے گا ہے سنا نہ ہمنے — جز مین تین ٹان ٹان ٹون ٹون اد شخ ٹرٹولا

بنیے کی یہ بات سن بولا سپاہی ہو نرم
بنیے نے دکھلائی تب کھولے لکھا اُسکو بھی
مول کیا پانچ سو اسپہ ہوئی قیل و قال
الو جو آنے کیا باتونکی میزان مین تول
ویسے سپاہی دغا بنیے کو چلتا رہا
دیکھ تو پربھادتی پرکھا سے باج ہے
دیکھ کے اُن نے کہا اوت تجھے ہی لوم
تا تو نہین لیوین ہین پرتھی مین اسکا سویر
اوڑ گئے جون باز یہ سنتے ہی اسکے حواس
سر کو وہ اور توند کو پیٹتا پہونچا جو دان،
سر کے اوپر خاک تب گلیونکی کرتا ہوا
کہنے لگا ہائے وہ کیا یہ دگا دیکیا
سوچ چلے پھر یہ کیا بنیے نے دلمین خیال
پاس تہرے ہونیکے بات جو اُسکی چلے
کھونٹی پہ الو کو باندھ بیٹھے تھا دوکان پر
پوچھے تھا جس سودے کو جو کوئی ہے یہ تہین
سانچ بتا میری بات لینے پہ کچھ تو بھی ہے
یان غرض اس نقل سے ہے یہی اپنا مآل
چاہتا تھا اس عقل پر باز معانی کو لین
ملگیا ویسا ہی ایک الو فروشندہ ادر
سوزن کوری سے لے دیدۂ دل کو سیا
باز کی جا بوم باندھ چاہتے ہین شہرہ پائین
باز کا جون بنیے کو الو سے بتا دیا
دلمین اب اُنکے یہی فکر ہے لیل و نہار
دار داسی شہر مین اپنے ہین اک مہربان

قرض جو کچھ ہو ترا کہ جو ترے آوے دھرم
دو سو روپیا اُسکے نام لکھے تھے اسمین سبھی
چکا چکے جب تین سو جھگڑا کیا کر انفصال
قرض کے دو سو بچے سو کی جڑی اور دھول
بنیے نے لا کر اُسے جو ردیے ہنس ہنس کہا
رام جی کے بچل سے آج ہمین لاج ہے
یہ تو جنا در ہے وہ ترک کہین جسکو بوم
کھویا کرج ساٹھ تین نکد روپیونکا ڈھیر
چاہا کہ اب پھیر دون جا کے سپاہی کے پاس
نام نہ اُسکا سنا اور نہ دیکھا نشان
آیا بنینی کے پاس رو رو کے کہتا ہوا
سو نکد اور دو کی جنس گھر سے مُٹھ بیت لیگیا
یون ہین اسے بیچیے بات کو ٹھہرین ڈال
اور بھی شاید کوئی مجھسا ہی احمق ملے
صبح سے لے تا بہ شام شام سے لے تا سحر
لائے تھا بنیا دہین تب یہ سخن بر زبان
سب ہے دیا رام کی یہ بھی ہے الو بھی ہے
سو جب اسی نقل کے سُن تو انھونکا بھی حال
ملک بملک آکر اور اُسے شہرہ دین
فہم و فراست کا جب بوجھ لیا انکے طور
باز معانی بتا لا اُنھین الو دیا
نام جو پوچھو فقط تو یہ تخلص بتائین
ہم انھین حق نے یون شاعری کی جا دیا
اُسکے تئین سمجھکر اپنے لیے لون وقار
رکھتے ہین عطار ہی کی رستہ اور یہ وہ دکان

کہتے ہیں وہ جو بیٹھنے کو ہیں | جا نہیں زیر گنبد گردان
تو بھی گھر آپ کے نہ آدیں ہم | نہیں لائق نشست کے وہ مکان
آشناؤں کو تم بلاتے ہو | نبیے کا الّو رکھ کے اپنے ہان

کس نیاید بزیر سایۂ بوم
ور ہما از جہان شود معدوم

جس جگہ بیٹھکر تو سبز قدم | مارے ہے اپنی شاعری کا دم
جو سخنور ہیں صاحب اقبال | دستکیں اُن سے جلتی ہیں بہم
موجب اسکا جو اُنسے پوچھوں ہوں | کہتے ہیں مجھسے یون وہ کھا کے قسم
الو ہے بصورت انسان | ہے صدا اسکی خضر راہ عدم
طفل کے حق میں پرپٹ برسے | فرض معصوم کو ہے اُس سے رم
ہے یہ ایسا کہ جبکی شومی دیکھ | پند یہ لکھ گئے ہیں اہل قلم

کس نیاید بزیر سایۂ بوم
ور ہما از جہان شود معدوم

سن بے الو پہونچ کے بنگالے | مادہ سگ آپ کو تو بنوا لے
میرے تئیں سخن گو ہے بسکہ ذوق بگ | سگ بہت خوب مینے ہیں پالے
اسنے شاگرد ڈھونڈتا ہے عبث | سگ سے اک آکے تو گرہ کھالے
ایسے شاگردوں سے کہیں بہتر | نکل آوینگے بھونکنے والے
صورتوں میں پڑینگے رنگا رنگ | لال طوسی سفید اور کالے
چاہے الو ہی تو رہے بن کر | خلق شاگرد اپنے کر ڈالے

کس نیاید بزیر سایۂ بوم
ور ہما از جہان شود معدوم

تیری جس باغ تک صدا جاوے | پھر کوئی خار و خس نہ واں پاوے
تجکو اس گل زمین سے جلد کوئی | کچھ تصدق دے راہ بتلاوے
اُس محلے کو تو اُجاڑے ہے | آپکو جس محلے پہونچاوے
الّو یاں طوطے کے بچے اس قابل | ہیں جو بولی تو اپنی سکھلاوے

کوئی باسم اُسکے گھر کا پتا نہ پاوے — اُلّو جو کہیے پوچھو بتلاوے سب محلّا
حسرت سے دھول دھپا لڑتا ہی شاعری پر — یان تک کہ فخر اپنا کرتا ہے یہ بلّلا
گر شاعری یہی ہے دھولین تو کیا ہین اِلکین — باپو شین کھا کسو سے ترڑوا دیگا یہ کلّا

ہجو فدوی

فدویا بولے ہے مین ہون اوستاد — مین کیا فن شاعری ایجاد
آکے شیدا جو ہو مرا شاگرد — گوش دل سے سُنے مرا ارشاد
مرتبہ اسکے شعر کا ہو یہ — سخن اسکا سخن کے ہو اُستاد
رفتہ رفتہ سُنا یہ شیدا نے — کہا اُس نے کہ خانمان برباد
معنی کے گھر کو تو نے ویران کر — پھینک دی اُسکی کھود کر بنیاد
کس طرح سے مین ہون ترا شاگرد — بیت سعدی کی یہ مجھے ہے یاد

کس نیاید بزیر سایۂ بوم
در ہما از جہان شود معدوم

مان میر کہا خدا سے ڈر — اپنا شاگرد تو کسیکو نہ کر
بولی تیری جو کوئی بولے گا — تیری بولی کا ہوگا اُسمین اثر
آگے کو دیکھیئے خدا جانے — اُجڑے اُسکی صدا سے کسکا گھر
جس جگہ بیٹھکر وہ بولے گا — تیر گولی چلے گی وان اُس پر
مار کر جب کوئی گرا دے اُسے — ورثا لوتھ اُسکی کھاٹ پہ دھر
چلین کاندھے پہ رکھ تو پیٹین گے — یہی کہ کہ کے اپنا سینہ و سر

کس نیاید بزیر سایۂ بوم
در ہما از جہان شود معدوم

جسکے گھر آشیان ہو تیرا وہان — نہ پھرے آکے صورت انسان
صاحب خانہ آشناؤن مین — ہو کے تنہائی اپنی سے حیران
بھیجے ہے ایک ایک کو یہ پیام — آڈیان بہر ایزد سبحان

کسیکو صحبت شعرا سے کچھ نہین منظور ہوئی ہے بسکہ یہ صنعت گری مری مشہور
ہر ایک دیکھنے آتا ہے الو بنیے کا

فہیم ہو مری صنعت پہ چاہیے قربان رکھی ہے طوطی کی مین چونچ بیچ اسکی زبان
کہ جو کہے ہے اسے کچھ نہین ہے اُسپر دھیان جسے سمجھ ہے وہ ہوتا ہے اسکو سن حیران
سخن جب اپنے سناتا ہے الو بنیے کا

کیا ہے کام مین وہ ہے جو لائق انعام قبول خاطر دانا پسند خاص و عام
سو مجکو دیکھ کے آئینہ دے ہے یہ دشنام نہ پوچھ گر اُسے جو کچھ کیا ہے مین نے کام
مرے ہنر کو مٹاتا ہے الو بنیے کا

مین کاریگر ہون استادے کا سبق ہے ظاہر جو کچھ کہے کوئی کرتا ہون پیٹ کی خاطر
وہ بوم بنیے مین گر نقص سے ہو کچھ ماہر تو اسکی شکل کرون اور جانور کی پھر
عبث یہ شور مچاتا ہے الو بنیے کا

جو بوم پر نہین راضی تو کیا ہے مجکو دخیل مین کاکا کوا اسے کردون یا بنا دون چیل
کہے یہ جس سے کرون اُسکی شکل کو تبدیل برا الو ہونے پہ اسکے ہے اسکا حمق دلیل
جو اسکو سب مین جتاتا ہے الو بنیے کا

غرض جو چاہون سو کر ڈالون دم مین اسکے تئین جو مردے آدمی چاہون کہ ہووے یہ سو نہین
کسیکا یان نہ چلے کچھ ہنر ہے مجکو یقین ہوا ہے بسکہ یہ مصرع جہان کے ذہن نشین
کہ فدوی جگ مین کہاتا ہے الو بنیے کا

مخمّس در ہجو مولوی ندرت کشمیری

شعر ناموزون سے تو بہتر ہے کہنا ریختہ کب کہا مین قتل کر مضمون کسی کا ریختہ
بیحیائی ہے یہ کہنا سنکے میرا ریختہ خون معنی تا رفیع باد بیمار ریختہ
آبروے ریختہ از جوش سودا ریختہ

قاضی اور کوتوال سے لے جاتے ہین تا بصدر جنگ کا مبدا ہے تیرے گھر وہ رشک ماہ بدر
پھر تجھے کہنا ہے اسے بھڑوے تو یہ از راہ غدر خود بخود در جنگ باشد آن رشتہ ایست قدر

گر نہ شاعر جہان مین ہو کوئی
تجکو سودا نہ شعر دکھلا دے
شومی قسمت اپنی سے تجھ تک
کوئی ناکس ہی آوے تو آوے

کس نیاید بزیر سایۂ بوم
ور ہما از جہان شود معدوم

اے بیابان نحسیت کے غول
بستیون کو شگر تو ڈانوا ڈول
فرخ آباد کے محلون مین
حد سے باہر تو کر چکا ہے کلول
جلد یان سے نکل وگر نہ ترا
بھرم مین اسطرح سے کھولونگا پول
اب بلا کر ڈھنڈورا اسکو
یون سکھاوونگا کہ بجا کر ڈھول
خلق اللہ کی سنے یہ بات
ہے اک الو یہ آدمی کا خول
سنکے عالم ڈھنڈورے کی ندا
بولے گا دیکھکر تجھے یہ بول

کس نیاید بزیر سایۂ بوم
ور ہما از جہان شود معدوم

مخمس در ہجو فدوی شاعر

جہان مین کون بناتا ہے الو بنیے کا،
کسی سے بن کوئی آتا ہے الو بنیے کا
بہت ہی جان کھپاتا ہے الو بنیے کا،
بنا مجھی کو یہ آتا ہے الو بنیے کا
کہ فدوی جگ مین کہاتا ہے الو بنیے کا

خدا کے واسطے دیکھو تو میری صنعت کو
گھڑا وہ بوم نہین جس مین آدمی کی بو
رکھا نہ وعدۂ انعام پر تفاوت مو
پڑا وہ چوسلے لین انعام آج تک یارو
نہین اجورہ دلاتا ہے الو بنیے کا

کیا ہے چرخ بنانے مین اسکے مین یہ ہنر
نہین ہے اصلی و نقلی مین فرق ذرہ بھر
جو اور بوم ہو سو مادہ یہ سگے وہ نر
جو راہ باٹ مین آتا ہے صبح و شام نظر
کہے ہے خلق وہ جاتا ہے الو بنیے کا

نظر کرو تو کہ ذرہ بھی بھڑوے مین ہے شعور
جو ملنے سے کسی ناکس کے ہووے ہی مغرور

راہ کو تج کر چلا جب گھر میں اپنے تو کراہ
بد دعا یوں تجکو تب دینے لگی وہ رشک ماہ
میری زلفوں کی طرح سے اب ہمیشہ یاں آگرہ
ہم زبان و ہم دلش ہم روے او باشد سیاہ
طرح ایجاد نوی این زشت سیما ریختہ

جب کہ مسجد میں اذان دیوے باواز شدید
یار کا جورو کی تیرے خواب سے ہووے ناپدید
لے چھری بولے وہ ملا کو کرون آسجا شہید
چون خروس بے محل باید گلوے او برید
خون خود این خشک نے از شور بیجا ریختہ

عشق کی تپ سے تری جورو کا تن رہتا تھا تفت
اور عارض بھی ہوئی تھی جوشش سودا سے رفت
آخرش کیسہ میں اُن نے ڈال ہیں شِشش کہ ہفت
بہر دفع مادہ سودا پے بطیار رفت
نسخۂ حقنہ پستش بہر مدا دار ریختہ

جن نے دیکھا ہے ترے دیوان کو اے گندہ دہن
پوچھتا پھرتا ہے وہ کشمیر سے لے تا دکن
ہے مصنف مرد اس ابیات کا یارو کہ زن
سیفہ باید کرد از جلدش زبان را بے سخن
زانکہ او شیرازۂ انشا و املا ریختہ

لوگ کہتے ہیں تجھے دیوانہ ہے یہ نابکار
کچھ قبیلہ میں نہیں ہے اسکے کوئی گلعذار
ہاتھ میں جسکے یہ بھڑوا دیکھتا ہے زلف یار
روز و شب از غصہ می پیچد بخود مانند مار
زہر خود بر خویشتن از بس ز سودا ریختہ

آپ کو مت دیکھ دونا اور رونے لے بھڑوے پوچ
خیریت اسمین ہے کہ کشمیر کو جلدی سے کوچ
حق میں سودا کے ترے خامہ سے اے خطے کے پوچ
رنگ مہمل رستگا ہی ریخت یا از بیت پوچ
بود ہر جا ریختہ گوئی دلش را ریختہ

مخمس در ہجو مولوی ندرت کشمیری

مولوی جی سے اب کوئی جا کے میرا پیام دو
کن نے کہا کہ یہ غزل پڑھنے کو اذن عام دو
لکھ لکھ اسے ہر ایک کو صبح سے تا بشام دو
مجھ سے جو پوچھے شعر ہی کہنے کو انصرام دو
گھوڑے کو دو نہ دو لگام منھ کو تنک لگام دو

ایسی غزل کا عرس میں پڑھتے جو انصرام ہو
بحر میں جسکی ہر طرح شبہہ خاص و عام ہو

سر بسر سودائے خود از جہل صفرا ریختہ

عرس مین جا میرزا بیدل کے تو باشد وید — شعر ناموزون کی لوح اس رات کو پڑھتا تھا جد
کہتے تھے سن سن کے تیری حق مین سب یون نیک و بد — چون کلاغ امشب کہ مغز سامعان را میخورد

این لعین در بزم طرح شور و غوغا ریختہ

سود کھانا مولوی ہر دین داری سے بعید — ہیسون کی خاطر کرے جسپر تقاضا تو شدید
وہ کہے تجکو کہ اتنا رو سیہ ہے یہ پلید — پیش رویش گے شب یلدا تو اند شد سپید

طرح ظلمت از سیاہی تا بدنیا ریختہ

لوگ کہتے ہین تجھے کشمیر سے لے تا حبش — جانور ہے ایک جسکو سونہ ہو بچے کو دکش
تسپہ یہ ندرت کہ شکل آدمی و زاغ وش — در مزابل قحط افتاد ست از گہ خورد نش

خاک در پیراہن بیت الخلا ہا ریختہ

حمق مین اے مرغے تو واقع ہوا ہے بے نظیر — کیون اڑا اتنا کہ میرے دام مین ہو اب اسیر
اب تجھے کہتے ہین یون سب طائران کاشمیر — می پرد لیکن بہ بال پس روان مانند تیر

خویش را بر خاک از بالا دو بہار ریختہ

کوئی کہتا ہے تجھے اب لا دیے تو کیا بعید — کوئی بولے ہے لڑانے کو اسے کیجے خرید
کسکے حق مین یہ سخن سمجھا ہے کہ تو اے پلید — در جہان ہم رنگ تو نامد شتر مرغے پدید

رنگ ایجاد جہان تا حق تعالی ریختہ

عالم و فاضل مین رہتا ہے یہ جھگڑا ہمدگر — کوئی کہتا ہے خچر تجھکو کوئی کہتا ہے خر
مین مدلل یہ سخن کہتا ہون انسے بحث کر — ہم شتر دندان و ہم اشتر لبست این جانور

طرح نشخوارش ز جا دیدن بہر جا ریختہ

ناک کشمیری کی ہے خرطوم سی اے ذو فنون — لب سے باہر تیرے دندان طمع کو دیکھون ہون
جو کوئی پوچھے نشان تجھ شکل کا مین کیا کہون — بینیش خرطوم و دندانش چو پیل از لب برون

بر سر خود خاک زین رہ پیل بالا ریختہ

ناک تو خرطوم سے ہاتھی کی تیری کم نہین — پھر ملے گر جورو کا دامن اٹھے گر تو آستین
دیکھکر تیرا تلون یہ کہے وہ نازنین — ہست سودائے مجسم این سیہ روے لعین

پیکرش استاد قدرت پیل آسا ریختہ

گھوڑے کو دو نہ دو لگام منھ کو تنگ لگام دو

لڑکے جو تمسے پڑھتے تھے آئے ہین روٹھ مجھ کنے کرتے ہین یہ گلا جو ہم کھانیکو اپنے لے چنے
روز میان جبو چھین کھائین کب تلک اسطرح بنے چلکے یہ اُنسے تم کہو ہم اسی شرط سے منے

گھوڑے کو دو نہ دو لگام منھ کو تنگ لگام دو

لڑکون نے اب محلہ کے ملکے کیا ہے یہ قرار آدین جو آج مولوی گھوڑے پہ اپنے ہو سوار
دم تلے ملکے لال مرچ ساغری بیچ رکھیے خار بولین وہ کچھ تو آپ بھی شوق سے کہیے یہ پکار

گھوڑے کو دو نہ دو لگام منھ کو تنگ لگام دو

شال نہین یہ مولوی کیجیے جسکو شست و شو یان تو پھٹا ہے آسمان ہووے سو کسطرح رفو
کیا کرون اسکو مین بھلا کیا کرین خان آرزو اب تو یہ بات ہوگئی خانہ بجانہ کو بہ کو

گھوڑے کو دو نہ دو لگام منھ کو تنگ لگام دو

مین کہون تمسے مولوی کیونکہ مٹے یہ اشتلم بدلو تم اپنی شکل کو داڑھی کو رنگ کے کسم
سُنکے عروض والونسے کیجیے اس غزل کو گم یہ تو مٹنے کی اسطرح چاہیے یہ کہ آکے تم

گھوڑے کو دو نہ دو لگام منھ کو تنگ لگام دو

مسدس در ہجو دختر مولوی ندرت کشمیری

رکھے ہے مولوی دختر کہ دین و دل نیاز او فضیلت نور ربانی کی کنیز کارساز او
مطول کو کرے ہے مختصر زلف دراز او اشارات نگاہ چشم ہے جادو طراز او
بدقت میتوان فہمید معنیہاے ناز او
کہ شرح حکمت العینست مژگان دراز او

کتابی مکھ پہ یون اسکے دھنک کاجل کی پھیلی ہے کہ لونڈی جسکی باب ہر سطر انوار سہیلی ہے
کب اسکی میٹھی تیوری کی گرہ کڑوی کسیلی ہے غرض اسکی ادا کا بوجھنا مشکل پہیلی ہے
بدقت میتوان فہمید معنیہاے ناز او
کہ شرح حکمت العینست مژگان دراز او

عجب ہے کہیے گر علامۂ وقت اسکو اے یارو رسالہ علم مین غمزے کے جن نے ایسا لکھا ہو

تقطیع اسکی جب کئے صبح سے تا بشام ہو   اسکی طرف سے آخرش تمکو بھی پیام ہو

گھوڑے کو دو نہ دو لگام منہ کو تنک لگام دو

جسنے سنی ہے یہ غزل بولا وہ کرکے یہ خیال   ایسا یہ نہ رہا ہوا ظرفہ دکام نے یہ چال
شاعر اب ہے کہان اسکے اسے دو پور نال   مین اسی دن کو مولوی روز کرے تھا یہ سوال

گھوڑے کو دو نہ دو لگام منہ کو تنک لگام دو

پڑھتے تھے تم جو یہ غزل آگے جوان و پیر کے   دیکھے تھا دون تھین ہر ایک انگلی سے آنکھ چیر کے
کیا کرون اسکو مین جو آپ ہون گدھے کا قمیر کے   کہہ رہا مین اشارے سے واسطے اپنے پیر کے

گھوڑے کو دو نہ دو لگام منہ کو تنک لگام دو

دفع کو شعر خوانی کی آپ کی گر تباسیئے   ٹٹی مین ڈال کنکری اسکے تئین ہلائیے
بزم مین شاعرون کی آپ ہو وین تو وان بجائیے   جائیے بھی تو آپ کے منہ پہ یہ کہکے آئیے

گھوڑے کو دو نہ دو لگام منہ کو تنک لگام دو

فاضلون کی تو بزم مین ہونے ہو جلسے شعر خوان   شاعرون پاس آکے کہتے ہو نحو و صرف دان
دونون ہون جمع جس جگہ پھر تمہیں ہو ان جگہ کہان   بولو جو وان تم آکے سب کہین تمکو مہربان

گھوڑے کو دو نہ دو لگام منہ کو تنک لگام دو

اتنا بھی جھوٹ بول بول چھاتی کو میری مت پکاؤ   بولو ہو جسکو تم پلو کہتے ہین اسکو وہ چلاؤ
کان نہ کچھو سمجھ کے تم فارسی اپنی مت جتاؤ   مغلون کے آگے سخن اتنا نہ آپکو بتاؤ

گھوڑے کو دو نہ دو لگام منہ کو تنک لگام دو

پستو کرو نہ بولینگے گاسے وہ نیل واسکو   انکی زبان مین شانہ کو کاہیکو کہتے ہین تنکو
ٹنگے ہنسے نہ کیون مغل ایسی لچر یہ گفتگو   مغلون کے آگے مولوی اب اسی مین آبرو

گھوڑے کو دو نہ دو لگام منہ کو تنک لگام دو

مغلونکے گر ٹیس کو اپنی زبان مین تم کہو   گھوڑا امراہے شوخ و شنگ اسکو لگام لگے دو
اپنی زبان مین وہ کہے سنکے تمھاری گفتگو   مین کہون تم سے مولوی مانو جو میری بات کو

گھوڑے کو دو نہ دو لگام منہ کو تنک لگام دو

کس مین کروگے میری ہجو فارسی کا تو ہے یہ حال   آگے رہا جو ریختہ اس مین کسی کی کیا مجال
بولی مین اپنی تم دعا دو جو کسو کو مہ و سال   جوتی کو لیکے ہاتھ مین منہ سے کرے وہ یہ سوال

مخمّس در ہجو حلّت غراب

لشکر کے بیچ آج یہی قیل و قال ہے کھانیکی چیز کھانیکا سبکو خیال ہے
یون دخل امر و نہی مین کرنا محال ہے جو فقہ دان ہین سبکا یہ اُنسے سوال ہے
اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

حامی اُنھوں کے قول کا ہووے ہے چاند خان اور دوسرے مین کیا کہون اک نے مہربان
کچھ شک ہے کوے کی حلت سکے درمیان ہمسے جو کوئی پوچھے تو ہم بھی کہین کہ ہان
اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

یارو سبھی ہو تم اسی دیر خراب مین بیٹھا اُٹھا کرو ہو سدا شیخ و شاب مین
حلت رکھے ہے زاغ کسو بھی کتاب مین جتنی کتب ہین فقہ کی اُنکے جواب مین
اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

بگڑا ہے آج مجتہدون بیچ کیا یہ نیل ملا لطیف بولے کہ کھانا روا ہے چیل
کہتا ہے چاند خان کیا کن نے حرام فیل حلت یہ مینڈکی کی میا بجی کی سو دلیل
اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

ہوگا اگر حلال تو کوّا پہاڑ کا لیکن نہ یہ غضب کہ کنا ہی کے جھاڑ کا
لازم ہے کیا چھوڑنا ہر ایک ہاڑ کا زور آوری سمجھ کے مزا اپنی ڈھاڑ کا
اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

اپنے نفر سے آج انھون نے جو یہ کہا کوّا حلال چیز ہے میرے لیے پکا
بولا نفر کہ خیر ہے تمکو ہوا ہے کیا مشہور یہ سخن ابھی ہوتا ہے جا بجا
اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

القصہ بیٹھے ابلہ وہ نفر اُٹھا ذو فنون اک کوّا چیر پھاڑ کے ہانڈی مین ڈالا یون
پوچھا جو نون چکھنے کو بولا وہ کھا جنون کس مجتہد کے فتوے پہ اوسکا چکھوں مین خون
اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

طیار جس گھڑی کہ وہ کرتا تھا ماحضر کوے کی حلت اُس سے جو پوچھے تھا آنکر

اگر اک ورق اسکا ہاتھ مین جا مولوی کے دو   کہین رکھ ناک پر عینک مطالعہ کرکے وہ اسکو

بدقت میتوان فہمید معینہائے نازاو
کہ شرح حکمت العینست مژگان درازاو

جو کوئی شعر مشکل مولوی جی کو سناتا ہے   تو معنی کہکے یون بولے ہین مجکو کیون بجاتا ہی
یہ کیا مشکل ہے اسکا بوجھنا تو سبکو آتا ہے   مرے یان مصرعۂ قد ہے کہ رشک مہ کہاتا ہی

بدقت میتوان فہمید معینہائے نازاو
کہ شرح حکمت العینست مژگان درازاو

صدا لے نے کہین سے کان مین اسکے جو آتی ہی   تو وہ بھی سطر جسے اٹھکے زنگولے بجاتی ہے
کہ رقاص فلک بھی دیکھنے کو اسکے آتی ہی   اسے عالم نہ سمجھے وہ جو آنکھون مین تیلی ہے

بدقت میتوان فہمید معینہائے نازاو
کہ شرح حکمت العینست مژگان درازاو

طبابت کے بھی فن مین اسکو یارو دست لیاہی   کہ جو نسخہ مہی ہے کتب مین اون نے لکھا ہی
کوئی وہ خلقت انسان سے ہی کیا جانیے کیا ہے   جو کوئی اسکو سمجھا ہے بہت مشکل سے سمجھا ہی

بدقت میتوان فہمید معینہائے نازاو
کہ شرح حکمت العینست مژگان درازاو

اسنا جاتا ہے فن شعر مین بھی اتنی ہے قابل   سبق اس سے پڑھین اسوقت ہون گر میرزا بیدل
اگر وہ درس دیوے ہمسے نادان کو تو کیا حاصل   سمجھنا مطلع ابرو کا اسکے سخت ہی مشکل

بدقت میتوان فہمید معینہائے نازاو
کہ شرح حکمت العینست مژگان درازاو

غرض مین کیا کہون سودا کہ اس فضل و کمال اوپر   نہین پڑھ سکتی شعر مولوی ہرگز وہ موزون کر
خدا جانے وہ ناموزون ہی یا انکی ہی یہ دختر   ادا کرتی ہی انسے یا انھین وہ جانتی ہے خر

بدقت میتوان فہمید معینہائے نازاو
کہ شرح حکمت العینست مژگان درازاو

گذران ہم تو کرے تھے کھا کھا کے نان چنے
کوّا تو اُنکے دل مین غذا آ کے کر ٹھنے
اُنکی زبان کے چسکون سے لیکن اب بنے
یون ہمسے وہ کہین یہ ہمین بھیجین جب گنے

اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

پہولے کے آج کوّا انھون نے کری یہ دھوم
یہ نوکری تو وہ کرے ایسا ہی ہو جو شوم
کل یون کہین گے واسطے میرے پکاؤ بوم
تنخواہ اپنی لے یہ کہین گے علی العموم

اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

آوین بھی ہم اگر تو اسی شرط سے اب آئین
آیندہ چیل و کوے یہ ہرگز نہ دل جلائین
عالم تمام کھاتا ہو جو گوشت سو یہ کھائین
کوے کو جو حلال سکے اسکو یہ سنائین

اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

القصہ کتنی دیر رہی جب یہ بات چیت
بدلے حرام خوری کے ان خرفشون سے ریت
ہارے میان لفر سے ہوئی یا جو کی جیت
شادی ہو تب تو گلتے ہین اسکا بنا کے گیت

اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

حلت کو زاغ کو ہی کے نزدیک دور مین
کوا نہین حلال جو ہو کوہ طور مین
تحقیق مین کیا تو نہ آیا ظہور مین
سودا کرے ہے عرض یہ آ کر حضور مین

اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

قطعہ در ہجو میر محمد تقی

ایک مشفق کے گھر گیا تھا مین — سنو ٹک نقل یہ عجائب ہے
اُنکے گھر مین ہے ایک مرد بزرگ — خوشنویسی کے فن سے کاسب ہے
راقم سرنوشت کا اسکو — ہے بجا گر کہون کہ نائب ہے
کہنے لاگا وہ آ کے مجلس مین — آہ یہ نفس شوم غالب ہے
ورنہ لکھنے سے ہاتھ اُٹھاؤن مین — کیا کرون فکر قوت واجب ہے
مین جو پوچھا سبب کہا مت پوچھ — بات کہنی یہ نا مناسب ہے

جھنجھلا کے یہ جواب اُسے دیوے تھا نفر — جلنے مری بلا مجھے اسکی ہی کیا خبر

اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

بوڑھے کو بھوک بھوک پر نزدہ ہوا ہلاک — کوّا گلا نہ جل گئے جنگل کے سارے ڈھاک
اُکتا کے تب وہ بولا کہ آئی ہے جان بناک — پوچھا کسو نے کیون تو کہا کیا کہون خاک

اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

جب پک چکا تو کرتے تھے وہ اُس سے یہ کلام — گھی پی لیا ہے تونے تو کوا رہا ہے خام
کہنے لگا نفر کہ میان لو حمد اکل نام — اپنے تو بھاوین زیادہ ہے یہ خوک سے حرام

اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

پھر تو یہ غصہ اُنکو چڑھ آیا کہ جیسے تب — ایدھر سے یہ چلے نفر اودھر سے دوڑے سب
لوگ اُنکو تھامتے تھے یہ کہتے تھے بے غضب — آقا کو اپنے یون کہے یہ بھڑوا بے ادب

اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

ایدھر تو اُنکو روک رہے تھے کئی جوان — انفار سب اُدھر سے یہ کہتے تھے یکزبان
یارو ہمارے اُنکے تم آؤ نہ درمیان — دیکھیں تو کیا یہ ہوئین گے ہم تکہین کہان

اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

جسوقت بڑھ پڑی غرض آپسمین دوت دات — ایدھر سے ڈھول چلنے لگی اور ادھر سے لات
پگڑی اُنخونکی ان کنے جیب اُنکی اُنکے ہات — مبدا جو اس فساد کا پوچھو تو اتنی بات

اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

لوگون نے مار مار کے اُنکو دیا ہٹا — چیرا اٹھا زمین سے یہ سج کر کے لٹ پٹا
بولے مین پاجیون سے دبون تو نہین گھٹا — لیکن مین کیا کرون کہ دل اس بات سے کٹا

اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

انفار پھر سب اُنکے اس بات پر اڑے — ہم کو زیان طلب کی تو لینگے کھڑے کھڑے
یہ بولے مین لڑونگا وہ بولے کہ بس لڑے — دے لے چکے جنھین کہین نفرے سڑے سڑے

اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

تنخواہ دینے کو نہ درم اُن کنے نہ دام — ناچار ہو انھون نے کیا صلح کا پیام
سنکر لگے وہ کہنے کہ اپنا نہین یہ کام — رہنا انھونکے گھر جنھین بولین ہین خاص و عام

تو پرورش اسکی مین ہے باذلت وخواری
مردار سوا صید حلال اس نے نہ ماری

گیدڑ کبھو کھلواے ہے تجکو کبھو روباہ

جھگڑا کوئی حق اپنے یہ تجھ ساتھ جو ٹھانے
اور حق طرف اسکے ہے تو سب طرح سے جانے
پر سنگ ترا ہرگز سخن حق کو نہ مانے
سو طرح سے ظالم سے لگے حق اسکا مٹانے

سمجھا ہے سیہ روئی تو اپنی کلف ماہ

گتے سے شب و روز جو رکھتا ہو مین صحبت
دیتا ہے تجھے یاد وفا اور قناعت
دنیا کے وہ جیفے کو سمجھتا ہے نجاست
اک پارچہ نان پر ہے مرے ساتھ رفاقت

کسطرح تبا اسکی مرے دل مین نہو چاہ

سودا بزبان جز سخن راست نہ لاوے
احمق ہو جو سمجھا کوئی تو اسکو نہ بھاوے
کتے کا ملوث تو نہا پاک ہو آوے
علت کی مشائخ کے جو دھوئے سے نجاوے

خالی کرین دھو دھو اسے زمزم کا اگر چاہ

قصیدہ در ہجو شخصے کہ متعصب بود

گرہون چمن مین اگر جا کے مین غزلخوانی
تو بلبلین ہون مرے چہچہے کی دیوانی
نہال میرے سخن کا اگر یہ کھینچے قد
برنگ سایہ پڑے پانؤن سرو بستانی
کرے طلوع اگر مہر فکر کا میری
نہ آفتاب مین ذرہ رہے درخشانی
ہوا نہین وہ مرے صیت شعر کو سنکر
زمین مین شرم سے اب گڑ گیا ہے خاقانی
یقین تو جان کہ زانو ادب کے اس فن مین
کرے ہے تہ مرے آگے عبید زاکانی
جو رودکی سے مین کچھ پوچھون فن شعر کی بات
بجا کے تانت کے دھن تلا نک تا دانی
مری یہ فکر سخن صفحہ زمانہ پر
کرے ہے مدح و مذمت مین جو ہر ارزانی
ضیائے مہر پہ کھینچی ہے نقش تاریکی
کرے ہے ظلمت حیوانکو بل مین نورانی
نہووے کیونکہ مرا رتبہ شعر مین یا ننگ
مین کیسے ہیرکی کرتا ہون اب ثناخوانی
کہ جسکی دم گئی مشرق سے لیکے مغرب تک
انھونکی اب کوئی دم دار یکا نہین ثانی
فرشتے داڑھی کو انکے لگاتے ہین صندل
کرے ہے طائفہ حور انکا آنچل افشانی

لیکن اس واسطے مین کہتا ہون — درد سننے کا تو جو طالب ہے
ہے جو کچھ نظم و نثر عالم مین — زیر ایراد میر صاحب ہے
ہر ورق پر ہے میر کی اصلاح — لوگ کہتے ہین سہو کاتب ہے

مخمس در جواب طعن میر تقی کہ فی الحقیقہ میر شیخ بودہ است

گر شیخ زبان اپنی مری خبث سے کوتاہ — نے گل ہون مین اس باغ مین نے خار سر راہ
خوبی سے نہ شہرہ نہ بدی سے ہون بافواہ — مستے بره میکده ہر شام و سحرگاہ
واقف نہ کسی سے مین نہ مجھسے کوئی آگاہ

جو پاۓ مشیخت کے تئین تجھسے ارادت — خدمت مین مجھے پیر خرابات کے بیعت
ہے کیا سبب اس خبث کا جز یہ کہ حماقت — حورونکا نہ عاشق ہون کہ موجب ہو رقابت
دلکش بت ہندی مری حورین تری دلخواہ

یہ فرض کیا بد ہون مین سچا ہے ترا قول — پر دے مجھے کسطرح تو نظرون مین لیا تول
صحبت مری تیری کا تو اتنا ہی رہا ڈول — تین دیکھ مجھے حرز پڑھا مین پڑھا لاحول
سو بھی کسی کوچے مین گلی مین گہ و بیگاہ

اکثر تو مرے خبث مین کہتا ہے یہی بات — لیکن تو فلانے کی تب و روز ہے اوقات
خود اسکی نجاست کا نہین کیتے پہ اثبات — لازم ہے مسلمان نہ کرے اس سے ملاقات
یہ چاہیے صحبت رکھے ایسے کے اکراہ

یہ سچ ہے جو کہتا ہے تو مجھ بھی یقین ہے — کتے کو کہے پاک سو وہ دشمن دین ہے
لیکن وہ سگ نفس نجس اس سے کہین ہے — تجھ پر جو ہر اک لحظہ و ہر آن تعین ہے
تو اسکا نہ کہنا کرے تب پاک ہی واللہ

دنیا کے بھی جیفے کا سگ نفس ہی طالب — شیرون پہ جو گیدڑ کو یہ کرواتی ہے غالب
وہ مرد ہے جو اسمین کرے فوت مطالب — نے خر ہے وہ گو اسپہ ہو امرد کا قالب
اس حرف مین نے شک عقلا کو ہے نہ شباہ

سمجھا ہی سگ نفس کو تو اپنے شکاری — اسواسطے اس ساتھ تجھے دل سے ہے یاری

قصیدہ در ہجو مولوی ساجد در بیان آنکہ یزید علیہ اللعنۃ اولی الامر گفتہ بود

سنا ہے مین یہ کسی نے بمدعاے فساد
کہا یہ مولوی ساجد سے جاکے شلہ آباد

مین تمسے پوچھنے آیا ہون مولوی صاحب
کسی کتاب مین ہووے تو کیجئے ارشاد

کہ دیکھ ماہ محرم نبی کی امت مین
درست ہے کہ یہ دین یکدگر مبارکباد

پہن لباس مکلف بروز عاشورہ
کرین معانقہ آپس مین ہوکے خرم و شاد

دیا جواب کہ ہم سنیونکے مذہب مین
عمل یہ اندنون کرتے نہین ہین کچھ ایجاد

یہ بات ہوتی ہی آتی ہے عہد حضرت سے
ہزار جا ہے کتب بیچ اس کا استشہاد

حنا کو ہاتھون سے ملنا لگانا سُرمے کا
لباس پہن کے پڑھنا وظیفہ و اوراد

بڑا ثواب ہے اسکا کہ ہے یہ روز عید
کرین نہ گو یہ عمل شیعیان زراہ عناد

یہ سنکے کہنے لگا پھر وہ مولوی جیسے
غم حسین کا پاس اسمین ہے مگر الحاد

دیا جواب یہ پھر مولوی نے اُسکے تئین
غم حسین سے جاوے نہ یہ خوشی برباد

حسین دے گیا ناحق غم اپنا شیعونکو
ملا کے پنجہ کو اپنے بہ پنجۂ فولاد

مگر نہ سمجھے تھا وہ آیۂ اطیعوا اللہ
بغی پہ اُسکے کلام خدا سے ہے اسناد

خلاف امر اولی الامر کا ہے ایسا کچھ
کہ جون چراغ رکھے کوئی بر دریچۂ باد

اگر یزید کی جاتا حسین بیعت کو
نبی کے آل کی برباد ہوتی کیون بنیاد

علی نے صلح بھلا کی تھی کیون معاویہ سے
حسن بھی کر گیا بیعت برائے رفع فساد

خلاف اپنے بزرگون کا جو کرے اُسکا
اگر کٹا تو کٹا سر زخنجر فولاد

غرضکہ مولوی سادہ نے اسکو سنی جان
عقیدہ اپنے کی باتین سب اُس سے کین ارشاد

سنجا یا اسکو ہے بدبخت رافضی عالم
جواب دیگا مری بات کا بصد اسناد

یہ سنکے کہنے لگا وہ کہ حرف حق نہین
جو مجتہد ہین ترے دین کے انکا ہے ایجاد

ترے موافق مذہب کے تجھسے پوچھون ہون
جواب دے تو مجھے راست نہ زراہ عناد

نبی کے بعد مقرر ہوئے خلیفہ چار
کہ جنسے اب تئین قائم ہے دین کی بنیاد

علی خلیفہ تھا عثمان کے بعد یا کوئی اور
جو کوئی اور تھا تو لا کتب سے تو اسناد

جو کوئی وصف کرے اونکی دینداری کی
کرین ہین لعن اوسے ملکے انسی و جانی

انھونکی ذات مبارک مین یہ تعصب ہے
کرین نہ چشم مین سرمہ ہو گر صفاہانی

کوئی جو اُسکا سبب جا کے پوچھے ہے اونسے
تو کہتے ہین کہ ہے یہ بھی کوئی سلمانی

لگانا سرمہ کو وانکے جہان رہین شیعہ
بھلی ہین اس سے تو یہ آنکھین کور ہو جانی

علیؑ کا نام لے کوئی جو آکے مجلس مین
کہین ہین قتل کرو اسکو ہے یہ ایرانی

معاویہ کو سمجھکر خلیفہ پنجم
کرین ہین موبمو اپنے کو اُسپہ قربانی

انھونکی اپنے مریدونکو یہ وصیت ہے
جو چھوڑ جاے مری روح عالم فانی

منڈا کے ریش کو اوس شخص کے نبلپوری
کرے معاویہ کی گور پر مگس رانی

اگر جو پوچھے کوئی اصل و نسل کو اونکی
کہون مین یون نہ یہودی ہی یہ نصرانی

جو باپ شمر کا تھا سو اونھونکا دادا تھا
جو مان یزید کی تھی سو اونھونکی تھی نانی

انھون کی بہن ہے ابن زیاد سے منسوب
ہنوز جس سے ہے دنیا مین آل مروانی

جگر کے ٹکڑے ہین خولی کے نور دیدۂ شمر
نہین ہون شیس کے دیکھے سے انکے نوراتی

غرض کہ اون مین نادر انہین گرہ ہی شیعی کی
یہ گانٹھ ہمکو تو مشکل ہے سخت سلجھانی

نہ پوچھو تم یہ کہ ذات شریف سے اپنی
ہوئے ہین آل محمدؐ کے دشمن جانی

انھون کے دادیکا لے نام باندھے ہین تلوار
ہنوز قتل یہ سید کے آل مروانی

جو کوہ موصلی سنتے ہو سو عصا لیکر
کرے تھا اُنکے بزرگون کے گھر کی دربانی

کہے ہے اپنی یہ فخر یہ شیخ و دین ہون
یہ رافضی نہ کرین گو مری قدر دانی

کہ جبکہ وے نے جاکر بلا مین روز وغا
کیا فرات کا بند اہل بیت پر پانی

وہ ایسے باپ کا بیٹا ہے جو کہ مشکون پر
چلا کے گھوڑون کو کرتا تھا تیر بارانی

نہین حسینؑ و گر نہ کرے ابھی یہ قتل
غرض جہان مین یہ نلدوان یزید کا ثانی

بکرتو ایسے کی تعریف جسکے تئین سودا
کرین ہین لعن ہم ایرانی و ہم تورانی

محب دین پر اون لے الٰہی تا محشر
مدام نعمت خلد برین ہو رضوانی

غرضکہ رافضی بے ادب نے از رہ جہل
خموش مولوی صاحب کو کر کے حد سے زیاد

یہ کہہ کے اُٹھ گیا ظاہر ہے اس حمایت سے
خسر یزید کا تو ہے وہ ہے ترا داماد

جب اس مکابرہ نے اشتہار پایا تب
ہوئی یہ مولوی صاحب پہ عشر مین رو داد

ہر ایک تعزیہ خانے مین کہتے تھے رفضا
پڑھے یہ مطلع تازہ وہ جو ہے نیک نہاد

مطلع

مکن تو لعن بہ شمر و یزید و ابن زیاد
بگو بمولوی ساجد مدام لعنت باد

قصیدہ شہر آشوب

اب سامنے میرے جو کوئی پیر و جوان ہے
دعویٰ نہ کرے یہ کہ مرے منہ مین زبان ہے

مین حضرت سودا کو سنا بولتے یارو
اللہ رے اللہ ہے کیا نظم بیان ہے

اتنا مین کیا عرض کہ فرمایئے حضرت
آرام سے کٹنے کی طرح کوئی بھی یان ہے

سنکر یہ لگے کہنے کہ خاموش ہی رہ جا
اس امر مین قاصر تو فرشتہ کی زبان ہے

کیا کیا مین بتاؤن کہ زمانہ کی ہے کیا شکل
ہے وجہ معاش اپنی سو جسکا یہ بیان ہے

گھوڑا لے اگر نوکری کرتے ہین کسو کی
تنخواہ کا پھر عالم بالا پہ نشان ہے

گذرے ہے سدا یون علف و دانہ کی خاطر
شمشیر جو گھر مین تو سپر بنیے کے یان ہے

ثابت ہو جو دگلا تو نہین موزہ نہین کچھ چال
تیرون مین ہے پر کیسری ترکش بے چلہ کمان ہے

کہتا ہے نفر غرہ کو صراف سے جاکر
بی بی نے تو کچھ کھایا ہے فاقہ سے میان ہے

یہ سنکے دیا کچھ تو ہوئی عید دگر نہ
شوال بھی پھر ماہ مبارک رمضان ہے

اس برنج سے جب چڑھ گئے چھتیس مہینے
تنخواہ کا پھر بیٹنا اس شکل سے یان ہے

لیتے ہین باین رد سبھی دہ تو دو ماہہ
تک دھونس دہڑ سے کی جنھین تاب و توان ہے

قاضی کی جو مسجد ہے گدھا باندھکے اوسمین
بیٹھا ہوا اوس شکل سے ہر پیر و جوان ہے

ملا جو اذان دیوے تو منہ موندکے اوسکا،
کہتے ہین کہ خاموش مسلمانی کہان ہے

بولا جو خطیب اوسمین تو لارے اُسے اک دھول
ہاتھ آگیا واعظ تو تھپیڑا او دہان ہے

علی خلیفۂ چارم درست ہے کہ نہین — محمد اور وہ آپس مین تھے برادر زاد
تبا کہ خطبے مین بعد از نماز جمعہ کے — کسے خلیفۂ چارم کیا خطیب نے یاد
معاویہ کو خلافت اگر بجاے علیؑ — پہونچتی تو تو اولی الامر اسکی تھی اولاد
حدیث فاطمہ کے حق مین بضعۃ منی — ہوئی زبان محمدؐ سے بار ہا ارشاد
مرا سخن نہین باور جو تجکو جا کر دیکھ — صحاح ستہ مین اے مولوی کور سواد
جو اس حدیث کے معنی کو تو نہین سمجھا — سمجھ لے مجھسے سمجھنے کی ہو جو استعداد
حدیث یہ جو کہ نبی نے فرمائی — سو اس حدیث کے فرمانے سے یہی ہے مراد
جگر کا لخت مرے فاطمہ ہے دل اسکا — وہی دکھاویگا ہو ویگا جسکو مجھسے عناد
عدو مرا جو ہوا دشمن خدا ہے وہ — خدا کی دشمنی کرنا تو عین ہے الحاد
بس اب تو کہ دل خیر النسا ہو اس سے خوش — حسینؑ کے جو کرے قتل سے دل اپنا شاد
یزید کو تو مسلمان گنے ہے اے نسناس — پھر اسکو کہکے اولی الامر تین کرے ہے یاد
جسے کہ کہیے اولی الامر ہے حسین شہید — امام برحق و معصوم پاک از اجداد
کہ جو نبی کا نواسا علی کا تھا فرزند — امام ہر دو جہان آپ اور امام زاد
یزید کیونکہ اولی الامر ہے تبا ملعون — کیا یہ فرض ہوئی جاہ اسکو جون شداد
یزید کو تو اولی الامر سمجھے ہے مردود — تف اس عقیدے پہ لے خارجی مادرزاد
خدا رسول کی اے بیحیا اطاعت سے — نہ فرد و فرد دین مین رہی ہے نہ افراد
یہ وہ اطاعتین ظاہر ہین یقین محمدؐ تک — مگر مطیع و مبدل بھی سوا آلہ الامجاد
خبر حدیث سے قرطاس کی بھی رکھتا ہے — کہ ہے وہ بہر اطیعوا الرسول استشہاد
علی کی صلح جو پوچھی نبی نے کیون ڈالی — تبا بجنگ حدیبیہ صلح کی بنیاد
حسنؑ کی صلح کا باعث یہ تھا معاویہ سے — کہ اسکے ساتھ ہوئے جمع مجھسے پشت نہاد
حسینؑ لکھنے پہ تجھ جیسے مسلمینون کے — کیا مدینہ سے کربل کو لیکے آل اولاد
حدیث ہے کہ اگر مومنین ہو کر جمع — بھائین صاحب حق کیطرف کرین امداد
نہ باندھے صاحب حق گر کہے پہ انکے کمر — ثبوت حجت ایزد ہے اسپہ روز معاد
بھلا حسینؑ نجاتا تو اسپہ کیا کرتا — خدا کے نزد کی حجت ہے قتل سے تکی یاد
ندان اہل دغا سے تمام کر حجت — رکھا سر اپنے کو جا زیر خنجر بیداد

پروانہ لکھا کر گئے عامل کئی جسوقت / کہتا ہے وہ پیسا ابھی مجھ پاس کہان ہے
اودھر سے پھر آئے تو کہا جنس ہی لیجا / دیوان بیوتات یہ کہتے ہین گران ہے
آخر کو جو دیکھو تو نہ پیسے ہین نہ وہ جنس / ہر اک متصدی سے میان اور تیان ہے
ناچار ہو پھر جمع ہوئے قلعہ کے آگے / جو پالکی نکلے ہی تو فریاد و فغان ہے
دو بیل کی جا گر جو کہین کیجیے کھیتی / اور مینھ بھی موافق ہے پڑے تو توسمان ہے
ہین خشکی و ترقی کے تفکر مین شب و روز / نامن ہے دے لگے تئین نے جیکو امان ہے
گر خان و خوانین کی سے لے کوئی وکالت / اسکا تو بیان کیا کرون مجھسے کہ عیان ہے
ہر عمدہ کے دروازے پہ زین پوش پہ بیٹھا / پوچھے ہی اجی مردے ہے نواب کہان ہے
ہر گھر مین وہ جا ہے کہ مین فوارہ سا چھوٹین / ہر کوچہ مین جون آب چکا بورہ دوان ہے
دیوان نے بخشی کے بیوتات کے حاضر / مانند کنھیا کے جہان دیکھو تہان ہے
ہر بات پٹتا ہی رہے صبح سے تا شام / پیپل کے پتے کیطرح منھ مین زبان ہے
لاوے جو کچہری سے وہ دامونکا سیاہا / للچاوے موکل کو یہ کیا خوب مکان ہے
سو ماہی یہ بیٹھی ہے ٹلے پانسو ہے خرچ / اور زر کے اجارے کی بھی ار دو مین دکان ہے
بتلاوے غرض پیسے اوڑ اگر ہوا روپوش / گھر جا کے بچالے جو کوئی الہ کہان ہے
جسوقت سنا یہ وہین آواز بدل کر / آپ ہی کہا گھر مین سے کشن چند کہان ہے
پھر ہو جو موکل سے کہین راہ مین بھیٹا / اسناد کا جاگیر کے یہ اُس سے بیان ہے
عرضی پہ ہوا ایسم سیاہے یہ ہو آجیسم / پروانہ مین تمیز ہون تصدق مریجان ہے
کاہے کی غرض عرضی وہ اور کسکا سیاہا / کیدھر کا وہ پروانہ وہ جاگیر کہان ہے
انصاف جو کیجے تو نہین اسکی بھی تقصیر / سب ماحصل ان باتونکا اک بار جنان ہے
شاعر جو سنے جاتے ہین مستغنی الاحوال / دیکھے جو کوئی فکر و تردد کو تو یان ہے
مشتاق ملاقات انھونکا کس و ناکس / ملنا انھین اُنسے جو فلان ابن فلان ہے
گر عید کا مسجد مین پڑھے جا کے دوگانہ / نیت قطعۂ تہنیت خان زمان ہے
تاریخ تولد کی رہے آٹھ پہر فکر / گر رحم مین بیگم کے سنے نطفۂ خان ہے
اسقاط حمل ہو تو کہین مرثیہ ایسا / پھر کوئی نہ پوچھے میان مسکین کہان ہے
ٹلائی اگر کیجیے تو ملا کی ہے یہ تقدیر / ہون دو روپے اُسکے جو کوئی مثنوی خوان ہے

رہنے لگے ہے گدھا آٹھ پہر گھر مین خدا کے ۔۔۔ سے ذکر نہ صلوٰۃ نہ سجدہ نہ اذان ہے
اور وہ جو ہین کمزور وہان اُن کے بیٹھین ۔۔۔ ریتی سے کے جو آگے کی یہ ہر ایک دکان ہے
اُٹھ اُٹھ کے دکھاتے ہین اُنھین حال وہ اپنا ۔۔۔ دربار رو اس عہد مین جو خرد و کلان ہے
یون بھی نہ ملا کچھ تو ہر اک پالکی آگے ۔۔۔ اس سج سے رسالہ کا رسالہ ہی روان ہے
کوئی سر پہ کیے خاک گریبان کسیکا چاک ۔۔۔ کوئی رووے ہے منھ پیٹ کوئی نعرہ زنان ہے
ہندو و مسلمان کو پھر اُس پالکی اوپر ۔۔۔ ارتھی کا تو ہم ہے جنازہ کا گمان ہے
یہ مسخرگی دیکھ کے جا صاحب ارتھی ۔۔۔ کہتے ہین جو دان عرض تو نے پھر ہے نہ ہان ہے
گر ہوجیے جا کر کسی عمدہ کے مصاحب ۔۔۔ اُسکی تو اذیت ہے بڑی آفت جان ہے
وہ جاکے جو را تو نکو تو بیٹھے ہین دوزانو ۔۔۔ کیسا ہی اگر اپنے تئین خواب گران ہے
بیوقت خورش اُسکی جو ہوا اپنے تئین بھوکھ ۔۔۔ سو کیا کہون تجھسے کہ مصیبت کا بیان ہے
گھڑیال کی چپ بیٹھے ہوئے گنتے ہین گھڑیان ۔۔۔ اور پیچ خلا رود و نمین جون سپ دوان ہے
خمیازے پہ خمیازہ ہر اور حیرت اوپر حیرت ۔۔۔ منھ صورت سوفار مگر شکل دہان ہے
صیغے پہ طبابت کے بھلا آدمی نوکر ۔۔۔ سو دو سو روپے کا جو کسی عمدہ کے یان ہے
صحبت مین یہ اس سے اگر آقا کے تئین چھینکا ۔۔۔ آوے تو وہ اُسکو بخشونت نگران ہے
دیتے ہین منگا تیر و کمان ہاتھ مین اُسکے ۔۔۔ ٹھنڈھی ہوا آئینکا گر اوسوقت گمان ہے
اور ما حضر اوپر جو وہ نواب کو دیکھے ۔۔۔ کھانا تو یہ کھاتے ہین پر اُسکو خفقان ہے
مطبخ مین ہی خربزہ اور خربزہ پر دودھ ۔۔۔ ہے دودھ پہ مچھلی پس اوپر گاوزبان ہے
یہ بھی تو نہین ہے کہ اسی سے ہو تسلی ۔۔۔ اس سب پہ تفنن کے لیے نسینی نان ہے
اسمین جو کہین درد اُٹھا پیٹ مین اُنکے ۔۔۔ پھر بو علی سینا ہے تو وہ ہیچمدان ہے
لکھتے ہین غرض مرگ سے لڑ نیکو سپاہی ۔۔۔ گر نوکری سمجھو یہ طبابت کی کہان ہے
سوداگری کیجے تو ہے اسمین یہ مشقت ۔۔۔ دکھن مین بکے وہ جو خرید صفہان ہے
ہر صبح یہ خطرہ ہے کہ طے کیجیے منزل ۔۔۔ ہر شام یہ دل وسوسۂ سود و زیان ہے
لیجا جو کسی عمدہ کی سرکار مین دے جنس ۔۔۔ یہ درد جو سنیے تو عجب طرفہ بیان ہے
قیمت جو چکاتے ہین سو اس طرح کہ ثالث ۔۔۔ سمجھے ہی فروشندہ پہ دزدیکا گمان ہے
جب بعمل مشخص ہوا مرضی کے موافق ۔۔۔ پھر بیسیون کی جاگیر کی عامل پہ نشان ہے

بالفرض اگر آپ ہوئے ہفت ہزاری — یہ شکل بھی مت سمجھیو تو راحت جان ہے
ٹک دیکھنا منصور علیخان جی کا احوال — چھاتی پہ گر اک بجلی ہے اور شیر دہان ہے
آرام سے کٹنے کا سنا تو نے کچھ احوال، — جمعیت خاطر کوئی صورت ہو کہان ہے
دنیا مین تو آسودگی رکھتی ہے فقط نام — عقبے مین یہ کہتا ہے کوئی اسکا نشان ہے
سوا دسپہ تیقن کسیکے دلکو نہین ہے — یہ بات بھی گو یندہ ہی کا محض گمان ہے
یان فکر معیشت ہے تو وان دغدغۂ حشر — آسودگی حرفیست نہ یان ہے نہ وہان ہے

مُخمَّس شہر آشوب

کہا مین آج یہ سودا سے کیون تو ڈانوانڈول — پھرے ہے جا کہین نوکر ہو لیکے گھوڑا مول
لگا وہ کہنے یہ اسکے جواب مین دو بول — جو مین کہونگا تو سمجھے گا تو کہ ہے یہ ٹھٹھول
تبا کہ نوکری بکتی ہے ڈھیر یون با تول

سپاہی رکھتے تھے نوکر امیر دولتمند — سو آمد اُنکی تو جاگیر سے ہوئی ہے بند
کیا ہے ملک کو مدت سے سرکشون نے پسند — جو ایک شخص ہے بائیس صوبے کا خاوند
رہی نہ اسکے تصرف مین فوجداری کول

قوی ہین ملک مین مفسد امیر ہین سو ضعیف — گلے کہان جو ہمین دیکھے ہون انھونسے حریف
نہ کچھ ربیع مین حاصل نہ درمیان خریف — جو عامل اب ہین محالات پر سو یون ہین ضعیف
کہ جسطرح کسی حاکم کے گھر گنوار کی اصل

بس انکا ملک مین کارنست جو یون ہو تباہ — اگر کوہ زر ہو زراعت مین تو نہ دین پرکاہ
جلکہ وہ کونسی نوکر رکھین یہ جسپہ سپاہ — کہان سے آدین پیادے کرین جو پیش نگاہ
کدھر سوار جنھیں پیچھے چلین وہ باندھکے غول

رہی فقط عربی باجے پر انھون کی شان، — جو چاہین اسکو نہ بجوا دین یہ تو کیا امکان
پر انکا فکر ہے تخفیف خرچ پر ہر آن، — رہیگا حال اگر ملک کا یہی تو ندان
گلے مین تاشا کہار دینگے پالکی مین ڈھول

انھین ہے اپنی امارت سے اب یہی منظور — کہ ہون دو مور چھل اور ایک کاتبی سمور

اور ما حضر اخوند کا اب کیا مین بتاؤن
یک کاسۂ دال عدس و جو کی دو نان ہے

دیکھو تو بچارا وہ پڑھایا کرے لڑکے
شب خرچ لکھے گھر کا اگر ہندسہ دان ہے

تقصیر یہ ستم ہے کہ نہالی تلے اد سکے
لڑکونکی شرارت سے سدا خار نہان ہے

بھاگے یہ عمل کر جو وہ شیطانکا لشکر
دیوالی کو لے ہاتھ تعاقب مین وہ دان ہے

اب کیجئے انصاف کہ جسکی ہو یہ اوقات
آرام جو چاہے وہ کرے وقت کہان ہے

جس روز سے کاتب کا لکھا حال مین تب سے
ہر صفحۂ کاغذ پہ قلم اشک فشان ہے

وہ بیت سے ٹکے سیکڑے لکھنے کو ہے محتاج
خوبی مین خطاب جسکا بہ از خط بتان ہے

یہ بھی مین تکلف ہی سے کہتا ہون وگرنہ
آفاق مین ان چیزونکی اب قدر کہان ہے

اچھا ہو جو سوتی کا زمانے مین نئے سر
خطاط کی اوتنی ہی رہی قدر کہان ہے

ہر یہ ہو سوا پانچ ٹکے گذرے ہین آ کر
یاقوت پکارے جو بکاؤ قرآن ہے

دمڑی کو کتابت لکھین دھیلے کو قبالہ
بیٹھے ہوئے وان میر علی چوک جہان ہے

چاہے جو کوئی شیخ بنے بہر فراغت
چھٹتے ہی تو شعرا کی وہ مطعون زبان ہے

دیتا ہے دم خرسے کوئی شملے کو نسبت
گنبد سے کوئی پگڑیکو تشبیہ کنان ہے

اور اسکو جو دیکھے کوئی وہ بہر معیشت
اس فکر و تردد ہی مین ہر ایک زمان ہے

پوچھے ہے مریدونسے یہ ہر صبح کو اوٹھکر
ہے آج کدھر عرس کی شب روز کہان ہے

تحقیق ہوا عرس تو کر داڑھی کو کنگھی
لے خیل مریدان گئے وہ بزم جہان ہے

ڈھولک جو لگی بجنے تو وان سبکو ہوا وجد
کوئی کودے کوئی رودے کوئی نعرہ زنان ہے

بے تال ہوئے شیخ جو ٹک وجد مین آ کر
سرگوشیون مین تداصولی کا بیان ہے

گر تال سے پڑتا ہے قدم تو بھی ہنس ہنس
کہتے ہین کوئی حال ہے یہ رقص زنان ہے

اور ماحصل اس رنج و مشقت کا جو پوچھو
ڈالا ہوا وان دال نخود قلیہ و نان ہے

سب پیشہ یہ تج کر جو کوئی ہو متوکل
جورو تو سمجھتی ہے نکھٹو یہ میان ہے

اور بیٹی کے دلکو ہے خرافت کا تیقن
بیٹے کو جنون ہونیکا بابلکے گمان ہے

پھر شیخ کے جب لڑکے لگے بھوکسے مرنے
ہر خان و خوانین کے ہمراہ دوان ہے

جب راہ خدا پیسے نکالے کوئی نواب
تب انکی سفارش مین اُسے رقعہ خان ہے

مضمون بھی رقعہ کا کہ کچھ دیجیے اسکو
مداح اماموںکا ہے اور مرثیہ خوان ہے

بکے ہے تیسرے فاقہ مین کوڑیون کے مول

کہے جو مودی سے جاکر دواب کے حالات
جواب دے ہے کہ ہے اونٹ تو فرشتے کی ذات
ہوا پہ جیتی ہے بیلون کی اور بھیس بہ برات
جو کچھ رہے ہین انھون نے پیا ہے آبحیات

تمھارے کھانیکو دانا کہو تو دیجیے تول

جو اصطبل مین کئی گھوڑے ہین سو کیا امکان
کہ ہو وے گھاس کے تنکے کا اُنکے آگے نشان
کسو کی ٹوٹی ہی ٹنگری کسو کا جھڑ گیا کان
طویلہ اُسکو کہون یا مین پنج پیر کا تھان

اسی خیال مین رہتی ہی عقل ڈانوان ڈول

اور اب جو زعم مین آقا کے فیلخانا ہے
جو ہتنی اندھی ہے اسمین تو ہاتھی کانا ہے
نہ تھور چارے کا راتب کا نے ٹھکانا ہے
ہر ایک بھوک سے سوے عدم روانا ہے

اب اُسکو خواہ وہ پائل پہنین خواہ جھول

کرے ہے بھوک سے شاگرد پیشہ اب یہ معاش
کہین پلاؤ تو باورچی وان پکادین آش
کرین تناتون مین دربان بیٹھے پردہ فاش
تلے سے کھینچ لے مسند کو آ نکحر فراش

اگر کہین کہ منا اُٹھلے چاندنی کا جھول

یہ خادمان محل کی ہے اندنون صورت
نہ خوان ڈھوتے کا کشمیری مین باقی ست
نہ اُٹھکے ہلنے کی ہرگز رہے نہ مین طاقت
بنی ہے بھوک سے دربانون کے یہ منھ کی گت

کہ بوڑھی ہتھنی کے جسطرح بیٹھ جاے کپول

مچا رکھی ہے سلاطینون نے یہ توبہ دھاڑ
کوئی تو گھر سے نکل آئے ہین گریبان پھاڑ
کوئی در اپنے پہ آوے دے مارتا ہے کواڑ
کوئی کہے جو ہم ایسے ہین چھاے ہنگی پہاڑ

تو چاہیے کہ ہمین سبکو زہر دیجیے گھول

غرض مآل ہے اس گفتگو سے یہ میرا
کہ بے زری نے جب ایسا گھر آنکر گھیرا
تو کوئی قصد کرے نوکری کا بہتیرا
نہین یہ فائدہ جھتا وہ چھوڑ کر ڈیرا

کرے نہ عزم سوے صفہان و استنبول

جو نوکری ہے کہین زیر چرخ نیلی فام
سو جاگیردار کا اُسکے ہے پرگنہ سرسام
دبا کا جب سبب ہے دار الخلافہ مین ہنگام
گھرون کی ضبطی کا رسم اسقدر ہوا ہے عام

ادھر سپیکا دکھا سر اُدھر سے دوڑی قول

نہ رسم صلح کی تھمین نہ جنگ کا دستور　　جو آئین قاعدہ دان تھے ہوے وہ انسے دور
قماش انکی طبیعت کا سب طرح سے ٹھٹھول

امیر اب جو ہین دانا انھونکا ہے یہ خیال　　ہوے ہین خانہ نشین دیکھکر زمانیکا حال
بچھی ہے سوزنی خوجا کھڑا جھلے ہے رومال　　حضور بیٹھے ہین اک دو ندیم اہل کمال
دھری ہے سامنے اک پیکدان و اک تنبول

جو کوئی ملنے کو انکے انھونکے گھر آیا　　ملے یہ اُس سے کہ اپنا دماغ خوش پایا
جو ذکر سلطنت اسمین وہ درمیان لایا　　انھون نے پھیر کے ادھر سے منہ یہ فرمایا
خدا کے واسطے بھائی کچھ اور باتین بول

جو مصلحت کے لیے جمع ہون صغیر و کبیر　　تو ملک و مال کا فکر اسطرح کرین ہین مشیر
دکن پہونچنے کی سوجھی ہے بخشی کو تدبیر　　کھڑا یہ اٹھکے دیوان خاص بیچ وزیر
کہ شامیانہ کے بانسونپہ لقرئی ہین خول

خجل ہو یہ نہ سمائے زمین بہت بھائی　　گئے وہ مشورے مین کھیلین خون سودائی
تمام عمر ہے تدبیر ملک مین کاٹی　　ندان کرا کے اٹھے ملکر گھر اینٹ کا ماٹی
پھر اپنے زعم مین سر اک برائے خود ہلول

پڑے جو کام انھین تب نکل کے کھائی سے　　رکھین وہ فوج جو موتے بھری لڑائی سے
پیادے ہین سو ڈرین سر منڈاتے نائی سے　　سوار گر پڑین سوتے مین چارپائی سے
کرے جو خواب مین گھوڑا کسیکے تیئن الول

نہ صرف خاص مین آمد نہ خالصہ جاری　　سپاہی تا متصدی سبھون کو بیکاری
اب آگے دفتر تن کی مین کیا کہون خواری　　سوال و دستخطی کو پھاڑ کر کے پساری
کسیکو آنولہ دے باندھکر کسیکو کتول

یہ جلنے نقدی و جاگیر کے تھی منصب دار　　تلاش کرکے ڈھلتے انھون نے ہو ناچار
ندان قرض مین بنیون کے دی سپر تلوار　　گھرون سے اب جو نکلتے ہین لیکے وہ ہتھیار
بغل کے بیچ تو سوتا ہے ہاتھ مین کچکول

کرون معاش کا حضرت کی تجھسے کیا مین بیان　　کہ توشہ خانہ ہے انکا پرابیچی کی دکان
نکل تنور کے منہ سے سکے ہے گاؤ زبان　　لگی ہون تب مین کہ جب کاتبی خلد مکان

کہ یون مٹا دیا گویا کہ نقش باطل تھا — عجب طرح کا یہ بحر جہان مین ساحل تھا

کہ جسکی خاک سے لیتی تھی خلق موتی رول

دیا بھی وان نہین روشن تھی جس جگہ فانوس — پڑے ہین کھنڈرون مین آئینہ خانہ کرناوس
کرور دل پر از امید ہوگئے مایوس — گھرون سے یون بجا کے نکل گئی ناموس

ملی نہ ڈولی انھین جو تھے صاحبِ چنڈول

نجیب زادیون کا اندنون ہے یہ معمول — وہ برقع سر پہ ہے جسکا قدم تلک ہے طول
ہے انکی گود مین لڑکا گلاب کا سا پھول — اور اُنکے حسن طلب کا ہر ایک سے یہ اصول

کہ خاک پاک کی تسبیح ہے جو لیجیے مول

اگر محب ہوا مستمع تو سن یہ نام — دیا کچھ اسنے بمقدور کرکے نذر امام
پڑا جو شامت طالع سے خارجی سے کام — دروغ و راست کا لا یاوہ درمیان مین کلام

یہ آگے اور چلین کہکے زیر لب لاحول

غرض مین کیا کہون یارو کہ دیکھکر یہ قہر — کرور مرتبہ خاطر مین گذرے ہے یہ لہر
جو ٹک بھی امن دل اپنے کو دیوے گردش دہر — تو بیٹھکر کہین یہ روئیے کہ مردم شہر

گھرون سے پانی کو باہر کرین جھلول جھلول

بس اب خموش ہو سودا کہ آگے تاب نہین — وہ دل نہین کہ اب اس غم سے وہ کباب نہین
کسیکی چشم نہوگی کہ وہ پر آب نہین — سوائے اسکے تری بات کا جواب نہین

کہ یہ زمانہ ہے اک طرح کا زیادہ نہ بول

قصیدہ در ہجو اسپ المسمّیٰ بہ تضحیک روزگار

ہے چرخ جب سے ابلق ایام پر سوار — رکھتا نہین ہے دست عنان کا بیک قرار
جنکے طویلے بیچ کوئی دن کی بات ہے — ہرگز عراقی و عربی کا نتھا شمار
اب دیکھتا ہون مین کہ زمانے کے ہاتھ سے — موچی سے کفش پا کو گھٹاتے ہین وہ اُدھار
تنہا ملے نہ دہر سے عالم خراب ہے — محنت سے اکثرون نے اٹھایا ہے ننگ و عار
ہینگے چنانچہ ایک ہمارے بھی مہربان — پاوے سزا جو انکا کوئی نام لے تہار

سو کیا وہ نوکری کٹتی ہے جسمین یہ اوقات	ملے ہے پیٹ کو روٹی سو رد رد آدھی رات
جو چاہین تن ڈھپے اُسمین سو آگے پیچھے مات	اور اسپہ یہ کہ وہ تب ٹھہرے روز موجودات

جمع پانچون باندھے ہی ہتیار اور چھٹی پستول

وہ نوکر اب جسے آقا ہر آن پہچانے	جو پوچھو اُس سے کہ تم کچھ روپے لگے پانے
کہے ہے آہ وہ بھر کر سوائے آٹھ آنے	روپے کی شکل نہین دیکھی ہے خدا جانے

اگر اس زمانے مین جیتا بنے ہے وہ پاگول

غرض کہ جب نہین ملتا ہو پاؤ بھی چون	کرے وہ نوکری جسکو کہ ہووے خبط و جنون
نجانو یہ کہ انہین جب سپہ گری کا فنون	نہ آیا سیکھ تو یون باندھنے لگے مضمون

زمانہ دیکھ کے ہتیار ہمنے ڈالے کھول

سخن جو شہر کی ویرانی سے کرون آغاز	تو اسکو سنکے کرین ہوش چند کے پرواز
نہین وہ گھر نہو جسمین شغال کی آواز	کوئی جو شام کو مسجد مین جاے بہر نماز

تو وان چراغ نہین ہے بجز چراغ غول

کسیکے یان نہ رہا آسیا سے تا بہ اجاغ	ہزار گھر مین کہین ایک گھر جلے ہی چراغ
سو کیا چراغ وہ گھر ہے گھرونکے غمسے داغ	اور اُن مکانون مین ہر سمت نیکلتے ہین لاغ

جہان بہار مین سنتے تھے بیٹھکر ہنڈول

خراب ہین وہ عمارت کیا کہون تجھ پاس	کہ جسکے دیکھے سے جاتی رہی تھی بھوکھ اور پیاس
اور اب جو دیکھو تو دل ہووے زندگی سے اُداس	بجائے گل چمنون مین کمر کمر ہے گھاس

کہین ستون پڑا ہے کہین پڑے مرغول

یہ باغ کھا گئی کسکی نظر نہین معلوم	نجانے کن نے رکھا یان قدم وہ کون تھا شوم
جہان تھے سرو و صنوبر وہان اوگے ہین زقوم	مچے ہے زاغ و زغن سے اب اُس چمن مین دھوم

گلون کے ساتھ جہان بلبلین کرین تھین کلول

رکھین تھے سبز کو نگلیٹ کے گرو کے دیہات	کہ لب جہانکے تھے بنہاریون کے آبحیات
اور اُن درختون کی وے چھائین وے گھنے سے پات	نہ وے درخت ہین اب یان نہ آدمی کی ذات

کوئین مین مردے پڑے ہین نہ رسیان ہی نہ ڈول

جہان آباد تو کب اس ستم کے قابل تھا	مگر کبھو کسی عاشق کا یہ نگر دل تھا

لیکن کسیکے چڑھنےکے لائق نہین ہے اسپ | یہ دانتی ہے اسکو نجانو گے انکسار
صورت کا جسکا دیکھنا ہیگا گدھے کو ننگ | سیرت سے جسکے نت ہے سگ خشمگین کو عار
بدرنگ جیسے لید و بدبو ہے جون پشاب | بدہین یہ کہ اصطبل اوجڑ کرے ہزار
مانند مینچو کے لکد زن ہے تھان پر | لاجنب وہ زمین سے ہے جون میخ استوار
حشری ہے اسقدر کہ بحشر اسکی پشت پر | دجال اپنے منھ کو سیہ کرکے ہو سوار
اتنا وہ سرنگون ہے کہ سب اوڑ گئے ہین دانت | جب پڑے یہ لیکہ ٹھوکرون کی نت پڑے ہے مار
ہے پیر اسقدر کہ جو بتلاے اسکا سن | پہلے وہ سیکھے ریگ بیابان کے شمار
لیکن مجھے ز روے تواریخ یاد ہے | شیطان اسی پہ نکلا تھا جنت سے ہو سوار
کم رو ہے اسقدر کہ اگر اوسکے نعل کا | لوہا گلا کے تیغ بنا دے کبھو لوہار
ہے دلکو یہ یقین کہ وہ تیغ روز جنگ | رستم کے ہاتھ سے نہ چلے وقت کارزار
مانند اسپ خانۂ شطرنج اپنے پانون | جز دست غیر کے نہین چلتا ہے زینہار
اکدن گیا تھا مانگے یہ گھوڑا برات مین | دولھا جو بیاہنے کو چلا اوسپہ ہو سوار
سبزے سے خط سیاہ و سیہ سے ہوا سفید | تھا سرو سا جو قد سو ہوا شاخ باردار
پہونچا غرض عروس کے گھر تک وہ نوجوان | شیخوخیت کے درجے سے کرکے طرف گذار
منٹھا تو اسقدر ہے وہ جو کچھ کہ تم سنا | لیکن اب ایکدن کی حقیقت کہو نہین یار
دہلی تلک ن پہونچا تھا جسدن کہ مرہٹھ | مجھسے کہا نقیب نے اگر ہے وقت کار
مدت سے کوڑیون کو اڑایا ہے گھر مین بیٹھ | ہو کر سوار اب کرو میدان مین کارزار
ناچار ہو کے تب تو بندھایا مین اوسپہ زین | ہتیار باندھ کر مین ہوا جاکے پھر سوار
جس شکل سے سوار تھا اسدن مین کیا کہون | دشمن کو بھی خدا نہ کرے یون ذلیل و خوار
چابک تھے دونون ہاتھ مین پکڑے تھا منہ مین باگ | تک تک سے پاشنہ کے مرے پانون تھے فگار
آگے سے توبڑا اوسے دکھلاے تھا سیس | پیچھے نقیب ہانکے تھا لاٹھی سے مار مار
ہرگز وہ اسطرح بھی نہ لاتا تھا رو براہ | ہلتا نہ تھا زمین سے مانند کوہسار
اس مضحکے کو دیکھ ہوئے جمع خاص و عام | اکثر مدبرون مین سے کہتے تھے یون پکار
پہیئے اسے لگاؤ کہ تا ہووے یہ روان | یا بادبان باندھو ہوا کے دو اختیار
مین کیا کہون غرض کہ ہر اک اسکی شکل دیکھ | تیغ زبان سے کاٹ کے کرتا تھا گل شمار

نوکر ہین سو روپے کے دیانت کی راہ سے | گھوڑا رکھین ہین ایک سو اتنا خراب و خوار
نہ دانہ و نہ کاہ نہ تیمار نہ سئیس | رکھتا ہو جیسے اسپ گلی طفل شیر خوار
ناطاقتی کا اُسکے کہانتک کرون بیان | فاقون کا اُسکے اب مین کہانتک کرون شمار
مانند نقش نعل زمین سے بجز فنا | ہرگز نہ اُٹھ سکے وہ اگر بیٹھے ایکبار
اس مرتبہ کو بھوک سے پہونچا ہی اُسکا حال | کرتا ہے رالب اُسکا جو بازار مین گذار
قصاب پوچھتا ہے مجھے کب کروگے یاد | امیدوار ہم بھی ہین کہتے ہین یون چمار
جسدن سے اس قصائی کے کھونٹے بندھا ہی وہ | گذرے ہے اس نمط اسے ہر لیل و ہر نہار
ہر رات اخترونکے تئین دانہ بوجھکر | دیکھے ہے آسمان کی طرف ہو کے بیقرار
تنکا اگر پڑا کہین دیکھے ہے گھانس کا | چوکے کو آنکھ موندکے دیتا ہے وہ پسار
خط شعاع کو وہ سمجھ دستۂ گیاہ | ہر دم زمین پہ آپ کو پٹکے ہے باربار
پیدا ہوئی ہے تپ اگن باد اسقدر | ہرگز دروغ اسکو تو مت جان زینہار
گذرے وہ جسطرف سے کبھو اوسطرف نسیم | باد سموم ہووے وہین گر کرے گذار
دیکھے ہے جب وہ توبڑہ دہقان کیطرف | کھودے ہے اپنے سُم سے کنوئین ٹاپین مار مار
فاقون سے ہنہنانے کی طاقت نہین رہی | گھوڑی کو دیکھتا ہے تو پادے ہے باربار
ہے اسقدر ضعیف کہ اوڑ جاے باد سے | میخین گر اوسکی تھان کی ہووین نہ استوار
نہ استخوان نہ گوشت نہ کچھ اُسکے پیٹ مین | دھوکنے ہے دم کو اپنے کہ جون کھال کو لوہار
سمجھا نہ جاے یہ کہ وہ ابلق ہے یا سرنگ | خارشت سے زبسکہ ہے مجروح بیشمار
یہ حال اُسکے دیکھ غرض یون کہے ہی خلق | جنگل سے موذ نکلے تو چھوڑا اوسکو کردگار
ہر زخم پر زبسکہ بھنکتی ہین مکھیان | کہتے ہین اسکے رنگ کو مگسی اس اعتبار
لیجاوین چور یا مرے یا ہو کہین یہ گم | اس تین بات سے کوئی جلدی ہو آشکار
تنہا نہ اوس کے غم سے ہے دل تنگ زین کا | خوگیر کا بھی سینہ جو دیکھا تو ہے فگار
القصہ ایک دن مجھے کچھ کام تھا ضرور | آیا یہ دل مین جائیے گھوڑے پہ ہو سوار
رہتے تھے گھر کے پاس قضارا وہ آشنا | مشہور تھا جنھون کنے وہ اسپ نابکار
خدمت مین انکی مینے کیا جا یہ التماس | گھوڑا مجھے سواری کو اپنا دو مستعار
فرمایا جب اونھون نے کہ اے مہربان من | ایسے ہزار گھوڑے کرون تجھ پہ مین نثار

سودا نے تب قصیدہ کہا سن یہ ماجرا
ہے نام اس قصیدہ کا تضحیک روزگار

مثنوی در ہجو فیل راجہ پت سنگھ

کیا ساقی نے گو مجکو سیہ مست
تو کر فکر بلند لے ہمت پست

قلم سے کہہ کہ ہو سرگرم تحریر
بنے تا صفحۂ کاغذ پہ زنجیر

قوی ہاتھی سے بھی اپنا سخن ہے
زبان خامہ پر یان کجلی بن ہے

اگر ہم فیل معنی کا بنا دین
تو بہتر ہاتھیون سے کر دکھا دین

پھر اوسکو جو کوئی سمجھین سو جھومین
قدم آ حضرت سودا کے چومین

یہ دعوے گو کوئی شاعر نہ مانے
پر اوسکو جو سخن رس ہو سو جانے

کہ طرز شاعری انسب یہی ہے
سخن کا ہے جو کچھ فن سب یہی ہے

کہون مین ہیل معنی کے جو اوقات
تو شیخی ہے کہ چھوٹا منہ بڑی بات

بندھے ہے وہ سدا آکر جہان
جگہ ہے گشت کی فہم سخندان

توارد سے اگر وہ چھوٹ جاوے
کوئی شاعر جو اوسکو باندھ لاوے

دبے ہے اوس سے جو کوئی ہو کج فہم
کہ اوسکی طبع کو آنکس کرے وہم

نبا ہے پاک طینت اسقدر وہ
قدم ہرگز نہ رکھے خاک پر وہ

سبک چلنا کوئی کیا اوسکو تبلائے
جہان تک جستجو کاغذ پر چلا جاے

کرین ہین آفرین اوسپر سو کیا ہے
گویا وہ اسکی آوازِ درا ہے

نہ لگوا دے کبھو مستک پہ سیندور
بہت اوسکی بزرگی سے ہے یہ دور

ہوا کیا گر نہین کرتا ہے تزئین
اوسے کہتے ہین اہل طبع رنگین

نہووے قد و قامت مین وہ موجود
بلندی عرش سے ہے اوسکی افزود

بھلا اس شان کا ہاتھی کہین ہے
کہ جسپر ہر کوئی ایسا تعین ہے

مہاوت دل ہے نالہ بھالہ بردار
ہے چرخی سیخ پیش آہِ شرربار

نہ کچھ ہووے کبھو نہ کچھ وہ کھاوے
نظر بھی اس بزرگی پر نہ آوے

کوئی ہاتھی کی ہوتی ہے یہ اوقات
نہین دم مارنے کی اسجگہ بات

کہتا تھا کوئی ہے بزکوہی نہین یہ اسپ کہتا تھا کوئی ہیگا ولایت کا یہ حمار
کہتا تھا کوئی مجھسے ہوا تجھسے کیا گناہ کتوال نے گدھے پہ تجھے کیون کیا سوار
کہنے لگا پھر آکے اُس اجماع مین کوئی شخص مرکب نہ یہ گدھا نہ یہ راکب گنا ہگار
سمجھون ہون مین تو یہ کہ سپاہی کے بھیس مین ڈائن چلی ہے سیر کو ہو چرغ پر سوار
اس مخمصہ مین تھا ہی کہ ناگاہ ایک روز فتنے کو آسمان نے کیا مجھسے پھر دوچار
دھوبی کمہار کے گدھے اُسدن ہوے تھے گم اس ماجرے کو سُن کیا دونون نے وان گذار
سمر اک نے اُسکو اپنے گدھے کا خیال کر چمٹا تھا دھوبی کان تو کھینچے تھا دم کمہار
دریاے کشمکش ہوا اوس آن موج زن تھا عنقریب ڈوبیے خفت سے ایکبار
برشتی اسکی دیکھ کے کر خرس کا خیال لڑکے بھی وان تھے جمع تماشے کو بیشمار
رکھتا تھا کوئی لاکے سُپاری کو منہ کے بیچ مو اُسکے تن سے کوئی اکھاڑے تھا بار بار
کہتا تھا کوئی مجھسے کہ تو مجکو بھی چڑھا دونگا ٹکا تجھے مین ہے تو چندا ایتوار
کتے بھی بھونکتے تھے کھڑے اُسکے گردپیش ساتھ اُس سمندِ خرس نما کے ہو چشم چار
اسوقت مینے اپنی مصیبت پہ کر نظر کہنے لگا خدا سے یہ رو رو کے زار زار
جھگڑون مین دھوبیون سے کہ لڑا کو نکو دون جواب کتون سے یا لڑون کہ مرون اپنا پیٹ مار
بارے دعا مری ہوئی اُسوقت مستجاب وانسے بہر نمط کیا جنگاہ تک گذار
دست دعا اُٹھاکے مین پھر وقت جنگ کے کہنے لگا جناب الٰہی مین یون پکار
پہلے ہی گولا چھوٹتے اس گھوڑے کے لگے ایسا لگے یہ تیر کہ ہووے جگر سے پار
یہ کہکے مین خدا سے ہوا مستعد بجنگ اتنے مین مرہٹہ بھی ہوا مجھسے آ دوچار
گھوڑا تھا بسکہ لاغر و پست و ضعیف و خشک کرتا تھا یون خفیف مجھے وقت کارزار
جاتا تھا جب ڈپٹ کے مین اسکو حریف پر وہ دوڑون تھا اپنے پانون سے جون طفل نے سوار
جب دیکھا مین کہ جنگ کی یان اب بندھی ہے شکل لے جوتیون کو ہاتھ مین گھوڑا بغل مین مار
دھر دھمکا وانسے لڑتا ہوا شہر کیطرف القصہ گھر مین آن کے مینے کیا قرار
گھوڑے مری کی شکل یہ ہے تمنے جو سُنی اس پر بھی دلمین آئے تو اب ہو جیے سوار
سُنکر تب اُسنے مینے یہ قصہ دیا جواب اتنا بھی جھوٹ بولنا کیا ہے ضرور یار
گفتن ہمین بس ست کہ اسپ من ابلق ست سمجھونگا دلمین اپنے اگر ہو نہین ہوشیار

پچھا ایسے بیل کے رکھنے میں ہے شان
سواری جسکی ہووے آفت جان

دیا اون نے جواب اے میرے مخدوم
خریداری تو اس کافر کی معلوم

بڑا ہے بدقوارہ زشت و ناپاک
کہ پیٹھ اسکی بلند اور بیٹ کا ڈک

جو ہاتھی ہو تو لے کوئی خان و نواب
ہے بیٹی... کی مسجد کی محراب

بکانے کی نہیں اسکے کوئی بات
نصیبوں سے مگر آجاے شبرات

سمجھنا فیل اسے دیوانہ پن ہے
کسی مدت کا یہ بام کہن ہے

ستون اسکے تلے یہ پانوں ہیں چار
رہے دو دانت آگے سو ہیں اڑوار

جو نیچے بیٹھے یہ تو اٹھنا ہے اسے دور
لگیں جبتک نہ اسکو راج و مزدور

اٹھے ہے خاک کا یا راکھ کا ڈھیر
کہیں ہیں اسکو ہاتھی ہے یہ اندھیر

ہلاتا یوں ہے یہ کانوں کو ہر بار
کہ دھونکیں پنکھوں سے کولیوں کا انبار

ہے اتنا چلنے میں بجر یہ بدذات
نہیں ہاتھی صعوبت کی ہے یہ رات

یہ عالم چلنے میں خرطوم کا ہے
کہ دست کور میں گویا عصا ہے

جو کہیے فیل اسے بہتان ہے یہ
عجائب تودہ طوفان ہے یہ

خورش کے وقت بولے فیل ہو نہیں
مجھے من بھر ملیدا روز دے تین

عماری کسکے گر چلیے کہیں کو
جتاوے فیل مرغ اپنے تئیں کو

یہ ہے اس مرتبہ بدبین منحوس
سنیچر جسکے ہوتا ہے قدمبوس

جسے لا پیٹھ پر اسکے بٹھایا
گویا بارود پر دھر کر اوڑایا

گرا جس روز سے یاں اسکا بھوناس
کیا حلقے کا سارے ستیاناس

مرے یہ آپ یا کوئی مار جاوے
جہاں کے سر سے بوجھ اور بھار جاوے

غرض تھا جبکہ یہ ذکر و اذکار
سنے تھا اسکو واں اک مرد ہشیار

ہوئی اس ذکر سے یوں اسمیں تاثیر
کہ اسکا ہو چلا احوال تغییر

ہوا اسکے سمجھنے کے وہ در پے
کہا اسنے کہ حضرت خیر تو ہے

لگے کہنے وہ کہ میری طرف رو
مگر اب تک نہیں سمجھا اسے تو

کہ یہ جس بیل کا کرتا ہے مذکور
اسے ہیں نفع کیا کیا اس سے منظور

اگر اب حسب ظاہر کیجئے غور
اسی پر اسکی روزی ہے بہر طور

غرض ہاتھی خدا دیوے تو ایسا
مچائی جسکی گھڑیالی نے یہ دھوم
کوئی ہاتھی ہے یا آفت وہ چنڈال
کلا وہ کو نہ سمجھو اُسکے گلگون
کہے کون اسکو بچہ نیل کا ہے
پکڑ خرطوم مین اُسوقت زنجیر
جو ہتیائی پہ آجاوے وہ خونخوار
چھٹین گرلا کھ اوسپر چرخی و بان
سرون کو یون قدم پیچھے لے ہے
مہادت کیا جو پھر اوسکو سنبھالے
جو کوئی دیکھے اوس سوہان جان کو
خداوندا یہ آرا ہے کہ خرطوم
غرض ہونی تھی باقی ماندونکی خیر
ہوئی آقا پر اوسکے تنگدستی
لگے ہے راتب اُسکے اسطرح ہاتھ
بدن پر اب نظر آتی ہے یون کھال
نمودار اسطرح ہر اُستخوان ہے
نہ بیڑی ہے نہ کٹ بندھن نہ لکڑا
گرفتار اپنے فعلون کا ہے ناپاک
ضعیفی نے نکی اُسکی فربہی کم
ہوئی ہے ناتوانی اسکے در پے
پر اُس کے دلمین اب بھی یہ غضب تھے
تماشا ہو اگر وہ چھوٹ جاوے
کہا اُسکے مہادت سے مین اک روز
تو کہنے لگے کہ اُسکو بیچ ڈالین

نہ فیل راجہ نرپت سنگھ جی سا
کہ لرزے ہے پڑا لے شام تا روم
مہادت پر کرے آقا کے سر کال
یہ گردن پر ہے اُسکے خلق کا خون
وغا کے روز ٹیکا نیل کا ہے
پلے ہے فوج پر اپنی ہی بے پیر
ہزارون نیزے ماریں بھالہ بردار
نہ چھوٹے وہ جو اوس کافر کی ہر بان
جنون کو جس طرح چکی دلے ہے
جو آوے شیخ بھینا رو ندھ ڈالے
تو یہ کہتا ہے منھ کر آسمان کو
یہ ظالم چیرتا ہے جس سے مظلوم
لسانا تھا خدا کو کعبہ و دیر
کیا کرتا ہے اب وہ فاقہ مستی
جو بھاڑے دین کسی تابوت کیساتھ
طناب سست سے خیمہ کا جون حال
گویا ہر پسلی اوسکی نردبان ہے
رکھے ہے ناتوانی اُسکو جکڑا
کیا کرتا ہے سر پر روز و شب خاک
گیا ہاتھی نکل اور رہ گئی دُم
کہ وہ ڈیل اب دھوین کیسی گرہ ہے
سر آتشبازی کا ہاتھی وہ اب ہے
کہ گھر کو آگ کس کس کے لگاوے
اگر آقا کے اپنے ہے تو دل سوز
عوض کا شر اُسکے چڑھنے کو گدھا لین

گشت جب اسکا پھرتا آتا ہے — یہی نرسنگیا بجاتا ہے
سن لو چور دیہ مختصر قصا — صبح کو بھیجدیجیو حصا
جو نظر بازار سکا چترا ہے — خوب دیکھو تو جیب کترا ہے
جتنے نوکر ہین اس کے خدمتگار — فن دزدی کے سب ہین بانی کار
کسو کا گٹھ کٹی دیسرا ہے — کوئی بھیرڑوا اٹھائی گیرا ہے
جسکے گھر بیچ اوسکا آقا جائے — صاحب خانہ پر یہ آفت آئے
تا خبردار گھر کا ہو صاحب — جو گھڑے پاندان تک غائب
ہینگے از بس یہ ہاتھ کے چالاک — ڈالیں ہین اسکی آنکھوںمین بھی خاک
ٹک یہ غافل جو اسنے ہوتا ہے — تن کے کپڑون کو اپنے روتا ہے
ایک دن اسنے سب سے طنز کی راہ — کہا تم ہو مرے بہت دل خواہ
چیز میری جواب چرا دو تم — چوک مین بیچنے بجا دو تم
قیمت اسکی جو کچھ مشخص ہو — اوسنے کو تم اسے مجھی کو دو
ایک انمین سے یہ سخن سنکر — لگا کہنے کہ اس سے کیا بہتر
کیا جب آپ تمنے یہ انصاف — مین بھی کرتا ہون عرض رکھیے معاف
آپ کے سر پہ یہ جو پگڑی ہے — دو خریدار اسکے ہین درپے
دس روپے وہ مجھے دلاتے ہین — کہیے اب آپ کیا لگاتے ہین
دوسرے نے کہا کہ مین ہون غلام — نہیں ہون جس سے ہوئے ایسا کام
پگڑی آقا رکھے نہ سر سے اتار — اور قیمت کی اسکی ہو تکرار
پر دوشالے کے تئین لگا گھات — آج جاگا کیا ہون ساری رات
میری محنت پہ ٹک نظر کیجے — آگے جو دلمین آوے سو دیجے
غرض اس گفتگو سے ہے یہ مآل — واہ واہ واہ لیے نہے کتوال
شہر کے بیچ کیا کہون مین اب — روز محشر کی دھوم ہے ہر شب
شب ہو نرسنگیون کی قال و قیل — گویا پھنکتی ہے صور اسرائیل
کتے آہٹ سے انکی بھونکین ہین — مردے خواب عدم سے چونکین ہین
آنکھ تو کس بشر کی لاگے ہے — چور دیکھے ڈرے فتنہ جاگے ہے

ولے ازبسکہ اوس کے فعل ہین بد
اسے مرنے کی اُسکے کتنی ہے کد

جو کچھ اس پیل مین اُن نے بنایا
سو اپنے نفس ظالم مین ہے پایا

یہ اُسکی مرگ کے جتنا ہے درپے
مجھے اُتنی ہی اُسکی پرورش ہے

مین خوب اپنے تئین دیکھا مین اُسدم
عداوت سے بھی ہمت اپنی ہے کم

تغیر حال کا باعث مرے یار
یہ تھا جو کچھ کیا مین تجھ سے اظہار

اگر دریافتے بر دانشت بوس
وگر غافل شدی افسوس افسوس

مثنوی در ہجو شیدی فولاد خان کوتوال شاہجہان آباد

کیا ہوا یارو وہ نسق ہیہات
لیمون کے چور کاٹتے تھے ہات

باندھا جاوے تھا چور پگڑی کا
مارا جاوے تھا دزد ککڑی کا

شہر مین کیا رہے تھا امن دامان
کیسی کرتی تھی خلق خوش گذران

تھانہ رشوت سے کوتوال کو کام
شہر مین تھانہ چوٹے کا نام

اب جہان دیکھو وان چھمکا ہے
چور ہے ٹھگ ہے اور اچکا ہے

دیکھی ہمنے جو راہ چاوڑی کی
نیشم ہے رہزنی تلاوڑی کی

خاص بازار کا جو سنیے بیان
اون نے نردک کے کاٹ ڈالے کان

دمڑی کے سونے کو جو وان جاوے
پگڑی کھو سر کو پیٹتا آوے

کس طرح شہر کا نہو یہ حال
شیدی فولاد اب جہے کتوال

چور کب اُسکا زور مانے ہے
کالا بال اپنا اُسکو جانے ہے

ہو یہ کتوال تو وہ مانے زور
یہ تو پھکڑ کی جھول کا ہے چور

اُسنے رشوت لیے یہ بیٹھا ہے
اُسکے دل مین یہ چور بیٹھا ہے

بعضون کا مفسدون کے زور ہے یہ
چور کا بھائی گٹھی چور ہے یہ

اپنے دروازے آگے رکھ نٹ کھٹ
کیے ہین اُن نے ٹھگ کے گھر چوپٹ

ٹھگ نہ تنہا چڑھے ہین اُسکی آنٹ
مل رہی ہے اچکون سے بھی سانٹ

سر پہ یہ دیکھین جسکے اچھی شال
گویا وہ اُسکے باپ کا ہے مال

بچ رہا ہے اب اسطرح کا سانگ
ہے خدا کے بھی گھر مین چوری کا تھانگ

بچ سکے کیونکر اب کسیکی شے
ملا مسجد کا صبح خیزیا ہے

کرین انصاف اب جوان و پیر
کیا ہے اسمین بھلا مری تقصیر

رتبہ وزدی کا اسقدر ہے بلند
چرخ کے گھر پہ کہکشان کی کمند

یہ جو سودا بکے ہے لایعنی
آپ کرتا ہے وزدی معنی

مثنوی در ہجو امیر دولتمند بخیل

ہے خدا کا یہ ایک شمۂ نور
جس سے روشن ہے آسمان کا تنور

کرتے اسکو لگے نہ ذرہ دیر
مہر و مہ کو بشکل نان و پنیر

کیا اون نے بعرصۂ یک آن
نقل اختر سے پر سپہر کا خوان

وہ کرورون نعم کو لذت دے
ذائقہ مین زبان انسان کے

کس زبان سے ہو اوسکا شکر ادا
نعمتین کیا کیا اون نے کین پیدا

میوے ہین باغ مین زمانے کے
واسطے کھانے اور کھلانے کے

فضل سے اُسکے کچھ نہین ہے کمی
لیک وہ کیا کرے جو ہم ہون دنی

سُنیو یارو کردن ہون مین اک نقل
جسکو باور کرے نہ ہرگز عقل

اتفاقاً اک آشنا میرے
گئے تھے ایک عمدہ کے ڈیرے

جو ہین وارد ہوئے یہ وان ناگاہ
اٹھا چارون طرف سے ابر سیاہ

اُسکے ہوتے جو ابر گھر آیا
صاحب خانہ سخت گھبرایا

نہ خبر انکی پوچھی نہ احوال
بیٹھتے ہی کیا یہ اُنسے سوال

کچھ ہوا پر کبھی تم رکھو ہو نگاہ
گھونگھری ہٹو کچھ بھی ہے ہمراہ

بولے یہ منھ نہ تھا مجھے معلوم
ورنہ لاتا مین ساتھ اے مخدوم

جب نہ سمجھے یہ اُسکے رمز کے تئین
سوجھی یہ بات اُسکے تئین دو ہین

جون لگی ہونے قطرہ افشانی
لا رکھی انکے آگے بارانی

پھر لگا کہنے یہ بھی اپنے نصیب
آئے مدت کے بعد اپنا حبیب

آسمان پر بھی منعدم ہے خواب — کھلا رہتا ہے دیدۂ مہتاب
لاکھ بندوق رات کو چھوٹے — کوٹھی پر ساہوکار کی پھوٹے
ہین یہ سرگرم دزد بدانجام — لوٹتے ہے تا خزانۂ حمام
بزم مین شب ہر ایک پیر و جوان — بیٹھے ہین کرکے رزم کا سامان
تسپہ ہے یہ کہ بہر طرۂ زر — لگے ہے چور شمع سے آکر
طرۂ شمع اک طرف لے یار — گم ہے خورشید کی بھی شب دستار
شام سے صبح تک یہی ہے شور — دوڑیو گٹھری لیچلا ہے چور
صبح شبنم جو گل پہ ہوتی ہے — بقچہ کو غنچہ سر کے وہ روتی ہے
مال صندوق مین رہے کس بھانت — تن کے کپڑون پہ چور نکالے دانت
اب تو دزدی کا کچھ نہین ہے ڈھنگ — کہتے پھرتے ہین چور ہو سرہنگ
رکھ سکے کون ہم سے ہو کے کرخت — جو نہ دے ہمکو کپڑے کیا ہے رخت
رات جو اپنے گھر مین کھنکارے — چور دروازے پر یہ نبکارے
ہوگی کب تک بجا خبرداری — چور جاتے رہے کہ اندھیاری
صاحب خانہ جو کوئی ہے اب — ہے خبرداری مین وہ روز و شب
آئینہ تک اگر جو دیکھے یار — اپنے گھر مین ہے وہ بھی چوکیدار
بے خطر ڈر سے اب کوئی نہ رہا — اہل میخانہ مین بھی ہے ہو رہا
نہ عبادت کو جاگتا ہے شیخ — ڈر یہی چور آ نہ مارے میخ
خلق جب دیکھکر کے یہ بیداد — کرتے ہین کوتوال سے فریاد
بولے ہے وہ کہ مین بھی ہون ناچار — گرم ہے چوٹٹون کا اب بازار
کرتے ہین مجھسے اب بجا کر ڈھول — میری پگڑی کا میرے سر پہ مول
یارو کچھ چل سکے ہے میرا زور — دیکھو تو ٹک کہان کہان ہے چور
مٹ سکے مجھ غریب سے یہ خلل — ہے امیرونکے گھر مین چور محل
دیکھیے گر تبان کو بھی بخدا — ہاتھ مین ہے اونھونکے دزد حنا
کسکو مارون مین کسکو دون گالی — چوری کرنے سے کون ہے خالی
پھر ٹھکے جب مفسدون پہ جاتا ہون — وقت پر مین بھی جی چراتا ہون

غرض اٹھکر چلا وہ جب وانسے
کہہ گیا کان مین یہ مہمان کے

چاہو جو کچھ کہ اب تناول کو،
کہہ دو بلوا کے اب بکاول کو

اونھون نے اسکے موجب ارشاد
کی بکاول کے تئین وہین فریاد

آیا بعد از سماجت بسیار
اونھون نے پوچھا ہے کچھ اب تیار

بولا تیار تو نہین ہے کچھ
جاؤن ڈھونڈون اگر کہین ہو کچھ

تو تو لاؤن ہون آپ کی خاطر
ورنہ کھاؤ مجھے مین ہون حاضر

بولے یہ کچھ اگر نہین تیار
دیکھو ہو ویگا مودی سرکار

ادس سے تم جا کے جنس منگواؤ
واسطے میرے کچھ تو پکواؤ

لگا کہنے وہ کوئی مانے ہے
آپ ہی بھڑوا خاک چھانے ہے

جب کہ اسکا حساب ہوتا ہے
جان کو وہ بڑون کی روتا ہے

اور قصاب بھی جو آوے ہے
چھری بغدا مجھے بتاوے ہے

جب مین کچھ کو نخرچ لیسے کہتا ہون
لہو پی پی کے اپنا رہتا ہون

بحثتے ہے مجھسے یون وہ ددبردو
لیجو ترکاری کی جگہ کدو

سفرہ چین دے ہمیشہ یون گالی
منہ رکھین چکنا اور شکم خالی

مجھکو باورچی یون دھراتے ہین
رہ ترے آش کیا پکاتے ہین

کیا کہون مین رکابدار کی بات
اسکی گذرے ہے سطرح اوقات

نوکری مین نہین کچھ اسکو حصول
کاٹے ہے میرے حق مین نت کل پھول

لیکن اسکی بھی حق بجانب ہے
گر پکانے کو ملنگے وہ کچھ شے

اسے ملتا ہے کرنے کو تو کار
ورنہ کا وہ مرتبہ دا آچار

نان باکو جو دیکھون بھر کے نظر
مجھسے کہتا ہے یون وہ گیدی خر

تکلے مشرف کے گھر لگاؤن گا
اور پلیتھن ترا نکالون گا،

کل کبابی چلا جو گھر کو دوست
پیاز کا اسکے ہاتھ مین تھا پوست

پوچھا اس سے یہ مینے کر کے نگاہ
کیا ہے یہ بولا یون وہ بھر کے آہ

کیا کہون تجھسے مین غرض اے یار
دے کے خدمت کیا ہے مجکو خوار

کبھو حاصل نہین ہوا اک دام
مفت رسوا ہون نزد خاص و عام

اور منہ آسمان یہ برساوے ۔ بھیگتا اپنے گھر کو وہ جاوے
یہ تو ساوے غریب کیا جانے ۔ اُس مزور کو کیونکہ پہچانے
بولے یہ سادگی سے کیا ہے ضرور ۔ بھیگتا جاؤنگا مین اتنی دور
رکھے خالق سلامت آپکی ذات ۔ نہ کھلیگا تو مین رہونگا رات
یہ سخن جو ہین پہونچا اُسکے کان ۔ لگی اوسکی ددہین نکلنے جان
سنتے ہی اِسکے یون ہوا مضطر ۔ اپنے بیگانے کی رہی نہ خبر
جسکے مُنھ کی طرف کرے تھا نگاہ ۔ کبھی کہتا تھا اوس سے بھر کر آہ
کیون میان ابر اسقدر چھایا ۔ حرف رہنے کا درمیان آیا
مضطرب برق سے نہ ہو یون حال ۔ بادلون سے جو اسکا تھا احوال
کبھی کہتا تھا یا رذیل جلاؤ ۔ کبھو کہتا تھا شیخ ڈھونڈھو بناؤ
کبھو بولے تھا دیکھیو ادہر ۔ آدسے ہے آسمان کہین بے نظر
گاہ بولے تھا ہو جو مہر پدید ۔ کیسی ہو جاے اپنے گھر مین عید
بولا نوکر یہ ایک یون فی الفور ۔ کچھ نظر آوے ہے جو کیجیے غور
کہا اُن نے یہ سچ ہے میرجان ۔ اے مین تیری زبان کے قربان
لیک پرنالے جب لگے بہنے ۔ تب تو جھنجھلا کے یون لگا کہنے
کیا یہ برسے ہے یون برس کمبخت ۔ کوہ تک جائین ڈوب لیکے درخت
نہ رہے غرب ہے اب شرق ۔ چاہیے ہو تمام عالم غرق
لیکے ماہی سے اور تا مہتاب ۔ کاش ہو جلسے ایک قطرۂ آب
غرض اپنی سی وہ تو کر گذرا ۔ ہو گئی رات لیک منھ نہ کھلا
آخر الامر کرکے دلکو کرخت ۔ کہنے لاگا کہ سنگ آمد وسخت
کر چکا آپ جب اصول و فروع ۔ کیا مہمان سے اختلاط شروع
پر نہ تھا یہ کچھ اور ذکر سخن ۔ ہووے غیر از حدیث زرغبّا
وقت آیا جب اُسکے کھانے کا ۔ مرتکب ہو کے اس بہانے کا
لگا کہنے کہ کوئی ہے حاضر ۔ بولا اُسوقت ڈیوڑھی کا ناظر
کہا اُسنے کہ بھر کے افتابا ۔ محل کی جا ضرور مین رکھوا

جس سے طوفان نے کیا تھا ظہور اُنکی نانی کے گھر کا تھا وہ تنور
اور کیا کیا مین کھولون اسکے بھرم کہتے بھی آتی ہے مجھے تو شرم
ایک فرزند یہ رکھے تھا اولاغ سارے گھر کا تھا اسکے چشم و چراغ
اُسنے اک روز یہ حماقت کی آشنا اپنے کی ضیافت کی
نہ ضیافت کہ جسمین ہو رنگ رس اک رکابی طعام و دیگر بس
تسپہ یون پیش آیا یہ مردود یاد آیا اُسے چھٹی کا دودھ
چاہتا تھا کرے یہ اوسکو عاق اور مان کو بھی اُسکی دیدے طلاق
بارے لوگون نے آکے سمجھایا تب یہ جورو کے حق مین فرمایا
پتھر اسکے عوض تو کیون نہ جنی کاش پھنس مرتا وان یہ ناشدنی
یارو مجھسے تو لاولد بہتر میرا بیٹا اور اس قدر ابتر
اسکا دادا بھی گرچہ تھا عیاش اس سلیقے سے پر کرے تھا معاش
جو کوئی اُسکے گھر مین نوکر تھا رات کو تحسیہ یہ مقرر تھا
پھرتا وہ ٹکڑے مانگتا گھر گھر لاتا آقا کے آگے جھولی بھر
اچھے جن جن سے آپ کھاتے تھے بُرے تنخواہ مین لگاتے تھے
پیدا جو کر گئے تھے یون اجداد سو یہ بدبخت دے ہے یون برباد
مین تو آپ ہی کو جانتا تھا فضول پر یہ مجھسے بھی نکلا نا معقول
گر دے پیسے یہ سب اوڑا دے گا اینٹون تک بیچ بیچ کھاوے گا
اسکے دادے کے باپ کا اک روز آشنا تھا سو وہ نپٹ دلسوز
لایا کھچڑی پکا شراکت سے دونون کھانے لگے رفاقت سے
اون نے اک دو لیے نوالے بڑے جد مرحوم دو ہین ہو کے کھڑے
لگے کہنے نہین شراکت نیک میرے سو لقمے اور تیرا ایک
تھی بزرگون کی اپنے تو یہ چال کہتے ہین یان ضیافتین بہال
خوب جو کچھ اوٹھا خزینے سے لوا تالیق کے مہینے سے
سُنا اس گھر کا یار تو نے حال مجھسے کھانے کا پھر نہ کیجو سوال
ایسی ہی بھوک ہے تو میری جان بندہ خانہ بھی دور نہین چندان

کوئی شاعر جو یان گذرتا ہے — میری ہی ہجو وہ بھی کرتا ہے
کون جانے کہ آپ کیسے ہین — جی مرا جانتا ہے جیسے ہین
پیر اونکا گر آئے وقت طعام — جاے لقمہ کے کھاے وہ دشنام
یون ہین اوٹھ جائین اوسکو دے مُتّا — مارین نہین جھوٹے ہاتھ سے کُتّا
نہین ممکن کہ اس سے وہ بھی ہین — جز فریب اسکو ایک ٹکڑا دین
کام بھوکے کا اونکے مطبخ سے — نہین ممکن کہ اس سوا نکلے
کھانا یان کھادے ہاتھ ان بھوکے — گرمیون بیچ پیٹ بھر سووے
بسکہ مطبخ مین سردی رہتی ہے — ناک باورچیون بہتی ہے
اونکے مطبخ سے دود اوٹھے گر — سقے لے دوڑتے ہین مشکین بھر
لگے ہے دینے کوئی اوٹھکے اذان — کوئی دکھاوے ہے کھولکر قرآن
ڈالے ہے کوئی چھپرا اپنے کاٹ — کوئی پھرے سر دھرے کھٹولا کھاٹ
یان پکانا ہے خانۂ حالا — خلق ہوجاوے ہے تہ و بالا
اسکے باورچی خانہ کا احوال — چولھے ہر گھر کے جبکرین ہین خیال
ڈالے ہین سر پہ خاک ماتم سے — لکڑی جلتی ہے آتش غم سے
سینے دیگون کے مارتے ہین جوش — روتے ہین ڈھانپ ڈھانپ منھ سرپوش
روز باورچی یون کرین فریاد — کبھی تو کچھ کرو ہمین ارشاد
کیا ترے بعد گھر کے کھاوینگے — جب کسب اپنا بھول جاوینگے
دیگ شو کو نہ دیگ سے سروکار — چھتری دھونے ہمیشہ جائین کہار
بسکہ مہمان وعدہ سے آیا — کھانا اُن مین سے اب نہین کھایا
اس خجالت سے دیگچے یکسر — سرنگون ہی پڑے ہین چولھو پر
دورسے دیگچون کا ہے یہ حال — سینہ کفگیر کا ہو لے غربال
کی زمانے نے لاکھ ہی تدبیر — نہ ملا دیگچی سے پھر کفگیر
شادی پر شادی یان ہووے ہے سدا — دستہ ہاون سے پر کبھو نہ بجا
کرے سو عید گنبد گردان — نہ ٹلے اسکے گھر سے پھر رمضان
الغرض مطبخ اس گھرانے کا — رشک ہے آبدار خانے کا

جو کہ جاگیر سے اب آتا ہے
سب ترے خرچ بیچ جاتا ہے

تو پیے ہے شراب و بنگ و افیم
اب خدا کا بھی تجکو ہے کچھ بیم

لے ہے نقدی کے پیسے آپ تمام
اسمین سے بھی مجھے نہ دے اکرام

مجھسے بیٹے کے روز چھ پیسے
سو بھی دے ہے فقیر کو جیسے

کبتلک اے باپ تیرے ساتھ بھرون
فقر و فاقہ مین دن کو رات کرون

کب تلک آنسوؤن سے منھ دھوؤن
روٹی کو رودُن جو بھوکے مین سوؤن

دال روٹی اگر جو گھر مین پکے
چمچہ بھر گھی کبھی نہ اس مین پڑے

فاقہ بہتر ازین چپاتی چار
وقنا ربنا عذاب النار

تب کہا باپ نے کہ اے مری جان
حق نے قسمت کیا ہے سو ہے یہان

ہم غریبون کی دال روٹی ہے
گاہ پتلی ہے گاہ موٹی ہے

موٹا کپڑا ہے تاش سے بہتر
دربدر کی تلاش سے بہتر

گر مزے چاہتی ہے تیری زبان
حق نے دی ہے تجھے یہ زر کی کان

جا کھدا اوسکو اور کھا تو پلاؤ
سوکھی روٹی کو میری پھر نہ چباؤ

اپنے اوپر کسو کو کر عاشق
یا وہ ہو پاکباز یا فاسق

نخرے سے اسکی گود مین جا لیٹ
کھول چھاتی کو اور دکھا کر پیٹ

جب تو جانے وہ ہو چکا محکوم
چاہ اسکی ہو تجھ اوپر معلوم

مانگ تب اس سے چڑھنے کو گھوڑا
پھر ہے کس چیز کا تجھے توڑا

تب تو بیٹا یہ بولا ہو کڑوا
ہاے یارو یہ باپ ہے بھڑوا

مین تو کہتا ہون تجھ سے اے کٹن
تو ہی سنتا نہین ہے میرا سخن

تیرے گھر سے کرون مین منھ کالا
گر رہون یان تو ہون ترا سالا

ہاے یارو مین کس غضب مین ہون
کیا بڑے رنج اور تعب مین ہون

کپڑے گردنے کو بھی کہتا نہین
بھڑوا سکھلائے بن بھی رہتا نہین

غرض ان نے یہ گالیان کھا کر
وہی چھ پیسے پھر دیے لا کر

دیکھو یارو عجب زمانہ ہے
بیٹے سے باپ کیا یگانہ ہے

باپ سے بیٹا نا امید ہوا
خون دنیا کا کیا سفید ہوا

تک قدم رنجہ ان تلک کیجے — کھانے کو چاہیے جو کچھ لیجے
بولے یہ خانۂ شما آباد — ہے کرم آپ کا تو اس سے زیاد
ہے غنیمت یہان تو آپکی ذات — کٹ گئی اب تو باتون ہی مین رات
غرض اس آشنانے صبح کو آ — مجھ سے یہ ماجرا تمام کہا
بھیجو یار و اب ایسے عمدہ پر — لعنت کردگار شام و سحر

مثنوی در ہجو طفل ضائع روزگار لکڑی باز

نالے پر ایک لڑکا رہتا تھا — باپ سے اپنے روز کہتا تھا
موٹے جامے سے مجکو ذوق نہین — چھوٹے چیرے کا دل کو شوق نہین
پٹکا گاڑھے کا کب تلک باندھون — موٹی شلوار تا کجا پہرون
جوتی چمڑے کی مجکو نہین بھاتی — سوکھکر پانوٴن مین نہین آتی
نیمہ تن زیب کا بنا دو تم — کئی محمودیان دلا دو تم
تو مین جامہ بھی اُسکا بنواؤن — اونچی چولی کا تنگ سلواؤن
پٹکا بلدار تین تھان کا ہو — تب کمر پتلی میری ہو جون مو
چیرا مین تیس گز کا باندھونگا — سرخ ہی باندھنون کا پرلونگا
ایک توڑا بھی دے تو منگوا کر — بر کنارے مین اوسکو سلوا کر
اور کمخواب ایک ہو پر زر — پھولے گلزار جس سے ٹانگو پر
جفت پاپوش ایک ستارہ دار — سرخ بانات کا منقش کار
ایک سنہری کٹاری لے ڈھال — پیچھے سے موٹی آگے سے ہو لال
تیغچہ اسکے ساتھ کا حلکار — لون حریفون کو جس سے مین للکار
اک طپنچہ کمر مین ہو دمساز — رہکلہ کی سی جسکی ہو آواز
گھوڑا بھی ایک ہو نپٹ چالاک — پہونچے گرد نہ جسکے سم کی خاک
زین بھی اوسپہ ہو ابائی دار — جسکی فتراک سے بندھے دل زار
تو بصورت مین اور لباس برا — تا کہ مجھ سے گلے دھرے گا چھرا

کشتی کا لونڈے کو پڑا جو مزا — کہا ہو جس طرح سے تیری رضا
غرض اسدم مین اسکو پیچ کیا — ٹنگڑیان کھینچ زور پیچ کیا
الغرض اس طرح سے کشتی لڑا — ڈال پٹکا گلے مین پانؤن پڑا
بولے مرزا برا نہ مانوگے — اپنا اوستاد مجکو جانوگے
اور بھی کشتی کھیلتے ہین سب — یان کی کشتی کا ہے یہی کچھ ڈھب
ہم مین تم مین جو یون ہی زور رہا — ہو گے کوئی دن مین بن سوئی سے سوا
کہانے پینے کی کچھ نہین ہے کمین — پاس سے میرے تم نہ جاؤ کہین
سنکے لونڈا زبان پہ یہ لایا — تمنے یہ علم کس سے ہے پایا
کہا مرزا نے ایک تھے اوستاد — علم یہ جن سا مین کیا ہے یاد
کشتی کا کھیلنا تھا اونکا ورد — مجھکو کتنے ہی انکے تھے شاگرد
کہا لونڈے نے وہ جو تھے اوستاد — کیا یہ کشتی اونھونکا ہے ایجاد
بولے مرزا کہ یہ تو کاہے کو — سیکھے ہونگے کسو سے وہ بھی کبھو
سنکے یہ بات ہو رہا حیران — کہا مرزا نے خیر ہے ایجان
کہنے لاگا یہ عرض کرتا ہون — مین اسی سوچ پیچ مرتا ہون
کہکے لونڈے نے مرزا سے یہ بات — کہا میری نہ گذرے یون اوقات
ایسی کشتی کبھو نہ کھیلون مین — اسطرح کے نہ ڈنڈ پیلون مین
کہین گے مجکو کیا بد و کیا نیک — پہلوان ہین یہ پر ہتیلی ٹیک
کہکے اس آن ہو کے انسے جدا — شعر پڑھتا یہ اپنے گھر کو چلا
سنو اے لڑکو ہو نہ راہ سے گم — اس نصیحت کو گوش جانسے تم
باپ کے گھر کی چاٹ کر چٹنی — کرو گذران یارو تم اپنی

مثنوی در ہجو حکیم غوث

صدر کے بازار مین ہے اک بنگ — عار اطبا و طبابت کا ننگ
شکل ہے شیطان کی وہ غوث نام — جگ مین ہلاکو کا ہے قائم مقام

الغرض باپ سے وہ ہو کے جدا ملنے لاگا ہر ایک سے جا جا
ستے محلے کے بیچ کئی عشاق جنین ستے مرزا مفت برجی طاق
سب سے افزود تھا انھونکا معاش لونڈے کے ملنے کا انھین تھا تلاش
ذوق تھا اُنکو ڈنڈ پیلنے سے شوق تھا اُنکو کشتی کھیلنے سے
گھر مین اپنے اکھاڑا کھدوا کر کشتی وہ کھیلتے تھے شام وسحر
کئی پٹھون کو زور دلواتے خوبرویون کو کشتی کھلواتے
نکلا جب اپنے یہ ٹھکانے سے جا ملا انسے اس بہانے سے
مرزا جی مین بھی کشتی کھیلونگا اس اکھاڑے مین ڈنڈ پیلونگا
تب کہا یہ اونھون نے اے محبوب کشتی کا کھیلنا بہت ہے خوب
چل اکھاڑے مین ہم تو ڈنڈ پیلین اک پکڑ تیرے ساتھ ہم کھیلین
جا اکھاڑے مین اور کپڑے اتار لونڈا جب کشتی کو ہوا تیار
اوترے مرزا اکھاڑے مین اوسدم ہو گیا سامنے وہ ٹھونک کے خم
دیکھکر دست دبوس ہی مین سنبھاؤ کر گئے مرزا پور پور پہ داؤ
ٹھکے گردن پہ ہاتھ ماری اڑی کیا کہون کسطرح کی کشتی لڑی
کر کے یکدستی اور پیچھے چلے گرہ دینے سے اوسکو پیچھے ہلاے
کسے ہفتے چڑھا دیے کتنے اور کیا کیا کیا کہون کس سے
طور اس کشتی کا اسے بھایا اگلے دن لونڈا صبح ہی آیا
مرزا بھی ڈنڈ کرکے ملکر تیل دیا تعلیم پیچ اُسکو ڈھکیل
کس چکا کاچھ کے تئین جس دم پھر ہوا سامنے بجا کر خم
مرزا نے دھج بنا قدم گاڑا لونڈے کو ڈھاک پر چڑھا مارا
پیچھے لینے کا مرزا نے کٹھاٹ کیا لونڈے پہ دو مین دھوبی پاٹ
چاہے تھا رانون مین اسے جکڑا لونڈے سنے دوڑ ڈالکھم پکڑا
کر کلا رنگ دے بغل کے بیچ کیا کیا اوسکو دکھلائے اپنا و پیچ
دے لنگوٹے مین ہاتھ چڑتا پہاڑ کیا کہون کیسی کی اوکھاڑ پچھاڑ
دہس کے پٹھون مین پھر اٹھا لی چپٹ کہا کہہ ابکی چت کرون یا پٹ

ہاے یہ کس بھڑوے کا ایجاد ہے / نسخے مین معجون زرانباد ہے
کہکے یہ عطار نے ہوبے قرار / کہنے لگا اُس سے کہ سنتا ہے یار
شکل کو اوسکی تو مجھے دے بتا / کون ہے وہ جن نے کی ایسی دوا
سنکے وہ عطار سے بولا جوان / کیا مین بتاؤن تجھے اے مہربان
شکل سے کسکی اُسے تشبیہ دون / ہے وہ سگ و خوک سے زشت و زبون
رنگ و بو مین اسکا ہے بدبو و قیر / جیسے کہ جلاب کا دست اخیر
سنتے ہی عطار نے یہ رنگ و بو / کہنے لگا ہاے میان ہو بہو
یہ وہی سفاک ہے تخم حرام / صبح جو نت اُٹھکے کرے قتل عام
غوث نہین ظالم بدخو ہے وہ / کہہ نہ طبیب اسکو بلا کہہ ہے وہ
اک دن لے یار مین دکان پر / آیا جو ہر ایک کو مفلس نظر
کہنے لگا دیکھ کے اک آشنا / چل تجھے ہم غوث کو دیوین ملا
تجکو وہ اور اوسکو تو مطلوب ہی / دو نون جو آپس مین ملین خوب ہے
دیکھا کہ یہ بات رکھے ہے حصول / مینے کہا چلیے بجان ہے قبول
جب چلے آپس مین وہ دو نون ہم / مرگ چلی پیچھے سے گنتی قدم
جاکے وہ دیکھی جو مین وحشت سرا / دل یہ کھلے معنی دارالفنا
کتنے ہی بیمار تھے اور ایک گھر / سو بھی تو وہ گور سے تھا تنگ تر
آن کے بیٹھا وہ ستمگار جب / گرد ہوئے اُسکے یہ بیمار سب
چھٹتے ہی اک شخص کی دیکھی جو نبض / کہنے لگا تجکو بشدت ہے قبض
کچھ نہین کرنے کا بجز اسکے سود / لکھدیا یہ کہکے سفوف یہود
اور غذا اوسکو یہ بتلائی درست / ماش کی روٹی سے تو کھا ساگ پوت
صاحب پیچش کو بتایا کنڈول / واسطے ہیضے کے لکھا اسپغول
کہدیا مجنون کو شیر شتر / کہدیا مستسقی کو جا فصد کر
پوچھا جو اون نے کہ غذا کیا کہی / ساتھ کلتھی کے کہا کھا دہی
یہ کہا اسکو جسے تھی آتشک / موضع مخصوص پہ تر چھڑکو نمک
کہنے لگا دیکھ کے اک اور کو / زخم کو دنبل کے کرانا رفو

ہے متوطن وہ لعین روم کا　　بستی میں رکھتا ہے اثر بوم کا
جیسے طبابت میں دھنسا وہ الاغ　　روم سے تا شام کیا بے چراغ
مملکت ہند میں اب گھر بہ گھر　　ہے ملک الموت سے مشہور تر
اسکے قلم کا میں کروں کیا بیان　　تیغ اجل جسکی ہے رطب اللسان
خامہ نہیں خنجر بران ہے وہ　　قاتل ہندو و مسلمان ہے وہ،
نسخہ نہ لکھتا کبھو وہ بد سرشت　　پھرتی نہ انسان سے دوزخ بہشت
جیسے مریضوں کو وہ شے ہے دوا　　کام میں مرگ معطل شفا
بو نہیں عالم میں کہیں درد کی　　جان کا دشمن ہے زن و مرد کی
کشتن خلق اوسکا غرض کام ہے　　مرگ و قضا مفت میں بدنام ہے
مرتے ہیں اُس سے زبس اب مرد و زن　　کھاتے ہیں قرض اسکے دیر گورکن
طرفہ تر اس سے بھی کہوں ایک بات　　ہنستی ہے سن سنکے جسے کائنات
ہو کے کسلمند جو وہ بے حیا　　اپنے تئیں آپ کرے ہے دوا
مردہ شود مولوی تابوت گر　　گھیرتے ہیں آن کے سب اسکا گھر
دین ہیں دہائی وہ بصد قیل و قال　　انمیں سے ہر ایک کرے ہے سوال
اپنی دوا آپ تو ظالم نہ کر　　میرے کس و کو کی طرف کر نظر
خوب جو کرتا ہے تو اپنی دوا　　اور کوئی آپ سا ہم کو بتا
روز ہی سے خاطر ہو مری تا کہ جمع،　　بھیجوں تری گور پہ گل اور شمع
کیا کروں تشخیص کا اوسکی بیان　　منھ میں ہوئی جاتی ہے ساکت زبان
نزلے سے اک شخص کو تھا درد سر　　لائی قضا اسکے تئیں اسکے گھر
دیکھ کے نبض ان نے بصد فکر و غور　　دق کے سوا کچھ نہ کی تشخیص اور
نسخہ دیا لکھ کے بچندیں ہنر　　صبح سے لے شام تلک غور کر
جا کے جو نسخہ دیا عطار کو　　پڑھ کے وہ کہنے لگا بیمار کو
کیا تجھے آزار ہے اے نوجوان　　ان نے کہا اُس سے بآہ و فغان
میں تو نہیں جانتا کچھ اے حبیب　　پر مجھے مدقوق کہے ہے طبیب
سنتے ہی یہ دلکو لگی اسکے چوٹ　　کہنے لگا اپنی وہ داڑھی کھسوٹ

مثنوی درہجو چینچ میرزا فیضو

آہ واویلا زدست روزگار — قوش خانون مین یہ غم ہے روبکار
سر سے ہراک باز نے پٹکی کلاہ — رخت ہر شاہین نے پہنا سیاہ
ہو گئے جرّون کے دل غم سے دونیم — باشہ و شاہین و شکرے بھی یتیم
کیا ترمتی کیا کہی کیا بیسرا — یک بیک اسنسے زمانہ یون پھرا
صید اگر چاہین کرین پِدّری کے تئین — پنجون مین اتنی بھی گیرائی نہین
دیکھکر دبتے ہین اب ٹڈّونکے خیل — تیترے کے ساتھ اب کانٹے ہین ویل
پشہ کے آگے ترمتی ہے ضعیف — بھنگے کی نظرونمین دھوبی ہے خفیف
آہ کچھ مت پوچھ اب اسکا سبب — کیا کہون یارو مین متنے ہی غضب
میرزا فیضو کے چینچ مرگئے — قوشخانے جگ کے ویران کرگئے
کسقدر ہے آسمان بے امتیاز — آہ کیا مارا ہے اون نے شاہباز
وضع دوران سخت ناانصاف ہے — دیکھیو یارو یہ کیا انصاف ہے
میرزا غمگین ہون چڑیان شاد ہون — گھونسلے چھیون کے یون آباد ہون
دیکھ تو سارو کو کیا خرسند ہے — ڈھڈھو کو اس سے خوشی دہ چند ہے
ہاے کیا تیتر کے گھر شادی ہے آج — مینک و غوغائی کے گھر آیا ہے راج
کبک کیا کیا مارتی ہے قہقہے — کیسے ڈھیر کر رہے ہین قہقہے
حیف طعمہ ڈالکر وہ یون مرے — اور ہراک جانور خوشیان کرے
کانپتی تھی خوف سے اسکے بٹیر — جیسے سرک پر کیا تھا اسکو سیر
ڈر سے سکھے نیند بھر سوتے نہ تھے — کوئی غافل سوتے ہوتے نہ تھے
کیا کبوتر کیا ٹیٹری کیا بزے — قمری اور تیتر لوے اور ابلقے
بگلے اوسکے خوف سے رہتے نتھے — سرکو پنکھون کے تلے دھرتے نتھے
قازتک چگتے نتھے جنگل کے کھیت — قرقرے چگتے کبھو لیکن سوچیت
دغدغے کا کیا کلنگو نکے ہے ذکر — زندگی کا اپنی تھا سارس کو فکر

بیٹھ کے پھر پاس وہ اک ڈولی کے　نبض کہا دیکھو نہیں لا ہاتھ دے
دیکھ چکا نبض کو جب بے تمیز　خادمہ سے اوسکے کہا اے کنیز
درد کمر اسکو ہے یا درد سر　پر مجھے نقرس کا ہے ڈر بیشتر
کرکے پھر آخر کو مقرر صرع　کہنے لگا دوا اسے مار القرع
اور جو کھانے کی لگے اسکو لو　کچھ نہ اسے دیجے بجز آش جو
کہنے لگے سنکے یہ کیا قہر ہے　واسطے اسکے یہ دوا زہر ہے
لقوہ و فالج ہے اسے پیر زال　کرتے ہو کیون قتل کا اُسکے خیال
ان نے کہا تو نے نہ اے زشت رو　دیکھا سدیدی کو نہ قانون کو
ساتھ حکیمون کے تو اے بے تمیز　بحثتی ہے پانچ روپے کی کنیز
اسمین سے اک شخص نے شوخی کی راہ　سنتی ہے مانا نہین انکا گناہ
بی بی تری پردے مین اور یہ ادھر　لقوہ و فالج سے ہو کیونکر خبر
سمجھیو ٹک لوٹنے کی ہے یہ جا　کہتا ہے پھر آپ بھی ہان اور کیا
سنتے ہی اس حرف کو کھا پیچ و تاب　تھوک کے داڑھی پہ کیا یہ خطاب
لا تو سدیدی کو تو اب میرے پوت　کھول تو قانون کو اسے بھڑوے سادت
بات کا اپنی تو مجھے دے نشان　مین بھی تو دیکھون کہ ہے اسمین کہان
لقوہ و فالج ہو جسے یا صرع　دیجیے اُسکے تئین مار القرع
پھر تو جسوقت بڑھی آگے بات　اُن نے جڑی دھول اُسے اُن نے لات
اُن نے قلمدانسے کی اسپہ چوٹ　ان نے لیا داڑھی کو اُسکی کھسوٹ
چوٹی غرض اسکی ہتھی اسکے ہاتھ　... پکڑ لوٹ گئی وہ بھی ساتھ
زور جب آپسین دھما دھم ہوئے　مار کوٹائی سے یہ بیدم ہوئے
دوڑ کے لوگون نے اٹھایا انہین　منت و زاری سے چھوڑایا انہین
کہنے لگے وہ جو تھے معقول ہین　اسکے تئین لعن اسے آفرین

تھا غرض اس نقل سے یہ مدعا
تا کہ تو ایسے کی نہ کھاوے دوا

ہاے تھے چینچ جو وہ تو آپ سے ‏ اپنے تو یار و وہ مائی باپ تھے
کھوے تھا مین اُسکو جب پتوار سے ‏ ہاتھ پر آتے تھے وہ اس ناز سے
برگ گل جسطرح جھڑ کر باؤ سے ‏ پنکھ پر بلبل کے آوے چاؤ سے
پھینکتا جب صید پر مین اُسکو جا ‏ اُس طرح جا لاگتے کا فر ادا
جسطرح معشوق بعضے کی نگاہ ‏ خون عاشق کا کرے ہے بیگناہ
پودنے نے یا نکے نبگالہ مین جا ‏ ایک مینا سے کہا یہ ماجرا
پودنے سے سنتے ہی اس بات کے ‏ اوڑ گئے مینا کے طوطے ہاتھ کے
مجکو بچپن سے رہا شوق شکار ‏ پالا پر مین گڈ سے لے تا چرخ ہے مار
خوب سا مینے کیا ہے انکا دید ‏ ریش پنجا لون مین آن کے کی سعید
پر نہین دیکھا مین ایسا جانور ‏ ہو وے چینچ اور اوڑے وہ تازیر
تھے غرض ہر جانور پر کیا وہ شیر ‏ گر پرند اس سے بچا سو ہے وہ تیر
کیا کہون چینچ تھے یا آشین سے ‏ باز کے بچے تھے یا شاہین تھے
سنتے ہین یہ درد جسدم آشنا ‏ اُنسے کہتے ہین کہ سچ اے میرزا
واقعی یہ غم تو ہے گا ناگوار ‏ پر خداوندی سے ہے کیا اختیار
غم مین اسکے میرزا ہرگز نہ رو ‏ مت کہین رو رو کے آنکھونکو نہ کھو
گو پھنسا تھا دام مین آکر ہما ‏ اوج پر تیرے نصیبون مین نہ تھا
غم کو اپنے دل سے اب موقوف کر ‏ کردیا سودا نے قصہ مختصر

مثنوی بطور ساقی نامہ در ہجو میان فوقی

ساقیا بھر اس مے جادو سے جام ‏ جسکا سحر سامری بھی ہو غلام
کردے لب میرے کو اس ساغر سے ‏ آگے پھر قدرت خدا کی سیر کر
باگ بکری سے کرے ایسی ہی چھند ‏ باگ کو بکری کرے میدانین بند
دانت کھٹے باگ کے بکری کرے ‏ باگ کے آگھر مین جا بکری چرے
باگ بکری پانی پیوین ایک جا ‏ سامنے تیرے ہے تب مجرا مرا

جانور آبی کا جب پڑتے خیال
ایک دن مرزا گئے کرنیکو سیر
بھوک سے جھنجھلا کے وہ غصہ مین آ
اب پڑی ہے کوڑی دیر لنڈ منڈ
ہاے وہ مرزا کہ جبکا سنکے نام
سو کیا اسکو فلک نے یون ذلیل
کونکی ٹھونگین ہین اور مرزا کا سر
اسکو مرزا گھر سے لیجاتے جدھر
گھر کی بی بی سے یہ کر جاتے قرار
اب دو پیازی قوشچی کھاتے ہین سب
تھے چڑیمارون پہ مرزاجی کئے کر
ہاے جسدن سے وہ یارو مر گئے
بلکہ وہ کہتے ہین خاص و عام مین
لینگے پیسے سابق اور اب حال کے
جب نکلتے گھر سے وہ بازار کو
دیکھکر انکے تئین بنیے تمام
انسے یہ کہتے اگر منظور دھرم
تو چھڑاؤ پھٹکیون کے جانور
بھیجدو جلدی نہو ایسا کہین
اس سخن کو جسگھڑی سنتے تھے وہ
یہ تو بنیے کیا ہین کئی اک روز مین
جلسے مرنا ہو گیا اسکا یقین
ہاے ایسا غم نہین اب تک ہوا
گھر ہوا مرزا کا سب ماتم سرا
کر گریبان چاک یار دنکے حضور

کھینچ ڈالی تھی حواصل کی بھی کھال
ہو گئی اس مین ٹک اک طعمہ کو دیر
لے چلے مرزا ہی کو نیفے لگا
گرد چگتے پھرتے ہین چڑیون کے جھنڈ
آب ہو سیمرغ کا زہرہ تمام
مرتے ہی چنچ کے بگڑا ہے یہ نیل
سارد اُڑ جاتی ہے منہ پر باد کر
لونڈی سے کہجاتے چولھے ہانڈی دھر
کون بھرڑا کھا دے کچھ غیر از شکار
میرزا بوٹی کو ترسے ہے غضب
نصف انکے جلتے پھرین جانور
سب چڑیمارون کے سر سے گر گئے
میرزا آئے ہمارے دام مین
ورنہ پھنسوا دینگے جا کتوال کے
تیز کرتے وان چھری کی دھار کو
بند کر آنکھون کو کہتے رام رام
ہے تمھین اور دھرم کی اپنے ہی شرم
جتنے ہون پیسے انھونکے جمع کر
کھولون مین پتوار سے چنچ کے تئین
دو ہین کہتے تھے کہ جو چاہو سو لو
راجپوتانہ سے آئین رشوتین
ایک خرمہرہ کوئی دیتا نہین
میرزاجی کا دلی نعمت موا
پُرسے کو آئے ہین یار و آشنا
یون بیان کرتے تھے اپنا منہ بسور

ہے جو وہ دیوان در جسنر آپ کا
مانگنی کا عندا دیر دور دور
سوبھی تو اسمین غزل ایسی نہین
سات بیتین جب اکیلے ہو کہو
گر دروغ اسمین کہا ہو مہربان
اب تلک حاضر ہے وہ جنگی غزل
گفتگو میری یہ بے دسواس ہے
معرکے مین یا مجھے بلوائیے
اعتراض اسپر جو کچھ ہین مہربان
تو کدھر ہے ساقی پر بے خبر
کب تلک سوویگا اے خانہ خراب
بشنو از نے چون حکایت میکند
کز نیستان تا مرا ببریدہ اند
سنتے ہین جسوقت میری آہ سرد
نکلے ہے میرے گلے سے جب صدا
رات کو جس بزم مین ہم نے نواز
جنکا ٹک میری صدا پر گوش ہے
میکدے مین ہے صدا مینا سے
کب کیلا اشک ریزان ہے کباب
میرے تن مین دم کی جاگہ آہ سرد
رکھتی ہے میری صدا ایسا تو زہر
اس اثر پر مجکو فوقی ہے اثر
بے اثر ہے میری آواز حزین
کیا کسی عاقل کا یہ مصرع ہے چست
اقربا میرے سے ہے جو یہ صدا

شکل آمد نامہ کے جس کو ن لکھا
تاکہ اسمین ہجسم ہوں اے شعور
چار بیتین جسمین طالب کی نہین
پانچ ہو وین مبتذل بمعنی دو
کاٹیے تیغ قلم سے یہ زبان
مبتذل بے معنی بے ڈھنگی غزل
دستخط سے آپ کے مجھ پاس ہے
یا نجھے گھر آن کے سمجھائیے
ہو گئے آخر کی حکایت مین بیان
دیکھ آنکھین کھول کر ٹک تو ادھر
سن تو ٹک کیا کہتے ہین جنگ و رباب
در جدائیہا شکایت میکند
از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند
پھاڑ ڈالین ہین گریبان اہل درد
سنکے رو دیتے ہین کیا شاہ و گدا
شمع سان ہو استخوان تن گداز
ہے وہ پھر مد ہوش یا بیہوش ہے
متصل روتا ہے سن آواز نے
دیدۂ پر آب ہے جام شراب
استخوان مین مغز کے بدلے ہے درد
سنکے جسکو چڑھتی ہے کالے پہ لہر
جانتا ہے وائے اسکی فہم پر
کیا کہون مین آفرین صد آفرین
مردم اندر حسرت فہم درست
منھ لگاتے ہین اسے شاہ و گدا

چل قلم اب قصد کر تو جنگ کا
اوٹھ چکا پردہ حیا و ننگ کا

ٹک میان فوقی کے گھر تک اے صبا
کہہ سلام شوق تو جا کر مرا

بعد از ان کہیو کہ اتنا بھی غرور
شاعری کے فن مین کرنا کیا ضرور

اور دنکو بکری کہو شیر آپکو
بکری بھی گر کچھ کہے پھیر آپکو

بات بکری کی سے لگے تمکو بری
دوڑ دو تم اوسپر قلم کی لے چھری

اور جو اسکا گلا کاٹا نجائے
وہ نصیب دشمنان ٹکر چلائے

سینگ اب اوسکے نہایت تیز ہین
آپکے ناخن سے بھی خونریز ہین

پر خدا جانے کہ کیسا رن پڑے
سمجھو ٹک کیا جانیے کیا بن پڑے

کہہ گیا ہے یہ سخن سعدی سے پیر
بوجھیے ہرگز نہ دشمن کو حقیر

گرچہ مین بکری ہون تم شیر جری
پر قلم کی تیغ کاغذ کی چھری

پاس اس عاجز کے بھی کہر آن ہے
دیکھ لو یہ گو ہے یہ میدان ہے

کیا قصیدہ کیا غزل کیا قطعہ بند
جو ردیف و قافیہ کیجیے پسند

آپ کہکر مجکو بھی فرمائیے
جسکو جی چاہے اسے دکھلائیے

گھر مین نسیخی کرنی کچھ رکھتی ہے مول
کھلیا مین گرا چھوڑنیسے کیا حصول

خوش نہین آتا تمھارا اعتذار
ورنہ کیا للکاردن تم کو بار بار

اک غزل تم سے لڑا کر دیکھ لے
فہم کی میزان چڑھا کر دیکھ لے

فائدہ کیا کشتی ہر بار سے
بس ہے یک مشت ملون خروار سے

ہوگیا ظاہر جو کچھ تھا تم مین زور
مبتذل بندا در اک عالم کے چور

جو مجھے دیوان آتا ہے نظر
جا بجا اوس مین کی سرخی دیکھکر

پوچھون ہون اسکے مصنف سے یہ مین
اتنی سرخی کیون لکھی ہے اسمین تین

مجھ سے کہتا ہے وہ رو کر زار زار
کیا ن کرون اسکا بیان اے غمکسار

اک جوان کہنے لگا ہے اب سخن
ہے نئی ناگن وہ اور مینگی پہ پھن

جب سے اوسکے ہاتھ ہے تیغ قلم
قتل معنی کا ہے میرے دمبدم

سرخی مت جان اسکو ہے مجھسے بعید
جا بجا ہے خون مضمون شہید

شاعری کے بیچ یہ نام آوری
میرو میرزا سے ہے بستر ہمسری

وہ جو کچھ کہتی ہے اے غیرت پناہ
سو تو کہہ سکتا نہین یہ روسیاہ

کسلیے ہین آپ کا دشمن نہین
ہون بھی گر دشمن تو رو کین تن نہین

شاید اُسکو سنکے تم کھا جاؤ زہر
یا مجھے مارو کٹار از روے قہر

تس سے کیا لازم جو کیجے سب بیان
پر غرض اسکی یہی ہے مہربان

میری تو اتنی موثر ہے صدا
سنکے رو دیوین جسے شاہ و گدا

کسلیے نامے کو میرے جد نہ تد
بے اثر باندھو ہو کچھ اسکی سند

یا تو اب اُسکی سند مجھ تک لے آؤ
یا تم آگے شاعرون کے نے بجاؤ

پس قلم اتنا ہی لکھ چل ہو شتاب
دیکھیے اودھر سے کیا آوے جواب

ساقیا وہ مے جو تند و تیز ہو
دیجیے مجکو سُن اودھر کی گفتگو

تا مسر برنے مجکو اودھر سے شتاب
لا دیا ہے یہ جواب با صواب

بڑھ کے خط کہنے لگے ہو کر غضب
بے اثر ہونے کا اسکے ہو سبب

یہ کہو اوس لولی میخانہ سے
پوچھ جا کر عاقل و دیوانہ سے

بلبل آمل ہے فوقی کی مدد
ہر سخن کی پاس اسکے ہے سند

دیکھ لے آکر قوی ہے یہ دلیل
نے کو باندھا ہووےگا خرطوم فیل

پیش پا افتادہ یہ تشبیہ ہے
سر سے لیکر تا قدم یک شکل نے

کہہ چکا اور پھر کہون بار دگر
ہاتھی کی آواز مین کیا ہے اثر

اسکی ٹین ٹین پر جو روتے ہین سدا
بھڑوے احمق ہووینگے شاہ و گدا

مین ہمارے شعر پڑتا شیر ریز
جوش ہر دل سے جنون کا بیش خیز

چشم سے انکے ہوا ادھر جنکا گوش
آوے قطرہ اشک کا طوفان بجوش

ہے اگر میرا تو سچ مچ آشنا
کہہ زبانی میری اُس محبہ سے جا

شعر گرم اپنا مین صحرا مین پڑھون
ہے کہ اب سارا نیستان پھونک دون

خوب سا غصہ غرض کر وہ ہزبر
یہ کہا آخر کہ بس ہے میرا صبر

ساقیا اس مے سے اب ساغر تو بھر
کچھ نہو جس مین مروت کا اثر

دے تو اس مے سے مجھے دو چار جام
تا میان فوقی کو بھیجون یہ پیام

مطلع اول جو وہ جنگی غزل
رکھتی ہے سو اسمین تو ایسا خلل

کچھ تکلف سے نہین یہ گفتگو — بزم مین حاضر ہے نسخہ دیکھ لو
کچھ نہ پایا بات کا مین اسکے بھید — پڑ گئے غم سے مری چھاتی مین چھید
سنتے ہو اے حاضران بزم یار — ہو دے جو تم مین سے میرا غمگسار
یہ کہے اس شاعر بیدرد کو — پھینک جو سمجھے ہے آہ سرد کو
سن تو ٹک اے عار ڈھنگ شاعری — منھ سے تیرے دور رنگ شاعری
شعر کہنے کا یہی ہوتا ہے ڈھنگ — شعر کو بدنام مت کرا ے دبنگ
اب اوسے لازم ہے جو شاعر کہاے — ایک باسن مین نہ تیرے ساتھ کھاے
شعر لو پوچ اپنے باآواز حزین — بیٹھکر مجلس مین پڑھتے ہر کہین
سمجھیے نالے کو نے کے بے اثر — توف ہے ایسی فراست کے اوپر
یا تو اپنی بات اب اثبات کر — یا وہ دونون جز تو میرے آگے دھر
شعر استادون کے ہمین سے نکال — پھر جو کچھ باقی رہے اے میرے لال
اسکے اوپر مشک بھر پانی پلا — نے نوازون کو بتا دُن خوب سا
کر رہی تھی سنے غرض جوش و خروش — پر کہا آ صبر نے اسکو خموش
ساقیا نے سے سنی تین گفتگو — یہ کسی دشمن کے دشمن پر نہو
کیا کہون تجھسے غرض اے نکتہ رس — بول کی ایسا ہے کچھ ظالم کہ بس
پر جو مجکو دے تو ساغر پے بہ پے — بھول جاوے تیرے ورسے حرف نے
تیز جب میری ہو مقراض زبان — تیغ کے گذرے زبان پر الامان
ایک ہی پیالہ دیا ہے مجکو تین — دیکھ اب گل پھول کیا کاڑون ہون مین
چل قلم جلدی سے خط مشک بو — یار کو میرے لکھ اس مضمون سے تو
آنکھ جبتک ہے تو خوش آتی ہے بھون — آنکھ ہی پھوٹی تو کب بھاتی ہے بھون
گرچہ الفت تھی ہمین نے سے تمام — ہم سنا کرتے تھے اسکو صبح و شام
سودا اب ایسی ہوئی ہے ناپسند — بس چلے تو کاٹین اسکے بند بند
بے اثر تم نے کہین اسکو لکھا — سنکے غمازون نے جا اُس سی کہا
جسپہ وہ بے مغز کل میخانے مین — بولے ایسا کچھ کہ کیا تم سے کہین
اس پہ نازل ہوے قہر ذو الجلال — یا تمھارے صبر کا پڑیو وبال

نہ ہنستی بولتی تو ہے نہ ہلتے ڈولتے ہیں وہ
پلنگ پہ یون رہو جیسے غلام کا ہو دوا

دیا جواب کہ اے بھڑوے خبر ہے تجھکو
فرشتے نے مرے دامن کو آجتک نہ چھوا

سوا ایسے خرس سے مین بیاہ کرنے بیٹھونگی
کہ جسکی داڑھی کا ہر بال جیسے ہے دے سوا

جہان دھوے مری دائی نے ہاتھ بیٹھ کر وان
مین کاڈن اسکے تئین صدقہ وہ کیا تھا ہوا

جو یون بھی گردش دوران سے ہو خدا نکرے
تو وہین ڈوب مرون جاکے وان جہان ہو گا

مین پیرزادی کر اسکی جہان مین ہون مشہور
جو کہتی ہون اسے بھائی تو وہ کہے ہے بوا

سنی نہین تو مری اسکے وصل کی تاریخ
کہی ہے آج کسی نے مرید شیخ ہوا

قطعہ خوش طبعانہ

دیکھ ملنگ اتیت قلندر ہین آپسمین تینون ایک
بکھرا ریچھ جہان مین بندر ہین آپسمین تینون ایک

منتر جنتر انکے کافر جادو مین سب پڑھتے ہین
گورکھ گوپی چھند مچھندر ہین آپسمین تینون ایک

ہوتے ہین گو نام جدا پر فرق نہین ہے انمین کچھ
کدو ڈھینڈس اور چقندر ہین آپسمین تینون ایک

کس سے کہیے خباثت انکی ظاہر ہے سب عالم پر
لوطی اور لوند قلندر ہین آپسمین تینون ایک

قطعہ بطریق طنز شاعری گفتہ

یہ وقت صبح مری بلبل طبیعت سے
ہر ایک مرغ چمن آن کر لگا کہنے

تری ہی جنس کا گلشن مین ایک طائر اور
ترے ترانہ کو نوع دگر لگا کہنے

کہا یہ ہمنے تری دوستی سے اسکے تئین
یہ کسکے حق مین تو اے بیخبر لگا کہنے

جو گلستان جہان مین ہو آسمان پرداز
تو اسکے حق مین یہ بے بال و پر لگا کہنے

دیا جواب جو مینے بھی بد کہا تو کہا
اب اسکا نالہ جہان بے اثر لگا کہنے

مین اسکے نالہ کو بدگاہ گاہ کہتا ہون
ہر ایک بد اسے شام و سحر لگا کہنے

کہا یہ سنکے مری بلبل طبیعت نے
برا مجھے وہ اگر سر بسر لگا کہنے

برا نہ مانون مین اس سے کہ اپنی حسب عقل
بھلا برا وہ مرے حق مین گر لگا کہنے

نے سے جس پر یہ کیا شور و فساد	جس سے آیا تھا چھٹی کا دودھ یاد
مطلع ثانی سو مالک اوسکا میر	جانتے ہین اسکو سب برنا و پیر
لیکن اسکا تان کرنا خوب تھا	میر کی بھی طبع کے مرغوب تھا
ہے دل پروانہ اوس سے باغ باغ	شمع کو روشن کیا لیکر چراغ
سات مین سے سمجھے تم دو کا حساب	پانچ جو باقی ہین دون اونکا جواب
تیسرا جو شعر ہے اوسکا یہ حال	جسکے معنی خلق کے دور از خیال
شعر یہ جو تھا سنو اے مہربان	جسکے معنی نظم کر کیجیے بیان

مضمون بیت فوقی

ہوے پہلے ہی قدم مسکن صنم	گر چلون تجھ کو سی جون نقش قدم
نقش پا کو چلنے سے تشبیہ کیا	وہ تو بے حس مخض رہتا ہی سدا
گو اسے پڑھیے باواز حزین	لیکن اسکا سقم سب کے دلنشین
اس سوا معنی گراں بندش مین ہین	عقل کل بھی وہ نہ سمجھے گا نہ مین
شعر دو اچھے ہین دیکھے کرکے غور	اس کا دعوی تم کرو یا کوئی اور
وہ جو مقطع ہے سو ایسا ہے لچر	نکتہ رس کہتے ہین جسکو دیکھکر
وہ جو نکتہ سر پہ رکھتی ہے خری	نیچے دیکے ہو گئے شیر جری
سن چکے احوال ساتون شعر کا	اب کہو تم آپ یا بالغ العلی
کون اس میدان مین بکری کون شیر	بول اٹھیے جلدی سے کیجیے نہ دیر
لیکن اس جاگہ عبث ہے یہ سوال	ہے کرورون کو ہس یانسے انفعال

قطعہ تاریخ ہجوِ شیخ صنعت اللہ کہ کتخدا شدہ بود

عروس شیخ سے پوچھا یہ ایک نے ہنسے	سبب یہ کیا ہے کہ دل تجھسی کا انھون پہ چلا
بہزار حیف کہ اے شمع محفل صلحا	کیا نکاح تو انسے جو مائی کے ہین عصوا

کوئی قلم سے کوئی ہاتھ سے کوئی بزبان
مین چاہتا ہون تری ذات سے یہی احسان

خدا کے واسطے ہا ہا جکی جکی اے خان
مرا بخیر تو امید نیست شر مرسان

قطعہ ہجو معہ تاریخ

جس بزرگی سے وہ گئے یانسے
ماجرا اُس کا مجھ سے مت پوچھو

کیا کہون مین غرض خدا نہ کرے
ایسی غیرت کسی بشر کو ہو

جو مین اپنے قدم کو اُس گھر سے
رکھا باہر برابر سر مو

یون ہوئی اہل آسمان سے ندا
جتنے ساکن زمین کے تھے اُنکو

جاے لاحول اب ہے یہ تاریخ
دفع کرنے کو اُنکے پڑھنے کو

ہوکے بے آبرو لعین ابلیس
آج نکلا بہشت سے یا رو

قطعہ ہجو مرزا فاخر مکین

مین ایک فارسی دان سے کہا کہ اب مجکو
ہوئی ہے بندش اشعار فرس فہن نشین

جو آپ سے کیجئے صلاح شعر کی میرے
نہ پایئے غلطی تو محاورہ مین کہین

ہے اور زیر فلک ذات میرزا فاخر
سلامت اُنکو رکھے حق سدا برسے زمین

سو کب اُنھو نکو ہے صلاح کا کسو کی دماغ
قبول کب کرے اُنکی متانت و تمکین

کہا یہ بعد تامل کے دون جواب تجھے
جو میری بات کا اے یار تجکو ہووے یقین

جو چاہے یہ کہ کہے ہند کا زبان دان شعر
تو بہتر اُسکے لیے ریختہ کا ہے آئین

وگرنہ کہکے وہ کیون شعر فارسی ناحق
ہمیشہ فارسی دان کا ہو مورد نفرین

کوئی زبان ہو لازم ہے خوبی مضمون
زبان فرس پہ کچھ منحصر سخن تو نہین

اگر فہیم ہے تو چشم دل سے کر تو لحاظ
زبان کا مرتبہ سعدی سے لیکے تا بحزین

کہان تلک اُنکی زبان تو درست بولیگا
زبان اپنی مین تو باندھ معنی رنگین

دیار ہند مین دو چار ایسے ہو گذرے
جنھون نے باز رکھا مضحکہ سے اپنے تئین

یہ مجکو خوب ہے وہ میرے ہی ترانہ کو
بچشم فہم اگر کر نظر لگا کہنے

وگر نہین اُسے بہرہ ترانہ سنجی سے
ترانہ سنج اُسے بد بیشتر لگا کہنے

اگر گہر کو کسی کے خزف کسو نے کہا
تو عالم اُسکے تئین بد گہر لگا کہنے

خزف خزف ہی گہر ہے گہر مجھے کیا کام
خزف کو اپنے جو کوئی گہر لگا کہنے

ہنر سے بے ہنری کو جو کوئی دے نسبت
اُسکو اہل ہنر بے ہنر لگا کہنے

غرض کہ مین تو وہ طائر ہون یار حسد نسے
مرے ترانہ کو دل شعر تر لگا کہنے

ہزار طرح کا پدا مرے تئین سن سن
جہان کے باغ مین بلبل کا گھر لگا کہنے

قطعہ در بیان بہرہ

کہا یہ بہرہ ہے کہ ہے سارا جہان بہرے مین
بے خطا پیر سے لے تا بجوان بہرے مین

دخل کیا عقل یہان آکے کہان ہوش کو بار
بھو آدین تو پڑین وہم وگمان بہرے مین

اس زمانے کا جو دیکھا تو ہے اُلٹا انصاف
گرگ آزاد رہین اور رہون شبان بہرے مین

سب جگہ قید گنہگار یہ ہوتی ہے ولے
بے گناہون کے تئین دیکھا یہان بہرے مین

ہاتھ خالی پڑے پھرتے ہین سپاہی بیکار
ڈھال تلوار گرو تیر وکمان بہرے مین

کیا کرین بیٹھین نہ بے مارے وے ہاتھ پہ ہاتھ
جا بجا بند ہے بازار دکان بہرے مین

بیم و امید سے ہو اہل تجارت فارغ
پڑ گئے ایک جگہ سود و زیان بہرے مین

نہین مقدور کوئی کھائی سے باہر نکلے
بسکہ ہی شہر کا ہر خرد و کلان بہرے مین

الغرض جو کوئی اس وقت مین ٹک دوڑ چلا
اسکے حق مین ہے یہی حکم کہ ہان بہرے مین

آگے اب بولنا کچھ خوب نہین ہے سودا
کہ یہان بولتے پڑتی ہے زبان بہرے مین

قطعہ ہجو عامل خیرآباد

حضور مین جو کوئی ہے مقرب الخاقان
کرے ہے لطف و کرم مجھپہ وہ بہر عنوان

مخمس در ہجو شیخ جی

سنتی ہے اے دولھن یہ ترا کیا سبھاؤ ہے — یون کہدے اپنے باپ سے اسوقت داؤ ہے
بابل بساطیون کے نگر کا تو راؤ ہے — نوشہ مرے کو آرسی مصحف کا چاؤ ہے
عینک بھی جوڑے ساتھ منگاتے ہین شیخ جی

دولھن شتاب آکے پہونچ اب نکر تو ڈھیل — سرمہ نہین ہے آنکھو نمین شہ کے ڈھلا ہی میل
باقی نہین کچھ اُنمین فقط ہاڑ ہے اصیل — چوکی وے اُنکی پیٹھ کے کہتا ہے یان کیل
طعمہ ابھی اُسیکا ہو جاتے ہین شیخ جی

پھولون کے بدلے پاتون سی شہ کے سنڈھی کو چھاؤ — شربت نہ دو پیالون مین پھولون سے اب جاؤ
دیکر جریدہ تین بغل مین اٹھا بٹھاؤ — تلقین بہ جاے عقد پڑھو متصل ہلاؤ
جاتے ہین اونگھے نیند کے ماتے ہین شیخ جی

نائن کہے کہ شرم سے دولھا ہے سرنگون — اب کیونکہ تیل روے مقدس کو مین ملون
شانہ کرون مین ریش کو یا وسمہ سے رنگون — جی کی امان پاؤن تو اک بات مین کہون
منہ کو کلنک اپنے لگاتے ہین شیخ جی

القصہ شیخ جی کی جو حرمت خدا اگنواے — بارہ برس کی چھوکری باجن بجاتے لاے
آئے دولھن کے گھر سے جو مقنع مین منہ چھپاے — جیسا ہمارے گہنے کو خاطر مین وہ نہ لاے
اپنے سیے کو تیسا ہی پاتے ہین شیخ جی

تھے بسکہ شیخ جی بات سے دنیا کے پاک و صاف — مسواک لیکے جورو سے کرنے لگے زفاف
چوٹی سے اپنی کھول کے اُن نے وہین موباف — مشکین جکڑا اُنھون کی کہا کیجیے معاف
مجھکو تو کچھ دلی نظر آتے ہین شیخ جی

لایا غضب مین شیخ کو جورو کا بند دست — مشکین تو توڑا چلے گئے جورو سے کرکے جست
بال اُسکے انکے ہاتھ تھے ریش انکی اُسکے دست — عہدیسے برنہ آئے تھے ازبس ضعیف و پست
پاپوشین تب سے جورو کی کھاتے ہین شیخ جی

جورو سے شیخ جی کو یہ صحبت ہے اب مدام — بھڑوا مسخرا و مچھندر ہے ان کا نام

چنانچہ خسرو و فیضی و آرزو و نقیتہ
سواے اُنکے کوئی اور بھی ہو پر شاعر

سخن اُنھون کا عمل کے ہے قابل تحسین
سواد ہند مین وہ ہی تھے با مزہ نمکین

قطعہ در شکست نواب ضابطہ خان

کھیت رہنے سے یارو حافظ کے
ضابطہ خان نے لڑا نجف خان سے
تھا تو تِیتا و لے نہ دیکھا تھا
طاقت رزم گر نہ تھی اُسکو
آتش تیغ سے جگر اُس کا
شیر میدان سے آخرش بھاگا
تب بڑے پیر نے کہی تاریخ

قوم افغان کا رہگیا تھا بھرم
نر کھا کچھ سپہ گری کا دھرم
کچھ زمانے کا اسنے سر و اور گرم
تو نہ کرتا حریف سے آزرم
ہو گیا مثل موم تفتہ نرم
منڈھکے روبہ کا اپنے منھ پر چرم
غوث گڈھ سے گیا وہ کھو کر شرم

قطعہ ہجو

لے کے جھب جھبے سو ذلت جب
پھر تاریخ عزل و نصب اُنکے
خان خانان کے بیل سے لے کر

عالی گوہر کو شاہ شاہان دے
یہ سمجھ کیون نہ فیض یزدان دے
شتر کے بچے کو قلمدان دے

قطعہ در ہجو مرغ سبزواری

نہین کلنگ مین حسن آگے سبزواری کے
لڑائی مین بھی اسی کو ہماسپہ فوقیت

جو میرے پاس ہو تو مین بچاؤن پھر سنڈا
کہ اُسکا بچہ ہے جنگی اور اُسکا ہے انڈا

مخمس در ہجو

جون گھٹا شادی اُٹھی ہے تری گنگھور بنے
منھدی دولھن کی تو ساچق ہو تری اور بنے
رات دن رنگ مین رہتا ہے تو شر بور بنے
عرش تک بیاہ کا پہونچا ہے ترے شور بنے
کہتے ہین حور و ملک شیخ جی تم زور بنے

پیرزادی سے تم اپنی بدغا بیش آئے
ملاک کرکے جو ان دام مین لپنے لائے
نام سے اور کی نسبت کے رقعے بھجوائے
صورت نحس جب اپنی تم اسے دکھلائے
بولی سر پیٹ کے وہ ہائے تری گور بنے

سُہلے یہ ڈومنیان گاتی ہین لیکر جب ڈھول
شیخ جی تم بھی سمجھتے ہو کچھ ان سُہلوں کے بول
مسخرا بوجھ کھتین کہتے ہین ازراہ ٹھٹھول
دیکھی بنری نے جو لٹو سی بڑی پگڑی گول
جون چلکی پھرتی ہے اب تجھبہ ہوئی ڈور بنے

بنری کہتی ہے بنے تجکو مین چاہون سو کیا
داڑھی ایسی ہے تری جیسے روئی کا گالا
اسکو ٹنوا کے لتا چرخے مین ڈوری بٹوا
ہاتھ سے سات سہاگن کے ابھی بٹوا لا
واسطے میرے میانے کے لواک تو بنے

ہم تو کہتے تھے اگر تیرے گھر آویگی دلھن
لئی دن چاہ تجھے اپنی جتاویگی دلھن
لیک جب تیرے تئین ساتھ سلاویگی دلھن
انگلیون پر تجھے اسطرح نچاوے گی دُلھن
جسطرح ناچے ہے سر منڈلی اوپر مور بنے

زن مریدی کا دکھا اس عمر مین ہی یون بھرنا
پیر سے آپ کو جون پیر کا گھوڑا کرنا
بیاہ کے روز یہ عمامہ سر او پر دھرنا
زین پر ہو گئی گردن تری جھک کر ہرنا
شکل خوگیر ہے داڑھی تری چو کور بنے

کہتی ہین پاس ترے بیٹھی ہوئی سمدھنیان
داڑھی رہتی ہے تری شانہ کھرا ہے میان
عیب شرعی ترے پانچون نہین عالم پہ نہان
وہی ہو اندھیاری تری آنکھو نپہ مقنع ہی کہان
نہین یہ ہار گلے بیچ ہے گل خور بنے

کاٹے ہو زہد کو ایسا ہی تو ہے دندان گیر
لہنہ لنگی نے کیا گوشۂ عزلت مین پسیر

خلوت میں جب بلاتے ہیں اسکو بوقت شام | دیتی ہے تب وہ بھیج کے لوگوں سے یہ پیام
بیٹی کو اپنی کیوں یہ بلاتے ہیں شیخ جی

دہشت سے گھر میں جورو کے انکا ہے ایسا ڈول | مکتب میں جیسے طفل کو اخوند سے ہو ہول
بے رخصت اسکے تک یہ نہیں گر بولے بول | ایسی ہی ایک آن کے سر پر چڑھے ہے ڈھول
تحت الثریٰ کو پھر چلے جاتے ہیں شیخ جی

یہ تو ہیں بوڑھے خرس وہ ہے شوخ اچپلی | ماری کبھو تو دھول کبھی داڑھی نوچ لی
انکو تو جانتی ہے کہ ہیں شیخوں میں دلی | کھلتی ہے اُنکے جورو کی تب اسطرح کلی
پھولے نہیں بدن میں سماتے ہیں شیخ جی

جب دیکھتی ہے وہ کہ ہے برسات کی ہوا | دس بیس دن جھڑی کو ہوے مینھ نہیں کھلا
آتی ہے اُنکے پاس لیے تیل اور توا | کہتی ہے یہ نہ مانیے گا آپ اب بُرا
ہم تم کو شیخ ڈھونڈ بناتے ہیں شیخ جی

جب گھنگرو وہ پہنکے چلے ہے مٹک کے چال | آتا ہے شیخ جی کے تئیں اُس صدا پہ حال
عمامہ سر سے پھینک کے ہو جاتے ہیں نڈھال | تب مہربانگی سے یہ کہتی ہے وہ چھنال
اب ہمکو اپنی چاہ جتاتے ہیں شیخ جی

ایک روز شیخ جی کو جورو سے جا اڑے | کہنے لگی کہ تم ہو بڑوں کے مرے بڑے
اب بس ڈھبی رکھو کہیں جوکا نہ گر پڑے | ڈرتا نہیں ہے مجھسے تو اے بھڑوے منہ سڑے
کہدوں ابھی دو اسے ستاتے ہیں شیخ جی

ایسی ہے بے ادب نہ خدا سے بھی وہ ڈرے | آکر کے شیخ جی کے مصلے پہ ہگ دھرے
شانہ کو اُنکے داڑھی کے لے بالو نہیں کرے | یارب کہیں چھنال شتابی سے یہ مرے
ورنہ ہمارے ہاتھ سے جاتے ہیں شیخ جی

جورو کہے ہے شیخ سے اے شیخ تم سنو | چھوڑے کو تمنے دی ہے دغا چپکے ہو رہو
میں جانتی ہوں تمکو کہ تم فیلسوف ہو | سودا زیادہ کیا کہوں ہے بات گو مگو
جیسے ہیں ویسی جوتیاں کھاتے ہیں شیخ جی

مخمس در ہجو

کامل فن سخن کہتے ہین اُسکو اکمل | پرورش لفظ کی منظور ہو جسکو اوّل
پر نہ یان تک کہ عبارت ہی کو کر دے مہمل | اعتقاد اُنکا ہی یون وہ جو کئی ہین اجہل
ہو نہو پرورش شانہ مین تو ہو موسل

شعر مربوط پہ ایراد یہ کرتے نہ ڈرین | اپنے دیوان مین اُس شعر کو پڑھ پڑھ کے مرین
لفظ بے ربط تلازم کے لیے جسمین بھرین | چشم کو آہو سے بن شاخ یہ نسبت نہ کرین
ابرو کو تیغ سے تشبیہ نہ دین بے صیقل

ریش با باجو سنی ہے کوئی قسم انگور | شانہ و وسمہ بن اسکا وہ نہ لاوین مذکور
ربط الفاظ کو معنی سے نہ دین تا مقدور | لف و نشر اُنکو مرتب جو ہو کرنا منظور
ارام پور کی یہ کٹاری لکھین اور سیتا پھل

لفظون سے اُنکے معنی نہون مفہوم کہین | آفرین کر نہین وقفہ ہو تو ہون چین بجبین
گو رعفی سے طلب کرتے ہین جا کر تحسین | زلف و عارض کے جو سا مانین کرین یہ تضمین
شب شود نیم رخ و روز شود مستقبل

ہو عبارت مین کہین اُنکے جو لفظ در گوش | آستین لاکے نکالین ہین یہ تجنیس سگ گوش
معنی پوچھو تو یہ جھنجھلائین کہ مخل ہے خموش | پاوے مطلب نہ کبھی مدرکہ صاحب ہوش
لفظ لفظ انکا اگر ڈھونڈھے وہ لیکر مشعل

یان تلک باک نہین ماہ کے گر ساتھ ہو شہر | زلف کے واسطے بندھ جاے کہین سانپ کی لہر
چشم کے وصف مین گو ہووے تو ہو گردش دہر | نہ تلاش اُنکے سخن کا سا کہ جسمین یہ قہر
باندھین لب کو جو یہ اخگر تو دہن کو منقل

عالم ربط مین تھا اُنسے تو میرا یہ معاش | جاے دشنام کہا شعر سن اُنکا شاباش
لیکن اب کیونکہ اُنھونکا نہ کرون پردا فاش | مبتذل کرنے کو جب ریختہ میرا ابتلاش
باندھین اس فارسی مین وہ جو نہو مستعمل

کمری ہے یہ کہ کبھو اُٹھ نہ سکے چھوڑ حصیر　　مارے کم خوری کے کھاتا نہین کچھ غیر از شیر
بس یہ ہے تجھکو رتوندا مرے شبکور بنے

سہرا جب منھ پہ ترے دیکھنے بازار لگا　　لوگون کی چشم گمان مین تو طرحدار لگا
پان کیون بی بی کے کھا نیکو تو ہر بار لگا　　کوچی کرنے سے ترے آگے ہے انبار لگا
بوڑھے گھوڑیلی تہین تھان پہ آخور بنے

کام کا دیو تری پیٹھ پہ جس دم لاگا　　مارے مستی کے نہ سوجھا تجھے پیچھا آگا
جا پڑا ابنری پہ تو بہن کے سو ہا باگا　　چھانٹی جب اُن نے دولتی تو پھر ایسا بھاگا
جتنا تھا بنہا نہ تھنبا اے مرے منھ زور بنے

تجکو حجلہ مین جو دولھن سے ہی منت داری　　خانقہ بیچ نہ تھی وقت دعا یہ زاری
عیش کی رات تری کٹتی ہی جب یون ساری　　کہنے لگتی ہے دلھن دیکے تجھے چمکاری
چل رے اٹھ پڑھ لے نماز اب کہ ہوئی بھور بنے

شیخ تم گھر سے چلے خلعت شادی جو پہن　　باندھکر سہرے کو مقیش کے عمامے پر
یون مریدون نے کہا پیٹ کے تب اپنا سر　　ہمنے کیا پیر بنایا تھا بڑا خرچ کے زر
آگے تم چھوٹے لگے پھرکے جویان چور بنے

معتقد منھ پہ ترے کہتے ہین یون حرف قبیح　　لاغری تجھکو عبادت سے نہین ہی یہ صریح
فکر تسخیر مین جورو کے ہوا ہے تشریح　　ہاتھ پر تین یہ پڑھے اسم سوائے تسبیح
انگلیون کی بھی تری گھس گئی ہر پور بنے

کوئی کہتا ہے کہ گھس آگے بنے کے ڈالو　　کوئی کہتا ہے کہ بوڑھا ہے کھلی کوٹ کردو
بغلون مین ہاتھ مریدون نے دیے ہین کہ اُٹھو　　اب جویان بیٹھے ہو کچھ اور بنا چاہتے ہو
پیر سے گھوڑے بنے گھوڑے سے اب ڈھور بنے

مین جو کہتا ہے کہ مینڈ یہ بنی بیاہی ہے　　تخت کی رات سلیمان کی تجھے شاہی ہی
سنکے اس حرف کو سودا نے کہا واہی ہی　　زور اور ظلم نہین عقل کی کوتاہی ہی
دیکھ دیکھ ہنستے ہین تجکو ملخ و مور بنے

در باغ دین چه با گل و شمشاد کردهٔ

ہوگا فرشتگان معذب کا جب ورود | جتنا کہیگا تو کہ مین شیعہ ہون اے یہود
دینگے وہ یہ جواب چلا کر ترے عمود | چندین ز شیعہ بودنت اے قلتبان چہ سود

آخر عمل بہ سنت اجداد کردهٔ

لعنت بڑون کو اپنے جو کرتا ہے اے لعین | ہے مومنون کی سب یہ خوشامد نہ پاس دین
ایمان ہو ترے تو نہ سادات سے ہو کین | از زادہاے طبع تو معلوم شد چنین

دنیا و دین تو ہر دو بر افتاد کردهٔ

جیسی یہ ہجو تونے کی باللہ کارست | شاعر ٹھیٹ اسکا شعر نہ دیکھا مین نادرست
پر یہ کہونگا خواہ تو کہہ سخت خواہ سست | آن بیت چار پارہ ات البتہ نیست چیست

کان را ز بس حوالۂ استاد کردهٔ

موزون خرد سالی مین تین شعر جو کہا | جا کر قشون شاہ مین اصلاح کو دیا
وان جس مغل نے بیت کا مضمون اڑا لیا | چشمک زد آن قشونی و گفتا بیا بیا

من ہم بہ بیتش کہ چہ ارشاد کردهٔ

یہان تک ہوئی ہے صرف مغل تری زبان | بیٹے تو سوم شام کو اور جون محل جان
چھوڑے ہے والدہ تری والد بہار خان | آقا بمرگ من تو ازین ہر دو صاحبان

این لہجہ را بگو ز کہ استاد کردهٔ

شیرازی تھا نہ باپ ترا اور نہ آملی | وہ خرس گر مغل کوئی ہوگا تو کابلی
کونان کو کونون کہنے یہ تیری زبان کھلی | ہرگز کسے نگویدت آقا علی قلی

زین گفتگوے عبث دل خود شاد کردهٔ

جس پر ہے تجکو ناز نہ وہ مال ہے نہ زور | جز یہ کہ چند شعر تو شاعر ہے اسکا چور
کہیے جو اسکا حال تو کرنے لگے تو شور | مطلع مشابہ ست بابروے چشم کور

بر حسن مطلعش تو اگر صاد کردهٔ

وہ دن گئے جو ہر کوئی کہتا تھا آپ کو | دیتے نہین ہو بوسہ تو گالی ہی ایک دو
غصہ سے اب کہو جسے کچھ یون کہیگا دو | آئینہ را ببین و بریش خودت بگو

حرفی کہ از غضب بمن ارشاد کردهٔ

مخمس در ہجو میر علی ہاتف شاعر بموجب استدعای حکیم آفتاب کہ ہجو حکیم مذکور گفتہ بود

آنی کہ طرز فتنہ تو ایجاد کردہ
چندین خلل بمعنی دلشاد کردہ ۱۰
گویا زبان ہرزغن و حداد کردہ
اے چرخ غافلی کہ چہ بیداد کردہ
وزکین جہاد رین ستم آباد کردہ

جسکی زبان نے ہجو کی سادات کی قبول
اس سے زیادہ کیا کہوں میں تجکو اے جہول
اسکو تو فن شعر کے بتلا دیے اصول
در طعنت این بس است کہ با عترت رسول
بیداد کرد خصم تو امداد کردہ

ہاتف کی لغویات کو اے دل نہ دیکھ رہ
پوچھے اگر وہ کیا مری تقصیر تو یہ کہہ
جلدی جلا دے اُسکی وہ ابیات لکھے کہ تہ
اے زادہ زیادنہ کر دست ہیچ گہہ
نمرود این عمل کہ تو شداد کردہ

ہرگاہ کش کا جب بہ بدی ذکر منع ہو
تقصیر کیا کہوں میں تری اے سیاہ رو
کیجے انھوں کی ہجو کہ آل نبی ہیں جو
با دشمنان دین نہ توان کرد انچہ تو
با مصطفےٰ و حیدر و اولاد کردہ

کیونکر نہو تو آل نبی کا عدوے جان
لعنت خدا کی پھر پڑے تقا اس منھ پہ قلتبان
اُسکا خلف ہے تو جسے کہتے ہیں مردمان
حلقے کہ سودہ لعل لب خود بنی بر آن
آزردہ اش ز خنجر بیداد کردہ

الدم ترے چچا کو نہ دیتی تھی خلق چین
پھٹکار تجھپہ واجب و لعنت ہی فرض عین
دارالامارۃ آکے یہ کہتی تھی دن و رین
کام یزید دادہ از کشتن حسین
بنگر کرا بہ قتل کہ دل شاد کردہ

نانا ترے نے پاکے جب اہل حرم بہ دست
ہر اک نے اُس لعین سے کہلائے شکم پرست
یون کربلا کے بن سے پھرا جون شتر ہو مست
بہر خسے کہ خار درخت شقاوت است

وہ دوڑ کر بچاری بیت الخلا تک اگر
اک مار گوز تو بھی شاید یہ بھاگے گیدڑ
پھر کہتی ہوئی بھاگی اس بات کو بنا کر
جب آ سمجھ گئی یہ اُسنے پادی کہ آہ بھر کر
کشتی شکستگانیم اے باد شرطہ برخیز
باشد کہ باز بینیم آن یار آشنا را

یہ بات سنکے اُسکی جورو وہاں سے بولی
نامرد چیز ہے تو رکھ اپنے گھر میں لولی
رہنے کی ہو نہیں میں ہونی نہ تھی سو ہوئی
تب نوچ داڑھی اُن نے یہ بات لب کھولی
در کوے نیکنامی ما را گذر ندادند
گر تو نمی پسندی تغییر کن قضا را

مخمس در ہجو کشمیری

عجب ہے بجیا آفاق میں یہ قوم کشمیری
کریں ہیں ہی غضب منسوخ سیادات کی میری
کہ لائق ہجو یہ ہیں اہل خطہ قابل اسیری
محمد مصطفے کو اس لیے ہے انسے دلگیری
اگر قحط الرجال افتد ازینہا انس کم گیری

کریں ظاہر میں حید مصطفے کی یہ ثنا خوانی
قیامت ہی کہ ہو وین سیدوں کے دشمن جانی
خدا کی ہر گھڑی طاعت میں رکھیں اپنی پیشانی
نہ ہے ایمان انکا اور نہ ہے انکی مسلمانی
اگر قحط الرجال افتد ازینہا انس کم گیری

اب ان کشمیریوں میں جو کہ اب علماے دین ہینگے
اشد سے جرم ظالم نزد رب العالمین ہینگے
سمجھتے ہیں وہ اپنے تئیں جو کچھ ہینگے ہمیں ہینگے
خدا عالم ہی سب موذی ہیں مار آستین ہینگے
اگر قحط الرجال افتد ازینہا انس کم گیری

کمائی واسطے کیا مسخروں نے جال ہے ڈالا
سبھی مکار ہیں انکے لگا ادنی سے تا اعلا
بھلا نادان سے انکے پیشانی کو سارا کر دیا کالا
ندان اپنا خلائق میں انھوں نے نام یہ ڈالا
اگر قحط الرجال افتد ازینہا انس کم گیری

سمائی ہے یہ انکے دل میں یارو اب ریا کاری
نجاویگی وہاں محشر میں انکی ہیش مکاری
خدع سے مکر سے کرتے ہینگے گریہ و زاری
نہیں دیکھے نڈر ایسے کریں جو حق سے عیاری

پوچھے اگر تو ہو کے منجم سے ہمنشین
دیکھ ہاتھ وہ ترا تو کہے کچھ عجب نہین
طالع مین ہے مرے کہ بساؤن کہین
با در ومند دل شد و چندان تو بیش ازین
گنج خرابہ کہن آباد کردہ

جب معلمون کو باپ ترا منع کر تھکا
جھنجھلا کے اُس غریب نے تب تجھسے یون کہا
سمجھا کہ اس شکر سے نہو یہ مگس جدا
آخر بگو نہ اے پسر این وضع تا کجا
کون را اگر د کا بچہ قباد کردہ

میدان مین ہگ بھر تھا تو بھڑوے ندیدہ تیغ
کرتا تھا غش تو دیکھے تھا جب خون چکیدہ تیغ
قالب تہی کرے تھا بہ تن نارسیدہ تیغ
تا نضعف کیر پشہ ز دستت بریدہ تیغ
فی الفور قصد رستم و پہلاد کردہ

کم ظرف کس قدر ہے تو اے بھڑوے حیلہ جو
مین وہ سپاہی ہون اڑ دن رستم سے دوبدو
مارے اگر سپش تو لگے کہنے آپ کو
در پشہ اات گزید در اثناے گفتگو
شاعر شدی و مرثیہ ایجاد کردہ

مرکب نہین ہے اسپ ترا ابلکہ ہی وہ مشک
کھینچو تو ڈول ہی وہ جو چاہو جو ملو تو مشک
بے آب یون رہی ہے وہ جون سوکھتی ہو مشک
در گرم کردنش چہ نفس سوختی چو مشک
خرکرہ را تو کورہ حداد کردہ

اے زنجلب جو پوچھے ہے سودا سے حرف راست
پھر گرہ جو کھایا تو نے نہو اسکی باز خواست
کتون سے اب چٹائے تجھ منہ کو ملکے بات
مانند شمع سوختن و کشتنت رواست
ممدوح خلق را تو بذم یاد کردہ

مسدس در ہجو مرزا علی

اک قصہ مین سنا تھا مردم سے یہ قضا را
ناگاہ کھڈی اوپر گیدڑ نے جا پچھاڑا
بیت الخلا گیا تھا مرزا علی بچارا
تب رو کے اُس جگہ پر لونڈی کے تئین پکارا
دل میرود ز دستم صاحبدلان خدا را
دردا کہ راز پنہان خواہد شد آشکارا

خصوصاً ان مانین جو وہ مرزا علی ہیگا
زبس کی غاصبی حق آل احمد کیا شقی ہیگا
جہان کے اہل خطہ کو جو پوچھو تو وہ جی ہیگا
کہون کیا مین غرض اُسکو بزادہ آدمی ہیگا

اگر قحط الرجال افتد از ینہا انس کم گیری

دوم مرزا سعادت پادشہ سب کا کہاتا ہے
جو جائے خمس کو سید تو پھر اُسکو دھراتا ہے
وہ غاصب حق جدا سادات کا سب آپ لیتا ہے
وہ یہ کہتا ہوا دلگیر اپنے گھر پھر آتا ہے

اگر قحط الرجال افتد از ینہا انس کم گیری

جہان ایسے ہی یارو دشمن آل عبا ہووین
اور اپنا پیٹ بھر نعمت سے گھر مین چین سے سووین
محبت مین وہ اس دنیا کے دین کی عاقبت کھووین
تو یہ کرین سید کیون نہ انکی جان کو رووین

اگر قحط الرجال افتد از ینہا انس کم گیری

انھین ابلیس نے اے مومنو گھوڑا بنایا ہے
کہ اپنی راہ مین سب اہل خطہ کو لگایا ہے
اور ان پر اپنا آسن جیسے اور قائم جمایا ہے
یہان ہر ایک کو لاکر کے یہ مصرع بتایا ہے

اگر قحط الرجال افتد از ینہا انس کم گیری

یہ انسے کیا کہون بدنام ہین لیسے زمین اوپر
یہودی اور نصاریٰ سے لگا سب مشرکین اوپر
بدی ثابت ہے انکی اب جہان کے اہل دین اوپر
کہین ہین طائران قدسیان عرش برین اوپر

اگر قحط الرجال افتد از ینہا انس کم گیری

بہت سید بچارے یہ لعین تلقین کرتے ہین
غرض وہ حیدر کرار کو غمگین کرتے ہین
جو تم یہ کام کرتے ہو نہین بے دین کرتے ہین
تو یون چھوٹے بڑے انکے تئین نفرین کرتے ہین

اگر قحط الرجال افتد از ینہا انس کم گیری

در ہجو بخیل

وہ ہے سب بخیلون کا جو افتخار
یہ لازم ہے تجکو مری بیٹ مار
کہا مین یہ اُس سے سن اے تو حمار
نہ ہو وے یہ مشہور یون ہر دیار

پرستار زادہ نیاید بکار
اگرچہ بود زادۂ شہریار

اگر قحط الرجال افتد ازینہا انس کم گیری

جو ایمین اب بڑا عالم بہت اچھا اصل ہیگا ۔ وہ اسکا علم گر دیکھو تو سارا بے عمل ہیگا
یہ ڈالا سیدونکے حق مین سب اسکا خلل ہیگا ۔ زیادہ سب سے ناصب اور ظالم بے بدل ہیگا

اگر قحط الرجال افتد ازینہا انس کم گیری

خدا کیواسطے دیکھو تو کیا انکی تفاوت ہے ۔ نبی کی آل سے بغض و حسد ہے یہ عداوت ہے
نہین سمجھین ہین مطلق حشر مین سکی قیامت ہے ۔ بھلا کیونکر نہین ایمان مین انکے تفاوت ہے

اگر قحط الرجال افتد ازینہا انس کم گیری

غضب ہے یہ کہ حق سادات کا یون برملا کھاوین ۔ جو دیوین نذر سید کو کوئی تو اسکو پھروا دین
مگر اسواسطے تا یہ ہمارے ہاتھ مین آوین ۔ جنھون نے انکو بیچا نا زبان پر اپنی پیلاوین

اگر قحط الرجال افتد ازینہا انس کم گیری

نہین ہرگز سمجھتے حق کو یہ مرغوب ناحق ہین ۔ ہر اک پیشے کسب مین خوب ماہر اور فائق ہین
انھین مطلب نہین ایمان سے یہ زر کے شائق ہین ۔ جو لائق ہین یہ موذی تو اسی کے اب یہ لائق ہین

اگر قحط الرجال افتد ازینہا انس کم گیری

جو انکو کام بھی کچھ ہے تو اپنے پیٹ بھرنے سے ۔ نہین مطلق غرض ہے سیدونکے بھوکے مرنے سے
بڑے بیٹھنگے اٹل ہو بیٹھے بھالے گھر مین ارزنی سے ۔ وہ غیرت رکھتے ہووین تو مرین اس نام دھرنے سے

اگر قحط الرجال افتد ازینہا انس کم گیری

نہ اپنے بدعمل کی یہ ذرا تقصیر کو جانے ۔ نہ یہ روز جزا کی مسخرے تعزیر کو جانے
نہ پیغمبر کو جانے اور نہ سیّد میر کو جانے ۔ یہ وہ بے پیر ہینگے کچھ نہ اپنے پیر کو جانے

اگر قحط الرجال افتد ازینہا انس کم گیری

نہ یہ قائل قیامت سے نہ میزان عدالت سے ۔ نہ اس اللہ واحد سے نہ احمدؐ کی رسالت سے
نہ تو شیر خدا حیدر شہ دین کی امامت سے ۔ ہوئے مشہور یون عالم مین اپنی حماقت سے

اگر قحط الرجال افتد ازینہا انس کم گیری

نہ یہ ہرگز اصول دین فروع دین سے واقف ۔ نہ تو اثنا عشر کے مطلقاً آئین سے واقف
نہ پھر یہ آل طٰہٰ اور یٰسین سے واقف ۔ جو واقف ہین تو یہ اس خلق کی نفرین سے واقف

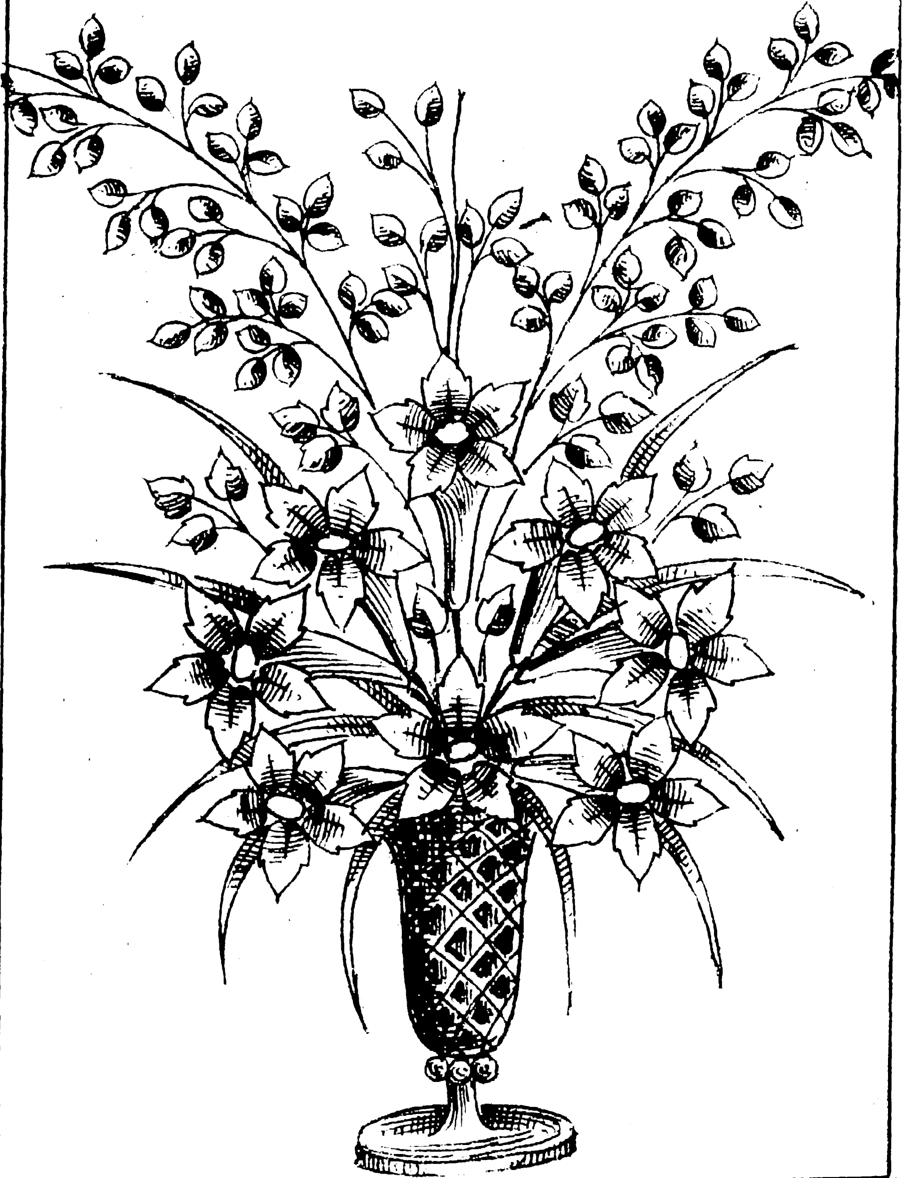
اگر قحط الرجال افتد ازینہا انس کم گیری

تضمین و گرہ بند

نہ کھلوا مرا بے حیا تو دہن
تجھے چھوڑنا پھر پڑے گا دہن

ترے حق مین بہتر یہی ہے سخن
جو بولین گے اُسوقت یہ مرد و زن

پرستار زادہ نیاید بکار
اگرچہ بود زادہ شہریار



کرگئی ہستی کو اکی تو ہوی فانی نیست، ندانم از چہ سبب رنگ آشنائی نیست
سہی قدان سیہ چشم ماہ سیمارا

کھلے ہی سودا پہ راز نہفتۂ حافظ، کہ سنکے لیتے ہے شعر شگفتۂ حافظ
غرض عجب ہین یہ دُرہائے سفتۂ حافظ، بر آسمان چہ عجب گر زگفتۂ حافظ
سماع زہرہ برقص آورد مسیحارا

مخمس دوم تضمین غزل کلیمؔ

جائے دنیا سے یہ دل در گرفتاری دل، ایک دل ہووے تو ہو سکتی ہی غمخواری دل
غمزۂ چشم ہی تھا باعث بیماری دل، خم زلفے ست دگر دام گرفتاری دل
کہ درو موئے نگنجید ز بسیاری دل

واہ واہ ایسی ہی ہوتی ہے وفاداری دوست، جور دشمن ہے یہ مجھپر بدگاری دوست
کیا کرون کہہ تو جو یون ہو روش یاری دوست، خندہ بر بخت زنم یا بہ جفا کاری دوست
گریہ بر خویش کنم یا بگرفتاری دل

نہ تجھے بیم وفا کا نہ محبت کا دھرم، نے دم سرد مرے حال پہ نے اشک گرم
اپنی اس سنگدلی سے تجھے کچھ بھی ہے شرم، دیدہ چون بیکسی ما دل آہن شدہ نرم
ماند پیکان تو در سینہ بغمخواری دل

کون اب وقت ہے ملنے کا ترے اے کافر، اب کوئی دم ہی مین ہوتا ہے مرا کام آخر
کیونکر احوال دل اب ہووے زبان سے ظاہر، یک نفس فرصت و صد حرف گرہ در خاطر
وائے گر گریہ نیاید بمددگاری دل

چوٹ کی دل کے تملق سے ترے کب ہے دوا، ہے معالج مرے آزار کا اب حکم قضا
عیسی وقت اگر تو ہے تو لے فائدہ کیا، آنکہ بگذاشت چنین نرگس بیمار ترا
گفت من ہم نہ کنم چارۂ بیماری دل

شیخ ہے دل پہ ترے سلسلہ تعین کی شکست، اس سبب سے ہی تری ریش دراز عقل ہی پست
دل کو دھو ڈال مرے بغض سے لے جام بدست، مذہب بندۂ آزاد ہمین یک حرف ست

مخمس اوّل

چکارہ گران اموروں کا تھا مین بیچارا | کہ بھٹکوں دشت مین یا کوہ پر پھروں مارا
نہ عشق لیلی و شیرین سے ہون مین آوارا | صبا بلطف بگو آن غزال رعنا را
کہ سر بکوہ و بیابان تو دادۂ ما را

اثر یہ نالے کے اپنے ہے اعتقاد اے گل | جو تو سنے تو بر آوے مری مراد اے گل
ولے نصیب جو تو نے کیا نہ یاد اے گل | غرور حسن اجازت مگر نہ داد اے گل
کہ پرسشی بکنی عندلیب شیدا را

مجھے تو زور رہی ساقی کی یہ ادا بھائی | کہ پہلے جام کی مے خاک پر چھڑکوائی
مین پوچھا کیون تو کہا اُس نے مجھسے سودائی | یہ جرعہ جیب نشینی و بادہ پیمائی
بیاد آر محبان بادہ پیما را

فریب مجکو نہ دے اپنے خط و خال اوپر | کہ دیکھکر مین زمانے کو منہ کیا ہی ادھر
جو چاہے ہے تو کہ گرفتار ہوون مین تیرے پر | بلطف و خلق توان کرد صید اہل نظر
بدام و دانہ نگیرند مرغ دانا را

ترا سا حسن نہین جگ مین یہ تو ہے لاریب | ولے نہین ہمین معلوم سر عالم غیب
جو فکر قبح مین اب سر کو لاے سوے حبیب | جز این قدر نتوان گفت در جمال تو عیب
کہ خال مہر و وفا نیست روے زیبا را

لبون کے گرد جب اُس نوجوان نے خط رکھا | چمن چمن مین پڑا شور ہر طرف غوغا
ہر ایک مرغ نے دی باغ باغ ہو یہ دعا | شکر فروش کہ عمرش دراز باد چرا
تفقدے نکند طوطی شکر خا را

نصیب کر کے سعادت کا تیرے بر مین رخت | جو دیوین جام جم اور کیقباد کا بھی تخت
گذشتگان کی طرف سے نہ رکھ تو دل کو سخت | بہ شکر صحبت احباب و روشنائی بخت
بیاد آر غریبان دشت پیما را

الٰہی ربط محبت کرے خدائی نیست | بتان کی تا نہ کرے خلق کو جدائی نیست

قضا کے سنگ نے اس میکدہ میں نقش یہ مارا
بجز خون کیونکہ ہو شیشہ میں یاں مجھ سے کا یارا
کہ پیمانے سے لے ہے تا سبو کی خاک آوارا
نہ بود امید از جام سلامت غنچۂ ما را
ہم از جوش شکست رنگ پر کردیم مینائے

نمک سو جزا و لرزشی اپنی جانتے تھے ہم
گناہ بندہ دیکھے ہے خداوندی بچشم کم
سو اس امید باطل کے بھی معنی کھل گئے اس دم
ندامت مایہ ام لے یاس آتش زن بعقبا ہم
کہ امروز زیان کاران نمی ارزد بفردائے

فلک نے یہ سخن مجھ سے کہا جس دم بشد و مد
کہاں میں یاں ہے پشت پا سے ان دونوں پہ دست ردّ
میں فقر و سلطنت کے شیون سے تو بھی جو ذرہ کد
زساماں دو عالم آرزو مستغنیم وارد
شبستان خط جام و حضور شمع مینائے

ہجوم آرائے مستی جب تلک ہے جوش مائے من
جو آنکھیں ہوں تو ہر قطرے سے شبنم کے ہے یہ روشن
مخالف وضع یکرنگی سے دیکھیگا تو یہ گلشن
درین گلشن مسیر نیست ترک احولی کردن
کہ در ہر برگ گل آئینہ دارد حسن عنائے

کیا میں فرض میں سنت میں ہم توبیش و کم زاہد
نہ ہووے پیروی سودا سے تیری اک دم زاہد
نگاہ دیدۂ تحقیق تو اور اشک ہم زاہد
من بیدل حریف سعی بیجا نیستم زاہد
تو و قطع منازلہا من و یک لغزش پائے

مخمس چہارم

وہ کون سی گھڑی تھی جب میں لگن لگائی
اور وصل مانگتا ہے جی مجھ سے منہ دکھائی
تن چھوڑتی نہیں ہے اک دم تپ جدائی
من شمع جان گدازم تو صبح دل کشائی
سوزم گرت نہ بینم میرم چو رخ نمائی

دوری سے تیری مجکو اے آفتاب عالم
جس دم تو منہ دکھاوے تو ہوں فنا میں اس دم
روتے ہی رہتے گذریں ایام مثال شبنم
نزدیک ایں چنینم دور آنچناں کہ گفتم
نہ تاب وصل دارم نہ طاقت جدائی

چیست آسایش کونین سبکباری دل

چشم غارتگر آرام ہے ایسی ہی کہ بس — صبر کی جنس سے چھوڑین نہ یہ مژگان اک خس
دل کو بیجا ترے کوچے مین ہے نالے کی ہوس — راہزن را بنود باک ز فریاد و جرس

ترک یغما نکند غمزہ ات از زاری دل

سمجھے سودا وہی یہ بات جو اسکا ہے علیم — دل کو اس بن نہین چارہ کہ یہ ہوجاوے دو نیم
کون اس حال مین امداد کرے یار و ندیم — عشق چون تیغ کشد بر دل بیچارہ کلیم

کیست جز داغ کہ آید بسپرداری دل

مخمس سوم

نہ بلبل ہون کہ اس گلشن مین سیر گل مجھے بھائے — نہ طوطی ہون کہ دل میرا فضا سے باغ لیجائے
مین ہون طاؤس آتشبازی کیسی ہی بہار آئے — نہ با صحرا سرے دارم نہ با گلزار سودائے

بہر جا میروم از خویش می جوشد تماشائے

تسلی اب صبوحی سے مجھے ہوتی نہین یون ہین — گرانی اسقدر باور نہ یہ سر ہے اسقدر سنگین
چل اٹھ اب یانسے اے ساقی ہوس کو ہے چمن رنگین — چہ گل چیند دماغ آرزو از تشنہ تسکین

من و صد بزم مخموری و یک غنچہ مینائے

ہی لاکھون طرح کی لہرون کا دل پر سلسلہ جاری — گھٹی ہی ولولے ہی رکتے عمر اس جگہ ساری
ہمین نے ہم مین جو دیکھا یہی ضبط کی خواری — عنان گیر غبار کس مباد افسون خود داری

وگرنہ ساحل ما نیز دارد جوش دریائے

جہان کوئی ترے کوچے کے جانیکا ہوا مائل — اقامت جون غبار راہ پھر اسکو ہوئی مشکل
غرض آسون کب چھوٹے کسیکو نسبت کامل — رم ہر ذرہ ہمیر نیست بہر وحشت اے غافل

مرا بیدار سازد ہر کہ بر راہت زند پائے

جگر ہر شمع کا ہی داغ پروانے کا جان و تن — گریبان چاک نت گل ہی سدا بلبل کرے شیون
جو تیرا بھی کوئی دن عزم ہی یان کیجیے مسکن — بہ بیدردی درین محفل چہ لازم متہم بودن

گداز گریہ جوش جنونے نالہ وائے

خیر گذری کہ لے آئی کشش دل بارے — پیشم آمد بسر کوچہ پری رخسارے

کافرے عشوہ گرے زلف چو زنار بدوش

بسکہ اس دل کو تھی اُس آفت دین کی درخواست — اپنے احوال پہ مین رہ نہ سکا بے کم و کاست
ہو کے بے صبر مین جا سامنے اسکے اک رات — گفتمش این کوے چہ کوئیست ترا خانہ کجاست

اے سر زلف و خم ابروے ترا حلقہ بگوش

کھینچ لایا ہے ادھر عشق مجھے مانند کمند — شیخ و زنار کہ ہین کافر ہون اگر مانون پند
سنکے یہ عرض مری ہو متامل یک چند — گفت تسبیح بخاک افگن و زنار ببند

سنگ بر شیشۂ تقوی زن و پیمانہ بنوش

الفت دین کو دل اپنے سے تو اب کے پرے — دے مرے امر کو جا کہ تو یہ درجہ ہے ویسے
شوق جسدم ترا تجھ مین سے تجھے دور کرے — بعد ازین پیش من آ تا بتو گویم خبرے

راہ بنمایم اگر بر سخنم داری گوش

دے ٹپک سر سے یہ عمامہ پڑے اسپہ غضب — پہونچا اس بوجھ سے تو منزل مقصود کو کب
ساغر حور سے رکھ دور ہوس اپنے کی لب — بگذر از صومعہ و راہ بمیخانہ طلب

خرقہ بیرون فگن و کسوت رندانہ بپوش

جب سُنے اس سے یہ مینے سخنان دلکش — مجکو تاثیر معانی سے لگا آنے غش
پھر سنبھالا آپ کو جس وقت چلا وہ مہوش — دل ز کف دادم مدہوش و دیدم پیشش

تا رسیدم بمقامے کہ نہ دل ماند و نہ ہوش

کفر و اسلام کا دیکھا وہ مکان مین مسجود — پایا مغز اُسکا جو ہی عالم ہستی مین نمود
اپنی نظرون مین جب اُس جا نرہا مین موجود — محو گشتم از ورق کون و مکان نقش وجود

نہ ملک ماند و نہ آدم نہ طیور و نہ وحوش

پر دے وان چشم کی حائل تھے بلند اور نہ پست — ایک میدان ہی فقط وان نظر آیا لق و دست
کی جو میری نگہ چشم نے آہو کی جست — دیدم از دور گروہے ہمہ دیوانہ و مست

بے دف و بادہ و نے آمدہ در جوش و خروش

ایک سے ایک فزون نشۂ وحدت سے چور — ایک سے ایک مین افزون خرد و ہوش و شعور
اور اسباب طرب سے جو کہون کیا مذکور — بے نے و مطرب و ساقی ہمہ در عیش و سرور

مخمس پنجم تضمین غزل امیر خسروؒ

شیخ تو نابود ہو وے یا ترا پندار نیست　　بتکدہ ویران ہو یا برہمن کیبار نیست
کام کیا ہے مجکو گر ہون راہب و دیندار نیست　　کافر عشقم مسلمانی مرا درکار نیست
ہر رگ من تار گشتہ حاجت زنار نیست

یہ ہی مرض الموت تھا قسمت مین میری یا نصیب　　حاصل اس تدبیر سے کیا کرے بتلائے طبیب
ایکدم کو جی نکلجا وے گا گھبرا کر قریب　　از سر بالین من برخیز اے نادان طبیب
دردمند عشق را دارو بجز دیدار نیست

عاشقون کے رونیکی کچھ اور ہی ہوتی ہے دھن　　دیکھ ہم روتے ہین لخت دل اگر چنتا ہے چن
مین تجھے کہتا نہ تھا ظالم کہ میری بات سن　　ابر را با دیدۂ خونبار من نسبت مکن
نسبت بارندگی دارو ولے خونبار نیست

اسقدر گھبرا کے جینے سے نکر انکار عشق　　کوئی بھی جیتا سنا ہے تین کہین بیمار عشق
آج چھوڑے یہ اگر تیرے تئین آزار عشق　　شاد باش اے دل کہ فردا بر سر بازار عشق
مژدۂ قتل ست گرچہ وعدۂ دیدار نیست

ہوان جو کچھ سودا سو اپنے واسطے ہون نیک و بد　　کیا غرض ہے مجکو ہر اک سے رکھون سروقت کد
اسمین کچھ کہتا نہین مین گرچہ از روے حسد　　خلق میگوید کہ خسرو بت پرستی میکند
آرے آرے میکند با خلق و عالم کار نیست

مخمس ششم تضمین غزل عصمت بخاری

جب تلک بندگی شیخ مین تھا حلقہ بگوش　　آپسے شاہد مقصد کو مین پایا روپوش
آخر کار کسی جرعۂ مے کرکے نوش　　سرخوش از کوی خرابات گذر کردم دوش
بطلبگاری ترسا بچۂ بادہ فروش

پھر تو یہ ولولے تھے دل مین جنون کے مارے　　پھاڑ کر پھینک دون مین کپڑے بدن کے سارے

نہ بھولونگا کبھو اے بیخبر در راہ طلب ہرگز
نہ چوکے گی اران کی نظر راہ طلب ہرگز
فنا مین بن ہوئے رہتا ہون بر راہ طلب ہرگز
نہ رفتن وا نخواہم ماند در راہ طلب ہرگز
جو شمع ار خارہا ے پاے من از سر شود پیدا

پرو یا رشتۂ جان سے جو تونے دیدۂ سوزن
گریبان بیچ دریا کا سیا آیا نہ تجھے یہ فن
جو دم ماریگا اس مین نزد عاقل ہے تو مہر کودن
غبار خاطر دانا ست اظہار ہنر کردن
صفا بر خیزد از آئینہ چون جوہر شود پیدا

بھگو تا کیون ہے ناصح آستین اپنی تو اور دامن
چھلکے آنسوان آنکھون سے غلط ہے یہ تو ہم و ظن
سراپا اپنی ہستی سے مکدر گرچہ ہے یہ تن
برنگ ابر پنہانست دریا در غبار من
اگر خاک مرا بیزند چشم تر شود پیدا

سخن کے فن مین سودا فخر یہ کا بھی ہے اک عالم
کیا ہے اختیار اگلے بھی استادون نے بیش و کم
تعرض کرتے ہین نادان ہی سن اس مقطع کو ہر دم
علی شعرم بایران می برد شہرت از ان ترسم
کہ صائب خون بگرید آب در دفتر شود پیدا

مخمس ہشتم تضمین غزل طالب کلیم

یاد ایامی کہ توقیر جنون من داشتم
کے بشہر از سنگ طفلان زخم بر تن داشتم
مدتے در دشت ہمچون کوہ مسکن داشتم
از ثبات عشق دائم پا بدامن داشتم
گرچہ داغ لالہ در آتش نشیمن داشتم

دور سے ڈنڈوت کرتے تھے مجھے آتش پرست
بھاگے تھا مجھسے سپند آسا سمندر کرکے جست
نے کسو نے پانون ہی دیکھا مرا لیتے نہ دست
شعلہ بر بیجا ست از بیطاقتی و کم نشست
من نہ جنبیدم زجا تا جا بہ گلخن داشتم

پاس ناموس محبت ہی مین ہے عاشق کو سود
گو جراحت ہے تیغ عشق کی ہر دم فزود
اپنے بالین پر نہ مین جراح کا چاہون ورود
کے بہر نا محرمے چاک جگر خواہم نمود
من کہ زخمش را نہان از چشم سوزن داشتم

کل خماراٰلود مین گھر سے جو نکلا صبحدم
قتل پر راضی تھا در دمے جو دیکھی مغ بیش و کم

بے مے و جام و صراحی ہمہ در نوشانوش،

جب مجھے وان نظر اس طرح کا آیا عالم
صورت آئینہ حیرت سے ہوا مین اُس دم
کچھ نہ سمجھا یہ ملک ہین کہ ز نوع آدم
چونکہ سر رشتہ در یافت برفت از دستم
خواستم تا خبرے پرسم از و گفت خموش

پھر لگا کہنے کہ بہتر ہے تو رکھ مجکو معاف
پر جو ہے در پے تحقیق تو سن صافا صاف
یہ نہین صومعہ تو مارے جہان لاف و گزاف
نیست این کعبہ کہ بے پا و سرائی بطواف
نیست مسجد کہ درو بے ادب آئی بخروش

گر یہ مسکن تجھے آیا ہے مرے یار پسند
دین و دنیا سے چھوڑا خواہش دل کا پیوند
دل کو شیخی و مشیخت کا نہ رکھ یان پابند
این خرابات مغانست در و مستانند
از دم صبح ازل تا بقیامت مدہوش

نہ تو یان دیر و حرم کی سی مکان مین تنگی
خانقاہ مدرسہ کی طرح نہ صحبت جنگی
دل مین سودا تو خیالات نکر جون تنگی
گر ترا ہست درین خانہ سر یکرنگی،
دین و دنیا بیکے جرعہ چو عصمت بفروش

مخمس ہفتم تضمین غزل شاہ ناصر علی

پسر بعد از پدر گر نیک نام آور شود پیدا
بدان مانند تخم نخل شیرین بر شود پیدا
بوصفش از زر بانہا این سخن اکثر شود پیدا
نکوئے گر رود زین بجز نیکو تر شود پیدا
چو گیرد قطرہ راہ عدم گوہر شود پیدا

ہوا ہے کس بضاعت پر تو ملک عشق کا راہی
نہ خونی اشک نے لخت جگر نہ رنگ ہے کاہی
خرد اور کبر نے رکھا ہے تجھکو دور از آگاہی
بطاعت کوش گر عشق بلا انگیز میخواہی
متاع جمع کن شاید کہ غارتگر شود پیدا

شباب بے پی کی ہستی سے جو کھویا اختیار از دست
تو وقت شیب کو نادان نہ کھو تو زنہار از دست
ندے اتنا بھی اب تو دامن ہمت کو یار از دست
بہ پیری سعی کن گر در جوانی رفت کار از دست
ز رگم گشتہ در آتش ز خاکستر شود پیدا

ہرگز بکسے بہر ملاقات نہ رفتیم

جستیم بآفاق ہمہ روے زمین را　　دیدیم بزیر فلک استاد حزین را
برخاک درش رفتہ بسائیم جبین را　　اشعار شنیدیم و ندیدیم مکین را

مشغول صفاتیم و پے ذات نہ رفتیم

مخمس دہم تضمین غزل مرزا فاخر مکین

از خویش و ز بیگانہ تو روپوش نشستی　　دامن بسر انداختہ تا دوش نشستی
آن ناز و ادا کردہ فراموش نشستی　　خون شد دلم از فکر کہ چون دوش نشستی

از بہر چہ سر بردہ در آغوش نشستی

پیمان ترا اے یار نہ دیکھا کبھی محکم　　ہو عہد ترا ہم سے وفا غیر سے اُس دم
اس وعدہ خلافی سے جگر خون کرے ہے غم　　برخاست ز دل نالہ و بیہوش فتادم

با غیر چرا وعدہ فراموش نشستی

دیدار کا شوق اپنے مرے چشم سے کھویا　　دیدانے کا گوہر مرے کانوں میں پرویا
پیغامبروں کا ہوں ترساندون جویا　　شادیم ز دیدار بہ پیغام تو گویا

برخاستی از دیدہ و در گوش نشستی

صائب کے ہے اشعار کا ہر ایک ثنا خوان　　کہتے ہیں فصیحی کہ نہیں ہیں وہ زباندان
فیضی و ابوالفضل کو طوطی کہیں نادان　　از ہوش ربودند مکین ہرزہ درایان

حیرست چرا این ہمہ بیہوش نشستی

شوکت جو کبوتر ہے بخارا کا سو وہ باغ　　بیدل زغن ہندی و ناصر علی بکزاغ
تمکین نے کیا تیرے تو جون لالہ مجھے داغ　　شور زغن و زاغ بلند است درین باغ

اے بلبل خوش لہجہ چہ خاموش نشستی

یک بیک یہو نچا مجھے جام لب میگون بہم　　بر زلال خضر الکون صد تغافل میزنم
منکہ چشم از تشنگی بر آب آہن داشتم

کون میری طرح عشرت سے ہوا ہے کامیاب　　کسنے اس خوبی سے پی ہے اجاب مین پی ہے شراب
ساقی گلفام کے چہرے سے اوٹھتی ہے نقاب　　روشنی از بزم من دریوزہ میکرد آفتاب
در چراغ عیش تا از بادہ روغن داشتم

عشق رنگ رو پہ میرے جب لگا کرنے نمود　　جو ہوئے مانع مجھے سمجھا انھین نے ہے یہ سود
دوستی سے لالہ رویان کی ہوا آخر یہ سود　　ہمچو ماہی غیر داغم پوشش دیگر نہ بود
تا لفن آمد ہمین یکجامہ بر تن داشتم

صاحب دیوان تھا پر جب شام سے تا وقت چاشت　　گل زمین شعر مین کی تخم معنی کی جو کاشت
پرورش کی ہر سخندان سے سکے تھا چشمداشت　　ہیچگہ ذوق طلب از جستجو بازم نداشت
خوشہ چین بودم من اکنون زیکہ خرمن داشتم

مین نہون باغوں کا فصل گل مین محزون سودا مقیم　　سینہ ہی میرا چمن ہے آہ سرد اوس مین نسیم
سیر سے اسکی تو ہے محروم اے میرے ندیم　　داغ را جز بر کنار زخمہ ننہادم کلیم
بہر گلگشت تو من در خانہ گلشن داشتم

مخمس بہ تضمین غزل مرزا فاخر مکین

تا خانۂ کس بہر مدارات نہ رفتیم　　جائے پے گذراندن اوقات نہ رفتیم
این ننگ بخود کردن اثبات نہ رفتیم　　در دیر و حرم بہر مناجات نہ رفتیم
جز کوی تو اے قبلہ حاجات نہ رفتیم

بستیم اگر رفتہ بطوف حرم احرام　　ما تو بہ نکردیم ولے از مے گلفام
رندان بچہ رو ساختہ در میکدہ بدنام　　صد بار گرفتیم رہ کعبہ و یک گام
بے مصلحت پیر خرابات نہ رفتیم

آن شوخ ازان روز کہ با ما شدہ یاغی　　دارم دل غمزدہ چون بلبل باغی
کو خرمی عید درین سینۂ داغی　　صد عید شد و رفت در آشفتہ دماغی

اگر تو عاشق صادق ہے کہیو یہ سخن باور
محبت ہے وہ مشاطہ کہ جن نے شکل زشت اکثر
بہ از یوسف بنا کر چشم مین خوبان کے دکھلائی

محبت مین نہین خوب نکلے آگے زشت ناکارے
محبت ہو تو ہون زنگی پسر کے لب شکر پارے
نگہ مین عشق کے لگتے ہین دونون ایک سے پیارے
جواہر سرمۂ چشم مرغ کو ہین صبح کے تارے
ہے ظلمت شام کی شپرک کی آنکھونمین بینائی

تمیز اسمین کہان پائے شراب عشق جن نے پی
وہ ہے خوب اسکی آنکھونمین جسے چاہے کسیکا جی
سمجھنا غیر حرف راستی اپنا نہین راہی
کشش دل کی ہے ایسی شے کہ ہے جس رہ سے قمری کی
نظر مین حسن طوبی سے بھی حسن سرو بالائی

دل فرہاد و مجنون لیلی و شیرین پہ شیدا تھا
حسین ان دونون مین تھی کون یہ کس پہ ہویدا تھا
ولے یکسان تھا حال اُنکا انھون پر یہ تو پیدا تھا
جمال ان دونونکے دلونمین جون سویدا تھا
محبت مین نہ خوب و زشت مین کی نکتہ پیرائی

تمیز نیک و بد وان کب تھی الفت کی جہان مئے تھی
خرد بیہوش تھی جسدم مقام عشق مین دی تھی
نہ تھی وہ چیز جو تفریق کی دونون مین درپے تھی
سنا ہے ربط محمود و ایاز آخر وہ کیا شے تھی
کہ جن نے گردن آگے عبد کے مولا کی جھکوائی

غرض سودا تجھے سمجھاؤن مین کبتک یا مین دان
نہ کہیو پھر تو ایسی بات میرے حق مین اے نادان
بسان مہر نور اللہ کا ہے سب جگہ تابان
کہا تو نے جو کچھ مجکو نہون گا اُسپہ مین نازان
خوش آمد کی ہے اس سے بات جیسے بادپیمائی

مخمس دوازدہم

فصل ہے گل کی ہین جلوے مین بہ بستان گل و صبح
وقت نظارہ ہر گبر و مسلمان گل و صبح
آہ مجکو نظر آوین بہ چہ عنوان گل و صبح
خون ز خود رفتہ نکالاتے ہین بہ ہیجان گل و صبح
دیکھنے سے مجھے مانع ہین طبیبان گل و صبح

باغبان عیش و طرب کا ہے گلستان مین رواج
آئے یان جو کوئی وہ کر نکلے تفریح مزاج
مگر اک مرغ ہین نالان سو اثر کے محتاج
کسکی تاثیر دم سرد چمن مین ہے کہ آج

مخمس یازدہم

کہا اُس شوخ سے جو طور کے شعلہ کا ہے بھائی — تجلی حسن کی تیرے مہ و خور نے نہ دکھلائی
کہے یہ چشم عاشق پشیگان سے یار بینائی — ترے ہوتے جو مجلس مین قضا پروانیکو لائی
دیا جی شمع پر اُن نے یہ چربی آنکھوں پر چھائی

ترنگ نشہ مے باغ مین جسدم تجھے لائی — چمن مین یون گذر تیرا ہوا جیسے بہار آئی
یہ عالم آگیا حیرت مین تیری دیکھ رعنائی — کہ نرگس کی پلک تیرے تماشے نے نہ جھپکائی
تو وہ گل ہے کہ جس گل کا ہے اک گل تماشائی

پر اتنی بات میری فہم نے مجکو ہے سمجھائی — کہ بلبل عہد مین تجھسے کے ہوئے گل کی شیدائی
کہا سنکر ہوئی معلوم مجکو تیری دانائی — تمیز خوب و زشت اے مہربان کب عشق نے پائی
محبت مین سبھی یکسان ہین جسکی جس سے بن آئی

جو پایا شمع کا پروانہ مائل گل کا بلبل کو — تو سوچ اس بات کو دیگر جگہ دل مین تامل کو
کہا کب حق نے سب یون ہین مجھے پر عشق کامل کو — کرے وہ جزو پر عاشق کہو کس واسطے کل کو
کسیکو گل ہے خوش آیا کسیکو شمع ہے بھائی

تجھے سمجھے تھا مین اب تک کہ ہے ہشیار دانا تو — گل معنی کی پہونچی ہے مشام جان کو تیرے بو
مرے آگے نہین کیا یار حسن شمع و گل کو رو — عطا کی ہے حسینون مین خدا نے دلبری سبکو
ترا جلوہ مراد لکش آنکھونکا انکی زیبائی

نہ تنہا بلبل و پروانے کے حصہ مین عشق آیا — سحاب اے یار کیا کیا وجد مین طاؤس کو لایا
بھونرا وان گرد بھی ہو نسترن کا جسکو سایا — محبت کے سوا کا نشانہ وہ اس باغ مین پایا
جسے کہیے کہ اسکی آنکھ اس سے اسنے اٹکائی

بچشم عشق بہتر لعل سے خونناب کا قطرہ — بہ از یاقوت ہے خون دل بیتاب کا قطرہ
ہر اک دل واسطے ہر ایک کے سیماب کا قطرہ — گہر سے چشم ماہی مین فزون ہے آب کا قطرہ
سمندر کو فزود آتش گل و گلزار سے بھائی

محبت جب دکان عشق مین آتی ہے ہمت پر — گہر کے مول لیتی ہے خزف کو نقد دل دیکر

یہ سخن راہ نصیحت سے مین لایا بر رو — آہ بھر کر یہ کہا سچ ہے جو کہتا ہے تو
پر نہ عشرت سے مین عادی ہون نہ کچھ عیش سے تو — ہے یہ مرکوز مجھے پیر و جوان سب تجکو
عرصۂ سیر تماشے ہین بہ بستان گل و صبح

مخمس سیزدہم

نشو و نماے باغ جہان سے رمیدہ ہون — شید و غم زمانہ سے مین دور آفریدہ ہون
فکر غم خزان سے بہت آرمیدہ ہون — نے بلبل چمن نہ گل نو دمیدہ ہون
مین موسم بہار مین شاخ بریدہ ہون

یارب فری کٹے ہے عجب طرح صبح و شام — حسرت ہی مین گذرتی ہے ہر دم سے تئین مدام
مطلب نہ مجکو غم سے نہ کچھ خرمی سے کام — گریان بشکل شیشہ و خندان بطرز جام
اس میکدے کے بیچ عبث آفریدہ ہون

کیون مجھسے سید باغ عبث اے میان ہے تئین — لاکھون طرح کی حسرتین اس دل کے بیچ ہین
اظہار اُن کا مجھسے ہو کیا معنے اسکے ہین — تو آپ سے زبان زد عالم ہے ور نہ مین
اک حرف آرزو سو لب نا رسیدہ ہون

سنتا نہین ہے درد رعیت کا بادشاہ — قاضی تو حسن دوست بنا نکواے اُس نے داد
اور کوتوال شہر کی رشوت پہ ہے نگاہ — کوئی جو پوچھتا ہو یہ کس پر ہے داد و داد
جون گل ہزار جا سے گریبان دریدہ ہون

ہو سکتے ہین جفا کے تئین کب ردکھین حریف — مت پوچھ اپنے جور کا میرے تئین حریف
کب ہو سکے ہے اسکا بجز آستین حریف — تیغ نگاہ چشم کا تیرے نہین حریف
ظالم مین قطرۂ مژۂ خون چکیدہ ہون

جتنے ہین اس زمانے کے محبوب دلربا — اُنسے تو مین کسی سے ہین صورت آشنا
اب ہون غرض مین طرفہ مصیبت مین مبتلا — کس سے کرون مین دعوی دل جا کے اے خدا
دل دادۂ زلف رخ دلبر ندیدہ ہون

آیا نہ رحم تجکو مرے حال پر کبھو — لو پونچھا نہ تو نے آ کے مری چشم سے لہو

غیر خاکستر و اخگر کے نہیں واں گل و صبح

ہو رہے سیر چمن تجھ سے جو کوئی اے ظالم
پیتے ہیں خون جگر وہ عوض مے ظالم
ہیئت اپنی نہ رہی تجھسے کوئی شے ظالم
جلوۂ باغ ترے عہد میں یوں ہے ظالم
یک کفن میں ہے گویا گنج شہیداں گل و صبح

باغباں ابر کے مانند روویں ڈھاڑیں مار
آہ و نالے میں ہیں مرغان چمن لیل و نہار
پوچھتے پھرتے ہیں باغوں میں یہ ہر روز سیار
فوج خط کس کے نے مارا ہے شب خون یہ بہار
زخمی مرہم کافور ہیں باراں گل و صبح

چاک صد بار مرے جیب قبا تک پہونچا
تن مرا کلیوں میں ہر سنگ جفا تک پہونچا
قید زنجیر سے آخر میں یہاں تک پہونچا
کام اپنا نہ جنوں سے جو قبا تک پہونچا
یار ہنستے ہیں مرا دیکھ گریباں گل و صبح

حسن دیکھا ہے اک ایسا کہ نہ دید و نہ شنید
ہے گل و صبح کا جس جلوہ شب تار پدید
گرچہ یہ بات ہے تمہید خلائق سے بعید
دیکھے مابین دو زلف اسکے رخ سرخ و سفید
جن نے دیکھے ہوں یار و شبستان گل و صبح

کچھ بہار آگے خزاں سے بھی ہوئی رسوا تر
دیکھتا کوئی نہیں سوے چمن بھر کے نظر
موجب اسکا بھی کچھ ہوویگا اسے باور کر
جب سے دستار سفید اسکے سجی چہرے پر
جلوہ نظروں میں نہیں دیتے ہیں خنداں گل و صبح

آج شادی ہے اگر دہر میں کل ماتم ہے
خوشی راحت سے عبث رنج سے بیجا غم ہے
بر ان نکتے ہے جو تحقیق سے کچھ محرم ہے
باغ دنیا میں سدا شادی و غم توام ہے
روۓ شبنم پہ چمن ہو ویں جو خنداں گل و صبح

ہرزہ گردی ہی فقط ہو نہ اگر شیشہ و جام
کرنی گلگشت چمن بے مے و ساقی کس کام
ہو میسر جو یہ ساماں تو ہے پھر عیش تمام
میں نے سودا سے کہا ہو نیکو ناحق بدنام
دیکھنے باغ میں کیوں جاے ہے ناداں گل و صبح

میں کہوں تجھسے سنے گوش سے دل کے تو اگر
عیش دنیا نہیں موقوف دوانے اس پر
کہ چمن ہو دیں پر از گل تہ داماں سحر
ہو جہاں بادۂ گلنار و بلوریں ساغر
اپنے نزدیک تو ہے جلوہ کناں گل و صبح

نالے کی گر چمن مین تو رخصت دیا کرے

ہر چند کرتے آئے ہین معشوق خود سری — کرتے چلے گئے ہین وہ عشاق سے بری
پر تو نے اپنے عہد مین ہم ساتھ ایسی کی — عالم کے بیچ پھر نہ رہے رسم عاشقی
اگر ہم لب کوئی ترے شکوے سے وا کرے

آ دیکھ میرے گریۂ بے اختیار کو — لخت جگر نے داغ کیا لالہ زار کو
اتنا اثر ہے اب بھی مری چشم زار کو — تعلیم گریہ دون اگر ابر بہار کو
جز لخت دل صدف مین نہ گوہر بندھا کرے

گلشن مین کیا بہار ہے کہتا ہے باغبان — صد برگ جیسے پھولے ہے ویسے ہی ارغوان
فرصت چمن کی سیر کی لیکن ہمین کہان — فکر معاش و عشق بتان یاد رفتگان
اس زندگی مین اب کوئی کیا کیا کیا کرے

ہو جسکو اس جہان مین راحت بھی بیش و کم — سمجھا کرے وہ یار کو ہر آن مغتنم
اُسکی جدائی کا ہے ہر اک شخص پر الم — تنہا نہ روز ہجر سے سودا پہ ہی ستم
پروانہ سان وصال مین ہر شب جلا کرے

مخمس پانزدہم

نہ کہہ عاشقون مین محبت کہان ہے — سدا ایک سی اُنکی الفت کہان ہے
تجھے ویسے لوگون سے صحبت کہان ہے — ترے پاس عاشق کی عزت کہان ہے
تجھے بے مروت مروت کہان ہے

مجھے آرزو ہے زمانے مین اپنی — کہون تیرے آگے کہانی مین اپنی
سناؤن تجھے جانفشانی مین اپنی — دلے کیا کہون ناتوانی مین اپنی
مجھے بات کہنے کی طاقت کہان ہے

کہے ہے تجھے کھینچکر تیغ ہر دن — نہین رہتے میرا گلا تم کیے بن
سمجھنا نہین اسقدر نیک باطن — مین شکوہ کرون جور ظالم سے لیکن
مجھے آہ و نالہ سے فرصت کہان ہے

دیویگا کیا جواب خدا کے تو رو برو　کرتا ہے جا کے گل کی تسلی چمن مین تو
خون جگر سے مین بھی تو دامن کشیدہ ہون

بسمل صفت نہین مجھے آرام ایک پل　ہی مرگ میرے دم سے نہایت ہی متصل
ملنا اگر ہے مجھسے تو ظالم شتاب مل　غافل ہے کیون ترا مری فرقت سے گوش دل
اے بے خبر مین نالۂ حلق بریدہ ہون

پوچھا نہ یون کبھو کہ ترا رنگ کیون ہے زرد　کہتا نہ تو کبھو یہ مجھے بھرکے آہ سرد
تو کون ہے کہ ملتا ہے چہرے سے اپنے گرد　مین کیا کہون کہ کون ہون سودا بقول درد
جو کچھ کہ ہون سو ہون غرض آفت رسیدہ ہون

مخمس چہاردہم

کوئی اگر کسیکو اذیت دیا کرے　فکر اسکی ہر طرح وہ مکافات کیا کرے
تیرا ستم رسیدہ یہ رو رو کہا کرے　بدلا ترے ستم کا کوئی تجھسے کیا کرے
اپنا ہی تو فریفتہ ہووے خدا کرے

عالم مین دوستی کے ہوا ہو جو کچھ قصور　شمشیر تجھ کمر مین ہی او رسم ترے حضور
جرم وفا پہ کرتے ہو گر سر کو تن سی دور　قاتل ہماری نعش کو تشہیر ہے ضرور
آئندہ تا کوئی نہ کسی سے وفا کرے

عاشق سے دور ہی جو کہے یہ خدا سے ڈر　کرنے سے خون بیگنہان کے تو در گذر
تجھپر یہ قتل ہے جو مرا نعش کا مجبر　اتنا لکھائیو مرے لوح مزار پر
یان تک نہ دی حیات کو کوئی خفا کرے

کچ بحث سے تو ہو نہین سکتا مین دو بدو　انصاف کی علیحدہ ہوتی ہے گفتگو
پوچھو ہمین ایک بات جو حق سمنہ گذرے تو　گر ہو شراب و خلوت و معشوق خوبرو
زاہد تجھے قسم ہے جو تو ہو تو کیا کرے

لگتا نہین ہی صحن چمن لالہ گون مجھے　آیا نظر پٹکتے نہ گلشن مین خون مجھے
اے باغبان سنے ہی ترے سر کی سون مجھے　بلبل کو خون گل مین لٹایا کر دن مجھے

ہر چند مسلّم ہے اب جی کے تئین کھونا
لیکن مجھے آتا ہے پھر پھر کے یہی رونا
کیا کام کیا دل نے دیوانیکو کیا کہیے

اس جینے سے بہتر ہے اب ثبت پہ دل بھریے
جل بجھیے کہین جا کر یا ڈوب کہین مریے
کس طور کٹین راتین کس طرح سے دن بھریے
کچھ بن نہین آتی ہے حیران ہون کیا کریے
کیا کام کیا دل نے دیوانیکو کیا کہیے

گلشن مین زمانے کے یون عمر کٹی ساری
ہر ایک طرف پھرنا کرتے ہوئے میخواری
آزادگی میری تو تھی سرو اوپر بھاری
انصاف کرو یارو مین اور گرفتاری
کیا کام کیا دل نے دیوانیکو کیا کہیے

جو مجھپہ گذرتی ہے مقدور نہین سہنا
خون جگر آنکھون سے داماں تلک بہنا
جو بات کوئی پوچھے منھ دیکھ کے تک رہنا
دنیا نہ جواب اسکو کہنا تو یہی کہنا
کیا کام کیا دل نے دیوانیکو کیا کہیے

مصرع کو یقین تیرے سودا نے سنا تھا کل
روتا ہے وہ یون تب سے برسے ہے گویا بادل
ہے رعد نمط نالان بجلی کی طرح بے کل
پڑھتا ہے یہی پھر پھر ہاتھون کے تئین مل مل
کیا کام کیا دل نے دیوانیکو کیا کہیے

مخمس ہفتدہم

ساقی پہونچ کہ وقت تغافل رہا نہین
اُمڈے ہے یہ بہار جسے انتہا نہین
اک قطرہ ابر تر سے زمین پر گرا نہین
کیفیت ہوا سے کہ وہ مے ہوا نہین
گویا چمن مین جز دم عیسی صبا نہین

کہتا ہے نیک و بد سے بصد شور یون سحاب
عاصی ہے وہ کہ اب نہ پیے جو کوئی شراب
اسوقت مین کہان ہے تو اے خانمان خراب
ٹک مُند گئی ہے چشم فلک ہو کے نیمخواب
کیا جانیے کہ پل مین یہ موسم ہے یا نہین

فرصت کو دم کی بوجھ غنیمت اے بیخبر
کیا جانیے کہ فصل کہان اور ہم کدھر
ساقی شتاب آتش تر لے کے جام بھر
ٹک دیکھ ہے چمن کی ہوا اس ادا کسقدر

گرے شمع کے میری تربت پہ آنسو | کیا طوف آکر پتنگون نے ہر سو
مجھے حشر مین منھ دکھاوے گا پھر تو | مری گور پر لوگ رکھتے ہین گل کو

تری دلربائی کی غیرت کہان ہے

کی اس شوخ نے جب سے سیر گلستان | تغنی بلبلون سے نہ فریاد و افغان
بجا ہے یہ سودا نہو کیون وہ نادان | جو اُسکی کمر مینے دیکھی ہے تابان

رگ گل مین ویسی نزاکت کہان ہے

مخمس شانزدہم

اس شوخ سے اس دل کے لگجانے کو کیا کہیے | ناحق کی اذیت سے دکھ پانے کو کیا کہیے
احوال مرا یان تک پہونچانے کو کیا کہیے | یون مفت مین اس جی کے بھنسوانے کو کیا کہیے

کیا کام کیا دل نے دیوانے کو کیا کہیے

اس دل سے مین کہتا تھا وہ تجکو لبھاتا ہے | کیون اس لب شیرین کی باتون پہ تو جاتا ہے
گو زہر ہوا میٹھا لیکن کوئی کھاتا ہے | یون دیدۂ دانستہ کوئی جیو گنواتا ہے

کیا کام کیا دل نے دیوانے کو کیا کہیے

نے زر جو اسے دیجے نہ زور کی ہی طاقت | نہ عجز سے کچھ حاصل کام آوے نہ کچھ منت
کس طرح سے کاٹون مین کٹتی نہین یہ زحمت | کیا فکر کرون اُسکا لاحول ولا قوت

کیا کام کیا دل نے دیوانے کو کیا کہیے

آنکھ اسکی طرف اپنی جب بل نہ کرتی تھی | نشترون سے مرے دل کے مین کو نہ بھرتی تھی
قینچی کیطرح ہرگز یہ برزے نہ کترتی تھی | جب لگ نہ تھین یہ باتین کیا خوب گذرتی تھی

کیا کام کیا دل نے دیوانے کو کیا کہیے

مت پوچھ مرے دل کا سرپہ سے گرے ٹلنا | منھ کر کے سیہ گھر سے ہر صبح نکل چلنا
جب رات کہ ہوتی ہی پھر شمع نمط گلنا | ہر روز کا وہ مرنا ہر رات کا یہ جلنا

کیا کام کیا دل نے دیوانیکو کیا کہیے

تقدیر کے لکھے کو امکان نہین دھونا | تقصیر نہین دل کی قسمت کا برا ہونا

حیران ہوں کیا کریگا ترا وعدہ و پیام
گر زندگی عزیز ہے میری تو صبح و شام
اس جھٹ پٹے کے بیچ مرا کام ہے تمام
موقوف گر یہی ہے مرا حاصل کلام
طاقت نہیں رہی ہے مجھے انتظار کی

ممکن نہیں کہ دور ہو مجھسے ترا حجاب
یہ بھی مجھے قبول ہے لیکن کہاں ہے خواب
جلوے سے تیرے خواب میں گر ہوں میں کامیاب
کھویا ہے تیری شرم نے مجھ دل سے صبر و تاب
طاقت نہیں رہی ہے مجھے انتظار کی

ہر دن مرے پیام کا دیتے ہو یہ جواب
واللہ میں نہ مانوں یہ باتیں ہیں بیحساب
ہرگز نہیں ہے تاب تجھے غیر اضطراب
کچھ بھی تجھے شعور ہے عاشق کو اور تاب
طاقت نہیں رہی ہے مجھے انتظار کی

حاصل نہیں کچھ اور مجھے تجھسے اس بغیر
بس کر چکا بہت میں اب اس مرحلہ کی سیر
دن کے تئیں سلام ہے یا رات شب بخیر
ملنا اگر ہے مجھسے تو مل لو وگرنہ خیر
طاقت نہیں رہی ہے مجھے انتظار کی

تمکو تو دست ناز سے اپنے کہاں فراغ
میں عندلیب بیدل و رسوائے باغ باغ
کب ہو سکے ہے مجھسے ملاقات کا سراغ
یہ زمزمہ ہو کب تلک اب مجھسے کو دماغ
طاقت نہیں رہی ہے مجھے انتظار کی

سنتے ہو کچھ نہ کیجو تم ان باتوں پر خیال
گر حس نہووے مجھ میں تو میں باز بان حال
ہنستا ہوں میں وگرنہ کہاں یاں تلک مجال
یہ ہی سدا کہوں کہ میسر ہو کب وصال
طاقت نہیں رہی ہے مجھے انتظار کی

ہو خاک جس زمین پہ سودا کی سال و ماہ
تو آکے اُس طرف نہ کرے تا کہ یک نگاہ
پیدا ہو اُس زمین سے زبان جاے برگ کاہ
تا حشر اس زبان سے نکلے یہی کہ آہ
طاقت نہیں رہی ہے مجھے انتظار کی

مخمّس بستم

وہ مہر وہ وفا وہ عنایات ہو گئی
وہ مہربانی اور وہ مدارات ہو گئی

پوشاک بوئے گل کی کم از صد قبا نہین

مخمس ہیژدہم

ہوا ہے اب کی سودا زو کیفیت سے دیوانا
لبون پہ مہر خاموشی زبان او پر صد افسانا
مزا رکھتا ہے اس عالم مین اکدم اُس سے ملجانا
جو کوئی بات پوچھے ہو تو اشک آنکھون مین بھر لانا
کبھو گھبرا کے رو دینا کبھو ہنس دیکے رہجانا

مخمس نوزدہم

تجھ بن ہوا ستم ہے چمن مین بہار کی
آواز سالتی ہے جگر مین ہزار کی
لگتی ہے آنکھ مین رگ گل نوک خار کی
ساقی خبر شتاب لے میرے خمار کی
طاقت نہین رہی ہے مجھے انتظار کی

مژگان برنگ دیدۂ تصویر روز و شب
حیران ہون زندگانی کا میری ہے کیا سبب
آپس مین آشنا نہین کیسا ہے یہ تعجب
ظالم ہو یہیچ شتاب کہ اس سے زیادہ اب
طاقت نہین رہی ہے مجھے انتظار کی

گر عاشقون کے گھر تجھے آتا ہے ننگ و عار
ابرو ہلال عید کے مانند مجھکو یار
اپنی ہی پشت بام پہ آکر کے ایکبار
ٹک دور سے دکھا دے کہ جون طفل روزہ دار
طاقت نہین رہی ہی مجھے انتظار کی

ظالم شتاب چل کہ تغافل ہی مجھپہ جبر
کافر ہون مین جو تجکو سمجھا لون یہود و گبر
اُنڈا ہے کس بہار سے مژگان مرے کا ابر
ایوب تو نہین ہون کہان تک کرون مین صبر
طاقت نہین رہی ہے مجھے انتظار کی

گذری ہی بات وعدے سی اب وقت ہی ندان
اُکتا کے تن سی پہنچی ہے میری لبونپہ جان
کوئی گھڑی ہی اور ہون دنیا مین میہمان
جائے تشہد اُسکو ہے یہ ذکر آن آن
طاقت نہین رہی ہے مجھے انتظار کی

کیا جانیے کہ تجھ سے ہی کیا بات ہو گئی،

مخمس بست و یکم

ہم کو دکھا جب اپنے تم اطوار رہ گئے
ملنے سے خوبروؤں کے سب اکبار رہ گئے
عاشق کرکے عشق سے انکار رہ گئے
ہونے سے دوستوں میں ہم پیار رہ گئے
یاروں کی پوچھنے سے خبر یار رہ گئے

یاں تک تجا ہے میاں محبوب شوخ و شنگ
تنہا نہ منہ جہان میں کتا لگا ہوا ہے تنگ
خوبوں کے خاندان کو ڈبو دیویں جس کا ڈھنگ
شب دیکھ کر معاملہ تجھ سے مرا پتنگ
پھرنے سے گرد شمع شب تار رہ گئے

فرہاد و قیس کے ہے مجھے عہد سے خبر
مجھ خوش نصیب کا ہے قدم سبز اسقدر
کیا کیا تھے جور و جفا و محبت کے یکدگر
تیری گلی میں غش کرکے مرے حال پر نظر
جانے سے مرغ بھی سوے گلزار رہ گئے

عاشق کے سر پہ جور تو ہوتا ہے بیش و کم
تو نے تو عشق ہی کو اٹھا کر دیا عدم
لیکن ادھر تو دیکھ جفا کار یہ ستم
معشوق کو بھی جب سے سنا کہتے ہیں صنم
بت پوجنے سے بت کے پرستار رہ گئے

شہرت سے تیری مرغ چمن چھوڑ کر چلے
رہنے کا اسکے سایۂ دیوار کے تلے
پروانہ بولے شمع سے کیوں اب کوئی جلے
آنے کا قصد انکے مصمم ہی تھا ولے
ان خوبیوں سے ہوکے خبردار رہ گئے

اک خلق کو غرور نے تیرے کیا ہلاک
کہتے ہیں تجھ گلی میں باواز دردناک
کتنے ہی تجھ سے کرکے گریبان کو اپنے چاک
آئینہ ساں نہ کیونکہ ملیں اپنے منہ پہ خاک
رو دینے سے ہمیں یہ طرحدار رہ گئے

کرنے لگا ہے سبزۂ خط پری سے ساز
پڑھ پڑھ ہر ایک روئے پہ یہ بیت جانگداز
ہے سرو قد بھی نسبت سابق سے کچھ دراز
اس گل میں اب تلک تو وہی ہے غرور و ناز
ہر چند دن بہار کے دو چار رہ گئے

صحبت وہ رفتہ رفتہ یہ ہیہات ہو گئی
جھڑکی تو بد تو ن سے مساوات ہو گئی
گالی کچھوندی تھی سو اب بات ہو گئی

کہنا یہ آن آن مرے گھر سے تو نکل
دشنام دینی شرط محل خواہ بے محل
حرمت مین سب طرح سے غرض آچکا خلل
باقی ہے مار کھانی اب آگے سو آجکل
سُن لوگے تم اسے بھی کہ اوقات ہو گئی

رسوائے خلق خوار جہان اب مین ہو چکا
بے شرم و بے حیا مجھے آفاق نے کہا
ہرگز نہین ہے پند و نصیحت سے فائدا
اب تو مین چھوڑ نیکا نہین اُسکو ناصحا
ہرنی جو کچھ تھی قبلۂ حاجات ہو گئی

رکھنا بچشم خلق مجھے خوار تا کجا
رہنا ہمیشہ درپئے آزار تا کجا
نت اُٹھ کے جور و ظلم جفا کار تا کجا
بس اب ستم سے در گذر اے یار تا کجا
اعمال دل مرے کی مکافات ہو گئی

وعدہ بھی تھا یہی کہ مین آؤنگا دن ڈھلے
لیکن نہ بعد شام کے بیش از دیے جلے
اے آفتاب رہ کے ٹک آنا زمین تلے
پیغامبر نے دیر لگائی تو ہے چلے
دھڑکے ہے دل کہ یہ نہ کہے رات ہو گئی

مسجد مین واعظو نکے تئین لگ گئے ہین پر
زاہد نے ٹھونکا شیخ کو پگڑی اُتار کر
قاضی نے محکمہ مین مچایا ہے شور و شر
مستی سے اُس نگاہ کے لے محتسب خبر
دنیا تمام بزم خرابات ہو گئی

شکوہ جو ہرزگی کا ترے اے میان کرون
پیدا بجا سے ہر بن مو صد زبان کرون
فریاد وضع سے ترے جا کر کہان کرون
ملنا ترا ہر ایک سے مین کیا بیان کرون
عالم سے مجکو ترک ملاقات ہو گئی

ملنے کی تو ہر ایک سے جھوٹی قسم نہ کھا
کل ہی جو میرے ساتھ وہ بازار تک گیا
ہر ایک نے سنا کے مجھے شعر یہ پڑھا
یارو وہ شرم سے جو نہ بولا تو کیا ہوا
نظرون مین سو طرح کی حکایات ہو گئی

فریاد کر کے جس سے کرون داد مین طلب
اس پردے مین طلب وہ کرے تجکو ہی غضب
حاضر ہو دوسرا ابھی تو معلوم ہوئے تب
سودا کسو کو وہ تو ستاوے نہ بے سبب

پیارے غضب خدا کا پڑے اُنکے جھوٹھ پر — اتنا تو سچ ہے کہکے لتھین بہت و بیخبر
عیّارگی سے اپنے وہ ہوشیار رہ گئے

کہتے تھے ہم زمانے کو کیا جانتے ہو تم — دنیا کا نیک و بد کہان پہچانتے ہو تم
صندل کو اپنے ماتھے سے کیون سانتے ہو تم — لیکن ہماری بات کوئی مانتے ہو تم
اپنا سا ہم تو لتنا ہی سر مار رہ گئے

ملنے کو تیرے غیر سے ہم سن کے رہ گئے — دیکھا جو اپنے آنکھون تو سر دھنکے رہ گئے
آتش کے بیچ رشک سے جل بھنکے رہ گئے — دیوانے ہوکے تنکون تلک چنکے رہ گئے
کیا کیا ستم نہ سہکے ہم اے یار رہ گئے

ہے راستی تو یہ کہ وہ ہین لائق جفا — بے غیرتی کو اپنی سمجھتے ہیں جو وفا
تیری گلی سے جب چلے ہم تجھسے ہو خفا — تھا کون سا قدم کہ نہ تھا روسوے قفا
اس مین چھبا کہین جو تنک خار رہ گئے

ہر چند دورۂ فلکی بھی ہے خونفشان — پر چشم سا جو کھینچے تری اُسکو سو کہان
گردش سے تجھ نگہ کے ہیں خونفشانیان — دیکھ انکو رکھ زنخ کے تلے دست کہکشان
حیران ہو آسمان جفا کار رہ گئے

خاطر سے جنکے مجھ پہ شب و روز ہے ستم — مہر اُن کی سہ رُخان کو ہے افزود مبدم
تم خوش رہو اب اور کوئی دیکھ لین گے ہم — آفت نہ تم سے ہووے نچگی کیا ہمکو پھر بہم
گردش سے کب یہ چرخ ستمگار رہ گئے

یان موجب عمل نہ مکافات چاہیئے — یان قتل ذی حیات کو اک بات چاہیئے
یان اک غریب ذبح کو دن رات چاہیئے — یان ان حرامیون کی مدارات چاہیئے
یارون سے دور جنکی سبب یار رہ گئے

نت اُٹھکے دکھ یہ کس سے کٹے کسطرحسے یار — سمجھا کے دل کو جائینگے جس تس طرحسے یار
وون جا دینگے سنجاتے تھے ہم جسطرحسے یار — جا دینگے اب کی یانسے سو ہم اسطرحسے یار
سُن لوگے تم کہ ہو کہین مردار رہ گئے

لے خوش رہ اپنے یارونسے اب ہم تو رم چلے — دے سینہ پر فراق سے داغ الم چلے
رکھ دل پہ دست صبر باندوہ و غم چلے — پیارے ہزار حیف ترے گھر سے ہم چلے

غیروں کے تم نشے سے محبت کے چھک گئے
نزدیک ہے کہ چھوڑ تمھیں وہ سرک گئے
ہم سے اُنھوں کی لاف زنی پر بہک گئے
سب دیکھ فوج خط کے سپاہی سٹک گئے
الفت سے جو کوئی تھے گرفتار رہ گئے

مجھ سا بھلا کوئی ہے ترا اور غمگسار
پوچھوں ہوں تجسے میں بہی رو رو کے بار بار
عارض کے گرد دیکھ کے یہ خط مشکبار
کہہ باغبان قسم ہے تجھے کیا چلی بہار
داماں گل پکڑ کے جو یہ خار رہ گئے

دورے کو آسمان کے جو ہم کرتے ہیں نگاہ
دوہی چلن زمانہ کے دو ہی سمجھوں کی راہ
گردش وہی ستاروں کی دوہی ہیں مہر و ماہ
کیا کل بگڑ گئی نہیں معلوم ہم کو آہ
ملنے سے تم ہمارے جو کیا ر رہ گئے

دل دے کے تجکو یار میں حاضر ہوں جان تلک
پہونچی ہے کار دآ کے مرے استخوان تلک
خواہش ہو سیم و زر کی جواب سو کہاں تلک
غارت کیا جنوں نے مرے مجکو یاں تلک
لی جیب کی خبر تو کئی تار رہ گئے

جانب میں اپنی کرتے ہیں جتنا کہ ہم خیال
ہاں اسکی تو نہ کہئے کہ ہم بعد ماہ و سال
پاتے کسو ہی طرح نہیں موجب ملال
تیرے جو منھ لگے تو کیا عرض دل کا حال
دیکھا نہ پیش رفت تو من مار رہ گئے

چاہا جو ایک وقت تمھیں دیکھنے کو جی
چپکے سنی جو غیر سے تم بات چیت کی
آئے تمھاری بزم میں اپنے لہو کو پی
رہنے کو گھر میں شب کو جگہ تمنے دی تو دی
رخصت ہو ورنہ جا بس دیوار رہ گئے

ملنے کی اپنی شکل تو ہے یہ جو کچھ کہی
سو آرزو تھی دل میں تو یہ بھی رہی رہی
اس پر بھی خوش نہیں ہو اگر خوب یوں سہی
پر غم ہے یہ تمھیں نہوئی ہم سے آگہی
ہر چند کر کے تم سے ہم اظہار رہ گئے

خوبی ہے کیا رقیب میں جو تجکو بھا گیا
تو کوڑیوں کے مول اُسے ہاتھ آ گیا
دلال کون سلتجھے اُس سے ملا گیا
قیمت یہ ایک دل کے تو ظالم بکا گیا
یوسف کے ہاتھ ملتے خریدار رہ گئے

شب جنھیں کی تھی بادہ خوری تم نے بیٹھکر
کہتے پھریں ہیں تمکو وہ کیا کیا جدھر تدھر

عشق آیا نہ ترا جگ مین بھی کچھ کام مرے — خاص کچھ مجکو ہین نام لین کچھ عام مرے
پھرتے ہین کتنے لقب صبح سے تا شام مرے — نام ہین خستۂ و آوارہ و بدنام مرے
ایک عالم نے غرض مجکو کہا کیا کیا کچھ

واہ وا تجھسے میان مجکو توقع تھی یہی — کہ تو اس مرتبہ مجھ ساتھ کرے سنگدلی
کونسی بات ہے جو تیرے لیے مین نہ سنی — طرفہ صحبت ہے کہ سنتا نہین تو ایک مری
واسطے تیرے سنا مینے سنا کیا کیا کچھ

کل مین بیٹھا تھا پئے کلبۂ احزان مین دق — جی مین آیا کہ لکھون خط کہ ہے رسم سابق
آخرالامر مین کاغذ لے بطور عاشق — قبلہ و کعبہ خداوند و ملاذ و مشفق
مضطرب ہو کے لسے مینے لکھا کیا کیا کچھ

میرے نامے کی سنی تمنے عزیزو تحریر — کرو انصاف تم اب جتنے ہو برنا و پیر
ایک لفظ اسمین ہے بیجا تو ہے میری تقصیر — پر کہون کیا رقم شوق کی اپنے تاثیر
ہر سر حرف پہ وہ کہنے لگا کیا کیا کچھ

جو بت ہوش ربا دیکھا ہے تجھ مین مینے — مظہر نور خدا دیکھا ہے تجھ مین مینے
دیکھا جو کچھ سو ملا دیکھا ہے تجھ مین مینے — کیا کہون تجھ سے کہ کیا دیکھا ہی تجھ مین مینے
غمزہ و عشوہ و انداز و ادا کیا کیا کچھ

جیسے ہم آئے تھے ویسے ہی چلے دنیا سے — لائق اس جا مین کسی چیز کے گویا نہ تھے
دور افلاک نے یان نشو و نما دی نہ کسے — ایک محروم چلے میر ہمین دنیا سے
ورنہ عالم کو زمانہ نے دیا کیا کیا کچھ

مخمّس بست و سوم

مے کشو بجھو ہو کیون مجھ دل افگار کے ساتھ — کچھ مجھے کام نہین بادۂ گلنار کے ساتھ
جو رکھون ذوق ملاقات مین خمار کے ساتھ — جی مین چہلین تمہین مے سو تو گئین یار کے ساتھ
سر پٹکنا ہی پڑا اب در و دیوار کے ساتھ

کیا کیا وعدے کیے تھے تمنے کہو ہمسے دان — کہ شگفتہ ہے چمن جلوہ گر اور آب روان

جا نکلے جو کوئی تھے سزاوار رہ گئے

سودا کی تم نہ مانیو یہ لن ترانیان　　اس گفتگو کے کرنے سے گھستی نہین زبان
جو کچھ کوئی کہے وہ سنا کیجے مہربان　　تجھ کو کہے عاقلون کی چھٹ اسکی جگہ کہان
ور سے اٹھا دیا پس دیوار رہ گئے

مخمس بست و دوم

ایک تاریخ جو دیکھی تو پڑھا کیا کیا کچھ　　کیا کہون مین کہ مورخ نے لکھا کیا کیا کچھ
وہ تو وہ زیر فلک ہو نہ چکا کیا کیا کچھ　　ہمسے اب آگے زمانے مین ہوا کیا کیا کچھ
تو بھی ہم غافلون نے آکے کیا کیا کیا کچھ

کیا کہون تجھسے مین نقصان کی اپنے باتین　　پانی پہونچا نہ سکے جاکے نہون تک آنکھین
راہ بیچارون نے پائی نہ کہ وانسے نکلین　　دل جگر جان یہ قسمت ہوے سینہ مین،
گھر کو آتش دی محبت نے جلا کیا کیا کچھ

کیا کہون مین کہ ترے عشق مین کیا مجھپہ ہوا　　جیسے کہتا ہے کوئی ہو ترا صفا صفا
زندگی کے غرض اسباب سے اب کچھ نہ رہا　　دل گیا صبر گیا ہوش گیا جی بھی گیا
شغل مین غم کے ترے ہمسے گیا کیا کچھ

ناصحا تونے تو چاہا بہت اے بد گفتار　　نہ رہی عشق کی مجھ پاس متاع بازار
شکر صد شکر بدرگاہ خدا بلکہ ہزار　　حسرت وصل و غم ہجر و خیال رخ یار
مر گیا مین پہ مرے جی مین رہا کیا کیا کچھ

عشق بازو نہین مرا کیو نکہ ہو جانا شاق　　کوئی جگ مین نہ رہا تیرے رفیق عشاق
چھوڑا مین قافلہ سالار ہو یہ کہنہ رواق　　درد دل زخم جگر کلفت غم داغ فراق
آہ عالم سے مرے ساتھ گیا کیا کیا کچھ

اس ارادے سے دلا سیر نہ کر گلشن جہان　　کس سبب یانسے بگڑتا ہے بنے ہی کیون فلان
حال مین مست رہ اپنے تو سدا اے نادان　　تجکو کیا بنتے بگڑتے ہیں زمانے کے کیان
خاک کن کن کی ہوئی صرف بنا کیا کیا کچھ

بستم از خانۂ رندان کم اگر کس بر برد

معصیت ہی مین گذرتی ہے جو میری اوقات — لیکن اس سے نہین تقوے پہ کسیکی اوقات
یاروانصاف کرو کچھ بھی ہے معقول یہ بات — ورد اپنے کے عوض شیخ نے کل ساری رات
سبحہ در دست گرفت و گنہ من بشمرد

اس عداوت کا مین بلدو نہین پاتا ہون بھید — کرکے دیوار مین اپنی وہ سر شام سے چھید
صبح تک جھانکے تھا بیٹھا خرف ریش سفید — کرکے کینے سے فراغت مجھے دی آکے نوید
چشم ما را بتماشاے تو شب خواب نبرد

جی مین آتا ہے کہون جاکے مین اس احمق سے — ستر دیوار کی محراب ہی کیا کم شق سے
کون جانے پر اب ایسے خر مطلق سے — لیکن اتنا تو کہون گا کہ گذر مت حق سے
جرم ما روز قیامت بتو خواہند سپرد

واقعہ مین ہوا زاہد کو جو مکشوف یہ حال — گیا عابد کنے وہ پیٹ کو پکڑے فی الحال
کہا اک شخص نے شب ایسے کیے ہین اعمال — جو ہین اپنر گئی میری نگہ چشم خیال
دل پر خون مرا پنجۂ مژگان افشرد

کیا کہون انکی غرض کشف و کرامات کی بات — یہ بھی انسے نہ خصوصاً مری اوقات کی بات
پہونچنا عرش تلک انکو ہے اک بات کی بات — ملکی وہم مین ہے انکی یہ بس رات کی بات
کہ ازین ہر دو یکے را بسوے عرش نبرد

جلوہ گر رات جو ان دونون نے دیکھا مہتاب — کرکے یہ قصد کہ پی ہوگی فلانے نے شراب
مانگا قاضی سے جو اعلام دیا اسنے جواب — زاہد خشک ہوا غم کے انگارون پہ کباب
عابد پاک بجز خون جگر ہیچ نخورد

شیخ جا گاہی کرے جرم مری گننے کو — زاہد خشک کے ٹپکا کرے آنکھون سے لہو
عابد پاک بجز غم کے نہ کچھ کھاے کبھو — بہتر آنست ازین کار بگردانم رو
ورنہ زین غصۂ بیہودہ یکے خواہد مرد

سودا اس قوم سے کہ بھاگین اب اس پیشہ سے — زرگرین فرہاد صفت سر یہ مرے تیشہ سے
دل کو اپنے نہ رکھین دور اس اندیشہ سے — مین بھی ہر ایک کے واقف ہون رگ و ریشہ سے
خاطر ہیچ من یار نبا یہ آزرد

سو تو ان چیز دن مین اک چیز نہ دیکھی مین یہان　　یار و کہتے تھے جو تم لالۂ و گل ہین سو کہان
سر پٹکنے تو نہ آیا تھا مین کہسار کے ساتھ

ہمکو تو قید قفس کی نہ تھی کچھ تم سے امید　　کہ ہمین دام مین لا کر دو ین ظلم شدید
فصل گل حیف ہے جاتی ہی چمن سے بن دید　　ہاے صیاد یہ انصاف سے تیرے تھا بعید
اسقدر ظلم و ستم اپنے گرفتار کے ساتھ

عندلیبون کے لگین زمزمہ عالم کو بھلے　　قمری کو سرو چمن لیتے ہین سایہ کے تلے
اور شبنم کے تئین گل بھی لگاتے ہین گلے　　اک ہمین خار تھے آنکھون مین سبھون کے سو چلے
بلبلو خوش رہو تم اب گل و گلزار کے ساتھ

یار و چاہو تو مجھے قیدی جاوید کرو　　رو برو میرے مرا لا کے وہ خورشید کرو
دام تزویر مین مت میرے تئین صید کرو　　مین دیوانا ہون سدا کا مجھے مت قید کرو
جی نکل جاویگا زنجیر کی جھنکار کے ساتھ

شوخ نے پردے سے جسوقت کہ مکھڑا کھولا　　پہلے میزان محبت مین سبھون کو تولا
آخر عاشق کو لے اس رنگ مین اپنے گھولا　　جب ملا یار سے تب آپ انا الحق بولا
ورنہ منصور کو کیا کام تھا اس دار کیساتھ

سن لے آخر کہ یہ ہے عشق نپٹ دام بلا　　اسکے پھندے مین جو کوئی دل کی محبت سے پھنسا
یا تو سودائی ہوا یا تو ہوا وہ رسوا　　عشق غم کے درد کا اب بوجھ اٹھاے سودا
کیا ہے نسبت خر عیسی کو ترے بار کے ساتھ

مخمس بست و چہارم

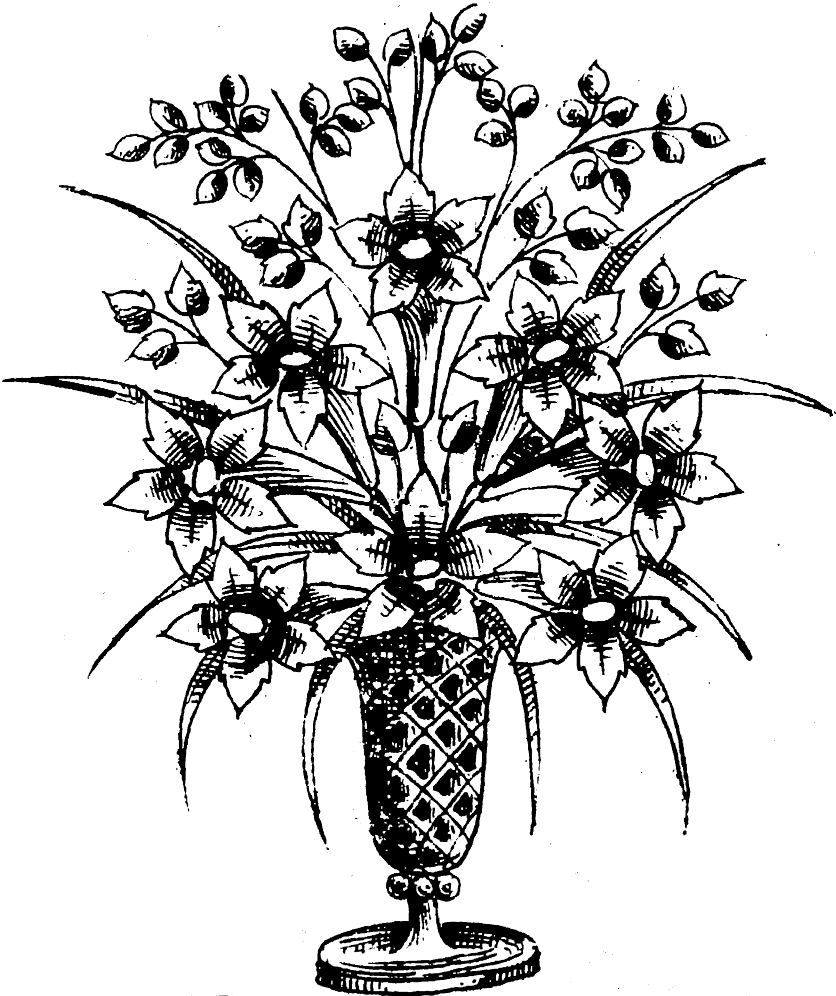
عیب گو کی جو ہوئی اندنون مجھسے درخورد　　دل مین ہیچ از آن حال غم و غصہ نخورد
سن لے اک بات مری گو کہ مین تیرا ہون خرد　　ہر کہ عیب دگران پیش تو آورد و شمرد
بیگمان عیب تو پیش دگران خواہد برد

کیا ہوا مجھ سا اگر ایک ہے جگ مین معیوب　　نہ مین طالب ہون کسی کا نہ کسی کا مطلب
یا مجھے بد کوئی سمجھا کرے یا جانے خوب　　کرونگا وہی جو کچھ طبع کو ہوگا مرغوب

نخل بے بار پڑے سوکھی پڑی ہین روشین
مسکراتا تھا جہان غنچۂ و گل ہنستا تھا
جس جگہ جلوہ نما رہتے تھے سرو و شمشاد
دیکھتا کیا ہون مگر سوکھی سی اک شاخ اوپر
بدم سرو و بصد حسرت و صد سوز جگر

خاک اڑتی ہے ہر اک طرف پڑے ہین خس و خار
اشک شبنم کے بھی قطرہ کا نہین وان آثار
مشت پر قمری کے اُس جا نظر آئے اک بار
عندلیب ایک ہے بے بال و پر و دل افگار
دیکھکر سوے چمن کہتی ہے با نالۂ زار

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد



مخمس بست و پنجم

کرے جو ظلم و ستم کرنے دو ہوا سو ہوا   جفا و ظلم ستی مت ڈرو ہوا سو ہوا
یہ میرے غم کی نہ شہرت کرو ہوا سو ہوا   جو گذری مجھ پہ مت اُس سے کہو ہوا سو ہوا
بلا کشان محبت پہ جو ہوا سو ہوا

اگرچہ روز ازل سے تھی میری یہ تقدیر   کہ دام عشق میں اپنے کرے مجھے تو اسیر
کرے جو ذبح تو مجھکو پچھاڑ جوں نخچیر   مبادا ہو کوئی ظالم ترا گریبان گیر
مرے لہو کو تو دامن سے دھو ہوا سو ہوا

وہ کون دن تھا کہ ہم بھی ہوے تھے یار ترے   کسی طرح سے ترا دل بھی اس جفا سے پھرے
اگر کہے تو یہ آ کر ترے قدم پہ گرے   خدا کے واسطے آ درگذر گنہ سے مرے
نہ ہوگا پھر کبھو اے تند خو ہوا سو ہوا

کیے ہیں جن نے دوانے کئی ملک یارو   دکھاکے چہرے کی اپنے ٹک اک جھلک یارو
ہوا ہے میرا بھی قاتل وہ یک بیک یارو   پہونچ چکا ہے سر زخم دل تلک یارو
کوئی سیو کوئی مرہم کرو ہوا سو ہوا

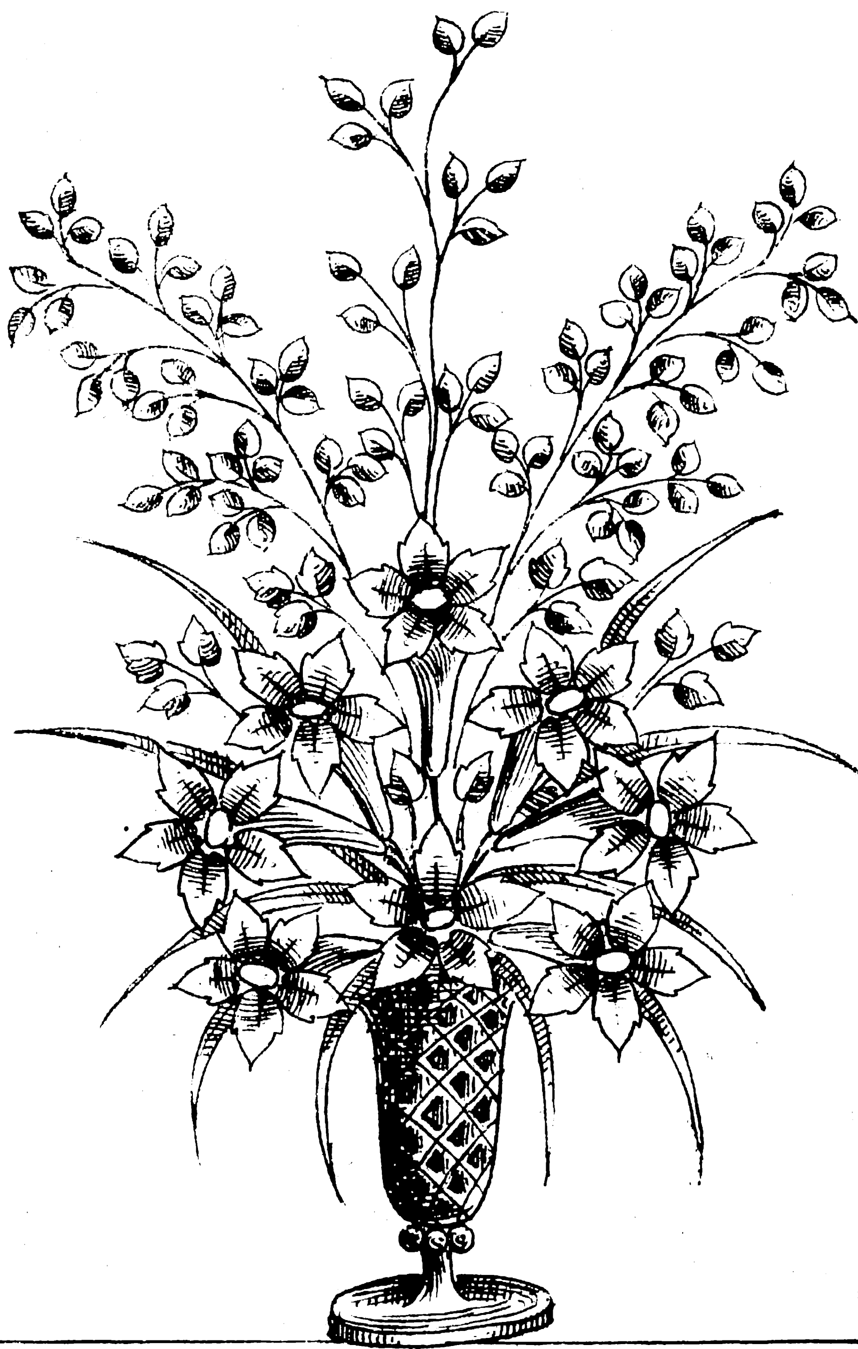
دیا ہے آپ سے تمنے جو دل کو اپنے کبھو   تو چاہیے کہ رہو ہاتھ اُس سیتی تم دھو
عبث ہے یہ کہ جو باتیں کرو ہو تم رو رو   یہ کون حال ہے احوال دل پہ اے آنکھو
نہ پھوٹ پھوٹ کے اتنا بہو ہوا سو ہوا

دلوں کے قتل کے تئیں الامان ہے سودا   جنوں کی فوج کا یارو نشان ہے سودا
کیا جب اُن نے قلندر رندان ہے سودا   دیا اُسے دل و دین اب یہ جان ہے سودا
پھر آگے دیکھیے جو کچھ کہ ہو ہوا سو ہوا

تضمین

باغ دلّی میں جو اک روز ہوا میرا گذار   نہ وہ گل ہی نظر آیا نہ وہ گلشن نہ بہار

رُباعیات



مخفی مین رکھا داغ کو اور لالہ نے
چھاتی کو کہ و مہ کے تئین دکھلایا

اُس چشم و مژہ سے دل دیا تھا اٹکا
اب لا سر زلف سے رکھا ہے لٹکا
یہ خانہ خراب عشق جس نے یارو
پھونچا کے فلک پہ پھر زمین سے پٹکا

تیشہ سے جو کوہکن نے سر کو پٹکا
شیرین کا یہ سنکے جان تن سے جھٹکا
دے درد کی داد کیا ہمارے کوئی
ناخن کا جگر پہ کب مٹنے ہے کھٹکا

اُس آتشی خو سے دل یہ کیونکر اٹکا
جس مین کہ رہا نہ زندگی کا کھٹکا
طاقت نہین نالہ کی اب اُسکو تیرا
کچھ ذکر ہوا تو کوئلا سا چٹکا

مین دیر و حرم ڈھونڈھ کے یارو ہارا
دونون مین نہ پایا اُسے جز اندھیارا
دل داغ سے روشن ہوا جسدم جون شمع
اپنا تن و جان اپنے قدم پر وارا

ہے زیر فلک جتنی کہ یہ موجودات
ہر ایک کی اک طرح کٹے ہے اوقات
اے شیخ کیا خوب یہ ہمنے تحقیق،
سیخی و کرامت ہے بن آئے کی بات

باریک و طویل اتنا ہوا کسکے پوت
جز باپ کے تیرے کہ وہ ہے بڑکا بھوت
یون قابلہ نے تجکو نکالا دان سے
جون بھان متی ناک سے نکلے ہی سوت

ہر چند بچانے کی کرو چوٹ سے اوٹ
لگ جاتی ہے چوٹ پر مقرر ہی چوٹ
عاشق تو کبھی آپ ہوا ہے مائل
جاوے کیونکر بھلا نصیبون کی کھوٹ

سودا کو مین پایا مے وحدت مین مست
اُس سے نہ کسی شیشۂ دل کو ہے شکست
ناقوس و اذان سنکے یہ بولے آزاد
اے برہمن و شیخ صدا را عشق ہست

ایوان عدالت مین تمھارے اے شاہ
کیا ظلم کو ہے دخل عیاذاً باللہ
شیشے کا جو وان طاق سے پڑے ہے بایون
پتھر سے نکلتی ہے صدا بسم اللہ

مومن نہین زنار سے میرے آگاہ
اس رشتے کو ہے سبحۂ اسلام مین راہ
اس بت کا برہمن ہون کہ ہم صوفی و شیخ
کہتے ہین جسے دیکھ کے اللہ اللہ

مجکو ہر چند نہین شیعہ دشمنی سے کام
پر یہ سمجھا ہون کہ اس دور مین تھے بارہ امام
ان سوا ہو جو کوئی ہے وہ امام تسبیح
اس تلک جاے سے موقوف ہو اللہ کا نام

تا دیدنی از بسکہ ہے روے عالم
ہے کفر ملاقات جو کیجے باہم
کرتا ہون کہین جانیکا جسوقت کہ عزم
در در آن کے سودا مرے پکڑے ہے قدم

ہر سو تری تحقیق مین تھے ہم سرگرم
تھا گاہ یقین کعبے پہ گہ دیر پہ بھرم
پایا غرض آپ ہی مین سنجھے پر اونکو
سجدہ جو کیجیے تو نہیں رہتی شرم

تجھ پاس گدا کب آکے ایسا بولا
جسکو نہ جواہر مین تولیں کر تولا
یان تک تو ترے ہاتھ نے بخشے یاقوت
جب طشت نے وقت فصد دامن کھولا

گر یار کے سامنے مین رو دیا تو کیا
مژگان مین جو لخت دل پرو دیا تو کیا
یہ دانۂ اشک سبز ہونا معلوم
اس شور زمین مین تخم بو یا تو کیا

اے شیخ حرم تک تجھے جانا آنا
یہ طوف بھلا ہے کا ہے تانا بانا
پہنچائیگا وان کیا اوسے حیران ہون مین
جسکو حرم دل مین نہ تین پہچانا

جب سے چمن حسن مین تو در آیا
عصمت نے تری خلق مین شہرہ پایا

جی مین ہے نہ اٹھیے تا بہ صبح محشر
اس رات کو سوئیے کچھ ایسا کھا کر

کل آکے جنھون نے بے وفا سے پاکر
مین ترک کیا تھا عشق قسمین کھا کر
سن آج کی بات کیا کہین گے مجکو
کس منھ سے دکھاؤنگا منھ انکو جا کر

اے صورت انسان دحقیقت مین خر
وے سفلہ تو تیرے طلب پوچ ولچر
زر سے ہے کہ و مہ کے خریطے کی قدر
ہے پوچ خریطہ جو نکل جاوے زر

اے داب قوانین جہان کے دستور
ہم چشم کی حرمت نہ تجھے سب کی منظور
الطاف وکرم کا ہے جہان مین جو کام
ایزد نے کیا اسپہ تجھی کو مامور

دنیا ہمین کہتی ہے کہ دل مجھسے موڑ
تجھ فاحشہ پر تو نہ یہ جی جامہ توڑ
داڑھی کی سیاہی پہ سفیدی دوڑی
اب رات نہین صبح ہوئی ہے بس چھوڑ

اے نفس دنی حرف کو میرے کر گوش
دنیا کی طلب مین جو ترا ہو ہمدوش
اس جیفہ پہ غرانہ اسے دیکھ کے سگ
تیرا ہی تو ہم جنس ہے وہ بھی خاموش

سودا دہن یار کے ہوتے رکھ ہوش
تعریف نہ کر غنچۂ گل کی خاموش
وہ بد دہن اتنا ہے دیوانے جسکا
ہنسنے مین دہن پھیل کے ہو جاے ہے گوش

ہر چند کیا ہے ہمنے جہان مین تحقیق
ہوتی نہین ہم سے ایک ودو کی تفریق
اے دل نہ شناوری مین ہو اسکے غرق
بحر توحید ہے نہایت ہی عمیق

سودا پئے دنیا تو بہر سو کب تک
آوارہ ازین کوچہ بآن کو کب تک
حاصل یہی اس سے نا کہ تا دنیا ہو
بالفرض ہوا یون بھی تو پھر تو کب تک

کیا زلف مین اُس شوخ کے تھی دبکی صبح
جب زلف کو مین ہاتھ لگایا اودھر
جون شام سے ہوتی ہے کسی شب کی صبح
ہمسایہ پکارا کہ ہوئی کب کی صُبح

گر مر سے بلندی مین ہوا تو وہ چند
جتنے کہ بلندون کی ہین نظرون مین پست
پستون کی طرف دیکھ کے مت ہو خرسند
پستون کی بھی نظرون مین ہین اُتنے ہی بلند

یارب ہو مدام تجکو حق کی تائید
ہر روز رہے تجکو سرور نوروز
اور ہوئے سدا دولت و اقبال مزید
آیا کرے تا گھر مین شرف کے خورشید

جس ذات کو آفاق مین کہتے ہین احد
گر ہندسہ دان ہے تو سمجھ لے تعداد
وہ اور امام ایک ہین نزد خرد
گنتے ہین احد کے بحساب ابجد

ہے فوج سے غمزہ کے نہایت بیداد
یہ حال رہے ہے دل کا جیسے دہقان
نت اُٹھ ہے مرا خرمن طاقت برباد
لٹتے ہوئے کھیت کی کرے ہے فریاد

اے دوست تجھے دل مین تو پاتا ہون حضور
تجھ کنہ کو لیکن نہ کبھو پہونچا فہم
آنکھون مین تری ذات کو دیکھون ہون نور
اے این ہمہ نزدیک تو کتنا ہے دور

افسوس کریمون مین نہین یہ دستور
جھکتا ہے اگر شاخ ثمردار کا ہاتھ
مفلس پہ کرم کرکے نہو وین مغرور
پھل دے کے وہین آپ کو کھینچے ہی دور

کتنون کا جہان مین زر و مال ہے شکر
یون شکر تو سب کرتے ہین لیکن سودا
کتنون کا ہی با دولت و اقبال ہے شکر
شاکر ہے وہی جسکو بہر حال ہے شکر

کیا جانے بسا ہے آج کسکے جا کر
آتی نہین نیند مجکو تنہا پا کر

اتنا ہے بڑا ہمکو کیا خالق نے	خلقت کی نظر مین نہین آسکتے ہم
مظہر کا ہوا جو قاتل اک مرتد شوم تاریخ وفات اُسکی کہی از روے درد	اور اُسکی ہوئی خبر شہادت کی عموم سودا نے کہ ہاے جان جانان مظلوم
کیونکر کہون تجھسے یہ کہ مجھسے مل تو جانے گا تب ہی تو اس محبت کی قدر	مین شیشہ ہوا جہان مین ظالم سل تو تیرا دل مین ہون اور میرا دل تو
دکھ تفرقہ کا یارون کے کچھ مت پوچھو دیکھین ہین لب زخم کہین سیتے وقت	جب شکل ملاقات کی باہم یون ہو آپس مین جو ملتے ہین تو لوہو رو رو
آ تو کہے آخون بلاؤں مجھکو موقوف کرو ناز کو سب کے بدلے	ہر عشوہ پہ اپنے نہ رجھاؤ مجھکو بھرپیٹ ملیدا ہی کھلاؤ مجھکو
سودا شعرا مین ہے بڑائی تجھکو عالم نے تجھے اس فن مین پیمبر سمجھا	تشریف سخن عرش سے آئی تجھکو پوجا جہلا نے بخدائی تجھکو
خلعت یہ ہوئے تجکو جہان کے دلخواہ قائم یہ نیابت رہے تجکو اسطرح	کیا قد پہ سجا ہے تیرے اللہ اللہ جون نائب خورشید فلک پر ہی ماہ
سایا ترا اے نخل امید کہ دمبد بڑھتا ہے نے نیزہ گرہ سے جسطرح	اس ملک کے دائم ہے ہر قریہ و دہ دے طول تری عمر کو یون سالگرہ
ہرچند کہ مخلوق ہین حق مین کہ دمبد ازبسکہ عزیز نقد جان ہے تیرا	پر تجکو کیا ہے حق نے ان سب سے بہ دیتا ہے خدا اس لیے ہر سال گرہ

اے خلق کے قبلۂ امید و آمال
تا پہنین خلعت بہاری اشجار
شاد آج ترے دوست ہین دشمن پامال
ہو خلعت نو تجکو مبارک ہر سال

ہے حرص و ہوا تن کی ترے ہر مو مین
داتا تو زبردست ہے منگتا کم زور
عالم نے قناعت کی مچائین دھومین
قانع جو نہوئین تو بھلا کیا چومین

دیکھین نہ تو روتی ہین یہ آنکھین دن رین
ناحق کا انھون نے یہ بسایا کیا پاپ
اور جلتی ہین ساتھ اور ونکے دیکھ اسکے سین
دیکھے نہ انھین چین نہ بن دیکھے چین

سودا کی ہے یہ عرض یقین اسکو جان
جان بخشی کو افغان کی زراہ منت
کیا تاب جو مقدم پہ ترے آوے یہان
آتش یہ ہوئی تیرے غضب کے قربان

اے بے تو مدام آب در دیدۂ من
ہر لحظہ مرا بطنز می گوید بخت
وے خون دل خراب در دیدۂ من
بیدار تو ئی و خواب در دیدۂ من

اے منبع فیض و ملجاے خاص و عوام
تو ام رہے دل سے تیرے شادی ہمدم
جاری رہے ہند مین ترا ہی احکام
تجھ کو بجہان ہو جشن نوروز مدام

شاہا تری طرف ہے نگاہ عالم
قائم رہے تا حشر ترا جاہ و جلال
از بس تری ذات ہے پناہ عالم
روشن جون آفتاب شاہ عالم

مولا کا اگر عبد ہو کیسا ہی ندیم
تہدید گنہ گرچہ ہے لازم لیکن
یون چاہیے افزون رکھے امید سے بیم
ہے عفو بہ از قصاص از بہر کریم

منہ پھیرے ہے گو دیکھ کے ہمکو عالم
قدر اس سے کچھ اپنی نہین ہوتی ہے کم

آنکھین کہین بھوون سے کہ حصہ کیجے آتی ہے مجھے شرم میان یہ دل ہے	ہر ایک پلک چاہے کہ آپ ہی لیجے جو اسکی ہو قسمت سو اسے کر دیجے
آیا ہون تنگ دور رہتے رہتے روتا ہون کہ سیل اشک جاری ہووے	لوگون سے تمہارا پیام کہتے کہتے پہونچون مین گلی مین اسکی بہتے بہتے
افسوس کہون مین کس سے اپنی کھٹکی اس آنکھ نے چین جی سے کھویا سودا	قالب سے پھرے ہے روح بھٹکی بھٹکی یہ خانہ خراب جس سے اٹکی اٹکی
سرمایۂ عیش کامرانی تو ہے گر تو ہی نہ آوے تو یہ جینا کس کام	آرام دل و مونس جانی تو ہے میری تو مراد زندگانی تو ہے
ہرنون کو اے آہون شکاری میرے دیکھے تو جیسے موت کے چنگل کے بیچ	ہر دشت مین پھرتے ہین قرار دل گھیرے گرد اسکے کرین آن کے سو سو پھیرے
مرے خون ناحق کی دے کر گواہی کہا مین کہ لازم ہے کیا قتل میرا	شہادت کو میری ہے بس بیگناہی لگا کہنے ہنسکر کہ خواہی نخواہی
افسوس ہماری عمر روتے گذری دیکھا نہ کبھی خواب مین اپنا یوسف	نت دل سے غبار غم ہی دھوتے گذری ہر چند تمام عمر سوتے گذری
اس ریختے کو فارسی مین گو کیجے مضمون کثافت سے برودت کے ساتھ	یا فارسی سے ریختہ اسکو کیجے خرقہ تو نہین ہے جسے سنگ شو کیجے
گر ہجو پہ سودا کے اسے رغبت ہے	ہونے دو کہ گیدی کے تئین رجعت ہے

ناطق تو نہ تھا جب تو سنے تھا تب کچھ
با نطق کی دولت سے تبھی ہے سب کچھ
خاموشی مین نے تھا ہی کچھ اور نے ہوگا
گفتار کے عالم مین ہے سودا سب کچھ

جہان کے بحر مین اے دل لباس اتنا چاہ
کہ جون حباب وہی پیرہن وہی ہو کلاہ
تو کس تلاش مین سر مارتا پھرے ہے کہ عمر
برنگ رشتۂ سوزن ہے ہر قدم کوتاہ

دکھ دل کا کوئی جو تجھسے کہہ رو دے
اوقات وہ صبر کے بھی ناحق کھووے
بیدرد ہے وہ درد مین ہو تجھسے جو فرق
باہم جو معاوضہ دکھون کا ہووے

چاہی تھی بتون کی آشنائی ہمنے
پر عقل کی مانی رہنمائی ہمنے
اس دل کے کنار سے ہمارے یارو
کچھ آگ لگی تھی سو بجھائی ہمنے

سودا بجہان اپنی زبانی تو ہے
آفاق مین خاقانی ثانی تو ہے
گو نطق کا ہر چند نہین تو خالق
پر نطق کا خلاق معانی تو ہے

خاوند وہ ایسا ہے کہ عالم کو دے
دارا کو نہ تنہا نہ فقط جم کو دے
پہونچا کے بہم دیکھ تو کیا کیا نعمت
کھاوے نہ اُسے آپ وہ اور ہم کو دے

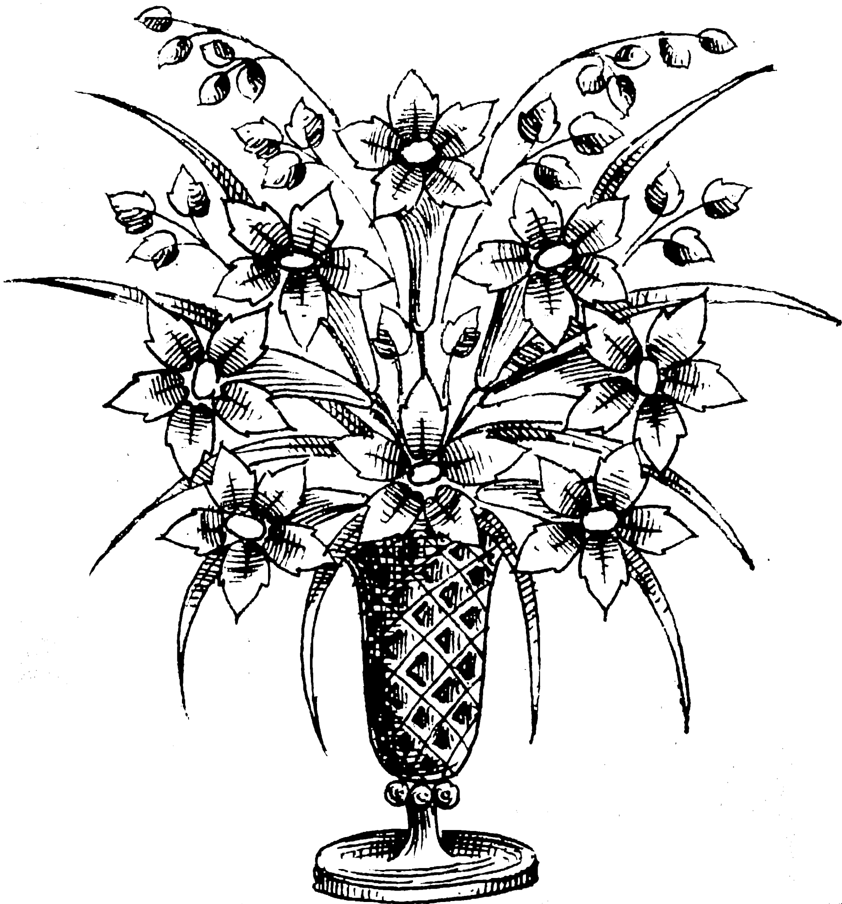
جینا یہ ترا وہم کا اک ریشہ ہے
اور فکر معیشت کی ترا پیشہ ہے
مرتا نہ تو کیا جینے تو کیا کرتا
اے خانہ خراب اسپہ یہ اندیشہ ہے

آنکھون سے پڑا اشک مرے ڈھلتا ہے
سر کب سے ترے پانون تلے رلتا ہے
اے غنچہ دہن پیار سے ٹک ہنس کے بول
کیا دل ہے مرا تو کہ نہین کھلتا ہے

کوتاہ نہ عمر مے پرستی کیجئے
زلفون سے ترے دراز دستی کیجے
ساقی جو نہو شراب ہے آج وہ ابر
پانی پی پی کے فاقہ مستی کیجے

لوگی سے مین دنیا کی کہا یون جا کر	سُن لے بے پرد
اب ایک کی ہو رہ نہ پھرا کر گھر گھر	تین صورت نزد
بولی کہ جو کوئی مرد ہے سو تو مجکو	رکھتا ہی نہین
باندھی ہے جنھون نے مرے رکھنے پہ کمر	سو ہین نامرد

خاتمة الطبع - الحمد للہ والمنة کہ اس زمانہ میمنت اقتران مین کلیات سودا
جلد اول باہتمام کیسریداس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ باہ اکتوبر ۱۹۳۲ء بار پنجم
مطبع منشی نولکشور لکھنؤ مین چھپا



موزون نہ کرے شعر کو اپنے احمق
کرتا پھرے ہجو لوگون کی ندرت ہی

گر ہجو مری کہنے سے اس پر ہو نگاہ
تا یہ بھی سکے جاتے مجھے خلق اللہ
سو دہم تمھارا ہے مین اور آپ کی ہجو
لاحول ولا قوۃ الا باللہ

بیٹ اپنا ہر اک طرح سے ساجد پالے
کوا دہ چیل وہ گلہری کھالے
مینڈک چھوڑے نہ چھپکلی نے ساہا
اسکے پھرے ہین ڈھونڈھتے لڑکے بالے

رباعیات مستزاد

دنیا کی طلب مین دین کھو کر بیٹھے
ہو کر گم راہ
کرنا ہی نہ تھا جو کام سو کر بیٹھے
اے عقل تباہ
ہے عارضی خانہ جسم خاکی سودا
بے شبہہ وشک
سو مالک ہی اسکے آپ ہو کر بیٹھے
سبحان اللہ

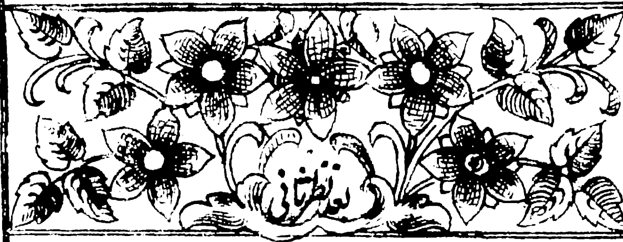
طاقت نہین رونے کی بہت ہجر سے تیرے
گو دل مین یہ غم ہے
کوئی دم کی رمق ہے اب تن مین جو میرے
سو چشم مین نم ہے
بھرے ہی نہین یان کبھو پھرتا ہے اے یار
اور جائے ہے سب جا
کیا مجھسے ترا جرم ہوا سانجھ سویرے
جو اتنا ستم ہے

ہر چند جہان مین کم ہین وا فرہم ہین
کر دیکھو نگاہ
منزل بھی ہمین ہین اور مسافر ہم ہین
ہر شام و پگاہ
کعبے مین شیخ بتکدہ مین ہندو
بیرنگ و برنگ
کس بوقلمون صنم کے کافر ہم ہین
اللہ اللہ

بہ نعم چمن سیرابی باغ سخن اکتفا کا وقار تازگی بخش گلشن گل و ریحان



کلیات سودا



مطبع نامی گرامی منشی نولکشور لکھنؤ میں طبع ہو کر منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوا

باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

نگاہ کیمیا تاثیر تیری
طلا معدن مین کر دیتی ہے فولاد

کیا مت حاصل اُن کو پل مین جو تھے
غرور و کبر مین ثانی شدّاد

سمجھتے تھے وہ قوم عاد سب کو
اور اپنی تیغ کو سب قوم برباد

ہر اک اپنے تئین مردانگی مین
گہے رستم سمجھتا گاہ پہلاد

ندان آئے جو میدان مین صفین باندھ
طلب کر روح دردیزہ سے امداد

مقابل ہوتے ہی افواج دین کے
اُنھون سے آگے بھاگے اُنکے ہمزاد

بہت سے دست دیا ملے اُنھون نے
نہ پہونچی روح دردیزہ بفریاد

غرض اس فتح و فیروزی سے جسدم
ہوا دل دوستون کا خرم و شاد

تو مین ہاتف سے پوچھا سال تاریخ
وہ بولا ہے یہ فتح تو خدا داد

قطعۂ مبارکباد عید در مدح نواب وزیر الممالک شجاع الدولہ بہادر

یہ روز عید ہے آفاق مین ہے رسم قدیم
موالی چاہیے مولا کو نذر دین زر و سیم

بقدر رتبہ کے حاضر ہوئے ہین لیکر نذر
جو تیرے دامن دولت کے سایہ مین ہین مقیم

کوئی توسل سے آیا ہے اور کوئی یاقوت
سخن وہ نذر کیا مین کہ بہ ز دُرِّ یتیم

گر اس جناب معلی مین پاوے عزّ قبول
زہے سعادت طالع مرے زہے تکریم

اگرچہ کیا ہون مین اور کیا ہے میری نذر اسجا
یہ بات سمجھے ہے وہ شخص جو کوئی ہے فہیم

نشاط و خوشدلی و عیش تجھکو لے کہ نذر
ہلال عید نے قد خم کیا پے تسلیم

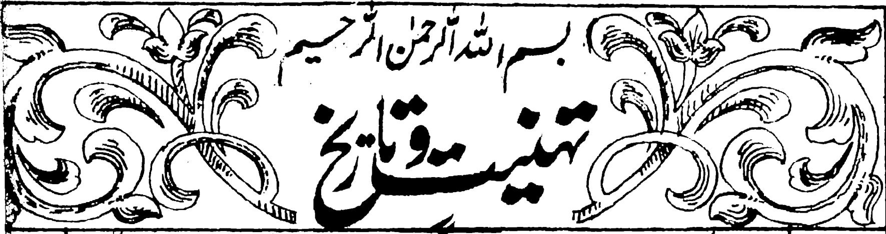
دعا کرے ہے یہ سودا کہ منشی تقدیر
کرے شمار قلمرو مین تیرے ہفت اقلیم

کرو رعید کی دے خلق تہنیت تجھکو
رہے ہمیشہ ریاست کا تیرے سر دیہیم

قطعۂ مبارکباد تولد شدن پسر نواب وزیر الممالک آصف الدولہ بہادر

صبحدم آج دل خلائق کا
مین جو پایا پُر از نشاط تمام

پیر عقل اپنے سے کیا مین سوال
اسکے موجب سے کر تو مجھسے کلام



بسم اللہ الرحمن الرحیم

تہنیت و تاریخ

قطعۂ مبارکباد عید در مدح عالمگیر بادشاہ ثانی خلد اللہ ملکہ

نوید زیر فلک یون ہوئی ہے شہرۂ عام
ہلال عید سے گھر گیا ہے ماہ صیام

دہل بجا کے منادی کا دے انھون کو خبر
جہان کے بیچ یہ مشہور ہے جنھون کا نام

نشاط و جشن و طرب خرمی و امن و امان
خوشی و خوشدلی و عیش و عشرت و آرام

صبح عید یہ حاضر ہون تہنیت کے لیے
اُس آستان پہ کہ ہیگا وہ سجدہ گاہ انام

وہ بارگاہ ہے ایسے جناب کی جسکا
گنے ہے آپکو نہ پشت سے سپہر غلام

عزیز دولت و دین بادشاہ عالمگیر
ضعیف کفر سدا جس سے اور قوی اسلام

رہے وہ خسرو ہندوستان کہ ہین جس کے
بلند رتبہ سلاطین عصر سے خدام

جہان پناہ پس از عرض تہنیت سودا
یہ چاہتا ہے دعائیہ پر ہو ختم کلام

اس آستان فلک مرتبت پہ تا بہ ابد
رہے کنیز شب قدر روز عید غلام

قطعۂ مُبارکباد وزارت نواب آصف الدولہ بہادر

تدبیر شہنشاہی و تقدیر آلہی
باہم یہ تجھے دیکھ کے پڑھکر فقط ارک

تدبیر لگی کہنے کہ ہے باب وزارت
تقدیر اُٹھی بول کہ بسیار مُبارک

قطعہ مبارکباد فتح تعریف نواب شجاع الدولہ بہادر

آلہی ذات سے تیری جہان مین
رہے تا حشر ملک ہند آباد

ہوا ہو صاحب سیف و قلم اور
کوئی تجھسا نہین یہ دہر کو یاد

نہ اجرا ہوئے قسمت کے لکھے تک
قلم سے تیرے تا اُس پر نہ ہو صاد

بیکدم سیل آب تیغ سے آج
بہا دی تو نے کفرستان کی بنیاد

نہ مال و زر کی خاطر تو نے یہ ملک
لیا ہے ملک بہر دفع الحاد

وگرنہ تیری بخشش کا بیان مین
کردن کیا ہے اُدھر از حد تعداد

دوچار مجھسے ہوا جشن عید راہ کے بیچ
کیا مصافحہ اُس سے مین ہوکے شادان شاد

پھر اسکے بعد مین پوچھا کدھر ہے تیرا عزم
رکھے ہمیشہ حق آباد تجھ سے فیض آباد

دیا جواب کہ مین اُس جناب عالی کو
چلا ہون دینے کو اب عید کی مبارکباد

کہ جسکے حشمت و جاہ و جلال کو ہرگز
کبھو نہ پہونچتے دارا سے لے کے تا بقباد

وزیر اعظم ہند و شجاع دین جس سے
ہدم کرے قلم و سیف کفر کی بنیاد

کرے فقیر کو پل مین امیر عالم مین
زبان خامہ کا جس کے تصرف ارشاد

برنگ گل ہے چمن مین جہان کے دامن خلق
اُسی کے دست سخا کے تلے ہمیشہ کشاد

برائے تہنیت اب کہئے تو بھی کچھ سودا
چل اُس جناب مین گر ہے سخن کی استعداد

چنانچہ سُنکے یہ مژدہ ہوا ہون یان حاضر
یہ چند شعر کر اپنی مین طبع سے ایجاد

نشاط عید و شب قدر شادی نوروز
رہے ہمیشہ تجھے سالہائے لاتعداد

سدا کرے تری محفل مین ساغر عیش
جہان میکدہ جب تک خدا رکھے آباد

مساعدت سے زمانہ کے تیرے سایہ تلے
عروج و دولت ہر دوست دن بدن ہو زیاد

رہے بنحتی ایام اس طرح سے عدد
کہ پیچ و تاب مین جیسے ہو جوہر فولاد

کہ در عید کی دے تجکو تہنیت عالم
بحق احمد مختار و آلہ الامجاد

قطعۂ سالگرہ

رہے فلک پہ درخشندگی مین تا میزان
ہر ایک سالگرہ مین تو موتیون سے تلے

گھٹائے ہے جواب اقبال و بخت مین تیرے
الٰہی تا بدم حشر یہ گرہ نہ کھلے

عروج ہو ترے اعدا کا یون تنزل مین
کہ جیسے مہر کی تابش سے کوہ برف گھلے

قطعۂ مبارکباد سالگرۂ نواب شجاع الدولہ بہادر

بے شمار ترے عمر سال عالم کے
عروس دہر کی چاہے ہے بال بال گرہ

زمین پہ دہم مین تعداد ایک سے افزود
فلک پہ زیادہ ترا نجم سے ہو خیال گرہ

پڑا کرے یہ گرہ رشتہ مین بباغ جہان
ثمر سے تا ہو درختون مین ڈال ڈال گرہ

کہا اُن نے کہ آصف الدولہ — رکھے ہے اشتہار جس کا نام
صاحب السیف والقلم ایسا — نہین از ہند تا بروم و شام
حق نے اُسکو عطا کیا ایسا — ایک فرزند آج نیک انجام
جسکے طالع مین خوبی دوجہان — لوح محفوظ پر ہوئی ارقام
موجب خرمی ہے یہ تو نے — پائے جا در دل خواص و عام
سنتے ہی اس نوید کے میرے — دل کو پہونچا مے طرب کا جام
کہی تاریخ مین تولد کی یُوں — اعتقاد اپنے لائق انعام
لیک بعد از حساب کے اسمین — پایا اک سال کی کمی کا مقام
لیا اندیشہ نے کہ کیونکر اسے — پڑھے جا کر حضور مین یہ غلام
تھا اسی فکر و سوچ مین کہ مجھے — ہوا حق کی طرف سے یہ الہام
تاج اقبال سر پہ ہے اُسکے — کہہ کہ ہے فخر مادر ایام کو
۱۱۹۲ھ

قطعۂ مبارکباد نوروز

تری محفل مین شمع دولت افروز — ہوا یہ سال نو فرخندہ فیروز
تری طبع مبارک کو جہان مین — ہوا اس سال کی ہے فرحت آموز
فروغ فیض سے تیرے ہی روشن — بسان شمع جو تیرا ہے دلسوز
نگہ ترک فلک کی باز گشتی — ترے اعدا کو ہے تیر جگر دوز
تفضل سے جناب مرتضیٰ کے — تجھے ہر روز ہووے عید نوروز

قطعۂ مبارکباد عید اضحیٰ

یارب کہ جبتک عید قربان ہووے — ہر دوست ترا خرم و شادان ہووے
جون دیدۂ مذبوح سدا چشم حسود — دیکھے وہ ترا جاہ تو حیران ہووے

مبارکباد مدح نواب وزیر الممالک شجاع الدولہ بہادر

علی الصباح جو نکلا مین بندہ خانہ سے — ترے ہی آستان بوسی کو کر کے دلین یاد

قطعۂ مبارکباد عید در مدح نواب وزیر الممالک نواب عماد الملک بہادر

فلک جناب دربارگاہ پر تیرے / ہمیشہ آن کے حاضر ہون انبساط عید
پھرا کرے تری محفل مین دور عشرت و عیش / صباح و شام پر از بادۂ نشاط عید
دلون سے اُنکے جو خدام ان جناب کے ہین / ہر ایک سال ہوا فزود اختلاط عید
رہے سرور کو یون ربط عمر سے تیری / کہ جون ز غرۂ شوّال ارتباط عید
الٰہی مسند دولت کی تیرے پا انداز / بچھے قیام قیامت تلک بساط عید

قطعۂ مبارکباد غسل صحت نواب احمد خان غالب جنگ بہادر

جہان مین آب و ہوا کی موافقت تجکو / رکھے قیام قیامت تلک صحیح و درست
جو کچھ کہ جنس موالید سے ہے عالم مین / کسل سے تیری طبیعت کے تھا نہایت سست
ہر اب خوشی ہے یہ خلقت کو تیری صحت سے / کہ آج تک نہ ہوئی ہوگی ز روز نخست
برنگ گل کوئی پھولا نہین سماتا ہے / بسان غنچہ قبا ہے کسی کے تن پہ چست
غرض دعا یہ ہے سودا کی تو سلامت رہ / سلامت ہمہ آفاق در سلامت تست

قطعۂ مبارکباد عید مدح نواب شجاع الدولہ بہادر

ہر ایک عید مہ و خور نے سیم و زر لیکر / تجھے ز راہ ادب دور سے دکھائی نذر
علو مرتبہ تیرے نے ہاتھ سے اپنے / کبھو نہ اُنکے کف دست سے اُٹھائی نذر
کوئی تو نقد لے آیا تھا اور کوئی جنس / جہانیون مین جسے جو میسر آئی نذر
اگرچہ لعل و گہر تک سبھون نے گذرانے / پر اس جناب کے شایان شان نپائی نذر
مگر حضور مین اس عید کو تری خاطر / شفا سلامتی کی تا بحشر لائی نذر

قطعۂ مبارکباد عید اضحی در مدح نواب شجاع الدولہ بہادر

جہان مین شادی عید اضحی ہے آجکے دن / خوشی دلون مین ہے لبریز قاف سے تا قاف
طواف کعبہ کا ہے فرض اہل ایمان کو / مگر جسے نہ ہو مقدور تو اُسے ہے معاف

جہان مین ابر کرم کے ہو قطرونسے جو فیض
کرے ہے مہتر و کہتر کو یون نہال گرہ

تونگر آج کے دن ہر گدا کو کرتی ہے
کلید قفل در فیض کی مثال گرہ

عجب یہ ماہ و عجب روز آج ہی جسمین
بسان ناخن قدرت رکھے کمال گرہ

آلہی جب تئین دنیا ہو تو ہو دنیا مین
کشاد کار خلایق ہو تیری سال گرہ

مبارکباد سالگرہ نواب احمد خان

فلک جناب درین بحر تا ز ابر کرم
شود بہ بطن صدف قطرہ دانہ دار گرہ

برائے سال شماری عمر تو ہر سال
دہد برشتۂ طول امل ہزار گرہ

قطعۂ مبارکباد سالگرہ نواب احمد خان غالب جنگ بہادر

جو سال عمر ازل سے ترے مقرر ہین
کرون ہون عرض حضور آگے با زبان فصیح

گرہ یہ سال گرہ کی پڑینگی رشتہ مین
عدد کو اُسکے بیان تجھسے مین کرون ہون صریح

بنا دین سبحہ جو اُتنے ہی لیکے مروارید
کبھو تمام نہ ہووے وہ دورۂ تسبیح

مبارکباد سالگرہ نواب احمد خان غالب جنگ بہادر

تمہاری سالگرہ کی عروس دہر سدا
یہ چاہتی ہے کرے اپنے بال بال گرہ

ہر ایک بال مین گنتی سے اختر فلک زیاد
یہی ہے آرزو اُسکی کہ کر دین خیال گرہ

یہ ہے وہ سالگرہ زیر آسمان جسکے
بسان ناخن قدرت رکھے کمال گرہ

ندا یہ دم بدم آتی ہے عرش سے تا فرش
کشاد کار خلایق ہے تیری سال گرہ

قطعۂ مبارکباد سالگرہ نواب وزیر الممالک آصف الدولہ بہادر

خدا ہمیشہ رکھے ظل عاطفت کے تلے
بساوے مملکت ہند مین چہ شہر و چہ دہ

رکھے دہن مین ترے نام کی حلاوت سے
طرح نبات کے شیرین زبان ہر کہ و مہ

گرہ سے طول قد نیشکر کو ہو جب تک
بڑھاوے عمر کو تیرے ہر ایک سالگرہ

الٰہی تا بجہان ہے حسن رضا خان کا	عروج دولت و اقبال دن بدن ہو زیاد
قیام دہر ہے جب تک اسی طرح اک خلق	کرور عید کی دیوے سبھی مبارک باد

قطعۂ مبارکباد عید اضحیٰ در مدح حسن رضا خان

رہے جہان میں جب تک کہ رسم قربانی	ہمیشہ تا کہ بجالاوین حج و عمرہ عباد
ترا حریم سعادت ہو خلق کا مسجود	رہے یہ خانۂ دولت زمانہ مین آباد
زبان تہنیت خلق یون کہے تجکو	ہزار عید و یہ عید الضحیٰ مبارک باد
سوائے تہنیت اب یہ دعا ہے سودا کی	تری جناب مین تا سالہاے لا تعداد
الٰہی دوست جو ہووے حسن رضا خان کا	رہے وہ سایۂ دولت مین اُسکے خرم و شاد
بسان دیدۂ مذبوح ہو رہے حیران	جو دیکھے جاہ کو اُسکے کوئی بچشم عناد

قطعہ مبارکباد عید اضحیٰ در مدح حسن رضا خان

جہان مین زیر فلک آج عید قربان ہے	ہر ایک خرم و مسرور و شاد و خندان ہے
یہ جتنے ہین کہ وہ اُنکا دہر مین محسن	زبان دوست قلم سے حسن رضا خان ہے
حضور اُس کے کرون بعد تہنیت یہ عرض	خوشی ہر ایک کی تیرے بہ عز فرمان ہے
غرض نثار کو تیرے تو کیا تھا سودا پاس	سخن ہی نذر وہ لایا کہ تو سخندان ہے
الٰہی روے زمین پر رہے تجھے عیدین	فلک پہ سبعۂ سیارہ تا درخشان ہے

قطعہ

چل قلم کہ حسن رضا خان سے	در دولت سرا جو تیرا ہے
ہے عجب طرح کی زیارت گاہ	جس سے تحصیل دین و دنیا ہے
یان علم نذر حضرت عباس	صدق دل سے ترا جو برپا ہے
اس سبب کل زمین اس گھر کی	بہ نظر سر بعرش اعلیٰ ہے
اے خوشا حال وہ کہ اس سے نذر	مخلصی آخرت کی سمجھا ہے
شادرہ آفتاب محشر کی	کیا تمازت سے تجکو پروا ہے
سال تاریخ اس علم کی ہے یہ	سر ترے سایہ اس علم کا ہے

سو اس طرح سے مقرر کیا ہے مین کہ لباس
پہن کے وہ جو ہو آلودگی سے پاک اور صاف

کرون عدو کو ترے ذبح شکل قربانی
پھرون مین گرد ترے بس یہی ہے طواف

تری جناب مین یہ ہی دعا ہے سودا کی
فلک نہ مرضی کے تیرے کبھو پھرے بہ خلاف

قطعہ در مدح نواب شجاع الدولہ بہادر

اے خوشا حال اُس کے جو زیر فلک
سجدہ کرتا ہے تیرے در کی طرف

یہ وہ در ہے گرد جس کے جون حرم
ہوتے ہین اقوام ساجد صف بصف

اپنے دل مین جو رکھے تیری ولا
دل نہین وہ پر ز گوہر ہے صدف

دوستی رکھین وہ کس کی تجھ سوا
ہین جو سگہائے در شاہ نجف

اُن مین گنتا ہے یہ سودا آپ کو
گر قبول افتد زہے عز و شرف

قطعہ

برائے نذر جو مرزا حسن رضا خان سے
ہوئی علم کی محرم مین اس برس تجدید

بحسب امر مین تاریخ کہنے کو سودا
کیا تھا فکر تو مین سب حق سے مانگ کر تائید

تو مجکو روے بشارت سے یون ہوا معلوم
قبول ہے یہ علم در جناب شاہ شہید

قطعہ

ترے جویا ہین اس چمن مین ہم
ڈھونڈے ہے گل کو عندلیب ای دوست

تو برا مان مت مضائقہ کیا
فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

قطعہ مبارکباد عید الضحیٰ در مدح حسن رضا خان

خوشی جہان مین ہے عید الضحیٰ کی آ چکے روز
طرب ہے سینون مین لبریز دل ہے شاد و شاد

سو ہر ایک نذر لے آیا ہے اس جناب کے بیچ
ملازمون مین کہ وہ ہے بقدر استعداد

چنانچہ نذر ہے سودا کی یہ دعائیہ
جو ہو قبول زہے اس کے بخت کی امداد

لباس نقرئی بر مین کسی کے — سراپا کوئی پہرے ہے زری کا
جواہر کی دکان سے یہ کہ مجلسہ — قرینہ ہے دکان جوہری کا
صف مجلس اگر دیکھو تو گویا — الوشن ہے تاجدار خاوری کا
سبے چلے ہے جام ساقی سے پیالے — بایں صورت شراب دلبری کا
جھکا دی ہے زمرد کی صراحی — قدح مین لعل کے بچہ پری کا
کرون تعریف کیا اہل طرب کی — صداے چنگ سحر سامری کا
لٹا وے پل مین رقاص فلک کو — کرشمہ اون کی چشم عبہری کا
بنائے پھول آرایش کے ایسے — کہ گویا کام ہے یہ زرگری کا
لگی وان اشرفی تختون کے اوپر — یہان مطلوب تھا گل جعفری کا
تو نکلا اس سے یان تک ہو گئی خلق — کہ ہے محتاج ہر اک بے زری کا
یہی کہتا ہے بیخود ہو کے ہردم — تماشائے ہو جنبہ پھلجھڑی کا
خوشی کا یہ زمین نے کر کے گلزار — دکھایا معجزہ پیغمبری کا
غرض اتنا رواج آفاق مین ہے — نشاط باطنی و ظاہری کا
کرے ہے سنگ مین یون شیشہ قلقل — کہ جیسے قہقہہ کبک دری کا
جب اس شادی کو اس شاعر نے دیکھا — یہان مین وہ جو ہے رشک انوری کا
کہی لے مہربان صاحب یہ تاریخ — ہوا ہے وصل ماہ و مشتری کا

قطعہ تاریخ باغ بنا کردہ ٹکیٹ رای

ٹکیٹ رلے مہاراجہ ساخت بستانے — چنانچہ گلشن فردوسی ہم ببرے نرسد
چو اتمام گشت مرا بہر سال تاریخش — خوشی رسید کہ او را سرورے نرسد
سر عدوے بہارش بریدم و گفتم — بگلشن تو الٰہی گزندے نرسد

قطعہ تعریف چاہ

چشمہ از حکم آصف الدولہ — آنکہ در ہند اشرف الوزرا است
بچنین حسن و لطف شد تعمیر — کہ خضر گفت ہیچ چشمہ کجاست

قطعہ عامل شادی

اہل تنجیم جہان تک ہین اب آفاق کے بیچ
امن و آمان سے گذرے بجہان عالم کو
ہے یقین ہمکو مے عیش سے ہوکر سرخوش
بندگی مین وہ یہ اب آپکی کرتے ہین عرض
پایا اس بیاہ کی ہم دیکھ کے سال تاریخ

آکر اس بیاہ آپس مین یہ کرتے ہین بین
دلون کو چاہیے آرام ہو جانکو چین
شادکامی مین سدا خلق رہے دل در زین
دینی ہمکو یہ نوید اسکی ہوئی فرض العین
مہر اور ماہ سے یہ ایک قران السعدین

قطعہ

مست سب ہین مے طرب سے آج
خوشدلی ایک سی مین پاتا ہون
رقص اور راگ و رنگ شام و سحر
فرق بخشش کا وان نہین ہرگز
زن و مرد آج سب ہوے زرین
تہنیت اب حسن رضا خان کو
یہ شب عیش کدخدائی کی
وہ عروس اپنے سے جو ہم آغوش
بول اٹھا ہاتف از سر شادی

ہے نشہ خرمی کا ہر سر مین
ہم غریب و غریب پرور مین
مجلس مہتر او ر کہتر مین
در و مرجان و لعل و گوہر مین
سر سے تا پا ہون زیور و زر مین
کیون نہ ہووے تمام کشور مین
جس کے فرزند کے ہوا اختر مین
ہو کے بیٹھا بخوشدلی گھر مین
ہے یہ مہ آفتاب کے بر مین

قطعہ مبارکباد کدخدائی مہربان خان

صبا اس دوست کو جا تہنیت دے
یہ کیو پڑھ کر بہجت نامہ تحریر
ہوا اس جشن کا سن شاد یا نہ
طرب لبریز رہتا ہے شب و روز
نہین اس عیش سے عالم مین ہرگز

جو عاشق ہے محبت پروری کا
کرے ہے خامہ یون صنعتگری کا
خوشی جان وار خشکی اور تری کا
منقش خانہ چرخ چنبری کا
کسی عشرت کو دعوے ہمسری کا

قطعۂ تعریف مسجد

مسجد نو براے صوم و صلواۃ　　ساخت چون مولوی فضل عظیم
گفت سودا بحسب ایمایش　　سال تاریخ او بذہن سلیم
سربت دو رازین خجستہ سراے　　انّ ہذا مقام ابراہیم



کار فرماش راجہ جھاؤ لال	چہ بخوبی وردنقش آراست
بشنو اے تشنہ حرف من زہوس	زیست منظور تا ابد چو تراست
بہر دوستی ہمین گویم	آب این رابنوش آب بقاست

قطعہ تعریف چاہ

شد بحکم آصف الدولہ بنا	چشمۂ کز چشم عاشق خوشتر ست
دہ چہ گویم از صفائے آب او	کاندران ہر قطرہ گویا گوہر ست
سال تاریخش چو جستم از خرد	از روے صفش بگفتا کوثر ست

قطعۂ مبارکباد تولد شدن فرزند آصف الدولہ بہادر

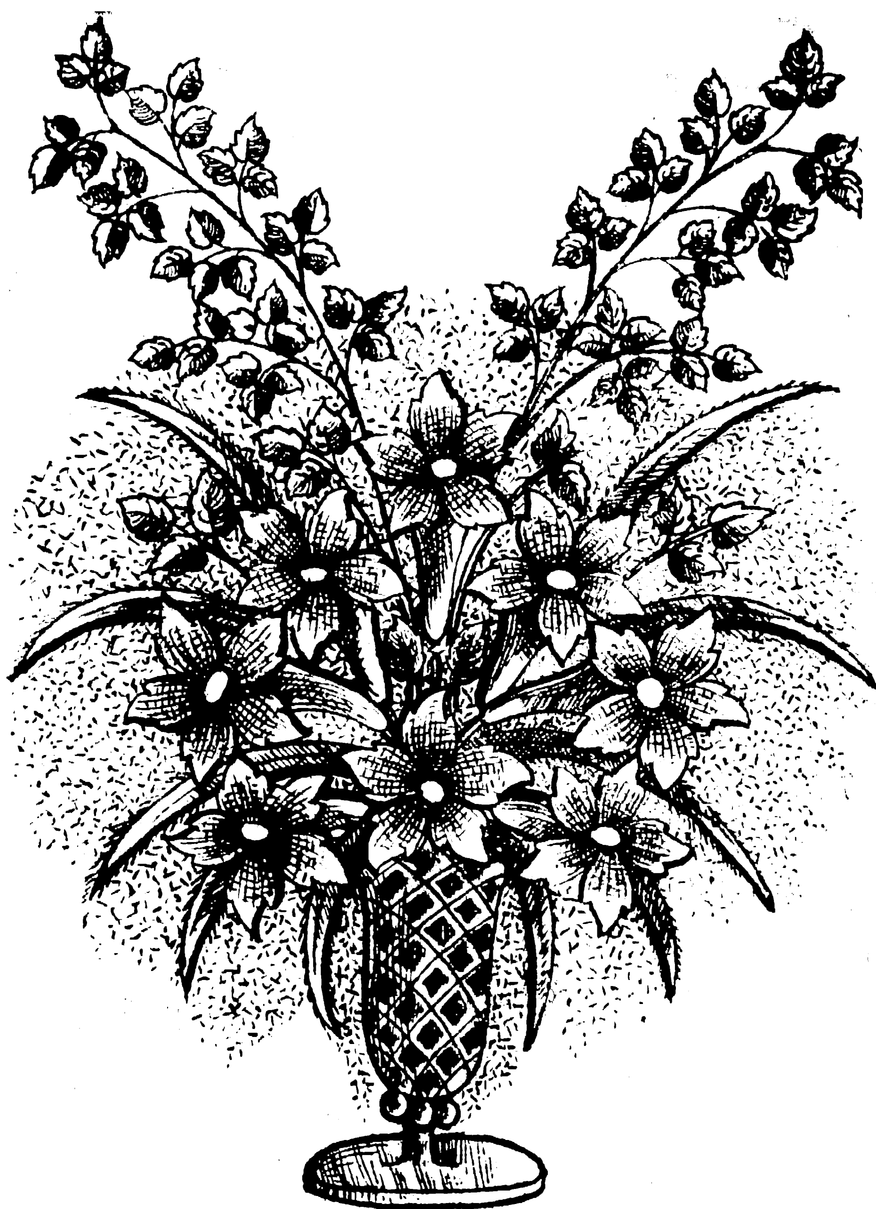
مبارک باد این فرزند دلبند	ترا ملے درة التاج شرافت
شدم در فکر تاریخ تولد	براے آن گل باغ نجابت
کہ ہاتف گفت ناگہ از سر ہوش	گرامی گوہر درج سیادت

قطعۂ وصف مسجد بنا کردۂ آصف الدولہ بہادر

مسجد نو بنا بفیض آباد	گشت در عہد اشرف الوزرا
یعنی نواب آصف الدولہ	اشجع الملک وصفدر اعدا
ہر کہ مسجد ہر آنکہ طاقش دید	گفت سبحان ربی الاعلےٰ
نام اللہ از ستونہا یش	مینماید بدیدۂ بینا
ہست برسوے ثبوت بیت اللہ	گشت موزون زبسکہ او بصفا
شدہ مقبول زیر محرابش	دست برداشت ہر کہ بہر دعا
ساخت اور الصدق قائم خان	کرد حاصل سعادت دوسرا
از سن ہجریش چو پرسیدند	گفت فی الفور این سخن سودا

سال تاریخ او زردی نیاز
یافتم فخر مسجد اقصا

تغزلیات



چھوٹ جائے تو پھیر ہاتھ نہ آئے　　پکڑو ہی پکڑو باؤ سے اُڑ جائے

پہیلی

ایک پُرکھ دو نار کھاوین　　بن جی کی جی تن کو بھاوین
پانی مین جب ڈوبے ایک　　تبھی دوسری ملکے بیک
کہے پُرکھ سون بیک پُکار　　پھر ادھر سے تو ڈوبے نار

پہیلی

دو اسمون کی ہے اک چیز　　سمجھے جسے ہو فہم و تمیز
ایک چرند اور ایک پرند　　حرمت حلت مین پابند
صورت سیرت مین بھی ایک　　کھاوین اُن کو بد اور نیک
نام مین باہم یہ سنجوگ　　فرق سے لیوین کبھو نہ لوگ
خلقت مین تو وہ ہے نبات　　اسم بما نا حیوانات
پتون مین اُس کے نہین خلل　　سمجھے تو پاوے تو پھل

پہیلی شمع

پرُکھ نار کو دیکھو نت　　بن گناہ سر کاٹے نت

پہیلی

نس ڈھنگ رہت پھرتا ہین ڈولت　　موسون پیہ سووے نہین بولت

پہیلی

پیچھو پیچھو سب کے دھاوے　　جت ادھیا رو اُت نہین آوے

پہیلی

باہر رہے بھیتر نہین آوے　　بھاری اُن سے کون اُٹھاوے

پہیلی پستان

دیکھے ہسم دو ٹوپی دئے	مرد استری اُن سے جیے
پنہین نہ پانی لگے نہ بھوگ	جانت ہین سب جگ کے لوگ

پہیلی

چھپی رہے پردے مین نار	سہے سبھی کی گالی مار کر
ماس کھائے جب لاگے بھوک	مکھ پوچھین تو ہو کو تھوک
ایک پہیلی کے اچھر تین	تین مین چار او گن پر بین
آدھا اچھر بن من موہ ڈالے	مبدھا اچھر بن جنون کو پلے
انت اچھر بن دیوے دکھ	سب اچھر سے سرون سکھ
مُنہ پر کیا ہے کر تو دھیان	الٹ دیے سے سُنے جو کان

پہیلی پرچھائین یعنی سایہ

عجب طرح کی ہے اک نار	اُس کا کیا مین کرون بچار
وہ دن ڈوبے پی کے سنگ	لاگ رہے تن داکے انگ
دیا برے تو وہ شرمائے	ڈھگ سے سرک وہ دور ہو جائے

پہیلی بڑاپان

دھری لپیٹی اگون رہین	بھائی رہے ہم اُن سے کہین

پہیلی پسو

تحفہ دیکھا ہے آج ایک تو رنگ	قد مین چھوٹا تمام رنگ سے رنگ
تب سے کچھ باہ را ہے جانون مین	بدلے سر سر کے را نون مین
ہوئی کھائے جو دے ہے تک ہوٹی	چھوڑ لینے کو وہ کرے جھوٹی

پہیلی

کون نار جو دن اور رات — رہتی ہے وہ سب کے سات
خالی اُس سے کوئی ناہتہ — جو ہے دیکھو اس جگ مانہہ

پہیلی

نر بتیس ہین ایک ہے ناری — جگ مین دیکھو سب کی پیاری
من مین کرین سوچ بچار — پرکھ مرین اور جیوین نار

پہیلی

پاؤن چلے نہین پاؤن کہاوین — دو مین بوجھو تین بتاوین

پہیلی بھٹا

رات کو جوگی نہین کن پھٹا — گدڑی اوڑھے سر پر جٹا
انگ انگ موتی سے چھاؤ — چار مہینا جگت کو بھاؤ

پہیلی

تین پاؤن اور پاؤن نہ ایک — بیٹھی رہے چلے نہین نیک
جو چاہے سو نے اُٹھائے — ہے وہ داری دیو بتائے

پہیلی

ایک نار جگ موہت چلے — تیس پرکھ سون نت وہ ملے
جو تم بوجھ کر دن اسیں — تاؤن بتاون تابناتیں

پہیلی

ایک بنجھی سو مانہ ہمرا — پیالے مین اسکے جو کا دھرا

کھاتی نہین اور وہ تلاوے	یہ اچرج سب جگ کو بھاوے

پہیلی

ہین سب کن کنبن مین رہے	تا کو سب جگ بس ہے کہے

پہیلی خنخانہ

اُس مضمون سے ہو ماہر آوے جب بیاکھ اور چیت	جس کو باندھے نہ شاعر موزون ہونت اُس کی بیت

پہیلی

اور اُس نار کا جس نے ذکر کرتا نہین ہے کام قیاس	کیا تو بولا بعد از فکر ہووے گی کچھ باد بتاس

پہیلی شمشیر

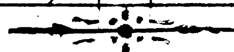
سر پر نتھنی مکھ پر بار جیتے خصم کرے وہ دو	اُس نار کا ہے یہی بچار جب وہ ناری پیاری ہو

پہیلی سپر

ایک نار بھو نرا سی کالی ناک نہین وہ سونگھے پھول	کان نہین وہ پہنے بالی جتنا عرض اتنا ہے طول

پہیلی جاروب

نیزہ بازون کا ایک ہے لشکر رو کرین جس طرف براے مصاف	ایک ٹیکے سے سب وہ باندھین کمر گھر کے گھر کر دین ایک پل مین صاف



پہیلی سپر

سیام برن اک دیکھی نار
پاؤں دو اور آنکھیں چار
اچھے کرتب ایسے کرے
جو پی کے بدلے آپ ہی مرے

پہیلی نرگس

تریا ایک سبھا کے بیچ
زرد پا سونا واکے سیس
مینا جیسے واکے پاؤں
چیری جیسے واکا ناؤں

پہیلی بورانی

آدھی بو بوساری رانی
جو بوجھے سو بڑا گیانی

پہیلی مسّی

نر ناری یاں کوئی کوئی بنا لگائے رہتی ہیں
لوہے کی وہ نار بنائی تانبے کر وہ کہتی ہیں

پہیلی ارگجا

آدھا ارنا سارا ہاتھی
جن دیکھا اُن لایا چھاتی

پہیلی شمع

سرِ طرا مقیش کا اور گوری من گات
گھڑی گھڑی رووے ہنسے ذرا کہنہ پوچھے بات

پہیلی گلگیر

گال پھولائے لینا تا کے
جب مُنھ کھولے سر کو کاٹے

پہیلی شمع

چڑھ چوکی پر بیٹھے رانی
سر پر آگ بدن پر پانی

جب چوگے پردے منھ ڈال
سامنے سو ہو اُس کا کال

پہیلی

ایک ناری کے انچھر چار
کیا ہے وہ بتلا اسے یار
ہر انچھر بن وہ فورن ہو
بدلے ہے ایک اور برن
تریا ہے یا جادوگرہ
ہردم ہو ناری سے نر
پہلے انچھر بن ہو یار
دوسرے انچھر بن ہو مار
تیسرے انچھر بن ہو بیر
چوتھے انچھر بن ہو طیر

پہیلی

ایک نار دیکھی او جل سے
سرکا کر کا کر پر کل سے
جاتے جگ مین وہ پاتی کو
جو برسات لگاوے جی کو

پہیلی انبہ

ایک ترور کا پھل ہے نر
پہلے ناری پیچھے نر ہو
وا پھل کے یہ دیکھو حال
باہر کھال اور بھیتر بال

پہیلی خط

ایک نار سب ناری مین پیاری
آدھی گوری آدھی کاری
دیکھو وا کا اُلٹا طور
گونگی آپ بکاوے اور

پہیلی باز

بعضی بات کہی نہ جائے
ناری ہو کر نر کہلائے

پہیلی شمشیر

ایک جو دو کرے نوشہ کرے پیار
دو کرے تو پت رکھے تو کلوتی نار

پہیلی خوبکلان

اتنک سی ین دیکھی نار — چھُٹت ہے وا کو سب سنسار
بھلی بڑی ہے واکا ناؤن — بوجھو پہیلی یا چھانڈو گاؤن

پہیلی باز

نار ایک سو پور کھ کھاوے — نت اُٹھ بھور مینا کھاوے
واکی آنکھین تیس دکھاؤن — پھیرین اُس کا ناؤن بتاؤن

پہیلی پالکی

ایک نار وہ چھیل چھبیلی لوگونسے وہ اڑتی ہے — اوپر اپنے مرد چڑھاوے مردونپہ وہ چڑھتی ہے

پہیلی دشنام

آدھا لہنگا آدھی ساری — سمدھن کو لاگی ات پیاری

پہیلی جونک

ایک نار کی بان دیوانی — لوہو بھکے بہتے جب پانی

پہیلی ماہی

ات چنچل او جل بھی ہاڑ ماس اور چام — نر ناری سب ایک سی کرین چام کے دام

پہیلی بیضہ

ایک پہیلا سدا نویلا جو بوجھے سو زندہ ہے — زندے مین سے مردہ نکلے مردے مین سے زندہ ہے

پہیلی اچار

دو انچھر بن چار ہے ایک انچھر بن چار — تین انچھر کا ہوت ہے من مین کرو بچار

بار بار سر کاٹین وا کا	ہے کوئی پنتھ بتاوے یا کا

پہیلی حمام

مندر ایک سکھی کا بنا اس مندر کی ریت دیوانی	یا مین پون نہ آوے گھنا آگ بجھاوے اور اوڑھے پانی

پہیلی چارپائی

سونے کی وہ نار کہاوے	بنا کسوٹی بان دکھاوے

پہیلی انار آتشبازی

رات سمین اک میوہ آیا آگ دے وہ ہووے روکھ	پھول پات ان سب کو بھایا پانی دیے وہ جاوے سوکھ

پہیلی گھڑیال

ایک راجا کے گھر مین رانی لاجون مارے ڈوبی جائے	تلے کی ہیسندی پیوے پانی ناحق چوٹ پردیسی کھائے

پہیلی تکیہ

ایک پرکھ مین ایسا دیکھا شاہ و گدا مین واکا ناؤن	سیس کمر سے واکا لیکھا بوجھو پہیلی یا چھانڈو گاؤن

پہیلی روپیہ

گیارہ سال کا ایک کہاوے تول تال سے کیا پورا جو کوئی ہم کو لائے دکھاوے	جا کو لاکا ادھا بھاوے اس بن جگ کا کام ادھورا وہ لے آخر پرکھ کہاوے

پہیلی قلم

سب تن ہاڑ ہیٹ مین نین
چلت چال جگت ابیدی

بن پگ چلے سیس لو کہین
کبھی اُلٹی کبھی سیدھی

پہیلی پلنگ

سونے کا اک شہر بنایا
بنا کان کا سب کو بھایا

پہیلی آئینہ

ایک پرکھ مندر مین بیٹھا انگ بھبوت لگائے
آگے آوے تس کو کھاوے مُنہ مین سینگ جائے

پہیلی گھڑیال

تریا ایک پانی مین ترے
جب وہ تریا غوطہ کھائے

نر دن وہ پانی مین بھرے
اُس کا یار تب مارا جائے

پہیلی نگین

تریا اچرج موہ سناوے
جب وہ تریا اُلٹی ہووے

کالا مُنہ کر جگ دکھلاوے
تب سیدھا دیکھے سب کوئے

پہیلی پاپڑ

کھن سنن کو پانؤن پرا وہ چلو نہین جائے
دیھ بنی سب ماس کی جو پاوے سو کھائے

پہیلی نقارہ

نر ناری ایک تھوڑی دھلنین
ایک نہائے ایک تاپن ہارا

جیون جیون بو لین تیون تیون منھین
نا مٹی نا اینٹ نہ گارا

پہیلی پنیر

آدا اچھر بن پیرا پان　　انت اچھر بن جات نہان
مدا اچھر بن اُودنے جوگ　　سیت سلونا ستر ا بھوگ

پہیلی ستار و طنبور

ایک پرکھ اور اسکے باتھ　　پانچ سینگ واکے سر ماتھ
سینگ پاؤن سے باندھے رہے　　بن مکھ بچن پیٹ سے کہے

پہیلی بافیدن بوریا

بیٹھا مارے پڑی مراوے ساری دیہی تھر کی ہی　　گھڑی گھڑی کے مارے سے وہ دود وانگل سرکے ہی

پہیلی ناچخ برچھی

بن تھل جر ڈوبی رہے واکے پات نہ والہ　　بن پھولے پھل ہے لگے سو کون کچھ کے والہ

پہیلی ہست پھول

جاکے پات نہ کونپل پھل سدی دیوجلائے　　یہ تر ورو ہ پھول ہے بھوا جرج دیکھو آئے

پہیلی لالہ

رکت برن اور بھوئین مین ٹھا نون　　ناہین ناہین واکو نانون

پہیلی شبنم

نہین کھات کہدا نہین ڈوبے ہاتھی گھٹے نہائین　　سارے برچھ پھنگ تک ڈوبے چڑیان پیاسی جائین

پہیلی پوست بارہ

سب تن داک کی ہوک کی نکہ سکھ بسرے ڈھنگ　　نیاری ہو نیاری رہے جیو گیو پی کے سنگ

پہیلی مقراض

دو کالے جب انگ ملاویں
آنکھ انگریا کرتے جاگیں
چھاتی جوڑیں ایک کہاویں
سنمکھ ہو کر کاٹن لاگیں

پہیلی شبو

ایک سمین اک ناری آوے
نور کی صورت رین کی بووے
واکا آنا سب کو بھاوے
جو بوجھے سو برلا ہووے

پہیلی شمع

تریا جلتر ہے کہاں تو وہ نہ جانے کوئے
با دکھنیرے مار کے آپ ہی ستی ہووے

پہیلی بندوق

کارا منہ اور کاری گات
نت اٹھ مار جو رسے کھائے
بن بھوجھن وہ کرے نہ بات
بول بول سب سبھا رجھائے

پہیلی بندوق

ایک نار دو ائین کھائے
اس نار کا یہی سبھاؤ
بیٹ مین واکے ہاتھی جائے
جن دیکھا تن چھاتی لاؤ

پہیلی دھوتی

ایک نار دیکھی اردھنگی
جو دھوبن کرتی ہے کام
راکھے ہے وہ ٹانگین ننگی
سو ہے واتریا کا نام

پہیلی آئینہ

ایک نار پیا کو بھانی
تن واکو سگرا جون پانی

پہیلی طاق

دابن موکو بھون نہ بھاوے	جفت نہین پے طاق کہاوے

پہیلی کاغذ

وہ نا کشتی نا وہ لڑھا	سدا رہے خشکی مین پڑھا
جیتا لا دو پیٹھ پر سے	کبھون پانوٗن پانی مین نہ دے

پہیلی سنگھاڑا

ماس بیت رنگ سانورو سینگ بیل وہ ماتھ	ہار دنا ہر سب کہین اچپت ہے جل ماتھ

پہیلی طبلہ مردنگ

مارے سے وہ جی اُٹھے بن مارے مرجائے	بن پانوٗن جگ جگ پھرے ہاتھون ہاتھ بکائے

پہیلی شان عسل

لکھ ناری اک مالک جانا صورت جیسی چندا	امرت دودھ پیوا کروا کون کیا یرکھ بندا
بنت موم دل ہے وہ مانگ داکو پانوٗن	جو بوجھے سو امرت پیوے بوجھ بتاوے ناوٗن

پہیلی خرگوش

خر آگے اور پاچھے کان	جو بوجھے سو چتر سجان

پہیلی پان

بھائے کہین اور دا کو کھا دین	اتنے پر پھر منہ دکھلا دین

پہیلی حقہ

گاگر تیرے جل بھری سر پر لاگی آگ	باجن لاگی بانسری سو کمسن لاگے ناگ

پہیلی عرق

دھوپ لگے سوکھے نہیں اور چھاؤں لگے کمھلائے
مین تجھ پوچھوں اے سکھی لون لگے مرجائے

پہیلی چوپڑ

چار دسا کی سولہ رانی
مرنا جینا وا کے ہاتھ
تین پُرکھ کے ہاتھ بکانی
کبھی نہ سوئی پی کے ساتھ

پہیلی قندیل

سہرا باندھا پانوئن پہ اور سنگ ہوئے اُسکے ساتھی
پیٹ مین وا کے آگ لگادی گلے مین اُسکے ڈالی پھانسی

پہیلی بندوق

اک حواری ہے ہتیاری پر پر طوطا پالے
اُلٹا ہاتھی اپنے بھیتر ڈالے اور نکالے

پہیلی بھنور کلی

نان وہ بنکھ نہ جیوے نان وہ ماس نہ رنگ
کنھ بدھ بید ہو کہت ہین کلی کے سنگ

پہیلی شمشیر

مانجھدھار اک ندی بہے جا کے وار نہ پار
وار دیکھ جیا جات ہے کہین اترے پار

پہیلی سپر

بروا کھون سے ہے نہین نان وہ وار پھول
یہ اچرج دیکھو سکھی ایک پات اور پھول

ایضاً

ایک تیہ کے اونچے چار
بن اُن کے وہ رہے اُگھار

اب رکھے پر یانی ناتھ	پیو راسکے ہے ہردی ماتھ

پہیلی عینک

اک تیہ جاسوں آنکھ ملادے ہے کوئی ایسا یان کون بوجھے	دیکھن ہارا ناک چڑھاوے جو بوجھے جن تھوڑا سوجھے

ایضاً

ایک نار دیکھن کو آوے	جو دیکھے سو آنکھ لگادے

پہیلی قبلہ نما

سُندر مُندر بیٹھ کے بجے نہ آپن ٹھور	آٹھوں درسا پھرت رہے سرت پیا کی اور

ایضاً

ایک نار ست بہے تھر تھر اسب دیہ	واہی کے سنکھ رہے جاسوں لاگو نیہ

پہیلی غربال

ایک نار تر یا لیے ہو ہو	ملے سجلے نہ چلنے کہیے

پہیلی دودھ دہی

ایک نر کا اک نر بن آوے واکے ہوت متھن نر ناری	سبھی کہا یہ جسم جسم آوے نر پیار دا اور نار کو پیاری

پہیلی بادکش

ایک پرکھ وہ سب کو بھاوے مین کہدیا واکا ناؤن	بنا سین کوئی ہاتھ نہ لاوے بوجھ پہیلی یا چھانڈدگا نؤن

پہیلی دوات قلم

ایک پرکھ اک تیہ سون کالا کالا منھ کر داسون بھاگا
بھاگ چلا کوئی لکھے نہ اور دوئی ناری اک نرکی جور

پہیلی لوح طفلان

ایک نار دیکھی سکیان نت اُٹھ پرت کرے اشنان
اور گات چندن سولاوے سور دیوتا پوجن آوے
بوجھو من مین سوچ بچار کٹ پہلی سی سُندر نار

پہیلی پاتی یعنی خط

ایک نارات پاتری کچھ گوری کچھ سیام بن پگ ہاتھن سون چلی آوت ہے یہ کام
آوت ہے یہ کام دیس دیس کو دھاوے جہان جاوے اُت ہی رہے جی اور بیٹھاوے

ایضاً

گپت بھید پرگھٹ کرے جانے سب سنسار بوجھو بدیا بید سے پتری اک نار

پہیلی مہر چھاپ

ناری ایک دھنی کے ہاتھ کبھو نہ چھانڑے واکو ساتھ
کارو منھ کر نا لون اُجارے تب واکے جگ منھ پتیا رے

نت سے ہے کرے پرکھ کو ساتھ	راکھے سدا پیٹ مین ہاتھ

پہیلی تیر وکمان

ناری کیت بینگ دو دھرے انمیں دو جب دیہتہ ملاسے	اور بربھسکر لگا یا کرے ناری رہے پرکھ اُڑجائے

پہیلی کمان

دو بھجا کیت سیس اور یہ واکے کان	رین ونان اُترے چڑھے سرتا کروگیان

پہیلی کبادہ

گھاؤ گھاؤ جب انگ لگاوے	تب وہ ناری پرکھ کہاوے

پہیلی بندوق

جو پیوے سو ہے پڑی چلت رہی بن پانوئن	پران ہران وہ ہوئے ہے سوچ بچار ونانوئن

پہیلی

ایک نار کے ساج کھنیرے جو کی ناتھ اور سینکے پورے	او کھدر راکھے گن بہتیرے ایک آنکھ سو چھپ چھپ گھورے

پہیلی بانسری

پتلی سیدھی ہے نپٹ پھونکت لُٹکے پکار	تان بان مارے سدا لی بنسی یہ بچار

پہیلی چاکو

بہت کام کا ہے اک نر کیڑا ہو کر گھر مین بیٹھے	آدھے دھڑ مین اُس کا گھر کام کرے نہین ٹھالا بیٹھے

این زمان چارہ نداریم وچہ تدبیر کنیم
کردۂ خود بکہ گوئیم وچہ تقریر کنیم

کیا کرے دل بھی بُرا ہے یہ محبت کا فسون
اس غم و درد و بلا بیچ کہان تک مین مرون
اب نہین تاب زبان کو جو مین خاموش کرون
کب تلک دل سے مین اس کاوش بیجا کو رون
آتش غم سے طرح شمع کے رو رو کے جلون
کیونکہ احوال دل اُس شوخ سے جا کر یہ کہون

شرح این آتش جانسوز نگفتن تا کے
سوختم سوختم این راز نہفتن تا کے

ہائے تجھ زلف کے سودے مین پریشان ہے دل
داغ ہجران سے ترے رشک چراغان ہے دل
اسقدر اپنے کیے سے یہ پشیمان ہے دل
تیرے دیدار کا جون آینہ حیران ہے دل
گاہ پروانہ گہے شمع شبستان ہے دل
کیا کہون تجھ سے بہت بے سر و سامان ہے دل

حال دل خستہ شوقت چہ شنیدن دارد
بیخود ست آن قدر آئینہ کہ دیدن دارد

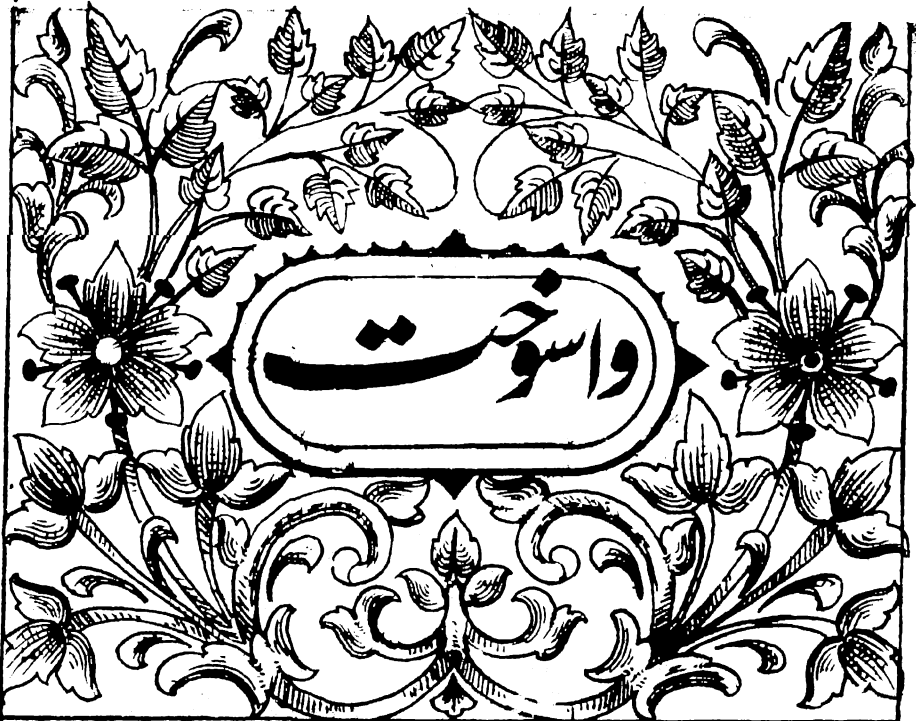
سچ کہو کس سے تمھاری نئی لاگی ہے لگن
ہو گئی اور تنک ہی مین کچھ اب پھیر نین
دل مرا ٹوٹ گیا تجھسے اب اے عہد شکن
کیا ہوا کس کو تم گال کا لیا ہاتھ مین من
کیا ہوئے تم نے جو ہم ساتھ کیے تھے وہ بچن
حیف صد حیف کہ قدر اسکی نہ تین جانی سجن

دل کہ ملو مارو فا بود مین محزون لما ئو
پارہ کردند ندانستہ بتان مضمون را

اسقدر چشم مروت کو اُٹھا مت اک بار
خوبرویون مین تجھے کن نے بنایا سجدار
بلکہ پھرتا تھا تو ہر ایک کے گھر سو سو بار
کچھ تو آ دل مین سمجھ اپنے کر انصاف اے یار
ورنہ خوبان مین نہ کرتا تھا کوئی تجکو شمار
اپنی مجلس مین نہ دیتا تھا کوئی تجکو بار

این زمان جائے تو در دیدہ مردم شدہ است
روئے زیبائے تو از دیدۂ من گم شدہ است

پہلے ہی دلکو مرے تم نے لیا کس عنوان
مین نے معلوم کیا ہے غرض اس بات کلجان
لیجیے یہ بھی دل اپنے مین نہ رکھیے ارمان
اب جو مرتے ہو مجھے دیکھکے تم بھوئیں تان
دلکو لیکر کے لیا چاہتے ہو میری جان
لیکن ہوتا نہین کچھ تم سے لیا مین نے جان



یا الٰہی کہون اب کس سے مین اپنا احوال — زلف خوبان کی مرے دلکو ہوئی ہے جنجال
یارب اس ہیچ سے میرے دل شیدا کو نکال — کاش اب موت ہو یا دور ہو یہ سر سے وبال
تجھ سوا غیر سے مین کیونکہ کہون دلکا حال — تیری ہی ذات سے میرا یہی ہردم ہے سوال

ساز آباد خدایا دل ویرانے را
یاد مہ مہر بتان ہیچ مسلمانے را

کیون رہے دل مین نہ ہر آن تجھے کہتا تھا — بیوفاؤن سے نہ مل مان تجھے کہتا تھا
درد فرقت نہین آسان تجھے کہتا تھا — اسقدر مت ہو تو نادان تجھے کہتا تھا
دیکھ تو ہوگا پشیمان تجھے کہتا تھا — کیون تو لیتا ہے مری جان تجھے کہتا تھا

انچہ کردی تو دلا با خود و با جان من
کس نہ کردست چنین کار گہے با دشمن

مجکو اس شوخ سے تنہا نہ پڑا تھا پالا — مفت مین مجکو بھی لیجا کے بلا میں ڈالا
ملکے آنکھون سے دوانے تو مرا گھر گھالا — کیون لے دل کہہ تو بھلا مینے ترا کیا ڈھالا
کیون ہوا ہے تو مری جان کا لینے والا — ہائے رے ہائے مین دشمن کو بغل مین پالا

عاشقی ہم چو منت نیست خدا میداند
پاک بازم ہمہ کس طور مرا میداند

تم سے امید یہی تھی کہ یہ بیداد کرو
جرم کیا ہم سے ہوا پہلے تو ارشاد کرو
خاکساری مری ناحق تو نہ برباد کرو
دل ہمارے کو گھٹا غیر کا دل شاد کرو
تب ہمین بندگی اپنی سے تم آزاد کرو
کچھ تو اُس اگلی بھی اُلفت کو میاں یاد کرو

یاد باد آنکہ سر کوے توام منزل بود
بر زبان بود ترا آنچہ مرا در دل بود

کیون لیے بیہر تجھے یاد نہین اگلی چاہ
کہ تو اب کونسا اثبات کیا مجھ پہ گناہ
بلکہ کہتا ہے رقیبون سے نہ دو اسکو راہ
ایک دن میری جدائی کا تجھے تھا سو واہ
ہرگز احوال مرے پر نہین کرتا تو نگاہ
اسقدر مجھ سے تو بیزار ہے سبحان اللہ

یاد آن شب کہ بہ بزمت رہ بیگانہ بود
گرد شمع رُخ تو جُز من پروانہ بود

باندھ صافا لٹ پٹی دستار سکھایا ہم نے
رکھ کے جمدھر کو تجھے بانکا بنایا ہم نے
شوخی و ناز کے طرز دن کو جتایا ہم نے
تنگ جامے کو ترے بر مین کھپایا ہم نے
اکڑ چلنے کو تجھے سب سے بتایا ہم نے
ہاتھ اپنے سے غرض تجکو گنوایا ہم نے

این نہ گویم کہ من از دست تو گشتم دلریش
کردۂ خویش مثل ہست کہ می آید پیش

اب تو کہتے ہین حریفان دغا باز تمام
ہوگا معلوم نکالوگے جو خط انکے کلام
پھر تو رسوا کرینگے ملکے تمھین خاص و عام
کہ میاں میٹھی محبت کے تمہے ہم ہین غلام
سب چلے جاینگے آخر یہ تمھین کر بدنام
دیکھ اب بھی سمجھ لے یار نہ کر ایسا کام

زان مبندیش کہ از کردہ پشیمان باشی
جمع با جمع نہ باشی تو پریشان باشی

کاش کے تجھ سے مرے مہر کے رشتے ٹوٹین
غیر سے ملکے کبھو ہم کو نہ پوچھو جھوٹین
کب تلک زہر کے گھونٹونکو بھلا ہم گھونٹین
تب تو اے یار جلے دل کے پھپھولے پھوٹین
ہم ترستے ہی رہین غیر مزے یون لوٹین
اور یہی ڈالو بلا سے کہ بلا سے چھوٹین

تو نہ آئی کہ غم عاشق زارت باشد
گر شود خاک بران خاک گذارت باشد

واہ وا ایسی ہی دیکھی ہین وفا تجھسے یار
غیر کیواسطے جو مجھ پہ ہوا تجھ سے یار
مین عبث غیر کا شکوہ یہ کیا تجھ سے یار
کوئی یہ طرز و ادا سیکھ لے آ تجھسے یار
مین تو ناچار ہون سمجھیگا خدا تجھسے یار
دیکھ لینا تھا جو کچھ دیکھ لیا تجھ سے یار

گر بظاہر بکسی خلق نکو خواہی کرد
شوخ با ما چہ نکو کردی کہ بد خواہی کرد

شیشۂ دلکو مرے سنگ ستم سے پھوڑا
تم جو کچھ ساتھ گیا میرے نہین وہ تھوڑا
خوبرویون کا جہان بیچ نہین کچھ تھوڑا
دل نے میرے بھی منہ اب تیری طرف سے موڑا
مجکو بھاتا نہین ہر دم کا ترا انکھوڑا
شعر وحشی کا دل اپنے پہ یہ مین لکھ چھوڑا

میدہم جائے دگر دل بدل آرائے دگر
چشم خود فرش کنم زیر کف پائے دگر

صحبت بد مین تمھین آٹھ پہر رغبت ہے
دیکھکر طرز تمھارے یہ مجھے حسرت ہے
واہ وا اچھا ہے اور کو یون ہین زحمت ہے
غیر کے ساتھ شب و روز تمھین خلوت ہے
گر ہو تم آدمی زادے تو یہ کیا غیرت ہے
ایسی برداشت کی اب کس کو میان طاقت ہے

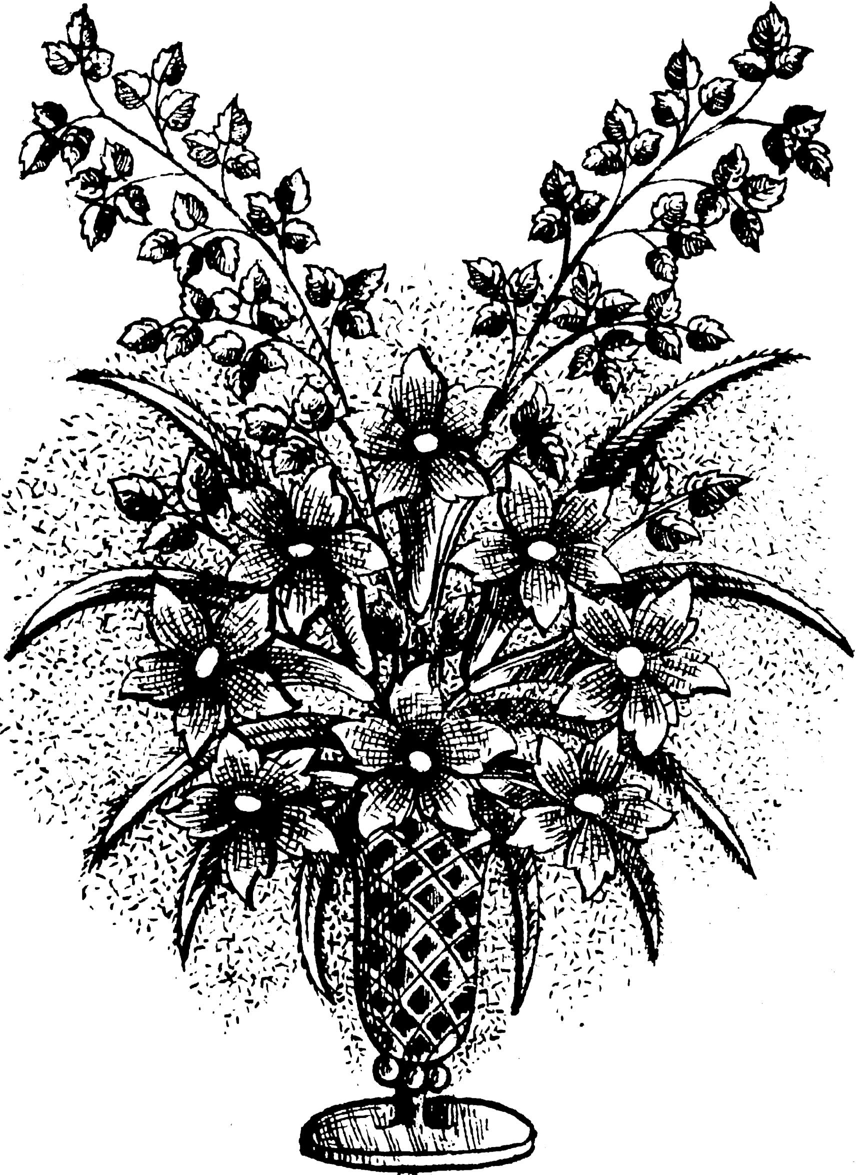
گر چنین ست کہ دائم بملامت باشید
ما بخیریم و شما نیز سلامت باشید

چشم بد دور میان خوب نکالے ہین ڈھنگ
بیٹھکر خندون مین سیکھے ہو بجانا منھ چنگ
چھوڑ دو یہ طور میان تم نہ کرو مجکو بہ تنگ
جا بجا جو طرون مین قدح بھر کے لگے پینے بنگ
اسقدر آپ سے اب تم نے اٹھا لیا ہے ننگ
عبث اب جا کے کسو ساتھ کرون گا مین جنگ

من اگر کشتہ شوم باعث بدنامی تست
موجب شہرۂ بیباکی و خود کامی تست

اسقدر یار برے کام اپر مت تن دے
مت لگا کر تو رقیبون سے کہ وہ مین خندے
کیا برے ہینگے سبھے مغت کے ہم سے بندے
مان میرا ابھی کہا بات مری سن ہی دے
کر کے بدنام تجھے جائینگے یہ سب فن دے
ایک جو مین بھی کسو کے نہ ہوئے شرمندے

نگہے جانب سودا گہ و گاہے کافی است
بلکہ از لطف بادو نیم نگاہے کافی است



انیقدر زندگی خویش مراد شوار ست
گر تو ناحق بکشی حق تو بر من یار ست

کیاکوئی تجھسا ارے یار نہ تھا دنیا مین
کیا کوئی اور طرحدار نہ تھا دنیا مین
کیاکسو کو کسو سے پیار نہ تھا دنیا مین
کیاکہین اور گرفتار نہ تھا دنیا مین
عشق سے کسکو سروکار نہ تھا دنیا مین
یہ ستم اور پہ زنہار نہ تھا دنیا مین

ہیچکس ہمچو من ازدست کسے زار نشد
خوار و رسوائے سر کوچہ و بازار نشد

دل مرا سرمہ نمط سنگ ستم سے ہے چور
تو بھی آنکھون مین ترے یار نہین ہون منظور
اے میان دیکھ نہ بھادیگا خدا کو یہ غرور
کیا کرون ہائے زمین سخت فلک ہیگا دور
ہاتھ تیرے سے کدھر جاؤن پڑا ہون مجبور
دیکھ بیتاب مجھے حسن پہ مت ہو مغرور

آنکہ رخسار ترا رنگ گل و نسرین داد
صبر و آرام تواند بمن مسکین داد

مت گنوا دل کو مرے پھیر نہ تو پاویگا
یہ دل اس بار گیا ہاتھ نہ پھر آوے گا
کف افسوس کو ملتا ہی تو رہجاوے گا
کیا کہون تجھسے ارے دیکھ تو پچھتاوے گا
آخر اس دلکو کوئی اور ہی بہرجاویگا
کیا بھلا جانا ہے میرا تجھے اب بھاویگا

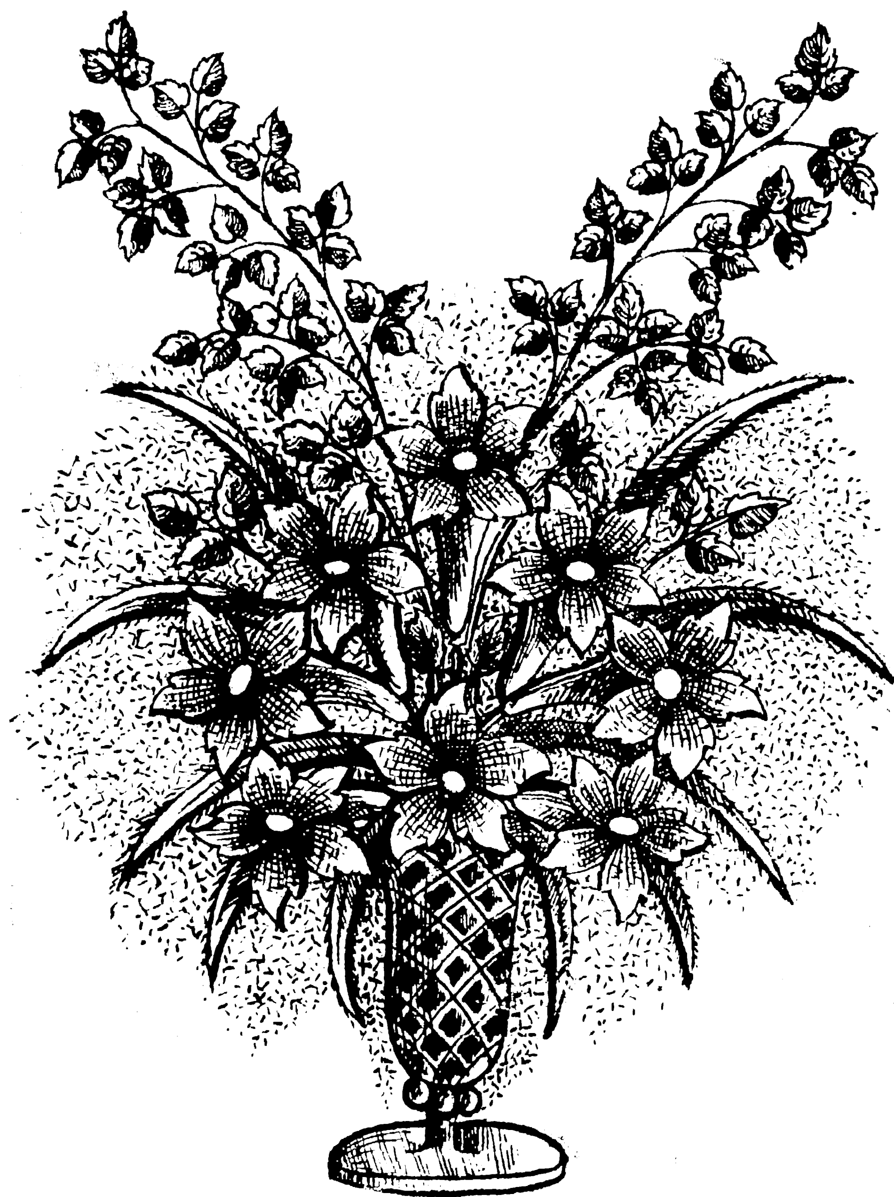
میروم از در تو باز تو رو نہ کنم
گر درت قبلہ شود سجدہ بآن سو نہ کنم

تجھ سوا غیر تغافل کو نہین دیکھتے ہم
غیر تجھ زلف کے سنبل کو نہین دیکھتے ہم
دل نالان بنا بلبل کو نہین دیکھتے ہم
غیر تجھ زلف کے سنبل کو نہین دیکھتے ہم
چھٹ ترے مکھ کو کبھی گل کو نہین دیکھتے ہم
غرض اب جزو کو اور کل کو نہین دیکھتے ہم

آنکہ بے سوئے تو منظور نظر داشتہ ایم
آستین ست کہ بر دیدہ تر داشتہ ایم

اسقدر کس لیے بیزار ہے مجھ زار سے تو
مت چھپا مکھ کو سجن اپنے خریدار سے تو
چشم پوشی تو نہ کر عاشق بیمار سے تو
مجکو محروم نہ رکھ لذت دیدار سے تو
سن لے یہ بات میان اپنے گرفتار سے تو
دیکھ ادھر بھی کبھو ایک نظر پیار سے تو

مناظرِ فطرت (نیچرل)



گو کہ ہون اب نالہ گرہ در گلو | مین بھی تھی سر سبز جہانمین کبھو
تازہ و تر جگ مین رہی سال و ماہ | زاغ و زغن کی ہوئی آرام گاہ
جب تئین دنیا سے تھی امید و بیم | سمجھی تھی کچھ فرق سموم و نسیم
جون ہی زمانے نے کیا بارور | دون ہی دکھایا دم تیغ و تبر
بانس کا پھلنا ہے جہان کی مراد | شادی سے پائی کوئی کیونکر ہو شاد
شاد برآنکہ کہ درین دیر تنگ | شادی و غم ہر دو ندارد درنگ
زیادہ غرض کچھ نہین کہنا روا | بس ہے یہی آہ میری یہ صدا
سحر ہے یا لکڑی کی تقریر ہے | جسمین کہ عبرت کی یہ تاثیر ہے
دل ہے مرا برق نمط بیقرار | دیدہ ہین جون ابر سدا اشکبار
غم کی سیاہی کی گھٹا رات ہے | آج بھی یان موسم برسات ہے
چپ رہ لے سودا نہ ہو بر خود غلط | بس ہے ترے حق مین یہ نکتہ فقط
لکڑی کی نسبت سے تو مقدور ہے | آدمی ہونا تو بہت دور ہے

مثنوی موسم گرما

کیون ہوا اسقدر ہے عالم سوز | آتشی رنگ پر ہوا نوروز
ابکی رت سے یہ ہووے ہے معلوم | چمن آرا ہو شب برات کی دھوم
گرم ہے یہ بہار کا موسم | شاخ گل پھلجھڑی سے نہین ہے کم
یہ پٹاخا چٹکتی وقت گلاب | کف نرگس پہ چھٹتی ہے مہتاب
دستۂ گل کا کیا کہون مین رنگ | اسمین ہت پھول کے سے ہینگے ڈھنگ
غنچے کھلتے ہین یون ہو آتشبار | گویا پھٹتا ہے داغنے مین انار
جلوے دین جون چنبیلی کے بوٹے | اسطرح جائی جوئی کب چھوٹے
نہین گیندا دن کے یہ چمن مین درخت | دی ہے آتش ستارونکو یک لخت
کرو صد برگ و جعفری پہ نظر | چھٹ رہی ہین ہوائیان منہ پر
یہی بولے ہے پانی پھر پھر کر | ہے چکابو کا حومن گھن چکر
کیا مین فوارون کا کہون عالم | جون بھنپا چھٹے ہے لے لے دم

مثنوی تعریف چھڑی

ہوتی ہے دنیا مین جو کچھ تحفہ چیز — سب سے ہے سودا کو یہ لاٹھی عزیز
کوچ و مقام اسکا ہی سب اپنے ہاتھ — جب کہین چلیے تو ہے بے عذر ساتھ
ہاتھ مین رکھتے ہین اسے ہوشمند — ڈرتے ہین سب اس سے درند و گزند
کھینچ نہ سکیے جہان شمشیر و تیغ — اسکو لگا بیٹھیے وان بے دریغ
اتنا کم آزار اور ایسا شفیق — اور بھی کوئی ہے کسی کا رفیق
کس مین یہ توفیق ہے کیجو خیال — ہاتھ پکڑ گرتے کو لیوے سنبھال
چوب نہین دلبر خوشخو ہے یہ — یار ہے یہ قوت بازو ہے یہ
مرتبہ اسکا ہے نہایت بلند — کوچۂ تحقیق ہے ہر بند بند
اسکے گھرانے کو جو کیجیے خیال — چھوٹے بڑے جتنے ہین سب ذی کمال
کوئی تو ہے خامۂ معجز طراز — کوئی شکر ہے نے نغمہ ساز
تیر نمط ہے کوئی صاحب ہنر — کوئی ہے پنجا کوئی ہے نیشکر
خرد جو ہون ہمسر تیر و قلم — نام بزرگان یہ بزرگی علم
اوسکے بڑون کی ہے بڑائی قدیم — دال ہین اعجاز عصائے کلیم
ملنے مین انسان کے ہین دو ہی اثر — یا تو ہو کچھ فائدہ یا ہو ضرر
اوسکے فوائد مین تو نقصان نہین — اور مضرت کا سوا امکان نہین
اہل نظر کی یہ ہدایت پناہ — جادۂ تاریک مین ہے شمع راہ
بیہودہ کج بحثی سے وارستہ ہے — راستی اپنی پہ کمربستہ ہے
گو کہ سخنگو نہین یہ راست باز — لیک یہ یہ سمجھاوے نشیب و فراز
جو کوئی رکھتا ہے ٹک اک گوش ہوش — اسکو وہ ہرگز نہ کہے گا خموش
قدر خموشان وہی سمجھا ہے یار — تیغ زبان سے جو ہوا دلفگار
ہمسے زبانداذون سے بہتر ہے یہ — بے سخن اللہ سخنور ہے یہ
پاس حقیقت اسے ملحوظ ہے — ہرزہ سخن کہنے سے محفوظ ہے
جو کوئی سمجھے ہے رموز و نکات — اوس سے سدا کہتی ہے لاٹھی یہ بات

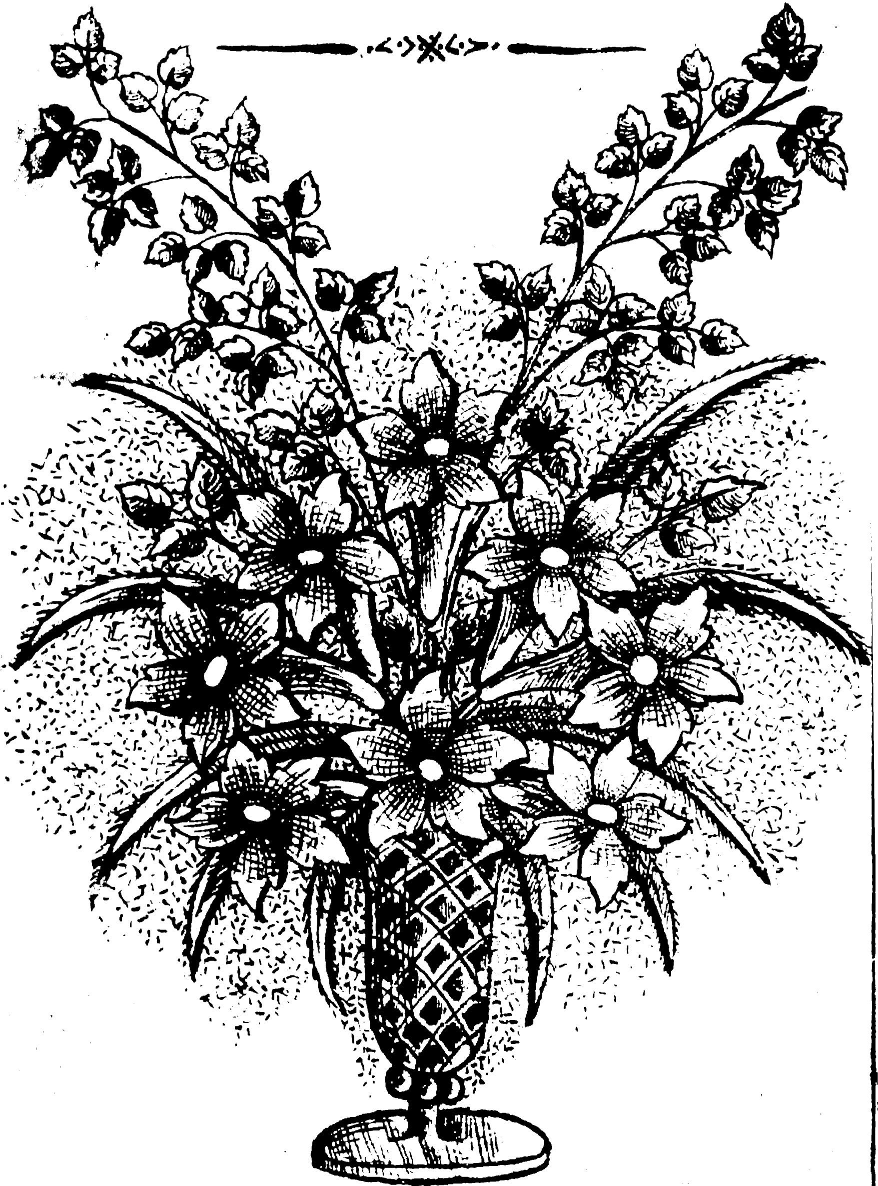
اندنون چرخ پر نہین ہے مہر — گود مین کانگڑی رکھے ہے سپہر
کہرہ پڑنے کو کہتے ہین سب یار — ٹھنڈ سے ہے جہان کے دلین غبار
لیک دیکھا جو غور کر کے مین آپ — نکلے ہے منھ سے آسمان کے بھاپ
دے ہین پوشش زمین کو یا تو نسے جھاڑ — پابدامن ہین جسقدر ہین پہاڑ
پانی پر جس جگہ کہ کائی ہے — سبز وہ شال کی رضائی ہے
بسکہ یخ بستہ بحر بیچ ہے آب — برف کی ہے رکابی ہر گرداب
عکس پانی مین یون ہے نقش پذیر — رہتی ہے زیر شیشہ جون تصویر
نہین ہے نہر باغ مین اسدم — بچۂ بط بھی یخ ہو کہ سے کم
تیغ سے کاٹتا ہے اب وہ چند — آب مین اسقدر ہوئی ہے گزند
جیسے جاڑے سے پڑگیا پالا — سرد ہے داغ عشق جون لالا
اکڑے جاتے ہین دیکھ سنبل کو — گھڑی ہو جائے گل کی غنچہ مین بو
دیکھ گل پر صبا نہیب برد — بھرتی پھرتی ہے ہر طرف دم سرد
پات جھڑ شاخین ہوگئین لنڈمنڈ — رہ گئے اینٹھ ڈنڈ کے ڈنڈ
گر پڑے برگ تاک جھڑ کے تمام — بلبلین مر رہین اکڑ کے تمام
صرصر صبح جان کھوتی ہے — تیر سی دل کے پار ہوتی ہے
باد سے برگ کھڑکے ہین اس بابت — کہئیے تو باجتے ہین دانت سے دانت
جسطرف اب نگاہ جاوے ہے — جو ہی جون بید تھرتھراوے ہے
کانپتے ہین درخت و کوہ و جبال — موسم وے ہے پارہ یا بھونچال
آگ بھی ٹھنڈ سے ٹھٹھرتی ہے — گودون نئے بیچ پھپتی پھرتی ہے
بے حرارت ہین سردی کے مارے — طرح یاقوت کے اب انگارے
ہے یہ آفت چراغ تک دے رپے — لوگ گویا کہربائے شمع سے ہے
جاڑا لگنے کا یخ تلک ہے حرف — لپٹی رہتی ہے نمد دن ہی مین برف
دین مین بر باد ٹھنڈ سے یکدست — جو کوئی ہے سو آفتاب پرست
کفر کی مے سے مست ہے جو ہے — غرض آتش پرست ہے جو ہے
گر کسی مہر وش کو دیکھے ہے — شیخ بھی اپنی آنکھین سیکے ہے

رنگ یاقوت کا زبانی ہے | آب آتش کی زندگانی ہے
پانی کیسا ہی پیٹ مین ہو اب | شکل آئینہ خشک رہتے ہین لب
پھوڑ کر حلق کو زبان سے خار | نکلے گدی سے طرح گل کے پار
ہوش جن بادہ خوار و نہین کچھ ہے | کہتے ہین وہ نہین ہے شیشہ مے
بسکہ گرمی کی آن مانی ہے | شرم سے آگ پانی پانی ہے
آگ سے دن کی جل گئی ہے رات | لی ہے اب سیاہی نے کے دوات
رات سووے زمین پہ جو انسان | کر دہین یون لے جون توے پر نان
پسو جب کاٹے تب وہ مارے ہات | سر و سینہ کو پیٹے ساری رات
گرمی پڑتی ہے یا خدا کا قہر | کیا کہون تجھ سے مین کہ شہر بشہر
بادشاہون کی بادشاہی ہے | آگیا بیتال کی دوہائی ہے
بھیک مانگے ہے شہر مین جو فقیر | دم بدم اسکی ہے یہی تقریر
کوئی بندہ خدا کا ایسا آئے | مجھ سے بیکس کی اب لگی کو بجھائے
ٹھیک ہووے ہے جس گھڑی دوپہر | لگے ہے ڈھیر ڈھیر جلنے دہر
چیلین کیا انڈے چھوڑ بھاگین ہین | پر فرشتون کے جلنے لاگین ہین
مہر ماتھے پہ اپنے پنجہ دھر | کرے ذرات پر جہان کے نظر
غرض ایسی ہی دھوپ پڑتی ہے سخت | جن و انسان وحوش و طیر و درخت
ہاتھ اٹھا کر کہین ہین مثل چنار | وقنا ربنا عذاب النار
ہووے گرمی سے جب یہ حال جہان | کہہ تو کوئی زندگی کرے سو کہان
سر دخس خانہ پوچھنا ہے خبط | آگ اور پھوس مین ہے کچھ بھی ربط
غیرتہ خانہ جائے امن نہین | اب کچھ آرام ہے تو زیر زمین

مثنوی یازدہم در ہجو موسم سرما

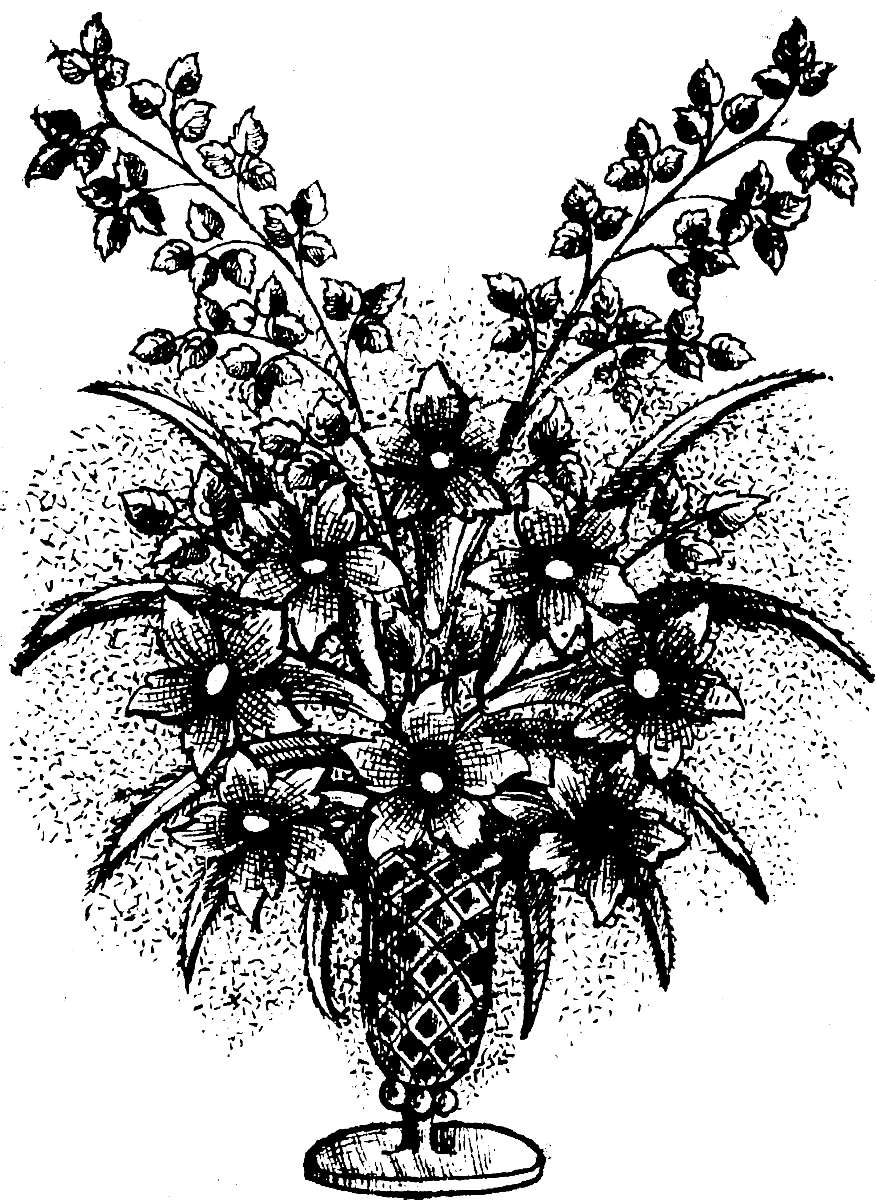
سردی ابکی برس ہے اتنی شدید | صبح نکلے ہے کانپتا خورشید
چرخ کی اطلسی قبا پہ ہمیش | نہین یہ کہکشان ہے دانے کیش
جتنا عالم تھا کاشمیر ہوا | ملک کیسے کہ زمہریر ہوا

آگے جاتا نہیں ہے اب بولا
ہو گئی ہے زبان بھی اولا



دن کی گنتی ہے دھوپ مین اوقات / کالے کمل مین رات کاٹے ہے رات
رعد سردی کے ہاتھ گرم خروش / ابر دوش ہوا پہ بالا پوش
برف نہین پڑتی ہو فلک نداف / بھرے ہے واسطے زمین کے لحاف
شب جو رخشندگی پہ برق آوے / ابر مین یون ٹھٹھرکے رہجاوے
کیا کرون اوسکی یار مین تقریر / جون کسوٹی پہ سونے کی ہو لکیر
ہے گرفتار حال سے جو شخص / نہین مل سکتے گرم ہو دو شخص
گر کسی شخص کو مرض سے اب / تو وہ جاڑے ہی سے کرے ہے تب
فرط سرما سے دیکھیے جس کو / دست زیر بغل ہے مثل سبو
کرے ہے اندنون جو کوئی بیاہ / ساس سسرے کے آگے رو ہے سیاہ
پڑا اسکڑے ہے نہ کنار نہ بوس / زانو آغوش مین ہین جائے عروس
منعمون کے گھرون مین آج اور کل / ہین پڑے پردے دبکے ہے منقل
بھرتے ہین سمور اور قاقم / ٹھنڈ سے کھینچے ہین ہم سو دم
تسپہ جاڑے سے ہے یہ انکا حال / ناک سے چھوٹتا نہین رومال
جھیکنا جاڑے کا جو جھینکین ہین / اک سخن ہے تو لاکھ چھینکین ہین
کوئی اب جا سے ہل نہین سکتا / گھر سے باہر نکل نہین سکتا
پھر جو کوئی ندان نکلے ہے / ٹھنڈ کے مارے جان نکلے ہے
سپٹے رہتے ہین روئی مین مجبور / جس طرح ناشپاتی و انگور
اہل حرفہ کو دیکھیے جو نگاہ / کاروبار انکا ہوگیا ہے تباہ
ہیٹ کر سر کہے ہے بھٹیارا / ہائے اب کیا کرون مین بیچارہ
سقا بولے ہے بھر کے آنکھونمین اشک / یارو پانی بنا لو چیر کے مشک
آہ قناد بھر کے یون بولے / بنی تھی قند ہو گئے اولے
دیکھو حلوائی کو جو بیٹھے کہین / برفی چھپٹ کچھ دکان مین اوسکے نہین
لگے ہے مرنے اب جو بیچارہ / یہی کہتا ہے ٹھنڈ نے مارا
غرض ایسی ہی کچھ پڑے ہے ٹھنڈ / مٹ گیا زمہریر کا بھی گھمنڈ
سودا آخر ہے سردی کا مذکور / شعر بھی گر خنک ہون رکھ معذور

اخلاقیات



جنبش پاے گرد سے جن کے
حرص رکھتی ہے مجھکو خاک بسر

اور جسوقت بادشاہ و گدا
اس جہان سے کرینگے عزم سفر

نہ تو لے تاج و تخت جاوے گا
کلاہ و بوریا نہ مین لے کر

پس مین کس واسطے کرون تعظیم
مجھ مین کیا ہے کمال فضل و ہنر

توہی اب دیکھ اپنے کر انصاف
مین ہون احمق کہ تو ہے گیدی خر

غرض اتنا گدا کی باتون نے تو
کیا اس بادشہ کے دل مین اثر

پھینک کر سر سے تاج شاہی کو
گر پڑا اوٹھ کے اسکے قدمون پر

آخر الامر ان نے اے سودا
مال اور ملک سے اوٹھا کے نظر

چھوڑ کر بادشاہت دنیا
باندھی عقبےٰ کی سلطنت پہ کمر

قطعہ

سحر تصنیف سودا سے مغنی
یہ پڑھتا تھا بیک آہنگ پر درد

سنے تھا جو اسے سو وجد مین تھا
در و دیوار سے لیکر زن و مرد

بسان گل کسو نے جیب کی چاک
کرے تھا جون صبا سر پر کوئی گرد

عجب گلشن ہے یہ لیکن کسو سے
خبر اسکی رکھے ہے سازنے پرد

گئے یان سے وہ محبوبان رعنا
گل نو رستہ آگے جن کے تھا گرد

لگا مت دلکو بلبل اس چمن سے
نظر جو آج سبز آوے سو کل زرد

لگی ہے اسکے دیوارون مین جو خشت
حقیقت کی ہے وہ ہر ایک کی فرد

لب جو پر سے جسکی کھلتی ہے آنکھ
حباب اوٹھ جائے ہے بھر کر دم سرد

تماشے سے غرض اس بیوفا کے
جنھون نے موند لین آنکھین وہ ہین مرد

قطعہ

کہا کلام یہ سودا سے ایک عاقل نے
کسو سے ربط کوئی زیر آسمان نہ کرے

کیا جو تجربہ ان دوستون کو بد پایا
بدی کا جن پہ کسیطرح دل گمان نہ کرے

چکھا انھون کی جو لے یار دوستی کا شہد
وہ تلخ کام کبھو زہر دشمنان نہ کرے

قطعۂ کہ در سوال بادشاہ و جواب دُرویش گوشہ نشین بے پروا کہ ترک دُنیا کردہ بود

یون سُنا ہے کہ ایک خسروِ عصر
ایک درویش کے گیا تھا گھر

دیکھا درویش کو جو خسرو نے
آیا اس حال مین وہ اُسکو نظر

روکیے آخرت کو بیٹھا تھا
پشت دُنیا سے دون کو وہ دیکر

دست مطلب کو کھینچ عالم سے
پادراز اپنے بوریا اوپر

بادشہ نے کیا جب اُس کو سلام
سرسری سا ہوا وہ دست بسر

اور بعد از تامل بسیار
کی اشارت کہ جا کے بیٹھ اُدھر

دیکھکر یہ سلوک سلطان نے
ہو کے چین ابرو اور غصہ کر

کہا درویش سے کہ اے احمق
کچھ بھی تجکو شعور سے ہے خبر

مجھ سے خسرو کے تیئن نہ کی تعظیم
باج دیتا ہے جس کو اسکندر

کون دنیا مین آج ہے مجھ سا
مالک تخت و صاحب افسر

کون ایسا جہان مین ہے کہ وہ
زور و زر ساتھ مجھ سے ہو سر بر

مجکو سجتا ہے جامۂ نخوت
نہ کہ تجھسے کو ہووے زیب آور

کہ تو کس چیز پر تجھے ہے دماغ
کلہ و بوریا پہ اپنے مگر

جب سُنا یہ گدا نے خسرو سے
کہا اے بادشاہ زور آور

یہ تو روشن ہے آفتاب کیطرح
پر دبون مین نہ تجھسے ذرہ بھر

نہ مرے پاس مُلک ہے نے مال
چھین لینے کا جسکے ہووے ڈر

نہ ترا زور میرے خاطر مین
نہ مین لاؤن نظر مین تیرا زر

حق تعالےٰ نے تے دیکے استغنا
کھدیا ہے طمع کسو سے نہ کر

زور اور زر تو سُن لیا اپنا
حشمت و جاہ سے تو پوچھے اگر

چند حیوان پھرین ہین تیرے گرد
شتر و گاؤ و اسپ و فیل و خچر

کتنے انسان بنام اُسکے ساتھ
فی الحقیقت وہ ان سے حیوان تر

دولت آنست کہ بے خون دل آید بکنار
ورنہ با سعی عمل باغ جنان این ہمہ نیست

رات آیا وہ صنم سنکے مجھے زاہد نزار
کون ہے کہنے لگا دولت گیتی اے یار
شور خلخال مین پہچان کے بولا اک بار
مین کہا خیر نہ اس بات کو مانو زنہار

دولت آنست کہ بیخون دل آید بکنار
ورنہ با سعی عمل باغ جنان این ہمہ نیست



بغیر بخل و حسد چاہیے کوئی مذکور — اُنھونکا مہر مروت کے درمیان نہ کرے
ہین اُن سے سلکے نہ ان اختیار عزت کی — دو چار اُنھون سے خدا مجکو دو جہان نہ کرے
تجھے بھی راہ نصیحت کے مین یہ کہتا ہون — کہ تو بھی ربط کبھو با منافقان نہ کرے
وہ آدمی ہے بہت دُور آدمیت سے — جو گوش دل بسوے حرف عاقلان نہ کرے
وہ آشنا ہین جہان مین کہ امتحان کے بعد — زبان نہین کہ وہ لعن ان پہ ہر زمان نہ کرے
یہ سُنکے اُس سے کہا مُسکرا کے سودا نے — شکایت اپنی کسو کی کوئی بیان نہ کرے
بھلے بُرے کے تجھے امتحان سے ہی کیا کام — یہ شکر کر کہ کوئی تجکو امتحان نہ کرے

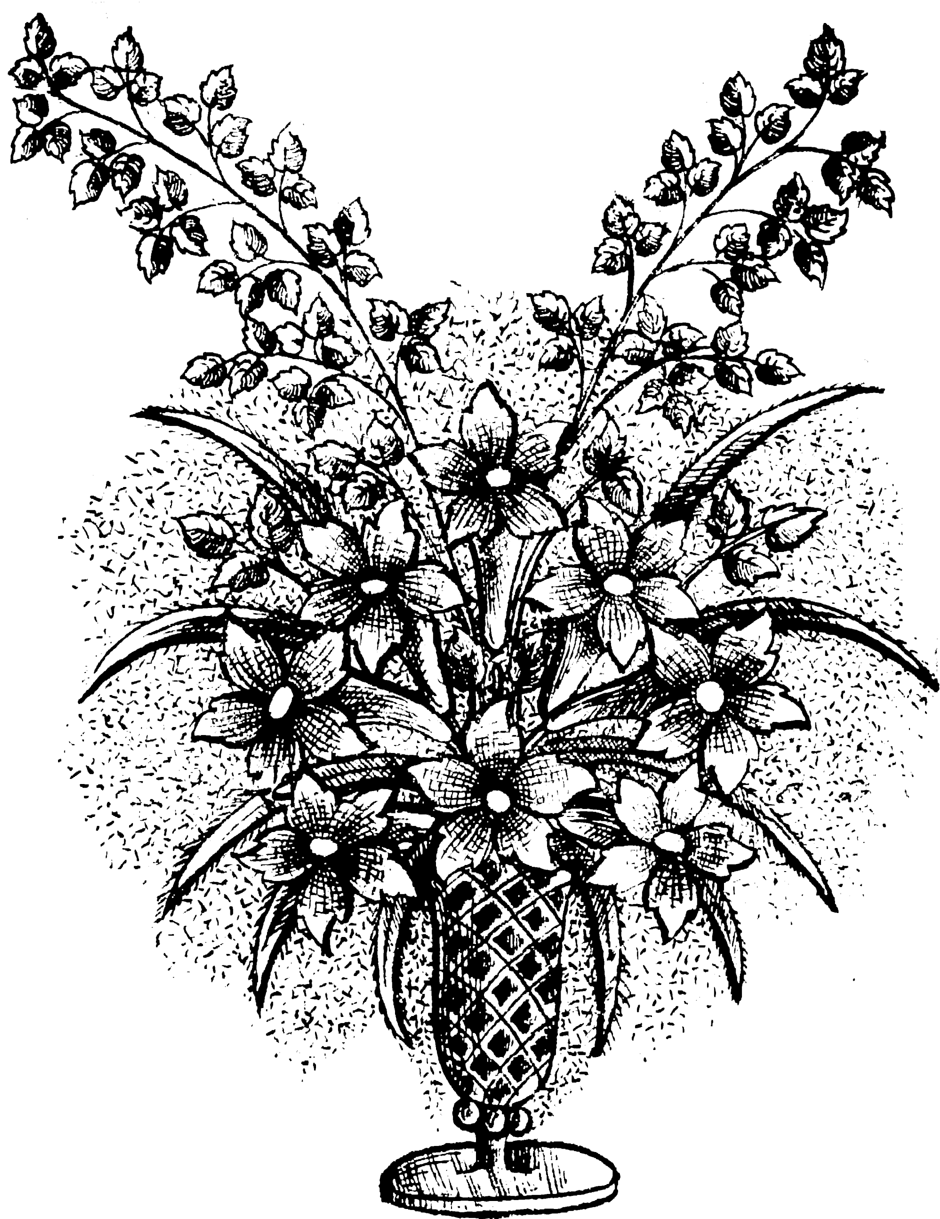
قطعہ بطور پند

ایک عاقل نے یہ سودا سے کہا از سر پند — دلمین پاتا ہون ترے اُلفت سگہا بو فور
نجس العین فقیہون نے انھین لکھا ہے — اُنسے جو ہوئے مسلمان ہے دوری بضرور
صحبت اُن سے تو نہ رکھ اتنی وگرنہ اے یار — حشر کے دن بھی تو ہوویگا انھین سے محشور
سُنکے بولا کہ تو اے دوست یہ سچ کہتا ہے — پر جواب اسکا مجھے دون ہون مین ہوکر مجبور
مس سے انکی نجس ہوے بدن مین جو عضو — دھونے سے پانی کے وہ پاک ہو اے اہل شعور
ایسے کہ کیا ہے نجاست وہ کہ میرا ترا — پاک کرنے پہ کسیطرح نہووے مقدور
میرے نزدیک ہے یون یہ جو ہین اپنے ہم جنس — حق نجاست سے رکھے انکے سگ نفس کو دور
غیر خوناب جگر یار ملوث اس کا — پانی سے چاہیئے ہو پاک سو یہ کیا مذکور
اور جو اس سے کسی جی کو اذیت پہونچے — عاقبت پالنے والے کی تب آوے بظہور
سو تو یہ سگ جدا تجسے ہوا نے ہوگا — اس نصیحت سے مگر دل شکنی تھی منظور
کاٹنے ہی کا تا ترے سگ نے مجھے زور اے یار — سگ مرا بھی جو تجھے کاٹے مجھے رکھ معذور

مسدس

صبحدم کو جو چمن بیچ سودا کا گذار — کہا اک بلبل نالان سے کہ اے عاشق زار
دیکھنا گل کا تنگ آٹھ سپہر کاوش خار — کہہ تو کیا لطف میسر ہو جو یون فصل بہار

مثنویات



عطا میرے تئین کر یا الٰہی ۔ جنون کی مملکت کی بادشاہی
کر ملک عقل کو مین دے کے برباد ۔ کرون جا کوہ اور صحرا کو آباد
رہے روشن مری یون شمع ہستی ۔ کرون ہر آن جون پروانہ مستی
مجھے کر عشق کے خنجر سے دمساز ۔ تڑپنے کی حلاوت سے نہ رکھ باز
زبان سے وہ سخن کر دے سرانجام ۔ رہے محشر تلک جس سے مرا نام
بسان شمع یہ دل آب کر دے ۔ گداز تن سے لذت یاب کر دے
چمن مین عشق کے یارب ہمیشہ ۔ یہی میرا رہے تا زیست پیشہ
کرے یون بلبل نالہ دل زار ۔ کہ جون طوطی ہو خون آلودہ منقار
مجھے آتش کی دے یہ طاقت و تاب ۔ کہ ہو جاوے سمندر رشک سے آب
تمنا ہے یہ ہر اک چشم رو دے ۔ کہ سنگ آبشار اب سینہ ہووے
روان رکھ تو مرے خامہ کو دن رات ۔ لکھون تا حمد مین بعد از مناجات
تری حمد اے چمن آرا کہان ہو ۔ اگر جون سرو سرتا پا زبان ہو
ثنا سننے کو تیری گل ہوا گوش ۔ دہن مین سو زبان غنچہ کی خاموش
جہان اس باغ مین آب روان ہے ۔ تو موج اوسکی تری رطب اللسان ہے
ثمر جب سے دیا مین شاخ کے ہات ۔ زبان ہے شکر کی خاطر ہر اک بات
چمن کو دیکھ مرغان خوش آہنگ ۔ کرین ہین وصف تیرا سب بہر رنگ
بھنور تک دیکھ تجھ صنعت گری کو ۔ نظر کر نسترن اور جعفری کو
سدا پھر پھر کے ہر اک پھول کے گرد ۔ کیا کرتا ہے تیرے نام کا ورد
ترے بار کرم سے شاخ ہے خم ۔ بھرے ہے بلبل بستان ترا دم
چراغ شام کو ہر شب تری لو ۔ نسیم صبح کو تیری تگ و دو
نہ تنہا خلق کی نسرین و سنبل ۔ بنائی خلقت انسان بہ از گل
بتان کا حسن ہے تیرا ثنا گو ۔ خط پشت لب ان کا اور ابرو
رباعی مدح کی تیری ہے لے پاک ۔ سمجھتا ہے اسے عارف کا ادراک
عطا کی جب سے مشت خاک کو جان ۔ فراوان ہے دم آب و لب نان
رکھے ہے کام مین جبتک زبان تر ۔ نمک گاہے چکھاوے گاہ شکر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مثنوی قصۂ درعشق پسر شیشہ گر بزرگر پسر بطور ساقی نامہ و دیگر حکایت

شیخ و دعاء پادشاہ

مرا دل نام پر اوس کے ہے شیدا ۔ کیا ہے جن نے حسن و عشق پیدا
وہی ہے آب و رنگ اپنے چمن کا ۔ وہی معنی ہے طوطی کے سخن کا
چمن مین ذکر سے اوسکے ہے تفریح ۔ گلون کو دانۂ شبنم ہے تسبیح
یہ جلوہ حسن کا ہے گل مین اوس سے ۔ اثر ہے نالۂ بلبل مین اوس سے
دلونکا عاشقون کے محرم راز ۔ اداؤ ناز کا خوبان کے دمساز
کہین نور چراغ خانہ ہے وہ ۔ کہین سوز دل پروانہ ہے وہ
کسو کے دل مین پاتا ہون اوسے درد ۔ کسی سینے مین تاثیر دم سرد
اوسی کا جلوہ حسن زلف مہ رو ۔ اوسی کی نافۂ آہو مین ہے بو
کسی جا گہ مین عیسیٰ کا ہو وہ دم ۔ کسی جا ہو سموم آ کر برازسم
چراغ دیر کعبے سے نہین دور ۔ یہ دونون روشن از یک عالم نور
ہر یک جادہ باندازہ دگر ہے ۔ گہر مین آب پتھر مین شرر ہے
نظر بھر دیکھ گر ہے تجکو فہمید ۔ ہر اک ذرہ مین جھمکے ہے وہ خورشید
غرض وہ کیا ہے جو اوس سے جدا ہو ۔ نہین وہ شے جو اوسکے ماسوا ہو
ثنا ہو کس زبان سے اوسکی ہیہات ۔ قلم کو پھیرے سوے مناجات

در توحید جناب باری

خدایا دے تو اپنے عشق کا درد ۔ عنایت کر دل گرم و دم سرد
محبت کا دے اپنے داغ دل پر ۔ بغیر از شمع ہے تاریک یہ گھر
خم دل مین شراب درد بھر دے ۔ پیالۂ چشم کی لبریز کر دے
تو عشق مین کر اپنے اسقدر غرق ۔ نہ مجھسے کفر و دین مین ہوسکے فرق

جہان بخشش پہ ہو اوس شاہ کا حکم	رکھے گو وہ گنہ وان کاہ کا حکم
وہ بیٹھے جب صف محشر کے آ صدر	وفور اپنی سے آمرزش ہو بیقدر
زبان پر اوسکے جب بخشش سے ہو قال	پھرے جنت گنہگارون کے دنبال
کہون کیا خلقت انسان مین کیا ہے	شرف آدم کا فخر انبیا ہے
کرے جو ہمسری اوس سے کسے تاب	کہ بنیون سے ہین بہتر اوسکے اصحاب
کوئی صدق وعدالت حلم مین طاق	کوئی علم وسخا مین شہرہ آفاق
غرض طاقت کسے وصف و ثنا کی	سوا اوسکے رسول مجتبیٰ کی
نہ ہوگا نہ ہوا ہے مصطفےٰ سا	وصی جس کا علیؓ مرتضےٰ سا

در مناقب حضرت امیر المومنین حیدر کرار

علیؓ برحق امام رہنما ہے	علیؓ ہی جانشین مصطفےٰ ہے
علیؓ ہی شہسوار راہ دین ہے	علیؓ مہر نبوت کا نگین ہے
کرون کیا مرتبے کی اوسکے تقریر	کہ تابع جسکی مرضی کے ہے تقدیر
علیؓ ہے دین کے ارکانون کی قوت	علیؓ ہے زور بازوے نبوت
علیؓ کی ذات سے اللہ کا ہات	ید اللہ نام پانے سے ہے اثبات
علی برحق نمونہ بے نمون ہے	علیؓ کے آگے دو جگ سرنگون ہے
اطاعت سب پر اوس بندے کی آئی	کہ جس بندے مین جھلکے ہے خدائی
بہ نسبت امر اوس کا امر رب سے	رکھے جون یک سخن نکلے دو لب سے
پیمبر سے اوسی کو ہمسری ہے	دو عالم سے اوسی کو برتری ہے
زبس حق آگے انکا پایہ ہے ایک	جہان بیٹھین یہ دو دان سایہ ہو ایک
کشندہ عمر اور انتر کا ہے وہ	کنندہ قلعۂ خیبر کا ہے وہ
کیا اژدر کو اون نے چیر کر دو	کہین ہین حیدر کرار جس کو
جہان میدان ہو وان شاہ مردان	جہان بیشہ ہو وان وہ شیر یزدان
جوان ہمت جوان با نوجوان مرد	دل اشکستہ کا چسپیدۂ درد
دیا دنیا مین سب کچھ سب کو بھرپور	بعقبےٰ بخشوا دینا ہے منظور

برائے پوشش تن بھی بہر حال / کبھو کمل اوڑھاتا ہے کبھو شال
ہمارے واسطے اے رب معبود / کرم ماں باپ سے تیرا ہے افزود
ترے احسان بیان کیا ہمسے ہو دین / رہے بیدار تو بندے جو سو دین
رکھے ہے گرم جب ہو موسم برد / پڑے گرمی تو دے ہے گوشۂ سرد
رکھے ہے تجھسے شیخ و برہمن راہ / تری کیا ذات ہے اللہ اللہ
سخن سننے کو تونے بخشے ہین گوش / سمجھنے کو دیا ہے فہم اور ہوش
زبان کی خلق منہ مین بہر گفتار / کرین تا درد دل آپس مین اظہار
بیان کیا کیجیے تیری عنایت / دیے ہین چشم اور نور بصارت
کہ تا معلوم ہو شام و سحرگاہ / چلین پستی بلندی دیکھکر راہ
زبان کو ذائقے سے دے ہی تسکین / کیا معلوم جس نے ترش و شیرین
غرض کیا کیا کرم ہم پر ہے تیرا / شفیع حشر پیغمبر ہے تیرا

در نعت سید المرسلین صلعم

محمد باعث ایجاد افلاک / محمد علت غائی لولاک
محمد کنت کنزا کی گواہی / محمد عالم علم الٰہی
محمد ہے مشیر عالم غیب / محمد رازدار حق ہے لاریب
محمد عادل و کامل و عاقل / محمد ہے جو کچھ تھا اوسکے قابل
محمد جگ مین سالار رسل ہے / محمد ماہر ہر جزو و کل ہے
یہ بولے روز مولود اوسکے اطوار / نبوت کی ہے مسند کا سزاوار
وہ عالم کی بنا وہ رہبری کو / جلا دے منصب پیغمبری کو
نہ پیدا خاک سے ہوتا جو وہ پاک / نہ پھرتے آسمان گرد سر خاک
اوسکی ذات سے اثبات حق ہے / کہ اوسکی ذات عین ذات حق ہے
لیا جب نام پاک اپنا بہ تعظیم / یہ فرمایا انا احمد بلا میم
خدا کا اوسکو ہم سمجھین نہ ثانی / برائے میم ہے حدیث من رآنی
ہمین کیونکر نہ رحمت پر یقین ہو / کہ جب ایسا شفیع المذنبین ہو

خروش و جوش مرغان چمن کا
ہوا ہے بند کیا تیرے دہن کا

اوٹھا کر جلد رکھ کاندھے پہ طنبور
صدا اپنی سے دے تین انکو سیندور

ترا گانا وہ پی کر ساغر مل
کہ ہووے سرمۂ آواز بلبل

جو بولے محتسب منھ توڑ اُس کا
جو ملا کچھ کہے سر پھوڑ اُس کا

سخن اس وقت ان کا بے محل ہے
بہار اب جو کہے اُس پہ عمل ہے

کہے ہے دیکھکر ابر اس ہوا کو
جواب میکشان مین دون خدا کو

کریم اپنے کو مین کرلون گا راضی
دہن سے شیشہ کے لے ریش قاضی

سنے ہے ساقیا ٹک آن کر یان
مری آنکھون سے کر سیر گلستان

رکھے ہے دست فندق بند کا رنگ
چمن مین اندنون ہر شاخ اورنگ

یہ مستی کو گھٹا کی ٹک نظر کر
یہ آتی ہے پری دوش ہوا پر

زبس باد بہاری مین نشا ہے
پڑا کیا بیخبر تاک اینڈتا ہے

گل مخمل پہ بیداری ہے نایاب
جہان دیکھو تو ہے آلودۂ خواب

کھلے داؤدی کے غنچہ چمن مین
تو کف لائے ہین مستی سے دہن مین

اوٹھا سکتے نہین سر ہے یہ بیحس
جھکی ہی جائے ہے کچھ چشم نرگس

قبا گل پھاڑتی ہے ہوکے سرشار
رہی ہے لپٹی یان سوسن کی دستار

جھکا دیتا نہین بار ثمر شاخ
نشے سے جھوم جھوم آئے ہی ہر شاخ

ہوا سے شاخ گل یون جھومتی ہے
کہ آکر وہ لب جو چومتی ہے

پھری ہے لوٹتی مستی سے دن رات
چمن مین کیا ثمر کیا شاخ کیا پات

نسیم صبح تک اتنی ہے ماتی
خیابان مین پھرے ہے لڑکھڑاتی

غرض اہل چمن ہین اس قدر مست
کہ بہکے بولتے ہین مرغ یکدست

زبس کھینچے ہے باد تند جاروب
ہوا صحن چمن آئینہ اسلوب

پڑا ہے جس روش پر عکس گلزار
بچھی ہے اوس جگہ قالین خوش کار

صفا سے ہر طرف کے ہے یہ امداد
در و دیوار پر ہے کار بہزاد

نظر آتا ہے دونا اب پھل و پھول
مضاعف ہو گیا باغون کا محصول

معطر ہے زبس خاک گلستان
صبا سیار پر ہے عنبر افشان

علیؑ ہے مظہر فیض فتوت — علیؑ کان سخا بحر مروت
زسرتا پا کرم ہے ذات اوسکی — کٹی بخشش ہی مین اوقات اوسکی
غرض ہی ذات حق اوس سے یہ خورسند — عطا ایسے کیے اوس کو دو فرزند
دو محرم کنہ وحدت کے وہ لاریب — وہ ہین دو راز دار پردۂ غیب
دو حافظ عرش علیین کے ہین وہ — دو حامی مصطفیٰ کے دین کے ہین وہ
دو شمع کلبۂ عرفان وحدت — دو نور خانۂ چشم حقیقت
دو پروانہ چراغ امر حق کے — دو بلبل ہین وہ باغ امر حق کے
دو عاشق ہین وہ مرضی خدا کے — دو والہ ہین وہ تسلیم و رضا کے
دو دم تیغ جلال حق کے ہین وہ — دو آئینہ جمال حق کے ہین وہ
دو والا گوہر تاج امامت — دو روشن اختر برج سعادت
غرض سر دفتر اثنا عشر کے — یہ دو معصوم ٹکڑے ہین جگر کے
سوا ان دو کے نسل اونکی سے بس — امامت کے سر پر آرا ہین وہ بس
وہ بارہ ہین ستون عرش اعظم — رہا ہے سب کچھ اونکی ذات سے قائم

در فصل موسم بہار

پہونچ ساقی کہ اب دل کو نہین صبر — تری دوری سے مجھے اسوقت ہے جبر
لگی ہے کرنے آ کر سوے گلشن — چراغ گل نسیم صبح روشن
گھڑ آیا ہے ابر از غرب تا شرق — مجھے بے کشتی تو ہرگز نہ کر غرق
تغافل کو نہ اب فرماٹو کام — لپک لیکر بغل مین شیشہ و جام
نہ اسکو دیکھنا آنکھون سے ہے بیر — تحائف سے زمانے کے ہے یہ سیر
تماشہ ہے عجب گلشن مین موجود — چراغان صبح سے تا شام بے دود
رکھے ہے سبز زیر نیلگون کاخ — بگرد لالۂ فرمان کی شاخ
ستم ہے گر نہ ہو اب شیشہ و جام — عجب ہی لطف سے پھولی ہے یہ شام
جھکا دے منہ مین ساقی شیشۂ مے — مغنی پھونک دے بہر خدا اسنے
کہ آ پہنچا ہے وقت بادہ نوشی — نہین مطرب یہ ہنگام خموشی

تجھے اپنی ملاحت کی قسم ہے ۔ مرے دلکے جراحت کی قسم ہے
تجھے جھوٹی قسم اپنے کی سوگند ۔ مجھے مرنے دمبدم اپنے کی سوگند
تجھے ہے اپنی بدمستی کی سوگند ۔ تجھے اپنی زبردستی کی سوگند
تجھے شیشہ ڈھلکنے کی قسم ہے ۔ تجھے ساغر چھلکنے کی قسم ہے
تجھے ہر بار کی رنجش کی سوگند ۔ مرے ہردم کی آمیزش کی سوگند
قسم ہے نالۂ نے کی تجھے یار ۔ قسم ہے نشۂ مے کی تجھے یار
قسم ہے تجکو میری چشم تر کی ۔ قسم ہے میری آہ بے اثر کی
قسم ہے میری فریاد و فغان کی ۔ قسم ہے عندلیب بوستان کی
تجھے سوگند بسمل کے طپش کی ۔ تجھے سوگند اس دلکے خلش کی
مری الحاح و زاری کی قسم ہے ۔ مری بے اختیاری کی قسم ہے
تجھے ان ساری قسمون کی قسم ہے ۔ پہونچ جلدی کہ فرصت کوئی دم ہے
تغافل کو نہ اب فرمایئے کام ۔ مرا ان آتش تر خشک ہے کام
مجھے دیوے اگر تو بادۂ ناب ۔ کرین مجلس مین تیرا شکر احباب
کرون اس تشنگی مین اوسکو جب نوش ۔ کہے پر ہو سب کا دامن گوش
مجھے گویا کرے ہے نشہ کا اوج ۔ کلید قفل لب یان مے کی ہے موج
اگر دو چار دے تو ساغر مل ۔ قصص تجھسے کہون رنگین تر از گل
کہ جن قصون کا یہ ہے اک نمونا ۔ ہنسے جتنا تو سنکر رووے دونا

قصۂ درویش کہ ارادۂ زیارت کعبہ کردہ بود

حکایت ہے کہ اک عابد با آفاق ۔ عبادت کرنے مین تھے حق کے وہ طاق
خدا کی یاد مین رہتے تھے دن رات ۔ نماز و روزہ مین گذرے تھی اوقات
بجز تسبیح رہتے تھے وہ بے کل ۔ مصلے پر سے اوٹھتے تھے نہ اک پل
مریدون کی ہوئین پر نور عینین ۔ کیا جب اونکی سرمہ خاک نعلین
بلاشک اوسکا جنت مین ہو ماوا ۔ اوٹھا دے جو اونھون کا آفتابا
غرض کیا کہیے اون کی ذات عالی ۔ نہ رہتی تھی کراماتون سے خالی

تری زلفون کی سنبل مین مہک ہے — سراپا سرو مین قد کی لچک ہے
طمع بہ یار گر تیری نظر ہے — تو آمٹھی مین ہر غنچہ کے زر ہے
نچھاور کو ترے مجھ دل کو مقبول — چمن مین اشرفی سو نیکے ہین پھول
نہ ہوا سو قت تو مجھ پاس سے ٹہر — ہوا کیا دیکھ ٹک آکر سر نہر
برودت یان تلک ہے کر تو باور — کہ اوڑھی سنگ نے تختہ پہ چادر
اری ظاہر یہ ہے الضاف سے دُر — رکھے تو اس ہوا مین مجکو معذور
پیالہ کرزہ آب آتش آمیز — بسان دیدۂ عشاق لبریز
نہ آنا یان ترا میری قضا ہے — مرا جینا اگر تیری رضا ہے
تو آجلدی کہ اب مجکو نہین تاب — قدح کر دے لبالب لیکے وہ آب
کہ جس کے آگے آب زندگانی — بھرے آخضر کے چشمے سے پانی
جو سیر باغ دل تیرا نہ چاہے — چلین صحرا کو ہم تو گاہ گاہے
بزیر آستان شایان گلگشت — ہوا ہے کیا چمن کیا کوہ کیا دشت
ہوئی ہے سبز صحرا مین بہر سو — شجر کے شاخ سے تا شاخ آہو
جہان دیکھو تو وان گلہائے خودرو — نظر جس جا پڑے سبزہ ہے اور جو
یہ جلوہ آب کا سبزے پہ گو ہے — نظر آتا ہے آتش در نظر مے
غنیمت جان لے ظالم تو یہ دم — کہ عرصہ اس ہوا کا ہے نپٹ کم
نہین رکھتا چراغ عیش بنیاد — نظر آتا ہے زیر دامن باد
خوشی کا جھلکے ہی جس بادہ مین رنگ — سدا مینا ہے اس کا مورد سنگ
سخن میرے کو گوش اپنے مین دے راہ — ابھی اس صفحہ کی خوبی پہ ناگاہ
جو کرتا ہے تلون دھر کا گل — کہان ساغر کدھر شیشہ کجا گل
خدا جانے زمانے کا ہو گیا طور — ہوا ہے آن مین کچھ اور سے اور
نہ پھر بلبل ہے نہ گل ہے نہ یہ باغ — لبون پر ہے فغان اور دل پہ ہے داغ
ر دامت رکہ تو میری تشنہ کامی — قسم تجکو یہ مولانائے جامی
قسم ہے تجکو اپنے زلف درو کی — قسم ہے تجکو گل کے رنگ و بو کی
تجھے اپنے دہان تنگ کی سون — تجھے غنچے کی آب و رنگ کی سون

غرض دو چار کین تین منزلین طے
کہ شیطان نے کیے قزاق در پے

رہی جب پانچوین منزل کئی کوس
وہ پہونچے کرتے حضرت کا قدمبوس

نصیبون کا مین آگے کیا کہون پھیر
مریدون کے سمیت اوسکو لیا گھیر

کیا غارت اونھین ایسا ہی اکبار
نہ چھوڑا ایک کی تسبیح کا تار

تھی اونکی بات تو وہ کچھ عظیم الشان
رہے یا ایک پیراہن کو حیران

کرون کیا آگے اب غارت کی تصریح
نہ تھی جزدانہ ہاے اشک تسبیح

پیادہ کس طرح یہ کاٹتے راہ
عصا گر رہ گیا پاس انکے سو آہ

نظر کر بعد غارت راہ کا رنج
لگے کرنے دل اپنے مین شش و پنج

نہ زاد راہ پاس انکے نہ مرکب
اب ان سے عزم کعبے کا بندھے کب

توکل پر چلین کعبے یہ کیا ذکر
انھین اسباب کی اپنے پڑی فکر

کبھو عمامہ کے جانے کا مذکور
کبھو تھا فکر پیراہن سے دل چور

سلیمانی کی گہ یاد آتی تسبیح
ہوئی جاتی تھی جسکے غم سے تشریح

کبھو کہتے مصلا تھا چکن کا
کہ جس پہ تھا چکن کار دکن کا

کبھو کہتے کہ یارو کیا عصا تھا
بڑے حضرت کے میرے ہاتھ کا تھا

کہا کیا پٹکا تھا میری کمر کا
سفر در پیش آیا یہ کدھر کا

عقیق سرخ کا جو ناسدان تھا
اگر بکتا تو قیمت مین گران تھا

کبھو کہتے تھے ہو مغموم از حد
نہ جانین کونسی تھی ساعت بد

کہ میرے پاس جو کچھ تھا سو کھویا
اور اپنے ساتھ یارون کو ڈبویا

لٹے جب اس طرح اسباب سارا
تو ہوا ایسے سفر کا کیونکہ یارا

مریدون کی نہ تھی یہ سنکے زنہار
جز آمنا و صدقنا کی گفتار

کیا اس غم نے انکو بسکہ دلریش
کہا سودا سے اے یار وفا کیش

تری اس امر مین اب کیا ہے تدبیر
ہمین آئی نظر کچھ اور تقدیر

ارادہ تھا کہ وان جا کر رہین ہم
بجا ہے گر خدا تو کیا کرین ہم

جواب انکو دیا سودا نے سنکر
جو فرماتے ہو تم ہووے گا بہتر

پر اب اس حال سے گھر کیونکہ جاؤن
بھلا وان جاکے منہ کسکو دکھاؤن

جہان وہ گاڑ دیتے اپنی مسواک ۔ سے لگتے تھے ناشپاتی سیب اور تاک
ہوئے عازم وہ کعبہ کے سفر کے ۔ کہ ہون تا معتکف خالق کے در کے
ملے اک روز سودا سے وہ ناگاہ ۔ کہا مجکو ہے قصدِ کعبۃ اللہ
مسلمان ہو جو ہے اوسکو یہ لازم ۔ کہ تا مقدور اودھر کا ہووے عازم
نجات اپنی اگر تجکو نظر ہے ۔ تو آمرزش کا موجب یہ سفر ہے
یہ بہتر ہے کہ چل ہمراہ میرے ۔ جرائم عفو وان سب ہونگے تیرے
کہانتک اے دیوانے زیر افلاک ۔ رہیگا میکدے کی در کی تو خاک
کریگا بادہ خواری بادف و نے ۔ رکھیگا مغبچون سے ربط تا کے
موذن کی صدا سننے سے رکھ ذوق ۔ کہ ہے وہ لحن داودی کے مافوق
رکھیگا تو سخن میرا جو منظور ۔ پیے گا جام شربت از کف حور
اگر یہ بات میری تین نہ مانے ۔ کریگا یاد کہتا تھا فلانے
غرض اسکی کہان تک کیجیے شرح ۔ کیا ہی ہمسفر سودا کو ہر طرح
نہین یہ بات خالی از کرامات ۔ لیا ایسے کو ہمرہ کرکے دو بات
پھر اوسکے بعد سامان سفر کر ۔ کیا دونون نے ملکر قصد اودھر
یہ فرمایا کہ مرکب پہ کرو زین ۔ کہ ہے وقت سفر کیجے رہ دین
جو اسباب سفر ہے کرکے طیار ۔ اوسے ڈالو بہ پشت بار بردار
کہا سودا سے ہم تم مین ہی یاری ۔ کرین مرکب بہ پیش و بس سواری
وہ بدلا یون سواری کا مری فکر ۔ نہ کیجے آپ حضرت اسکا کیا ذکر
چلا گو پاؤن مین بہر زیارت ۔ حرم کو سر سے چلنا ہے سعادت
بہت فرمارہے اس کو بتکرار ۔ نہ مانا اون نے جب تک ہوگئے ناچار
سوار اپنے ہوئے مرکب پہ یہ جب ۔ مرید اونکے ہوئے گرد آنکے سب
اوٹھا ہر اک کے عہدے کو تھے ساتھ ۔ عصا کوئی کوئی لے مورچھل ہاتھ
کوئی لے پیکدان اور کوئی رومال ۔ کوئی حضرت کے آگے کوئی دنبال
مصلا کوئی سر پر رکھ کے اوسدم ۔ چلا صلواۃ پڑھتا شاد و خرم
بوضع خویش اوس مجمع کے اندر ۔ برہنہ پا و سر سودا قلندر

غرض حسن و وجاہت مین تھا مشہور | دل اوس پر خلق کا جون شیشہ تھا چور
پدر سے سیکھتا تھا شیشہ سازی | نہ تھا کچھ کام اوسے باعشقبازی
قضا کا کیا کہون آگے مین نیرنگ | کہ مارا اوس پہ ناگہ عشق نے چنگ
ہوا مائل وہ اک زرگر پسر پر | دیا آئینۂ دل اک نظر پر
بہار اوس کی خزان کرنے لگی زرد | نسیم آسا لگا بھرنے دم سرد
کبھو آنکھون مین اپنے اشک بھر لائے | کبھو ہنسکر وہ آپی آپ رہجائے
جو پوچھو کیون سے ہے یہ رنگ کاہی | گئے معقول بولے گاہ واہی
رہے وہ صبح سے تا شام بیتاب | کہ جیسے چودھوین شب کا ہو مہتاب
کہا کرتے تھے ہمدم اوس کو رو رو | خدا کے واسطے تو ایک دم سو
سوے کس کروٹ آ جی پر بنی تھی | کہ ہر مو تن پہ برچھی کی انی تھی
نگہ کرتا تھا حیرت سے بہر سو | حباب آنکھین تھین گویا برلب جو
نہ فکر روزی و نہ خواہش قوت | ہوا زرگر پسر کو دیکھ مبہوت
ہوئی یہ دیکھ مادر تو دیوانی | پدر کو تلخ اپنی زندگانی
پدر تھا لیکن اس حالت سے غافل | کرے بیٹھا ہے یہ ظالم کہین دل
ہوا تحقیق کرنے کے وہ درپے | کہ سمجھے اوس کو یہ احوال کیا ہے
لگا وہ پوچھنے اوس سے بہ تکرار | نہ تھا جز خامشی اوسکو سروکار
بلا کر اوس نے ہر اک ہمنشین کو | رکھ اون کے پانون پر اپنی جبین کو
لگا کہنے کہ تم ہو اسکے دلخواہ | کریگا تم کو راز اپنے سے آگاہ
خدا کے واسطے ٹک کیجیو غور | کرو تفتیش حال اوس کا کسی طور
اونھون نے دیکھے جب اوسکے یہ حالات | کہی ہر ایک نے اک طرح کی بات
کوئی بولا کہ سایہ ہے پری کا | عمل ہے اس پہ یا جادوگری کا
کوئی بولا کہ یہ وہم غلط ہے | پری کی آپ ہی تو یہ نمط ہے
بنایا حق نے اوس کو حور پیکر | ہوا سکا چاہیے سایہ پری پر
بھرا ہے اسکی آنکھون مین وہ جادو | دوعالم ہو فریفتہ [illegible] دیکھ جس کو
لگا اونمین سے کہنے ایک ذی فہم | کہ گذرے ہے مرے دلمین تو یون وہم

چلوگے گھر کو تم اپنے کس اسلوب ہے اس سے قصد ادھر کا کہین خوب
کہا حضرت نے سنکر تم ہو گمراہ نہین ملتے مسائل سے کچھ آگاہ
حرم کا فرض ہے مقدور پر طوف گیا یان مال آگے جان کا خوف
مریدان بس تھے گھر چلنے کے مائل کہا سودا سے باہم ہوکے یکدل
سخن حضرت ہمارے کا ہے معقول یہین سے حج اونھون کا ہوگا مقبول
کہا سودا نے سنکر تم ہو مختار سخن میرا نہ خاطر پر کرو بار
غرض جب بات پھرنے ہی پہ ٹھہری نماز ظہر پڑھ وقت سپہری
ہوئے تھے صبح جس منزل سے راہی پھر آئے شام وان ہو کر تباہی
گئی کچھ شب تو فرمایا کہ احباب میسر تو نہ ہووے گا خور و خواب
کہا سودا سے قصہ ناگہانی کہے جو وہ سنین اوس کی زبانی
کہا سودا نے حضرت کو تو ہی خبط مجھے قصہ کہانی سے ہے کیا ربط
کہون اک شہر کی مین واردات اب جو گوش ہوش سے اپنے سنین سب

حکایت پسر شیشہ گر کہ در حلب بود از سبب قضا و قدر او بر پسر زرگر عاشق و فریفتہ گردید

الا اے ساقی میخانۂ عشق چھلکا دے گر مجھے پیمانۂ عشق
مے الفت کا پیارے شیشہ لیکر لبالب ساغر زرین کو تو بھر
مجھے اوس مے کے تو دو چار دے جام سخن کو عشق کے مین دون سرانجام
حلب مین تھا پسر اک شیشہ گر کا نہایت لاڈلا مادر پدر کا
پدر کا وہ دل و جان و جگر تھا پدر عاشق وہ معشوق پدر تھا
بنایا حق نے سب سے دور اوسکو پری پہونچے نہ ہرگز حور اوس کو
چمن کی سیر کو جاتا جو گھر سے تو مان کہتی تھی یون اوسکے پدر سے
سبب ہوگا یہ رد چشم بد کا تصدق سرو کو دو اوس کے قد کا
پیالی بیچ وان نرگس کے جا کر کچھ آنکھون سے بھی تم دیکھو چھوا کر

کسی در پر کرے تھا کھا کے ٹھوکر / کسی دیوار سے جا لاگتا سر
گرے تھا جا بجا با جان ناشاد / فغان کرنے مین اور اوٹھنے مین فریاد
کٹے تھی اوسکو ہر کوچے مین یون رات / کھڑکتا پاؤں سے پھرتا ہو جون پات
بیان کیا کیجیے اوس رات کا طول / فلک گویا سحر کرنا گیا بھول
کٹی جب اس طرح سے وہ شب تار / ہوئی عالم مین صبح اوس دم نمودار
پدر بالین تلک اوس کے جو آیا / تو بستر خالی اوس کا اوس نے پایا
لگا کرنے تجسس اوس کی ہر سو / کسی جا گر نپایا گھر مین اوسکو
تب اوس کا نام لے لے کر پکارا / محلہ گرد سے سب ڈھونڈھ مارا
پھرا گھر گھر مین وہ حیران و خاموش / گرا بستر پہ اوسکے ہوکے بیہوش
ہوئی اوس حال سے مادر جو آگاہ / کہا بھر کر دل ناشاد سے آہ

از جوش عشق آوارہ شدن از خانہ پسر شیشہ گر در شب سوئے صحرا و آگاہ شدن پدر و مادر و تجسس کردن آنہا

گھر آ جان دل محزون مادر / نہ کر قتل پدر اور خون مادر
جہان ہے وان سے تو جلدی پہونچ اب / پدر تیرا پڑا ہے جان برلب
کسی نے تجکو جانے مین نہ ٹوکا / نکلتے چاند بدلی سے نہ روکا
غرض جون رعد مان اوسکی تھی نالان / در افشان چشم سے ہے جون ابر نیسان
جو ہمسایہ تھے اوسکے ہمدم و یار / ہوئے اس ماجرے سے سب خبردار
کہا ڈیوڑھی پہ یون ہر ایک نے آ / کہ مادر جزع سے اب فائدہ کیا
خدا کیواسطے تک دلکو دے صبر / جدائی اوسکی ہے پر بھی تو ہے جبر
کریگا جستجو ہم مین سے ہر یک / لے آوینگے اوسے ہر طرح تجھ تک
اسی ہی گفتگو مین تھے وہ باہم / کہ آکر ہوش مین با چشم پرنم
پدر اوسکا لگا کہنے کہ یارو / مجھے بھی ساتھ تم پھر ہنڈالو
کہا اون سب نے بہتر اس سے کیا ہے / ہمارا بھی یہی کچھ مدعا ہے

یہ لڑکا تھا تو شمع بزم افروز | کیا پیدا دل پروانہ کا سوز
بقدر فہم ہر کس یک گمان تھا | سخن پر اک طرح کا درمیان تھا
اوسے تو چڑھ رہی تھی عشق کی تپ | پڑا دیکھے تھا وہ گیا روز کیا شب
نگہ پڑتی جب اوسکے پیرہن پر | نظر آوے تھا خاکستر وہ تن پر
نہ کرتی تھی اوسے تدبیر کچھ سود | بدن پر موسے یون آتش پہ جون دود
پر آخر سایہ اوسپر سب نے ٹھانا | کوئی ملا کوئی لایا سیانا
کسو نے اوسپہ جب کچھ پڑھکے پھونکا | اوٹھا اوس آگ سے دونا بھبھوکا

بسبب جوش عشق بیقرار شدن لسپر شیشہ گر بجانب صحرا رفتن از خانمان آوارہ شدن و آگاہ شدن پدر و تجسس کردن

پہونچ ساقی تو لیکر بادۂ درد | کہ ہو راز دل عشاق بے پرد
مجھے اوس مے سے کر جون شب سیہ مست | سخن آوارگی سے بولون یکدست
نہ کرتی تھی اوسے تفتیش کچھ سود | ہوئی یان تک یہ حالت اوسپہ فزود
کہ یک شب پھاڑ کر اپنا گریبان | برنگ گل وہ گل رو تا بدامان
چلا اسطرح گھر سے بے سر و پا | کہ جاتا ہون کدھر جا کر کردن کیا
ولے وہ شب تھی ایسی تیرہ و تار | کہ ہو روز سیہ کو جس سے زنہار
عجب شب تھی بزیر چرخ وہ شب | بھری ہو جون دوات اندر مرکب
چراغ و شمع کا یون نور نایاب | سیاہی مین ہوا جیسے قطرہ آب
ثوابت یون فلک پر تھے سراسر | عرق کے قطرہ جون زنگی کے منھ پر
ہوئی تاریک یان تک چشم انجم | کرہ کی سبعۂ سیارہ نے گم
اور ایسے وقت وہ مجنون دلریش | ہوا راہی نہ دیکھا کچھ پس و پیش
تن تنہا وہ اور کوئی نہ تھا ساتھ | کہ ڈگتے پاؤن کو تھامے پکڑ ہاتھ
چراغ داغ دل جز روشنی اور | نہ تھی لیتی بلندی جس سے ہو غور
نہ تھا وہ یوسف ثانی کچھ آگاہ | کہ میرے سامنے خندق ہے یا چاہ

دھنسا پہلے وہ اس ویرانہ اندر
نظر آیا عجب صحرا لق و دق
عجب وہ موضع خوف و خطرناک
بیابان تھا وہ ایسا وحشت انگیز
نہ جاوے جند کی اس سمت آواز
کسی رہ گمدگی سے تھا نہ وان پات
نظر آئین وہ حالاتِ عجائب
کبھو آتش سے جون دہکے ہے جنگل
کہین نظر دین تھے وان روز تب کم
سگے وان سوز تھا اور گاہ وان ساز
ہوا کا نام اوس جا تھا نہ زنہار
نظر آتا کبھو اون کو جو وہ دشت
بیابان کیا کہے یہ انسان تھے یا جن
پڑے پھرتے تھے وان بیتے ہوئے
کہ ناگہ اک نسیم آئی اودھر سے
گئی یوسف کی جیب یعقوب تک بو
نظر آیا اوسے بدن اسکا دلبند
دل اوسکا وان نہ تھا خوف و خطر مین
سبب تھا گرم یہ آنکھون نے خون ناب
جمی تھی چہرے اوسکے پر زبس گرد
وہ آنکھین جس پہ جی دیتا تھا عالم
پڑے تلوون مین خار دشت سے چھید
جب اس صورت سے پایا وان بیہوش
جو اوسکے اور وان تھے ہمدم و یار
یہ تیرا حال کیا ہے اے فلانی

کمر ہمت پہ اون سب کی بندھا کر
کہ دیکھے سے جگر ہو شیر کا شق
دیا اون کو دکھائی زیر افلاک
کہ وحشت جسکی تھی عالم کی خونریز
کرے بوم اوس طرف منھ کر نہ پرواز
ہزارون طرح کی اوس جا بلیات
نہ دیکھا ہو کسی نے وہ غرائب
کبھو اس طرح جون برسے ہے بادل
کہین تھے یک جگہ خورشید و انجم
سگے رونے کی گہ ہنسنے کی آواز
کہیں تھی اوس جگہ اژدر کی پھنکار
تو جھکتے دیکھ مخدوم جہان گشت
کہ ایسی جا نہ سمجھے رات اور دن
کرین دریافت یہ تا وہ کدھر ہے
جہان بیٹھا تھا وہ آوارہ گھر سے
پدر نے ڈھونڈھ کر پایا پسر کو
کہ اوسمین وحشت اوس صحرا سے وہ چند
وہ صحرا بلکہ تھا اوس سے حذر مین
کہ تھا گر نہ اوسکے اک آتش کا گرداب
کرے پاک اوسکو ایسا کون تھا مرد
نہ تھین کچھ زخمِ دیوار سے کم
قدم تک موے سر تھے صورتِ بید
پدر تو دیکھتے ہی کر گیا غش
لگے کہنے وہ یون با چشم خونبار
نہ تو نے قدر حسن اپنے کی جانی

غرض ساتھ اوسکے سب بھرتے دم سرد
چلے روتے وہ جو تھے صاحب درد

لگے کوچون مین کرنے گشت ہر سو
پھرے ہے جسطرح آب چکا بو

نہ تھا غیر از تلاش اونکی اونھین کام
نہ دن کو چین ہے نہ شب کو آرام

تھکا بوجب ہوئی زائد ز مقدور
تھکے ڈھونڈھ اوسکو سب نزدیک اور دور

لگی جانے ہوئی جب صورت یاس
منجم کے وہ اور رمال کے پاس

انھون نے چند مدت یون بسر کی
سکونت چھوڑ دی دن رات گھر کی

کٹے رمال کے یان دنکو اوقات
منجم کے پڑے رہتے تھے گھر رات

اونھون کو ایک دن رحم ان پہ آیا
عمل سے اپنے ان کو یون بتایا

نہ ہو تم زندگی سے اوسکے مایوس
طرف مشرق کے یان سے ہے وہ سو کوس

پر ایسے وہ بیابان مین کہین ہے
گذر انسان کا جس جا نہین ہے

مگر جاوے کوئی ایسا ہی جانباز
جو اپنی زندگانی سے ہو ناساز

کہا سنکر پدر نے سو وہ ہم ہین
کہ روز و شب میان درد و غم ہین

خدا پر کر نظر جاوینگے ہم وان
اور اوسکو جسطرح لاوینگے ہم یان

نہین ہے ہمکو حفظ اوسکے سے انکار
ہوئی گلزار ابراہیم پر نار

جبھون کے ساتھ ہو حفظ الٰہی
بچین سو طرح کی کھا کر تباہی

غرض وان سے اوٹھے یہ شاد و خرم
کیا عزم سفر دل پر مصمم

گھر آکر اپنے یارون کو بلایا
منجم کا سخن اونکو سنایا

وہ بولے ہم بھی ہین چلنے کو حاضر
جہان ہو وہ چلین گے اوسکے خاطر

یہ کہکر سب نے مارا ہاتھ بر ہاتھ
کرے ہے یہ قول ہم ہین آپکے ساتھ

پھر اوسکے بعد باہم ہوکے یکدل
چلے طے کرتے یہ منزل بمنزل

غرض پہونچے یہ جون تون بعد یک ماہ
نواحی بیچ اوس صحرا کے ناگاہ

پڑے نزدیک جسدم ان سے وہ ٹھانون
جگہ کس کا کہ پھر آگے دھرے پانون

لگے کرنے سب آپس مین پس و پیش
جہان تک تھے وہ کیا بیگانہ کیا خویش

پھر آخر یہ کیون نہ ہو زہرہ پدر کا
کہ لخت ایسی جگہ جس کے جگر کا

اسی پر گردش افلاک ہووے
تو وہ جی اوسکے پیچھے کیون نہ کھووے

ظاہر شدن عشق او بر ہمگنان و بیرون رفتن از خانہ بطرف زرگر پسر

پلا ساقی شراب آتش آمیز ‌ ‌ مجھے جلدی پیالا لا کر کے لبریز
مجھی کو اوسکے ہے پینے کا یارا ‌ ‌ کبھی ہووے جو آتش پر دوبارا
جب آیا تنگ وہ گھبرا کے اک روز ‌ ‌ چلا پھر گھر سے بھرتا آہ جان سوز
چلے ساتھ اوسکے سب روتے ہوئے زار ‌ ‌ کہ جون شبنم سے ٹپکین گرد گل خار
اور اوسکے والدین اُن سب مین غمناک ‌ ‌ برہنہ پا سرون پر ڈالتے خاک
ہوا جسوقت یہ احوال طاری ‌ ‌ در و دیوار سے تھی آہ و زاری
ہر اک اس واردات اوپر نظر کر ‌ ‌ کف افسوس ململ آہ بھر کر
کہے تھا یہ سخن با چشم پُرنم ‌ ‌ اس آہو نے کیا بستی سے پھر رم
کوئی تھا دیکھ اس صورت کو گریان ‌ ‌ کوئی انگشت حسرت زیر دندان
غرض اسدن تو ملکر مرد اور زن ‌ ‌ لے آئے گھر اُسے با حیلۂ و فن
پر آخر آخر اوس کا یہ ہوا حال ‌ ‌ کہ جس کوچے مین وہ اطفال و بنال
سحر سے شام تک عجپتا تھا یہ رنگ ‌ ‌ تن نازک تھا اوسکا مورد سنگ
سراپا سے وہ جب ہوتا تھا مجروح ‌ ‌ اوسے ہوتی تھی اوسدم فرحت روح
گذر اوس کا کبھو جنگل کبھو شہر ‌ ‌ دل اوس کے آ گئی جسطرح کی لہر
یہ شب بستی مین گر رہنے کا تھا ٹھاٹ ‌ ‌ کسی کے در کسی بقال کے ہاٹ
اگر جنگل مین رہتا تا کسی رات ‌ ‌ درختون مین کہین کٹ جاتی اوقات
نہ بیم گرگ اوسے نے خطرۂ شیر ‌ ‌ ہوا تھا زندگانی سے زبس سیر
جو دیکھی والدین اوسکے نے یہ شکل ‌ ‌ حرام اون پر ہوا کیا شرب کیا اکل
تھکے جب سو طرح کی کر کے تدبیر ‌ ‌ کیا ناچار اوس وحشی کو زنجیر
پڑی زنجیر تو اوس کے قدم مین ‌ ‌ ہوا اک خلق کا دل قید غم مین
پر اوسکو تھا نہ کچھ زنجیر سے غم ‌ ‌ بیاد دوست اپنے شاد و خورم

نظر بھر دیکھ تو حال پدر کو
خدا کیواسطے چل یہان سے گھر کو

ارے ظالم تری ماں کا ہے یہ حال
رہے ہے سہے خون مین تر آنکھوں سے رومال

کبھو پوچھے ہے مجھ سے کہو تم ہو
وہ میرا مہ ہوا ہے کس طرف گم

کبھو رومال لے تر عہ بھنکا دے
کہ میرا لال گھر مین کب تک آوے

جوانی پر نہین اپنی اگر غرور
تو پیری پر نظر کر اوس کے ہر طور

قد اوسکا بار غم سے نے یہ کیا خم
کہ ساق پا سے ہے اوسکا عصا کم

ہوئی تحلیل کچھ غم مین وہ یہ دوست
نہ اوسمین استخوان نے گوشت نے پوست

بجز موے سفید اوسمین نہین کچھ
نہین جون آگ کی بڑھیا نہین کچھ

کسی کے منھ کی پھونک اوس تک اگر آئے
کہین سے وہ کہین اوڑتی چلی جائے

خدا کیواسطے اس عمر مین یار
نہ رکھ اوسکو غم اپنے مین گرفتار

غنیمت زندگی اوسکی تو اب جان
کہ وہ تیری کوئی دم کی ہی مہمان

ہمارے حق صحبت کو کبھی مت بھول
محبت مین نہین یہ بات معقول

اوسے سمجھا رہے تھے ملکے سب یار
کہ اسمین باپ اوسکا ہو کے ہشیار

لگا کہنے کہ سن لے اے مری جان
مین تیرے ردم ردم اوپر سے قربان

کہیگا تو جو کچھ وہ ہی کرونگا
رضا مین تیری جیونگا مرونگا

براب پھر خدا چل گھر کو یہان سے
مجھے بیزار مت کر میری جان سے

یہ کہکر اوسکے قدمون پر گرا جب
ہوا راضی وہ گھر کے چلنے کو تب

غرض منت سماجت کر کے ہر ایک
بصورت لے آئے اوسکو گھر تک

اوٹھین تھا فضل حق از بسکہ ملحوظ
کہ ہے یہ بچے بلیاتون سے محفوظ

پسر نے ماں کو جب صورت دکھائی
لبون سے ماں کے تن مین جان آئی

وے جس روز سے وہ گھر مین آیا
کسو نے خوش اوسے اکدم نہ پایا

بغاجوئی مین تھے سب اوسکے ہر چند
رکھا کرتے تھے پر اوس کو نظر بند

جو کچھ پوچھے تھا کوئی گاہ بے گاہ
جواب اوسکو وہ دیوے تھا با کراہ

زبان تو آشنا تھی گفتگو سے
نہ کہہ سکتا تھا پر دل کی کسو سے

جو ہین چونکا غرض وہ دیکھکر خواب
چلا گھر سے نکل ہو سخت بیتاب

بہے تھے ہر مژہ سے اشک کے خیل
چلا سر مارتا ہر سمت جون سیل

اوسے وان جذب کامل کھینچ لایا
چلا خس کہربا کے ساتھ آیا

جہان تھا وہ محبت کا گرفتار
کھڑکتی تھی بپا زنجیر ہر بار

سُنی زنجیر کی جب اون نے آواز
کھلا ہے دل پہ اوسکے پردۂ راز

ہوا سنتے ہی شوق اوس کو دو بالا
قدم پر اوسکے سر جاتے ہی ڈالا

لگا کہنے کہ میری جان عاشق
مین سر تا پا ترے قربان عاشق

جو تو عاشق ہے مین معشوق تیرا
تو مین عاشق ہون تو معشوق میرا

اب اوٹھکر یان سے تو چل گھر کو میرے
کرون شانہ مین بالون پیچ تیرے

سلاسل تیرے پاؤن سے نکالون
مین تیرے موے سر دھو دھو کے پالون

سپش سر سے ترے مین چن کرون دور
تری خدمت مجھے نوراً علے نور

ترے بندے کو مین مل مل کے دھوؤن
تری کلفت کو سر تا پا ہی کھوؤن

تجھے تن زیب اور خاصہ پنھاؤن
تجھے فرش اپنی آنکھین کر بٹھاؤن

بجالاؤن ترا سب طرح فرمان
ترے جاؤن سدا قربان قربان

یہ باتین دوست کی جس دم پڑین گوش
تو بولا ہوش مین آکر وہ مدہوش

ترا گھر اس سوا ہے کون سا گھر
ترے گھر سے ہون مین کس آن باہر

جہان بیٹھا ہون مین سو گھر ہے تیرا
یہ ہر حلقہ قدم مین در ہے تیرا

مجھے یہ جو مری زنجیر پا ہے
ہتھوڑی کی تری اسمین صدا ہے

نہین مجھ حنجرے مین سانس میری
یقین ہے مجکو وہ پھکنی ہے تیری

کھٹالی دل مرا اور داغ آتش
محبت وہ طلا جس مین نہین غش

مرے سر تا قدم تو مو بمو ہے
مین آپ ہی کو سمجھتا ہون کہ تو ہے

یہ باتین کرکے مت کر تنگ مجکو
دوئی کا مت لگا اب ننگ مجکو

محبت کا جہان سرسبز ہو نخل
من و تو کے ثمر کو وان ہے کیا دخل

دیا حق نے جو کام اون کا سرانجام
اور آپس کے سخن پہونچے باتمام

ملے باہم گلے بعد اوس کے رو کر
بہے دو بحر آتش ایک ہو کر

تصور مین تھا اوسکے اسقدر غرق / نگر شکل اوسکی سے کرتی نہ تھی فرق
جو آجاتا کبھو آئینہ درپیش / کرے تھا سجدہ بر عکس رخ خویش
چھپانے سے محبت کب نہان ہو / کہ پنبہ مین شرر مخفی کہان ہو
حجاب آخر اوٹھا راز نہان سے / ہوئے سرزد یہ شعر اوسکی زبان سے
دلا مین تجھ سے کہتا تھا کہ زنہار / محبت سے بری آتش خبردار
نہ مانی بات تو کیجو نہ وہ کام / کہ اُس آتش سے جلتے ہین ہو بدنام
گریز اب اس سے غفلت کو بکو ہے / اسی آتش کے اندر آبرو ہے
نہ سمجھا تو شراب عشق ہے زہر / ڈری موج اوسکی سے کالے کی ہی لہر
چراغ عشق مین تو دے کے روغن / نہ کیجو عاشقون مین نام روشن
کہے ہے پنبہ روغن سے کہین دور / نہ پکڑے خون عاشق بن کبھو نور
جہان مین عشق اگر شان عسل ہے / مزا لینے مین اوسکے یہ خلل ہے
جو کیسا ہی کوئی ہو صاحب ہوش / نہ بچے گزش سے جیتا تو بے نوش
ہوا ہے تو اگر پروانہ عشق / تو جا بازی مین رہ مردانہ عشق
تلے تیغ جفا کے سر علم رکھ / بسان شمع یان ثابت قدم رکھ
یہ باتین سنکے سب حیران تھے ذی ہوش / رہا کیونکر یہ راز آتش مین خس پوش
سخن یہ جو کوئی خاطر مین لایا / اوسے عاشق کسی کا اون نے پایا
ہوا تفتیش کا ہر ایک مائل / کہ دے بیٹھا ہے یہ ظالم کسے دل

ملاقات کردن زرگر پسر از پسر شیشہ گر بجذب محبت و کشش عشق عاشق و معشوق

الا اے ساقی فرخندہ فرجام / طرب کی مے سے کر لبریز وہ جام
کہ جسکو پی کے ہون مین مست و سرشار / کرون پھر وصل سے دونون کی گفتار
ملاقات اسطرح دونون یک دگر مین / کہ آئینہ ہو جون سونے کے گھر مین
تجھے بھی ہو کہین الفت تو آ دیکھ / یہ تخم عشق کی نشو و نما دیکھ

جہان پر مہ سے روشن تر حسب ہین — برنگ آفتاب اپنے نسب ہین
ترقی ہو اسے دل خواہ عالم — کہا وے تا ابد یہ شاہ عالم
مدام اوس کو الٰہی کامران رکھ — سدا زیر نگین اوسکے جہان رکھ
وزیر اعظم اوس کا تا قیامت — رہے آفاق مین یارب سلامت
کرم کے بحر کا یکتا ہے وہ دُر — جہانگین آصف الدولہ بہادر
رہے وہ مسند آرائے وزارت — کہ ہے وہ رونق جلائے وزارت
فزوں اوسکا سدا جاہ و حشم رکھ — اوسی کو صاحب سیف و قلم رکھ
جہان مین اب جو ہے خوان نعم کا — ہو اوس کے ریزہ چین خوان کرم کا
اوسی کے سایے مین ہو خلق مسرور — زمانے کے رہے آفات سے دور
کمیت خامہ کی سودا عنان لے — سخن کو زیادہ اس سے طول مت دے
خزف ریزے کو اپنے مت گہر جان — سخن کا رتبہ اپنے آپ پہچان
کہین مین گو کہ سب اس فن کے ماہر — گہر تیرے وہ خوش ہونیکے خاطر
سخن تیرے پہ ہر اک ہی جو مصروف — قبولیت پہ سے یہ بات موقوف
خصوصاً خان عالم خان بہادر — سخن جنکا ہے گوش فہم مین دُر
زراہ دوستی بولے وہ سنکر — نہین یہ مثنوی ہے گنج گوہر
خیال اس مثنوی کا تجکو کب تھا — محرک ہونے کا اون کے سبب تھا
رہین وہ شاد یارب صبح اور شام — کہ آغاز اوس کا پہونچا تا بہ انجام

مثنوی بطور خط

خان صاحب مشفق والا نشان — مظہر لطف و انیس و مہربان
بعد اظہار تمنا سے دلی — در جواب نامہ لکھتا ہون جلی
ہاتھ مین ہے خامۂ گوہر فشان — تا کرون دُرریزی معنی بیان
معنی رنگین اگر لبریز ہو — صفحۂ قرطاس سب گلریز ہو
کیون نہ ہو شیرین کلامی کا اثر — بند بند اس کا ہے مثل نیشکر
سرنگون رہتا ہے کیا شام دیگاہ — جبہہ فرسا ہے سدا یہ روسیاہ

غرض دونون کی سُن سنکر وہ گفتار
کھڑے اوس جاے پر روتے تھے حضار

پڑے کانون جب یہ حرف دلکش
کیا بہتون نے سُنکر یہ سخن غش

کیا کتنون نے چاک اپنا گریبان
ہوئے اکثر بروے خاک غلطان

ہوئی جسطرح کی اوس وقت تاثیر
نہین کی جاتی اوس عالم کی تقریر

کسی سے مین نے یہ قصہ سُنا تھا
پر اب اظہار سے یہ مدعا تھا

طلب مین وہ جوان اک شیشہ گر کا
ہوا عاشق جو اک زرگر پسر کا

رہا ازبسکہ عشق اوسکے مین محکم
ہوے اک روح وہ دو قالب باہم

جو کوئی آپ کو اس طرح کھووے
خدا کا وہ خدا تب اوسکا ہووے

ہوا زرگر پسر جون اوس مین موجود
محبت یون ہو تو ہو عبد معبود

محبت حق کی جس مین یون در آئی
کرے ہے بندگی مین وہ خدائی

جو حق کے عشق مین ثابت قدم ہو
مکان دیر بھی اوس کو حرم ہو

جو آگے اوس کے ہو دیوار یا در
نہ سمجھے حق سے خالی ہے یہ اب گھر

خدا اک عشق کو ایسے کے مانے
جو اوس کو ہر جگہ حاضر نہ جانے

سُنی حضرت نے یارو یہ کہانی
اگر سمجھین ز راہ نکتہ دانی

تو لون مین دوڑ کر اونکے قدم چوم
دگر نہ یان ارادت اپنی معلوم

بھلا ٹک منصفی سے ہو کے در پئے
کہو یارو یہ سچ ہے یا غلط ہے

لگی ہو گر بُری تم کو یہ تقریر
بحل تو کیجیے سودا کی تقصیر

در بیان دعائیہ مدح شاہ عالم بادشاہ ظل اللہ و نواب وزیر الممالک آصف الدولہ بہادر

پہونچ اے ساقی میخانۂ ہوش
لبالب دے مجھے پیمانۂ ہوش

کہ تا سرخوش مین اوس بادہ سے ہوکر
کرون کچھ تازگی سے اب سخن سر

سمجھ اے خامہ یان جاے ادب ہے
کہ یہ مدح شہ عالی نسب ہے

زبان آب گہر سے پہلے دھو کر
بروے صفحہ تب کیجو سخن سر

گر پہونچ سکتے نہ جلدی ڈاک مین
یک قلم نرگس نمط وہ تاک مین

بھیجتا با آرزوہاے تمام
اپنی آنکھون سے تمھین اے نیکنام

کیا لکھون بس حال مہجوری بھلا
جب قلم کا سینہ شق ہونے لگا

اضطراب دل کی یہ مین نے لکھا
موج دریا کاغذ ابری بنا

چاہیے اپنی خبر لکھا کرو
بے قراری دور ہو تسکین ہو

تا ابد رہوے یہان بھی اور وہان
حرف رسم خط کتابت درمیان

رد کے کہتی ہے قلم اب مجکو تھام
ختم کرتا ہے یہ لکھکر والسلام

مثنوی چہارم بطور خط

پہلے پہونچے مری طرف سے سلام
کہ یہی ہے طریقۂ اسلام

پھر جو ہے اشتیاق ملنے کا
وہ قلم کی زبان سے کب ہو ادا

یہ سخن جانیو یقین کرکے
شوق جس مرتبہ لکھا تم نے

جو گنا اوس سے ہے ہمین واللہ
راست کہتا ہون مین خدا ہے گواہ

رسم دنیا مین ہے یہ مدت سے
کہ جہان واسطے ہے الفت کے

دلکو دل کی خبر پہونچتی ہے
چھپ سکے کیونکہ دوستی سی شے

بیت ہر ایک تازہ مضمون تھی
نئی طرحون سے خوب موزون تھی

ہوئی دلکو مطالعے سے خوشی
آفرین کی ہر ایک جا گہہ تھی

خط نہ لکھنے کا جو لکھا تھا گلا
جب پڑھا وہ تو محض تھا بیجا

ہم نے سو طرح مہربان کیا
شبہ ملنے کا کیون گمان کیا

دیکھیے اسمین کس کی تھی تقصیر
جس کی ثابت ہو کیجیے تحریر

نہین اب خوب زیادہ طول کلام
یہین تک خط کو مین کرون ہون تمام

لکھی رندانہ اک دو بٹی بات
ہے بکھیڑا خرابی اوقات

لیکن اب دل کی بیقراری ہے
وصل کے دن کی انتظاری ہے

اب قدم رنجہ کیجیے جلدی
کہ نہین تاب صبر کی باقی

دل جو مشتاق ہووے ملنے کا
خط کتابت سے اوس کو فائدہ کیا

گرچہ ہے مہر خموشی بر دہان
یک قلم ہے کام مین اوسکے زبان

غور سے دیکھو نظر آتا ہے صاف
جون در مقصود ہے سینہ شگاف

رفتہ رفتہ پا سے لیکر تا بفرق
مشق الفت مین سدا رہتا ہے غرق

سب یہی کہتے ہین اسکے اہل فن
ہے بجا شیر نیستان سخن

گرچہ سینہ صاف یان رکھتی ہے لوح
لیکن اس کے سامنے ہے سادہ لوح

کیا کہون تعریف اوس کی سر بسر
آستین سے جھاڑے ہے لعل و گہر

سر بسر تحریر خط ہے دل یہ اب
مو بمو کیجے رقم احوال سب

آپ کا پڑھکر خط بہجت نمط
کچھ ہوئی تسکین نہ اس دلکو فقط

شکل نرگس ہے یہ چشم انتظار
رنگئی وا دیکھکر بے اختیار

ہے خیال اس دل مین یا تنک آپکا
ابتدا کو ہو نہ جس کا انتہا

کیا لکھون بیتابی درد فراق
دیکھنے کا ہے تمھارے اشتیاق

تاب دوری کی نہین ہے دلکو اب
یون جلون ہون دن کو جیسے آفتاب

آپ سے صاحب نہین کچھ دور ہین
گردش افلاک سے مجبور ہین

شمع سان سر رشتہ الفت تمام
سب یہ روشن ہے کہ ہی تم سے مدام

کچھ نہ پوچھو ماہی بے آب ہون
تشنۂ دیدار ہون بیخواب ہون

تم بن اب با چشم نظارہ کنان
روز و شب حیران ہون آئینہ سان

یاد مین شب کو بپا ہو صبح کی
چشم اختر سے لگی ہے ٹکٹکی

چشم طوفان خیز ہے کیا اپنی آہ
تار مژگان ہے رگ ابر سیاہ

دل گرفتہ غنچۂ تصویر ہون
واشد سر پنجۂ تقدیر ہون

مختصر کرکے کرون مین کیا رقم
قصۂ فرقت نہین ہوتا ہے کم

آپ نے لکھا تھا ہم نے چند خط
تمکو بھیجے یان نہین ہوتے غلط

خط اگر آتا تو لکھتے ہین جواب
اے کرم فرمائے من وہ ہین شتاب

صورت مہر لفافہ چشم یان
انتظار خط مین تھی وا مہربان

یہ نہ تھا معلوم کچھ کیجے یقین
ڈاک بیٹھی ہے ادھر کو یا نہین

خط کے آنے پر نہ کرتا انتظار
نامہائے شوق لکھتا لاکھ بار

نکلے انسانات سے تا وحش و طیر — دیکھنی قالب سے مطلب اوس کی سیر
یون کلام مولوی دے ہے خبر — یعنے ہین جس دل مین دیکھا بیٹھکر
کچھ نظر آیا نہ غیر از اوس کی ذات — اس قدر پایا محیط کائنات
معنی ہم اس شعر کے سمجھے ہین یون — اور کی فہمید مین کچھ اور ہون

حکایت

سلف کے زمانے کا تاریخ دان — یہ لکھتا ہے احوال وارفتگان
کہ ملک عجم کا تھا اک بادشاہ — خداوند دیہیم و تخت و کلاہ
قضا کار وہ والی نامدار — ہوا درد قولنج سے بیقرار
طلب کی اطبا کی تجویز سے — طبیعت کی تسکین ہر چیز سے
یہ اوسکو نہ ہوتا تھا کچھ سود مند — ہر اک لحظہ تھا درد اوسکا دوچند
دوا سے نہ دیکھی جو شہ نے فلاح — کی ارکان دولت سے اپنے صلاح
کہ دست دعا کیجیے گر طلب — بہ نسبت دوا کے مناسب ہے اب
گئے ملکے سب اک قلندر کے پاس — کیا واقعہ اوس سے سب التماس
کہا دست دعوت کرون مین دراز — اگر بادشاہت کرے وہ نیاز
سُنا شاہ نے جب گدا کا سوال — یہ کچھ کر کے دل بیچ اپنے خیال
کہ جب جان ہی ہاتھ سے جائیگی — تو کس کام پھر سلطنت آئے گی
غرض لکھ کے اقرار اک فرد پر — دیا بھیج اوس مرد کامل کے گھر
رکھا اوسکو اور کرکے اون نے وضو — دعا انکے حق مین کی ہو قبلہ رو
نہ گذرا تھا اس بات کو ایک دم — جو زائل ہوا نفخ درد شکم
جو مسدود تھی ریح رہ دونکے بیچ — ہوئی دفع کھلتے ہی سد دونکے بیچ
بہرحال تب شہ نے پائی شفا — کہا کر یہ وعدے کو اپنے وفا
کہا مرد درویش نے اے عزیز — اسے چاہیے شخص پر بے تمیز
کہ خواہش مین اوس سلطنت کے دجان — کہ وابستہ اک گونہ پر تھی ندان
یہ دنیا جہان جائے یک چند ہے — عبث دل ترا اس جگہ بند ہے

چاہیے یون کہ خط کے دیکھتے ہی / دو ہین تکلیف فرمایئے جلدی
حد سے افزون ہے اشتیاق مجھے / نہین اب طاقت فراق مجھے
یہی ہے دلین آرزو دن رات / کہ سدا ایک جا کٹے اوقات

مثنوی پنجم دربیان معانی بیت مثنوی مولوی روم

حق تعالے نے بہر صاحب کمال / کی عطا منہ مین زبان بہر مقال
مدعا پر وہ مقال اس سے نہین / گفتگو دنیا کی جس مین ہو کہین
یا سخن ایسا کہ جس مین ہووے شر / پہونچے اپنی جنس کو جس سے ضرر
چاہیے نکلے زبان سے وہ سخن / آفرین جس پر کرے ہر مرد و زن
سنکے عالم جس سے ہووے مستفید / سر بسر ہو فائدہ اوس سے پدید
نطق کے ہے باغ کا پھل اور پھول / ذکر قال اللہ یا قال الرسول
یا کلام عارف باللہ ہے جو / سوے تحقیقات جس کی راہ ہے
پس مین اس صورت مین یارو یہ سوال / اون سے کرتا ہون جو ہین صاحب کمال
یاد ہے وہ شعر مولانا ے روم / جس کے معنی سو طرح اہل علوم
بیٹھکر آپس مین کرتے ہین بیان / پر نہین ہوتے بہم خاطر نشان
شعر وہ یہ ہے کرو تم گوش ادھر / دل کو ٹک لاؤ بفہم و ہوش ادھر
ہمچو سبزہ بارہا روئیدہ ام / ہفصد و ہفتاد قالب دیدہ ام
اسکے معنی سے تناسخ ہے پدید / گر یقین کیجے تو ہے کفر شدید
مولوی ایسا سخن کیونکر کہے / جس کو نسبت کیجیے الحاد سے
کلمہ کفر اوس سے کب ہووے ظہور / سمجھیے گر یون تو ہے نقص شعور
کوئی کہتا ہے کہ مستی کا کلام / مولوی پی کر مے عرفان سے جام
بول جاتا ہے وہ اکثر اس طرح / بن پیے اوس مے کے سمجھین کسطرح
کوئی کہتا ہے بھلا ٹک کیجے غور / معنی گذرے ہین مری خاطر مین اور
مدعا اگنے سے ہے نشو و نما / ہر جگہ کرنا خودی سے ہو فنا
ہے غرض قالب سے دل ہر ایک کا / خلقت خالق مین بد اور نیک کا

یہ پوچھ کرکے دل بیچ اپنے قیاس
گیا ایک درویش کامل کے پاس

رہا اونکی خدمت مین تا چند سال
کیا ایک دن وقت پاکر سوال

اگر کیمیا آپ کو یاد ہو
تو بندے کو بھی اپنے ارشاد ہو

کہا ہے یہی گر ترا مدعا
تو بہتر ہے دیتا ہون تجکون بتا

یہ اجزا ہین اسکے تو جا اور لے آ
یہ ترکیب سے ہے اس طرح سے بنا

غرض طور جب کرلیے سب بیان
کہا ہین اک شرط ہے درمیان

یہ نسخہ تو جو وقت لے کر بناے
کبھو دل مین بندر کا خطرہ نہ لاے

کہا اپنی یہ بات ممکن نہین
جو خطرہ ہو دل مین وہ جاوے کہین

تمھین اس کا دینا جو منظور تھا
تو اس حرف کا کون مذکور تھا

نہ سمجھا غرض اوسکے رمز نکات
کہ پردے مین تھی مرد عارف کی بات

کہ جب دلکو خطرے پہ قادر کیا
تو پھر ہیچ ہے خطرۂ کیمیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الٰہی شعلہ زن کر آتش دل
تب دل دے بقدر خواہش دل

وہ دل دے ہو جو نیش غم سے معمور
مشبک سر بسر جون شان زنبور

ہو شور انگیز چشم گریہ آلود
لب زخم جگر کو رکھ نمک سود

رہے یون کلفت تن بین دل پاک
کہ پنہان ہووے جون اختر تہ خاک

کرامت کر وہ عشق آتش انگیز
کہ تا ہر استخوان میرا ہو گلریز

مدام اک ناز پروردے جراحت
کرے خلوت مین دلگی استراحت

ہمیشہ جون رگ تاک بریدہ
ہو آنسو تا سر مژگان رسیدہ

زموج اشک دے خنجر گلو کو
نیابت جون سنان کے مو بمو کو

امیدونکے اوٹھا خاطر سے وسواس
انیس شخص دل کر شاہد یاس

کر ایسا مشتعل داغ جدائی
ہو روشن جس سے شمع آشنائی

کھلے دلپر بدنیسان باب توفیق
کہ بے پردہ عیان ہووے تحقیق

نہ ہون من بعد محو پوچ بافی
کرون اصل سخن سے موشگافی

ہے درپیش اک عمدہ تجکو سفر	رکھ احوال ٹک وان کا مد نظر
کہ یان تو جو کچھ پیش آجائے گی	بہر حال دو دن مین کٹ جائیگی
اگر ہے گدا یان و گر بادشاہ	ہے دو دن کا زیر زمین خوابگاہ
مسلم ہوا جب کہ ہونا ہلاک	چہ بر تخت مردن چہ بر روئے خاک

حکایت

سُنا ہے کہ اک مرد آزادہ طور	جز اپنے نہ رکھتا تھا اسباب اور
جہان تھا وہان فارغ البال تھا	ہر اک حال کے بیچ خوشحال تھا
کہا اوسکو اک شخص نے کیا بعید	اگر ہم بھی خدمت مین ہون مستفید
کوئی دن تو اس جا پہ کیجے معاش	معین ہو یکجا بہم بود و باش
کہا گرچہ یہ بات ہے بے وصول	ولے خوب خاطر سے تیرے قبول
لے آیا یہ اوسکو بہ طیب تمام	دیا خاص کر اپنے گھر مین مقام
یہ جب تک کہ اوس گھر مین کرتا انند	درخانہ رکھتا سدا قفل بند
مگر وان سے جاتا کہین بہر کار	کھلے چھوڑتا اوسجگہ کے کوار
کھلی جب کہ ہمسایگان پر یہ بات	سبب کو یہ سائل ہوئے اسکے سات
اس عقدے کو کیجے گا ہمپر بھی صاف	کہ وضع جہان سے ہے یہ برخلاف
کہا چیز کیا اس مین اشکال ہے	موافق تمھین سے تو یہ چال ہے
محافظ اسی گھر کے ہین سب عزیز	جہان ہے کچھ اجناس یا نقد چیز
غرض کو سنا ہے مرا اختراع	کسی کی ہے کچھ مین ہون اپنی متاع
غرض یہ کہ جو عارف اللہ ہین	وہ کیا ہے کہ اپنے سے آگاہ ہین
جو غافل تو کچھ سمجھے اپنے تئین	کوئی چیز یان تجھ سے بہتر نہین
جو رکھتا ہے کچھ اپنے دلمین ہوس	تو اس رمز سے اک اشارت ہے بس

حکایت

سُنا جائے ہے ایک مہوس کا حال	کہ رکھتا تھا نت کیمیا کا خیال

دربیان مُناجات

خداوندا بپاسِ آلِ پیمبر / بحقِ باطنِ ہر چار سرور
مین ہون گر قابلِ نارِ جہنم / پہ تیرے فضل کا دریا ہے کیا کم
شفیعون پر تنک میرے نظر کر / اوس آتش کو تنک اس پانی سے تر کر
کہ جس جاگہ ترا فضل و عطا ہے / مین کیا اور کسقدر میری خطا ہے

دربیان شروع حکایت

الالے چارہ ساز بادہ نوشان / زبان گویا کنِ خاکِ خموشان
ہے عرصہ دلپہ خاموشی سے اتنگ / رہے کبتک یہ آئینہ تہِ زنگ
مری اس خاک کی دہو دل سے کلفت / کہون مین داستان جذبِ اُلفت
شب اک ماتم سرائے خانۂ عشق / بیان کرتا تھا یون افسانۂ عشق
کہ تھا پنجاب مین اک مرد درویش / گرفتارِ بلائے حالتِ خویش
ہمیشہ دست دل سے پاے کوبان / سدا آشفتہ بجون زلف خوبان
حزین عشق مانندہ دم سرد / بسان جان عاشق سر بسر درد
گداز تن سے تھا از خویش رفتہ / ہو جون محو چکیدن موم تفتہ
بتجویز جنون دلدادۂ عشق / ولے عاشق نہ تھا آمادۂ عشق
برنگ شمع سر سے پاؤن تک نار / پہ تھی اک اشتعالک اوسکو درکار
مقام اوسکا تھا اک جاگہ سر راہ / بوضع تکیہ ہے جس سے تو آگاہ
مدام اوس جاکو رکھتا اسقدر پاک / کہ گوئی آب گوہر سے ہے یان خاک
اگر تنکا تو وان سے ڈھونڈھ لاوے / تن لاغر سوا اوس کے نہ پاوے
عجب ہے لطف سے شاداب و خرم / کہ ایسا قطعہ دیکھا ہے بہت کم
کئی اک صحن مین اوس کے خیابان / وہ گویا انتخاب باغ رضوان
شجر وان کا ہر اک اتنا عجوبی / نہ ہووے جسکی کیفیت کو طوبی
بہم اسطرح شاخین تھین نمودار / گلے مین باہین جون ڈالین ہین دو یار

در حمد باری تعالیٰ

بنام آنکہ عشق آموز دل ہے — چراغ افروز شمع سوز دل ہے
عطا کی اون نے گل کو شکل زیبا — کیا بلبل کو اون نے ناشکیبا
جہان ہو اسکا عشق ہنگامہ پرداز — ہے ماتم کے تئین شادی پہ وان ناز
لگا کر موسے تا خار وخس وطور — ہین اوسکے شوق نظارہ مین معمور
ہر اک پردے مین پنہان ہے وہ خورشید — تو اس دھوکے مین ہے یہ عمرو یہ زید
جو دیکھے ہے تو اس عالم مین موجود — ہے اوسکی بود سے ان سب کی بہبود
نہ ہو اوس سے اگر ذرہ کو تائید — اسے کیا رو کہ چاہے وصل خورشید
دم ماہی ہے جس صورت سے پانی — اوسی سے ہے ہر اک کی زندگانی
جو دیکھے تو ہر اک دم کو با معان — تو کچھ سمجھے ہین یہ کیدھر کی فیضان
فضولی ہے اب آگے حرف وگفتار — کہ یک مشت نمون بس ہے زخروار
اگر دریافتی بردا لنشت بوس — دگر غافل شدی افسوس افسوس

در نعت حضرت سید المرسلینؐ

الا اے ساقی فرخندہ فرجام — ادب کی مے سے تو آتش کا بھر جام
کہ یان نقد فضولی ناروا ہے — نہین یہ حمدؐ نعت مصطفا ہے
زہے سر دفتر ارباب ملت — مداوی بخش صد انواع علت
محمدؐ وہ کہ ہین جتنے پیمبر — ہین اوسکے مرتبے سے سب فروتر
نہ ہوتا وہ اگر زینت دہ خاک — تصدق خاک کے ہوتے نہ افلاک
جہان مین ہے یہ جتنا کچھ ہویدا — ہوا اوسکے لیے سب کچھ یہ پیدا
غرض جو کچھ کہ اس کا مرتبا ہے — خدا ہی عالم اوسکا یا خدا ہے
یہ منھ اوسکی ثنا لائق نہین ہے — ثنا گر دانکا جبرئیلؑ امین ہے
بس اب بہتر ہے اس جاگہ خموشی — کہ ہو عجز سخن کی عیب پوشی
سکوت برمحل ہے دل کی تفریح — سخن پر اوسکو سو درجہ ہے ترجیح

نگاہون مین رہا صد بحث و تکرار
نہ تھا ہرچند وان امکان گفتار

محبت نے کی دونون دل مین تاثیر
ہوا پرخانہ وہ تودے مین اک تیر

پر اس عرصہ مین کچھ دھیمی ہوئی دھوپ
مس خورشید کا سیمین ہوا روپ

طلب کی دل سے ہر اک نے اجازت
کہ چلیے اب نہین اتنی تمازت

الا لے ساقی خون جگر نوش
نہ کر یان تک حق صحبت فراموش

کوئی یہ بھی دل آزاری کا ڈھب ہی
کہ مین مرتا ہون تو رخصت طلب ہی

عجب رہ ہے یہ راہ آشنائی
نہ ہون گر جا بجا خار جدائی

ولے یہ بات اندیشے مین کب آئے
کہ عشق و وصل یک جا گہ گرہ کھائے

کہین دو دل نظر آئے نہ خرسند
کہ لیوین کام دل باہم وہ یک چند

چنانچہ لوح سنج بزم تاثیر
کرے ہے اسطرح یہ بات تقریر

کہ جب وہ قوم اور یہ ماہ رخسار
ہوئے چلنے کو اوس تکیے سے طیار

وداع یار نے یہ کی منادی
کہ یان آخر ہے غم انجام شادی

کسے جون زخم گردون نے ہنسایا
کہ ہنستے مین نہ خون اوسکو رلایا

غرض ایدھر تو جلتی تھی یہ دلریش
اودھر لوٹے تھا آتش پر وہ درویش

نہ اوس کو کچھ سخن کہنے کا یارا
نہ اس کو جز خموشی اور چارا

یون ہی باہم تھے یہ محو بلا ہائے
کہ ناگہ وان سے وہ ڈولا اوٹھایا

ہوئی وہ قوم جب تکیہ سے راہی
اجازت اون نے اس محزون سے چاہی

کہا اون نے نگاہون مین کہ مختار
بداقسمت مین کیون تھا تو ناچار

گئے وہ اوسطرف اور یان یہ غمناک
سکے تھا زیر لب با چشم نمناک

کہ اے گردون دون یہ کیا کیا تین
وہ دل سا نقد یون ارزان دیا مین

کوئی دیتا ہے اوس ظالم کو بھی دل
کہ جاوے چھوڑ صید نیم بسمل

وہ کیا دیکھی خطا مجھ سے کہ اک بار
کیا تین وقف جان صد نیش آزار

مین جس خطرے سے نت لرزے تھا از خویش
وہ ہی آفت مرے لایا تو در پیش

بھلا اے شعلۂ دور از فتوت
یہی ہوتی ہے عالم مین مروت

مین ہون وہ تشنہ کام دشت حسرت
نظر آیا جسے پانی بکثرت

غرض سایہ کے وان کے ہو سلاسل ۔ کشان تھی سو طرب سے دامن دل
مسافر جو کوئی اوس راہ آتا ۔ وہ دل سے یاد منزل بھول جاتا
سرائے دہر تھی گویا وہ جاگہ ۔ کہ جو آیا وہ بھولا منزل و رہ
وہ ایک احوال سے بیچارہ درویش ۔ مقیم اوس جا مین تھا با خاطر ریش
نہ اوس سے دلکو اک چیونٹی کے آزار ۔ نہ اوس پر نیک و بد سے خلق کے بار
بسر کرتا تھا جس صورت سے دنرات ۔ کہان پائی فرشتہ نے یہ اوقات
خوشا احوال یاران گذشتہ ۔ کہ جنکی زیست تھی رشک فرشتہ
اک ہم ہین خلقت انسان بے ننگ ۔ کسی سے ہم کوئی ہم سے یہان تنگ
ہے بدتر مرگ سے وہ زندگانی ۔ کہ جب تب دل یہ ہو بیم فلانی
بہشت آنجا کہ آزارے نباشد ۔ کسے را با کسے کارے نباشد
غرض جبتک وہ تھا اس خاکدان مین ۔ بخوبی شہرہ تھا سارے جہان مین
بد و نیک جہان سے چشم بستہ ۔ ہمیشہ بر در دلہا نشستہ
دلون کا پاس تھا آرام اوس کا ۔ تھی خدمت ہر کسی کی کام اوس کا
قضا نے اس مین یہ بازی اٹھائی ۔ کہ ناگہ اک برات اوس راہ آئی
زبس دیکھی جگہ مطبوع و جا سرد ۔ اوتر بیٹھے ہر اک سو عورت اور مرد
جہان پر قافلہ اوترا تھا سارا ۔ وہین اک سمت دولھن کو اوتارا
ہوئی گرمی سے ڈولی کی وہ جب تنگ ۔ کیا اون نے ہوا کھانے کا آہنگ
نکالین انگلیان پردے سے باہر ۔ رکھین اک ڈھب سے پشت دست اوپر
تعالی اللہ چہ فندق اوچہ انگشت ۔ کہ دین تھین خونبہائے خلق بکمشت
وہ کافر دیکھنے مین آنکھ کے مونج ۔ وہ شوخی مین کہے تھی برق سے گونج
کہون کیا بات منھ کی جسکے آگے ۔ کیے خورشید کو چکا چوندھ لاگے
جو دیکھے یک نظر وہ روئے زیبا ۔ نہ ہووے پھر کسی رو سے شکیبا
دو چار اوس سے ہوا یہ مرد درویش ۔ گیا بیچارہ اک جھپکی مین از خویش
نہ جانے تھی نگہ یا تیر یا بار ۔ کہ بے تحریک وہ دل سے ہوئی پار
کوئی یکدم جو تھی یکجا وہ خرسند ۔ ہوئے باہم ہزاران عہد و پیوند

یہ ادنے اک محبت کا اثر ہے　　کہ دلکو حال سے دل کی خبر ہے
پہ وہ پختہ اُسے جانے ہے لے خام　　پڑا ہو جسکو اس صورت سے کچھ کام
کہ یہ دو شخص گو ظاہر مین ہین دو　　پہ باطن مین نہین فرق سر مو
خیال و وہم اونکے بیچ اسطرح　　دو آئینہ مین اک صورت ہو جسطرح
جو کچھ اول مین دیکھی ہی تمثال　　بعینہ ہے وہی ثانی کا احوال
ہے یہ بھی بلکہ اک حرف گدائی　　جہان ہوتی ہے باہم آشنائی
نہین اتنی بھی وان آپس مین تفریق　　ہے میرے قول کی یہ بات تصدیق
سُنا ہے مین کہ تھا لیلی کا یہ قصد　　کہ بہر دفع وحشت لیجیے فصد
ہوا فصاد صاحب ارشاد　　پہ کیا فصاد اس فن کا اک اُستاد
ہر اک نشتر تھا اوسکا شوخ سر تیز　　کہ مژگان سے کسو کافر کا خونریز
سلیقے کا کہون اوسکے مین کیا حال　　کہ جیسے تھا وہ آنکھین موج کرپال
جہان ہوتا تھا گرم دستکاری　　رگ خارا سے خون کرتا تھا جاری
اوسے خلوت مین جب اون نے بلایا　　یہ لے آلات خدمت وان در آیا
ہوا گردون دون اوس سے ساعد　　لی اپنے ہاتھ مین اون نے وہ ساعد
کہ جس کے نازکی انداز محرم　　اگر ہوگا تو کچھ مجنون مین تا ہم
غرض جس شکل سے تھی خواہش دل　　کیا کام اون نے اوس ساعد سے حاصل
ہوا جاری رگ لیلی سے یان خون　　چھٹی ہے نیشتر وان فصد مجنون
ہزار افسوس اوس جا گہ نہ تھے ہم　　کہ اپنے ہاتھ سے کرتے لہو کم
یہ کیا معنی کہ اک حجام بے مغز　　لے اپنے ہاتھ مین وہ ساعد نغز
ایسے لے ساقی خمخانۂ ہوش　　مین بد حلویے کی منزل فراموش
بھرے وہ مے تا یہ سب خطرہ بھلاؤن　　سخن کو تہ کرون مطلب پہ آؤن
جو کوئی یان رکھے ہے طالع شوم　　جو رکھے بال ہما ہو جائے وہ بوم
اگر گوہر کمین سے ہاتھ مین لائے　　برنگ ژالہ پانی ہوکے بہ جائے
وگر پائے طلائی وشت افشار　　وہ ہو جون موم اوسکے ہاتھ مین خار
چنانچہ نقد کا اس زر کے صراف　　کہے ہے اسطرح احوال اسلاف

گیا نزدیک جب اوسکے پس از دیر
تو دیکھا اک سراب خشک اور سیر

غرض پھر خلق مین آمادہ رنجور
جو نظرون سے گیا ڈولا کچھ اک دور

کھڑے ہو کرکے اون نے ایکدم عزم
کہ آسمین بڑھ گیا آگے وہ کچھ اور

چڑھا اک پیڑ پر وہ شعلہ آسا
تف دل سے لہو کا اپنے پیاسا

جہان تک قوت ما نظر تھی
یہ تھا یان اور نگہ اوس کی اودھر تھی

نظر آنے سے مطلق رہ گیا جب
ہوا وہ روز اوس پر تیرہ جون شب

گرا اوپر سے نیچے وان یہ مجروح
گئی دنبال ڈولی کے چلی روح

اوٹھا ہر سو قیامت کا سا اک شور
کہے تو پھونکی اسرافیل نے صور

گریبان چاک کر دا اوسکے یک عالم
کرے تھا نوحہ و فریاد و ماتم

دل اوسکے غم مین لاکھون کلفت اندوز
ہزارون چشم و مژگان گریہ آلود

نہایت بعد جزع و فزع بسیار
صلاحا یہ لگے سب کہنے ہر اک یار

کہ یہ جا اوسکے جیتے ہی تھی مرغوب
یہین رکھیے اگر اسکو تو کیا خوب

غرض جس طور پر ہے رسم و آئین
کیا اوس مرد کا تجہیز و تکفین

در بیان تاثیر عشق درویش بدل عروس و مذکور آن ہو

الا اے ساقی میخانۂ عشق
اودھر دے تک دو سہ پیمانۂ عشق

یہ کیا پیمانۂ لبریز غم یار
ہو جسمین سربسر فرقت کا تکرار

نہ جانے یہ محبت کیا بلا ہے
کہ جسکی آگ سے عالم جلا ہے

نہ تنہا عشق اوس سے شیون آہنگ
ہین خوبان بھی اسی اندوہ سے تنگ

جہان پاوے گا تو آشفتہ بلبل
پھٹا دیکھے گا جیب طاقت گل

ہوا پروانہ جلکر کس جگہ ڈھیر
وہان کھینچی ہو جندے شمع نے دیر

چنانچہ واقف راز نہانی
کرے ہے اسطرح گوہر فشانی

کہ یان درویش نے جو وقت دی جان
وہی ساعت وہی لحظہ وہی آن

وہ شوخ اسطرح وان آشفتہ تر تھی
گویا اس حال سے اوسکو خبر تھی

غرض یہ عشق جب کھولے ہی پردے
جو حائل کوہ ہو تو شیشہ کردے

ارے اے بادہ نوش گردش دہر — نہ دینا جام مجکو ہے یہ کیا قہر
ہون تشنہ لب نہایت مثل خامہ — دے وہ سے جس سے ہون سرگرم نامہ

نامہ نوشتن و فرستادن قاصد بطرف مادر و پدر عروس

دبیر واقف تفصیل و اجمال — باین تقریب لکھتا ہے یہ احوال
کہ اے تاج سر قوم و قبائل — سراسر شفقت و اشفاق مائل
وہ گوہر جسکے رشتہ سے ہر اک یان — بجود بالیدہ تھا مانند مرجان
نہ جانے کیا ہوا اسکو تب و تاب — ہوا جاتا ہے کچھ آپ ہی آپ بے آب
وہ نادیدہ خزان گل برگ نوخیز — ہے جون شاخ کہن ہر دم ورق ریز
خدا جانے کہ اس کو کیا بلا ہے — بدا تقدیر کا کیونکر ہے کیا ہے
جہانتک چارہ دان تھے سب ہین ناچار — یہ کچھ سمجھا نہین جاتا یہ آزار
مگر بیٹھے کوئی بعد از تامل — کرے ہے اس طریقہ پر تعقل
کہ تھی یہ اقربا اپنے سے مالوف — ہے صحت اوسکی وان ہونے پہ موقوف
سو یہ گھر اور وہ گھر ایک سا ہے — یونہین گر مصلحت ٹھہرے بھلا ہے
کسی کو بھیجیے ایدھر روانہ — کہ لیجا اسکو یان سے سوئے خانہ
کیا یہ لکھ کے خط ملفوف جس دم — ہوئے اس مصلحت سے سب وہ محرم
لکھا تقدیر کا ہرگز نہ جانا — کرے گا کیا کوئی دم مین زمانا
دیا یہ خط کسو اک پیک کے ہات — کہ جانا یان سے وان تک جسکو کیا بات
زہے تقدیر ہے اوس کی سراسر — ہے کیا دانش جو ہووے اوسپہ دائر
ہمارا کس قدر تو یہ سر راے — کہ اوسکی کنہ ماہیت کو وہ پاے
کرین ہین حسب ظاہر ہم بھی تدبیر — یہ کیا جانے ہے کیا اسرار تقدیر
چنانچہ یون سنا ہے مین کہ جس دم — ہوا یہ پیک اوس منزل کا محرم
تھے اوس گھر کے جہانتک پیر و اطفال — ہوے اوس سے وہ سب پرسان احوال

کہ جب وہ نازنین گھر پہنچ آئی تو / دیا ہر ایک نے جی رونمائی
کیے سب نے پچھاور اس قدر دُر / کہ صحن خانہ گوہر سے ہوا پر
ہوئی جو چشم اس رد پہ نظر باز / کیا اوس چشم پہ نظارہ نے ناز
شعب سے وان ہر اک دلکا تھا یہ رنگ / کہ مثل غنچہ تھی تن پر قبا تنگ
زن و مرد و قبائل سے تھے جو کچھ وان / خوشی سے ہمدگر سے تھے تہنیت خوان
نہ اوس کو صبر نہ طاقت نہ آرام / ہمیشہ گریۂ و زاری سے تھا کام
ہر اکدم تازہ اوسکو اک خلش تھی / مقیم سینہ جائے دل تپش تھی
برنگ زلف گہ آشفتہ اطوار / گہے جون نرگس مخمور بیمار
جگہ غانے کے منھ اوپر وہ بیتاب / کرے تھی گریہ سے تزئین مہتاب
بجان سب گھر کے لوگ اوسکے تعب سے / ولے واقف نہ تھا کوئی سبب سے
بقدر فہم ہر یک کوچک و پیر / کرے تھا اوسکے بہ ہونے کی تدبیر
پر اوس کا حال تھا ہر دم تباہی / تپان تھی جس طرح خشکی مین ماہی
نسیم آسا اوڑاتی تھی کبھو خاک / کبھو جون گل کرے تھی پیرہن چاک
کبھو نوچے تھی سر کے بال غم سے / کبھو نالان تھی فرقت کے الم سے
کبھی کہتی تھی ظالم ہے یہ مظلوم / گیا ہے کن امیدون ساتھ محروم
دماغ اپنا جلاتے تھے زن و مرد / دلے افزود تھا ہر لحظہ وہ درد
غرض یہ دکھ ہے کچھ ایسی ہی بابت / جہان حیران ہے سو طب اور طبابت
نہ مُلّا پا سکے ہرگز یہ اسرار / عبث ضائع ہے یان تعویذ و طومار
عناصر سے ہو گر زیادہ کوئی چیز / طبیب اوسکی کرے تشخیص و تجویز
نشستہ ہووے جون دردتہ آب / اگر سودا تو کیجے فصد و جلاب
دگر صفرا کرے صحت کی غارت / ہو تبریدون سے اطفاے حرارت
مگر وہ جس کو اس کالے نے مارا / نہین جز مرگ اوسکا کوئی چارا
بہت کھینچی جب اوس دکھ نے درازی / نظر آئی یہ سب کو چارہ سازی
کو اس مجروح غم کو سوئے خانہ / بہر تقدیر کیجے اب روانہ
یہ لکھیے خط کہ تا لینے کوئی آئے / اسے جس حال سے ہو گھر کو لیجائے

تنک اوٹھ اور سرانجام سفر کر
مجھے کریک دو پیمانہ مین ٹک لال
نہ رخصت یہ کہ اوس مہ کی ہو یا سنے
ارے لے گردش افلاک بے مہر
وہ کس بنرے نے ایسا سر اوٹھایا
کوئی پاکیزہ گوہر یان نہ چھوڑا
ترے ہاتھون سے بلبل نالہ کش ہے
دی تو نے جان شیرین پل مین برباد
ہین یہ باتین تو یک مدت کی جو ہین
ہے کل کی بات وہ ماراتین در دیش
چنانچہ شعل افروز معانی
کہ جب شب پر ہوا خورشید فیروز
ہوئے اُس خواب نوشین سے یہ بیدار
کرین تھے گھر مین اس مہر کی تزئین
پنہا کر وہ قبا تن مین وہ بے باک
یہ سب کرتے تھے ساتھ اوسکے مدارا
نہ تھا اوسکو کسی کے ساتھ آرام
نہایت اک کنیز کہنہ عصر
جہان گرم سخن ہوتی تھی وہ زال
ضعیفی سے کرون اوسکی مین کیا بات
جھکا تھا بسکہ پیری سے وہ قامت
رکھے ہے ہات مین لینے جو چقماق
غرض تھی ڈول پر یہ کاردانی
ہوئے در پے فسون سازیکی یہ جب
نہ جانے کیا کی اوس کافر نے تدبیر

صبوحی سے لب ساغر کو تر کر
کہ لکھنا ہے مجھے رخصت کا احوال
یہ رخصت ہے ارے ظالم جہان نے
ملائے خاک مین کیا کیا تو مہ چہر
نہ جس کو خاک مین تو نے ملایا
جسے سنگ جفا سے تین نہ توڑا
تجھی سے گل سدا آشفتہ وش ہے
ترے سر پر ہے ثابت خون فرہاد
کیے ہین حال مین کیا کیا ستم تین
ہے آج اس نازنین کا فکر در پیش
کرے ہے اسطرح آتش فشانی
پڑا ہر چار جانب غلغل روز
کیا سب ساتھ کے لوگون کو تیار
ہے دنیا بیچ جیسی رسم و آئین
کرے تھی مثل گل دامن تلک چاک
پہ وحشت اوسکی ڈھونڈے تھی کنارا
وہی دیوانگی سے دمبدم کام
کہ دلکش نظم سے جسکی ہر اک شعر
تھی وان دلالہ محتالہ کیا مال
کہ جس نے کی تھی بڑھیا آکھ کی بات
تھی سر پر ٹھوکرون سے نت قیامت
کہین تھی اونچی اوس سے پانونکی ساق
تھی گویا مادر گیتی کی نانی
ہوئے اوس سے جدا جتنے تھے وان
کیا وہی سخن مین اوس کو تسخیر

پس از تبلیغ چندین حرف جان کوب
دیا اون نے اونھین آخر یہ مکتوب

لیا اور بعد پڑھ چکنے کے یکسر
ہوئے اس ماجرا سے سب وہ مضطر

کہ یان سے گر ابھی چلیے تو ہی خوب
کہ ہو معلوم وان کا کیا ہے اسلوب

پس از بس ہو گیا تھا موسم شام
ودھین وان رات بیتی کام وناکام

اگر بالفرض تھی وہ عید کی سلخ
شب ماتم سے بھی گذری نپٹ تلخ

عجب حالت رہی اون سب پہ طاری
نہ تھا کچھ کام جز اختر شماری

اونھون کا حال بد کرنے سے ادراک
گریبان صبح صادق نے کیا چاک

شفق نے طرح اوس گل پیرہن کی
رنگی لو ہو مین سب پوشش بدن کی

پڑی پھیکی جو ٹک شب کی سیاہی
ہوئے وان کو کچھ اونکے لوگ راہی

پس از قطع مسافت یہ عزیزان
ہوئے وارد جو وان افتان و خیزان

جہانتک اوس جگہ کے تھے اکابر
ہوئے خدمت مین اونکی آکے حاضر

کھلائین کمرین اور جھاڑے سر ورو
بٹھایا اونکو اور بیٹھے ہر اک سو

ہین جس صورت سے خدمت کے سرانجام
بجالائے وہ سب انواع اکرام

غرض بیٹھے یہ جب وان فارغ البال
ہوئے اوس خستہ سے مستفسر حال

کہ اب اونکے مرض کا ڈول کیا ہے
اوسی صورت سے ہی یا کچھ شفا ہے

دکھایا ہے جنھین اس کو مکرر
کرے ہین کیا وہ بیماری مقرر

سر حرف و حکایت بسکہ وا تھا
کہا ہر اک نے جو کچھ ماجرا تھا

بہم ملتے تھے سب افسوس سے ہات
یہ ناآگاہ اس سے ہے یہ کیا بات

غرض جبتک کہ یہ اجماع وان تھا
ہر اک اس ذکر سے رطب اللسان تھا

کر آخر صبح کا چلنا مقرر
ہوئے یہ مائل آرام یکسر

دربیان رخصت شدن عروس بہ بخشش در عشق درویش

الا اے ساقی جام مے ناب
رہیگا کب تلک تو بے خور و خواب

کہ مین غمگین نپٹ پایا ہے اس کو
سو کچھ باتون مین پرچایا ہے اسکو

مرض کا اسکے مین سمجھا ہے اب ہیچ
اسے اک کلفت خاطر ہے اور ہیچ

مناسب ہے جو یان اوترے کوئی دم
فرو ہوتا دل محزون سے کچھ غم

غرض یہ بات تھی مقرون تفہیم
ہر اک نے اوسکی کی تصدیق و تسلیم

کیا حضار نے وان سے کنارا
اسے پردا کرا اوس جاگہ اوتارا

در بیان رسیدن عروس بمکان درویش و بجاے درویش گور یافتن و ترقیدن قبر و درآمدن ان عروس

الا اے ساقی میخانۂ ناز
نہ رکھ مے کو لب ساغر سے تو باز

غنیمت ہے ارے ظالم کوئی دم
ہے عرصہ زندگانی کا نپٹ کم

کر شمع بزم ہستی آہ فریاد
سدا رہتی ہے زیر دامن باد

نہ کر یہ تنگ عرصہ مجھ اوپر تنگ
خدا جانے زمانہ کیا کرے رنگ

مجھے اپنی ملاحت کی قسم ہے
مرے دل کے جراحت کی قسم ہے

قسم ہے تجکو اپنے زلف و رو کی
قسم ہے تجکو گل کے رنگ و بو کی

قدح کو آتش تر لے کے بھر تو
طراوت دے گل داغ جگر کو

تنک بہکے جو اوس مے سے مرا کام
حدیث جذب الفت تا ہو انجام

خوشا تاثیر جذب عشق کامل
سراپا ہے اثر جس سے ہر اک دل

نہ لیجا کہربا اس طرح سے کاہ
کرے جو جذب جانان جان آگاہ

تصرف تا شریک آب و گل ہے
کشان آہن کو مقناطس دل ہے

کیا ہے دل نے آئینے کو حیران
دیا ذرہ کو دل نے شوق طیران

کرے عاشق کا یہ ظالم اگر کام
نہ دے معشوق کو بھی ہرگز آرام

فسون سازی یہ اپنی جب کھو آئے
جنازے پر نہین تو گور پر لائے

اسی صورت سے اس کافر کے ہین ڈھول
چنانچہ ہے اوسی راوی کا یہ قول

کہ جب وہ نازنین تکیہ مین آئی
جگہ درویش کی اک ڈھیر پائی

جب اس حالت سے آئی کچھ سر راہ — سواری مین وہ بیٹھی اور یہ ہمراہ
تھا گویا شاق اوس پہ پر تکلف وار — پہ کیا کیجے ہے لازم گنج کو مار
مگر وہ غم تھا کچھ اس کے لیے کم — کہ گردون نے دیا اس غم پہ یہ غم
غرض جب وان سے چل نکلی سواری — ہوئی دونی وہ اوس کی بیقراری
نہ تھا صبر و سکون اوس کو نہ آرام — پہ وہ باتو نہین کرتی تھی اسے رام
کبھو کہتی تھی خویش و قوم کا حال — کہ تجھ بن زندگی ہے اوس پہ اشکال
بہ نحوے قصۂ و دستان معقول — کبھو رکھتی تھی اوس وحشی کو مشغول
کہ اوسنے دل سے کیون ہی غم غلط ہو — پہ جو ہوتا نہ ہو وہ کس نمط ہو
ہین دلجوئی کے جس صورت سے انداز — سر زلف سخن کرتی تھی وہ باز
کہین اس مین علی وضع روایت — کی اوس تکیہ سے بھی اون نے حکایت
کہ اک جا آئے ہے آگے سر راہ — بنٹ دلچسپ اور مطبوع دل خواہ
جگہ اتنی تو کیا اک مختصر ہے — عجب کچھ لطف سے پر سبزہ تر ہے
زمرد تو نہ کہیے اوس کو زنہار — یہ خاتم سے ہے عالم کے نگین دار
گلو نین سبزہ یون لہرائے ہے وان — ہو جیسے مور مستی مین پرافشان
غرض وانکے خیابان کی ہر اطراف — ہے سینے ہے بھی مہرو یونکے کچھ صاف
چل اب بیٹھینگے اوس جا گہ کوئی دم — نہ رد ہوتا دل محزون سے کچھ غم
گلونکے ساتھ وان کرنا تو بازی — ہوتا بلبل کے دل کی چارہ سازی
پریشان گل پہ کیجو تار سنبل — بہم شرمندہ ہوتا سنبل و گل
نہین گل شاخ پہ البتہ مرغوب — جو پہونچے ہاتھ تک تیرے تو ہے خوب
سنے جو اون سے وہ حرف فسون دم — ہوئی دل مین نہایت شاد و خرم
پر اک نحوے تغافل سے وہ عیار — کرے تھی اس سے وان جانیکا اقرار
کہ تیری مصلحت گر ہے اسی طرح — نہین سر پیچنا مجکون کسی طرح
ہے اس سے اور کیا بہتر جو اکدم — خوشی سے گذرے یکجا گہ یہ باہم
اسی صورت سے تھا یہ ذکر و اذکار — کہ وہ تکیہ ہوا تا گہ نمودار
ہوئی اوس سے جدا یہ دایۂ پیر — دیا ہر اک کو ان نے غرض تدبیر

کہ یارب کسطرح اب گھر کو ہم جائین | بھلا جائین تو منہ کیا لیکے دکھلائین
جو پوچھینگے ہمین خویش و برادر | کہان چھوڑی وہ تم نے نازپرور
جواب اسکے سوا ہم کیا کہین گے | کہ شرمندہ سے ہوکر چپ رہین گے
اگر ہم جانتے ایسا سرانجام | نہ لیتے یان کے رہنے کا کبھو نام
برنگ گل گریبان چاک و مضطر | پڑے یونہین تھے اوس مرقد کے اوپر
کوئی کرتا تھا تن پر پیرہن چاک | کوئی ڈالے تھا تن پر متصل خاک
کوئی کہتا تھا کھودین اس جگہ کو | ہو شاید اوس تلک لیجائین رہ کو
تھے غنچے وانکے سب اس غم سے دلتنگ | نہ تھا پھولون کے منہ پر مطلقاً رنگ
ہوا جو سرد اس حالت سے آگاہ | بنا سرتا قدم وہ صورت آہ
سرو شاخ وہن اون جا کہ جو تھی پات | ملین تھین ہمدگر افسوس سے ہات
اک عالم انکے گرد اگرد ہوا جمع | ہو پروانون کی جون کثرت سر شمع
پھر آخر جسطرح ہے رسم و آئین | لگے کرنے اونھون کی لوگ تسکین
کہ کوئی کبھی ہزارون نالہ و آہ | نہین وان کے گئے کو پھر ادھر راہ
ہے یان دم مارنے کا کس کو یارا | نہین بندے کو غیر از صبر چارا
چلا آیا ہے اول سے یہی ڈول | یقینی ہے کسی عارف کا یہ قول
اگر صد سال باشی در یک روز | ببایدرفت زین کاخ دل افروز
نہ جان اشکال عالم دیرپا ہین | یہ سب بیلی خور دست قضا ہین
بگاڑین ہین ہزارون روے و کاکل | بنائے اس چمن کا سنبل و گل
یہ جتنا تختہ روے زمین ہے | ہر اک خطہ یہ یان اک نازنین ہے
جو آیا اوس گذر گہ مین سو گذرا | نہ وامق ہی رہا آخر نہ عذرا
نہین جز نام کچھ بھی ان سے اب یاد | کہان شیرین گئی کیدھر ہے فرہاد
یہ کل ہونا ہی اے فرصت غافل | کہ ہم مطلق معطل ہون تہ گل
یہی خورشید ہووے اور یہی ماہ | یہی وضع زمانہ اور یہی راہ
کچھ اشیاؤن سے یانکے کم نہ ہووین | یہ سب کچھ ہووین اور ہم نہ ہووین
پس اس صورت مین کیجے کس کا ماتم | ہے اپنا حال جائے گریہ و غم

وہ نیش غم جو تھا خاطر مین مرکوز ہوا جون نیش عقرب نار آموز
کیا صد آہ آتشناک نے جوش یہ غیرت اوسکو کہتی تھی کہ خاموش
چھپے دل سے ہزارون نالے تالب ولے دل جانتا تھا اوس کو یا لب
ہزارون گریہ کے اوٹھتے تھے طوفان نہ تھا اک رشحہ لیکن زیب مژگان
غم دلکا کرے تھی سو طرح ضبط یہ ضبط و عشق لے غافل ہی کچھ ربط
شرار غم نے کی آخر شرارت بدن مین یک بیک آئی حرارت
لگا کرماہ سے اور تابسا ہی نظر مین چھائی یکسر سیاہی
گری بیطاقتی سے وان یہ غمناک طرح پانی کے لرزی ہر طرف خاک
پکڑتے تھے اوسے ہر چند احباب یہ نکلی جاتی تھی ہاتھون سے جون آب
گلون پہ تھی اوسے یون اضطرابی انگارون پہ ہو جون سیخ کبابی
اسی صورت سے یہ غلطان تھی کچھ دور کہ جذب عشق نے ٹکڑے کی وہ گور
اوٹھا دودول اوس جاگہ کچھ ایسا نظر آتا جسے کہتے ہین کیسا
نہ جانے پھر کہ وان کا حال کیا تھا یہی وہ گور تھی یا اژدہا تھا
کیا جن نے تامل ایک دم مین لیا اوس نازنین در کو شکم مین
اسے اوس گور نے اس طرح کھایا نہ ماہی بیچ یون یونس سمایا
ہوئی جون آب پنہان یہ نہ خاک رہے باہر وہ سارے مثل خاشاک
الا اے ساقی درد و غم اوٹھا ہووے یہ ساری بزم ماتم
نہین یہ دور مے دور جہان ہے تنک فرصت کو یہان عرصہ کہان ہے
شتابی کر ٹک اے ظالم شتابی نہین گر جام لا ایدھر گلابی
جو کوئی آب و گل سے یان بنا ہی مآل اوسکا یہی آخر فنا ہے
ہر اک کو یان یہی ہی عقدہ در پیش ہو شاہ خانہ یا تکیہ کا درویش
چنانچہ لوح خوان بزم ماتم کرے ہے اسطرح سے نالش غم
کہ اس حالت کو گذری جب کچھ اک دیر لگا آنے نظر درویش کا ڈھیر
نہ دیکھا رخنہ اوس جاگہ مین نے درز مسلم جس طرح تھا وہ اوسی طرز
جو تھے اوس نازنین کے اقربا وان ہوئے اس ماجرے سے سب وہ حیران

ٹک دھواں سا اوٹھ رہا ہی آگ سے
اُڑ گئے ہین جیسے مُنہ کے بھاگ سے

سنے وہ شوخی سنے وہ لڑکا پن رہا
سنے وہ صورت ہے نہ وہ جوبن رہا

پڑ گئیں ہین منہ کے اوپر چھائیان
ناک پر بھی آ گئی ہین سیائیان

چہرہ مسون سے ہے سارا بدنما
رنگ منہ کا اُڑ گیا جیسے ہما

چاند پر بادل کہ جیسے چھا گیا
مورچہ جون مغربی کو کھا گیا

منہ پہ سبزی اور سیاہی جم گئی
جس طرح پانی پہ کائی جم گئی

ہو گیا اک مرتبہ ہی سبز رنگ
جیسے آئینے کو کھا جاتا ہے زنگ

تب کہا مین یار یہ کیا ہے بلا
کہنے لاگا ذکر اُس کا مت چلا

چپ ہی بہتر ہے کہ اس مذکور سے
سُنئے آوازِ دہل کو دور سے

بیاہ کے کرنے سے ہوتی ہے خوشی
مین نے دیکھا تو یہ ہے مردم کشی

جب تلک اک عالم تجرید تھا
ہمکو جو دن تھا سو روزِ عید تھا

کیا کرین اپنی مصیبت کا بیان
ہووے کم بختی کسو کی مہربان

کد خدائی کا ہے جب سے اتفاق
زندگانی ہو گئی ہے جی پہ شاق

ہو جیو مشاطہ کا خانہ خراب
ہاتھ سے جسکے ہے اپنا جی کباب

کیا کہون مین اوسکے رنگ اور ڈھنگ سے
لعل کو پھوڑا ہے جس نے سنگ سے

ایسا بدصورت ملا یا آدمی ہو
کہیے کیا اپنی ہے قسمت کی کمی

دوست و دشمن کا نہین کچھ اسمین دوس
آسمان سے پڑ گئی یہ مجھ پہ اوس

رنگ جون گل اُڑ گیا ہے سربسر
ہو گیا ہون غم سے کانٹا سو کھکر

درد دلکو کس سے ظاہر کیجیے
غنچہ سان اب اپنا لہو پیجیے

گو کہ ہے طاؤس با نقش و نگار
پاؤن اپنے دیکھ وہ ہے شرمسار

گرچہ تھا مین نازنین بدر کمال
ہو گیا ہون لیک اس غم سے ہلال

اپنی صورت کا تو اتنا غم نہین
پر یہ صورت ہے تو اکدم ہم نہین

جو کوئی آٹھون پہر غمناک ہو
شکل صورت اوسکی پھر کیا خاک ہو

آہ کیا جانے وہ کیسی تھی گھڑی
جس گھڑی مجھ پر مصیبت یہ پڑی

بیاہ کی تھی رات مجھ پر یون کٹھن
چاند کون لگتا ہے جیسے کہ گہن

غرض سمجھا کے اون کو چار و ناچار　　کہا ہر ایک نے ہے صبر در کار
نہ دیکھا جب اونھوں نے بھی کچھ حاصل　　غم خاطر سے غیر از کاہش دل
اٹھایا رخت غم وان سے بصد جبر　　کیا صرف گریبان رشتۂ صبر
گئے گھر کو بچندین محنت و غم　　ہے جس صورت سے رسم اہل ماتم
پس اے سودا خموشی پیشہ کر تو　　سخن کے طول سے اندیشہ کر تو
کہ اس حسن تکلم پر طوالت　　مبادا ہو کسی دل کو ملالت
سخن ہے گرچہ لے دل میوۂ لب　　یہ خاموشی کو کرتین شیوۂ لب
کہ اکثر بات مین سہو و خطا ہین　　نہ کہنے مین یہ سب مطلب ادا ہین
کسو جا گر یہ تین دیکھا ہو تو کہنا　　کہ ہووے معترض حرف نگفتا
وگر شاخ سخن طوبی کی ہی نخل　　ہی دایم ساتھ اوسکے تیشہ کو دخل
چنانچہ مین جو یہ قصہ کیا نظم　　کہ ہووے تا قیامت رونق بزم
کئی ہفتہ دماغ اپنا جلایا　　بہت ساخون دل بیہودہ کھایا
بہر صورت کہا کتے تو لیکن　　یہی اب سوچ خاطر مین ہی نسدن
کہ یارب پڑیو اک ایسے کے یہ ہاتھ　　کہ جو کھووے اسے اشفاق کے ساتھ
اگر دیکھے کہین سہو و خطا سے　　کرے پوشیدہ دامان عطا سے
بقدر وسع در اصلاح کوشد　　اگر اصلاح نتواند بپوشد
الا اے ساقی خلوت سرانجام　　کلاہ سرو مینا کر گل و جام
کہان تک لب پہ آوے یہ ترانہ　　ہو مشغول حدیث واہیانہ
اوٹھی سب بزم آیا وقت خفتن　　ہے اب گفتن سے اولی تر نگفتن

مثنوی

ایک مشفق ہین ہمارے مہربان　　خوب صورت خوب سیرت نوجوان
ناگہان اک روز ہم سے مل گئے　　دیکھتے ہی شکل جون گل کھل گئے
جب ہوئے آپس مین ہم در دہ دو چار　　آہ نکلی دل سے اک بے اختیار
دیکھتا کیا ہون کہ عالم اور ہے　　گرد رخسارون کے خط کا دور ہے

ہر طرف سے اک مبارک باد تھی — پر ہمین دشنام سے وہ زیاد تھی
لوگ تو خوشوقت اور خرم ہوئے — یک گرفتار مصیبت ہم ہوئے
بارے اپنے گھر مین اب رہنے لگے — چرخ کے جور و جفا سہنے لگے
گذرے جب اسبات کو کتنے ہی روز — ایک دن بولا وہ ماہِ دل فروز
تم جو یون میرے مجازی ہو خدا — جس طرح سے امر ہو لاؤن بجا
جس سے اب فرمائیے اوس سے چھپون — کس کے آگے ہوئین اور کس سے چھپون
جب سنی یہ باتین مین نے ہنس دیا — عرض اپنا اون کی خدمت مین کیا
جان میرے ہو جیے سب کے حضور — لیک اس عاصی سے رہیے دور دور
اپنا منھ سارے قبیلے کو دکھاؤ — پر خدا کیواسطے مجھ سے چھپاؤ
سُنکے مجکو یہ دیا اوس نے جواب — عورتون کو چاہیے سب سے حجاب
روئے نامحرم سے بہتر چشم کور — پر نہ دکھلاوے خدا جز روئے گور
جی مین سمجھا مین یہ اوس کی زرگری — عصمت بی بی ستار بے چادری
تب سے یون بیٹھا ہے جی پہ اعتقاد — اوٹھ گیا ہے دل سے اپنے اعتماد
گر نشان دے کوئی مجکو حور سے — بھاگ جاؤن دیکھ اوسکو دور سے
جب سے ہوئین اس بلا مین مبتلا — رات اور دن ہے مری یہ ہی دعا
یہ تو جلدی سے کہین یارب مرے — ایسا ایسا ہو جو بیاہ اب پھر کرے
سن چکا جب اوس سے یہ مین ماجرا — ہو چکا قصہ سے اوس کے آشنا
تب کہا مین عقل سے یہ دور ہے — کو نسا اے یار یہ مذکور ہے
جب سے دنیا مین [illegible]نسانی سرشت — کوئی روے خوب ہے اور کوئی زشت
ماٹی کی مورت بناوے ہے کمھار — کوئی بدصورت کوئی ہے تاجدار
بس ہے کیا لازم کہ صورت خوب ہو — آدمی جو ہو سو اک محبوب ہو
جسکو جیسا کچھ بنا یا بن گیا — شکل انسان مین جو آیا بن گیا
دیکھ بدصورت کو مت ہنس کھلکھلا — ایسین ہوجاتا ہے صانع کا گلا
جس کو دیکھا ہمنے سو معیوب ہے — فارغ اس سے اک وہی محبوب ہے
گنج کوئی مار سے خالی نہین — دامنِ گل خار سے خالی نہین

ڈومنی جلوہ لگی دینے جوہین
آرسی مصحف لگا جب دیکھنے
ایسی ہی دکھلائی دی اک شکل زشت
جوہین پڑتی ہے مری اوسپر نگاہ
آنکھ سے آنسو چلے بے اختیار
ابر غم کا دل کے اوپر چھا گیا
دیکھتے ہی جی گیا اپنا دہل
جان برون رفتن زتن نزدیک شد
ہو گئی اوسوقت اک صحبت عجب
شکل سے اوسکے ہوئی جب آگہی
کوئی اوس صورت کا دیکھا نے سنا
جب مین دیکھی شمع صورت اوسکی شان
منہ قضا کا دیکھتے ہی رہ گیا
ہو گیا اوسوقت غمگین اور ملول
شمع بھی رونے لگی وان میرے ساتھ
چاندنی کالک سے ملتی تھی منہ کے تئین
ایک میری ہی نہ تھی وان چشم تر
قطرۂ شبنم کہ از گردون چکید
چشم انجم سے گرے پڑتے تھے اشک
اور ثریا عقد گوہر بار تھی
آستین رکھ منہ کے اوپر کہکشان
ایک تو اس غم سے دل شب تھا دونیم
صبح صادق نے کیا سینے کو شق
کیا کہون مین جیسی کچھ گذری تھی رات
آئے اک ماتم زدہ سے گھر کے بیچ

اور وہان ماتھا مرا ٹھنکا دوہین
آسمان اوپر لگا تب دیکھنے
پھر گئی آنکھون کے آگے سرنوشت
ہے گویا اک پارۂ ابر سیاہ
جیسے برسے ہے کوئی ابر بہار
آنکھون کے آگے اندھیرا آ گیا
روح قالب سے گئی دوہین نکل
عالمی در چشم من تاریک شد
ملگئے آپس مین گویا روز و شب
ہو گیا جون ماہِ نو قالب تہی
دیکھتے ہی مین نے سر اپنا دُھنا
رہگئی انگشت حیرت در دہان
جو پڑی سر پہ غرض سب سہ گیا
سینگ دے سر پر خدا تو ہے قبول
شعلہ بھی ملتا رہا اس غم سے ہاتھ
خاک اوپر لوٹتی تھی چاندنین
روتی تھی شبنم بھی میرے حال پر
ہمچو اشک از دیدۂ پر خون چکید
جون گہر افلاک سے جھڑتے تھے اشک
چشم پرخون اشک خون افشار تھی
روتی تھی با دیدہ ہاے خون فشان
تسبیہ آہِ سرد بھرتی تھی نسیم
خون دل پینے لگی اپنا شفق
صبح کو رخصت ہوئی وانسے برات
جب رکھا ہم نے قدم کو در کے بیچ

کیجیے آگے بس اب قطع کلام	دوستون کا غم نہ ہووے گا تمام
یار اس کہنے کا تھا یہ مدعا	تا کہ اپنا دل کسو سے مت ملا
آدمی کو چاہیے وارستگی	صورت فانی سے کیا دل بستگی
زندگانی کا نہ ہو جب اعتبار	شکل و صورت کا تو ہی کب اعتبار
پائداری ہے اوسی کی ذات کو	بس ہے سودا نفی کر اثبات کو

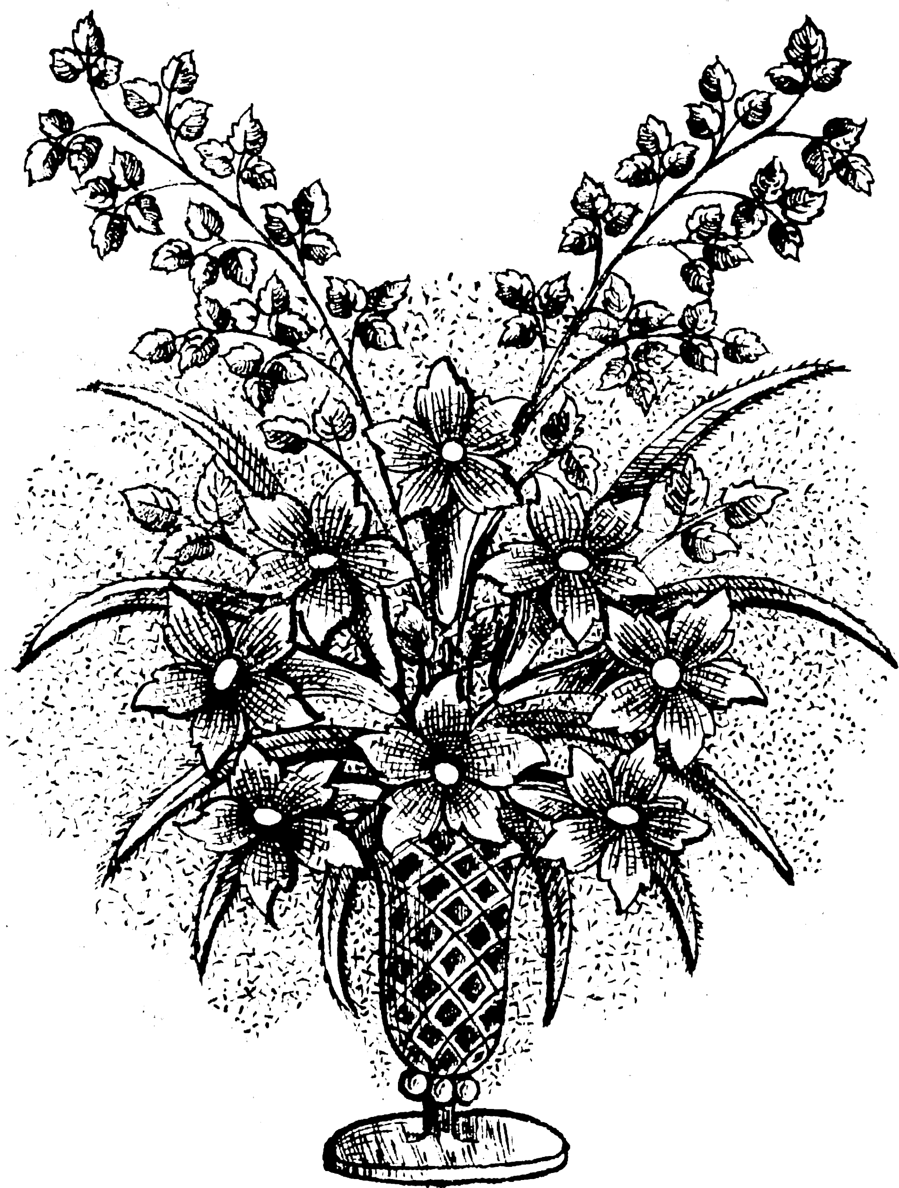
تمت القصائد و المثنویات

بتوفیق ناظم امور عالم کہ مصرعۂ موزون قد شاہان و بیت پر مضمون ابروے شوخ نگہان را بخوے آراستہ کہ آہو گیران را مجالے نیست کہ بروے ناخن انگشت عیب بینی زنند و رباعی عناصر و خماسی حواس نبوی بر داختہ کہ خردہ بابانرا یارائے نہ کہ جز قبول حرف گیریش نمایند تا این زمان از مجموعۂ کلیات فخر شعراے زمان و فخر نظماے دوران میرزا رفیع السودا کہ شاہین بلند پرواز فکر متینش صید مضامین را تا بعالم بالا نمی گذارد و شنقار سخت گیر خیال والایش شکار معنی را از عرش اعلے می آرد خوش خیالی و خوش فہمی کہ دوران را باین دوران شبا روزی نظیرش در عالم کون بنظر نرسیدہ و بلند فکری و اعلے دریابی کہ باہمہ کہ چرخ چنبری را از کہن سالگی پشت بخم آمدہ تا این زمان عدیلش را مشاہدہ نکردہ خاقانے اگر زندہ بودے در پیش گاہ شاعریش کاسۂ درویشی بدست گرفتہ دریوزہ تلمذ استدعا نمودے و عرفی اگر بقالب حیات ماندے آوازہ معروف نظمش مجہول گردیدے قصائد و مثنویات باتمام رسیدند و از ینجا دیوان فارسی شروع گردیدہ واللہ الموفق بالاتمام و بیدہ المرام۔



چاند کو کیسا دیا حق نے شرف — لگ گیا ہے ساتھ اوسکے بھی کلف
صورت اور سیرت کا باہم اتفاق — ایسا ہوتا ہے بہت کم اتفاق
خوبرو اکثر ہین اپنے مہربان — لیک بدباطن ہین اور وہ بدگمان
آدمی کے بیچ سیرت چاہیے — پر اسے چشم بصیرت چاہیے
آشنا سیرت سے ہوئے میر جان — صورت ظاہر تو ہے یہ کوئی آن
گر اسی سے تو قیاس اے میرے یار — کوئی دن تھی آہ تجھ پر کیا بہار
اب ترا وہ رنگ و روغن ہے کہان — وہ تری صورت وہ جوبن ہے کہان
کیجیے صورت کا بس کیا اعتبار — کوئی دن ہے یہ بھی جون فصل بہار
خوبصورت یار بھی اپنے گئے — مونس و غمخوار بھی اپنے گئے
جیسے عبداللہ تابان ہوچکا — ساتھ اوسکے اک سلیمان ہوچکا
گرچہ تھا وہ ماہ کنعان وقت کا — ہوچکا وہ بھی سلیمان وقت کا
یوسف مصری سے مصری کم نہ تھا — تلخی دوران سے جس کو غم نہ تھا
نام تھا اک خوبصورت کا عزیز — جان سے زیادہ ہمین تھا وہ عزیز
اوٹھ گیا افسوس اپنے عصر سے — کم نہ تھا وہ بھی عزیز مصر سے
ہوچکا مالک بھی ملک حسن کا — تھا وہ بخشی الممالک حسن کا
میر قطبی قطب تارا ہوچکا — کیا کہون مین زور پیارا ہوچکا
سانورون مین اک گمانی زور تھا — ہند مین جس کے نمک کا شور تھا
حسن و خوبی مین غرض یہ طاق ہے — کیا کہون مین شہرۂ آفاق ہے
ایسی صورت کے ہزارون خوبرو — ہوچکے ہین یان اپنے روبرو
ایک ہو تو جس کی خاطر روئیے — آہ اب کس کس کی خاطر روئیے
ایسی کتنی مورتین یان مٹ گئین — کیسی کیسی صورتین یان مٹ گئین
ہم سے اب کوئی نہین ہمدم رہا — وہ زمانہ اب نہ وہ عالم رہا
کیسے کیسے لوگ یان سے اوٹھ گئے — خوبرو سارے جہان سے اوٹھ گئے
حسن و خوبی ساتھ اپنے لیگئے — لالہ سان اک داغ دل پر دیگئے
غم سے یارون کے ہے دل ایسا ہی داغ — حشر تک روشن رہیگا یہ چراغ

دیوان فارسی



باد ل صد پارہ سودا میکند گلگشت باغ
میبرد دیوانہ ہر طرف چمن گلدستہ را

من بساط عیش خود را بر نہ چینم تا کجا	خندہ زن بر شادی من اہل ماتم تا کجا
خون دل تا کہ خورد در سینہ اندوہ طرب	جان بفکر شادمانی طعمۂ غم تا کجا
راضیم گر چرخ زیر تیغ بنشاند مرا	از برای منزلے سامان بگردم تا کجا
جز نمک پاشی بخاطر رہ نمی یابد علاج	بر جراحتہای تیغ عشق مرہم تا کجا
ہمت فقرم نخواہد شاہی ناپایدار	زین کلہ بر خود حباب آسا ببالم تا کجا
اختلاط او بمن ناصح دو روزی بیش نیست	صحبت جنس پری با نوع آدم تا کجا
غافل از بدنامیم منشین کہ ناموس ترا	می برد رسوائیم واللہ اعلم تا کجا
ہیچ سگ چون من بعالم تابع امر تو نیست	گفتۂ ہر گہ بدو گاہے نگفتم تا کجا
در فراق رفتگان با غم نسازم تا بکے	در مقام فرقت چندین بگیرم تا کجا
از بیاض عمر بعضہائے رنگین رفتہ است	یک ورق گردانی تاندستہائیم تا کجا

از تلاش و سعی سودا با کمش پیرانہ سر
حلقۂ در ہا زدن با قامت خم تا کجا

خاشاک شمر دم ہمہ اسباب جہانرا	با خس نبود دوستی آتش نفسانرا
زخم دل کس بخیۂ و مرہم نہ پذیرد	باید کہ باندیشہ کشتے تیغ زبانرا
اہل نظر انند کہ چون شعلۂ فانوس	بینند بیک پردہ نہانرا و عیانرا

شایان جرس قافلۂ ریگ روان نیست
کے نالہ گلوگیر شود مردہ دلانرا

تنہا نہ موج خندہ زند بر بقای ما	چشمک حباب نیز بہ نشو و نمای ما
از کوچۂ فراغت دل کے توان گذشت	آزادگی ماشدہ زنجیر پای ما
بستیم در بروی دو عالم درای یار	جلوۂ فرشتہ نیست بخلوتسرای ما
آئینہ ایم و طعمۂ زنگار گشتہ ایم	تا زشت را ملول نسازد صفای ما
ہمہ پیش یار در حق پر دین زبان کشود	یک خوشہ چین حسن تو اینہم سوای ما
مارا بدل امید رہائی خیال محض	دام از نگاہ بست و قفس از وفای ما

بسم اللہ الرحمن الرحیم

غزل

ایکہ در چشمم بہر صورت تو منظوری بیا
وے بدل نزدیک من از من چرا دوری بیا

در ملاقاتم بخود بہتان مجبوری مبند
منکہ می دانم ترا نوعیکہ مجبوری بیا

من بدل جور ترا بہتر ز مہر انگاشتم
گرچہ در ذیل ستم کیشان تو مشہوری بیا

بالغت امروز لے چشم و چراغم گرکسی است
شب بکش در دیدۂ ادمرمہ کوری بیا

نامۂ وصل ترا خط بر رخت آوردہ است
رفت ایام فراق و وقت مہجوری بیا

یکسر مو شوکت حسنت نخواہد کم شدن
من گدائے کاسہ در دست و فغفوری بیا

گوش عالم ز اشتہار عشق پاک من پرست
جان من از دار شان بگرفتہ دستوری بیا

منکہ از خود میرم ہر گہ تو می آئی بردن
لے بقربانت چرا در خانہ مستوری بیا

بیتو گردون روز سودا را شب دیجور ساخت
لے سراپا رشک نور شمع کافوری بیا

غزل

گر بلغت وا کند تا آن دو لعل بستہ را
میخرد سودا بنقد جان در لب شکستہ را

داد خواہ کیست یارب اینکہ از گل نو بہار
ہر سحر بر چوب بندد جامۂ خون بستہ را

میکنم ہرچند پنہان راز عشق اما چہ سود
چارہ نتوان کردہ غمازی حال خستہ را

غافل از حالم مشو صیاد ورنہ مشکل ست
باز آوردن بسوے دام صید جستہ را

جز صبا بند قبائے گل نہ بکشاید کہ حسن
آوردہ در قید خدمت مردم وارستہ را

بوالہوس کز خوی تو واسوخت باز او را مخوان
کار با آتش دگر نبود سپند جستہ را

مغتنم دان صحبت باہم کہ میسازد جدا
دہر چون با دام توام دل بدل پیوستہ را

من امید سرقہ کے دارم ز بیت پست غیر
دزد ما یوسانہ بیند خانہ نشکستہ را

کے امان جوید دل بشکستہ از سختی دہر
اختلاط از سنگ باشد شیشۂ بشکستہ را

با دل دیوانہ بر طور خودش بگذاشتیم
کز نصیحت ہیچ سودے نیست از خود رستہ را

در سلسله ام نیست بجز درس اسیری
من طرفه لغت می شمرم نقطهٔ بلا را

بوئی که برد هوش ز بشگفتن گل نیست
تا او بچمن وا فکند بند قبا را

تقدیر بجا ماند چسان حیرتم اینست
آن روز که مژگان ترا کرد صف آرا

بود ار گرهٔ طرهٔ سنبل نه چنین ست
این عقده که وا کرد بپرسید صبا را

او قاتل خلق ست هر آنکس که نیامیخت
در جلوهٔ حسن تو چنین ناز و ادا را

با من بیدی ذکر عزیزان چه ضرور ست
بشناختم ای دوست بخوبی همه ها را

بیمار تو میگفت سحرگه به پرستار
در صحت ما دخل دوا را نه غذا را

ممکن که لبش تا به لب ما برساند
در کوزهٔ خضر آنکه کند آب بقا را

دی شد طرف باغ چو سودا گذر ما
بودند همه مرغ چمن زمزمه آرا

ناگاه ز قمری چو شنیدیم صدائی
گفتیم دبیرستیم که عشق ست صدا را

باشد ز گریه ام دل سوزان من در آب
این طرفه آتشی ست که دارد وطن در آب

مانند شمع ز آتش سودا و جوشش اشک
باشد سرم در آتش سوزان تن در آب

زان آتشی که عشق تو در جان من نهاده ست
گوهر شرر شود چو فتد عکس من در آب

گردید بسکه آب ز شرم لبت عقیق
شد غرق همچو خطهٔ یونان یمن در آب

از جوش گریه مردم چشمم شب فراق
گردید همچو مردم آبی وطن در آب

گردد گهر بجوف صدف قطرهٔ گلاب
شوید چو روی خویشتن آن گلبدن در آب

سودا بگریه شور و فغانم نگشت کم
حرفیست اینکه نیست صدای سخن در آب

آن شعله که در خرمن موسی شرر اوست
دیدم بمقامی که لبم قفل در اوست

آتش بدلم میزند این رشک که آن شوخ
مخفی ست پس پرده و بیرون خبر اوست

ای شیخ ز جاروب کش میکده ام پرس
رازیکه نهانست ز تو در نظر اوست

آن می که بیک جرعه ز خود برد جهانرا
ظرف دل عاشق بتلاش اثر اوست

کی مرغ دلم را هوس مدرسه نشینیست
در چنگل شهبازنئی بال و پر اوست

من معتکف دیر از آن گشته ام ای شیخ
زان در چو منی را که نرانند در اوست

حیوان طمع ز جنس خود اصلا نمی کند
این ننگ هیچکس نه پسندد سوای ما

بخورد آب بما هم دل درویشی ما — هست بیگانه ز ما رابطهٔ خویشی ما
سعی امروز کنم از چه برای فردا — میزند خنده بما عاقبت اندیشی ما

ما ننالیم ز جور فلک دون خود را
شانهٔ زلف جفا ساختهٔ دلریشی ما

کس برون زان کوچه نتوانکرد این دلداده را — باد بردارد مگر خاک من افتاده را
ما بنقش پای مردم قطع منزل چون کنم — هر که ره گم کرد او جوید بصحرا جاده را
کفر و دین در عشق هم پایهٔ نقیض دیگرند — یا بمن ده کفر یا دین آن برهمن زاده را
صد بهار آخر شد و از ساغر خود همچو گل — من بجز خون جگر گاهی نخوردم باده را
ناصح از راه کرم ما را نصیحت می کند — جز شنیدن هیچ نتوان گفت مرد ساده را
عاشق مهجور را از شادی عالم چه سود — روز عاشور ست روز عید غم آماده را

بسکه پابند علائق گشتم ای سودا مپرس
زندگانی دائم الحبس ست این آزاده را

زد شعله بر دل از نفس سرد داغ ما — روشن شود ز باد سحرگه چراغ ما
آتش بسان سنگ دهد آسیای چرخ — خواهیم بهر نان چو شود گرم اوجاغ ما
از رهبری عشق بجای رسیده ایم — صد خضر گم شود بتلاشش سراغ ما
چون لاله از درون و برون پر آتش ست — طاقت کرا که تا بلب آرد ایاغ ما
از اختلاط دل یک غنچه دان شده — شرمنده رو نسیم برون شد ز باغ ما
از تیرگی اختر ما لرزد آفتاب — شهباز خائف ست ز چنگ کلاغ ما
ما گر شویم یا شود او گنگ تا کجا — سازد بهرزه گوئی ناصح دماغ ما
آید به پیش ما که ز معمورهٔ جهان — رو کرده چغد هم نه پرد سوی راغ ما

شاکی ز تنگدستی خود در جهان نیم
سودا نصیب شهره باشد فراغ ما

چون دل نتواند که کند ترک وفا را — انگاشته ام مهر به عشق تو جفا را

باآنکه من بدرد تو باده ساختیم آنهم بکام تشنه ام از محفل تو نیست
باید که زیر تیغ تو دم بر نیاورد برخاک بسملی که طپد بسمل تو نیست
خود را درون پرده نهفتن چه حاصلست صد پرده پیش اهل نظر حائل تو نیست
جز چاشنی درد تو دل را چه لذت است ای وای بر کسی که دلش مائل تو نیست
بی سوز سینه کس بتو حاشا نمی رسد جز داغ دل چراغ در منزل تو نیست
لیلی وشی نماند درین بزم گر که ا د مجنون صفت روانه پی محمل تو نیست
صد کار دست بسته بر آید از د مگر رحمی بجان و دل شده کار دل تو نیست

سودا شبی بواقعه دیدیم شاد باش
جز تیغ ناز یار اجل قاتل تو نیست

سخن ز ما بجهان وز دیگران گهرست بگو که گوش ترا میل ما که بیشترست
سپرده تیر تو پیکان و زان مرا خطرست که دل ز زخم سنان خانهٔ هزار درست
ز سنگ و تیشهٔ فرهاد هر طرف خبرست بداد ما نرسد کس که ناخن و جگرست
بگل دفا چو باشد ز باغبان مهرے درین حدیقه ازین هر دو هیچ در نظرست
ز ما پیام بآن گو که می برد هیهات زبان بریده بجای که صد پیامبرست
همین مے چه عجب گر شوم ز عصیان پاک در آفتاب شود خشک دامنی که ترست
کدام سوخته را با تو گرم جوئیهاست که شمع نامهٔ و پروانه مرغ نامه برست
کدام گل ز چمن رفت باغبان کامروز صدای مرغ سحر های های نوحه گرست
گمان مبر که شد از گریه خشک چشم ترم هنوز سد رهِ اشک پارهٔ جگرست
بیا بیا نفسی چند شمع بالین شو که خستهٔ غمت امشب بحالت دگرست

بذیل بی هنر الست کو کهن سودا
کسیکه دل ز طلب کند صاحب هنرست

ساختم از حال دل آگاه یار از دست رفت کرده ام کاری بنادانی که کار از دست رفت
شهسوار عرصهٔ عشقم دلی در کوی دوست تا گذر کردم عنان اختیار از دست رفت
گفتگوی ترک عشقت لذتی اما چه سود میکند باور کسی چون اعتبار از دست رفت
آنچه ما بردیم از دنیا همین داغست و بس گر جفای چون تو یاری هجر یار از دست رفت

آن شمع که در پردهٔ فانوس خیال ست
این مجمع آراسته قربان سر اوست

گلدستهٔ دوران که باین رنگ و بهار ست
نازنگه کیست که بند کمر اوست

قسمت چه بپرسید ز آب و خور سودا
منشی قضا گفت که خون جگر اوست

سد رهش زمانه چو جا نها نمیگذاشت
نازِ تو جان خضر و مسیحا نمی گذاشت

شد بیتو مرگ و زیست چو یکسان زمانه کاش
بهتان زندگی بسر ما نمی گذاشت

دل آن قدر که تشنهٔ دیدار تست اگر
بودی به آب قطره بدریا نمی گذاشت

میداشت گر ز تندی خوی تو آگهی
آتش ز ترس دامن خارا نمی گذاشت

جنس دلم که پیش تو خوار ست بهر اد
اکثر هجوم مشتریان جا نمی گذاشت

بودے کریم را چو بلا حوال ما نظر
کالے جزاے خلق بفردا نمی گذاشت

بستی چو دهر بر رخ مه صر در جهان
تا حشر خاک مادر او را نمی گذاشت

ترک تعلقش ز جهان می شدی درست
عنقا چو نام خویش بدنیا نمی گذاشت

یاد آن زمانه که پسر را پدر بشهر
ناصح ز اشتهار تو تنها نمی گذاشت

پشت فلک نه بار تو لے عشق مے شکست
تقدیر گر بناے تو بر ما نمی گذاشت

جانباز کس ندید چو سودا براه عشق
جای که سر ز تن برد و پا نمی گذاشت

عمر ز ایام جوانی یادگارے مانده است
نشئه می شد برون لیکن خمارے مانده است

حسن جاے عشق میگیرد که بعد از کوهکن
نقش شیرین را ببین در کوهساری مانده است

مغتنم دان در قفس مرغ دلم را چند روز
دانه بر بالش ز چندین دام تاری مانده است

آهوے چشمت به پهلو دارد از دنباله پر
آنکه زخمی نیست از دست شکاری مانده است

ذره هم از عشق ما در دل بود غافل مباش
شعله روزی میکشد سر کز شراری مانده است

عشق او نگذاشت اے ناصح بمن هیچ اختیار
اختیارم گریهٔ بی اختیاری مانده است

رحم کن بهر خدا بر غربت سودا که او
درد یارت دور از خویش و تبارے مانده است

دانم که عشق همچو منے قابل تو نیست
کز مهر و کینه هیچ ز من در دل تو نیست

آزادگی با من اسیری نمی رسد
در گوشهٔ قفس خطر و خوف دام نیست

مومن ز حور گوید و ترسا ز دخت رز
ما را دماغ بحث حلال و حرام نیست

از فکر زاد راه چه غافل نشسته‌ای
این منزل خراب محل قیام نیست

از شیشهٔ فلک مطلبی که این دنی
جامی بماه می دهد این هم مدام نیست

میخواست پا بخلوت خاصش نهد ملک
دامن ادب کشید که باش اذن عام نیست

سودا بجای نامه هما استخوان برد
کس را بپیش یار مجال پیام نیست

عشق تو ز پروانه نه تا به مگس سوخت
این شعله چو برخاست ز جا ناکس و کس سوخت

در مجمرهٔ چرخ نه عودیم نه عنبر
این سفلهٔ دون بهر چه ما را بهوس سوخت

گردید شرر اشک ز آه دل گرمم
این قافله را شعلهٔ آواز جرس سوخت

گاهی که برویم در خلوت بگشاوی
چون شمع دلم پیش تو از ضبط نفس سوخت

گر نکهت گل باد سحر سوی من آرد
جایم بگرفتاری مرغان قفس سوخت

میداد دل ما سبق ناله به بلبل
بود انچه به گلزار ز خار و چه خس سوخت

اندیشه نداریم ز خورشید قیامت
سودا تن ما تاب و تب عشق ز بس سوخت

جوهر آئینه از تاب رخش سوخته است
حسن در آب عجب آتشی افروخته است

خرمن صبر مرا میزند آتش هردم
برق انداز تبسم ز که آموخته است

بر تن و توش مشو غره که خیاط ازل
جامهٔ جسم تو از تار نفس دوخته است

جز غم درد خود از عاشق دلخسته مخواه
دیگر از دولت عشق تو چه اندوخته است

منهدم کفر شد از دولت اولی سودا
شیخ ایمان بجهان انچه نفروخته است

چرا ارم بگلستان درین بهار عبث
که هست سیر چمن بی می نگار عبث

کسی بکشور خوبان بداد دل نرسید
فغان و ناله بود اندرین دیار عبث

مرا که بی می و مطرب بوجد می آیم
سماع نغمه و صهبای خوشگوار عبث

برنگ نخل خزان دیده این ستم آهنگ
نهال من تفشاندست برگ و بار عبث

قدر خاک عاشقان معلوم خواهد شد ترا
جان من روزی که این مشت غبار از دست رفت

بال مرغ نامه بر فرسود پای قاصدان
چشم شد از کار و کار انتظار از دست رفت

خوبی چشم بتان وابستهٔ حسن خط ست
باده بی لطف ست چون فصل بهار از دست رفت

داد از دست تو ای صیاد قصد صید من
کردهٔ وقتی که هنگام شکار از دست رفت

باز شوق وصل در اثنای ره خواهیم مرد
طاقت از پا میرود صبر و قرار از دست رفت

توبه دیشب کردم امروز نمی از جوش خم
آنقدر خوردم که سیر لاله زار از دست رفت

موجب خاموشیم سودا چه میپرسی که من
داشتم دل نام شخصی غمگسار از دست رفت

بچهره راه خط مشکبار نتوان بست
در حدیقه بروی بهار نتوان بست

تو میروی ز بر ما بگو چه چاره کنیم
که پای عمر درین رهگذار نتوان بست

من از معاملهٔ خط و حسن دانستم
ز خضر شهر ره شهریار نتوان بست

ولا حدیث حسودان بکس نباید گفت
که هیچ شاهده تهمت بیار نتوان بست

مقر ما ز تو غیر از حریم جانان نیست
کمر بصید حرم روزگار نتوان بست

بگریه راه نوردی بدشت غربت گفت
که راه آبله بر روی خار نتوان بست

گشاد کار من از دهر موجب تنگی ست
گره چو وا نشود استوار نتوان بست

بگرد حسن تو یوسف نمی رسد لیکن
بروی خلق در اشتهار نتوان بست

علاج شانهٔ زلفش چه سازم ای سودا
ره گزند بدندان مار نتوان بست

افسوس پای عیش جهان را قیام نیست
جز گردش زمانه درین بزم جام نیست

نام و نشان مخواه بعالم که گشته اند
چندین نشان بخاک برابر که نام نیست

آخر مآل کار ترقی تنزل ست
جز کاستن بطالع ماه تمام نیست

قهرست روز و شب همه دیدم خموش باش
ایفای وعدهٔ تو درین صبح و شام نیست

ما مرغ پرشکستهٔ گلزار عالم ایم
پرواز ما بسوی چمن بیخرام نیست

قاضی اگر نگه بسوی قاتلم کند
خون مرا بحکم اش انتقام نیست

افتادگی مشاهدهٔ پخته مغز نیست
کی آن ثمر بشاخ بماند که خام نیست

بیماری مرا بدلاسائے کس چہ سود / هرگه طبیب خاطر بیمار بشکند
کس جز شکستگی بہ بر دمند یم ندید / چون شاخ پر ز میوه که از بار بشکند
دل برد از من و چه به بیرحمیش شکست / چون محتسب که شیشهٔ میخوار بشکند
پیمان یار نیست کم از رنگ در دل من / عهدش دل من است که هر بار بشکند
بهر شکستنش ندهم دل چو ناصحا / ترسم از آن که خاطر دلدار بشکند
بر سر بنه کلاه مبادا که گردنت / زاهد زنار گنبد دستار بشکند
بلبل بخواب باز نه بیند عنبر در گل / از گوشهٔ کلہ چو بگلزار بشکند

سودا بچشم سنبل و گل را چه عزتست
جائیکه یار طره برخسار بشکند

شود دلم چو بهم دو چار نالد و گرید / ستم رسیده بر غمگسار نالد و گرید
مدام این دل سرگشته گرد آن چه عجب / بچرخ آید دولاب وار نالد و گرید
سحر در آئینه یارب ببیند او رخ خود را / چو من مباش بشبهای تار نالد و گرید
دلم از آن مژه فواره وار گشته بیک / عجب مدار که چون آبشار نالد و گرید
که چشم تر کند اندر عزای چون من بیکس / بغیر ابر که او بر مزار نالد و گرید
بسینه خون شده از ضبط آه و گریه خدا را / اجازتی که دل بیقرار نالد و گرید
عجب مدار بچندین جفا و جور که دارد / ز دست ظلم تو گر روزگار نالد و گرید
مکن تو جور بجای که بیدلی ز جفایت / به پیش حاکم روز شمار نالد و گرید
تو خنده میزنی اید دست بر خرابی حالم / عدو چو بیندم از درد زار نالد و گرید

چنان مکن که ز دست جفا و جور تو سودا
ز دور شهر تو در هر دیار نالد و گرید

هر کی خواهان دل از جنس خوبان میشود / تا بدست آورد ظالم درپے جان میشود
کی کند از بید مائی صبح گلگشت چمن / آنکه از عکس رخش آئینه بستان میشود
هر شبی مانند تصویرات فانوس خیال / گرد آن شمع شبستان بزم قربان میشود
رسم ملک عشق را نازم که در حق مریض / از طبیبان بعد مردن فکر درمان میشود
هیچکس یارب نجس باشد علی الرغم یقین / من اگر کافر شوم آن بت مسلمان میشود

زگرد کینهٔ ما صاف کن دل ای سودا
مدار آئینهٔ خویش پر غبار عبث

در پرده بهانه سزاوار تو باشد
کو دیده که او قابل دیدار تو باشد

یوسف چو بجز مهره ببازار بار زد ند
آنکس بجز دهر که خریدار تو باشد

در آئینهٔ مهر بچشم همه ذرات
پیداست که عکس مه رخسار تو باشد

دل دارم و جان دارم و دین دارم و ایمان
از من بستان انچه که در کار تو باشد

بودن پی آزار دل ما بتو آسان
غیر از نگه لطف که دشوار تو باشد

گوشش نشناسد بجهان این دو صدا را
آنکس که دلش محرم اسرار تو باشد

گر بانگ صلواة ست و گر نالهٔ ناقوس
این زمزمهٔ مرغ گرفتار تو باشد

جان دل و دین و تن دارم نه عزیز ست
چیزیست که انهم پی ایثار تو باشد

سودا بنگاهی بخرد ظل هما را
تا در نظرش سایهٔ دیوار تو باشد

در کشوری که ناز و ادا می فروختند
عشاق جان بنرخ کیا می فروختند

داریم سادگی که ببازار خود ستان
دزد دیده دل ز ما و بما می فروختند

افلاک را اگر بجهان قدر ما بُدی
مارا چرا بطالع ما می فروختند

یوسف اگر بعهد تو می بود در جهان
اورا که میخرید و کجا می فروختند

ایمان بجز من نه گرفتم که شک در دست
این اهل اتقا برضا می فروختند

از مفلسی بهند بزیر ان سر فروش
اسپ و یراق روز وغا می فروختند

شد تشنه بسمت از تشنگی فنا بمو
جائیکه موج آب بقا می فروختند

از دست شان بپریده بدامت فتاده ام
آنانکه صید را بهوا می فروختند

سودا ازان بلاد سعادت نشان نیم
کانجا بجای جغد هما می فروختند

شادم اگر بهلی دلم یار بشکند
این شادی دگر که ببازار بشکند

جنس دل مرا تو بمن باز پس مده
این کار قدر فهم خریدار بشکند

یارب به پیش آن ستم آموز من باد
صیاد بال مرغ گرفتار بشکند

خارِ رہ تفسیدہ ام و تشنہ لب برق — چشم طلبم کے بہ نم آبلہ افتاد
گم شد بطریقے رہ دیر و حرم از من — گز شیخ و برہمن بہ ہم قافلہ افتاد
در عشق تو شہرت کہ بخواری نگرفتیم — رسوائی ما از نظر غلغلہ افتاد
از وسعت ظرف دل عشاق بپرسید — عاشق نہ چو منصور تنک حوصلہ افتاد
از گوہر انسان چہ بگویم کہ ز دریا — روزیکہ جدا شد بچۂ مزبلہ افتاد
در دین و دل و صبر خرد تفرقہ رو داد — عشق تو پلنگ است میان گلہ افتاد
ہر راہ نوردے کہ بکوے تو قدم زد — از آتش عبرت بدلم آبلہ افتاد
در شعر خیانست توارد کہ بگردن — گویا پسر از عقد زن حاملہ افتاد
ہر عضو من از من بجہان تفرقہ گیرد — وقتے کہ میان من و تو فاصلہ افتاد
گہ جان ز تنم بردی و گہ تن ز سرے جان — اے عشق بدست تو عجب مشغلہ افتاد
گرد سخن پیر خرابات نگردیم — امروز بگوشم سخن از مسئلہ افتاد

سودا از حرم تا بہ نجف رفتم و دیدیم
دُر در کف پایم عوض آبلہ افتاد

اے نے گلے در باغ رنگ و بوے او در خواب دید — اے نے گل مخمل صفائے روئے او در خواب دید
شد ملک دیوانہ گشت از دست طفلان سنگسار — گر سوادش نرگس جادوئے او در خواب دید
بر سر راہش فتاد آشفتہ خاطر صبح و شام — آنکہ بر رخسارہ اش گیسوی او در خواب دید
سرو از خاک مزارش سر کشد تا روز حشر — ہر کہ یکشب قامت دلجوی او در خواب دید
ہیچکس را اینچنین شبہا بہ بیداری گذشت — من ندانم چشم من چون سوی او در خواب دید
واعظا باز آ ز پند خود کہ دیشب چشم من — بہر زغوغای قیامت کوی او در خواب دید
حق بدست اوست مفتون گشت اگر بر ماہ مہر — اے زلیخا این رخ نیکوئے او در خواب دید
جز سیہ بختی برای او دگر تعبیر نیست — آنکہ چشمش وسمہ بر ابروئے او در خواب دید

چشم ما نا آید سودا قابل تعبیر گشت
صبح یا از زلف عنبر بوے او در خواب دید

ور دم زد دلے تو فزون شد شدہ باشد — آنہم اگر از بخت زبون شد شدہ باشد
عشق تو بصد رنگ چو بگداخت دلم را — این شیشہ اگر بوقلمون شد شدہ باشد

از پریشانی درین بستان دلا غمگین مشو — غنچهٔ گل میگردد اینجا گر پریشان میشود
بارها گفتم نمی آید ز پند خویش باز — ناصح از گفتار خود روزی پشیمان میشود

می مخور سودا که آخر زاهد از یمن عصا
بر در جنت بروز حشر دربان می شود

چون قدم بیرون ز مجلس آن بت بیباک زد — حلقهٔ بزم نکورویان گریبان چاک زد
خلقت آدم چه نسبت داشت با هیجان عشق — چرخ این آتش چرا بر تودهٔ خاشاک زد
روح پاک ما سزاوار تن خاکی نبود — دهر انسب جوهری بر گوهر ما خاک زد
بهشت خاکی نیست در کویش که بر سر افکند — بر زمین آب آنقدر این دیدهٔ نمناک زد
وای بر زاهد که صائم ماند در فصل بهار — ای خوش آن رندی که او ساغر بتریاک زد
بیتو اکثر داد اشک من بطوفان ابر را — شعله اندر جوهر برق آه آتشناک زد

جز قصور فهم خود سودا از بهشتش پی نبرد
پشت پا آخر برای قوت ادراک زد

گر دلم را چو بآن تیغ سر و کار افتد — ای خوش آندم که سرم در قدم یار افتد
کار از دست من افتاد و از آن میترسم — که سر بخت زبون دست من از کار افتد
بهر سعی از در خود گر نهم پا بیرون — خار در راه طلب از سر دیوار افتد
مژدهٔ وصل تو ای شوخ بدان میماند — خبر عفو چو در گوش گنهگار افتد
قصد گلگشت چمن بیتو گر آید بخیال — پای این دلشده چون سرو ز رفتار افتد
سر مکن ناله به تقلید من سوخته دل — آتش ای مرغ مباد که بگلزار افتد
شیخ در صومعه با خلوتیان را دیدیم — ای خوش آن مست که او بر در خمار افتد
مذهبی ده بمن ای عشق که از دولت او — گاه تسبیح بگردن گهی زنار افتد
خم درین باغ نکرده بطمع قامت ما — زیر هر نخل اگر از ثمر انبار افتد
میفروشم دل خود را بنگاهی لیکن — ترسم آن راز که در سمع خریدار افتد

پیش این مشتریان حال دلت ای سودا
همچو کالای بدی کو سر بازار افتد

تا کار من دلشده با سلسله افتاد — در بادیهٔ قیس عجب زلزله افتاد

دل و دست تو روز بخشش و جود
رشک عمان و غیرت کان باد

ہمچو بحر محیط ابر کفت
بر ہمہ خلق گوہر افشان باد

آستان تو باد قبلۂ خلق
بر درت روے حق پرستان باد

روے بہبود از تو باد مرا
مشکلم جملہ از تو آسان باد

دشمنت ہمچو چشم قربانی
بر سر حال خویش حیران باد

ہر یک از اولیاے دولت تو
چون گل تر ہمیشہ خندان باد

صد ہزاران ثواب حج یابے
لطف حق بر تو قبلۂ جان باد

باد و صد فرخی مبارک عید
بر تو تا دور چرخ گردان باد

دشمنانت کنند قربانی
دائم این رسم عید قربان باد

این دعاے تو میکند سودا
دعوت او قبول یزدان باد

ہرگز نمیرود ز سرش تا کہ جان رود
عاشق کجا ز کوے تو اے مہربان رود

در گوشش ار ز قصۂ من داستان رود
آن گل بناز بالش خواب گران رود

رفتن ز باغ دہر بود ماتم عظیم
گل میدرد قبا چو ازین گلستان رود

زلفش چو منتشر شود از جنبش نسیم
آتش شود بلند بالا دخان رود

سرگرم عجب گشتنت اے یار خوب نیست
دولت کہ آوری بکفت رائگان رود

چون شعلہ ہر کسی کہ کشد سر بآسمان
مثل شرر شتاب ازین خاکدان رود

شاہ نجف کہ ہست درش قبلۂ مراد
یابد مراد ہر کہ بران آستان رود

بر درگہش نشستہ ام امیدوار لطف
نومید بندہ زین در دولت چسان رود

یارم بہ بزم غیر رود گر ز روے قہر
سودا ستم بجان من خستہ جان رود

چلیست الفت کیمیا کاندر جہان شاذ ست شاذ
دوستی در دوستان این زمان شاذ ست شاذ

در فراموشی شعاران کم بود یاد آورے
تو نویسی خط بما اے مہربان شاذ ست شاذ

گردش دوری بود در آسیاے نہ سپہر
خلق را آرام زیر آسمان شاذ ست شاذ

خالی از حکمت نخواہد بود ربط تازہ اش
با منش این اختلاط اے دوستان شاذ ست شاذ

در عاشقی از مرگ چه پروا کہ بے دل — جانم اگر از جسم برون شد شده باشد
آن ساقی بیدرد من اندیشه ندارد — گل در نظرم ساغر خون شد شده باشد
هرگز بر امید نچیدیم ازین باغ — از باغ ثمر شاخ نگون شد شده باشد
گاہے بدل از سحر نشد رام خیالش — در شیشه پری گر بفسون شد شده باشد
گفتم ز غم عشق تو دیوانه ام اے شوخ — گفتا اگرت خبط و جنون شد شده باشد
کے داشته بودیم ازینها طمع خام — گو کاسهٔ نه چرخ نگون شد شده باشد
کس موجب قتل من از آن شوخ چو پرسید — گفتا خبرم نیست کہ خون شد شده باشد

از رفتن سودا چه غم آن شاه بتان را
دیوانهٔ از شهر برون شد شده باشد

آنانکه بدست تو دل زار فروشند — صبر و خرد و دین همه یکبار فروشند
گر جور تو اینست بجانب که دگر بار — عشاق ز جنس دل اگر تار فروشند
از حلقهٔ خوبان بدر آ نرخ بیفزا — آن گل بود ارزان که بگلزار فروشند
ما صورت داد و ستد دل چه بگوییم — چون مرغ اسیری که ببازار فروشند
عزلت نگزیند چه کند شیخ که رندان — ناکنده ز تن خرقه ببازار فروشند
مردم چه ببازار چرا غره بفضل اند — رحمت نخرند از تو و کردار فروشند
گر لذت درد کف پا را کنم اظهار — هر خار بنرخ گل و گلزار فروشند
اندیشه ز کالای دکاکین بیان کن — اینها همه یکدست خریدار فروشند
مایوس ز اقرار مشو دل که خریدار — چسپان چو شود جنس بانکار فروشند

از خوبی سودا چو زدم حرف بفرمود
بالله که صاحب چه قدر یار فروشند

عید شد عالمت ثنا خوان باد — دشمن دولت تو قربان باد
تا قیامت ملازم در تو — عید با عشرت فراوان باد
بر جناب تو تا بروز قیام — کرم و لطف شاه مردان باد
خوان نعمت بگستری در دهر — خلق مرهون لطف و احسان باد
خلق گردند حلقه در گوشت — حکمت از هند تا با یران باد

زاندم که برد جلوهٔ صیاد در قفس — نے گل بخاطرم ز چمن باد در قفس
شادی نه از بهار و نه غم از خزان بدل — زین هردو این اسیر شد آزاد در قفس
گل را نمی شناسم و نه روشناس گل — هستم ز تخم مرغ قفس زاد در قفس
نکشود کس بسلسلهٔ ام چشم در چمن — از بیضه تا برون شده افتاد در قفس
باشد نصیب سامعهٔ صید پیشگان — از بلبلان شنیدن فریاد در قفس
تیرست از برای دل درد آشنا — هر نالهٔ ز مرغ چمن زاد در قفس
ق
سودا شنیده ام که بعهد اسیریم — روزے عجیب حادثه رو داد در قفس
من مردم از تغافل داد شد بقید غم — آزاد گشت بلبل و صیاد در قفس

در میکدهٔ ما چو رسیدی ز حرم باش — این خانه چو آن خانه نه تنگ ست تو هم باش
در محفل مستان به ازین پیشکشے نیست — یک جام بگیر از من و هم پہلوے جم باش
شب طفل سرشکم ز غضب پیش تو بها نزا — میخواست کند غرق که فریاد زدم باش
قربان غلط کردن راه تو شوم من — گر آمده گرد تو گردم دو سه دم باش
سودا تو تلت بزر و زور ندارد — اے شوخ بمنت بسماجت بقسم باش

باشد ز زهر آب به تیغ زبان خلق — اے واے به کسے که فتد در دهان خلق
گشتیم سربسر همه بازار دهر را — خالیست از دماغ محبت دکان خلق
گو هر معین بجگر زور یا جدا بود — عارف خداست گرچه بود در میان خلق
زان پیش کافتاب شود شمع بزم دهر — پروانهٔ چراغ رخت بود جان خلق
آگه اگر ز طینت اهل جهان شود — هرگز غبار سگ نخورد استخوان خلق
آن شوخ چون سوار شود بر سمند ناز — از دست اختیار رباید عنان خلق
گر خواهی اینکه واصل درگاه حق شوی — سودا بکش تو پاے خود از آستان خلق

از بس ز بوے زلف تو گردید خوار مشک — مانند عاشقانست به روزگار مشک
جز زلف یار من که چکد مشک تر ازو — هرگز نه دیده ام که بر آید ز مار مشک

سودا کے بچشم کرم تشریف آوری از عین لطف　　این کرم لے مایۂ آرام جان شادست شاذ
بیوفا یہا شعار او بود خود دیدہ ام　　ای دل انداز وفا از دلستان شادست شاذ
تا در انصاف از زلفش دہم بس نادرست　　از تو یا بد داد دل این خستہ جان شادست شاذ
کم کسی در کفر برگردد با یمان درست　　در دیار ہند جنس اصفہان شادست شاذ

گفت سودا شب شنید او نالۂ من رحم کرد
گوش از و فرمودن شور و فغان شادست شاذ

نے تمیزان نزان لعل خندانست طغیان گہر　　باشد از روے عرقناک تو طوفان گہر
صاف دل ہرگز نباشد از پے آزار خلق　　لب گزیدن یا سنے آید ز دندان گہر
آب میگردد برنگ تار سر تا پا ز شرم　　تاب حسنت گر نہ بیند چشم حیران گہر
در جہان قدر سخن از مستمع گردد بلند　　میشود پیدا بگوش دل نوا شان گہر

راز ما رد شندلان سودا لبن نشنیدہ نیست
ہست سوراخ جگر زخم نمایان گہر

عشرت مطلب بباغ تصویر　　کے ماہ دہد ایاغ تصویر
غم نیست ز چرخ بے خبر را　　این نرگس نست زاغ تصویر

نظارہ مجوز چشم حیران
بے نور بود چراغ تصویر

سودے ازین جہان خرابی ندید کس　　گوہر بکف ز موج سرابی ندید کس
کے لذت غمت بہ تنگ مایگان دہند　　خون جگر بظرف حبابے ندید کس
تخم امید ما کہ ترشح نصیب نیست　　بر کشت ما گذار سحابے ندید کس
یوسف بگرد شہرۂ حسنت نمیرسد　　با آنکہ صورت تو بخوابے ندید کس
مردم بغمگساری دل تفتگان نمیند　　تر آستین ز اشک کتابے ندید کس
کاوش ترا باست فقط ورنہ محتسب　　چون چشم یار مست خرابے ندید کس
آئینہ را مقابل رویم گرفت زنگ　　حال مرا بچشم پر آبے ندید کس
اشک از گداز دل چو نشد سرخ عیب نیست　　خوبی رنگ گل بگلابے ندید کس
سودا خموش کن دو حرفست شرح عشق　　در باب این مقالہ کتابے ندید کس

گہ کعبہ راز کوے تو بہتر نگفتہ ام
اے بت بخاک او کہ برابر نگفتہ ام

احوال خود ز تیغ تو دیگر نگفتہ ام
تسکین دل بدان کہ مکرر نگفتہ ام

رنگین ترست قصۂ دل خون شدن ز گل
لیکن بپاس خاطر دلبر نگفتہ ام

دل را اداے شکر تو ہرگہ کہ تنگ ساخت
حرف از شکایت تو بجز گر نگفتہ ام

ساقی بگو کہ دست کشیدی ز من چرا
پرسیدۂ ز پا اگر از سر نگفتہ ام

نامحرم ست خضر بجاے کہ میروم
نام مقام دوست برہبر نگفتہ ام

در رشتۂ جفا دل من از چہ سفتۂ
دل گفتہ دادہ ام بتو گوہر نگفتہ ام

آتش نخوش کند چہ کند گر مزاج تو
گاہے سخن بروے سمندر نگفتہ ام

خون مرا بریز اگر بہر دعویش
ناصح ترا نوشتن محضر نگفتہ ام

از بہر دستگیری خود در میان آب
جان دادہ ام ولے بشناور نگفتہ ام

مے گشت چون دو آتشہ از ہوش بیسرو
زبان وصف چشم یار مکرر نگفتہ ام

ق

سودا براے جرعۂ آبے درین دیار
ہرگز بخضر ہمچو سکندر نگفتہ ام

احوال تشنہ کامی خود را بہیچ کس
گاہے بغیر ساقی کوثر نگفتہ ام

بچشم مردمان از رہگذار سرمہ می آیم
منم آن نور کز بتہاے تار سرمہ می آیم

خراش پردۂ گوش کسی نبود سوال من
گداے بے زبانم از دیار سرمہ می آیم

در دریاے فیضم رائگان ہرگز نخواہم شد
شکستم گر دہد در دران بکار سرمہ می آیم

نبود بے زبان افتادہ ام در دامن گیتی
کہ گویا قفل شکلم از کنار سرمہ می آیم

جز این جاے پناہم نیست از گفتار بجان
برنگ مردمک اندر حصار سرمہ می آیم

ز حرف ہرزہ گویان مائل خاموشیم چندان
کہ نزد سرمہ دان بہر شکار سرمہ می آیم

ز عشق آرایش خوبان دلم را باز میدارد
کہ قلاش انچنانم زیر بار سرمہ می آیم

بچشم کم مبین زنہار اوج خاکساری را
غبار راہم و در رہگذار سرمہ می آیم

رسائی نیست فریاد دلم بارے بگوش من
مگر آن داد خواہم کز دیار سرمہ می آیم

بیاد چشم او سودا جہان از خویشتن رفتم
کہ من آلودہ چون اشک از غبار سرمہ می آیم

دار و ز بسکه بیم شب خون ز خط یار — بر گرد خود ز ناز کشیده حصار مشک
خوش خلق را ز بخت سیه هیچ باک نیست — نبود ز تیره بختی خود بے وقار مشک
آب سیاه گشت ز ناف غزال بخت — از بس ز بوے زلف تو شد شرمسار مشک
تنها نه سنبل ست ز زلفش به پیچ و تاب — در خون نشست از ان خط عنبر بهار مشک

سودا عبیر طرهٔ او کرده بر صبا
خیزد ز صحن باغ بجاے غبار مشک

دست در عشق تو ما را دشمن جان در بغل — تیر مژگان ترا دل گشت و پیکان در بغل
در فراق از داغهاے دل مرا عیشی ست بیش — بیتو شبها میکنم سیر چراغان در بغل
ناله میخیزد بجاے نغمه از دل روز و شب — ساخت عشق او مرا نیستان در بغل
افسر شاهی بسر دارم ز خاک کوی دوست — گوشهٔ خاطر به از ملک سلیمان در بغل
بر سمور و قاقم و سنجاب پشت پا زدم — میگذارم دست هنگام زمستان در بغل
درد دل را با که گویم آه ازین بزان هند — بهر رخش هر یکے دارد نمکدان در بغل
پاے عیش این جهان در لغزش ست آیا خبر — گو کر جام امشب ملت الست جانان در بغل
می برد جز هیچ از دنیا کسے الا که من — برده ام چیزے تمنا نام پنهان در بغل

ان بهار عمر کو سودا بپایے که من
صبح میرفتم سوے مکتب گلستان در بغل

جان ستم رسیده من داد خواه دل — دل آنچه کرده است بجان من گواه دل
بستانم از که این دو عدد خونبهاے جان — دل جرم چشم گوید و چشم گناه دل
یارب بدرد بے اثری ناله جرس — گردیده همره قافلهٔ اشک آه دل
دل گشت ناتوان و نداریم در نظر — جز نوک خنجر مژه اش تکیه گاه دل
در برگ هر گلے بچمن رنگ حسن اوست — صاحبدلان چو سیر کنند از نگاه دل
اے شیخ گر بسوے حرم میروی چه سود — با صاحب حرم نرسی جز براه دل
یکشب اگر به بزم خودم جا دهی چو شمع — روشن شود بجان تو روز سیاه دل
دلدار حرف ما شنود خلق سوے اوست — گوییم در جهان بکه حال تباه دل
سودا بگو کجا برم من ز دست دل — باشد اگر صلاح روم در پناه دل

بخرام که خواهم سر شمشاد قدان را / پامال خرام قد دلجوی تو بینم
گفتم که من از عشق تو دل بر کنم ای شوخ / تا کی بسر خود ستم از خوی تو بینم
گفتا که بود باور من حرف تو سودا / آن زور بکن قوت بازوی تو بینم

یار را بر دیدن آئینه مائل کرده ام / مهر و ماهی تازه با هم مقابل کرده ام
شرح بیتابی فراوان بود بهر اختصار / نامه بر امروز مرغ نیم بسمل کرده ام
دعوی خونم بفرزندان من کی میرسد / منکه خون خود بمنت وقف قاتل کرده ام
ساکن دیر و حرم با هم غبار خاطر ند / من بهر جائیکه رفتم خانه در دل کرده ام
با ملیحان زاهدان اکنون که ساغر میزنم / من نمک حرمی ز تشنیع تو داخل کرده ام
داشت خط بندگی از من رخ بموی تو / آرزوی خط نسخ آن شوخ باطل کرده ام
خاک کویش تا نگردد سرمهٔ چشم رقیب / من ز خوناب جگر آن خاک را گل کرده ام
سینهٔ من کان صد جوهر بلا درد دل / این در یکتا ز بحر عشق حاصل کرده ام
بسکه سودایت تنم کاهید هنگام بهار / من ز موج اشک خود دریا سلاسل کرده ام

هرگز مدان بوصل تو بیجا گریستم / امروز بر جدائی فردا گریستم
از پرده تا برون نفتد راز عشق دوست / رفتم برون ز شهر و بصحرا گریستم
کشت محبتم نشد از آب دیده سبز / گویا چو ابر بر سر دریا گریستم
چون چشمه چشم من نشد از گریه بهره مند / روزانه گریه کردم و شبها گریستم
یک خلق را بگریه در آورد گریه ام / گاهی نشد بیاد تو تنها گریستم
چون نخل آب دیده ز باران بباغ دهر / یادش نموده از همه اعضا گریستم
کردم ز بسکه بر سخن ابلهان عمل / آخر بحرف مردم دانا گریستم
سودا وصال یار بعمری چو دست داد / در بر کشیده تنگ من او را گریستم

جلوهٔ حسنش بهرجا بود و من میسوختم / داغ عشق او بدلها بود و من میسوختم
آتش هجر آنچنان تیز است کاب چشم من / از سر مژگان بنیزه بالا بود و من میسوختم

خالیست بجگر از گل رخسار تو دارم — زردی رخ از نرگس بیمار تو دارم
چون شانهٔ دل چاک ز پریشانی خاطر — از پیچ و خم طرهٔ طرار تو دارم
تفسیده لب زخم یکی قطره تمنا — از آب دم خنجر خونخوار تو دارم
بر بوی گلی بستم و نالان ز دل افگار — بلبل بنوا سنجی منقار تو دارم
خاموشم و نقد دل و جان سخن امروز — ای سیمبران قیمت گفتار تو دارم
خاموشم و گنج گهرای اشک بدامن — از بهر نثار سر گفتار تو دارم
تا زلف فروهشته بر عارض چون ماه — بس روز سیاهی ز شب تار تو دارم

آن سنگدل آخر سر بالین تو نامد
حیرت زده از مردن دشوار تو دارم

دل را کشید جانان تا در بر تبسم — ز موج رنگ لعلش گل بر سر تبسم
بیجاست ای جفاجو بر پا کشیدن تیغ — ما را که می توان کشت از جوهر تبسم
هنگام ناز دارو پرداز خنده روئی — چین جبین او هم بال و پر تبسم
کو چشم تا به بیند انداز شوخیش را — سر تا بپا چو برق ست یک پیکر تبسم
شادیم ای ستمگر از زخمهای تیغت — شد باز بر دل ما صد جا در تبسم
ما در قفس یک جا هر گاه می نشینیم — با ما سخن به تضحیک با او سر تبسم
کو ماهر تبسم تا گویمش به بیند — اینجاست دست قدرت سوهان گر تبسم
انداز خنده او با غیر سوخت ما را — داغیست سینهٔ ما از اخگر تبسم

کاریکه بر نیامد سودا ز جوهر تیغ
آن کار می برآید از گوهر تبسم

در قتل گهه آئی و من روی تو بینم — یک حلق بهر امید و من سوی تو بینم
صد بار بر و پا بگذارم دم برگشت — نقش قدم خویش بدور کوی تو بینم
کو طالع بیدار که هر صبح من از خواب — تا چشم بعالم رخ نیکوی تو بینم
سر خواستن آئینه بشمشیر چه حاجت — آرم بکف از جنبش ابروی تو بینم
سازم بچنین مرگ عوض عمر ابد را — سر را چو دم نزع بزانوی تو بینم
بکشا گره از زلف که دلهای بتان را — تا حلقه بگوش خم گیسوی تو بینم

آئینهٔ غبار از نفس ما نه پذیرد | بر خاطر کس ز اهل جهان بار نه داریم

ناز و نگه و عشوه بهای دل سوداست
زین هر چه خرد یار که انکار نه داریم

اشک از بسکه گره گشته مرا بر مژگان | مینماید بنظر رشتهٔ گوهر مژگان
شب خیال سر زلف تو بچشمم بگذشت | گشته چون سنبل فردوس معطر مژگان
بسکه بر یاد لبش گریهٔ خونین کردم | سرخ چون پنجهٔ مرجان شده یکسر مژگان
نی همین دیده ز خورشید رخش یافته نور | همه چون خط شعاعی ست منور مژگان
چشم از لخت جگر غیرت آتشکده شد | مینماید بنظر بال سمندر مژگان

این قدر آب نماند از تف دل ای سودا
که با فشردن چشم بشود تر مژگان

از دلم چون آه آتشناک می آید برون | دود از هر یک خس و خاشاک می آید برون
می بر آید آنچنان از کلبهٔ احزان من | چون ز جسم خسته جان پاک می آید برون
طاقت و صبر و تحمل را تغافل می برد | جان ز تن زان غمزهٔ چالاک می آید برون
صید گردیدم باندازی که بر احوال من | خون ز چشم حلقهٔ فتراک می آید برون
اشک را نسبت نباشد هیچ با چشم صدف | این گهر از دیدهٔ نمناک می آید برون
تا بلب از برون ساغر نقش شد بر دلم | می بذوق بوسه ات از تاک می آید برون
غافلی از حال آن بیمار کاندر خانه اش | هر که خرم میرود غمناک می آید برون
آخر شبها بگوش او نمیدانم که کیست | یک صدای از دل صد چاک آید می برون
حرف ای سودا برای اعتراض معترض | از زبان هر یک بیباک می آید برون

از تو می پرسم بمرگ من ترا لطف از سخن
تا نباشد قوت ادراک می آید برون

لاله بید و چراغ ست چه می بینی تو | اینهم از دست تو داغ ست چه می بینی تو
سینهٔ تفتهٔ ما در دل سوزان دردی | آنچه از جگر باد چراغست چه می بینی تو
گل درین باغ ندیدست کسی اهل نظر | خون بلبل بایاغ ست چه می بینی تو
چشم را بسته درون دل یک حلق در آ | این عجب کنج فراغت چه می بینی تو

چهره ات را شعله کس میگفت و کس مانند شمع
همچو تشبیهات بیجا بود و من میسوختم

عالم آب امشب آتش زد مرا در بزم او
با رقیبان باده پیما بود و من میسوختم

وعده هاے وصل با اغیار ایفائی نمود
با منش امروز و فردا بود و من میسوختم

بسکه با روے تو نسبت داشت شمع انجمن
بر رخش پروانه شیدا بود و من میسوختم

بیتو لے رشک گل گلزار در فصل بهار
لاله آتش زن بصحرا بود و من میسوختم

خط بگرد عارض آن شمع رو چشمم ندید
دود از یک شعله پیدا بود و من میسوختم

جنس حسن افتاد آخر چو در بازار عشق
هر یکے سرگرم سودا بود و من میسوختم

اگر خاکم کنی یارب بکوے دلربا افتم
بپاے ره نوردان تا کجا خیزم کجا افتم

غرور یار دایم کرد هرگز سر فرو نارد
اگر صد بار چون رنگ حنا در دست و پا افتم

تو هر جورے نخواهی کن نمی هرگز نخواهد شد
میان دادخواهان تو در روز جزا افتم

گلستان بلبل طبع مرا شد معنی رنگین
چو شاخ گل بگیرد مصرع من از نوا افتم

اجل از جست و جوے او مرا کے باز میدارد
شوم گر خاک در عشقش که دنبال صبا افتم

بعشق خوش نگاهان راضیم گر صد جفا بینم
خدا آن روز ننماید که از چشم وفا افتم

بآب خضر کے لب تشنه ناز تو رو آرد
لب خود در النسازم تر چو در آب بقا افتم

لباس عارضی آزادی من بر نمی تابد
که چون من سایه میخواهم ز خشیم خود جدا افتم

بابناے زمان کے همت من سر فرود آید
بر وے خاک لے سودا اگر از پشت پا افتم

هرگز بجهان ما غم دستار نداریم
چون مهر ز عریانی سر عار نداریم

چون گوهر ناسفته از اسباب معیشت
وابستگی خویش بیک تار نداریم

در کعبه یهودیم و مسلمان بدر دیر
آرام بجز خانهٔ خمار نداریم

با ناله بسازیم عزیزان که دل خویش
در سینه کم از مرغ گرفتار نداریم

پابندهٔ عشقیم و متبرا ز مذاهب
با شیخ و برهمن سر پیکار نداریم

بلبل دل نالان و خیال رخ او گل
با بلبل و گلزار جهان کار نداریم

بر عرض تمنا بدهی گوش چو امروز
فرداست که ما طاقت گفتار نداریم

پس از عمرے کہ با صد جستجو در راہ بر خوردی
فغان کز سستی طالع مرا نشناختی رفتی

حرارت آفرین کاندر قمار عشق اے سودا
جگرداراںہ چون منصور سر را باختی رفتی

دارم من آشنائی کز روز آشنائے
ہرگہ دوچار گشتم پرسیدم از کجائی

بر نامدن ز منت از خانہ گر سرم راست
ما میردیم از خود بیرون قدم چو آئی

خطت بروز محشر در جرم بخشی ما
خط سفارش آرد در عالم جدائی

مشکل کہ دل برآید از تاب طرۂ او
گردو ز چنگ شہباز کی مرغ را رہائی

اُمید وصل جانان این طالعم نباشد
عمرم رسید پایان در بخت آزمائی

دیر و حرم بعالم فانوس یک چراغ اند
بر ہر دریکہ آئی پروانہ اش درآئی

ما را بہر تو از ما ہرجا دلت بخواہد
اے عشق در رہ خود تو پیشوائے مائی

گر سد راہ ہمت شد تنگدستی ما
تا ہم ز خار بخشد پوشش برہنہ پائی

در پردۂ دو عالم دل بردہ بصد رنگ
اے آنکہ وائے رونے بے پردہ رخ نمائی

سودا چسان زنم من لاف خدا پرستی
بد جلوۂ بت من گرداند از خدائی

ہست از ما تیرہ بختان خوشتر ما افتادگی
زلف معشوقیم و می زیبد ز ما افتادگی

پختہ چون گردد ثمر از شاخ می افتد بخاک
ہست شاید نخلہ بیجا ے مرا افتادگی

از تو ناز و عشوہ می زیبد ز من عجز و نیاز
سرکشی از شعلہ آید از گیا افتادگی

در فن افتادگی از بسکہ کامل گشتہ ام
از من آموزد سرشک و نقش پا افتادگی

دل طپید بنا ز خاک آستانش بردہ بود
دستگیری گر نمیکردی مرا افتادگی

سرخرو خیزد بروز حشر سودا چون شہید
ہر کہ میدارد بخاک کربلا افتادگی

چون نظر کرد سوے نامۂ من گفت رقیب　　خلل او را بدماغ ست چه می بینی تو
گفت رندے بتامل چو ترا دیدم شیخ　　برزخ الشیخ و الاغ ست چه می بینی تو
همنشین دور زد دور نظر ما گلشن　　گلخن امروز بما عشت چه می بینی تو

سوے دنیا منگر زیر فلک اے سودا
جیفه بهر سگ و زاغ ست چه می بینی تو

بسکه بر یاد قدش بگریستم در پای سرو　　زد سر شکم خویش چون فواره از بالای سرو
هست پیش چشم تر دایم خیال قامتش　　راست میگویند باشد بر لب جوهای سرو
درد یار حسن میدارد بهارے بے خزان　　هیچ معشوقے نباشد در جهان همتای سرو
رشک آن شمشاد قامت بسکه آتش زد بدل　　شد برنگ شمع صرف سوختن اعضای سرو

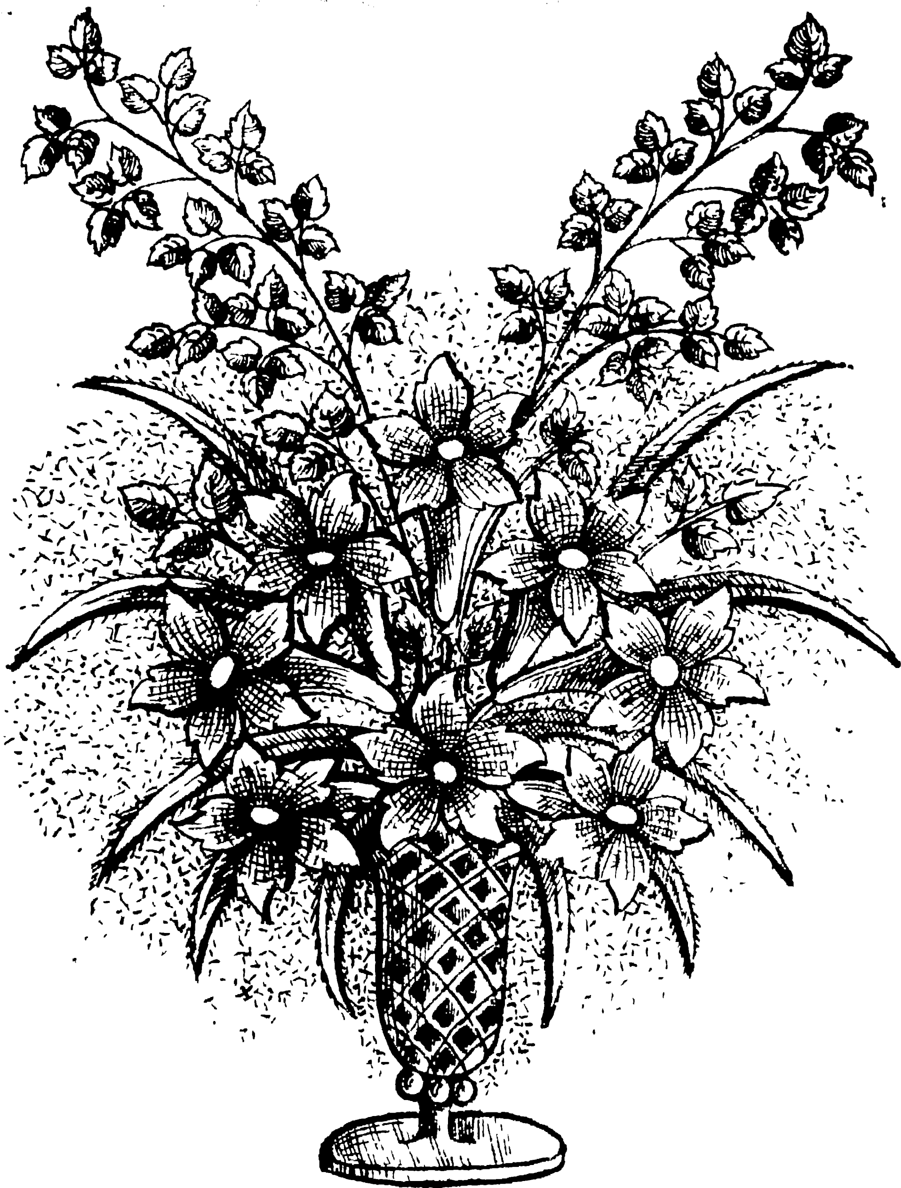
سر دمے سرکش زآئین تواضع فارغ ست
سخت دشوار ست سودا خمیدنهای سرو

تلاش موسم دانانه کردی کاش میکردی　　سراغ خضر چون موسی نکردی کاش میکردی
ز رخ بند نقاب وا نکردی کاش میکردی　　جهان را بر من شیدا نکردی کاش میکردی
سرا هے با امید نگاهے بر تو بگرفتم　　فغان کز شرم سر بالا نکردی کاش میکردی
ز حرف خویشتن لے ماه کنعان در چه افتادی　　زاخوان راز خود اخفا نکردی کاش میکردی
دل از دستت رمیده پر فریبی کرد تسخیرش　　تو رام این مرغ وحشی را نکردی کاش میکردی
ببین تاثیر آه گرم ما ظالم کرت کردی　　حذر از شعله دلها نکردی کاش میکردی
بخلوت هم گهے بند قبا از ناز بکشودی　　مرا این عقده از دل وا نکردی کاش میکردی
تو لے مه اے غرور خویش خود بر آسمان رفتی　　تماشا روے زیبا را نکردی کاش میکردی

بدست محتسب آخر گرفتار آمدی سودا
تو غافل توبه از صهبا نکردی کاش میکردی

بنادانی دل ما را ز دست انداختی رفتی　　فغان از گوهر شهوار نا شناختی رفتی
قیامت رفت بر سر آن زمان محفل نشینان را　　تو چون از انجمن قامت بناز افراختی رفتی
بمن بسیار پیر و شیخ لاف از عقل و دانائی　　سرت گردم بیک نظاره کارش ساختی رفتی
در اول چشم ز حسن ساختی لے گوهر یکتا　　در آخر چون صدف در سینه چاک انداختی رفتی

سلام فراق



قبول ہو نہ عبادات روزہ دار دن کی
نہ تجھ پہ جب تئین بھیجے یہ صیام سلام

جناب اقدس خالق سے روح کو تیری
ہمیشہ بھیجے ہے اے شاہ دین پیام سلام

رکھین ہین بابت سے تیری یہ آرزو ملکوت
کہ سرنگون ہو کرین لیکے اُس سے جام سلام

غرض زمین سے تا آسمان کی خلقت تک
سبھون پہ دین تری بندگی ہے دام سلام

تری وہ ذات مکرم ہے اے امام شہید
کہ تجھ پہ بھیجین گے تا حشر خاص و عام سلام

یہ سودا عرض بعجز و نیاز کرتا ہے
شروع مرثیہ ہونیکو اب تمام سلام

سلام دیگر

حسین تجکو یہ عرش برین کرے ہے سلام
دہانے سے آن کے روح الامین کرے ہے سلام

فقط نہ گردون ہی تسلیم مین ہے ترے خم
تجھے تو عیسی گردون نشین کرے ہے سلام

وحوش خاک پہ جتنے ہین اور ہوا مین طیور
جہان ہے جو کوئی تجھکو وہین کرے ہے سلام

فلک پہ جو ہے سو کرتا ہے بندگی تیری
ہر ایک ساکن روے زمین کرے ہے سلام

جو اہل شرع کا ہے رکن وہ سدا تجکو
سمجھ کے صاحب شرع متین کرے ہے سلام

ترا وہ نور ہے جسکے تئین چہ مہر و چہ ماہ
ہر ایک خاک پہ گھسکر جبین کرے ہے سلام

تری وہ ذات مکرم ہے اے شہ دو جہان
کہ جسکو خلقت دنیا و دین کرے ہے سلام

تری جناب تو وہ خلق کی ہے خالق نے
جسے ہمیشہ تمام آفرین کرے ہے سلام

عبودیت سے تری فخر ایک عالم کو
ترے غلام کو فغفور چین کرے ہے سلام

یہ نقش صفحۂ عالم پہ ہے ترا جس کو
ہر ایک صاحب تاج و نگین کرے ہے سلام

نہ موج آب ہی پیاسی ہے بندگی کی تری
حباب بھی بدم واپسین کرے ہے سلام

کسی خوشی مین ہو کوئی سنے جو تیرا نام
تو جان و دل سے وہ ہو کر حزین کرے ہے سلام

تری جناب مین ہوئے قبول یا شہ دین
ادب سے سودا بصدق و یقین کرے ہے سلام

مرثیہ چاندرات محرم

دن سے محشر کے نہین عالم مین کم یہ چاندرات
کہہ نہین سکتا جو کرگذری ستم یہ چاندرات

صفحۂ اوراق دین پر تھے جو وہ مطلب کے حرف
کرگئی حک اونکو وان سے یکقلم یہ چاندرات

نام کو شدّے محرم مین کھڑے کرتے ہین لیک
غم کی ہر اک دل پہ گاڑے ہے علم یہ چاندرات

بارسے غم کے نہ تنہا پست ہے روے زمین
پشت نہ افلاک کو رکھتی ہے خم یہ چاندرات

کام مین اسکے جہان مین ہے جو کوئی ذی حیات
زندگی کے شہد کو کردے ہے سم یہ چاندرات

آب ہو بہتا ہے پتھر کا جگر کہسار مین
اسطرح کا خلق کو دیتی ہے غم یہ چاندرات

گل گریبان چاک و نالان مرغ و گریان آبشار
دے ہے باغ دہر کو اتنا الم یہ چاندرات

حال خلقت کا خدا کی پل مین کردے ہے تباہ
سطح پر دنیا کے رکھتے ہی قدم یہ چاندرات

منفعل ہستی پہ کیا انسان و کیا حیوان کے
رکھتی ہے خون جگر سے چشم نم یہ چاندرات

فاطمہ کو خلد مین لگوا پیمبر کے گلے
اشک خونی سے رلاتی ہے بہم یہ چاندرات

مہر تقدیر قضا سے محضر خون حسینؑ
لائی تھی دنیا مین گویا کر رقم یہ چاندرات

تن جگر گوشہ کا پیغمبر کے خاک و خون مین ڈال
کرگئی ہے سر کو نیزہ پر علم یہ چاندرات

تازہ کرنے کیلئے داغ غم سبط رسول
از سر نو ہر برس لے ہے جنم یہ چاندرات

سر پہ اہل بیت کے گذرا ہے جو کچھ ظلم و جور
یاد دلواتی ہے اسکو دم بدم یہ چاندرات

ضبط کرنے پر تجھے رو دینگے سودا ہر گھڑی
دیتی ہے شاہ شہیدان کی قسم یہ چاندرات

سلام

ادب سے بھیجے ہے تجھپر ترا غلام سلام
قبول ہو تری خدمت مین یا امام سلام

تو وہ امام ہے جسپر کہ روح نبیون کی
درود بھیجے ہے دن رات صبح و شام سلام

پری و دیو و دد و آدمی و جن و ملک
ہر ایک بھیجے ہے تجھپر علی الدوام سلام

جو عرش پر ہے مخاطب بہ جبرئیل امین
ہمیشہ بھیجے ہے تیرا وہ لیکے نام سلام

تو وہ امام ہے جسپر نماز کے بعد از
جو مقتدی ہو سو بھیجا کرے مدام سلام

ہوا ہے سبعۂ سیارہ تک یہی اب حکم — کہ فاطمہ کے قمر پر کہو درود سلام
امام برحق و مطلق پہ حق تعالےٰ کا — ہے امر شام و سحر پر کہو درود سلام

یہ جبرئیل کا مطلب ہے یعنی اے سودا
حسین تشنہ جگر پر کہو درود سلام

سلام

میں بھیجتا ہوں تجھے فاطمہ کے لال سلام — علی کے باغ کے اے سرو نونہال سلام
تمام حور و ملک صبح و شام جنت میں — کہیں ہیں دیکھ ترا سرخرو جمال سلام
نہیں ہے بدر ہی تجھ دربہ کچھ جبیں فرسا — تری جناب میں جھک جھک کے کر ہلال سلام
پیمبران سلف چاہیے کریں تسلیم — جو بھیجے ہے تجھے ہرگاہ ذوالجلال سلام
بزیر چرخ زمیں پر یہ جتنے ہیں ساکن — وہ لے جنوب سے بھیجیں ہیں تا شمال سلام
سما درود پڑھے کر ستاروں کی تسبیح — ہمیشہ بھیجے ہے ہم ارض و ہم جبال سلام

غلام از دل و جاں ہے ترا جو یہ سودا
بدن کا اسکے تجھے بھیجے بال بال سلام

سلام

عمدۃ الصلاح اہل اتقے پہ سلام — معنی حرف انما پہ سلام
صدق دل سے مدام بھیج ولا — صاحب شان قل کفیٰ پہ سلام
روشنی بخش چشم اہل یقیں — مظہر نور کبریا پہ سلام
جنکے حق میں ہے بضعۃ منی — فاطمہ سید النسا پہ سلام
لحمک لحمی جنکی شان میں ہے — بھیج اوس جزو مصطفےٰ پہ سلام
متقی ہووے جنکی یاد سے خلق — کہ تو اوس شاہ اتقیا پہ سلام
صورت شرم دیکھ شرمایا — کہ تو اوس صاحب حیا پہ سلام
کہتے ہیں ساکنان باغ بہشت — گل دگلزار مرتضےٰ پہ سلام

صدق دل سے یہ کہتا ہے سودا — ہر دم اس شاہ انبیا پہ سلام

سلام

کہین ہین ساکن جنت بزیب و زین سلام
تری جناب ہین یا حضرت حسین سلام

علی کے لخت جگر اور نبی کے نور بصر
ہماری حضرت زہرا کی دل کے چین سلام

کہے ہے ناز سے حور بہشت سے آ کر
مرے محمد عربی کے نور عین سلام

ہمیشہ مشرق و مغرب سے ماہ اور خورشید
رسوخ دل سے کرین ہین ز جانبین سلام

امام ہر دو سرا شاہ شش جہت تم ہو
شفیع روز جزا تم پہ فرض ہین سلام

تمھین سلام کرین پہلے تو دے پاوین نجات
اوسی سے فرض ہوا ہی بمذہبین سلام

امیدوار شفاعت کا تم سے ہے سودا
قبول ایک سے ہو اسکا تا بہ عین سلام

تجھ پہ رو رو جب کہے ابر سیہ پوش السلام
بولے اوسکے ساتھ برق شعلہ بردوش السلام

ماہ ادھر دیکھا محرم کا کہ یاد آیا غم ترا
بولتا ہے ہو کے ہر دل سے ہم آغوش السلام

دیکھکر ہر آن تیرے اہل ماتم کے تئین
درد سینے مین کہے ہے مار کر جوش السلام

غم دلون مین رات دن تسلیم کرتا ہے تجھے
بولتی ہے شادی خاطر فراموش السلام

طوطی و غنچہ یہ گلشن کے نہین موقوف کچھ
بولے تجکو دیکھ ہر گویا و خاموش السلام

کچھ نہ تنہا دیکھکر تجکو طواف کعبہ مین
بولتا ہے زاہد سجادہ بردوش السلام

یاد کر تیرا جمال اے ساقی کوثر کے پور
میکدے مین کہتے ہین سب بادہ مدہوش السلام

اس چمن مین جب پڑھی سودا نے تجھ اوپر صلوٰۃ
بولا اس آواز کو کر گل نے در گوش السلام

سلام

نبی کے نور بصر پر کہو درود و سلام
علی کے لخت جگر پر کہو درود و سلام

کہے ہے عرش کے سکان سے جبرئیل صدا
امام جن و بشر پر کہو درود و سلام

شجر جو باغ نبی مین ہے بہتر از اشجار
ابد اس شجر کے ثمر پر کہو درود و سلام

خدا کا امر ہے لے آدمی سے تا بہ ملک
سحاب دین کے گہر پر کہو درود و سلام

گذرا یہ جسکے تن پہ زبیدا داہل کین
اس کشتۂ جفا کو خدا کا سلام ہے

ماتم مین جسکے روتے ہین انسان اور ملک
پیٹین ہین اپنے سرکے تئین تا بہ نہ فلک

یہ غلغلہ سما سے ہوا جا کے تا سمک
اُس غم کے مبتلا کو خدا کا سلام ہے

نانا ہے جسکا حضرت پیغمبر خدا
اور باپ ہے علی ولی شاہ مرتضیٰ

ماں جسکی ہووے حضرت خاتون کبریا
اُس شاہ قل کفا کو خدا کا سلام ہے

جسکے پدر کو تمک لحمی کہا نبی
نازل ہے اُسکو ناد علیا ًمظہر علی

حضرت حسین تمکو کہین ہین سبھی ولی
اُس لطف لافتا کو خدا کا سلام ہے

جن نے خدا کی راہ مین اسطرح سر دیا
گذرا جو اُسکے تن پہ اُسے صبر سے لیا

غیر از رضائے حق نہ کیا اون نے جو کیا
اُوس حامل بلا کو خدا کا سلام ہے

سودا خموش اب کہ جگر آب ہو بہا
جز اشک کچھ بھی آنکھو نمین باقی نہین رہا

جس شاہ اولیا کا لکھا تو نے ماجرا
اُس رمز انما کو خدا کا سلام ہے

سلام

حسنین کی جناب کا جو کوئی غلام ہے
اُنکے غلام کا یہ غلام اب مدام ہے

وان عرض بندگی کا مری صبح و شام ہے
جنکے جناب بیچ خدا کا سلام ہے

کہتا ہے جبرئیل اُنھونکو بصد یقین
حق کیطرف سے آن کے سو بار آفرین

من بعد اوسکے بولے ہے یون باد ل حزین
یا شاہ تمکو عرض و سما کا سلام ہے

پیدا ہوا تمھارے لیے جنت النعیم
اللہ نے کیا ہے وہان کا تمھین مقیم

نازل تمھاری شان مین ہے آیت عظیم
تمکو وہان کے صبح و مسا کا سلام ہے

سب ساکنان جنت اعلیٰ ہین اب امام
یا ذکر ہے درود کا یا ورد ہے سلام

آپس مین متفق ہو یہ کہتے ہین یا امام
تا حشر تمکو اہل وفا کا سلام ہے

وہ جو تمھارے واسطے ہے جنت برین
نازو ادا سے اُسمین خرامان ہے حور عین

کہتے ہین پھول پھول یہی ہر گل زمین
تمکو وہان کی باد صبا کا سلام ہے

تم نے جو کربلا مین سہے رنج اور تعب
کسکی مجال ہے جو بیان کر سکے وہ اب

روح الامین کہے ہے مجھے دیکھ خشک لب
یا شاہ تمکو صبر و حیا کا سلام ہے

سلام

ادب سے دور ہے التجا یہ اے محرم سلام اپنا
خطا اس مین ہے کہتا ہے جو وان عالم سلام اپنا
خدا بھیجے ہے جن اشخاص کو ہر دم سلام اپنا
کرین جز بندگی وان عرض کس منہ ہم سلام اپنا

دو عالم مین یہ کچھ رتبہ وہ ذات پاک رکھتے ہین
کہ سر در پر انھین کے سجدے کو افلاک رکھتے ہین
اگر سچ پوچھیے وان ہم تو حکم خاک رکھتے ہین
نہ بھیجین چاہیے وان حضرت آدم سلام اپنا

بچشم فہم ٹک دیکھو کہ انکا رتبہ ہے کیا کچھ
انھین کیواسطے ہے یہ دو عالم مین ہے جتنا کچھ
انھون کے رتبے کے آگے سلام اپنا ہی ایسا کچھ
کہ جیسے بحر بے پایان کو بھیجے نم سلام اپنا

جہان ہے بید اوسکے جھکنے مین کورنش کا عالم ہے
جو پھل ہے شاخ پہ سر اسکا وان سجدے مین ہر دم ہے
جدھر دیکھوگے ٹہنی گل کی وہ تسلیم مین خم ہے
کیا باغ جہان نے انکو کس موسم سلام اپنا

جنھون کا مرتبہ نزدیک حق دو جگ مین ہے خالق
ملائک سے نہون جو کورنش و تسلیم کے شائق
جناب ایسے مین تم بھیجو سلام اپنا نہین لائق
تمھین زیبا ہی یارو بھیجنا باہم سلام اپنا

صلوٰۃ اوسپر خدا بھیجے محمدؐ نام ہے جس کا
سلام اولاد پر اُسکی ہے کب مقبول جس تس کا
ادب سے دور ہی وہ اور مانع کون ہی اسکا
جو پہونچے مرتبے کو یکدگر ہم جم سلام اپنا

غلامی بندگی چھٹ کہہ نہ اے سودا کچھ ابجا کہہ
کہ رتبہ ہے امامت کا کہان اور تو ہی کس جا کہ
نظر چشم عنایت کی کرے وہ مہر جس جا گہ
سمجھ وان خاک کے ذرے سے بھی ہین کم سلام اپنا

سلام

اُس منبع حیا کو خدا کا سلام ہے
اُس معدن سخا کو خدا کا سلام ہے
اُس راضی رضا کو خدا کا سلام ہے
اُس شاہ کربلا کو خدا کا سلام ہے

آتے تھے جسکے در پہ مدینے مین صبح و شام
آدم سے لیکے حور و ملک جملہ خاص و عام
غلطان ہی خاک و خون مین وہ جگ کا وہ امام
اُس شاہ اولیا کو خدا کا سلام ہے

سو کربلا مین جاکے شہید اسطرح ہوا
باقی رہا نہ جسکے کوئی خویش و اقربا
کربل کی خاک و خون مین جو تنہا پڑا رہا
اوس مصدر عزا کو خدا کا سلام ہے

چالیس روز دشت بلا مین وہ شاہ دین
بے سر پڑا رہا تھا فقط بر سر زمین

عرصۂ دنیا پہ ہے سایہ ترا تا روز حشر	نور چشم شاہباز لا مکانی السلام

دین و دنیا مین یہی امید ہے اے شاہ دین
رکھیو سودا پہ تو اپنی مہربانی السلام

مرثیہ حضرت امام حسین علیہ السلام

نہین ہلال فلک پر یہ محرم کا
دل اسطرح سے یہ گھائل کریگا عالم کا
چڑھا ہے چرخ پہ تیغا مصیبت و غم کا
کہ وان نہ لگ سکے ٹانکا نہ پھایا مرہم کا

دلوں مین آتش غم یہ رکھے ہے اب تب و تاب
کہ اُسکو یاد جو آل نبی پہ بند تھا آب
کہ مور خاک مین اور مرغ ہون ہوا مین کباب
ہر ایک چشمہ رواں ہوگا چشم پر نم کا

زمین پہ زیر فلک ہے جو خلقت آدم
جدھر کہ تھی خوشی منہ تو یون کہیگا غم
سرون پہ ڈالین گے خاک اپنے اپنے ہر کدم
ادھر نہ آئیو ہرگز یہ گھر ہے ماتم کا

خوشی رہیگی نہ موجب سے اسکے پوچھے بن
اسی مہینے کے مارا پڑا وہ دسوین دن
کہیگا غم اوسے آسودگان کی اے ساکن
شرف جو آدمیونکا تھا فخر آدم کا

کرین نہ اہل جہان کسطرحسے شیون و شین
ہوا ہے آج کے دن قتل کربلا مین حسین
سرون کو اپنے نہ پیٹے سو کیون وہ کرکے بین
یہ تعزیہ ہے رسول خدا کے محرم کا

بڑا کیا تھا محمدؐ نے جسکو گود مین پال
گیا جہان سے پیاسا وہ فاطمہ کا لال
بھرے تھا ساقی کوثر کے دوش کر وہ سال
عطش ہی تن سے ہوئی روح کی سبب رم کا

ہزار طرح کے دریا روان تھے دنیا مین
کئی غریب جو تھے کربلا کے صحرا مین
جو کوئی تھا سو وہ سیراب تھا ہر اک جا مین
نصیب اُنکے نہ قطرہ ہوا کسی یم کا

یہ ظلم کسکی زبانکو ہے کہنے کا یارا
جو اُنمین طفل تھا شش ماہہ اُسکو بھی مارا
نبی کا قتل کیا ظالمون نے گھر سارا
کیا نہ عمر نے کچھ فرق زائد و کم کا

قضا کی تیغ کا جب اسکو کھا چکا جوہر
زبان نکال کے بولا یہ شمر کا خنجر
رہا نہ اُس تشنہ مظلوم کا کوئی یاور
کہ مین ہی اب تو ہون اک آشنا ترے دم کا

کہے جو تو مجھے جد کے کنے مین لیجاؤن
ترا اخی جو ہے کہہ اُسکے ساتھ ملواؤن
جو مرضی ہووے تو والد کے پاس بٹھلاؤن
ملایا چاہے جو تو اس تشنہ کرم کا

جتنی ہے کائنات جہان زیر آسمان
سودا ترا غلام ہی اے شاہ دو جہان

تجھپر فدا ہے اے خلف شاہ انس و جان
اس خاکپائے اہل ولا کا سلام ہے

سلام

ہر سحر لیجا ادب سے اے صبا میرا سلام
بھونچے انکو جو ہین دین کے رہنما میرا سلام
اولا لیجا پیمبر کے تئین مجھ سے درود
بعد ازین نزد علی مرتضیٰ میرا سلام
جا کے پھر مدفن پہ او سکے فسا بصد عجز و نیاز
جو ہوا ہے کشتہ سم دغا میرا سلام
بعد اسکے دیکھیو جا کر بدشت کربلا
ہے جو وہ مقتول شمشیر جفا میرا سلام
اسکے پھر فرزند کو کہ با ہزاران اندوہ و غم
وہ جو تھا اک مورد رنج و بلا میرا سلام
حضرت باقر امام پنجمین برحق جو ہین
خلد مین خدمت مین انکی کہکے آ میرا سلام
بعد ازان بھونچائیو جا کر شتابی سے صبا
حضرت جعفر کو با صدق و صفا میرا سلام
موسیٰ کاظم امام رہنما ہین گے جو وہ
جا کے انکی بندگی مین کر ادا میرا سلام
بعد اسکے بھونچ کے شہر خراسان کیطرف
کہیو جا کر جانب موسیٰ رضا میرا سلام
بعد ہ حضرت تقی کو کہہ باداب تمام
وہ جو برحق ہین گے شاہ اتقیا میرا سلام
عرض کیجو پھر نقی سے باخشوع و باخضوع
ہر دو عالم کا ہے جو وہ پیشوا میرا سلام
اسکے بعد از کہنے کو جا نزد حسن العسکری
دو جہان کا ہے جو وہ اک رہنما میرا سلام

تجھسے کہتا ہے یہ سودا اس سخن کو دمبدم
مہدی ہادی سے کہہ صبح و مسا میرا سلام

سلام

اے محمد کی دو عالم مین نشانی السلام
اے امام رہنما حیدر کے ثانی السلام
کہتے ہین قرآن ناطق شیر حق کی ذات کو
اس کلام اللہ کے تم ہو معانی السلام
فخر ہی آدم کی خلقت کو تمھاری ذات سے
اے خدا کے مظہر راز نہانی السلام
بضعۃ منی کہا خیر النسا کو مصطفےٰ
اس سرور سینۂ احمد کی جانی السلام
کہتے ہین جسکو شہادت رتبۂ اعلیٰ ہے وہ
اے امام رتبۂ اعلیٰ کے بانی السلام

خزان باغ رسالت ہین مجکو علم نہین
چمن یہ پھول رہا ہے کدام موسم کا

یہ وہ حسین ہی بے سر پڑا ہی جس کا تن
یہ وہ حسین ہے جسکو ملا نہ گور و کفن
یہ وہ حسین ہے جس پر نہین ہے پیراہن
کہ جس حسین کا تو غمگسار ہر دم کا

چمٹ کے اُس سے گئے آبدیدہ ہوتے تھا
ہر ایک زخم سے یون منہ لگا کے روتے تھا
کہا نے اشک سے اُسکا غبار دھوتے تھا
کہ جس طرح سے گرے گل پہ دانہ شبنم کا

کہا یہ روکے نہین سر جولے پدر تیرا
علم یہ سر ہی تن اس جا مدینہ گھر تیرا
نہین سر کے تیرے تصدق کہان ہی سر تیرا
مجھے نظر نہین آتا ملاپ باہم کا

برہنہ اونٹون پہ بے جان خواہر و مادر
چلے ہین شام کو یون چھوڑ کر نبی کا گھر
گلے مین اسلئے نہ گرتا نہ اُسکے سر چادر
بیان انھونکے ہے یہ صورت مجسم کا

عمل یہ کیا کیا ان اشقیائے امت نے
کہ فائدہ نہ کیا کچھ تری نصیحت نے
انھونکو یان تئین گھیرا ہے انکی شامت نے
تجھے نواسا نہ سمجھے رسول اکرم کا

غرض وہ نعش پدر سے یہ حرف کہتا تھا
شفیق اس کے سے ایسا وہ کون رہتا تھا
اور اُسکا خون دل آنکھونکی راہ بہتا تھا
لہو جو پاک کرے اُس کے دیدۂ نم کا

اگر خوشی سے کمی غم نے یہ حکایت سب
ہر ایک روویگا تا روز حشر روز و شب
تو پھر جہان مین یارو خوشی رہیگی کب
بجا کرے گا دمامہ حسینؑ کے غم کا

نہ سے نصیب جو سودا رولاوے یارو وے
یہ روسیاہ تو ایسا نہین جسے ہووے
جز اشک نامۂ اعمال کس طرح دھووے
تلاش مرثیہ گوئی سے دام و درہم کا

مرثیۂ امام قاسم

یارو ستم تو یہ سُنو چرخ کہن کا
سنجوگ یہ کچھ باندھا ہی دولھا سے دلھن کا
لکھا نا ہے عجب طرح سے بیاہ ابن حسن کا
جوتا کفن کا ہے سو ڈورا ہے لگن کا

دھرنا لگن اس بیاہ کا زنہار نہ مانون
گرد اُسکے کھڑے پیٹے ہین سب سینہ و زانون
گردار فلک مین نہ سمجھتا ہون تو جانون
بر طاس دھرا خون کا ہے نام لگن کا

غم دل پہ خلائق کے عوض منڈھے کے چھایا
دولھن کو بدل جوڑے کے رنڈسالہ پنہایا
سر شہ کا جگہ تیل کے نیزے پہ چڑھایا
ہے خلعت توشہ کیلئے فکر کفن کا

سخن یہ سُنکے لگا کہنے وہ شہ آفاق
رضائے حق کی ملاقات کا ہوں مین مشتاق
اُنھوں کا دلکو مرے اسقدر نہین ہی فراق
جو ہووے ایسے مین تو ہو ملاپ باہم کا

خدا کی مرضی سے دلکو مرے محبت ہی
جنھوں کے ذائقہ سے دور اسکی لذت ہی
جو آب تجھ مین ہی مجھ تشنہ لب کو شربت ہی
اثر مزاج مین اُنکے رکھے ہے یہ سم کا

ہمین یہ پیالہ پشتین سے چلا آیا
اور اب جو مجھ تک اُسے تیرے ہاتھ بھجوایا
مرے پدر کو بھی حق نے یہ جام پلوایا
ہمارے واسطے احسان ہی یہ پیہم کا

سن اسکو دشنہ سے گلے شہ کے لگ لہو رویا
شہ اُس سے ملکے فراغت سے اسطرح سویا
غبار تن پہ جو تھا اپنے اشک سے دھویا
کہ تا ابد نہ کھلے پردہ چشم پرنم کا

حرم کی اور کہون پھر کیا نصیبوں سے
فلک نے پھینک دیا سر پہ اُن غریبوں کے
گرینگے لخت جگر چشم سے حبیبوں کے
سمیٹ کر ستم و جور سارے عالم کا

سپاہ جو شام وہ آفت رسیدہ ہوگئے اسیر
سنا گئے ہین کہ عابد کی تا بہ عمر اخیر
نجانے انھین کسطرح سے کیا زنجیر
نشان گیا نہین گردن سے طوق پرخم کا

نہ ساتھ تھا کوئی ایسا بجز خدا کی ذات
سکینہ تھی جنکی رفاقت سے راہ مین قدرات
تھکے جو پاؤن تو اُس ناتوان کے پکڑ کے ہات
جگر یہ داغ پدر دل مین غم نبی عم کا

پیادہ وہ حرم اونٹون پہ بیحجاب سوار
برہنہ پا وہ غریب اور دشت یہ پر خار
ہر ایک پاؤن مین زنجیر ہاتھ بیچ مہار
غبار ہوئے تھا گل خون سے اُسکے مقدم کا

کبھو تو مانگے تھا پانی کسو سے وہ معصوم
کبھو کہے تھا کہ اے دل سے قسمت محروم
کبھو تو چاٹے تھا ہونٹھ از پیاس بیچ مغموم
پیالہ پانی کا اب مجھکو جام ہی جم کا

کوئی جو دیوے تھا پانی بھی تو اس امین سے
گرا دے تھا وہ پلانے مین خاک پر کین سے
کہے تھا اور کسے پی پی نہ اترو نگا زین سے
کہ تا نہ پھر سکے خیلو شہ معظم کا

ہر ایک عضو مین شدت سے تپ کی ایسا درد
گھوڑے نے تپ نہ دیتے تھے ملک کین نامرد
کہ رنگ چہرہ کبھو سرخ اور گاہ ہے زرد
چلو چلو ہی سخن تھا ہر ایک ظالم کا

گذر انھوں کا ہوا حرب گاہ پر ناگاہ
پھری تھی دل پر سوز سے اک ایسی آہ
پڑی جو اُس تن بے سر پہ عابدین کی نگاہ
کہ وہم سب کو ہوا شعلہ برق کا چمکا

زمین وہ دیکھکے چھینٹوں سے خون کے رنگین
کہا مدینے کو منہ کرکے اے رسول امین

کہتا تھا ہر اک رد ردیہ بھر بھر کے دم سرد — تھا عقد کہ عقدہ تھا یہ پانی دیون کا

کٹتا تھا سر سینہ بجائے دبل و دف — ماتم کی بچھی شادی کے منڈوے کے تلے صف

تھا عود کے مجمر کے عوض سینہ پر تف — ہر ایک کا دل آہ مین تھا انگارا اگن کا

دولھن کی گل افشان کی لڑی موتیون کا ہار — دولہا کے لیے سہرا تھا لوہو کی ہر اک دھار

چھاتی پہ نظر آتا ہے جس تیر کا سوفار — دیتا تھا نشان خلق کو یان خوردہ دہن کا

شربت کی تو وان رسم کا کیا ذکر تھا اس آن — پانی کیلیے سالے قبیلے کی گئی جان

جو بھون کی جگہ خون جگر کھا گئے مہمان — شادی تھی کہ طوفان تھا اک رنج و محن کا

دولہا جو سلامی کے لیے ساہوری آیا — گھوڑا تو کہان تختۂ تابوت بنایا

اور اسکے لیے خلعت شادی جو رنگایا — ڈوبا لہو مین بیاہ کے دن رخت بدن کا

لیجاینگی دُلھن کے ہین کیا لاؤن زبان پر — آگے تو جدا تن سے ہو دولہا کا چلا سر

پیچھے تھی دُلھن ناقے پہ بے مقنع و چادر — تھی ہاتھ مہار اسکے جو تھا بھائی دُلھن کا

مان کہتی تھی دولھن کی یہ رو رو کے ہر اکدم — بیٹی کے رنڈاپے سے بھی ہے مجکو بڑا غم

اب لوگ کٹم کے یہی کہتے ہونگے باہم — اس دولہا کو پیرا ہوا نیک دُلھن کا

یہ بولتے ہونگے جو وہ ہین لوگ جوائی — کرتا ہے شب تخت کوئی گھر سے جدائی

دولہا نے تئین شکل نہ دولھن کی دکھائی — دیکھ آرسی مصحف جو کیا قصد عدن کا

کوئی تو کہیگا ہے عجب بھاگ کی دولھن — بیوہ یہ کہانے لگی ہوتے ہی سہاگن

بولی کوئی مین کیا کہون شادی کا یہ اوگن — گھر کھوج رسالت کی مٹا سرو و سمن کا

چھیدے ہے ہین کلیجے کو مرے خلق کی باتین — سن سن کے گذرتی ہین مجھے بیٹھی راتین

اور خلق سمجھتی نہین یہ دہر کی گھاتین — کیا شکر کرون انکی زبان اور دہن کا

بیٹی کا جلاپا جو ہے کیونکر وہ بتاؤن — بن سر کے داماد مین کس کسکو دکھاؤن

آنکھین کہو کسطرح مین سمدھن سے ملاؤن — اس شادی مین جب نور گیا اسکے نین کا

منہ دیکھنا بیٹی کا مری اسکو ہوا ننگ — اس بیاہ مین اب زندگی اپنی سے وہ ہے تنگ

شیشے سے فلک کے یہ شب عقد گرا سنگ — تن ٹکڑے کیا جن نے کہ نون اسکے رتن کا

کرتے تھے جہان مین غرض اب مادر و دختر — اسجا یہ نظر آئے تھا ہنگامۂ محشر

چھٹتا اسکے کہون کیا کہ مین ان باتونکو آکر — ہوتا تھا جگر آب زمین اور زمن کا

اور کیا کہوں میں بیاہ کی نوبت جو دھری
گھر کو بعوض روشنی کے آگ لگائی
چھائی ہے زن و مرد کی دن رات بپائی
لے سلی سے ہرگز نہ بجا تار رسن کا

کیونکہ یہ تماشے نہ کرے چرخ نظارے
ہر نالے سے لپٹے ہوئے آتے ہیں شرارے
آہیں تو ہوائی ہیں اب اور اشک ستارے
منہ دلکا انار نہ کی بھوار شک دہن کا

آرائش اب اس بیاہ کی کیا میں کروں اظہار
ہر زخمی کے واں گھاٹ تھی اک تختۂ گلزار
کس طرح تھی وہ چشم خلائق میں نمودار
ہر لوتھ پہ چادر تھی گو یا رشک چمن کا

سننے کو یہ کچھ دیکھ زن و مرد سے کوٹا
آرائش شادی کے بدل گھر کو یہ لوٹا
نعش کو ہجوم آ کے تماشائی کا کوٹا
چھوڑا کسی سمدن کے نہ پھر رخت بدن کا

رنگ کھیلنے کا شادی کے دیکھا یہ عجب طور
معلوم ہوا تب جو براتی میں کیے غور
جز خون کی چھینٹوں کے نہ تھا کپڑوں پہ کچھ اور
رنگ کھیلنے کی جا انھیں میدان تھا رن کا

کاٹا ہوا وہ سر تھا جو ساچق کا جتا دا
دولھن نے لیے آستیں دولھا کی پڑھا دا
گردن کا خط زخم تھا سہلے کا کلاوا
ساچق کا یہ دستور ہی کہ کس کے دلہن کا

جو خوان کہ دولھن کے لیے مہندی کا آیا
دولھا کا لہو ہاتھوں میں دولھن نے لگایا
تھا خسرو خسر پورہ کا خون اسمیں جما یا
یہ رنگ ہی شادی میں زنانے کے چلن کا

دولھن کو شب عقد جو میں ملکے سنوارا
جسکے لیے سب کچھ تھا گیا رن میں وہ مارا
بولا یہ رنڈا پا کہ خدا سے نہیں چارا
کیا فائدہ اب اسکے سنگار اور بنن کا

تجھ کو تو ابھارا اس نے کہ دیرے حوالے
لوتھ آئی ہی اسکی میں کہاں پیٹنے والے
اور خاک کہو اسکو سر پہ میں یہ ڈالے
اب وقت نہیں اور کسی حرف و سخن کا

کیا شہ کی سواری کی کوئی قصے کو باندھے
سہرے کے تئیں سہرے سے سکھائے کے باندھے
بن سر لیے آتے ہیں اسے چار کے کاندھے
اسطرح چڑھا بیاہنے شہزادہ زمن کا

گرد اسکے براتی سر صورت سے ملے خاک
فریاد و فغان انکی سے یہ گنبد افلاک
سب چاک گریباں کیے با دیدۂ نمناک
نے تنک تھا مرد کا یہ دیکھ نہ زن کا

کہتا تھا ہر اک دیکھ کے دولھا کی یہ سنگت
ماں باپ کی لڑکی کی گئی ہائے کدھر مت
اس گبرو کی شاید ہوئی ہی گور سے نسبت
چھوڑیگا سہاگ اسکا نشان اسکے نہ تن کا

دولھن کے جو گھر پہونچے تو سب جہیز ملکر
پیٹنے سر و صورت کو بہم ملکے زن و مرد

بولے حرم کہ مارے تم اپنے گناہگار
ہم سے نہین تمھارا گناہ و خطا کیا

کاٹے ہمارے وارثون کے تمنے اب گلے
اب پاس نے تم بتاؤ کدھر ہمکو لے چلے
لوٹے لٹائے راکھ پہ بیٹھے ہین گھر جلے
چھوڑو ہمین کہ اپنا تم اب مدعا کیا

گذرے ہین وارثون کے تو آج تین دن
کانٹے ہماری حلق مین پڑ گئے ہین پن پن
آنسو نہین ہمارے اکھنے ہین ایک چھن
جنگل کا جاپایا بھی پانی پیا کیا

پانی سے بھی نہ تمنے کیا آجتک سلوک
آتی ہے منہ پہ بولنے مین لوہو کی ہلوک
قطرہ تمھارے ہاتھ کا ہے ہمکو خون خوک
اس غم مین بسکہ سینہ ہمارا کٹا کیا

سمجھو جو یہ گناہ کہ جتنے ہین آج تک
مرنیکو تو مرینگے کبھو اسمین کیا ہے شک
جگ مین کوئی موا نہین بن آب اتلک
مر تو نہ گئے پر آب کو ہم ادھموا کیا

لوتھین ہم اپنی گاڑ لین فرصت تم اتنی دو
آل نبی پہ اتنی تو اب مہر تم کرو
جیدھر کو چاہو پھر ہمین اودھر کو لے چلو
جو کچھ کہ کر چلے ہو سو تم نے بھلا کیا

اس سے زیادہ ہمکو تم اب زار مت کرو
رسوائے شہر و کوچہ و بازار مت کرو
چڑھوا کے اشترون پہ نمودار مت کرو
کم ہے یہ جور تم نے جو ہم پر روا کیا

بہتر ہے گر کرو ہمین رخصت مدینے کو
ٹھنڈا کرو ٹک ایک تو زہرا کے سینے کو
دل سے بھلاؤ آل محمد کے کینے کو
مدت ہوئی کہ ہاتھ تمھارے جلا کیا

کہتا تھا عابدین یہی با منت تمام
مانین تھے یہ سخن کوئی وہ زادہ حرام
رخصت انھون کو تم کرو لیجاؤ مجکو شام
اپنا ہی اُن لعینون نے آخر کہا کیا

القصہ بختیونپہ وہ غارت کو کرکے بار
نقارہ دے رواں ہوئے کر دل سے نابکار
اہل حرم کو جبر سے اونٹونپہ کر سوار
چالیس دن مین آپ کو وان پہونچا کیا

لکھتا ہے آگے ناقل جانسوز یہ سخن
بولا یہ سن یزید وہ ملعون سگ دہن
پہونچے حرم جو شام مین با رنج و با محن
اس دغدغے سے فوج نے مجکو رہا کیا

ایسا انھون نے دلکو مرے شاد کر دیا
لا کر مجھے حسین سے غاصب کا سر دیا
اس خرمی کو میرے سراپا مین بھر دیا
جو کچھ کرون اب انکے کہین سب بجا کیا

جسدم سنا یزید سے شقیون نے یہ بیان
اسکے حضور سے گئے بس ہوکے شادمان
رکھ طشت زر کے بیچ سر شاہ دو جہان
اُس سر کو دیکھ دیر تلک وہ ہنسا کیا

سودا نہ لرزا پنے تو اعمال سے جون بید
جس روز تمازت یہ قیامت کا ہو خورشید
اس مرثیہ کے کہنے سے رکھ دل مین یہ امید
سایہ ہو ترے سر پہ شہید و نکے چمن کا

مرثیہ

احوال روزگار مورخ لکھا کیا
تحریر جب سے واقعۂ کربلا کیا
کوئی پڑھا کیا اُسے کوئی سنا کیا
ملی کہین ہین پڑھکے ملاعین نے کیا کیا

راوی کہے ہے جنگ نے پایا جب انصرام
کاٹا تھا چڑھکے چھاتی پہ جن نے سر امام
آل نبی کے خون سے وضو کرکے اہل شام
پیچھے کھڑے ہوا سکے دوگانا ادا کیا

پڑھکر نماز جمعہ کی اور خطبۂ یزید
لوٹا سب اسباب سے کہنے دید و نے شنید
غارت کیو اسطے دھسے خیمے مین وہ پلید
گھر سیل نے بھی یون نہ کسی کا صفا کیا

یہ دخل کیا بچا ہو کسی پاس تار نہ زر
باہر کیا نکالکے سب کو برہنہ سر
چادر رہی حرم مین کسو کے نہ سر او پر
جتنے تھے اہل بیت انھین بے ردا کیا

پہلے یہ چلتے تھے لعینان کربلا
بولا انھو نمین ایک نہین کام یہ بھلا
خیمہ سمیت اہل حرم دیجیے جلا
شاید کہے یزید مری بے رضا کیا

آپس مین پھر یہ بولے کہ مت لوٹ پر مرو
نیزون پہ اپنے اپنے انھین جلد تم دھرو
لوتھون سے بو ترابیون کے سر جدا کرو
مال و منال تھا جو کچھ ہم ایک جا کیا

القصہ پہلے کاٹ کے سر انکے وہ لعین
پھر کاٹ سر انھونکے جو تھے اور مومنین
اُن لوتھو نمین جو تھے کوئی ذی رحم شاہ دین
نیزو نپہ لینے رکھکے انھین برملا کیا

بیسر ہین جو لوتھین دیا خاک و خون مین ڈال
پہونچا جو ایک شیر تو ڈر اُن سے وہ شغال
چاہا کہ انکو گھوڑ دلنسے کرو دین پائمال
لینے خیال خام کو دل سے جدا کیا

پھر ابن سعد پاس وہ آئے سیاہ رو
نیزو نپہ سر کئے ہین یہ ہم انکو دیکھ لو
بولے کہ کیجے وہ بھی جو کچھ اور کام ہو
کچھ دو ہین کہ کام یہ ہم نے بڑا کیا

سنکر یہ اوس لعین نے دیا انکو یہ جواب
اب گھیر لاؤ جاکے اسیرون کو تم شتاب
جا شام مین یزید سے تم ہوگے فیضیاب
مین قصد اس مکان سے اب کوچ کا کیا

لانیکو جب حرم کے گئے سب وہ نابکار
اونٹو نپہ مار مار کے کرنے لگے سوار

چاہے جو تو کہ کشتی مین مجکو کرے خفیف
اس امر مین سو کب مین یہ تیرا کہا کیا

مری جو آزمائے تو یہ مان میری بات
آپس مین ہم لڑین کرین نظارہ کائنات
اک تیغ آپنے بیٹے کو اک تیغ میرے ہات
دیکھین کہ کس کی تیغ نے کسکو دوتا کیا

کشتی لڑون مین اُس سے جو سمجھا ہو امید
قاتل ہو اُسکے باپ کا بھی مجھسا اک یزید
باپ اُسکا میرے باپ کے مانند ہو شہید
تب کشتی لڑکے سمجھون کہ مین نے بجا کیا

نانا بھی اُسکے باپ کا ہو ختم مرسلین
زہرا سی اُسکی دادی ہو سجو دِ اہل دین
دادا علی سا اُسکا ہو سالار مومنین
جسکو خدا نے حامی روز جزا کیا

اور باپ کے الم مین گرفتار مجھسا ہو
بیدست و پائی اپنی سے ناچار مجھسا ہو
غربت مین بے برادر و بے یار مجھسا ہو
اتنا سو کس کو دہر نے بے اقربا کیا

سٹے بٹیریون مین کس نے کی چالیس دن کی راہ
نیزے پہ سر کو باپ کے کرتا ہوا نگاہ
کھینچی مہار اونٹونکی تا شام از پگاہ
یون کن نے مجھ تک لیتے تئین پہونچا کیا

ایسا حضور تیرے جو کوئی ہو مجھ سوا
بیٹے سے تیرے کشتی کی نسبت مجھے سو کیا
تب کشتی اُسکے ساتھ تو میرے تئین لڑا
کیجے وہ کام تا کہے کوئی بھلا کیا

خاموش ہو رہا یہ سخن کہہ کے عابدین
دیوان سے اُٹھا وہ لعین ہو کے شرمگین
تاثیر حرف اُسکے سے روتے تھے حاضرین
عابد کے حق مین پھر نہین معلوم کیا کیا

سودا خموش ہو کہ یہی نظم دل فگار
محشر مین اسکی دیوے جزا تجکو کردگار
روئے بہت سا عاقل و مجذوب و ہوشیار
حق مرثیہ کے کہنے کا تو نے ادا کیا

مرثیہ حضرت امام حسینؑ

فلک نے کربلا مین ابر حسیدن ظلم کا چھایا
سوا پیکان کے اک قطرہ نہ اس ظالم نے برسایا
کمان جور کو قوس قزح کی طرح چڑھوایا
کھون گیا تیر باران سے نبی کے گھر کو ڈبوایا

صدائے العطش فریاد سے موقوف تھی کیا کہم
کیا تھا لیے پہ پیے چلنے نے وان تیر فلکی عالم
زمین پر عنکبوت سرخ خونکی بوند تھی ہر دم
گھٹا مین دار کہ ملکون کی یہ گیری کو دکھلایا

نظر کر کو کلا کو کے تھی اوس ساون کی اندھیاری
وفور آب پر اتنی فلک ایسی جفا کاری
بھرے تھے جل تھل دریائے جہان دیکھو وہان جاری
جگر گوشے کو پیغمبر کے پیاسا ذبح کروایا

سن بعد انبساط کے کہنے لگا وہ یون
بیعت مری قبول کرین جون یہ چاہین تون
مین چاہتا نہ تھا یہ قتیل اس جفا سے ہون
پر اپنے جہل سے نہ مرا مدعا کیا

پھر بعد اسکے اہل حرم وان کیے طلب
عابد انھون مین ضعف کے مارے تھا جان بلب
آئے حضور با غل و زنجیر سب کے سب
آگے سب اُن اسیرون کے اسکو کھڑا کیا

پوچھا یہ اُس لعین نے ان سب کے پیشوا
بولے وہ عابدین ہے بیٹا حسین کا
یہ کون ہے بتاؤ تم اسکا ہے نام کیا
ان سب نے اسلیے ہم اسے پیشوا کیا

سن اسکو عابدین سے ہنسکر کیا خطاب
اکثر لڑائیون مین ہوا ہے وہ فتحیاب
دادا ترا کہ کہتے ہین سب جسکو بو تراب
تیرا پدر بھی تا دم آخر لڑا کیا

بھائی ترے بھی آنکے میدان مین لڑے
مرنے کو یکدگر کے نہ دیکھا کیے کھڑے
ہو کر رفیق باپ کے سب آگے ہو پڑے
تو نے تردد آنکے لڑائی مین کیا کیا

عابد نے یون جواب دیا سنکے وہ کلام
مرضی بغیر حق کے نہو ہم سے اور کام
مین بھی امام اور مرا باپ بھی امام
جو کچھ کیا ہے ہمنے سو حق کے رضا کیا

دنیا مین تم ہو ان کے طمع کی دلق کو
معلوم روز حشر یہ ہوویگا خلق کو
کاٹا ہے گو کہ باپ ہمارے کی حلق کو
کن نے عمل بھلا کیا کن نے برا کیا

سنکر لعین یہ کہنے لگا ہو کے زہر خند
تدبیر سے ہوئے ہین سدا ہم تو بہرہ مند
تقدیر اور رضا کے نہایت ہوا ہے بند
جس سے تمھارے باپ کے سر کو جدا کیا

عابد یہ سنکے بولے کہ سمجھے ہو جسکو سود
یان جسطرح سے چاہیے کر لیجیے نمود
آتی ہے اُس سے نار جہنم کی بوے دود
نقصان ہے وہ جن نے تمھین فائدا کیا

اتنا ہی اس کلام کے لکھتے ہین راویان
تو بھی تو اسکا پوتا ہے آخر اے نوجوان
بولا یزید تھا ترا دادا بھی پہلوان
کشتی سے تو بھی آپکو کچھ آشنا کیا

میرا بھی ایک بیٹا ہے تیرے ہی سن و سال
دونون مین دیکھین کسکو ہے اس فن اب کمال
تجھ سے وہ کشتی لڑنیکا رکھتا ہے اب خیال
تم مین سے کس نے کشتی کا فن خوب سا کیا

سجاد نے غضب سے کہا ہو کے چشم تر
کشتی ہے کام اُسکا جو ترا سا ہو پسر
کشتی کا لڑنا کار اراذل سے ہے حقیر
یہ کام کس امام نے کہہ تو بھلا کیا

یہ بات تین کہی ہے سمجھکے مجھے نحیف
نزدیک حق قوی ہے تو مجھسے بسے ضعیف

جو پہونچا مشک اب لیکر تو پاسے جاؤگے دونے
اسے بھرنے دیا تم نے تو سب کو قتل کروایا

یہ سنکر فوج شام اُس پر گھٹا سی چھا گئی آکر
کیا جون رعد یہ نعرہ طرح بجلی کے بل کھا کر
پر اُن نے بھی علم کر تیغ اُسکے سامنے جا کر
کہ بہتون کا جگر پھٹکر لہو آنکھو ںسے تر آیا

کہا اتمام حجت کے لیے عباس نے اُسدم
جو اس پانیکو تم دوگے تو کیا دریا سے ہوگا کم
سنو میرا سخن اے بدترین خلقت آدم
دو اب اپنے کو جس پانی سے تم نے سیر کروایا

حرم کے بیچ مستورات میری راہ تکتی ہین
نبی کی دختریں اک بوند کے خاطر بلکتی ہین
زبانین تشنگی سے اونکی تالو سے جھٹکتی ہین
اُنھین پانی نہ پیے کو آج یہ دن تیسرا آیا

کیا ہے بند فرزندو نپہ آب از جا سو تم نے
سخن میرا یقین ہی جان لو اس مشک کو تمنے
جگہ رکھی نہ پیغمبر کے دکھلانے کو رونے
جو خالی آب سے کی گور کو آتش سے بھروایا

اگر اس مشک کو مین جلد دون فرزند حیدر کو
عوض اس آب کے دون بلکہ آب حوض کوثر کو
قسم لو گر قصاص ظلم کا لون روز محشر کو
غرض سب طرح ان اشقیونکو اُس سرور نے سمجھایا

سنا نا جب تو بیٹھا فوج مین وہ اشجع عالم
جدھر کو رخ کیا کشتونکے پشتے وان ہوئے اُسدم
لگی تب صف بصف لشکر کی ہونے درہم و برہم
اُدھر خون کے بہے نالے جدھر اُسکا ٹرا سا یا

کہون کیا جسطرح چھایا تھا ابر آہن کا اُسپر
نہ جانے آہ واویلا کہ اسمین کن نے وان آکر
سنان پر تیغ برسے تھی پڑی اور تیغ پر خنجر
حوالے تیغ کی اُسکے کہ دست چپ لٹک آیا

جوانمردی سے دو ہین مشک دست دست پر یون کی
فلک ناخوش ہوا اتنا شجاعت دیکھ پیاسے کی
کہ بوند اہین سے پانیکی زمین اوپر نہ گرنے دی
کہ دست راست بھی اُسکا دو ہین شانے سے گروایا

جو تھا بھی مشک دانتون سے تو کی بوچھار تیرونکی
ستم کیشون نے کی پیکان اپنی پار تیرون کی
لگی چار و طرف سے ہونے مارا مار تیرونکی
کہ اُسکو مشک سے اک پل مین کر غربال دکھلایا

سبب زخمونکے حالت اُسپہ جب طاری ہوئی غش کی
صدا جو ہین یہ شاہ کربلا کے کان مین پہونچی
ندا کرتے ہوئے کی یا اخا ادرکنی ادرکنی
بسان ابر گریان آپکو اُس پاس پہونچایا

پر اس احوال کو راوی نے یون اخبار مین لکھا
بطعن نیزہ تن کا گوشت اُسکے لے گئے اعدا
پر جب تک پہونچے ہی پہونچے سرور سینہ زہرا
نشان جز استخوان اُسکا نہ شاہ دین نے کچھ پایا

خمش سودا کہ گریان ہوئے جاوینگے نالے
جہانکو دیکھتے آئے جہانکے دیکھنے والے
ہوئے ہین اولتی مژگان خلق اور چشم پرنالے
فلک نے لیکن ایسا مینہ نہ دیکھا ہے نہ دکھلایا

یہ موسم وہ ہے جسمین ہر کوئی چھپر چھواتا ہے
کوئی اسوقت چھوٹے سے بھی ظالم گھر چھوڑاتا ہے
بکھیر دستنکے جن جن گھونسلا اپنا بناتا ہے
پڑا ہے سرور دین وان جہان نہ سر ہے نہ سایا

مقام ہو نظر آتا ہے وہ دشت بلا سارا
پڑا ہے اسمین وہ بیجان وطن سے ہوکے آوارا
جو شب کو برق چمکے تو اجالا ورنہ اندھیارا
کہ جسکو فاطمہ نے بر مین پیغمبر کے پلوایا

فراہم اس جگہ حشرات اس موسم کے سارے ہین
اندھیری رات ہے چار ونطرف جھنگر جھنکارے ہین
تن نازک پہ اسکے ڈانس جا جا ڈنک مارے ہین
پڑا ہے اسطرح نہ بوجھ وان زہرا کا وہ جایا

زمین اس دشت کی جن نے سر فصل آکے جوتی
بنی کے کھیت کے کشتے کی صورت یون نظر آئی
کبھو اسکی زراعت مین سے اک پتی نہ مرجھائی
جو سر کویان پڑا دیکھا تو پاؤن وان پڑا پایا

پپیہا منھ مین لاکر وان کہین سے بوند پانی کی
سپے پانی تو وہ کوئی کہ جسکے تن مین ہو فقرے جی
اڑے ہے آکے ہر اک نعش پر کہتا ہوا پی پی
ترحم لیکن اسکے دلمین اس کے حال پہ آیا

روایت ہے کہ جب ان کافرون نے روک کر پانی
حرم پہ تشنگی کی دیکھکر عباس طغیانی
کیا تنگ اس جگہ عرصہ زراہ نا مسلمانی
مسلح ہوکے پانی کے لیے مشکیزہ منگوایا

طلب کی رخصت بھائی سے کر میدان کی تیاری
یہی آئی ہے دلمین لہرن عورات کی زاری
کیا عرض اب جسے چاہو لے سو ہو عملداری
دیا سر یا تو مین دریا پہ جا یا مشک بھر لایا

سنا عباس سے جب اسکو شاہ دین و دنیا نے
کہا جان برادر اپنے جیتے جی نہ دون جانے
کہ درد دل در کر و ردن اشک آنکھوں سے لگے آنے
لیکی خلق سر پانی کا آگے دسکے کٹوایا

غرض رخصت پہ یکدیگر مین یہ الحاح و زاری تھی
کبھو مانند برق آپسمین انکو بیقراری تھی
کبھو جون ابر باہم منھ پہ منھ رکھ اشکباری تھی
مرخص اسطرح سالار دین نے اسکو فرمایا

چلا عباس جب قرپوس زین پر مشک کو دھر کر
دکھا جن نے قدم تک آکے اپنا چھوڑ کر لشکر
تو لائے رد بمیدان کا فر اسکے قصد پہ اکثر
جہنم کو اسے دو مین اجل کے ہاتھ بھجوایا

جگہ سے اپنی کوئی خوف کے مارے نہ ہلتا تھا
کوئی دیکھ اسکے حربونکو وہ اپنے دل مین تلملاتا تھا
چلے تھا نیزہ اس جا سے جا نسے تیر چلتا تھا
لب دریا تلک اپنے تئین ہر طرح پہونچایا

جو تہین جا پہ جلو مین پانی بیش و کم بھر کر
چلا پیاسا ہی وان سے مشک کو سوئے عدم بھر کر
بیاد تشنگان وہ رکھدیا پھر سرد دم بھر کر
عنان کو پھیر کر مرکب کے دریا سے نکل آیا

یہ ماری بانگ تب لشکر پہ ابن سعد ملعون نے
کہ یہ تنہا چلا کر خانۂ زین سیکڑون سے نے

دیے ہار و عوض آب چاہتے ہین سر
غرض نہ مال سے بالفعل نے خزینے سے

نکال ہاتھ سے انگشتری کو پھر شہ دین
اسے دہن مین رکھا اپنے خدا پہ کر کے یقین
لگے یہ کہنے اُسے دے کے عابدین کے تئین
بجھیگی پیاس تری اسکے اب نگینے سے

لکھے ہے آگے یہ راوی کہ شاہ دین نے پیام
غرض تو مجھسے ہی تمکو نہین کسو سے کام
دیا بجانب سرگروہاے لشکر شام
رکھو نہ تشنہ لب اور ونکو میرے کینے سے

قصاص میری عداوت کا اور کچھ سمجھو
بخار دل جو ہین میدان مین دور کر لیجو
عوض اس آب کے کل تم مرا لہو پیجو
تأمل کا نہین کیا ہے پانی پینے سے

مخالفون نے دیا سنکے عابدین کو جواب
اور اپنے قبضے مین ہووے اگر جہان کا آب
سبب عطش کا جو کیا ہی تجہ پہ ہو تب و تاب
رکھین گے باز تجھے ایک قطرہ پینے سے

عبث کرے ہے تو پانی کیواسطے منت
اگر یو نہین نہ چلے شام کرنے کو بیعت
بغیر اسکے تو ہرگز بندھے نہ یہ صورت
کہ جسطرح سے تو آیا ہے یان مدینے سے

سخن یہ سنکے لعینون سے شاہ خلق پناہ
اجل کو اپنی جو کچھ خویش و قوم تھے ہمراہ
خموش ہو رہے کر آسمان کی سمت نگاہ
وہین سمجھ گئے اس بات کے قرینے سے

اب آگے کیا ہی کہون امین آہ و اویلا
برائے آب بدریا ئے خون ہمیت از شاہ
سوائے عابد بیمار جتنے تھے ہمراہ
ہر ایک کو ڈیرا بحر کے سفینے سے

خبر ہے یون وہ لعین بعد قتل آن سرور
زمین پہ ڈال گئے دھوپ مین تن بے سر
سوے شام چلے رکھکے سر کو نیزے پر
دیا کفن نہ اُسکے چار گز گزینے سے

علی نے سجدہ مین لوہو سراپے کا چاٹا
حسین تشنہ دہان کا گلے سے سر کاٹا
حسن کا ریزۂ الماس سے جگر پھاٹا
چڑھا ہے تیر سے پہ سر اس ستم کے زینے سے

جفا جو گذری ہے آگے سو اب کہون کس سے
پڑا وہ سوکھے ہے عریان دھوپ مین جسکے
خموشی خوب ہے اظہار کرنے سے اسکے
خوشی تھی فاطمہ کو پیرہن کے سینے سے

فلک نے کرتے تو کی سودا اگرچہ یہ بیداد
سمجھ نہ مہر کو بالائے چرخ بد بنیاد
پر اس گلے پہ چلا جب سے خنجر فولاد
پہ رگیا ہی ٹھٹک ہاتھ بار سینے سے

شہا تو دے مجھے توفیق گریہ و زاری
کیا کرون مین ترے تعزیے کی تیاری
اور اُسکے ساتھ کسی مملکت کی سرداری
ہمیشہ آگے محرم کے اک مہینے سے

مرثیہ

کہا اساڑھ نے یوں جیٹھ کے مہینے سے
کیا ہے بادیہ پیما فلک نے کینے سے
طپش یہ پوچھ نبی کے سر و سینے سے
جسے نکالے اس دھوپ میں مدینے سے

جو چار پایہ ہے جنگل میں سب ہپاتا ہے
گھر اندروں کوئی چیونٹی سے بھی چھپاتا ہے
نکھیرو پانوں میں رکھوں کے منہ چھپاتا ہے
ہوا ہے کیا یہ عمل سر زد اس کمینے سے

مثال آگ کے تپتا ہے کوہ اور ہامون
سوار گھوڑے پہ یا چند کس دل محزون
زیادہ آنچ سے ہے گرم ان دونوں کی لون
چلا وہ جاتا ہے منہ پوچھتا پسینے سے

کجاوے اہل حرم کے لگے ہوئے دنبال
نڈھال شدت گرما سے انمیں وہ اطفال
مخدرات سراسیمہ اور پریشان حال
کہ دل جنھوں کے ہیں نازک تر آبگینے سے

غبار راہ سے چہرہ تمام گرد آلود
ہوا ہے سوچ میں دونوں جہاں نکا وہ مسجود
شعاع مہر سے سانولا کے ہو گیا ہے کبود
نراس جاوے ہے چھوٹے بڑے کے جینے سے

تمام روز ہے اس پر تمازت خورشید
جہاں ہو شام تو منزل کی پھر نہیں ہے قید
جو چاہے ہے چھاؤنمیں ٹھہرے تو دکھ ہے ناپید
سحر لگے وہیں ہو جاوے ہے بسینے سے

غرض میں کیا کہوں اس شکل سے شہ مظلوم
وہ رو رد وان گیا آخر جہاں رہا محروم
کرے تھا قطع منازل کٹانے کو حلقوم
تن اس غریب کا چالیس دن دفینے سے

اداے شکر کیا جب وہ کربلا پہونچا
میں اور وقت مرا یاں برابر آ پہونچا
کلام حق کا وہ لینے کو پیشوا پہونچا
کہے یہ جا کوئی ہر ساکن مدینے سے

ندان گذرے جب اس بادیہ میں دن دو چار
طبیب سے مرے پوچھو کہ ہے یہ کیا آزار
لگا ہر ایک سے یوں کہنے عابدین بیمار
کہ اس ہوا میں کیا منع پانی پینے سے

خدا کیواسطے گرمی پہ ٹک کرو تو قیاس
یہ بات سنکے شہ کربلا نے جا کر پاس
جیونگا کیونکہ تجھے گی اگر نہ میری پیاس
کہا اس اپنے جگر گوشہ نرینے سے

طبیب کا سخن اس امر بیچ واہی ہے
تڑپ تڑپ ہمیں مرنے میں بادشاہی ہے
ہماری پیاس میں کچھ حکمت الٰہی ہے
سواے مرضی حق پانی پیکے جینے سے

جو مجھو نمیں کہ سلے آب یاں دیے سے زر
تو پاس یہ دکھیان حرم کے ہے زیور

کہو کہ یہ عمل کرنا قسمت میں ہمارے تھا
نزدیک خدا جس سے کھینچیں گے پشیمانی

زینب نے کہا اس سے گر تو یہ سمجھتا ہے
خلخال چھپانے کے تو کس لیے دبتے ہے
بولا نہیں رہنی تم پاس تو اب یہ سنئے
بہتر ہے کہ دیں ہی یوں تمسے تو ہے یہ جانی

اسطرح کیا غارت گھر اپنے پیمبر کا
زیور کی جگہ ہرگز چھلا نہ رہا زر کا
چھوڑا نہ لعینوں نے کپڑا بھی بدن پر کا
لٹنے سے بچا وہ کچھ کہیے جسے عریانی

بکیا کے حرم سارے اور آگ دی خیمے کو
ایک ایک شتر اوپر بٹھلا کے انھیں دو دو
مقتل کی طرف لاکر کہنے لگے اب لو
نعشیں تمھیں اپنوں کی جاتی ہیں جو پہچانی

زینب نے کہا رو رو ان شقیوں سے یہ سنکر
تم سر تو ہمارو نکو رکھے ہی نہیں تن پر
دکھلاؤ ہمیں تن سے ہر ایک ملا کر سر
صورت ہمیں اپنوں کی جائیگی تبھی جانی

سنکر یہ لگے کہنے وہ حضرت زینب سے
کچھ پاس بچا ہو تو اجرت میں وہ ہمکو دے
سرکردوں کی بے مرضی تیرا جو کہا تب کیجے
کیوں کھینچتی ہے حال ناحق کی پشیمانی

تب کہنے لگی زینب اے قوم ستم پیشہ
سرکردوں کی مرضی کا آیا تمھیں اندیشہ
بے مرضی حق لیکر تیغ و تبر و تیشہ
وان جان نبی مارا جس جا کہ نہ تھا پانی

فرزند کیے ٹکڑے فرزند پیمبر کے
لوہو میں کیے غلطاں اعضا علی اکبر کے
مہر آئی نہ ذرہ بھر سن پر تمھیں اصغر کے
اسکا بھی نچھوڑا جی ہو کر عدوئے جانی

لٹ سہر کی قاسم کے نیزے سے لٹکتی ہے
سر اونٹ کے کوہان سے دلہن بھی پٹکتی ہے
اور نوچنے کی خاطر بال اپنے جھٹکتی ہے
آلودہ ہے لوہو سے اس بیوہ کی پیشانی

عابد جو بچا رہا ہے اس بیوہ کا وہ بھائی
طوق اسکے گلے تمنے من ایک کی پہنائی
اتری نہیں تپ اسکی جب تن سے اسے آئی
اس حال پہ اونٹوں کی سونپی اسے سربانی

عباس جو دریا سے بھر مشک نکل آیا
دانتوں سے لیے پکڑا جب ہاتھوں نکو کٹوایا
مینہ تیروں کا تب تم نے اس مشک پر برسایا
چھلنی کی طرح اس میں آخر نہ رہا پانی

کیوں طنز و تعرض سے باتیں یہ بناتے ہو
جلتوں کے تئیں ناحق کا ہے کو جلاتے ہو
آپس میں عزیزوں کو اس طرح ملاتے ہو
یاں لاکے مگر حالت یہ تھی ہمیں دکھلانی

یہ عین کرم ہے گر اسطرح سے ملواؤ
گر قتل ہمیں بھی یاں ساتھ انکے ہی کرواؤ
نیزوں پہ ہمارے بھی سر شام کو لے جاؤ
خوش ہوئینگے ہم تم سے یہ بات جو تم مانی

مرثیہ دیگر

میں ایک نصاری سے یون از رہ نادانی — پوچھا کہ مسلمان ہے بولا یہ وہ نصرانی
عیسیٰ کے نواسے کو ہم عید کی قربانی — کرتے تو ہمیں پھبتا دعواے مسلمانی
فرزند اگر ہوتا اپنے بھی پیمبر کے — سر کے تئیں ہم اس کے رکھتے تلے خنجر کے
کہتے کہ مسلمان ہیں تب ہم بھی یہ منھ بھر کے — اداب تو ہیں وہ کافر جن کا کہیں ثانی
جسوقت کہی مجھسے یہ بات نصاری نے — ہر موسے لگا میرے سنتے ہی عرق آنے
سوچا میں جواب ایسا کیا دون کہ جسے مانے — یہ پوچھکے کیون ناحق کھینچی ہیں پشیمانی
میں بعد تامل کے یہ اس کے سخن کا رد — لایا کہ عمل ایسا جن سے کہ ہوا سرزد
نزدیک ہمارے تو کافر سے بھی ہیں وہ بد — کب راہ مسلمانی ان شقیونکی ہم مانی
سنکر یہ نصاری سے بولا متبسم ہو — یون دین میں تمھارے ہے تم جسپہ کہ قائم ہو
مومن ہی یزید اسکی لعنت کے مزاحم ہو — ہر چند کہ وہ عاصی اس امر کا ہے بانی
از روے کتب ہم یہ سنتے ہیں تمھارے یان — گھوڑے سے گرا جسدم فرزند شہ مردان
کی سعد کے بیٹے سے فریاد کی ہان یاران — ہووےگی یزید آسے تم سبکی ثنا خوانی
سر جلدی سے کاٹ اسکا نیزہ پہ اٹھا لو تم — فرصت نہ تڑپنے کی ذرہ بھر اسے دو تم
مت وقت نماز اپنا اس مجہلے میں کھو تم — آخر تمھیں تسکل اپنی ایزد کو ہے دکھلانی
سنکر یہ ندا آئے صف باندھ وہ بد آئین — شمر آگے ہوا سب کے لے ہاتھ میں تیغ کین
القصہ زمین اوپہ کر قتل امام دین — سب شکر کے سجدے میں گھسنے لگے پیشانی
کہنے لگے پھر باہم غارت بھی چلو کر لین — تھا سب کچھ اسی خاطر سیم لین اور زر لین
نیزونپہ اور اونٹونپہ آگے انھونکو دھر لین — سر کاٹ کے مردون کا فرزندونکو زندانی
یہ مشورہ کر ملعون پھر آئے جو خیمے پر ہو — تینون سمت سراپردونکو پھاڑا دھسے اندر
اسوقت ہوا برپا ہنگامۂ صد محشر — جسمانی سے لے لرزا تا عالم روحانی
چادر سے حرم میں جو چہرہ کو چھپاوے تھا — ہر ایک لعین اس سے چادر وہ چھناوے تھا
شمشیر برہنہ کر اور اس کو ڈراوے تھا — کی اپنے پیمبر کے گھر پہ ستم رانی
ہاتھ ایک لعین رو رو سر پیٹنے پہ مارے تھا — اور پاؤن سے زینب کے خلخال اتارے تھا

اگر سنے کو یزید او پہ جو لعن کے مائل ہین　　ہین نسل انھون کی وہ کیا ان کی مسلمانی

سنکر یہ نصارا کو جب شک نہ رہا مطلق　　بولا کہ تمھارا دین سب دینون مین ہے برحق
ایجاد سے تب نکلا کر کفر کا پردہ شق　　آیا کلمہ پڑھکر اسلام مین نصرانی

لکھا ہے جو سودا تین یہ مرثیہ اس کد سے　　محفوظ رکھے خالق تجکو نظر بد سے
پاوے گا صلا اسکا محشر مین محمدؐ سے　　روتے ہین صدا سنکر ایرانی و تورانی

مرثیہ بجناب حضرت امام حسینؑ

کیا چرخ واژگون کا ستم اب کرون بیان　　تاریک کر دیا ہے محمدؐ کا خانمان
سونا ہے بے مکین مدینے کا ہر مکان　　پیٹے ہین سر کو آج ہی کہکے انس و جان
خورشید آسمان و زمین نور مشرقین　　پروردۂ کنار رسول خدا حسینؑ

کاری رین ڈراونی گھر مین ہوے نراس
جنگل مین جا سوے رہے کوؤ آس نہ پاس

جب رن مین آکے کھو رہ وہ سالار دین رہا　　یون ہیک غم نے آکے وہین گھر گھر کہا
آل نبی نے ہائے یہ کیسا ستم سہا　　اہل حرم پھرے ہے یہ کہتا بہا بہا
کشتی شکست خوردۂ طوفان کربلا　　در خاک و خون فتادہ بمیدان کربلا

دار دے یان نیر بن کہیو بٹا کو مار
بیری بھیجے یا نا ڈگے بیچ ٹیک کے دھار

جب تیر تیغ آچکے دشت بلا مین سب　　جز عابدین رہا نہ کوئی زینت نسب
ہیہات کیا بیان کرون اسوقت کا تعب　　جسوقت گرد خیمے کے پہونچے وہ بے ادب
آن دم فلک بر آتش غیرت سپند شد　　کز بیم خصم در حرم افغان بلند شد

بیری پہونچے اے کے تیری دہلی پاس
بیگ خبر لو یا نبی اب یت کی نہین آس

جسدم گرا وہ زین سے بصحراے کربلا　　جس لحظہ اسکے سر کو بدن سے جدا کیا
جس آن کسب شہید ہوئے اسکے اقربا　　جسوقت خیمہ گاہ مین بیٹھے وہ اشقیا
کاش آن زمان سرادق گردون نگون شدے　　این خرگہ بلند ستون بے ستون شدے

حیران ہون کہ محشر مین کس طور سے آؤ گے
افعال یہ پوچھین تو کیا بات بتاؤ گے
عقبے مین محمدؐ کو منہ کیونکہ دکھاؤ گے
لعنت کرینگے تمکو کیا انسی و کیا جانی

یہ حرف سن اکثر کے آنسو چلے تر آکر
کتنے ہی شقی انمین اس بات سے جھنجھلا کر
خاموش ہوئے بعضے دل اپنے مین بل کھا کر
خاطر مین لگے لانے یہ وسوسہ شیطانی

چاہا یہ لعینون نے وان گھوڑونکو گرا دین
عترت کے تئین اُنکی یہ ظلم بھی دکھلا دین
اُس نعش مطہر کو سمون سے کھندلوا دین
جس ظلم کو دنیا مین کہیے کہ ہے لاثانی

یہ ٹھان کے وہ ملعون گھوڑونپہ چڑھے جس دم
اک شیر ہوا پیدا ہیبت مین یہ از رستم
نزدیک یہ تھا ہووین اوراق فلک برہم
اُس نعش مطہر کی کرنے کو نگہبانی

ہین بعد کہ وان انکے جتنے تھے گئے مارے
اور آل محمدؐ کے تھے قتل جو بیچارے
دے غسل و جنازہ پڑھ سونپے بزمین سارے
بے دفن و کفن چھوڑے انکے تن نورانی

اُس کام سے ہو فارغ پھر لیگئے وہ ملعونان
گذری جو غریبون پر دن رات مصیبت وان
عترت کو محمدؐ کی کرتے ہوئے سرگردان
اُنکے تئین کیا کہیے قصہ ہے یہ طولانی

گر سمجھو کہ یہ قصہ کچھ ہم نے بنایا ہے
سنکر اسے اپنی تو خاطر مین یہ آیا ہے
تو دیکھ کتب اپنی وان کن نے لکھایا ہے
کچھ یہ بھی عمل ہوگا مشروط مسلمانی

قصہ یہ کہا مجھسے جس وقت نصارا نے
پھر آکے افاقے مین بولا مین جو تو مانے
یانتک مین رہا سنکر غش مجکو لگا آنے
دو دن اُنکا نشان وہ جو اسلام کے ہین بانی

خلعت جو محمدؐ کو دی حق نے نبوت کی
ایمان کئی لائے تب راہ صداقت کی
ہر قوم کو حضرت نے اسلام کی دعوت کی
بہتون نے کیا سنکر انکار مسلمانی

منکر جو تب انکو ہر طرح سے سمجھایا
تب اُنکے لیے حق نے سرور سے یہ فرمایا
پر انکی نہ خاطر مین سرور کا سخن آیا
مارو اُسے راہ دین جن نے کہ نہین مانی

جو امر الٰہی تھا پھر اُس کو بجا لائے
تب مصلحۃً ڈر کر اسلام مین تو آئے
کتنے ہی جہنم مین شمشیر سے پہونچائے
پر تھی وہ محمدؐ سے دل مین عدوے جانی

اولاد وہ اُنکی ہین جو آل محمدؐ پہ
لڑنے کے لیے لیکر تیغ و تبر و خنجر
آئے تھے یزید اپنا سردار مقرر کر
آخر وہ قصاص اپنا لے جگ سے ہوئے فانی

فرق اُمین نہین ذرہ جو کہ کہا ہی مین
یہ بات بھلا کسکی ہے سنتا نصارا مین

منتر پڑھی بہت کہی کبھو نہ کچھو سکھ
بھر تے آئی ہمیں ہمیں جنم جنم کو دکھ

اس دشت پُر بلا میں تہ تیغ آب دار　　لیکر ہوئے جوان سے تا طفل شیر خوار
پالان نہیں ہے جنکے اُن اونٹوں پہ ہم سوار　　عابد برہنہ پاؤنکی سے ہاتھ میں مہار
تا چرخ سفلہ بود خطائے چنین نہ کرد　　بر ہیچ آفریدہ جفائے چنین نہ کرد

دیکھیں نے سنسار کی ہموں دیکھ کہی
کن نے جگ میں آئے کے ایسی بہت سہی

گو کوفیاں ستم سے ہمارا ابھی جان لیں　　ظلم اُنکا اس جگہ تو کسی سے نہ ہم کہیں
جتنا دیا ہے دکھ ہمیں اس سے زیادہ دیں　　معلوم ہو رہیگا مزا حشر میں انہیں
آل نبی چو دست تظلم برآورند　　ارکان عرش را بتزلزل در آورند

جب دکھیاری عرش کو پاؤں پکڑ ہلائیں
تب میں تمکو ایسی کر تب جانیں جائیں

زینب غرضکہ کرتی تھی جو وقت یہ بیان　　سُن سُنکے اُن کی باتوں کو روتے تھے انس و جان
کرتے تھے ہر چہار طرف نالۂ و فغان　　پھر سر اُٹھا خطاب کیا سوئے آسمان
اے چرخ غافلی کہ چہ بیداد کردہ　　وز کین چہا درین ستم آباد کردہ

کھو یو تیں نے نیر بن بنی کے من کو چین
جالم تیرے ہاتھ سوں پیاسا گیو حسین

ہر چند ذات حق ہے مبرا الم سے اب　　کیا کام اس جناب کو شادی و غم سے اب
مطلب نہ ضحک سے نہ غرض چشم نم سے اب　　لیکن یہ ایک رمز ہے تم سن لو ہم سے اب
ہست از ملال گرچہ بری ذات ذوالجلال　　او در دل است و ہیچ دلے نیست بے ملال

سنکے یہ غم نیر ہو پربت جائیں بھسم
چپ ہی رہا ئیں سودا آگے کچھ مت کہ

مرثیہ خمسہ بجناب حضرت امام حسینؑ و قاسم

کہا یہ دل کو میں راضی ہے کیوں تو چشم پرنم سے　　محبت تجکو شادی سے نہیں الفت ہے ماتم سے

پچ پچ جھون ادر سے پڑے دہ جالم ٹوٹ
بیودن کو ڈریائے کے لے گئے گھر کو لوٹ

یون لیچلے حرم کو سوے شام جبر کیش　　　اونٹون پہ بیبیان ہین دل افگار و سینہ ریش
نیزون کی نوک پہ تھے سر اقربا و خویش　　　سر شاہ دین کے دیکھ کہ ان سبکے پیش پیش
روح الامین نہادہ بزانو سر حجاب　　　تاریک شد ز دیدن او چشم آفتاب

کہین حرم سر پیٹ کر کھا کر اپنی لاج
ماٹی مین تو رل گیو دین دنی کے تاج

جس دم کہ قتل گہ مین حرم کا ہوا گذر　　　بھائی کے تن پہ جا پڑی زینب کی جو ان نظر
دیکھا کہ تن ہے خاک مین نوک سنان پہ سر　　　منھ کر طرف مدینے کے بولی یہ پیٹ کر
این کشتہ فتادہ بہامون حسین تست　　　این صید دست و پا زدہ در خون حسین تست

سیس کاٹ کے لے چلے تن مائی کے بیچ
کہت جیسنا دیکھ لے جگ کی اونچ اور نیچ

ایدھر پڑا حسین ادھر اصغر حسین　　　گرد اسکے ٹکڑے ٹکڑے علی اکبر حسین
پشت شتر پہ بیٹھی ہوئی خواہر حسین　　　کہتی ہین اس سے ہوتی اگر مادر حسین
اے مومنو شکستہ دلان حال ما ببین　　　مارا غریب و بیکس و بے آشنا ببین

بھائی بھتیجے سب رہین جوجھ کے آئے
کوؤ نہین جو آئے کے منھ مین پانی چوائے

مر جان سکے لیسر نے چھوڑا ہم سے اب وطن　　　کربل مین قتل دفن کیے سارے مرد و زن
نے پیرہن ہمین نہ انھو نکو دیا کفن　　　چھوڑین جو اس لعین سے تو پہونچین سوے مدن
با بضعۃ الرسول ز ابن زیاد داد　　　کو خاک اہلبیت رسالت بباد داد

جیت دیس کو پہونچو کٹھن ہے یا کی ہاتھ
ہتو سنگھالی مارئے بیری دینی ہاتھ

زہرا کا غم مجھے ہے اوسے تھا غم نبی　　　عابد کو غم حسین کا اس کو غم علے
پشتین سے ہمین تو مصیبت نصیب کی　　　روز ازل سے ہمکو مصیبت ہی دی گئی
برخوان غم چو عالمیان را صلا زدند　　　اول صلا بہ سلسلۂ انبیا زدند

فغاں کرنا مانا تھی اسرافیل کے دم سے

گل آتش کے تختہ پر ہوئے جائے شہیدونکے
دل خون تھے شیشے رنگ کے اُن برگزیدونکے
بجائے مشکیاں نیزو نیزہ سر تھے خون چکیدونکے
اب آگے کیا کہوں احوال اُن آفت رسیدونکے
جو ٹپکے خون دل سامعونکی چشم پرنم سے

کہوں کن کیا نقل منہدیکی جو منہدی لانے آتے تھے
سیاہ شام کی شمشیر خنجر تیر بھالے تھے
طبق منہدیکے اس صورت میں دنیا نے بنائے تھے
زمین پر پنجہ ہر اک جگہ لوہو کے تھالے تھے
زمیں ٹپکے تھا خون ہر ایک جا تنہائے بیدم سے

لگا ناشہ کی قسمت سے کب اس منہدی کا ملتا تھا
قبیلہ دیکھ دیکھ اسکو کھڑا سب ہاتھ ملتا تھا
نظر کر رنگ منہد لیکا جگر دولھن کا جلتا تھا
زسر تا پا تن اُسکا آتش غم سے پگھلتا تھا
مقابل تھی دلھن اس رات شمع بزم ماتم سے

سوا رہیں جو نوشہ کی اصول شادیانے تھے
فلک کو سینہ و زانو و سر غم میں بنانے تھے
صدا ہر نوحہ گر کے واں بدھاوا در شہانے تھے
یہ نوبت اور نوبتیونکو شور و غل مچانے تھے
کہ لرزے تھی زمیں ہر آں سینونکی دھمادم سے

دلونکی آہ آتشبار چھٹنا تھا اناروں کا
جو قطرہ اشک کا تھا گنج تھا سوکھ ستارونکا
ہوئے نالہ تھا ہر ایک اُن غربت کے مارونکا
بیاں کس منہ سے کیجے اور حال اُن بیقرارونکا
جو رم اُنکے تھے زیادہ تر بھوجلنی کے تھی دم سے

سواری چلنے کا اسلوب غوغا حشر کا سا تھا
سر و نمیں جھومتا نیزہ پہ سر دولھا کا جاتا تھا
غبار اور گرد اس رہ کا چھا در شہ کے سر کا تھا
نہ تھا کچھ بیاہ وہ آفاق میں اک فتنہ برپا تھا
کہ جسکی شادی بدتر تھی ہم سے غم سے ماتم سے

کوئی تن دیکھکے پوچھے تھا دولھا کا کہاں ہے سر
کوئی کہتا تھا اُسسے دیکھ وہ جاتا ہے نیزے پر
کوئی سر دیکھ کے بولے کہ تن اس کا ہے کیدھر
کوئی اُس سے کہے یاں ڈھونڈھو ہوگا خاک خوں اندر
کوئی سوچے جدا تنہ کا سرتن کیوں ہے باہم سے

کہوں کن کن زبانسے حال اُس شادیکی مجلس کا
مشابہ وہ بغیر از مسلخ قصاب ہوس کا
پڑا تھا ٹکڑے ٹکڑے وانیہ تن ہر ایک بیکس کا
زمیں پر ہر طرف جاری تھا خون خلق جس تس کا
یہ مجلس اور وہ مسلخ تھی البتہ ہم تم سے

یہ دل بولا کہ جا شادی نہ بک اے بیخبر ہم سے ۔ اُسے پامال کروایا فلک نے پوچھ عالم سے

قدم پھر نیک دے گر سال کے ماہ محرم سے

ہوئی تھی ایک شادی اب سے گنتے نو سو برس آگے ۔ اگر کیجے بیان اُسکا فلک نا دادرس آگے
نہو مریخ کو قتل و قمع کی پھر ہوس آگے ۔ عجب کیا ہے کہیں درد کہ وہ اے یار بس آگے

فلک بہ جائیگا پانی ہو اس مذکور بیہم سے

تھے اس شادی کے جو جو کارکن سو کیا بتاؤں میں ۔ غضب آفت بلا رنج و تعب ہوں تو دکھاؤں میں
وگرنہ منکروں کے پاس کاذب کیوں کہاؤں میں ۔ کہیگا پھر کوئی یہ بات کب خاطر میں لاؤں میں

اٹھے کب بیاہ ایسا خلقت انساں میں باہم سے

وہ شادی کیا کہوں اک نوجواں کی کدخدائی تھی ۔ نہ تھی وہ شادی یارو بلکہ اک آفت سمائی تھی
قضا مشاطہ ہو نسبت کا اسکو قرعہ لائی تھی ۔ مصیبت پھر بتحقیق نسب ساتھ اُسکے آئی تھی

لگے دکھ درد غم کہنے نسب میں پوچھ لے ہم سے

نسب نامہ ہے یہ اُسکا اُٹھے ہے جسکی یہ شادی ۔ حسن ہے باپ اور دادا علی اور فاطمہ دادی
وہ عبداللہ غم گردنیہ جس کے خط آزادی ۔ یہ نوشا چاہتا ہے گور کے گھر خانہ دامادی

کہ تا چھوٹے زمانے کے جفا و جور ہر دم سے

مصیبت نے سنا جب یہ تو از راہ وفاداری ۔ کہا غم سے دل عالم پہ کر مہندی کی تیاری
یہ بولی کام اس شادی کا آنکھوں سے کروں جاری ۔ لگن لوہو سے رکھ بھر کر بہ زیر چرخ زنگاری

وہ رونق کر نہووے ہو جو اب تک عہد آدم سے

غرض جس وقت منگنی کا نشاں اُس شہ کو آیا تھا ۔ اُسے شربت کی جا قسمت نے خون دل پلایا تھا
عوض مصری کے دولھن نے جگر کا لخت کھایا تھا ۔ اور اُسکے بیاہ ساچق کا یہ سامان کر دکھایا تھا

کرا یا کچھ نہ دیکھے گا کوئی پھر یہ دو عالم سے

غم دل آکے اُس مجلس میں پیچ تو رے جتاتا تھا ۔ جگر جو تھے کے واں خون جگر ہر ایک کھاتا تھا
سمجھ گے کسی کو آ کوئی شربت پلاتا تھا ۔ جو اشک آنکھوں سے بہکر تشنگاں کے منہ کو آتا تھا

سمجھتے تھے اُسے بہتر وہ آب چاہ زمزم سے

نہ تھی کچھ وضع وہ شادی کی تھا صدمہ زمانے کا ۔ کہ جب یہ طور ہو دولھن کے گھر ساچق کے جانیکا
حوالہ دست اور سینے کو تھا نوبت بجانے کا ۔ صدا شہنا سے آہ و نالہ تھا بجنا شہانے کا

مرثیہ بجناب حضرت امام حسین علیہ السلام

جو مجھ سے کہتے ہین کہ مرثیے سوا کچھ اور
کہو نہین تو کہون کسلئے ماورا کچھ اور
وہ چاہتے ہین زبان سے مری سنا کچھ اور
الم سے آل محمدؐ کے ہی بھلا کچھ اور

حدیث آئی ہے جب نبی کی مجکو یاد
اس امر مین جو ہوا ہو نبی سے یون ارشاد
بغیر مرثیہ سمجھون ہون اسکو مین الحاد
مماثلت ہی بھلا اسکی کفر یا کچھ اور

بپا دعزای زمانہ ہوا ہے جب سے خلق
پر اس ستم کو تو دیکھو کہ کاٹا کس کا حلق
وہ دل نہین نہ ہوا ہو الم سے جسکو قلق
عزا ہی لاکھ طرح کی یہ یہ عزا کچھ اور

سمجھتے ہو کہ یہ ماتم ہے واسطے کس کے
کہانی نے جسے ہین سو الدین اسکے
علی و فاطمہ ہین مادر و پدر جس کے
مرے حسین کو مجھ سے نہ جاننا کچھ اور

یہ گفتگو ہے محمدؐ کی اس سخن پہ دال
گلا یہ کاٹ نبی کا کیا ہے خون سے لال
رسول کا ہے وہ قاتل جو ہے کشندۂ آل
ہین اس گلے سے گلا وہ نہ سمجھونگا کچھ اور

حدیث لحمک لحمی سے یون ہوا مفہوم
سر حسین جو لے کے چلے وہ مرتد شوم
دوئی جو چاہو نبی اور علی مین سو معلوم
سر نبی ہی تھا نیزے پہ وہ نہ تھا کچھ اور

جو اشقیا نے لٹایا میان خون اور خاک
کیا جو ظلم کے دشنے سے سینہ اسکا چاک
تن حسین نہ تھا تھا تن رسول پاک
نہ تھا وہ سینہ بجز صدر مصطفےٰ کچھ اور

کیا حسین کا جب کام ظالمون نے اخیر
بپنٹ قسادت قلبی سے کر انھونکو اسیر
غریب وہ جو بچے تھے ز طعمۂ شمشیر
کہون مین کیا کہ پھر ان پہ کیا ہی کیا کچھ اور

جو انکے پاس تھا سب لوٹکر کیا یہ سوال
کہا انھون نے تمھارا غلط ہے وہم و خیال
بتادو وہ بھی ہین گر کہانے مخفی مال
برہنگی کے سوا ہم کنے رہا کچھ اور

کسو طرح کا نہین سایہ جز خدا کی ذات
جو سوئین شب تو جگہ تکیے کے سرہانے ہات
ہماری کٹتی ہے روزانہ دھوپ مین اوقات
نہ فرش خاک یہان ماسوا بچھا کچھ اور

بٹھا کے اونٹون پہ جب لے چلے حرم کے تئین
لگی یہ کہنے ستم کیشون سے وہ پردہ نشین
جفا تو ہو چکی ہم پر گروہ دشمن دین
جفا و جور کے درجے سے ہے بقا کچھ اور

دیا جواب لعینون نے انکو یہ سنکر
بسر کسی کا ہوا ہم مین اور کسی کا پدر

جو شربت بزم میں پوچھو تو آب تیغ قاتل تھا
غنا آواز تھی مذبوح کی رقاص بسمل تھا
گلے میں ہار سب کے زخم شمشیر حمائل تھا
پر از خون جو دہن تھا پان کھانیکے مقابل تھا
یہ بزم و حشر کچھ باہم نظر آتے تھے توام سے

یہ بندھوار شادی کی بندھی دولہا دولہن کے گھر
قبیلہ کٹ گیا زنجیر میں دونوں کا سرتاسر
منڈھا یہ تھا کہ غم چھایا گیا آفاق کے دلپر
چڑھایا تیل دولہا کو لہو سرتا قدم ملکر
بندھا طرہ جو اسکے سر سو وہ نیزے کی برچھم سے

بوقت آرسی مصحف نہ تھا یکی یہاں بن ہو
کہ دولہا رونمائی جان دے اور دیکھ دولہن کو
سر نوشتہ تو نیزے پہ ہو خاک و خون میں تن ہو
پگھل جاوے یہ سنکر حال جو دل مثل آہن ہو
جفا و جور جیسا اسنے گذرا چرخ اظلم سے

ستم کی تیغ سے سب اقربا دولہا کا جب کوٹا
پھر اسکے بعد لشکر شام نے دولہن کا گھر لوٹا
جفا کیشوں نے آرائش نمط اسطرح سے لوٹا
کہ تن کے کپڑے دے کوئی نہ دست ظلم سے چھوٹا
گزی گھاٹ ہا تلک چھوڑا نہ اسنے تن پہ شبنم سے

جفا و جور کیا کیا ہے اس قوم ستمگر نے
کہ جب خیمے میں ہیٹھے طمع پر مال و زر کرکے
نہ چھوڑا ہاتھ میں چھلا دولہن دولہا کی ماں کرکے
ردا تک سب کے سر سے لیگئے وہ دھجیاں کرکے
جب ان غربت زدوں سے کچھ نہ پایا دام و درہم سے

غرض میں کیا کہوں دولہا کا سر ساتھ دولہن کو
گیا لیکے یہ سوئے شام رنگین چھوڑ کر رن کو
جلایا غم سے ناس شادی کے اک عالم کے تن من کو
تاسف حشر تک اسکا رہیگا مرد اور زن کو
او جھی شادی نبی کی آل میں قاسم کی جسدم سے

محبو اس گھر انمیں جو یہ شادی کی صورت ہو
محبت کیونکہ شادی سے مجھے ہو راست بولو تو
کرو غور اسکو تم کہتا ہوں جو یہ بات میں دردرد
سخن کا میرے اے نادان جواب انصاف سے تم دو
مجھے الفت زمانہ میں نہو کسطرح ماتم سے

جو دھویا چاہتا ہے نامۂ اعمال اے سودا
تو رو رو کر تھکو دامال پر رومال اے سودا
خوشی کو رات دن کر غم کہ تو پامال اے سودا
الم سے اپنے رکھ سینے کو مالامال اے سودا
بچاتا ہی اگر تو آپ کو نار جہنم سے

نوشہ کے ہمراہ براتی وہ جو پیچھے آ گئے ہین
گہ بیٹھین ہین سر اپنا گہ خاک اُڑانے لاگے ہین
جلوہ کی رات اور دنکے گھر مین ہنس ہنس دلھن سنوارین ہین
دولھا کے مکھ اوپر دیکھو سبھی لہو کی دھارین ہین

کسی نگر مین بیاہ کا یارو کہین یہ دیکھا ہے دستور
کاندھے سے نوشہ کے جیالے ہاتھ پڑین ہین کٹکر دور
اب تک دیکھا ہے یہ کسی نے بیاہ کی شادی کا معمول
صندل کی جا ہر سمدھن نے منھ سے اپنے ملی ہے اپنے دھول

بیاہ ایسا دیکھا ہے کسی نے جب سے ہے یہ دور قمر
ہرے ہرے بنگڑے توڑ دلھن نے پٹکا اپنا منھ اور سر
تڑپ تڑپ کر پڑا ہے جسکا سر کٹے اس دولھا کا تن
سمجھو ہو یہ کون ہے دولھا یعنی قاسم ابن حسنؑ

آگے کبھی ہوئے دیکھے ہین لوگو نکلے گھر بیاہ برات
کوئی دلھن چھٹ اس دلھن کے قضا نے لا کر لگن کی رات
شادی مین عروسونکو باہم میٹھا کھلاوین شیر و شکر
لوگ کٹم کے پیٹ سر اپنا اُنکے اوپر کرے نظر

لوگونکے گھر منڈھے کے نیچے بیٹھ سہانا گاتے ہین
کسی کے بھی دلھن کو گھر سے یون لیکے جاتے ہین
لے ہے یون دلھن کی مان اب کوٹے اپنے سینے کو
شربت مین دولھا کی مان کے کہان سے لاؤن پینے کو

کیا کہتی ہوگی وہ جسنے مجھ گھر بیاہا اپنا پوت
وان دہنیر آکے جو پوچھو ملا نہین یان کچا سوت
مان یون بولی دولھا کی اب لہو کے آنسوان بہتے ہین
سانجھ پڑی جنگل کے بنکھیرو چرچگ آ گھر رہتے ہین

روٹھ گیا ہے بنرا تیرا کہتے ہین سب بنی سے
اپنے اپنے لہو سے اُنکے سب کے سوہے باگے ہین
لوگ کہین یہ دولھا ہے یا پوتھ کسی کی آئی ہے

ناک سے تا ماتھے سے بینیا یان رو رو کے اتارین ہین
جون کفنی کر چاک گریبان خلعت یہ مین پہنائی ہے
پیاس کے مارے مرین براتی تالو تلیان ہون معمور
شربت کا مذکور سو کیا جب پانی پر یہ لڑائی ہے

یان جو بھل ہین سو جدھر کے پھول جو ہین دولھا کے پھول
ہارونکے بدلے اب ہر اک زنجیر پہن کر آئی ہے
تن دولھا کا خاک مین لوٹے سر جاتا ہو نیزے پر
نوشہ کے لہو سے مہندی بھر بھر ہاتھ لگائی ہے

لہو کی چھینٹون سے وہ جاگہ ہوئی ہے گویا رشک چمن
چادر سے جس نے بزرگی یہ پھولونکی سیج بچھائی ہے
اس شادی کی ہم نے یارب جو دیکھی سو الٹی بات
مائیون بدلے دولھا کے ماتم مین لا بٹھلائی ہے

اسکے آگے طبقونمین یان سر کٹے بھرے آئے ہین سر
کوئی کہتے بابا ہے میرا کوئی کہے یہ بھائی ہے
نوحہ گرونکو یان بلوا کر شہ کو تیل چڑھاتے ہین
پشت شتر بر ساس کے پیچھے محمل پر بٹھلائی ہے

یہ بھی ہے کوئی زیست ہماری حیف ہمارے جینے کو
آب خنجر نے دلھن کے بابا کی پیاس بجھائی ہے
جوڑے کی جا پہنے ہے کفنی گھوڑے کے بدلے تابوت
سر دولھا کا لتن پہ دھنگانا جو را نکھ دکھلائی ہے

بنا بنی آپسمین کیسی یہ دوری کے دکھ سہتی ہین
پھر تم نے منھ کیا نا ادھر جیسے میٹھا کھائی ہے
لیکن وہ یہ سمجھ چکی ہے یون جو روٹھے سو نہ منے

عوض میں اُسکے جفا کچھ نہیں ہے یہ تمر
جفا نہ کیجیو تم اسکو ہے جفا کچھ اور

جو بیٹا باپ کو آتا ہے باپ بیٹے کو یاد
زمیں پہ رہنے نہ دیں ہاشمی کی ہم بنیاد
تو ایک ایک کی خاطر کرے ہے یاں فریاد
عوض میں اُسکے نہیں ہمکو سوجھتا کچھ اور

اسیطرح تمھیں لیجائیں گے نزد یزید
تمھارے فائدہ رکھتی نہیں یہ گفت و شنید
تب اُسکے ہاتھ سے دیکھوگے تم جفائے شدید
یہ منہ کہ کہتے ہو تم یاں ہے مدعا کچھ اور

قصاص میں تمھیں اپنے نہ جیتا چھوڑینگے
تمھارے خون سے دامن کو سب نچوڑینگے
نہ منہ کو قتل سے زین العبا کے موڑینگے
نہیں تسلی دل اپنی اس سوا کچھ اور

نہ کی حرم کی انھوں نے یہ تشنگی پہ نظر
غذا کا ذکر تو کیا ہے بغیر خون جگر
کہ قطرہ آب سے ہو حلق خشک انکا تر
ملی نہ عابد بیمار کو دوا کچھ اور

نت انکے پیاس سے اسکا بدن گیا ہے سوکھ
لگے تھی جس گھڑی منزل میں اُس غریب کو بھوکھ
بغیر پانی کے ہو جائے خشک جیسے روکھ
غم پدر کے بن اُسکو نہ تھی غذا کچھ اور

ہر ایک لعنتی کیا کیا نہ اُس سے بکتا تھا
نہ نکلی اس سے وہ از بسکہ بول سکتا تھا
جو کچھ کہے تھا کوئی منہ وہ اُسکا تکتا تھا
بغیر پاؤں کی زنجیر کے صدا کچھ اور

نہ کوئی محرم حال اُسکا نے کوئی ہمراز
کہیں سے گوش تلک اُسکے پہونچی یہ آواز
سخن دلاسے کا اُس سے کرے نہ وہ دمساز
نہ اُن نے طعن و تعرض سوا سنا کچھ اور

سوال کرکے روا انکا غرض وہ دشمن دین
نہ لے گئے وہ نکال اُسے اپنے دل کا کین
کشاں کشاں گئے لیکر سوے یزید لعین
سوائے لعن کے دنیا سے بھیجنا کچھ اور

نہ کر بیاں آگے تو سودا یہ ذکر رہ خاموش
لہو ہر اک کے جگر کا یہ مارتا ہے جوش
فلک کی پشت سے گذرا ہے سامعوں کا خروش
کہ انکی چشم سے جز خون جگر بہا کچھ اور

مرثیہ بجناب حضرت قاسم

نئی یہ شادی بیاہ کی کسکی تو نے فلک اُٹھائی ہے
سر چھاتی نقارے ہیں فریاد و فغان شہنائی ہے
کس دکھیاری کا ہے جایا کس دکھیا کی جائی ہے
سوز جگر ہے آتشبازی ہر ایک آہ ہوائی ہے

آرائش کے تختوں اوپر بیاہو بہنیں ہیں شمع و چراغ
عجب طرح کا وقت سواری نوشہ آکے پھولا باغ
اُسکے بدلے یاں ہر ایک کی چھاتی پر ہیں لہو کے داغ
روشنی کے جھاڑوں کے بدلے گھر کو آگ لگائی ہے

کیا جواب اسکا کوئی دے جب کسو نے یہ کہی
اب تلک آنکھوں مین تمھاری کیونکہ بینائی رہی
رہین تن سے جوے خون ایسی عزیز دنکے بہی
جب فلک نے ہو تین اسطرح وہ دکھلائیان

طعن اگر وہ یہ کرین ہمپر تو ہم بولین سو کیا
مُنہ تمھارا دیکھنا ہمکو نہین یان ٹک روا
بہنین جیتی آئین سر بھائی بھتیجون کا کٹا
بچ چلین واں سے تمھاری ہو جہان پرچھائیان

طعن ہمپر سب درست انکے نہین لیکن یہ سچ
وہ شمکش زندگی اپنی ہی سے آیا ہے بچ
کھو کے وارث سب کے اک عابد ہی کو جینے کی بچ
ورنہ وہ کب جیوے یہ ایذائین جن نے پائیان

کب یقین تھا ہمکو یون جیتا پھریگا عابدین
لیگئے کربل سے جون تا شام اسکو اہل کین
پر اجل اسکی حفاظت کو ہوئی اوس پہ تعین
چرخ کو کیا جانیے کیون وہ جفائین بھائیان

دیکھ لے کوئی رکھے ہی آج تلک وہ ناتوان
اور تپ بھی اسکو شدت سے زیادہ تھا روان
گردن اور پاؤن پہ اپنے طوق و بیڑیکا نشان
دیکھتے ہین یہ کہین ہم چرخ کی دکھ پائیان

پاؤن ننگے سر برہنہ جاتے تھا وہ دلفگار
پشت پا اپنے سے ہر منزل مین اُن نے بار بار
اونٹون پر بیٹھے تھے ہم اور ہاتھ مین اسکے مہار
نوکین کانٹو نکی بھری لوہو ہی مین دکھلائیان

صبح سے تا شام تھا اُسپر یہ کچھ رنج و تعب
گر سیاہ شام سے پانی کیا اُن نے طلب
وہ مریض ناتوان جاتا تھا منزل تشنہ لب
برچھیون کی آبدار انیان اُسے بتلائیان

بسکہ اُسکو ہاتھ سے تھی ظالمو نکے کشمکش
رو کے ہمکو جب پکارا وہ کہ بچپون العطش
پیاس کے مارے اُسے ہر بار آجاتا تھا غش
بوندین اشک لینے کی منہ مین اُسکے ہم ٹپکائیان

پانی ہی وہ شے کہ جسکو آدمی سے تا دواب
سمجھین فرزند محمدؐ کے نہ دینے مین ثواب
پیکے ہون سیراب اور اس شے کو وہ خانہ خراب
تھے مسلمان وہ خدا نا ترس ناترسائیان

پیاس کی حالت تو یہ تھی اُس جگر بریانکی
اور ہم اپنی مصیبت کیا کہین اُس آن کی
لاکھ اذیت اس سوا خواہان تھے اُسکی جانکی
واسطے غارت کے جب خیمہ پہ فوجین دھائیان

آئی ہی شقیون نے دی جو بیٹھ کر خیمے کو آگ
لیکے لڑکے بالے مستورات نکلین وانسے بھاگ
سب مجھے ہم کیا فتنۂ محشر اُٹھا سوتے سے جاگ
پھنس مرین آپہین تھا نزدیک یہ گھبرائیان

دست برد اسطرح پھر کرنے لگے وہ نابکار
آخرش اُن چادرون تک بھی سرونسے لی اُتار
نے زر و زیور نہ چھوڑا جنس سے کپڑیکا تار
وقت رخصت بھائی لے جو چادرین اڑھوائیان

بعد ازان اونٹون پہ بٹھلا ہمکو سوئے قتل گاہ
لائے وہ ملعون بار سے شامیان روسیاہ

کہے ہے یون سر پیٹ کے اپنا لوگون نے ہائے سے
بھلا انکو مجھ دکھیا کے کیا کیا بات بنائی ہے

کیا جانے کس ٹھور پڑے ہو کونسی ہے وہ بیلے ٹھائون
نہین ہے معلوم اب مجکو کچھ حال تمھاریکا سر پائون
دھوپ تمھارے تن پر ہے یا جنگل کے روکھون کی چھاؤن
جلد بدن کی ہے ڈانڈی یا پانی بن مرجھائی ہے

گل سا تو تکھڑا تھا تیرا سنبل سے تھے تیرے بال
حسن تیرا ایسا ہی تھا پر کیا تجھے اے میرے لال
سو جھبا بر بجے کا پیارے انکو ہم کرتے ہین خیال
گردون کو وہ شکل نہ بھائی یہ صورت خوش آئی ہے

مین دکھیا جا کس سے پوچھون کون بتاوے ہائے پسر
نکلون یان سے مین کس کو لیکر ساتھ اپنے رہبر
بیٹون مین نہین ہون واقف ڈھونڈنے جاؤن کھو کر
لوگ کہین گے مان قاسم کی گھر سے باہر آئی ہے

کہو نہین کس سے بیت کی ماری کون سنے مجھ دکھیا پر
جو دکھ مین تھے اپنے سنگھاتی فنا ہوئے سب جا کر تیر
گھر سے تو باہر آنیکو شرم ہوئی ہے دامنگیر
خبر تری لاوے سو کس کو ایسی پیر پرائی ہے

ہیکل مین ڈالے تھے تیرے لاکھ طرح کے مین تعویذ
تجھسا بچہ مارا اُنھون نے سب ملک جو تھی وہ چیز
بُری گھڑی کچھ کام نہ آوے جو حفاظت کی کچھ چیز
قضا کے ہاتھ الیسونکے تیری گردن اب کٹائی ہے

غرض کہ جسدم مان قاسم کی رو رو کرتی تھی یہ بین
لہو نہ جتنے برسا تھے ایسے تھی وہ کس کے نین
خلقت چارون عنصر کی سیماب کی صورت تھی بچین
ان پانون نے دنیا غم کے دریا بیچ ڈبائی ہے

بھیج درود اب آل نبی پر سودا کر تو ختم کلام
ساقی سے کوثر کا ملیگا بھرا ہوا ایسا ہی جام
روئے بہت اس نظم کو سنکر جتنے تھے وہ خاص و عام
آنکھ ہر اک کی آنسو سیتی جیسے بھر بھر آئی ہے

مرثیہ بجناب حضرت امام حسین

کربلا سے شام ہو کر جب مدینے آئیان
رو رو کہتی تھین کہ طعنہ دینگی یون ہمسائیان
زینب و کلثوم دونون فاطمہ کی جائیان
کھو کے سارے وارث اک عابد کو جیتا لائیان

دیکھکر ہمکو یہی آپسمین بولین گے وہ لوگ
کربلا جا کر بھتیجے بھائیون کا اپنے سوگ
کیا دلونکو آلگا یا ہے انھون نے غم کا روگ
تحفجات اہل وطن کیواسطے لے آئیان

تشنہ لب بھائیکو جسدن ذبح دریا پر کیا
رات پانی تم نے اسدن جینے کی خاطر پیا
اور بھتیجون نے تڑپ کر آنکھون آگے جی دیا
حیف یہ کچھ دیکھ جینے سے نہ تم شرمائیان

جبکہ دلبند ونکی لاشین تم نے دیکھین خاک پر
کیونکہ تم جیتی رہین وہ گل سی شکلین دیکھ کر
اور نظر آئے گئے تمکو جگر گوشون کے سر
نیزون اوپر تابش خورشید سے مرجھائیان

ہائے تجھ بیٹے کی حالت سے ہین غافل مرتضیٰ
کیون نہین لیتے خبر پیاسونکی اس جنگل مین آ
کیون نہ آئے اب تلک افسوس ہے شیر خدا
کیون نہ پانی لائے پان ساقی کوثر سائیان

حضرت زہرا تری امان نے کیا یہ ماجرا
کیا عدن مین جاکسی حور و ملک نے نین کہا
پیاس سے مرنیکا فرزندونکے مطلق نہین سُنا
اب تلک آئی نہین زہرائے اطہر سائیان

دیکھین تجھ بیٹے کو جو مرنے چلا ہے نہین آج
دیکھین معصومونکی رد جو نکو مسافر ہین آج
مجھ بہو کو دیکھین ہو گی رانڈ جو اس ہین آج
دکھ سنگھاتی آکے ہون خاتون محشر سائیان

دیکھین آکر کس طرح اکبر مرا مارا گیا
بے کفن بے گور ہی خیمے کے اندر وہ پڑا
کسطرح ہو کر وہ زخمی جو رگھوڑے سے گرا
جسکی صورت تھی بلا تشبیہ پیمبر سائیان

وہ شباہت اُسکی ثانی اور لہو مین اٹ گئی
اُسکی حالت دیکھکر میری تو چھاتی پھٹ گئی
ہائے تن پر سے یکایک گردن اُسکی کٹ گئی
رات دن ہون اُسکے غم مین خاک بر سر سائیان

پھول سا مکھڑا یکایک اُسکا یون کمھلا گیا
کیا برا دن ہائے مجھ ماں کو نین دکھلا گیا
بند بند اُسکا برنگ شاخ گل کاٹا گیا
ہائے یون مارا گیا جب سے وہ دلبر سائیان

دیکھین آکر اپنے پوتے شیر خوارے کی طرف
دیکھین اُس معصوم بے تقصیر پیارے کی طرف
دیکھین حلق اُسکے مین پھرے کی گزارے کیطرف
دیکھین اور کہہ کے رو دین ہے اصغر سائیان

ہائے اب جھولے مین مین لیکر جھلاؤن گی کسے
ہائے مین دودھا پلانیکو جگاؤن گی کسے
ہائے مین ٹوپی شلوکا کسکو پہناؤن گی کسے
ہائے کسکو کہہ پکارون جان مادر سائیان

دیکھین اُسکی ننھی سی گردن کے ڈھل جانیکو ہائے
دیکھین آکر میری پھر چھاتیکے پٹوانیکو ہائے
دیکھین اُس بچے کو لوہو مین نہا آنے کو ہائے
پار ہے گدی سے اُسکی تیر کا سر سائیان

ہائے وہ بالی سکینہ پیاس سے ہے جان بلب
جیبھ پر اُسکی ہین کانٹے پڑ گئے یکلخت سب
مرتی ہے پانی کی خاطر ستم ہے ہے غضب
ہے کوئی ساعت کی مہمان اب وہ دختر سائیان

اک طرف شانے کٹا عباس ہے خیمے کے بیچ
سخت دہشت ہے غضب ہے سواس ہے خیمے کے بیچ
لاشہ اکبر کا ہے اُسکی پاس ہی خیمے کے بیچ
ایسے جینے سے تو اب مرنا ہے بہتر سائیان

مشک لیکر کیون گیا پانی کی خاطر ہے غضب
کیون گیا ان ظالمونکی فوج مین گھر ہی غضب
کیون نہ آیا وان سے وہ جیتا ہوا پھر ہے غضب
کیون کٹا کر شانے آیا وہ دلاور سائیان

دھوپ مین لاشے ہین بے گور و کفن عریان پڑے
خاک ماٹی مین لہو مین سب غلطان پڑے

جا پڑی جسدم ہماری جانب مقتل نگاہ
کیا کہون آگے غرض رکھے سر انکے نیزون پہ
اور وہ تھین ڈال ساری خاک خون مین ڈالکر
سب کے لاشے نام لے لے کر ہمین بتلائیان
حضرت خیر البشر کے جو تھے دلبند جگر
اپنے خویش و اقربا کی لاشین سب دفنائیان

ظالمون نے یون ستم سب کے عزیزون پر کیے
طعنہ زن کا جرم کیا گر ایسے کو طعنہ دیے
دیکھے کچھ اور وہ دنیائے فانی مین پہیے کو
زیست نے باتین تعرض کی ہمین سنوائیان

ہین سزاوار اسکے ہم جو دین وہ طعنہ بار بار
مرگ کو ڈھونڈھا کیے پھر دن سے ہم سر مار مار
مر گئے جینے مین نہین یہ کچھ کسی کا اختیار
تن سے جی نکلا نہ اور لاکھون پچھاڑین کھائیان

اسطرح باہم وہ کہتی تھین بچشم خونفشان
سامعین کیا تاب ہین سودا نہ کر آگے بیان
جو جو سنتا تھا یہ باتین اشک تھے اسکی روان
ابر مژگان زی تو بوندین خون کی برسائیان

مرثیہ حضرت امام حسین رضؓ

بانو کہتی تھین کہ رن کا قصد مت کر سائیان
ایک تو تنہا رہا جاتا ہے کیدھر سائیان
مر چکے تیرے تو سب خویش و برادر سائیان
تجھ بن آفت آئیگی ہم سب کے سر پر سائیان

تو چلا مرنے ہمین کسکے حوالے کر چلا
کیونکہ تجھ بن ہمکو اس جینے سے مرنا ہی بھلا
کاٹ اپنے ہاتھ سے پہلے ہمارا بھی گلا
لوٹ لیوینگے ہمین یان سب ستمگر سائیان

تجھ سوا کسکا ہے اس جنگل مین ہم کو آسرا
رحم ہمپر کسکو آوے یان بغیر از مصطفا
کون ہی حامی ہمارا یان بجز ذات خدا
کون پہونچاوے مدینے ہمکو پھر کر سائیان

کون ہی جسکو ہمارے حال پر افسوس آوے
کون ہمکو اس بپت مین آکے ٹک ڈھارس بندھاوے
کون بچونکو لگا چھاتی سے پہلو مین بٹھاوے
کس سے اپنا دکھ کہین اس بن کے اندر سائیان

تو ہمین یان چھوڑ کی جاتا ہی تنہا یا نصیب
دشمنون کا ہی ہمارے گرد بلوا یا نصیب
آسرا کس کا کرین ہم وا دریغا یا نصیب
دیکھتے ہین آنکھ اٹھا کر آج جیدھر سائیان

یہ حقیقت تیرے نانا نے نہین شاید سنی
دیکھین ان معصوم بچونکی ذرا تشنہ لبی
جو نہ آئے اب تلک لینے خبر حضرت نبی
مرتے ہین پیاسے یہ سب آل پیمبر سائیان

کیا نہین پہونچی جنان مین مرتضیٰ کو یہ خبر
ظالمون نے سب کو اس بن مین رکھا ہی بند کر
ہائے سر پر ہی ہمارے ظلم ناحق کس قدر
کی علی کی قتل سب اولاد اطہر سائیان

مرثیہ بجناب حضرت امام حسین علیہ السلام

آج وہ دن ہے کہ سب اہل جہان روتے ہین
خاک مین مور جہان دیکھو تو وان روتے ہین
جتنے ہین زیر فلک پیر و جوان روتے ہین
مرغ ہوکر بھی جہان بال فشان روتے ہین

اولیا کو نہین حواس اور نہ نبیون مین ہوش
سرنگون گر محمدؐ کے بہم دوش بدوش
طاقت نالہ نہ انکو نہ انکھین تاب خروش
چپکے بیٹھے ہوے سب سر دہ کدان روتے ہین

عرش سے حورین تو دیکے بیٹھین ہین دیوار کو پشت
اور روح الامین افسوس کے مارے انگشت
سینے کو اپنے ملک کوٹتے ہین باندھکے مشت
شمع کی طرح لگاکر یہ وہان روتے ہین

شرح اس غم کی کسیطرح نہین کی جاتی
لکھنے بیٹھے ہین تو کاغذ کی پھٹے ہے چھاتی
شارحون سے تئین کچھ بات نہین بن آتی
جون قلم حرف کے آتے بزبان روتے ہین

ہواے بیداد زدست فلک دون پرور
صورت کار جہان دیکھکے سو نیز دون ہے
سر انھون کے جو کہاتے ہین دو جگ کے سرور
تن کے زخمون کی طرح خندہ زنان روتے ہین

جو بلا بر مین محمدؐ کے سوا اسکا تن پاک
اسکو وہ اہل حرم کرکے گریبان کو چاک
آج بے سر ہے پڑا دشت مین آلودہ بخاک
موے سر اپنے پراگندہ کنان روتے ہین

اسکی عترت کی کہون کیونکہ مین لٹنے کا حال
پاک کرنے کے لیے اشک نچھوڑا رومال
نہ رہی دست مین انگشتر و پا مین خلخال
مثل شبنم وہ مصیبت زدگان روتے ہین

روز و شب پیتے ہین وہ خون جگر کے پیالے
بل مین بندھ جاتے ہین اس جا یہ لہو کی تھالی
زخم ہین انکے دلون کے ابھی اپنے آلے
جس جگہ بیٹھکے وہ ماتمیان روتے ہین

نہ کوئی مونس انھون کے نہ کوئی ہے غمخوار
رو و مدینے کی طرف لاکے یہ دن مین صد بار
کہ کرین درد دل اپنے کو یہ اس سے اظہار
اس طرح سے غم دل کرکے بیان روتے ہین

یا نبی اپنے یتیمون کی خبر لو آکر
گوشۂ دامن اشفاق سے پونچھو آکر
اس مصیبت مین تسلی ہمین ٹک دو آکر
کب سے با دیدۂ خونناب چکان روتے ہین

جسکے بن دیکھے نہ تھا ایک گھڑی تمکو چین
رن مین بیجان تمھارا ہے سو وہ نور العین
دور نظرون سے ہوا تک تو پکاری کہ حسین
اسکے ماتم مین ہم افسردہ دلان روتے ہین

خنجر اس پیاسے کی گردن پہ دو دھارا پہونچا
پانی میٹھا نہ اسے اور نہ کھارا پہونچا

سب بزرگ و خرد مین اس دشت مین یکسان پڑی
تیرے جانیکے الم سے جان اپنی کھوتی ہین
کوئی دم مین جان سے بیجان دونون ہوتی ہین
یہ مصیبت سر یہ پہونچی ہے سراسر سائیان
پیٹتی ہین سر کو اور آنکھونسے آنسو روتی ہین
زینب و کلثوم ہر اک تیری خواہر سائیان

ہائے اس دشت بلا مین یہ مصیبت تھی دھری
ہائے روے ہین ہمارے حال پر جن و پری
ہائے ہے دشمنی قسمت نے ایسی کچھ کری
ہائے تھا تقدیر مین یہ کچھ مقدر سائیان

ہائے وہ فرزند میرا عابدین بیمار رہے
ہائے وہ مرنیکو تجھ سے پیشتر تیار رہے
چارپائی سے جسے اُٹھنا بہت دشوار ہے
ہونٹھ سوکھے اسکے ہین اور چشم تر سائیان

تو سنجا میدان کو جب تک آئین حضرت مصطفا
یا نہ جب تک بابا بہن تجکو لیوین ان کر خیر النسا
یا کہ آپہونچین نہ اس دشت بلا مین مرتضا
مجکو جب تک چھوڑ کر مت جا و مضطر سائیان

مجکو یہ تبلا تو لے سرور کہ جب تو رن مین جائیگا
کون یان تیری خبر تحقیق مجکو آ سنائیگا
دشمنونکے ہاتھ سے کیسا غضب وان تجپہ لے
زندہ ہی یا مرگیا بانو کا شوہر سائیان

آتا ہی مجکو اب میدان مین جا ناشتاب
دیکھیے ظالم دکھادین اور کیا کیا کچھ عذاب
ہائے میرا سب طرف سی ہو چکا خانہ خراب
تھا مرے سر پر ترے سایہ کا افسر سائیان

ہائے مین بیکس ہوئی اب سب طرح سے نا امید
ایک ساعت مین نظر آتا ہی یہ قوم یزید
کیونکہ اس جا کہ مقدر ہی تجھے ہونا شہید
پیاس مین تجکو پلاوین آب خنجر سائیان

سجدہ کرنیکی بھی دین فرصت نہ تجکو اہل کین
خون تیرا اسقدر جاری ہو بر روے زمین
چڑھکے چھاتی پہ ترا سر کاٹ لے شمر لعین
جسمین بال دیدہ ڈوبے نکلے کبوتر سائیان

جب کرین وہ قوم ظالم سر ترا تن سی جدا
رکھکے نیزے پر ترے سر کو کرین قبلہ نما
تب کرین دل مین نماز جمعہ کا قصد ادا
پھر کہین تکبیر سب اللہ اکبر سائیان

داد اس ظلم و تعدی کی خدا دلوائیگا
یا وصی اسکا علی مرتضیٰ دلوائیگا
یا رسول پاک اس کا مصطفا دلوائیگا
فاطمہ لکھوائیگی اس خون کا محضر سائیان

مرحبا ہے تجکو سودا مرثیہ ایسا کہا
دین و دنیا کے ترے بر لائین سارے مدعا
سنکے پتھر بھی جسے یکبار پانی ہو بہا
حضرت شبیر شاہ بندہ پرور سائیان

جفاے چرخ مجھی پر نہین ہے تنہا کچھ
عوض مین اسکے کسی نے کبھو نہ مانگا کچھ
پیمبران سلف پر ہوا ہے کیا کیا کچھ
اس امر مین نہین طاقت زبان ہلاے حسین

ہوا ہے آرہ سے دو ٹکڑے زکریا کا تن
تمھین یہ کتے کٹا تا اگر نہ مین گردن
دیا ہے کھینچکے عیسی کو دار رنج و محن
کہ سب ہین تابع مرضی حق وراے حسین

دیا ہین اس لیے سر زیر خنجر بران
توابعین رضاے خدا جہان مین وہان
کہ روز حشر کہین مجکو یون نہ محشریان
کھڑا ہے آج سوے حبیب سر نولے حسین

مجھے ہی یاد کہ اک روز مین اور ابراہیم
تو دیکھ دونون کو کہنے لگے رسول کریم
نبی کی گود مین بیٹھے تھے کرکے جا تقسیم
یہ دونون آنکھین ہین میری ہین فداے حسین

کہ امین تم تھے لے آئے پیام کرکے نزول
تو دلین سوچ کے اسدم خدا کا وہ مقبول
خدا کہے ہی کہ مرگ انمین سے ہی کسکو قبول
کہا کہ لے جسے چاہے تو ماوراے حسین

جگر مرا ہی جلا دیگا داغ ابراہیم
پھٹے گی چھاتی حسن کی یہ سنکے رب کریم
کرے گا دل کو علی کے غم حسین دو نیم
کہے گی فاطمہ یون جھگڑ کے واے حسین

امور مرتبہ بس مجھپہ ہو گئے ہین تمام
ولے ہی میرے تئین اپنی بندگی سے کام
کہ مین ہون سرو علن مین امام ابن امام
پھر اس تعب سے یہ کیا معنی دلین لاے حسین

جو مجھسے پوچھو تو روح الامین دیت کے سخن
کہ خلق گر کرے مجھ ردم ردم پہ گردن
بہ رب کعبہ کہے جاؤنگا یہی مین سخن
یہی ہے امر اسیطرح سے کٹاے حسین

یہ جو کہ راہ خدا مین ہوا جدا تو ہوا
لب فرات پہ عباس جا موا تو موا
گلوے تشنہ سے میرے لہو چوا تو چوا
کہا کہا کہ دم آب از براے حسین

یہی نہ پانی سے ترکرکے لب کیا نہ کیا
کہے ہی پیاس سے شکوہ کوئی پیا نہ پیا
کہو تو پانی بھی کچھ چیز ہے دیا نہ دیا
رہے رہے کوئی دن تشنہ اقرباے حسین

غریبی بس ہی وطن کی حرم چھٹا تو چھٹا
قضا کی تیغ سے مین بھی جواب کٹا تو کٹا
رہینگے دھوپ ہی مین خیمہ کو لٹا تو لٹا
اگر کٹے تو کٹے رن مین دست و پاے حسین

بجاک معرکہ گر یہ بدن رلا تو رلا
مرے لہو سے جو زینب نے منہ ملا تو ملا
سنان نیزہ پہ سر بھی اگر چلا تو چلا
اگر روئی تو ردی کرکے ہاے ہاے حسین

زمین ہی بس ہی بچھونا ردا رہی نہ رہی
برہنگی تو ہی تن پر قبا رہی نہ رہی

حال یون دست تظلم سے ہمارا ہو بجا
دیکھ جنگل کے ہمین جانوران روتے ہین

نہ رمق باقی ہی اصغر مین نہ اکبر مین دم
رن مین بیجان پڑے اُنکے تن نازک درہم
اور قاسم کی کہین کیا جو ہوا اُسپہ ستم
دیکھکر زخمی شمشیر و سنان روتے ہین

اقربا آپکے جتنے تھے بزیر شمشیر
دیکھ دیکھ اُنکی پڑی خاک مین یونہین ہم اسیر
نہ رہا ایک کبیر اُنمین سے نے ایک صغیر
ابر کی طرح بفریاد و فغان روتے ہین

بسکہ اس دشت مین آگروہ حق اپنے پہ لڑے
ہم مصیبت زدگان قتلگہ اُن کی مین کھڑے
جو رزخمی ہو بدن خاک مین بے سر ہین پڑے
تن پہ ہر ایک کے جون نوحہ گران روتے ہین

یہ چرخ کی ہمسری عداوت کی تئین کیجے سیر
اور فرزند تمھارے جو ہین سو آب بغیر
وحشی سیراب ہین جنگل مین ہوا مین ہین طیر
لب دریا وہ کھڑے تشنہ لبان روتے ہین

دین کا جسکے خلائق کے تئین دعوا ہے
پوچھتا ہو جو کوئی تمپہ مصیبت کیا ہے
اُسکی اولاد کے سر پر یہ ستم برپا ہے
دشت غربت مین پڑے بیوطنان روتی ہین

کربلا سے ہمین جاتے ہین لیے شام لعین
گرتے ہین خاک نگے سر پہ اُتر گہ بزمین
ہاتھ سے ہمکو ستم کیشون کے آرام نہین
گاہ ہم چڑھکے بہ پشت شتران روتے ہین

غرض اب کہتے ہین اسطرح سی دکھ اہل حرم
دیدۂ جن و ملک خون سی دل کے ہین نم
تھرتھراتے ہین پڑے سُن کے جسے لوح و قلم
روز و شب لخت جگر آدمیان روتے ہین

اس ارادی پہ تو کر ختم اے سودا یہ کلام
شام سی صبح تلک صبح سے لیکر تا شام
کہ تجھے حشر مین بخشائے وہ مظلوم امام
سُنکے عالم مین اسے عالمیان روتے ہین

مرثیہ بجناب حضرت امام حسینؑ

بدن پہ زخم ستم رن مین جب اُٹھائے حسین
اُٹھاکے سر یہ کہا تب کہ لے خدا لے حسین
گرے بردے زمین پشت زین سی ہای حسین
جو کچھ کہ تیری رضا ہو سو ہی رضا ہے حسین

چنانچہ یون ہی روایت کہ بعد قتل امام
کہا ہی حق نے یہ سوگند مجکو بعد سلام
دیا یہ نعش کو روح الامین نے آکے پیام
جو کچھ حسین کہے دون مین خون بہائے حسین

دیا جواب یہ اُس نعش نے معاذ اللہ
آگے اور اُسکے تئین کا پٹن پھر کے یہ گمراہ
وہ مین ہون خاک سے جسکے جو سر بجای کیاہ
تو کبریائی سے اُسکے نہ منہ پھرائے حسین

یہ سُن امام سے روح الامین نے بھر دم سرد
حسین جان گرامی فدائے امت کرد

چلا یہ عرش کو کہتا ہوا. یہ روز نبرد
رداست امت اگر جان کند فدائے حسین

بحق شاہ شہیدان ذبیح تیغ ستم
نہ ہووے چشم بھی اُس کی بجز محرم نم

الٰہی غم نہ ہو سودا کو جھٹ حسین کے غم
جو بعد مرگ ہو مدفن تو کربلائے حسین

مرثیہ حضرت امام حسینؑ

جسکو دیکھا زیر فلک سو غم سے آج تکدر ہے
بھیگ رہا خونابۂ دل سے جسکا دامن کیا نگاہ
غدر کرو دیوار سے در تک جس گھر کو وا کے بیچ
آہ و فغان سے بھری ہوئی ہی نگر نگر کی گلی گلی
غم ہی کا کس کا جی مین برابر سر ہین برہنہ شاہ و گدا
ماہ رکھے ہی داغ جگر پہ مہر کے دلکو ہی تب و تاب
آمد و شد شادی و الم کی رائج تھی جو سینے مین
سو چون ہون یہ دلین اپنے غم اسکی جب سے
ایسا کوئی اور نہین ہی جسکی مصیبت یون ہو
سو یہ مصیبت جان پہ اسکی نہین ہی اعدا سیتی
ظلم کے دریا مین کیون یارو ڈوب گیا ایسا انصاف
پانی آجس جاگہ پیوین مور و ملخ سبحان اللہ
قطع ہوا ہی تن پر اُسکے مظلومیت کا جامہ
ایک تن تنہا کی خاطر اتنے حرب ہوئی جمع
تیر جو بیٹھا سینے پہ اُسکے جور و جفا کی چڑھکے کمان
تیغ و تبر کے زخمونکا مین حال کہون کیا ہائے ستم
خنجر کا کیا زخم بتاؤن ہائے مصیبت واد بلا
فاطمہ لیکر جسکو سوتین کہیے کیا قسمت کی بات
دودھ سے دھو دھو پالا جسکو ظلم نے تا سان البال

اب جو صورت نظر پڑی ہی خاک کی ڈھیری سر پہ ہی
جسکی اشک آنکھون سے ڈھلے ہی لخت جگر کا ہر یکسر
بھر رہا ہوا لہو سے سر کے اُسکا ہر اک تھر ہے
جن کوچہ زنجیر کا ہووے یون شیون سے گھر گھر ہی
بڑے چھوٹے ناٹی مین یکسان شکل کلاہ و افسر ہی
جتنے ثوابت ہین سو حیران جو سیارہ سو مضطر ہی
خوشی گئے انکو اب دلین یہ غم سد سکندر ہی
چھوٹے سے لے بڑون تلک احوال سبھونکا بدتر ہی
مگر وہ جس کا باپ علی ہی فاطمہ جسکی مادر ہے
پیا دہ پانی پیاسا اسکے خون کا سارا لشکر ہی
حال یہ جسکا سنو ہو تم سو ابن ساقی کوثر ہے
پیاس کے مارے ان جیب اُسکی حلق و دہن سے باہر ہی
واسطے اُسکے تیر سے لیکر تیغ و تبر یا خنجر ہے
مہر تلے کیا آج قضا کے قتل کا اُسکے محضر ہی
ادھر تو سو فار ہی نکا بھال سرے سب ادھر ہی
سر سے لیکر تا بقدم سب ٹکڑے ٹکڑے پیکر ہی
قہر کیا ایسا کچھ اُن نے جسکے سبب وہ بیسر ہے
سو وہ خاک کے اوپر یون اب لے بالش بے بستر ہی
سو پر حیم اب نیزے کا وہ ہر گیسوئے معنبر ہے

جو چیز کام سے ہو ما سوا رہی نہ رہی
یہ خاک و خون بھی فرش ہی برائے حسین

اگر مرا ہے محاسن سبھی لہو سے لال
تو یہ دعا ہے کہ تو سرخ رو ہی روز قتال
جلال ہے کہ سمجھتا ہوں اسکا عین جمال
کسیطرح نہ نکلی اس سخن سے رائے حسین

مرے ہر ایک موالی کی آج صورت و سر
دھرے ہیں ظالموں نے کاٹ کے یہ نیزے پر
یہ وہ کہے کہ جو انصاف پر رکھے ہے نظر
ہے سربلند دو عالم میں آشنائے حسین

ہوئی جو شادی قاسم تو کچھ خیال نہیں
دلھن جو ہو گئی بیوہ تو کچھ ملال نہیں
بجز سکوت پر اس امر میں مجال نہیں
کہ حرف شکوہ شکایت زبان پہ لائے حسین

بنیام تیغ ہو گر عضو عضوا اکبر کا
ہر استخوان ہو قندیل تیر اصغر کا
گلے میں طوق پڑے عابدین کی من بھر کا
حقوق حق نہ کبھو دل سیتی بھلائے حسین

جو پھوٹ نکلی مرے تن سے ایک تیر کی بھال
تو خوش ہوا اُسے یون دل میں اپنے کرکے خیال
کرونگا اس ہی پہ میں شکر قادر متعال
زبان تازہ ہوئی خلق از برائے حسین

جو زخم تیغ کا اُس آن بیچ مجھ پہ لگا
کھلا وہ زخم بدن پر بشکل دست قضا
تو میں بھی کی بجناب خدا یہ استدعا
حلاوت اس کی نمک ہو اگر تو پائے حسین

غرض ملا ایسی ہی لذت اُٹھائی ہو کے شہید
یقین ہی جانیو روح الامین نہیں یہ بعید
نے جو داس اگر لوٹ کرکے تیغ یزید
بجائے سبزہ اُگے خاک سے قنائے حسین

مری طرف سے کر دجا کے جبرئیل یہ عرض
فرنج تیرے کا میں نے ادا کیا ہے قرض
ادائے دین پدر ہے پسر پہ کرنا فرض
دیت لی تب کی سر اپنے کو جب کٹائے حسین

کہا امام سے روح الامین نے اے سرور
جو عرض میں کروں ارشاد ہووے بار دگر
دیت اُنکے تئیں دیوے خالق اکبر
شہید تیغ ستم وہ جو ہے سوائے حسین

کہا امام سے روح الامین نے پھر اُس دم
دیت کے دینے میں اُنکے مجھے نہ شادی و غم
خدا کی راہ میں آکر قتیل تیغ ستم
اگر موئے تو موئے خویش و اقربائے حسین

نہ درد بیٹے کا مجکو نہ دکھ ہے بھائی کا
نہ فکر بیٹی کا دل میں نہ غم جدائی کا
پہ روم روم تصدق ہے کبریائی کا
حسین اُس پہ فدا ہے یہ سب فدائے حسین

سمجھے تو عین ہی راحت ہوا یہ رنج و تعب
دیت ہی دینے میں حق کے اگر خوشی ہی اب
پر اس عطا سے بھی منہ پھیرنا ہے سوء ادب
تو ہو یہ امر کہ امت کو بخشوائے حسینؑ

ظلم کی تیغ سے کربل کی زمین کے اوپر
سویا لوہو مین نہا آج حسین مظلوم

سیس میدان مین بیٹون کا پڑا ہے نیارا
اوسکا بھائی لب دریا پہ پڑا ہے مارا
ٹکڑے داماد کا دیکھو تو بدن ہے سارا
لے عزیزون کو گیا آج حسین مظلوم

راوی لکھتا ہے کہ جب چور ہوا وہ زمین پرا
امر پر خالق اکبر کے ہو راضی برضا
کہا گھوڑے سے کہ جا کہہ یہ سوئے زین عبا
کر گیا جان فدا آج حسین مظلوم

جسطرح سے ہو رضا حق کی تو راضی رہیو
گاہ تین حرف شکایت نہ زبان سے کہیو
گذرے جو سر پہ ترے رنج و محن سب سہیو
یون مجھے کہہ کے گیا آج حسین مظلوم

تابع مرضی حق میرے الم مین رہیو
اور دعا دوستون کو میرے وطن مین کہیو
جو بعدی ہو ترے سر پہ اسے تو سہیو
یہ سخن کہہ کے موا آج حسین مظلوم

جانا قسمت سے اگر ہووے مدینے کی تین
سب حبیبون کو کیا کشتۂ اعدائے دین
یار اور دوست سی کہیو تو مری پاس آئین
کہہ سلام اور دعا آج حسین مظلوم

پوچھے گر تجھ سے سکینہ کہ نہ بابا آیا
پھر یہ کہیو جو نہ بابا وہ ترا ابتلا تھا
کہیو مین منزل مقصد مین اسے پہونچا یا
رہن جا تھور رہا آج حسین مظلوم

کہیو زینب سے سکینہ کو کیا کیجو پیار
تم سوا اور کوئی اسکا نہین اب غمخوار
اسکے تم درپئے دلداری ہی رہیو ہر بار
اس سیتی دور پڑا آج حسین مظلوم

اس وصیت کے ہوا بعد جو مقتول وہ شاہ
یون زبان اپنی مین کہنے لگا وہ بھر کر آہ
پھر جبین لوہو سے لی گھوڑے نے خیمے کی راہ
گیا کٹوا کے گلا آج حسین مظلوم

ہو گیا دیکھ اسے محشر کا حرم مین آئین
رو رو کہتے ہین حرم اس سی باآواز حزین
کر نظر لوہو سے گھوڑے کی بھری ہوئی جبین
تین کہان جا کے کھو آج حسین مظلوم

بولی زینب کہ جبین پہ ہی ترے خون کسکا
بولا گھوڑا کہ نشان خاک مین دون اب کسکا
جلد کہدے تو مجھے اب یہ لوہو ہی کس کا
پشت سے میری گرا آج حسین مظلوم

حلق کے کٹنے مین اسکا جو ہوا خون روان
واسطے کہنے کو وصیت کے مین آیا ہون یہان
میری پیشانی پہ اسکے ہی لہو کا ہی نشان
ہی پڑا خون سے جا آج حسین مظلوم

سنکے گھوڑے سے وصیت کو حرم مین برپا
تاب آگے نہین سودا مجھے بولون سو کیا
ہو گیا روز قیامت کا سا اس دم غوغا
حیف یون جگ سے گیا آج حسین مظلوم

اسے تو دو دن ہکیس کر مارا گھر کو کیا ہی یون تاراج — نہ بیٹے کے سر پر چہرہ نہ بیٹی پر چادر ہے
برگ سے گل کے تلوے نازکتر ہین جنکے سو ہیہات — پاے برہنہ جاتا ہے ہر خار جنگل کا نشتر ہے
اُنکے سوا اک اور مصیبت ہے واسطے اُنکے کام تمام — دھوپ کی شدت سے ہر کنکر دے زمین پر اخگر ہے
نہین گذرتا اتنا ہرگز جی مین اہل شقاوت کے — قتل کیے سب ہمنے باقی ایک سبط پیمبر ہے
جاتی ہین جو خوار و نزار اونٹونکی پشت پہ بے محمل — کوئی وان اُنمین ہے اُسکی کوئی اُسکی خواہر ہے
جنھون کی جانب بایں ادب نہ کی ملک نے کبھو نگاہ — صورت و سر اِن لوگون کے نے مقنع نہ چادر ہے
شام لیے جاتے ہین اُنکو اس صورت سے ہای ستم — کوئی نہ اب مونس ہے اُنکا کوئی نہ اُنکا یاور ہے
پرسے پہلو جتنا شے پکارین تک ہمسای اہل عناد — نے تاثیر اُنکے نالے مین نے فریاد موثر ہے
کون ہے ایسا رحم کرے جو حالیہ اُنکے آج کے دن — کس سے کہین وہ درد کو اپنے دادرس انکا داور ہے
غرض جو کچھ گذرے ہے اُسپر تاب کسے ہے سننے کا — بس تو اب خاموش ہو **سودا** حالت صبر کی ابتر ہے
عقل فلاطون حیکر مین ہے کون اُس جور کا ہے موجد — جو ظلم اُسپر آج ہوا مقدور فلک سے باہر ہے
اشک کی جا گر خون کے قطرے ہر اک چشم سے گرتی ہین — خوب رُلایا سب کو تو نے اسکی جزاے اکبر ہے

مرثیہ

کیا ہوا ہاے خدا آج حسین مظلوم — تشنہ کربل مین موا آج حسین مظلوم
کشتۂ تیغ جفا آج حسین مظلوم — کس جگہ ہو گا پڑا آج حسین مظلوم

کہنے سے کوفیون کے کرب و بلا مین آکر — خویش فرزند و برادر یہ سبھی کٹوا کر
تیغ اور تیر کے زخم اپنے بدن پہ کھا کر — ذبح خنجر سے ہوا آج حسین مظلوم

مکر سے شامیون نے اُسکے تئین بلوایا — قول و فعل اُنکے سے وہ کرب و بلا مین آیا
آخر الامر سر اپنے کے تئین کٹوایا تو — کھا گیا اُن کی دغا آج حسین مظلوم

لڑنے میدان مین سپاہی جو کوئی جاتا ہے — یون بھی ہوتا ہے کہ لڑ بھڑ کے وہ پھر آتا ہے
ٹکڑے اسطرح کوئی آپ کو کرواتا ہے — ٹھور جون رہین رہا آج حسین مظلوم

لاڈ کی بات نبی جن کی سدا سہتا تھا — رات دن دوش مبارک ہی پہ جو رہتا تھا
جسکو آفاق حسین ابن علی کہتا تھا — اُسکو عالم نے کہا آج حسین مظلوم

وہ جگر فاطمہ کا اور علی کا دلبر — خاک پر دھوپ مین تن اُسکا پڑا ہے بے سر

نہ ساتھ ایسا رفیق کوئی سنبھالے اس ناتواں کو آکر / نہ ہاتھ اُسکے عصا ہی ایسا چلے وہ جسکے ذرا سہارے

سکینہ دختر جو تھی ہی سو لہو کی آنسو سی رو رو کر اب / سر اپنے بابا کا دیکھ نیزہ پہ بابا بابا ہی کہہ پکارے

سوا ای اُسکی ہی یہ مصیبت اب انپہ یارو سو کیا کہوں میں / ہنوز بہتی ہی خون کانوں سے جن کی چھینے ہیں گوشوارے

کہیں ہیں زینب سخن یہ ہر دم طرف نبی کی منہ کر اپنا / خبر ہماری لو یا محمد نہیں ہی تم بن کوئی ہمارے

سوا اٹھائے ہیں اب ایسا کہ جس سی کسی مصیبت اپنی / جو والی وارث تھی تن انہوں کی پڑے ہیں بن میں سر انکے نیزہ پہ

زمین کربل کی آل تیری کیواسطے اب ہوئی ہی مسلخ / کہ اس جگہ میں ہوئی ہیں تیغ ستم سی آکر ذبح سارے

ہی لخت دل انمیں کوئی تیرا کوئی ہی تیرے جگر کا ٹکڑا / یتیمی لوتھیں پڑیں ہیں بن میں نہیں ہی تیری سب میں عزیز پیارے

پڑی ہی کرکے ظالموں نے جیتا رکھا نہ چھوٹی تلک ہمارا / کسیکو ہوئیگی یہ شقاوت جو چھ مہینے کا طفل مارے

انہوں نے اُمت کہا کی تیری یہ ظلم ہمپر کیا ہی اتنا / یہ روز محشر میں منہ کو اپنے دکھاوینگے تجکو خاک ہمارے

غرض کہ زینب یہ باتیں کرتی تھی رو رو مقتل پہ شاہ کے بین / سرشک گرتا تھا یوں ہیں کہ فلک سے ٹوٹے ہیں جوں ستارے

بس آگے خاموش ہو تو سودا زیادہ اس سی نہیں ہی طاقت
کہیگا کبتک کہ اس بیان کو ہوئی ہیں بیہوش سننے ہارے

مرثیہ منفردہ

کیا نظر بھر بھر کے دیکھو ہو محرم کا ہلال / یہ مہینا وہ ہی یارو جس سی رو گرداں ہی سال

تیغ غم کھینچے ہی اُن نے جس سی منہ پہ خلق کے / پنجۂ مژگاں کی ہتوانسی رہی انسوانکی ڈھال

آب ہی آتش فشاں ایسا کہ ہی اس تیغ کا / زخم لیکر ہم دلوں پر زخم شعلہ کی مثال

دانۂ تسبیح خاک پاک ہے ہر دانہ اشک / قطرہ جو گرتا ہے آنکھوں سے بھرا از گرد ملال

موجب اس غم کا نہ پوچھو مجھسی ای یارو کہ میں / کیا کہوں تاثیر دور آسمان بدخصال

ہو تیونکی آب دے ظالم صدف کی کام میں / تشنہ لب مر جائیں زمیں ساقی کوثر کے لال

سننے والی اس سخن کی شرط الیما لسنی ہیں دور / پیکے آب سرد گر انکو نہ آوے انفعال

روز عاشورہ بھی کچھ کم روز محشر سے نہیں / دین کا خورشید دنیا سی گیا وقت زوال

گوش تک جبرئیل کے پہونچی نہ تھی جنکی صدا / آج رو رو یوں پکاریں ہیں وہ سر پہ خاک ڈال

یا رسول اللہ وہ گیسو کہ جوں آغشتہ ہیں / دیکھنا جنکا غبار آلودہ تھا تجھپہ وبال

شامیاں کہتی ہیں سر نیزہ پہ رکھ از راہ طنز / بار لایا شاخ بر باغ رسالت کا نہال

مرثیہ

چمن مین آئی ہے کیسی یہ رت مری نہین ہے کوئی نہارے
جو جیا ہے اک لحظہ جگ مین آدمی نہین ہے غل خوشدلی کو
مجال آنی نہین ہے کیون ہی نسیم گلشن مین ضعف غم سے
زمین سے نرگس کے نیند ایسی گئی الم سے کہ پھر نہ آئی
تمام سبزہ آج پاؤن تلے کھڑی ہوئی آہ بھر رہی ہین
یہ رنگ نالے کا ہے الم سے ہر ایک بلبل کا شاخ اوپر
کوئی یہ سوچ کر یاد سوسن کی نیلی کسوت کا کیا ہے سبب
فقط نہ لالے کی بھول ہی کچھ جگر یہ کھاتی ہین داغ غم سے
ملا کے مٹی مین جیسے پانی لحد کے بھرنیکو سانتے ہین
نہ آہ گلشن مین سرو ہی ہے جگر کو تنہا کرے ہی سوہن
بندھی ہے نرگس کی ٹکٹکی یون طرف ہزارے کی ہر چمن مین
صبا کھلاتی ہے جن گلونکو تو تو کے زخم نکلے وہ دہنے ہین
ادھر جو دیکھو تو صحن گلشن مین دھاڑ مار آبشار روین
نہین ہے بے وجہ کچھ یہ حالت خبر تو جلدی کہ آج کوئی
مجھے تو معلوم ہوئی ہے یون یہ شخص وہ ہے کہ جسکو جب تب
سنا کہ تن پر سولے شمشیر و تیر و نیزہ کے زخم ہین یہ
کنارے دریا کے یہ اظلم ہو رسا کی کوثر اوپر
جگر کا بیوند فاطمہ کا پڑا ہے یون آج حوض خون مین
پڑے ہین گرد اسکے ٹکڑے ٹکڑے جو خویش و فرزند خاک و خون مین
سر اسکا ان گیسوؤن سمیت باندھا ہے ظالمون نے سنانکی اوپر
سرونکو ساتھ اسکے سر کے نیزونپہ آگے رکھ لیچلے ہین ظالم
جو ایک فرزند تیغ کین سے عزیز و دین اسکے بچ رہا ہے
یہ حال اسکا ہے تشنگی سے بغیر پانی قدم قدم پر

ہوا کی چھاتی پہ بال ہر مرغ کھینچتا ہے الم کے آرے
فلک سے گویا غم و الم نے لیا ہے باغ جہان اجارے
پھڑک پھڑک کر چمن کے مالی سکھا سکھا کر سحاب مارے
کہانی کہہ کہہ کے طوطے ہارے تھکا ہے مینہ بھی کے جھنکارے
ٹپک کے اورنگ اپنی پگڑی برہنہ سر ہوگئی ہین سارے
کسی کی جسطرح نعش اوپر کھڑا ہو نوحہ کرے پکارے
سبب اس آشفتگی سنبل کا دیکھین اپنے کوئی بچارے
تمام ٹکڑے ہوا ہے اپنا الم سے لو چلین مین منہ ہزارے
چمن مین رو رو کے رات شبنم اسطرح سے کری ہے گارے
جو نعرہ قمری کا جا کے سنیے تو وہ بھی لگے ورق اتارے
کہ لوتھ جسطرح خون ناحق کی ہو کے حیران کوئی نہارے
جو اور غنچہ کہ ادھ کھلے ہین کٹے گلونکے ہین وہ انبارے
دھر کناری سے موج جو کے حباب ہر ایک پیٹ مارے
ہوا ہے پیاسا ستم کے خنجر سے ذبح دریا کے جا کنارے
رسول کہتے تھے گود لیکر ترے تصدق حسین پیارے
قیاس کیجے تو نہ فلک پر نہ ہوینگے اسقدر ستارے
کہ دھار جتنی حلق اسکی گئی نہ غیر از خنجر دودھارے
کہ اسکی رگ رگ سے چھٹ رہے ہین لہو کے تا قدم پھوارے
نہ گور انکو ہے نہ کفن اب نہ انکو تابوت نہ گہوارے
کہ جنکو دھو دھو کے شانہ کر کر مدام نت تھا نبی سنوارے
اسیر اونٹونپہ اسکے پیچھے ہین اہلبیت اسکے سب بچارے
کوئی ڈراتا ہے اسکو برچھی سے کوئی لے تازیانہ مارے
کہ ایک قطرے کے واسطے جو نبی ہین کو اپنے صدقے پیارے

لکھے ہی راوی جانسوزاب باین آئین
کہا بلاکے یہ سرگروہاے شام کے تئین
سوم کے روز شہ دین کے ابن سعد لعین
اٹھاؤ خیمے کہ یان سے مرا سفر ہی آج

اسیر ہین جو انھین لتف پیاس پانی دو
اب آب و نان سے اپنے انھین نہ باز رکھو
غذا جو چاہین تو آدھا ہی پیٹ تم دیجو
کہ فاقہ تنبیہ اا سجاہین ان اوپر ہے آج

کہا ہین اسلیے تم سے یہ تا نہ مرجا دین
جو پہونچین جیتے یہ انعام تو لتو ہم پا دین
ہم انکو جیتے تو پیش یزید پہونچا دین
جو یان مرین یہ تو قصہ ہی مختصر ہے آج

زیادہ اس سے لبشر بھوک پیاس سہتا نہین
تمھارے نفع کی پرین کہے مین رہتا نہین
کچھ انکی دوستی سے مین یہ بات کہتا نہین
سخن مرا تو یہ قابل بہ آب زر ہے آج

غرض کہ لیگئے پانی حرم مین ملعونان
لگے یہ کہنے انھون پانی تم پواؤ یہان
بڑے سے تھے غش ہوئے سب تشنگی سی خرد و کلان
کرم خلیفہ کے نائب کا تم اوپر ہے آج

یہ سنکے عابد بیمار نے دیا یہ جواب
ہمارے باپ کو جس آب سے کیا سیراب
کرم ہی یہ جو پلاؤ تم اب ہمین وہ آب
یہ آب ہمکو تو خونابہ جگر ہے آج

ہمارے باپ کے مرنیکو تیسرا ہے روز
ہمین جو پوچھو تو یہ آب ہی نپٹ جانسوز
بریدہ حلق سے جاری ہی اسکے خون ہنوز
ہمارے دل پہ ہر اک قطرہ جون شرر ہی آج

پھر آگے اسکی مفصل خبر نہین معلوم
غریب و بیکس و بیچارے وہ جو تھے مظلوم
ہوا کہ پانہ ہوا اسدن انکا تر حلقوم
کہین تھے پانی ہمین زہر سے تر ہے آج

ندان جتنے وہ مظلوم تھے کر انکو اسیر
سوار کر انھین اونٹونپہ لیچلے وہ بے پیر
جدا جدا کیا ہر ایک کے تئین زنجیر
چلو شتاب ہمین عزم بشتر ہے آج

جو گذری انپہ سعو بات وہ کہون سو کیا
تمام روز و شب ایسی ہی گذری تھی ایذا
کہ تھا سر انکے پہ تا باز گشت حشر بپا
بیان جسکا سبھون کی زبان پر ہے آج

سوم کا مرثیہ کیا خوب مین نے سودا کہا
ہوا لیون مین ترا نام تا بحشر رہا
دیا ہی خون جگر چشم سامعون سے بہا
سنا ہے جن نے لسے اسکا دیدہ تر ہے آج

مرثیہ دیگر

جب کہا ہو کر نبی نے زار امت کے لیے
بعد میرے کون ہے غمخوار امت کے لیے

اسپ دخلعت لینے کی امید پر پیش یزید
لیجلے ہین آج ہم اس باغ کا میوہ رسال

داد ولوا دی ہماری اب کہ نزدیک خدا
ناقۂ صالح سے تو بہتر کہین ہی تیری آل

ناقہ جو مرکب تھا صالح کا سو اُسکے واسطے
اُسکی امت پہ خدا کے امر سے آیا زوال

یہ تو اک بردش کا تیرے تھا جسکے سر کو آج
کاٹ نیزی پر رکھا اور تن لیا لوہو مین ڈال

اہل بیت اُسکے جو ہم باقی رہے سو اب ہین
لیجلے ہین شام کو زنجیر کر یہ بدسگال

لکھتے ہین اکثر کتب مین راویان معتبر
جس گھڑی وہ قافلہ وارد ہوا جاے قتال

جا پڑی نعش برادر پر جو زینب کی نگہ
منہ بقیہ کی طرف کر یون لگی کرنے مقال

یہ جگر گوشہ وہ تیرا ہے نہ لاتے تھے جسے
آسمان نیچے نظر لیجانے کا کر احتمال

تابش خورشید سے سوکھے ہی گرد وخاک مین
آج تک اُسکے نہین دفن وکفن کا کچھ خیال

خلد مین کیا فارغ البال اُسکی حالت سے ہی تو
آج زمین آکے دیکھ اُسکو کہ ہی اُسکا حال

عضو عضو اسکا جدا ایسا کیا ہے تیغ نے
یون درخت خشک کا کاٹے نہ کوئی ڈالڈال

کھینچ ڈالے تیر جلے اُسکی کس کو ہے خبر
ٹوٹ کر تن مین رہی ہی موے تن سی زیادہ بھال

آکے جنت سے شتاب اب کربلا کی دشت مین
ٹکڑے ٹکڑے یہ جسد رن مین جو ہی اُس کو سنبھال

اولاً تجہیز وتکفین آکے کر اس نعش کی
بعد اُسکے خانۂ زنجیر سے ہمکو نکال

جلد ہمکو بھی چھوڑا ان ظالمونکی قید سے
رات دن ہمپر اسیری مین صعوبت ہی کمال

بضعۂ منی پیمبر نے کہا تیرے تئین
یہ روایت رکھ جگر گوشہ ہون تیری پائمال

گفتگوے دختر زہرا سے کر ختم سخن
خون سے سودا ہوے تر اہل مجلس کے رومال

مرثیہ دیگر سوم

مین تم سے کیا کہون یارو یہ کیا سحر ہی آج
کہ زیر چرخ جسے دیکھو چشم تر ہے آج
ہر ایک سمت جہان مین یہی خبر ہے آج
سوم نبی کے جگر کا نگر نگر ہے آج

جو پھول باغ چمن مین آج سو مین اُسکی پھول
ہی نرگس آج پیالے کا ارنجی کے اصول
صلواۃ بھیجے ہی بوٹی بھی اُسپہ ہو کے ملول
چمن مین جو کوئی بلبل ہی نوحہ گر ہی آج

روے ہی سنگ سے سر مار آبشار چمن
جگر کے خون سے لبریز ہی کلی کا دہن
سواے نالہ نہین باغبان کے لب پہ سخن
ثمر نہال محمد کا خاک پر ہے آج

تجھسے خون حلقوم سے اکبر کے اے بھائی بہی
کچھ نہ آیا صد ہزار افسوس ان طفلوں کے بھی
گو دخالی شہر بانو کی بن اصغر کے رہی
جان کا خطرہ تجھے زنہار امت کیلیے

سوچ رہتا ہی یہی دلکو مرے ہر ایک آن
کر دیا اک پل مین اسکو تو نے ای خواہر کیہان
عابدین تنہا بچے گا کیونکہ زیر آسمان
بے برادر بے پدر بے یار امت کیلیے

جب کیا نانا نے بخشایش کا بندونکو سوال
نے تجھے بیٹی کا فکر آیا نہ بیٹے کا خیال
غیر تسلیم و رضا پائی نہ تو نے کچھ مجال
یان تلک تو ہو گیا ناچار امت کیلیے

چھن گیا قاتل تھے سمجھا تو شہادت فرض عین
ہو گیا راضی رضاے حق پہ ای میرے حسین
سر حوالے کر دیا ان ظالمون کو مثل دین
ایک ذرہ بھی نہ کی تکرار امت کیلیے

ہین سوار بختیان بی بی حجاز اہل حرم
تن ہی خاک و خون مین غلطان تجکو یہ بھایا ستم
پیش پیش ان سب کے سر جاتا ہی نیزے پر علم
پاے ابن حیدر کرار امت کیلیے

کاش مین بھی مرتی جسدم تو رہا میدان مین چھوڑ
سر برہنہ تو پڑا ہو خاک و خون کے بیچ اور
مجکو جیتا چرخ نے رکھا دکھانیکو یہ جور
سر ترا ہو نیزہ کی دستار امت کیلیے

حضرت زینب عرض کرتی تھین ڈان یہ گفتگو
چپ ہو سودا اب بھلا اس رمز کو سمجھے گا تو
ہر سخن ارض و سما سن سن کے روتا تھا لہو
کر گئے جو دین کے سردار امت کیلیے

کیون نہ آخر ہو پیمبر کے نواسے واہ واہ
جان تک اپنی گنوا پیدا کی آمرزش کی راہ
جو سخن منہ سے نکالا تھا کیا اسکا نباہ
ایسی بداعمال و بدکردار امت کیلیے

مرثیہ حضرت

عزیزو روضۃ الشہدا مین ہمنے جو لکھا دیکھا
مصیبت اولیا و انبیا کی سی نہ کیا دیکھا
پڑھا ہمنے بھی وہ احوال اور سب کو پڑھا دیکھا
ولے دیکھا نہ وہ جو ماجراے کربلا دیکھا

تعب آدم نے کیا کھینچی ہی حوا کی جدائی سے
پڑے کیڑے بدن تن مین کرم ایوب سے صبر آزمائی سے
عداوت بھائیون نے کی ہی کیا یوسف سے بھائی سے
بلا کے آرے سے تن ذکریا کا بھی دو تا دیکھا

الم فرقت سے حوا کے یہ آدم زار و گریان تھے
اور ایسا ہجر مین یوسف کے روتے پیر کنعان تھے
کہ آب چشم سے انکے سدا سیراب حیوان تھے
کہ انکی چشم مین نور نظر کن نے رہا دیکھا

سنا ہوگا جو کچھ فرعون نے موسی کے لایا تھا
بنا ہر دار پر عیسی کو امت نے چڑھایا تھا

تب نواسے کر اُٹھے اقرار امت کیلیے
سر بھی ہی حاضر جو ہو درکار امت کے لیے

ایک صاحب نے قبول اوس زہر کا پیالہ کیا
دوسرے نے بعد ازین شربت شہادت کا پیا
جن سے ٹکڑے سب جگر آناً فاناً کردیا
ظالمون پر باندھکر ترو ار امت کیلیے

کچھ نہ آیا غم اُسے اپنے جوان و پیر کا
کربلا مین آنکر طعمہ کیا شمشیر کا
کردیا سینہ سپر سب نے جفا کے تیر کا
سارے خویش و اقربا اکیا ر امت کیلیے

آپ چلے بھائی بھتیجے جب تہ تیغ و تبر
آج فرزند محمدؐ نے کیا ہے آپ پر
تب لگا یون کہنے اپنا رکھکے سر زیر خنجر
سب طرح کے ظلم کو ہموار امت کیلیے

یون روایت ہی کہ بعد از قتل شاہ کربلا
گھر کی تاراجی کو اپنی نور چشم مصطفا
خیمہ لٹتے دیکھکر پھر آہ عابد نے کہا
ظالمون کو کر گیا مختار امت کیلیے

اوڑھکر اُسوقت سر پر چادرین اہل حرم
اے فلک اس سے اگر وہ چند ہو تیرا ستم
خیمے سے باہر لگے آنے یہ کہتے دم بدم
اُس سے بھی ہمکو نہین انکار امت کیلیے

کیا کہون لیجانیکا اہل حرم کے مین اصول
پوچھے تھا جو راہ مین یہ کیا ہی فرزند رسول
یہ ادب سے دور ہی گر دیجے اُس قصے کو طول
یون کہے تھا عابد بیمار امت کیلیے

دیکھکر پانی کہے تھا رو کر یون زین العباد
لیکن اتنی تشنگی سے مین ہون خرم وہ ہی شاد
کیونکہ پیوین پیاس بابا کی مجھے آتی ہی یاد
جام کوثر کا ہوا تیار امت کیلیے

پیاسے مرنیکے فوائد پوچھو اُس مظلوم سے
قطرۂ خون جو گرا مائی یہ اُس حلقوم سے
حلق تر جسکا ہوا ہے آب تیغ شوم سے
خلد مین ہو گا گل و گلزار امت کیلیے

جب ہوا اس کاروانکا حرب گہ پر سے گزار
یون پڑا ہی خاک پر تیغ ستم سے بیشمار
دیکھکر نعش برادر بولین زینب آہ مار
اس تن نازک یہ کھا کر وار امت کیلیے

ہو اگر فرصت ھووین اشکو لنسے تیری تنکی خاک
کیا کرون پر بس نہین چلتا مرا ای جان پاک
سوزن مژگان سے مین اُسکا سیون ہر ایک چاک
یون رہا یان تجکے تو گھر بار امت کیلیے

ہائے بھائی تجھ بن اب پھرتی ہین سب ہم دربدر
کربلا کے آج میدان مین مع خویش و پسر
کون ہی ایسا کہ دیوے مصطفے کو یہ خبر
جو مرادین کا یہ سالار امت کیلیے

غرق یہ خونین بدن تیرا ہی ابن بوتراب
تجھ سوا تھی اس جفا سہنے کی کسکے دلکو تاب
یا شفق لیکر زمین پر گر پڑا ہے آفتاب
تو ہی سمجھا سہل یہ دشوار امت کیلیے

عجب شادی تھی جسمین خون دل شربت کا پیالہ تھا
بجاے پان دہان پھل کا کٹاری کے حوالا تھا
گلو مین اشک کی لڑیون نے سب کے ہار ڈالا تھا
بمقام پاندان کاٹے سر و تنکو وان دھرا دیکھا

کہون کیا آہ اے یاردو نشست سجا مین مجلس کی
جو کچھ صورت تھی دولہا کی مصیبت کیا کہون اسکی
جدا سر سے پڑی تھی خاک و خون مین لاش جس تسکی
کہ پا ادھر نظر آیا تو دست اودھر پڑا دیکھا

جنھون کی شادی یہ کچھ ہو تو انکے غم کو کیا کہیے
پھر انکے عشق مین مارین ہین دم سے دم کو کیا کہیے
جسین ہم سنکے ایسا کچھ تو یارو ہمکو کیا کہیے
کیا جو غور ہم اپنے تئین دور از وفا دیکھا

پیمبر کا جگر گوشہ برائے آب دو دن ترسے
شفاعت پھر طلب کیجیگا عقبے مین پیمبر سے
یہین ہم آب سرد اسجا رکھین امید کوثر سے
نہایت شرم دین سے ہم دل اپنی کو جدا دیکھا

سو مین فرزند انکے خاک و خون مین ہم نہالی پر
مسلمان پھر کہاتے ہین ہم اس بے انفعالی پر
حرم خاک سیہ پر بیٹھین اور ہم فرش قالی پر
مروت سے نہایت آپکو نا آشنا دیکھا

نہ ہو ناموس پیمبر کو زیر چرخ جب پردا
نہ جانین کیا جواب اس بات کا دینگے ہم فردا
بٹھا دین اپنے ہم ناموس کو پردے مین دا وردا
کہ ہم اس امر مین ہر ایک کو دور از حیا دیکھا

ملے انکو نہ نان خشک وہ بھوکو نسے دکھ پاوین
سے پھر صبح کا خطرہ جو بعد از شام ہم کھا دین
اور اپنے واسطے ہم اطعمہ اقسام پکوا دین
غرض اسطرح کے جلنے کو اپنے لے مراد دیکھا

محبو جسم تو وہ ہی ہے جو اس دکھ کو سُن رو دے
مسلمان وہ ہے عمر اپنی اسی غم بیچ جو کھو دے
جہا نمین دل اُسے کہتے ہین جسمین درد یہ ہو وے
نہ یہ دین اب ہمارا سا کہ کفر اس سے بھلا دیکھا

ترے اس نظم پر سودا خلائق آب بس رو دی
یہ دست آویز آمرزش کی ہے یا مرثیہ گوئی
سیاہی یکقلم نامہ سے عالم کے کئی دھوئی
کہ ہر اک بند پر جسکے در جنت کھلا دیکھا

مرثیہ دیگر

آج روتے ہین احمد مختار
آج اُن کے جگر کے ٹکڑون کو
ہاتھ ملتے ہین حیدر کرار
ظلم کی تیغ سے لیا ہے اُتار

راکب دوش کا محمدؐ کے
دھوتے جن گیسوؤن کو پیغمبر
آج نوک سنان پہ سر ہے سوار
سو وہ آلودہ ہین بگرد و غبار

آج فرزند ساقی کوثر
تشنہ دریا کے جا موے بکنار

ستم کی تیغ سے صالح کا ناقہ پی مین آیا تھا
تن یحیی سے ہر اک عضو عالم نے جدا دیکھا

نبی جو تھا رہا ہر آن مرضی الٰہی مین
صعوبت کھینچی کیا یونس نے جا کر بطن ماہی مین
پڑی طوفان کے باعث نوح کی کشتی تباہی مین
جو گذری ان پہ سو اہل جہان نے برملا دیکھا

خیال آتے ہین دلبر اپنے لاکھون رات اور دن مین
کہ سختی کے زمانے کا ورود آ کر ہوا کن مین
یہ سب کچھ دیکھتے پر ایک نے دیکھا نہ وہ ائنین
نبی کی آل سے جو اپنے سر پر نا روا دیکھا

تعجب اک طرح کا ہر ایک پہ عالم مین ہو گذرا
کوئی فرزند کی خاطر کوئی یان ان کو رو گذرا
نہین کہنے کے قابل مصطفیٰ کے گھر پہ جو گذرا
نہ کانون سے سنا نے آنکھون نے وہ ماجرا دیکھا

انھونمین کاہے کو گذری کسی کی یہ جفا سر پر
کہ ہر اک لوتھ پر بھائی کی جا اپنا کٹاوے سر
پسر کا تن نظر آیا پدر کو خاک و خون اندر
پدر کا سر پسر نے نوک نیزہ پر دھرا دیکھا

کسیکے سر پہ کاہیکو جہان مین یہ غضب ٹوٹا
بغیر از جی دیئے یان طفل شش ماہہ نہین چھوٹا
مرے پر وارثونکے کسنے یون ناموس کو لوٹا
کہ ہر اک بیوہ کے سر پہ نہ چادر نے ردا دیکھا

ہوا ایسا ستم کیونہین کسکی دختر و زن پر
کہ بعد از مرگ والی پہ غضب ٹوٹا اہل بیتون پر
جو بیٹی کا پڑا ہاتھ اس گھڑی مان کے دامن پر
تو مان نے ہاتھ بیٹی کا کسی کو کھینچتا دیکھا

بدن بیٹی کا مان کو بیٹی سے عریان نظر آیا
سر مادر بھی دختر کو برہنہ وان نظر آیا
بہن کو بھائی کا تن خاک پہ غلطان نظر آیا
بھتیجے نے پھوپھی کو اونٹ پر سر پیٹتا دیکھا

پھوپھی کو یون بھتیجے کیطرح گردون نے دکھلائی
گلے مین طوق تھا ہر پاؤن مین زنجیر پہنائی
چبھا تلوونمین کانٹا نوک پشت پا نکل آئی
ہر اک منزل مین یون اس ناتوانکو پیادہ پا دیکھا

سر داماد نیزے پر نظر مین ساس کے آیا
بہو نے ساس کو شوہر کے غم مین بیٹھتا پایا
الم مین سمدھی کے سمدھن نے سو خون جگر کھایا
گلے کو بھانجے کے اپنے خالا نے کٹا دیکھا

کہو تو تخت کی رات اسطرح سے کسکی آئی ہے
کہ رشتے کے باندھتے ہی سہرے کے گردن کٹائی ہے
کبھو دولھن نے مہندی خون سے دولھا کی لگائی ہے
کسی نے اسطرح کا بیاہ دنیا مین سنا دیکھا

نہ ہو جس بیاہ مین نوبت بغیر از سینہ کوبی کے
جو روشن مشعلین دیکھین تو وان جلنے سی ہر جی کے
کہ آرائش سے پوچھو کچھ کنول جلتے تھے دل ہی کے
کہون کیا جائے آتشبازی کی ان عالم نے کیا دیکھا

جو پوچھو پھلجھڑی سے کچھ تو ہر دم اشک ریزان تھے
اگر مہتاب سے کہیے تو سارے چشم حیران تھے
انارون کی جگہ دلکے شرارے وان نمایان تھے
ہوائی کے عوض وان نالۂ سر در ہوا دیکھا

تینڈی نون اسے جان دے ناہین کنول ڈھونڈھن جاؤن
جان دسا توجتھی گھبرا دتی کسنون بھیج منگاون

بیرا تینڈی حال دی ہن کھبر کب پائے
اُہتی جسینون بھیجے اُہتی پھیر نہ آئے

روس توجاندا توہن بیرا تجھ نون جاے مناوے
ہت پیرون مین پی کی تینڈی جاندی جون گھلاندے
کھبر توسانو جو کہندا ہی گل اس دی یہی روہاندے
ان گلان تین کھلک دے مینوباس لہو دی اندے

ہن مناون آوندی رس جالے جس تھاؤ
کیا جانے کت ہوئی دھب ہے اُت چھاؤ

ساڈی کول پھر اور وریون پھندی ہوجاے
کس گن چھاند گیا وہ مینو جس دے تون ماجاے
کنون وچ اس گل دے بوندی موت نہ سانو آے
اُس دکھیا نو کی سمجھاوان سمجھے کب سمجھاے

نندل او سنون بھایا کیکر ہن سمجھائے ہو
سائین جسدا مٹھ پھیر لکھ پھر ناد کہلاے

شہر مدینا جب تین چھدا اتی وہ گھڑی کلہندے
کاش لکھے نون تحوندی مین اتی جگہ سر سہندے
لوتھ تو تینڈی جنگل دی وچ یون تو ہی نرہندے
اصغر نون لے گود مین بانو ردرو ہن یون کہندے

کون ستم دی بیٹھ وچ جھسے پولرے ہو ہو
مٹھے نعغ نون ردندے پوکی تہ سی کھو

کیکر تینڈی لو وچ بیرا چین دلاندا کھوندے
تحفل کھیلونے چھد کر اپنی بیبیو کہہ روندے
ٹک ٹک اپنی کل مین مینڈی برجھی مسک اچھوندے
سوتی نون مین جرن جرن ہیکون تین تو ہیکل ندے

مینڈا وندے کی اکھی بن دے جون پنکھ
پھرک پھرک تھک جال وچ مٹھین پنکھ پنکھ

تینڈی کھاطر آج سکینہ پیٹ پیٹ سر روئے
بانو دے ہلاے بھائی ہکیل نیندر نہ سوئے
اکھو تو وہ دکھیا رو دو کیکر چیند نہ کھوئے
جسدا بابا دشت بلا وچ ذبح پیاسا ہوئے

ہک دکھ تینڈی مرن دا بھالے مینڈی نال
دوجے سادے میر پیا نیتر دا جنجال

تیر تھا جونیکا جیہا اصغر تینڈا اپیارا
اس نون بھی گود دی وچ تینڈی پیاسا تیرون مارا
اکبر وی کل کی آنکھوں مین اسدا سیس اتارا
کس کس نون ہن رودان شالا مارا کنبا سارا

آہ افسوس آج صید حرم	ہو گئے رہزن شامیون کے شکار
جن کی خاطر بنا ہے ارض و سما خاک و خون مین پڑا ہے میرا لال	دو جہان چشم مین ہے اُنکی تار کہین ہین فاطمہ پکار پکار
بدن نازنین پہ اس کے آج ہوئے وہ گیسو برچھی کے چھبا	لگے تیغ ستم کے وار پہ وار جن کو دھوتی تھی ہین سنوار سنوار
آج میدان کربلا کے بیچ ہاتھ سے باغیون کے اب ہیہات	گھر کا گھر اُن کا ہو گیا مسمار لٹ گیا دین کے باغ کا گلزار
آج بیکس ہین اہل بیت تمام رو رو کہتے ہین وہ بچارے اب	نہین کوئی انھون کا یاور و یار کیا ہوا آج دین کا سالار
جسکے مرنے سے ہم سبھی بیکس چلے جاتے ہین اشترون پہ سبھی	ہوئے سب طرح سے اور ناچار قید مین شامیون کے زار و نزار
جسکا خادم تھا جبرئیلؑ امین حیف صد حیف آج طوق گران	گھیرے جاتے ہین انکو یون کفار عابدین کے ہوا گلے کا ہار
اور وہ پا برہنہ جاتا ہے تشنہ اب کھینچنے کو صد افسوس	آج اُس دشت مین جو ہے پرخار ہاتھ مین دی ہے اشترون کی مہار
ہاے اس بیکسی و غربت مین طعن و تشنیع سے لعین ہردم	کون اُسکا ہے مونس و غمخوار کرتے جاتے ہین اُسکے دلکو فگار
باپ کے غم مین ہے وہ اتنا غرق دن اُسے چین ہے نہ شب آرام تاب اُسکے نہین ہے سننے کی	نہین رونے سوا اُسے سروکار یونہین گذرے ہے اُسکو لیل و نہار خون اُسکو لئے روتے ہین حضار

سودا اب تعزیے مین اُسکے تو
عمر طبعی تلک ہو ماتم دار

مرثیۂ مسدس حضرت امام در زبان پنجاب مع دوہرہ

کوکدی زینب پٹکیے سر لونادے جھنڈ کھپاون	تجھ جیسا اک پیر گوان کر کسنون مکھ دکھلاون

حاکم ہو جو منصف کوئی اُس دی نیڑے جاوان
لوہو بھرے جامے نوں تیندی کسنوں جائے دکھاوان
سبنوں جا دہن ہو تیندی کسنو کوک سناوان
لاب نہین کجھ آمین دسدا ایتھو لیج لگاوان

کسنوں ایسی کمونڈی نیاد جگن دے آس
جاے نہ جسدی لوتھ دی کوئی بہوسی پاس

جب دنیا وچ رہانہ کوئی داد دیون ہارا
تب کربل وچ بیراتینوں پیاسا تیروں مارا
لٹ لیا گھر بار اسادا مارکے کنبا سارا
داد جو مانگے کوو کسودے کسنوں یہی یارا

کردی پھران مین بھائیا ملی جو سانوں داد
لوتھ نون کاندھے ڈالکر نگر نگر فریاد

بہن تو سانوں چھڈی بھائی یہ تینوں کی ہویا ئو
جو تو سجھے چھاو بھرادا ماٹی اد پر سو یا
جاناتو سی یہ لال جو کیندا کاہی وچ ڈبو یا ئو
تن تیندا بے سیس پیا ہے سر نون کتول کھویا

بچھڑے ہون کبھی گھڑی رو رو تیندی کول
مان جائے سے بھائیا صدکے تیندے بول

چھاڈکے تینو کتول جانوان بیر امین گھ کھوئی
غم وچ تیندی جنم جنم ہن رو وانگی اور رووی
تنہائی نے تیندی برچھی ساوی جگر چبھوئی
نا ہین کیدا سیج ہے جگ وچ وقت بری واکوئی

ایسا کجھیر تفرکا پیا سرگ دے ہاتھ
سر تیندا تن چھانڈکے چلا ہے تیرے ساتھ

ہوتا تیندی قسمت وا جو وطن دی وچ یہ ہونا
خاصی وانہ کفن ملدا تو گاڑھا دھو تر جھونا
یان تو پیا اساون تیندی گور گدھی دادا نانا
مینو بھی ہن چھانڈ بھراوا پہلو تیندی سونا

سکھ وچ تیندی بھائیا لیتی تیندی رنگ
کیکر چھڈیے دکھ ہے جنم جنم واسنگ

موت کا تیندی بہن نے دیکھا جگ سے چلن نرلا
نے بھائی نوں کفن ملے نے بھاوج نوں ہندسالا
ایسا قہر کسی دے سر پر دیکھا کتنے ستالا
گور بنا تیندی بیٹھونگی کر جگدا منھ کالا

چھاڑ دی تیندی گور دی کر ونگی اپنے کیس
کہتی جاوان چھانڈ کر یہ ہیان پردیس

مطلب زینب یون آکھے کھی کٹ کٹ اپنا سینا
کہندی کھی مین تجھ بن ہوگا کیکر ساداجینا

دل نوں اپنے بھایا یارے ہیے وہ لوگ
ہک ہک ٹکڑے جو پانٹے جسم نہ گستی لوگ

مین مین بانو اصغر دی مین بول یہ بولا کری پ
گرم نہین کیوں چھاتی تیندی دوچ کیوں ہے سردی
کیوں انکھیں مین تیندی مندی مین مکھ پر کیوں آئی زردی
گندی اہ یہ رو رو کر اور ٹھنڈی سانسین بھردی

ہیو نوسا نوہلے گیا چنگا جیہا نال
تھوں وچ پل مارتے بلا کہا تین لال

جاندی مین جو کافر لینگے عہد نبی دا کینا
بچی تیندی پالدی سیکر مزدوری دا سینا
چھدنی دیندی کاہی تینو بیرا شہر مدینا
عمر دا با بی کٹ جاندا وان یون بھی سال مہینا

یہ تو قہر نہ دیکھ دی اس بن اے بیر
اکبر وی گل ہو جیہڑے حلق اصغر دی تیر

پاک وطن ڈلاکی سر کسے کربل وچ بکا یا
ہک ہک تنے اوپر اپنی جو بر دا پھل لایا
دریایاں بہتا تھا کیسر پانی نا دلوایا
ہر پیاری دا سیس اسانو برچھی یہ دکھلایا

سائی جندی بیٹھکر گندے تھے دکھ سکھ
سواری تین جلم دی کٹ گئے دے رکھ

موت سے مینو نال جو تیندی ہو جاندا منہ پھیرا
دب گیا پانی رنین جب پیا روندا ہیرا
سادا بھی یہ جگ جاندا ہرا عمر دا جھیرا
جلکے وطن نوں سونا دیکھو تیکر وسدا کھیرا

جگ دچ جو دم ہوش تھی انکھو یوں موت آئے
زینب یہ کچھ دیکھکر وطن نوں جیوندی جائے

لاڈلا اپنی اما دا تو ہیو دا اپنی پیارا
بنا ندی تو جگ اجیاری انکھیاں دا تھا مارا
نا نا تیندا دیکھ کے مکھ نوں جاندا تھا بلہارا
کس پاپی نے مار کے تینو جگ کیتا اندھیارا

چڑھ چھاتی یہ گل تیری کھنجر دیندا پھیر
کسی نہ پوچھا کی ہوا ایسا بیا اندھیر

میلا دیکھ کے رو رو ڈھونڈین جن نوں بی بی زہرا
پھل ٹہنی پر مرجھایا سا سرتن سے پردیسا
کتول مین جو فاطمہ اپنے من کا چین
سو مختول سے کیسو تیندی برچھی دی جھیا
مکھڑا تیندا اگل چھپیا سو رہے دھپ تین کملا
ہن دیکھین اس حال وچ اکھین ہائے حسین

موت کی نیند آئی ہے تجکو کیونکر تو اب آنکھیں کھولے
بیٹھے دیکھ بنری کی اپنی رہن یان کسطرح سے بولے
چھکے ہو جانے سے تیرے ہین مجھ دل مین لاکھ ملولے
چھاتی مین اس شوخ کے باعث غم کی آگن پڑ پڑ پھولے
قاسم کس سے روس کر رہا ہے بن مین سو
گھونگھٹ مین بنری تیری جی دیوے رو رو

روتے روتے یاد مین تیری اٹکگیا ہے بنری کا دم
ٹکڑے جگر کے گودی مین اب وا ہے اسکی چشم پر نم
اسکی صورت دیکھ لگی ہے میرے دلپر برچھی پیہم
جی میرا بھی تن سے میرے کاٹ کے لیجاوے اب یہ غم
بیٹا تو بے جان ہے یہ بہو کا حال
کیا اب جی کر مین کرون ہے زیست وبال

تیری بہن پوچھے ہے اس سے بھابھی میرا بیر کہان ہے
بتلاوے تو اسکو مجھے بھی معلوم اسکا اگر نشان ہے
وہ من مارے چپ ہے ایسی منھ مین نہین گویا کہ زبان ہے
بہت جو پوچھو تو گھبراکر پھر اسدم فریاد و فغان ہے
دل مین اپنے وہ غریب کر بیٹھی یہ غور
جس جا سے آنا نہو گیا ہے وہ اس ٹھور

کیسی کری وہ نول بیاہی دکھ سہتی ہے ہے ہے ہے ہے
لوہو کی ندی اسکے نین سے اب بہتی ہے ہے ہے ہے ہے
پیٹتی ہے سر اپنا ہر دم وہ رکھتی ہے ہے ہے ہے ہے
بیوہ ہو کر یاد مین تیری یون کہتی ہے ہے ہے ہے ہے
جو مین ایسا جانتی چھوڑ جاسے گا موہ
تو نہ بے مین بیاہ کر پل بچھوڑتی توہ

جرمی جلسکیتن کو بھی سنکر غم سے بھولا چکنا چوگا
ظلم ایسا جو گذرا بنری دنیا مین نئی ہوا نہو گا
قسمت مین تھا اس بنری کی ایسا نہ امر نہ جوگا
جو سنتا ہوگا رو رو یہی سخن وہ کہتا ہو گا
جس بنری کا بیاہ مین بنرا یون مر جاے
کیا گذرا اب ہوئیگا اسکے دلمین ہاے

غم کی شدت سے وہ بیٹھی سر اپنے کو نوچے ہے مو
اور پچھاڑین کھا کر دکھیا زخمی کری ہے ناخن سے رو
دو دست نہین ہے کوئی اسکا دیکھتی ہے دشمن ہین ہر سو
کون ہے اب جو راہ بتاوے تیرے غم کٹنے کی اسکو
روتی ہے بنری تری لے لے تیرا ناؤن
کہتی ہے تجکو نے چھوڑ کدھر کو جاؤن

جڑی نہ جانے کس ساعت مین پڑھی ڈاکی لگن کی پاٹی
پاؤن کے رکھتے اسیر تری اب جو قضا نے گردن کاٹی

لو ہو گرے وان مینڈا جس جا تیندا اگری پسینا سو تیندی ہین کول کروں گی چھدا شہر مدینا

کر نے دی آئے نہین ان گلاندی تاب
سن ہونداس سن اسے اہل حرم دا آب

گلان نے زینب دے سودا جین دلاند کھویا جن نے سنا یہ حال اس جگ مین لوہو دی انجھو دیا
ما بھی نون اعمال دی اپنی ملل ان نے دھویا امرزش دا تخم یہ تو نے خاطر سب دی بویا

رہیو تو نت دین وچ احمد دا کھول
دنیا مین سایہ تلے انکے پھل اور پھول

مرثیہ مسدس دو ہرہ بند

جاؤ بھے اے بنرے قاسم تیری گور مین سووے سیس کنا کر لا دے کے تو بن مین سکھ نیندون سووے
نول بیاہی تجھ بن دیکھے نول بیاہی جیکو کھووے جو تو صد ستان دکھاوے تو اب اسکو تسکین ہووے

لوگ تم کے سب تجھے یون کہتے ہین بات
چل بنرے مل بنری سے آج تحنت کی رات

لو ہو مین رنگ کر بیاہ کے کپڑے رنگ پہنا نوسا کہایا کس ساعت مین باندھا سہرا جن نے تیرا سر کٹوایا
مان تیری سر ٹک کے ہی ایسا جیورا مفت گنوایا جو ہر کر تو مجکو مرتا کیون یہ تیرے دل مین آیا

تجھسا بیٹا بیاہ کے دن سر کو جب کٹوائے
تجھسی دکھیا مان تیری کیون نہ پچھاڑین کھائے

تیری لگن کو دن اے بنرے موت مشاطہ ہو کر آئی جن نے کر بیوہ بنری کو ماتم مین تیری بھلائی
کٹوائی تن باندھے کے کنگنا ہاتھ کی اپنی آج کلائی کیونکر منہ اب اسکو دکھاؤن تیری بنری تجکی جائی

آرسی مصحف دیکھ کر ٹوٹی اس کی آس
رووے گی جب تک ہے سانس نہ کے پاس

کون ہے ایسا جو کوئی اب تن سے تیرا سیس لگاوے ورس ترا تیری بنی گو درن سے لیجا کر دکھلاوے
ڈولے ملے پیڑھی تن مین سہلو اسکے تجکو بٹھاوے کب تک دیکھون ہو کا یہ دکھ کاش مجھے بھی موت آوے

بینا نتھ یہ سنگار سب پل مین دیو [illegible] گنوائے
چادر اوڑھے ملگجی بیٹھی سیس نوائے

قاسم کس کے لئے سے آج رہا ہے روٹھ
سب کہتے ہین مر گیا مین جانون ہون جھوٹھ

کہتی ہی یون کبھی مین اُس سی ہوتا جو وان جانیوالا — دے مائی اُسکو جیتا ہو جیتا ہو تو اُسکو منا لا
غم سی ٹپاہی عجب طرح سے اس دکھیا کی دلکو پالا — بیٹھ کے جس جا گہ روتی ہی ہو ہو کا اُسجا نبرہی تہالا

کرتی ہے غم مین ترے روز و صبح و شام
بیٹے ہی وہ دم بدم سے لے تیرا نام

گہ رو رو کر سر پیٹے ہی گاہ کہی ہی یون گھبرا کر — تم مین سے جو کوئی اُسکی خبر نہین دیتا ہے لا کر
چھوڑ دو مجکو واسطے رب کے ڈھونڈون سکو مین ہی جا کربلا — مجھے دلین یہ باتین اُسکی برچھی سی لگتی ہین آ کر

کرتی ہے اسطرح سے رو رو کر یہ بین
خلقت مین ہے جو کوئی رہتا ہے بیچین

جو متنفس اس دکھیا کی شادی کا قصہ یہ سنے گا — غم کی آگ سے جی جیتے تک دل اسکا جون مرغ بھنیگا
وہم سی اپنے تخم خوشی رو رو کر بھر عمر چنے گا — اس دوہا کو ٹک یہ پڑھا وہ سیس اپنا ہر آن دھنے گا

یہی دعا یا رب مری مستجاب اب ہوئے
جبتک جیوے سامیان تب تک جیوے جو سے

سودا آل نبی نے نت اُٹھ دیکھا جور فلک سے — کب نظر آیا ظلم و ستم بن یسونکو کچھ اور فلک سے
دیکھی باری ہے مطلب اُنھون نی ساتھ اپنی بہر طور فلک سے — شادی مین بھی غم کی صورت اُنکو بندھی فی الفور فلک سے

شادی کا جن کے سنا تم نے یہ کچھ حال
غم کا اُنکے کیا کہون پوچھو مت احوال

مرثیہ مسدس

خامہ ام حرفے حکایت می کند — غم بدلہا کار آفت می کند
عالمے را ابر غارت می کند — گریہ بے حد و نہایت می کند

برق چشمک زن اشارت می کند
بشنو از نے یون حکایت می کند

شاہ دین نے جب مدینہ چھوڑ کر — کربلا کے عزم پہ باندھی کمر

کیا کہیے جو بیان کرے ہای منھ سے وہ ململکر ماتی
سن سنکر یہ باتین اسکی پھاتی میری چھاتی

کیون نہ ملون مین راند ہو ملکہ کی آج بھبھوت
جسکی بیاہی ساس جی موا تمھارا پوت

نتی نہین ہی مجھسے ہرگز یون کہہ کہہ مین بہت منایا
بیٹا بوجھ چچا کا تیرے پوت اپنے سے بیاہ رچایا
کیا جانے کیون اسکا قضا نے سہرے کی دن سیس کٹایا
اپنی جو قسمت مین لکھا تھا اس شادی مین سو مین پایا

باندھا کنگن تیرے سکھ کرنے کو ہاتھ
کیا مین جانے تھی بہو یون بچھڑیگا ساتھ

دشمن سی نہ بدی وہ کی مین چرخ نے کی جو مجھسے کوئی
دولھا کی ماں بیاہ مین خوش ہو ہو کر جھولی مین روتی
چاؤ مین شادی کی مین تیری راتون کو بھر نیند نہ سوئی
قسمت کا جو لکھا ہو پیارے بیٹا کب اسکو کوئی

بیاہ کی شب سارا کٹم سر پہ ڈالے دھول
دولھا کی چوتھی کے دن ستتے کے ہون پھول

ایسی کسو نے بھی دیکھی ہے کنبے کی نوشہ کی حالت
نالے ٹرے مین گرد برات تو ہوئی اپنا جای شربت
آرسی مصحف بھی ٹک دیکھین دی نہ فلک نے اتنی مہلت
دیکھی نہ ہے یہ دولھا دولھن وصل ہو روز قیامت

دولھا کی قسمت مین مرنا بیاہ کے روز
جیوے دولھن جب تلک دولھا کا ہو سوز

کوئی بھی ماں دیکھی ہے ایسی بیٹے کو جو بیاہنے جاوے
بدلا ہو کر گھر مین اپنے بیٹے کے تابوت کو لاوے
کھانا جو اس بیاہ مین چاہے خون جگر وہ اپنا کھاوے
پانی اتنا ہو نہ میسر حلق مین جو مرتے ٹک چوا دے

یہ شادی دیکھی نہین سکتے ہونگے لوگ
جس شادی کی رسم مین لوہو رس بھوگ

جور جو اس دولھا نے سہا ہے کون جفا یہ سہتا ہوگا
کس نوشہ کے آٹھ پہر یون تن سے لوہو بہتا ہوگا
آتش غم سے شادی مین اسکی دل عالم کا دہتا ہوگا
پوچھتا ہوگا جو نام اسکا سننے والا کہتا ہوگا

بیٹا تھا یہ حسن کا قاسم اس کا ناؤن ہے
بن مین جو بے سر پڑا چھوڑ مدینہ گاؤن

دولھن تیری کہتی ہے تجکو دولھا ہے یہ میرا کیسا
دولھا اور دولھن کا جگ مین دیکھا کسو نے سنجوگ ایسا
یا ور مجکو نہین وہ آتا حال اسکا سنتے ہین جیسا
میری طرف سے اس سے کہے یہ کون ہے میری پاس ایسا

اب ہم ہر اک بحالات عجیب
از جدائیہا شکایت می کنند

آل تیری اے ز سرتا پا کرم — میں لطف اپنے سمجھے ہے ستم
پر مجھے اس بات کا ہے سخت غم — جب جزا اس کام کی ہوگی رقم

راقم امت سے کہے کا دمبدم
بشنو از نے چون حکایت می کند

شاہ دین القصہ کرتا تھا کلام — چشم حاکم میں بھی یکسان صبح و شام
ڈالتے تھے خاک سر پر خاص و عام — اقتدی کہتے تھے رو رو کر تمام

آگے پیغمبر کے اے یارو امام
از جدائیہا شکایت می کنند

جب چلا رخصت ہو وہ عالی نسب — ہلون کے تھا بھر کے آہ سرد تب
دیکھیے پیارے دل محنت طلب — سر کٹے ہی دوست بن تا روز و شب

خامۂ تقدیر کیا کہتا ہے اب
بشنو از نے چون حکایت می کند

آخرش جس خانہ پایا قطرہ آب — ڈالی وان بستی مدینہ کر خراب
تشنگی سے جب ہوا سینہ کباب — تب کیا رو کر محمدؐ کو خطاب

سب طرح شاکر ہے بندہ بےحساب
از جدائیہا شکایت می کنند

آہ جس صورت سے ابن مصطفےٰ — کربلا کے بن میں با چندین جفا
ظالمون کے ہاتھ سے مارا پڑا — میں مفصل کیا کہون وہ ماجرا

دیکھ آگے خامہ اب کہتا ہے کیا
بشنو از نے چون حکایت می کند

ظالمون نے کر کے قتل بےسبب — شاہ دین کا سر کیا نیزے پہ جب
دیکھ مشغول تلاوت اُسکے لب — ہوئے اکثر تو حیران کر عجب
بول اٹھے بعضے لعین بےادب — از جدائیہا شکایت می کنند

تب کہا ہر دوست سے باچشم تر حق نے یون چاہا نہ تھا قصد سفر

سب سے یہ بندہ چلا شاکر مگر
از جدائیہا شکایت می کند

میرے جینے کی خبر جب تک سنو درگذر خط لکھنے سے مت کیجیو
بھول جانا تم نہ دور افتادون کو پر اٹھا کر جب قلم لکھنے لگو

بھر کے آہ سرد یک دیگر کہو
بشنو از نے چون حکایت می کند

جد کے جام قد یہ بولا پھر امام دل مین تھا زیر قدم ہون مین تمام
دھر نے چاہا نہ یان میرا قیام شکوہ ہر چند اس سے کرنا ہی حرام

پر یہ دل آزردہ اے خیر الانام
از جدائیہا شکایت می کند

اس سفر کا دکھ کرون مین کیا بیان ساتھ ہے عابد مرے وہ ناتوان
تن پہ جسکے مین رگ و پے کا نشان سر سے لے تا پا ہی اک خشک استخوان

بات کرتا ہے تو کہتا ہے کہان
بشنو از نے چون حکایت می کند

ضعف کے مارے اب اسکا یہ حال اٹھ پھر اسکو پڑا رہنا نڈھال
اس مصیبت کو مری کیجو خیال ساتھ لیجانا تو ہے اسکا وبال

رہنے کو کہتا ہون تو میرا وہ لال
از جدائیہا شکایت می کند

مین تو ہون سب طرح راضی بر رضا پر تاسف ہے تو اتنی بات کا
راقم تقدیر جب لکھنے لگا خامہ لیکر میری قسمت کا بدا

کیون نہ اُن نے مجھسے اتنا کہدیا
بشنو از نے چون حکایت می کند

غرض یہ کرتا ہے شبیر غریب گر مرض جلد اے حق کے حبیب
کربلا تا پہونچے یہ محنت نصیب صبر نے سر مین نہ خنجر مین شکیب

دل مین آخر صبر کو دے کر قرار　　پھر سدھارین ہو کے محمل پر سوار
خامہ ہی ختم سخن پر ابکی بار
بشنو از نے چون حکایت می کند

سودا تو خاموش ہو اب ایک تل　　کہ قلم کو اپنے کاغذ سے نہ مل
اشک سے تنہا نہین ہی خاک گل　　آب ہے اس حرف سی پتھر کی سل
حال ہی اب یہ کہ دل سے لخت دل
از جدائیہا شکایت می کند

مرثیہ حضرت قاسم مسدس ترکیب بند

کیا کہون شادی قاسم کا مین احوال رقم　　واسطے دیکھنے کے آرسی مصحف جس دم
بیاہ کی رات رکھا تخت پہ نوشہ نے قدم　　گائے تقدیر و قضا نے یہ بدھاوی باہم
قاسما مرگ جوانانہ مبارک باشد
جلوۂ شمع بہ پروانہ مبارک باشد

ہوئی ہی بزم جہان کو الم افزا یہ برات　　ڈوبے ہم لوہو مین آنکھین مین یہ رنگ کھینی رات
ای شہادت بصفا جلدی سی حل گھول نبات　　جام شربت سی بھر اور رکھ کی ایک ایک کے ہات
ساقی و شیشہ و پیمانہ مبارک باشد
بتو غلطیدن مستانہ مبارک باشد

لا کے لے النیان رن کی چمن سی پھلوار　　گوندھو نوشہ کیلیے آج گل زخم کے ہار
تار گھٹنے کا کرو سہرے کیے لوہو کی دھار　　گاؤ دروازے پہ تم باندھکے یہ بندھنوار
غم این خانہ بہ خانہ مبارک باشد
درد کاشانہ بکاشانہ مبارک باشد

ہی عجب جشن کہ جمین ہوئے اسباب سرور　　سینہ ہر ایک کھڑا کوٹی ہی دف کے دستور
غم بجاتا ہی یہ ناخن زن دل ہو طنبور　　اجل آ رقص مین گاتی ہی یہ نوشہ کے حضور
غم جان تو بجانانہ مبارک باشد
چہ بخویش و چہ بہ بیگانہ مبارک باشد

لے گئے سر کو تو دین کے راہزن — تلملا کر رہ گیا لوہو مین تن
دور از تابوت و محروم از کفن — شب کو تھا جس ماجرا مین وہ بدن

خامہ یون کرتا ہے تفصیل سخن
بشنو از نے چون حکایت می کند

نصف شب گذری کہ از سوئے فلک — وارد اک محمل ہوا وان یک بیک
صاحب محمل نے سر اپنا پٹک — بولی اے فرزند سینے سے تنک

اٹھ کے لگ میرے کہ یہ دل آج تک
از جدائیہا شکایت می کند

کہ تو اب اے سبط ختم المرسلین — کیا ہوا تجھ سے گناہ اہل کین
ذبح ناحق کیون کیا تیرے تئین — سر تو اس مظلوم تن پر تھا نہین

نزحرا بولا باواز حزین
بشنو از نے چون حکایت می کند

اے کہ سرتاپا ہین تجھ پر جون سپند — غم نہ کر اس امر مین دل کے پسند
سر ہوا نزدیک حق میرا بلند — شکوہ تجھ دل ہی کو ہے اے دردمند

مجھ سے جو پوچھے تو میرا بند بند
از جدائیہا شکایت می کند

سر مرا نیزہ پہ تن بر روئے خاک — اقربا تیغ ستم سے سب ہلاک
عابدین زنجیر مین معصوم پاک — عترت اطہر اسیر اندوہ ناک

بولے گی آگے قلم ہو سینہ چاک
بشنو از نے چون حکایت می کند

تیغ گردن پر مری جس دم چلی — سر کے کٹنے تک نہ جاگہ سے ہلی
مین یہ سمجھا ہے رضائے حق بھلی — سانس بھی اسواسطے ذرہ نہ لی

تاکہے کوئی نہ یہ ابن علی
از جدائیہا شکایت می کند

فاطمہ یہ سنکے ہو بے اختیار — روئین اس تن کے گلے لگ زار زار

ہے یہی موجب آمرزش نوع آدم — سودا اب مرثیہ تونے جو کہا ہے غم

بدل عاقل و دیوانہ مبارک باشد
چہ بشہر و چہ بویرانہ مبارک باشد

مرثیہ مسدس ترکیب بند

کس سے لے چرخ کہون جاکے تری بیدادی — ہاتھ سے کون نہین آج ترے فریادی
جو ہے دنیا مین سو کہتا ہے مجھے ایذا دی — یہان تئین پہونچی ہے ملعون تری جلادی

کوئی فرزند علی پر یہ ستم کرتا ہے
کیون مکافات سے اسکے تو نہین ڈرتا ہے

وہ علی ابن ابوطالب و داماد رسول — وہ علی جس سے کہ بیاہی تھی محمد نے بتول
وہ علی جس کا سخن ہووےگا محشر مین قبول — اسکے فرزند تری تیغ سے ہووین مقتول

آدمی ہی نہین تنہا ترے ہاتھون غمناک
جن اور حور و ملک ڈالتے ہین سر پہ خاک

یہ وہ فرزند علی تھا کہ جسے صبح و شام — آکے روح الامین کرتا تھا مدینے مین سلام
اور کہتے تھے سبھی خرد و کلان مل کے تمام — جن و انسان ملک و حور کا بیشک ہے امام

اسکو کربل مین کیا ذبح پیاسا ہیہات
کیا دکھاویگا محمدؐ کو تو اب رو بد ذات

خویش و فرزند عزیز اسکے تھے جتنے پیارے — جوشنہ و تیغ سے تین ظالمون کے سب مارے
اہل بیت اوسکے جو باقی ہین سو ہین آوارے — قید مین کوفیون کی جاتے ہین وہ بیچارے

نہ انھین چین ہے دن کو نہ انھین رات آرام
اس مصیبت مین چلے جاتے ہین کربل سے شام

لیے جاتے ہین وہ جس راہ سے ہے خارستان — نہین تالاب کوئین کا کسی منزل مین نشان
پابرہنہ چلے وان زین عبا تشنہ دہان — سر کھلے اور وہ اشخاص بہ پشت شتران

جنکے محمل کیطرف دیکھ نہ سکتا تھا فلک
مہر و مہ کی نہ پڑی جن پہ نظر آج تلک

کپڑے ہونتے جو پہننے کیلیے بیاہ کی رات
کیا گھڑی تھی وہ کہ نوشہ کی ہوئی قطع حیات
یون بدا تھا کہ سیے جائین کفن دوز کی ہات
شہ نے پہنے تو کہا موت نے کر تسلیمات

بعوض خلعت شاہانہ مبارک باشد
جامہ پر خون شہیدانہ مبارک باشد

ریت اور سیم مین دی جان بنے نے تسیر
دیکھنا اسکو بہو کا نہ ملا بھر کے نظر
تیگ مین جا کے دھنگا نیکے دیا اپنا سر
لینے والون نے کہا خرم و شادان ہو کر

بتو این ہمت مردانہ مبارک باشد
بکفت جود کریمانہ مبارک باشد

پاس دو طمن کے بٹھایا تھا اسے لاکے جہان
دیکھکر خصلت دوران نی یہ ترین وہ مکان
یون لگی کہنے کہ اٹھ جلد ہو تو بیٹھ نہ یان
عیش دائم کے لیے تیری جگہ و نمین نشان

حجلہ ات گور عزیبانہ مبارک باشد
تا قیامت بتو آن خانہ مبارک باشد

تیری تو بات کا ای لاڈلے کھیلین چننا
دیکھ دیکھ اور بنی کے تئین سر کا دھننا
دمبدم غم کے انگارونپہ جگر کا بھننا
لیتیہ ہر ایک کہ دمہ سے یہ سہلے سنا

بدلت حسرت جانانہ مبارک باشد
آشنائے زتو بیگانہ مبارک باشد

چاہنا کھانیکا اس بیاہ مین ہی نادانی
اجز کباب بدل مہمان نہین یان یہ پانی
چلو پھر مانگے ہی نوشہ جو کسی سے پانی
کہتی ہی بیاہ کے یون سامنے آ مہمانی

تا د نوش غم جانانت مبارک باشد
بتو این خوردن شکرانہ مبارک باشد

آخر کار کہون کیا مین زمانیکے کھوٹ
دیکھ اس چہرہ کو جو بدسہرہ رکھتا تھا ہوڑ
جس گھڑی ہجر ابد غور کیا سہرا توڑ
اٹھ چلا کہکے بنی سی دل صد چاک کو چھوڑ

بہر زلف تو ہمین شانہ مبارک باشد
زینت و زیب عروسانہ مبارک باشد

یہ وہ شادی ہی کہ محشر تئین جس کا ماتم
نیچے اس ایک نیلی کی کرے گا عالم

مزد تو دے ہین کس چیز کا ہی یان توڑا کسی کو بخش تو گھوڑا کسی کو دے جوڑا
اسّی ہی واسطے کرتا ہے سپاہی محنت
تا کہ محنت کے عوض دے اُسے آقا راحت

سُنتے ہی اُسکے یزید اُس سے یہ کہنے لاگا کیا حسین ابن علی کا کوئی ایسا بچا
جسکو پھر مجھسے خلافت کا نہووے دعوا ایک ملعون نے اُنہین سے یہ سنکر کے کہا
ایک بیمار سا لڑکا ہے کوئی عابد نام
طوق و زنجیر مین رہتا ہی وہ اب صبح و شام

سو وہ اس حال سی البتہ نہین بچنے کا کہان مقدور ہے اب اُسکو دوا پینے کا
جینے دیتا ہے کوئی داغ اُسے سینے کا کیا ہے وسواس تجھے ایسے کے اب جینے کا
وہ بھی حاضر ہی حق اُسکے مین چلے سو کر
جس طرح جانے ہین مزدین دے خلعت زر

سُن اُسے عابد بیمار کو باخیل حرم رو برو اپنے طلب کرنے لگا وہ ظالم
کیا کہون جیسی مصیبت سی وہ آئے اسدم تاب عابد کو نہ اُس آن تھی رکھنے کی قدم
سر سے لے پاؤن تلک ضعف سی وہ لرزان تھا
دیکھ نیرنگی گردون کے تئین حیران تھا

اُس لعین نے یہ کیا دیکھ کے عابد کو خطاب کیون ترا باپ لڑا گر نہ تھی لڑنیکی تاب
رو بیعت سی مری گھر کو کیا اپنے خراب آپ تو جی سی گیا تجھ پہ یہ ڈالا ہے عذاب
ہے گلے طوق ترے پاؤن مین تیرے زنجیر
دیکھتے ہین تجھے اس حال سی برنا و پیر

سُنتے ہی اسکو وہ سرور یہ زبان پر لایا کیا ہوا گردش دوران سے جو مین دکھ پایا
جو کیا باپ نے میرے وہ خدا کو بھایا مفت اپنا تو جہنم مین مکان بنوایا
راہ مین حق کے مرے باپ نے باندھی تھی کمر
گو کہ کاٹا گیا اس راہ مین اب اسکا سر

اُس سخن سے جو ہوا آشفتہ وہ بیداد قتل عابد پہ کیا امر بلا کر جلاد
دیکھ اس حال کو زینب لگی کرنے فریاد اے یزید اتنا نہ کر ہم پہ تو آگے بیداد

اسطرح جاتے ہین گردا نکے چلے وہ کفار | کسیکے ہاتھ مین ہی دف کسی کے ہاتھ ستار
مست و سرشار ہر اک کیف مین کھینچے تلوار | عابدین کے تئین جاتے تھے ڈراتے ہر بار

کیا کرے ہائے وہ اُسکا کوئی غمخوار نہین
اب سوار و نیکے کچھ اسکو سروکار نہین

لیے جاتی ہی جو اُسکو سپہ ظلم کی صف | کوئی اُنمین نہین ایسا جو کرے انکی طرف
بیٹھ کر منھ کو یہ کہتا ہے کہ یا شاہ نجف | سر بنا ہاے مرے باپ کا نیزے پہ ہدف

گھوڑے دوڑا کے اُنکی مارتے جاتے ہین تیر
جو کماندار تھے اُس فوج ستم مین بے پیر

ایک تو آتش غم سے جگر اُسکا ہے کباب | دوسرے شدت گرما سے ہی بیتاب
اور مانگے ہے کسی سے وہ اگر قطرۂ آب | عوض آب وہ دیتا ہے درشتی سے جواب

جو جگر ساقی کوثر کا ہو سبحان اللہ
پیاس کے غلبے سی اُس شخص کا ہو حال تباہ

غرض اسطرح کی ایذا اُن سی عابد کی تئین | لے گئے شام تلک ساتھ حرم کے وہ لعین
داخل کفر ہوئے چھوڑ محمدؐ کا دین | آخرکار لعینون نے بطشت زرین

لے گئے رکھکے بشاشت سی سر شاہ شہید
جس جگہ بیٹھا تھا دیوان کئے ملعون یزید

رجز پڑھتے ہوئے آئے وہ لعین لے کر سر | اسپ مانگے تھا کوئی اُن مین کوئی خلعت زر
شمر ملعون عمر سعد پھر آگے آکر | عرض کرنے لگے یون سامنے اُس طشت کو دھر

لائے ہین آج سر اُسکا ترے فرمانے سے
جس کا رتبہ ہے بڑا عرش کے بھی پائے سے

یہ وہ سر ہے جو رہا دوش محمدؐ پہ مدام | لائے کربل سے جسے رکھ کے سنان پر تاشام
اہل بیت اُسکے یہ زنجیر مین حاضر ہین تمام | دے شتابی ہمین جو تجکو ہی دینا انعام

کام ہم نے یہ خلافت کے لیے تیرا کیا
کہ سبب جسکے سے دین اپنے کو برباد دیا

مستقل تاکہ ہو تو دین سی ہم منھ موڑا | ایک کو آل محمدؐ سے نہ جیتا چھوڑا

کہ تیرے بعد نہ ہم کھینچتے یہ رسوائی ہے
خدا ہی جانے کہ کس کس کے ہاتھ ہونگے اسیر

تب اُس گھڑی یہ کہا رو کے شاہ نے جون ابر
کچھ اور چارہ نہ تم ڈھونڈھیو بغیر از صبر
کہ میرے بعد ہو کیسا ہی تم پہ جور و جبر
تمھارے حق مین یونہین چاہیے ہے اب تدبیر

منگا کے پھر رکھا عمامۂ رسول بسر
امیر حمزہ کی پشت اپنی سے لگا کے سپر
زرہ پہن کے حمائل کی ذوالفقار اُس پر
چلے جو حرب کا کر قصد حضرت شبیر

کہ شور آہ و فغان خیمے سے اُٹھا ناگاہ
ابھی تو مت کرو اتنی فغان و وا ویلاہ
وہ شور سنکے لگے کہنے یون حرم سے شاہ
سبب یہ کیا ہی کہ روتے ہین ملکے جمع کثیر

کہا کہ دودھ بن اب جان بلب ہے اصغر کا
اور آگے کیا کہون احوال اُس کی مادر کا
ہوا ہے خشک گلو طفل ناز پرور کا
کہ قطرہ بھر نہین پستان مین تشنگی سے شیر

منگا کے مان سے تب اُس شیر خوار کو تہ دین
گئے ادھر کو بچشم تر و دل غمگین ہے
لے اپنی گود مین آئے وردن خانہ زین
کھڑے تھے دشت مین جیدھر کو وہ گروہ شریر

کہا یہ اُنسے کہ اے قوم ٹک خدا سے ڈرو
تم اپنی لحد کو آتش سے اسقدر نہ بھرو
ہلاک آل نبی کو نہ تشنگی سے کرو
برائے تشنہ لبان آب دو قلیل و کثیر

بھلا جو نزد تمھارے گناہگار ہین اور ہم
روا نہین کسی مذہب مین اسپہ کرنا جور
تو خوب تشنگی اس طفل پر کرو تم غور
مرے ہے پیاس کا مارا عبث یہ بی تقصیر

سن اس سخن کے تئین شاہ سے دیا یہ جواب
نہ ایک قطرے سے تجکو کبھو کرین سیراب
ہمارے قبضہ مین ہووے اگر جہان کا آب
کرے نہ جب تئین بیعت حضور جم غفیر

پھر آگے کیا کہون یارو عداوت عدوان
جدھر کھڑے تھے لیے طفل کو شہ دوجہان
کہ ایک لعین سے نامرد نے پکڑ کے کمان
ملا کے فاق سے سو فار اُدھر کو پھینکا تیر

وہ تیر آہ قضا را بحلق آن معصوم ہو
تب اُسکو کھینچ کے شہ نے ز بازو و حلقوم
یون آلگا کہ چھدا بازوے شہ مظلوم
گئے بسوے حرم لے کے نعش طفل صغیر

حوالے کر اُسے مادر کو اُسکی فرمایا
تو شکر کر کہ خدا کو بہت یہ خوش آیا
مین اُسکی پیاس تو کوثر سے جا بجھا آیا
رہی رضا یہ رضامند زوجۂ شبیر

یہ سنکے مادر اصغر تو ہو رہی خاموش
کوئی تو خاک بسر تھا کوئی پڑا بیہوش
پڑا قربا سے گیا تا فلک فغان و خروش
بچشم اہل حرم روز ہو گیا شب قیر

رحم کر حال ہمارے پہ یہ بیکس ہے یتیم
روز محشر سے تو ڈر اور خدا کا کر بیم

جانتا ہے یہ ترے سامنے ہے سر کس کا
گیسو ہوتے نہ کبھو بال جگہ سے کس کا
بوسہ لیتے تھے ہر اک آن محمدؐ کس کا
ظلم کی تیغ سے ٹکڑے کیا ہین تن کس کا

قتل پر ایسون کے رہتا ہے تو اتنا سرگرم
لاج کچھ بھی ہے تجھے حق سے محمدؐ سے شرم

راوی کہتا ہے غرض جب یہ کہا زینب نے
رو دیا نہ چرخ پہ خون دیدۂ ہر کوکب نے
ایسی تاثیر کی ان باتون کے کچھ مطلب نے
اُس ستمگر سے شفاعت کی کھڑے ہو سب نے

ہو کے ناچار وہ اس خون سے تو در گذرا
دغدغہ جینے کا عابد کے دلے اس کو رہا

سودا اب چشم محبان کو ہے یہ نظم چلا
تجکو جنت مین ہر اک بیت پہ گھر دینگے ولا
پاویگا اسکا محمدؐ سے تو محشر مین صلا
سُننے سے جسکے یہ اشک آنکھو نسے آتا ہی چلا

سُنکے اس مرثیے کو بزم مین جو رووے گا
آب چشم اُسکا گناہونکو ترے دھووے گا

مرثیۂ دیگر

کرے ہے خامۂ غم یون روایت اب تحریر
شہید کر چکی جب سب کو ظلم کی شمشیر
کہ سُنکے خاک بسر ہون جسے جوان و پیر
رہا نہ اصغر و عابد سوا صغیر و کبیر

یہ حال دیکھ شہ دین نے آہ بھر کر تب
کوئی نہین ہے کہ بیمار عابدین کی اب
کیا خطاب ز اہل حرم سوے زینب
کرے وہ حلق مین پانی چوانے کی تدبیر

نہین رہا کوئی باقی کہ وہ کرے یاری
سلاح دو کہ اب اپنی کرون مین تیاری
سبھونکو مار قضا لائی ہے مری باری
مجھے نظر نہین آتا بغیر اس کے گزیر

مین جا کے رہین شہادت کا اب پیون ہون جام
تمھین مین سونپ چلا ہون یتیم اپنے تمام
سکینہ پر مری شفقت تم اپنی رکھیو مدام
نہ ہووے یون کہ مرے بعد یہ رہین دلگیر

دیا جواب یہ زینب نے رو کے اے بھائی
ہمین بھی آج کے دن ہائے کیون نہ موت آئی

جسدم اُتاری پانون سے زینب کی پائزیب
گذری جو فاطمہ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

چھوڑی نہ سر پہ ایک کے اُن اشقیون نے روا
پر کانون سے سکینہ کے جب دُر لیے چھنا
دامن نہ تھا کسو کے جو تن پہ رہے قبا
گذری جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

زنجیر کر کے جب اہل حرم کو اسیر دار
اور دی اُنھون نے عابد بیمار کو مہار
اونٹون پہ لے حجاز دعماری کیا سوار
گذری جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

جاتا تھا وہ غریب چلا خاک منہ ملے
جسوقت عابدین کو اس طرح لے چلے
زنجیر اُسکے پانون مین اور طوق تھا گلے
گذری جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

تھا اُسپہ رحم تک نہ کسی روسیاہ مین
جب پانون بیچ اُسکے لگا خار راہ مین
منزل تمام کٹتی اسے اشک آہ مین
گذری جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

ازبسکہ ناتوانی سے کانپے تھا اُسکا تن
چلنے کا جب کسو نے کہا سخت اُسے سخن
چلنا تھا اُسکو راہ کا ہر یک قدم کٹھن
گذری جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

جسوقت تشنگی سے ہوئی خشک اُسکی لب
اور کوزہ دیکے ہاتھ لیا چھین اُس سے جب
مانگا جوان نے پینے کو پانی کسو سے جب
گذری جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

اس محنت و صعوبت و سختی سے وہ لعین
جب بول اٹھا وہ قتل کرو اُسکے بھی تئین
زین العبا کو لیکے گئے پیش عدوے دین
گذری جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

حور و ملک یہ سنکے لگے رونے شکل میغ
پر جس گھڑی بٹھانے لگا اُسکو زیر تیغ
نکلی صدا یہ سنگ کی بھی منہ سے وادریغ
گذری جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

جسدم سر حسینؑ کو مجلس مین وہ پلید
اور چھیڑنے جب اُسکو لگا لیکے چوب بید
لائے تو دیکھکر متبسم ہوا یزید
گذری جو فاطمہؓ پہ اُسکے ہم سے پوچھیے

یہ حال دیکھ زینب و کلثوم نے فغان
جو کچھ کہو درست ہی پر سنکے وہ فغان
جسوقت کی تو کانپے زمین اور آسمان
گذری جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

اے مہربان خبر نہین مجکو بھی من وعن
دعوا مرا غلط ہی جو کہتا ہون یہ سخن
بیتی جو فاطمہؓ پہ ہے آگاہ ذوالمنن
گذری جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

کہا سکینہ نے اُس لاش کو لگا کے گلے
نہ ماں کی گود میں شہ شاہ سے زیادہ پلے
بہت شتاب تم اے بھائی ہمکو چھوڑ چلے
تمھیں نہ دیکھ سکا ہائے یہ فلک بے پیر

بیان یہ کرتی تھی رو رو سکینہ با دل زار
جگر ہر ایک کا مجروح اور سینہ فگار
سنے تھا جو کوئی اُسکی بھی چشم تھی خونبار
کرے تھی دمبدم اُسکی زبان کی تقریر

زیادہ اس سے نہ کر اب تو سودا طول کلام
جزا ہر دو جہان اس کی تجکو دینگے امام
درود بھیج شہیدوں پہ کر سخن کو تمام
سخن تو ترا رلاتا ہے شکل ابر مطیر

مرثیۂ دیگر

کہتا ہے غم ہمیں نہ کسی دم سے پوچھیے
گر پوچھنا ہے تو کسی محرم سے پوچھیے
یہ بات وہ نہیں جسے عالم سے پوچھیے
گذری جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

نوع بشر میں ہے بشریت کا یوں اصول
بر لے گئے جہاں سے تشریف جب رسول
جو دل ہے سو عزیز کے جانیسے ہو ملول
گذری جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

آدم کے جب فراق نے حوا کو رو دیا
پر جب علیؑ سے فاطمہؓ ہونے لگی جدا
اُسکے بھی دلکو گرچہ نہایت الم ہوا
گذری جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

روح الامین نے جب بدر سید الانام
گریاں سب اہل بیت تھی پڑھکے یہ کلام
آ کر دیا شہادت حسنین کا پیام
گذری جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

دنیا سے کھا کے زہر چلے جس گھڑی حسن
مُنھ سے جگر کے ٹکڑے جب آئے سوئے لگن
حور و ملک نے چاک کیے اپنے پیرہن
گذری جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

ماں پیٹتی ہے بیٹے کے مرنے پہ کر کے بین
پر کاٹ کر سناں پہ رکھا جب سر حسین
یہ بھی عجب نہیں ہے لہو روئیں اُسکی نین
گذری جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

کر ذبح اس غریب کو جس دم وہ رو سیاہ
دنیا تو جن و انس پہ تاریک تھی پر آہ
غارت کیواسطے جو چلے سوئے خیمہ گاہ
گذری جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

غارت پہ خیمے بیچ کیا دست جب دراز
ہر چند اس مقام میں جو کہیے سچ ہے باز
نزدیک تھا کہ عرش تلک غم سے ہو گداز
گذری جو فاطمہؓ پہ اُسے ہم سے پوچھیے

اہل حرم پہ واسطے دہشت کی کر نہیب
ڈھونڈھتے تھے وہ کسو کا گریباں کوئی جیب

گرم یہ دھوپ کی تابش سی گلے مین تھا طوق
کہ اسے طوق کہون یا گریبان آتش

وہ لعین درپئے ایذا تھے ہر اک جا اُسکے
تھی یہ شدت سے تپ اُسکو کہ ہوا تھا اُسکے
کرتے جاتے تھے ستم سر پہ وہ کیا کیا اُسکے
خون کف پا کا ہے خار مغیلان آتش

تھی نظر چار طرف اُس کی بچشم پُرنم
جوش خونناب دل اُسکے سنے یہ مارا اُسدم
ناگہان باپ کا سر نیزے پہ دیکھا جو علم
کہ برسنے لگی از دیدۂ گریان آتش

بھر کے اک آہ جگر سوز کہا واے پدر
کچھ ترے حال سے میرا ہی نہین داغ جگر
اے مین قربان ترے سر کے ترا تن ہی کدھر
کرتی ہی غم کی دل فاطمہ بریان آتش

اندنون کیلیے اخلاق نے کیا ملے شہ دین
ان سلوکون سے جو پیش آئے ہین تجھسے یہ لعین
بطن سے فاطمہ کے خلق کیا تیرے تئین
سرد دوزخ کی مگر سمجھے ہین سوزان آتش

سر ترا صبح سے نیزے پہ رہے ہے تا شام
تا سحر بیٹھ کے خالی کرین ہین شیشۂ و جام
رات جب ہوئے تو رکھ بیچ اُسے گرد تمام
بھرین ہین گور مین اور اپنی لعینان آتش

جان حیدر تھا تو اور چشم پیمبر کا نور
ذبح وان ہوئے تو لے ساقی کوثر کے پور
کہتی تھین تجکو بتول آ مرے سینے کے سرور
نہ جہان قطرہ ہو پانی کا فراوان آتش

بھائی میرا کیا تشنہ ملاعین نے ہلاک
پھٹے ہے سینہ تب اسطرح کہ جون شعلہ ہو چاک
ماں مری آہ بھرا کرتی ہے ہو کر غمناک
کیا مگر ظلم کی تھا تیر کی پیکان آتش

جی مرا سوز تپ غم لیے بن ٹلتا ہے
استخوان یون مرا ہر ایک پڑا جلتا ہے
تن مرا شمع نمط راتون کو اب گلتا ہے
جسطرح دی ہو کسو نے یہ نیستان آتش

دست اعدا سے اگر بچ کے وطن جاؤنگا
طرح گھر جلنے کی گو دان بزبان لاؤن گا
گذری جو مجھپہ وہ کس کس کو مین بتلاؤنگا
سمجھے کون اُسکو مگر ہوئے زباندان آتش

سایہ انداز تھا جو گھر کہ صف محشر کا
تشنہ کافر بھی نہ سگ دیکھ سکین جس گھر کا
صاحب اُسکا نہ دریغ آب رکھے کوثر کا
عوض آب دین اس گھر کو مسلمان آتش

غارت و قتل نہ یان کچھ سبب نالش ہے
بلکہ یہ غم ہی کہ جہان دفتر آمرزش ہے
مال اور جان کی کب اپنے تئین خواہش ہی
دیکھے اُٹھ جائین محرر نہ کہین وان آتش

دیکھکر سر بستان باپ کا مطلب وہ اسیر
جسطرح شعلہ کی کھینچی ہو کسو نے تصویر
حال جانسوز کچھ اسطرح کرے تھا تقریر
سُنکے رہجائے یون اُس حال ہو حیران آتش

مرثیۂ مربع

رکھتی ہے داغ غم شاہ نمایان آتش
بھڑکی جسد میں حس و خاشاک ہے سوزان آتش
شمع کے بھیس مین راتونکو ہے گریان آتش
کر نظر شعلہ یہ ہے چاک گریبان آتش

جلکے اس غم سے کیا اپنے تئین خاک سیاہ
چشم دلسے کرو یارو ٹک اس غم کو نگاہ
پھیر یہ باد دیا ہو کے صبا کے ہمراہ
اپنے جس غم سے نت اٹھ دیتی ہے یون جان آتش

یہ الم کرنے مین اظہار زبان قاصر ہے
کولنا خالی ہے اب آگ سے دل ظاہر ہے
سوز غم عرش سے لے فرش تلک دائر ہے
ہوئی ہر جگہ جگر سنگ مین پنہان آتش

اسکی گردش سے یہ دیکھو ہو جو چرخ بے پیر
شفق اب اسکو نہ سمجھو ہوئی ہے دامنگیر
تشنہ لب آل نبی ذبح ہوئے بے تقصیر
جاکے گردون کی پئے خون شہیدان آتش

تیغ جب آل نبی پر یہ فلک نے سر کی
نہ رہا خانۂ دل غم مین نہ جا کر بھڑکی
دھڑ کو نے سر کی خبر اور نہ سر کو دھڑ کی
بسکہ اس غم کی ہوئی جگ مین پریشان آتش

جگ مین بھسمنٹ ہوا اس گردش افلاک کا طور
موسی کو مرتبہ دربانی کا جن کے تھا اور
بے تمیزی کو زمانے کی تنک سیجے غور
اونکے خرگاہ کی ہو گرد نگہبان آتش

ہے روایت کہ حرم کو وہ لعین بد فتال
اور اسوقت یہ تھا تابش خورشید کا حال
گر سوار اونٹونپہ لے شام چلے وقت زوال
برسے تھی چرخ سے گویا بہ بیابان آتش

سب بے حجاب اونٹونپہ بیٹھی ہوئی روتی تھی خون
اور آتی تھی چلی سامنے سے ایسی لون
تشنگی سے تھی زبان سب کے دہن سے بیرون
جسکی ہو جائے حرارت سی گریزان آتش

تو رد کھا حشر کا رد رو جو کیا آب طلب
پیاس سے پہونچے اگر جان تمھاری بر لب
تو وہ ناری یہی کہنے لگے ہنس ہنس کر سب
ہم نہ دین آب تمھین بن ہمین گودان آتش

گود کا طفل طرح پھول کے مرجھاتا تھا
آب کو انمین سے وے رحم کسے آتا تھا
سینے مین اسکے کنول مان کا جلا جاتا تھا
دی رسالت کے جنھون نے گلستان آتش

ان غریبونپہ شب و روز یہ رہتا تھا عذاب
اسکو دیتے تھے لعین پینے کو گرم ایسا آب
تشنگی سے جو انکھون مین کوئی ہوتا بیتاب
جوش مین جسکے برابر ہون چندان آتش

رتبہ تھا زین عبا کا جو سبھون سے مافوق
پیادہ وہ جائے تھا اور گرد سوار دنکے جوق

قضا نے ڈالی ہے جب سے بنائے تیغ ستم
بنا ہے اسکے پئے امتحان حسینؑ غریب

غرض محبون نے ہر طرح اُس کو سمجھایا
ندان دشت بلا مین با قربا آیا
ولے کسو کا نہ خاطر مین وہ سخن لایا
اسیر دشمنی آسمان حسینؑ غریب

اب اس سے آگے جو گذرا ہے اسپہ رنج و تعب
بغیر دفن و کفن یہ تو جانتے ہین سب
بیان کو اُسکے تو کرتا ہے منع حد ادب
کہ خاک و خون کے رہا درمیان حسینؑ غریب

اگرچہ مرثیہ کہنا سبھون کو آتا ہے
کہ سننے والون کا جنت مین گھر بناتا ہے
ولے مین کیا کہون اسطرح تو رولاتا ہے
جزا دے اسکی تجھے مہربان حسینؑ غریب

مرثیہ در شہادت فرزندان حضرت مسلم

دیکھکر صبحکو مین مضطرب الحال نسیم
بولی مسلم کے سنے ہونگے وے دو تھے جو یتیم
پوچھا کیون ڈھونڈھتی ہے آج تو یہ ہفت اقلیم
ایک کا نام محمدؐ تھا دوم ابراہیم

باپ کے بعد وہ تھے کوفے مین قاضی کے گھر
رو کے اُسنے یہ لگا کہنے کہ سنتے ہو پسر
قاضی نے قتل کی مسلم کے سنی وان جو خبر
ابن مرجانہ ملعون سے ہے یہ سخت لئیم

پھیری ہے اُن نے منادی کہ پسر مسلم کے
غارت و قتل سے وہ صاحب خانہ نہ بچے
جسکے گھر مین یہ سنون گا کہ وہ بیٹھے ہین چھپے
پس مناسب نہین اس شکل مین تم یان ہو مقیم

قافلہ کوفے سے جاتا ہے مدینے کے تئین
جا کے ساکن ہو تم اُس جا کسی گوشہ مین کہین
وان سے بہتر کوئی جا کہ تمھین لیجاوے نہین
تا کہ یہ کافر ملعون ہو داخل بہ جحیم

غرض اُن مین قافلے کے شب وہ ہوئے تھے ہمراہ
مین انھین ڈھونڈھتی پھرتی ہون کہ تا ہو کے تباہ
صبح بھی ہونے نہ پائی کہ انھین بھولی راہ
ہو نہ جاوین وہ دو معصوم گرفتار غنیم

ہم سخن کہتے تھے آپس مین کہ اس اثنا مین
اُنکی حالت کا سبب اُس سے جو مین پوچھا مین
پہونچا اک شخص کیے خاک بسر اُس جا مین
رو کے بولا وہ کہ اس غم سے مرا دل ہے دو نیم

کیا کہے آگے مین اظہار کہ دن یہ روداد
نکلے تھے کوفے سے اک قافلے مین وہ برباد
کہ دو طفل آج ہوئے ظلم سے خون کر برباد
ابن مرجانہ کا تھا بسکہ دل انکے مین بیم

قافلہ اسمین چلا جلد قضا را ناگاہ
ہو گئی صبح تو اک نخل مین لائے وہ پناہ
رہ گئے پیچھے وہ معصوم گم اُنسے ہوئی راہ
نیچے اُس نخل کے اک آب کا چشمہ تھا قدیم

خدا ہی جانے ہے تھی مین آرزو سے حسینؓ
ہزار حیف فلک نے دیا نہ اُس کو چین
گئین تھین مین سدا اسکی زیست کے دن رین
پڑا تھا تم مین بنی کا نشان حسینؓ غریب

یہ ین وہ تھا کہ تمھین چھوڑتا کسی اوقات
کشان کشان سوے کربل چلا قضا کی بات
نہین ہے اس مین کسو کے کچھ اختیار کی بات
بندھا ہوا بگلو ریسمان حسینؓ غریب

جو جا ہو بعد مرے پاؤ تم مرا احوال
نشان مسلخ قصاب دے گا صورت حال
خطوط لکھنے کا میری طرف نہ کیجو خیال
کہ اسطرح سے پڑا ہو گا دان حسینؓ غریب

بگوش دل یہ مری یار وہ آج سن لیجو
زمین یہ ڈال کے دو قطرے پانی پی لیجو
کسی ہی دم مین فراموش مجھ کو مت کیجو
کہ ہم پیالہ تھا با دوستان حسینؓ غریب

مرا ضرور ہی اتنا تو دوستون کو درد
کہ ہو گا گرسنہ و تشنہ ذبح روز نبرد
غذا کی گرمی سے پانی پیئین تو بھر دم سرد
بہ خنجر ستم دشمنان حسینؓ غریب

جو بانٹو اپنی محبت تم اپنے لڑکون سے
رہیگا حشر کے دن آشنا پرستون سے
سلوک انکے مین سے کچھ میرے بھی یتیمون سے
خدا کے سامنے رطب اللسان حسینؓ غریب

جو عابدین پھرے جیتا ادھر کو قسمت سی
غم اُسکے دل کا بھلانا ہر ایک صورت سے
نہ رکھیو دور اُسے اپنی تم شفقت سے
کہ اُسکو سمجھے ہی بہتر ز جان حسینؓ غریب

یہ سُن وصیت جانکاہ سب نے ہو کے ملول
کہا یہ شہ نے بھی دیکھو دعا کہ پیش رسول
باہ و نالہ کیا عرض جان و دل سی قبول
کرے گا شکر تمھارا بیان حسینؓ غریب

لکھا ہی راوی ذی یون بھی کہ انمین ایک اصحاب
نبی جو خانہ خرابو یہ پوچھے دو سے گے جواب
یہ ہم نشینون سے کہنے لگا بچشم پر آب
ہوا رضا سے تمھاری روان حسینؓ غریب

تب اس سے ہو کے مرخص تم اسکو جانے دو
کہین جو فاطمہؓ اپنے محبون مین دیکھو
جو روز حشر یہ بد نامی اپنے سر پہ لو
کھڑا ہی با کفن خون چکان حسینؓ غریب

کر اُسکا قطع سخن بول اُٹھا شہ مظلوم
نہ لیوین رخت بدن کاٹ کر گلا وہ شوم
خیال محض ہی ملنا مجھے کفن معلوم
انھون سی یہ نہین رکھتا گمان حسینؓ غریب

عبث یہ فکر کرو ہو نہین کچھ اس کا سود
کسیکے لاش کو تکفین کرین جو وہ مردود
کفن تو حشر مین تب ہو بدن یہ خون آلود
کہان کفن کدھر اے ہمرہان حسینؓ غریب

کبیدہ تم سے کبھو ہو نہ سرور عالم
ہی اسمین جرم تمھارا جو تم سے ہو برہم

نار میں ڈالے ہی کیوں اپنی اقامت کا رخت
تیرہ کرتا ہے عبث اپنی تو بختوں کی گلیم

اس لعین نے کہا ان باتوں سے تجکو کیا کام
ہم سپاہی ہیں سمجھتے نہیں کچھ دین اسلام
جلد لا واسطے میرے تو جو حاضر ہو طعام
کام وہ کیجیے حاصل ہو کہ جس سے زر وسیم

زن بیچارہ غرض کھانے کو آگے لائی
چارپائی کو منگا اُن نے وہیں بچھوائی
زہر مار اُن نے کیا جب تو اُسے نیند آئی
سو رہا اُسپہ وہ ملعون بچھا فرش ادیم

آگے یوں راوی جانسوز کرے ہے گفتار
ایک انہیں سے جگا دوسرے کو رو کر زار
دونوں بھائی جو وہ سوتے تھے بیک حجرہ تار
کہا آتا ہے نظر صبح یہ گردن ہو دو نیم

خواب میں دیکھوں ہوں میں کیا کہ رسول مقبول
کیوں کیا یہ کہ دو فرزند دل و جان سے ملول
کہتے ہیں باپ ہمارے سے ترے دل نے قبول
پھریں حیران و پریشان بدہیات غنیم

یہ سخن سنکے سراسیمہ ہو اُن نے بھی کہا
ایک سے ایک گلے لگ کے روئے پھر ایسا
خواب میں بھی یہی اے جان برادر دیکھا
کہ ہوا خواب سے بیدار وہ ملعون لئیم

ہو برآشفتہ زن اپنی سے لگا کہنے سخن
تا کہ معلوم کروں مرد کوئی ہے یا زن
اے وعلیا ز چراغ اٹھ کے تو کر لا روشن
کسکی آتی ہے صدا کون ہے اس گھر میں مقیم

زن بیچارہ نے اسکو نہ دیا سنکے جواب
حجرے میں دیکھے تو دو طفل ہیں رشک مہتاب
لایا اُٹھکر وہ چراغ آپ ہی با خشم و عتاب
اشک آنکھوں سے رواں اُن کی مثال تسنیم

دیکھکر اُنسے کیا حارث ملعون نے سوال
اس لعین کو بھی انھوں نے جو کیا دست خیال
کون ہو تم جو دیا رحل اقامت یاں ڈال
بولے ہم دونوں ہیں مسلم کے ستم دیدہ یتیم

قہقہا مار لگا کہنے سنا یہ جس دم
آخرش دونوں کے گیسو میں گرہ دے باہم
یا سور خانہ دشمن گرد جہاں ہیں گردم
مارا ایک ایک طمانچہ نہ خدا کا کر بیم

در کو اس حجرے کے محکم کیا دے کر زنجیر
آخر کار کہ جو وقت ہوئی رات اخیر
سو رہا اپنی جگہ اُن سے پھر وہ بے پیر
لیچلا صبح اُنھیں مارنے گردن وہ لئیم

دوڑی وہ مومنہ روتی ہوئی اسکے دنبال
دین کو واسطے دنیا کے نکھو تو چنڈال
لگی کہنے کہ نہ کر قتل کا انکے تو خیال
اے سگ لعین ترے کچھ بھی خدا کا ہے بیم

اقربا میں ہیں محمد کے یہ دونوں مظلوم
باز آ اس عمل زشت سے اے مرتد شوم
لیچلا اُن کو تو اب کاٹنے اُن کا حلقوم
مت ہو محشور قیامت میں تو با اہل جحیم

وارد اس جا ہوئی آکر زن حارث کی کنیز
پانی مین دیکھ کے جو عکس کیے اُن نے تمیز
اُسکی بی بی رکھے تھی آل محمدؐ کو عزیز
آئی وان اُسکو نظر شکل دو خورشید عدیم

دیکھکر اُن سے کہا اُن نے کہ صاحبزادو
کس لیے آن کے اس نخل تلے بیٹھے ہو
ہوئے تم کون نشان اپنے گھرانے کا دو
کونسی تمپہ کہو ایسی مصیبت ہے عظیم

سُنکے بولے کہ دو فرزند ہین مسلم کے ہم
نہ کوئی دوست ہے اسجا نہ کوئی ہے ہمدم
باپ کوفے مین موا آکے تہ تیغ ستم
آسرا ہمکو کسی کا نہین جز رب کریم

تب کہا اُن نے کہ تم پہ مین جاؤن قربان
چلکے تم گھر مین رہو اُسکے کوئی دم مہمان
ایک بی بی ہے مری تمپہ فدا از دل و جان
رکھے گی تمکو نہایت بتواضع تکریم

غرض اُس جا پہ جو وہ خادمہ کرتی تھی سخن
لیگئی بی بی کنے اُن کو بتدبیر دامن
گویا آئی تھی قضا اُن کنے ہو صورت زن
کہا اُس سے یہ معزز ہین کر اُن کی تعظیم

پوچھا خاتون نے یہ ہین کون جو آئے ہین یان
سنتے ہی بی بی قدم پر گری ہوکر گریان
تب کیا جاریہ نے صورت احوال بیان
پاس لے بیٹھی اُنھین کرکے سلام و تسلیم

پھر لگی کہنے کہ دون آپ کو مین تم پہ فدا
بولے یہ ہمکو مدینے تو اگر دے بھجوا
ہووے حاجت کچھ اگر تم کو تو دیجے فرما
اجر مین اُسکے خدا دیوے تجھے باغ نعیم

کہا اُن نے کہ یہ حاجت ز دل و جان ہے قبول
ماحضر کیجیے کچھ نوش نہ دل رکھیے ملول
بھیجنے کا تمھین ہو جائیگا وان تک کہ اصول
کر دیے اطعمہ یہ کہہ کے اُنھون کو تقسیم

کھانیکو جس گھڑی خاتون نے اُنھین کھلوایا
کرکے چپ اُنھین اُس فرش اوپر سُلوایا
فرش خواب اُنکے لیے حجرے مین جا بچھوایا
آگے کہتے ہین یہ راوی بروایات ضمیم

تھی تردد مین مدارات ہی کے وہ خاتون
یہ کہا زن سے مشوش تجھے کچھ پاتا ہون
کہ ہوا وارد اسی آن مین حارث ملعون
نہین بے چیز کہ تشویش مین ہو تجھسی فہیم

قطع کر اُسکے سخن کو یہ دیا اُن نے جواب
بولا مین صبح سے تا شام یہ کھینچا ہے عذاب
تھا کہان صبح سے تو اب تئین ای خانہ خراب
ہوگیا آجکی شب جس کے سبب مین سقیم

آج کوفے سے کیا بیٹون نے مسلم کے فرار
موا وہ اسپ بجسے دیکے لیا سو دینار
اُنکی تلاش و تجسس مین یہ پایا آزار
ساتھ پہونچا نہ مرے کوئی جلودار ندیم

سُنکے وہ مومنہ بولی کہ سنے ہے کمبخت
بیٹے مسلم کے محمدؐ کے جگر کے ہین لخت

روح الامین کے خون سے ہے آغشتہ ہر ملک   حوروں کے ہے یہ ورد زباں وا مصیبتا

افلاک ہیں درد و غم بروئے پر از ملال   ہے فرش تا بعرش کیا غم نے پائمال
موجب سے اس عزا کے کرے گر کوئی سوال   ہیں کیا کہوں کہوں تو بیاں وامصیبتا

غم ہو گیا ہے جن و ملک کے دلوں کا قوت   مارا پڑا ہے رن میں اک ایسے کا آج پوت
شیعوں کے درمیاں جو کچھ آج ہے سکوت   ہوتا ہے امر غیب کہ ہاں وامصیبتا

ناصفی کو چرخ نے اتنا دیا رواج   دستار سی شرف کی گرا خاک و خوں میں تاج
اک بدترین خلق کے خنجر سے رنگیں آج   بے سر ہے فخر ہر دو جہاں وا مصیبتا

کیا لغو کر گیا حرکت چرخ بے ادب   ایماں کے گھر کی بیٹھ گئی سقف ہے غضب
ڈوبا پڑا ہے خوں میں ارکان دیں اب   شمشیر سا ہر ایک جواں وامصیبتا

حیوان تمام ناطق و مطلق بکائنات   سیراب سب ہیں بلکہ جمادات و ہم نبات
پانی بغیر ساقی کوثر کی ذریات   گذرے جہاں سے تشنہ لباں وامصیبتا

افسوس جا کے آب تلک ابن شہ نجف   دریا میں منہ کو کھولے رہے جوں صدف
خاطر سے بھی نہ ڈالدی پانی سے بھر کے کف   اہل حرم کو تشنہ دہاں وا مصیبتا

تا عرش پہونچی شعلہ کی اُس کیسے سے زباں   استادہ تھے طناب کے جسکے ملائکاں
تن خاک پر ہے صاحب خیمہ کا فرش واں   مذبوح وہ پڑا ہے جہاں وامصیبتا

ٹوٹی ہے اتنی دست ستم سے وہ بارگاہ   یا ہم دکھاتے پر جنہوں کو بھر نے تھے روسیاہ
امت کے یہ عمل ہیں نہیں غیر کا گناہ   سنتے ہوا سے محباں وامصیبتا

شاید محرران ازل کر اسے رقم   جاتے رہے ہوں دفتر بخشش سے کے قلم
ہو اہل دیں سے یہ عمل زشت سے ستم   اے غافلان خواب گراں وامصیبتا

اس کام سے عجب نہیں امت نے جو کیا   بیٹھے ہوں سر بجیب نبی پیش انبیا
ایسے چراغ دیں کو بجھا تار کر دیا   عالم بچشم عالمیاں وامصیبتا

حیراں ہوں نہیں یہ قوم بد اعمال زشت خو   عقبےٰ میں ہوگی کیونکہ محمدؐ کے روبرو
جن نے کیا یزید کے اجرائے کار کو   خوں اُسکی بوسہ گہ سے رواں وامصیبتا

محشر میں آہ فاطمہ جب یوں قدم دھرے   سر ہاتھ میں ہو دوش پہ کپڑے لہو بھرے
اور گود میں جگر کے وہ ٹکڑے ہرے ہرے   تب کیا کریں یہ بے خبراں وامصیبتا

سنکے یہ بات غضبناک ہو وہ تخم حرام
اسمین بہو بچا زن بیچارہ کا فرزند و غلام
زن کو مجروح کیا تیغ علم کر زنہار
کہا اُن دونون نے ای آل محمدؐ کے غنیم

باز اس فعل سے آمان خدا کو جلاد
سن کے یہ حرف بر آشفتہ ہوا بد بنیاد
عاقبت اپنی نہ دے واسطے زر کے برباد
ماری شمشیر کہ ہوجئے وہ بجنات نعیم

راوی کہتا ہی کہ اب آگے کہون کیا ہیہات
قتل جب کرنے لگا اُنکے تئین وہ بدذات
لیگیا دونون یتیمون کو سوئے آب فرات
بولے وہ اُسکے تئین کر کے سلام و تسلیم

رحم کر ہم پہ تو اب بہر خدا اے بد خو
بیچ لے ہاتھ کسی شخص کے جا کر ہم کو
یون ہی گر دلین ہے تو کاٹ ہمارے گیسو
مدعا قتل ہمارے سی اگر ہے زر و سیم

سن کے یہ کہنے لگا دونون سی وہ دشمن دین
غرض اُن دونون یتیمون پہ ہوئی موت یقین
رحم گر چاہو تو یکذرہ مرے دل مین نہین
چپ ہوئے ہو کے وہ راضی برضا و تسلیم

آخر کار جو بے رحم نے کھینچی تلوار
خوف اتنا تھا کہ اب پہلے تو مجکو ہی مار
کہا ہر ایک نے اُس سے یہی رو رو کر زار
دیکھ سکتا مین نہین بھائی کی گردن ہو دو نیم

آگے کیا اُسکے ستم کو مین کہون وا ویلا
جس کا تھا نام محمد اُسے پہلے مارا
جسطرح دونون یتیمون کے تئین قتل کیا
پھر جدا تن سے کیا اُن نے سر ابراہیم

راوی کہتا ہے کہ جب کاٹ لیے اُنکے سر
پیٹھ گئے چھاتی سے چھاتی کو ملا یک دیگر
دو ہین دریا مین دیا ڈال تنون کو لے کر
آخر الامر تہ آب وہ مظلوم یتیم

آج سودا ہمین تو خوب رُلایا تو نے
کہہ کے یہ مرثیہ جیسا کہ بٹھایا تو نے
دل سے ہر ایک کی شادی کو بھلایا تو نے
حشر مین اسکی جزا دیوے تجھے رب کریم

مرثیہ دیگر

گردون پر از خروش و فغان وا مصیبتا
آفاق بزم ماتیان وا مصیبتا
شیون در درون کون و مکان وا مصیبتا
عالم تمام گریہ کنان وا مصیبتا

خلقت نے شکل جون مہ نو خاک سے ملی
ہر شہر کوچہ کوچہ و ہر دہ گلی گلی
دنیا کی جیب چاک ہی جون گل کی ہو کلی
وا حسرتا جو یان ہی تو وان وا مصیبتا

کرنیکو سر پہ خاک اُٹھاتے ہین ملک
زیر زمین عجب نہین آجائے گر فلک

ہوئے ہیں بدسلوکی جو رخ جفا تلاش
ختم آ گئے اہل بیت کے یاں وامصیبتا

شاہا ہمیشہ اشک مری چشم نم میں رکھ
اپنے عزا کی تا بقیامت الم میں رکھ

اس روسیہ کو یاں تئیں اپنے تو غم میں رکھ
نکلے بدن سے کہتی یہ جان وامصیبتا

مرثیۂ دیگر

ہاے وہ نانی تمھارا یا نبی
فاطمہ کے من کا پیارا یا نبی

ظالموں نے کر بچارا یا نبی
کیا کہوں کس طرح مارا یا نبی

واں موا پیاسا ترا لخت جگر
تھے جہاں سیراب حیوان سربسر

گرچہ تھا اک نیر کے یہ تاب پر
واں سے دریا کا کنارا یا نبی

گوسفند دن کا جو کاٹیں ہیں گلا
انکو بھی دیتے ہیں پانی اولا

ذبح کرتے وقت ایسے کو بھلا
نیر نہ میٹھا نہ کھارا یا نبی

شاخ سے کوئی اگر توڑے ہے پھول
دیکھنے والے کا دل ہووے ملول

اس تن نازک سی کہہ توکس اصول
ظالموں نے سر اتارا یا نبی

فاطمہ سی کہہ کہ ہو دیں دادخواہ
قتل یوں شبیر ہووے بیگناہ

وہ گلو جو تھا ترا نت بوسہ گاہ
واں چلا خنجر دودھارا یا نبی

گر کہیں مر جائے کوئی بیوطن
اسکو بھی ملتا ہے دس گز کا کفن

یوں پڑا سوکھے تری پیاری کا تن
نے جنازہ نے گھوارا یا نبی

نے کوئی بھائی بھاتے ابن عم
لاش پر ہے لاش بیٹوں کی بہم

ہو گئے سب طعمۂ تیغ ستم
گھر کا گھر اجڑا ہے سارا یا نبی

ایک جو بیٹا بچا ہے عابدین
اسکے بھی جینے پہ ہی کسکو یقین

کوئی عترت کو نظر آتا نہیں
اب تسلی دینے ہارا یا نبی

صبح سے منزل چلے وہ تا بشام
تلووں میں کانٹے چبھے ہر ایک گام

ٹھوکروں سے اڑ گئے ناخن تمام
دشت پہ پر ہے زخارا یا نبی

کہہ تو اس بیکس کی کیا تقصیر ہے
اسکے پاؤں بیچ کیوں زنجیر ہے

کر چک اسکی جلد جو تدبیر ہے
ہو یہ دکھ کب تک گوارا یا نبی

پوچھے جو مسلمین سے نبی کے وہ نور عین
ایمان کا پھر جو فہم ہو جو پائے مشرقین
مارا ہے کس گناہ پہ تم نے مرا حسین
اس حرف کا جواب کہان وامصیبتا

جس پردے کی ملک نہوے محرمان راز
ان اشترون کی پشت پہ ہے جنکے نہین مجاز
دیکھا نہ مہر و مہ نے ادھر چشم کر کے باز
بیٹھی ہین اسکی پردگیان وامصیبتا

خورشید سوئے ابر چلا دیکھ وہ گروہ
لرزہ تمام عرش با این شوکت و شکوہ
کی خاک سر پہ دشت نے رویا ہر ایک کوہ
آئی ندا ز راز نہان وامصیبتا

مقتل سے اس گروہ نے جس دم کیا گذر
تب جبرئیل زانوے غم سے لگا کے سر
آواز ہائے ہائے گئی عرش کے ادھر
بولا کہ اے امام زمان وامصیبتا

جنت کی ہے فضا سے دل اسکا ہٹ اداس
خنجر گلوے تشنہ پہ چلتے وہ کر قیاس
صورت ہے تیرے حال کی ہر آن اسکے پاس
کہتا ہے دیکھ آب روان وامصیبتا

صورت علی و فاطمہ کی کب ہو چین کی
کھسا گیا ہو گود سے جس والدین کی
گوین کہون جگہ ہے مجھو حسین کی
خاطر ہو انکی کس سے نشان وامصیبتا

کس شکل ہائے جا کے مین سمجھاؤن اب انہین
لا کر کسی مقام مین سمجھا ہین سب انہین
سمجھائے سے کسی کے تسلی ہو کب انہین
بیٹھین کہین وہ غمزدگان وامصیبتا

الحق ہے جائے کیونکہ غم انکے خیال سے
جو کچھ کہ بچ رہے ہین جدال و قتال سے
فرزند جنکے رنین پڑے ہوئین لال سے
سو یون اسیر دست سپاہان وامصیبتا

غیر از غبار راہ نہین اور کچھ حجاب
نیزے پہ پیش پیش سر ابن ابو تراب
چادر نہین سرونپہ بجز چادر سحاب
با چشم نیم وا نگران وامصیبتا

کٹتی ہے اہل بیت کی یون صبح و شام راہ
روے زمین پہ عابد محزون مسلم راہ
منزل کی پوچھنا انھین ہر ایک گام راہ
مانند طفل اشک دوان وامصیبتا

گر دا سکے ٹھہرے جا کہ یہان شاہ کی سپہ
ملک ٹھہرے گر کہین تو اشارہ وہ روسیہ
کانٹا نکالنے کو قدم سے وہ بے گناہ
کرتے چلین بنوک سنان وامصیبتا

تا شام قتل گاہ سے اس شکل وہ پلید
آئے نہ بات سکنے کی نہ طاقت شنید
لائے حرم کو آہ با این محنت شدید
جو کہہ چلے یہ مدعیان وامصیبتا

سودا خموش زیادہ نہ کر اب سخن کو فاش
اجزا دگر نہ ہون گے عناصر کے پاش پاش

مرثیہ

کہون کس سے فلک کی بیوفائی
کہین بھی تخت کی رات ایسی آئی
کہ جن نے آج یہ شادی اٹھائی
کہ بنرے سے ہو بنری کی جدائی

وہ بنرا جسکو سب کہتے تھے قاسم
سو دشت کربلا مین ملکے ظالم
وہ بنرا تھے ملائک جسکے خادم
سر اسکا کاٹ لین یہ بھی خدائی

کہے ماں اسکی ایسا دکھ سہون مین
کہو تو یہ کہ جی کر کیا کرون مین
مرے قاسم سا بیٹا اور جیون مین
عجب ساعت سے یہ شادی اٹھائی

تھو غم کسطرح اس شادی کا باب
ندین دولھا کو ہرگز قطرہ آب
کہین یہ رسم دیکھی تم نے احباب
اجل جی تیغ لے شربت پلائی

مندھے کا چھاجنا کب ہو میسر
دھری تھی بیاہ کی خونسے لگن بھر
نہین چادر کسی سمدھن کے سر پر
کٹی کنگنے کے بندھتے ہی کلائی

کسی ساچق کا دیکھا ہے یہ آئین
بنائین کھانچیان تیر و نیزہ دھر لین
کٹم کے سر کٹا کر مٹکیان لین
چلے دولھن کے گھر یون لے مٹھائی

کرون کیا ذکر آتشبازی کا مین
اٹھایا بیاہ ایسا آسمان نین
انار آسا اگن سے دل بھری ہین
رہی ہے چھوٹ ہر منہ پہ ہوائی

ہوا ہمرسم زن شادی تو بدذات
کیئے مہندی کی شب بنری نے ہیہات
کٹی اس بیاہ مین یون مہندی رات
بنے کے خون سے پہنچے حنائی

یہ سب بنرون نے بنرا سے نرالا
جہان بیٹھے تو ہی لو ہو کا کھالا
چلے آنکھون سے جسکی خونکا نالا
عجب اسکے لیے مسند بچھائی

زمین و آسمان گر کوئی چھانے
کہین دیکھا کہ دولھا کی قضا نے
نہ ان رسمونکے وہ یاد و سکھا نے
لیا ہو تیغ سر سہرا بندھائی

گل آرائش کریان زخم بدن مین
برنگ لالہ خون تھے سرخ تن مین
کنول کے پھول چاک پیرہن مین
اسے کیسے غضب یا کد خدائی

چڑھے جب بیاہنے بنری سی برکو
لٹایا یہ چرخ نے دونون کے گھر کو

ایک تو غم سے پدر کے سینہ ریش
اشقیا بکتے ہین جو کچھ گرد و پیش
نیشِ طعن و طنز سے سو دل مین نیش
کس کو ہے سہنے کا یارا یا نبی

تپ سے جلتا ہے بدن خورشید وش
کچھ نہین ہاتھ اُسکے اور اسکو غش
اس مصیبت پر علاوہ ہے عطش
راہ پہ چلنے کا نہ سہارا یا نبی

کیا کرون غارت کا عترت کی بیان
اُنپہ جو گذری ز دست شامیان
اک ردا چھوڑی نہ دو کی درمیان
تم پہ سب ہے آشکارا یا نبی

پرزے پرزے ہو گیا اکبر مرا
خاک مین اس دشت کی آ گیرا
گود سے میرے گیا اصغر مرا
مل گیا ہر ماہ پارا یا نبی

دیتی تھی اُنکے عوض روز ازل
ملکے سب سمجھا رہی پر اُس محل
دولت کونین مجکو بے خلل
مین نہ وان دامن پسارا یا نبی

سو بڑے کے سر کا برچھی پر وہ خال
باپ نے جب کھینچکر ڈالی نکال
تیر کی تھی حلق مین چھوٹے کے بھال
خون کا اُچھلا پھوارا یا نبی

گرد تازہ ہے جہان پانی سے خلق
پانی کا کرتے تھے وان وہ تشنہ حلق
پیاس سے بچونکو میرے تھا یہ قلق
ہچکیان لے لے اشارا یا نبی

ڈس گیا داماد کو نیزہ ہو ناگ
اقربا مین ہین عجب میری بھی بھاگ
لٹ گیا مانگ مین دولھن کا سہاگ
نحس اتنا بھی ستارا یا نبی

بخت بد لیکیا کہون مین کونسی چوک
گھر کا گھر میرا دیا آفت مین جھونک
لگ گئی کس کی نجانے مجکو ٹوک
لون مین جا کس کا سہارا یا نبی

ہووے جس دن عرصۂ یوم التناد
حال فرزندونکا اپنے رکھیو یاد
لیجیے ہر مظلوم کی ظالم سے داد
بیکسون کا تم ہو چارا یا نبی

الغرض بانو یہ جب کرتی تھی بین
ایکدل کو وان نہ تھا اک لحظہ چین
ہر طرف خونناب دل روتی تھی بین
آب تھا ہر سنگ خارا یا نبی

سودا مجرم ہے بڑا اے شاہ دین
اور کسی جاگہ مفر اُسکو نہین
رو نہین ہے حشر مین جسکے تئین
ہے یہ اور دامن تمھارا یا نبی

ظالمون نے بلا کے یان بدغا … تجھکو مارا ندان واویلا
خاک و خون مین پڑا ہی تیرا تن … ہوگئے بے خانمان واویلا
دھڑ ترا رن مین آہ تڑپے ہے … سر بنوک سنان واویلا
خون مین ڈوبا پڑا ہے گرد ترے … رشک مہ ہر جوان واویلا
کہتے ہین تجکو رو رو اہل حرم … اے کس و بے کسان واویلا
وارث اب عابدین بن کوئی … نزہا در میان واویلا
منہ پر اُس طفل کے برستی ہے … کیا یتیمی کی شان واویلا
ہاتھ مین اُسکے بختیون کی مہار … صورت ساربان واویلا
آج قاسم بنے کا سرخ دہن … خون سے ہے جاے پان واویلا
سر سے تا پا علی اکبر کا … تن ہی لوہولہان واویلا
علی اصغر کا آب پیکان سے … تر ہوا ہے دہان واویلا
اُسکے ماتم مین شہر بانو کی … چشم ہے خون فشان واویلا
یاد کر دمبدم اُسے اب وہ … یون کرے ہے بیان واویلا
کیا ہی تو داغ دیگیا دلین … ہاے مادر کی جان واویلا
تیر تجھ حلق مین لگا کس کا … تھی وہ کس کی کمان واویلا
نہین چادر بھی مجھ کنے جس سے … پونچھون تیرا دہان واویلا
کاش لیجاتی مین مدینے تجھے … رن مین میرے پران واویلا
پانی ہو تو دھوؤن ترا کرتا … یہ جو ہے خون چکان واویلا
دل مین رہتا ہے تیری صورت کا … روز و شب مجھکو دھیان واویلا
پالنا خالی ہے جھلاؤن تجھے … کرکے اُس مین گمان واویلا
غرض اسطرح بانو کرتی ہین … رو رو آہ و فغان واویلا
جسکو سن سن کے کانپتی ہے زمین … لرزے ہے آسمان واویلا
اس سے آگے کسی کو سننے کی … نہین تاب و توان واویلا

ختم تو کر کے مرثیہ سودا
یہی کہہ ہر زمان واویلا

کوئی کوٹے ہے سینہ کوئی سر کو	جو نوبت ہے تو یہ نوبت دھرائی
زہے شادی کہ جسمین تخت کی رات کہون کیا آرسی مصحف کی مین بات	انگارے ہو گئی چھنے مین نوبات نہ پھر دولھا نے شکل اپنی دکھائی
کہین یون بیاہ مین گائی بدھاوے وہ باہم سمدھیانے کو پٹھاوے	کہ ہر اک نوحہ گر نوحے کو آوے الم ہر ایک سے لیوے بدھائی
کسی نے کھائے گر اس بیاہ کے پان دیے مین سمدھنونکو بار جو پان	ابھی کے سرخ ہین لوہو سے دندان سوز نجیر انکی گردن مین پنھائی
زہے یہ بیاہ جسکی حشر تک دھوم بچاری سمدھنون کو کھانا معلوم	مرین پیاسے براتی ہو کے مظلوم سبھون نے زردہی رو جان اپنی گنوائی
کہین یہ بیاہ کا دیکھا ہے معمول بنی سر خاک کر منھ سے ملے دھول	کہ شہ کی چوتھی کو بیچے کہین پھول کہین یون کھیلنے مین چوتھی آئی
غرض ارض و سما تا ہو کے برہم کریگا نیک و بد کے دل مین گھر غم	رہیگا جگ مین اس شادی کا ماتم نہین شادی یہ آفت ہے سمائی
خموشی ہو سودا یان آگے نہ بول اب ترا کوئین سے برآوے مطلب	کہ ہے اس غم سے عالم جان برلب کہ جیسی تو نے یہ خلقت رلائی

مرثیہ مفردہ

اے امام زمان واویلا	سید دوجہان واویلا
آج تجھ یادگار حیدر کا	نہین جگ مین نشان واویلا
رن مین بے سر پڑا ہے تیرا تن	شاہ کون و مکان واویلا
نازک اندام پر ترے رنگین	زخم تیغ و سنان واویلا
لوتھ پر تیری کوئی آج نہین	شیر بن پاسبان واویلا
تجھ بغیر از مدینہ ہے سونا	اے محمد کی جان واویلا
جو کہ گذرا ہے تجھ پہ جور و ستم	کیا کرون مین بیان واویلا
خلق سیراب و تشنگی سے تری	خشک منھ مین زبان واویلا

ایک دکھ ہو دل پہ تو اسکو کہون
زخم ہے کاری پہ کاری یا رسول

کھا گئی شمشیر اکبر سا جوان
طوق عابد کے گلے کے درمیان
تیر کا طعمہ ہوئی اصغر کی جان
جسم سے اسکے بھی بھاری یارسول

پانی کی رہ ظالمون نے بند کی
روح میرے شوہر و فرزند کی
بات مانی ہے نہ ان کی بند کی
تن سے پیاسی ہی سدھاری یارسول

آدم و حیوان سے لیکر تا بہ مور
پانی دینا مین بہت شیرین و شور
پیتے ہین پانی کرورون در کرور
نے انھین بیٹھا نہ کھاری یارسول

یہ ترے فرزند پر ہو ظلم دہر
دیکھتی ہون گر کہین پانی پہ لہر
جائے وہ دنیا سے پیاسا ہائے قہر
لگتی ہے مجکو کٹاری یا رسول

کیا کرون بیٹی کی شادی سے سخن
نتھ سہاگ اپنے کی کہلا کر دلھن
بھرے لوہو سے دھری گو یا لگن
تخت پر چڑھتے ہی اُتاری یارسول

بیٹی کو دولھن کہین ہو بیاہ جب
آرسی مصحف نے کیون شادی کی شب
اس دولھن کو بیوہ زن کہتے ہین سب
کی نہ اس سے سازگاری یا رسول

دلہن سمدھن کیا نہ کہتی ہوئے گی
بدشگون گہ کہ بہو کو روئے گی
لال سا بیٹا جو اپنا کھوئے گی
کسطرح کی ہے یہ خواری یارسول

ہے یہی بہتر کہ مین بھی اب مرون
معذرت تسدن مین سمدھن کی کرون
ایک دُکھ جو ہووے تو اُسکو بھرون
یا نبو کی غمگساری یا رسول

رات دن اس غم سے مین سوتی نہین
اس مصیبت بیچ کب ہوتی نہین
کس گھڑی مین پیٹتی روتی نہین
حال ہے مجھپر یہ طاری یارسول

مہربان کرتی تھی جب بانو یہ بین
پیٹ سر گاہے کہے تھی واحسین
تھا عجب ارض و سما مین شور و شین
گاہ رو رو کر پُکاری یارسول

مرثیہ دیگر

غم ہے مجنون حسین و دل عالم وادی
چاک نے پیرہن خلق کے ہو کر ہا کی
اشک کی فوج ہے زنجیر بہ از فولادی
چشم سے تابقدم راہ اُسنے بتلادی

مرثیہ دیگر

کرتی ہین بانو یہ زاری یارسول
مرچلی ہے غم کی ماری یارسول
اب سکینہ بھی تمھاری یارسول
باپ بن باباکی پیاری یارسول

کسطرح سے کہو تو بہلاؤن اُسے
ہو سمجھ اسمین تو سمجھاؤن اسے
باپ کیدھر ہے جو دکھلاؤن اُسے
یہ تو نادان ہے بچاری یارسول

دیکھ حال اُسکا جگر میرا بھنا
ان نے جسکے پاؤن کا کھٹکا سُنا
رات رو رو کر مین اپنا سر دُھنا
اُس کو باباکہہ پکاری یارسول

گر اُسے نیند آگئے جاتی ہے اچپٹ
جائے ہے رو رو کے اسکا دم پلٹ
ہائے بابا ہائے بابا پھر ہے رٹ
رات یون کٹتی ہے ساری یارسول

مجھسے کہتی ہے کبھو ہو بیقرار
یہ کبھی روتی ہے ایسا ڈھاڑ مار
ان کہین تو جاکے باباکو پکار
خون دل ہوتا ہے جاری یارسول

کہتی ہون ٹک چپ ہو بابا آئیگا
ہائے کب بھول اسکے دلسے جائیگا
بی بی کی خاطر کھلونے لائیگا
مین تو اب پھسلا کے ہاری یارسول

باپ کو دیکھے گی یہ روز جزا
دل ہوا لے آس اس سے بھی مرا
جھوٹی باتین مین بناؤن تا کجا
دیکھ اسکی بیقراری یارسول

اسکو تسکین دون مین لیجا کر کدھر
باپ کا اسکو دکھا دیتے ہین سر
رونے سے ذرہ بھی تھمتی ہے اگر
لاکے یہ ملعون ناری یارسول

جتنا کہتی ہون کہ اسکو مت دکھاؤ
ڈر خدا کا بھی تو اپنے دلمین لاؤ
سر کو اسکے باپ کے اس سے چھپاؤ
کون سنتا ہے ہماری یارسول

چند روز اسکا رہیگا گر یہ حال
باپ کا غم جان کا اسکی ہے کال
پھر نہین جینے کا اسکے احتمال
اسکو ہے اب دم شماری یارسول

اکبر و اصغر سے ہو بیٹھی نراس
میرے سامی کی یہی اک میرے پاس
عابد بیمار کی ہے کس کو آس
رہگئی ہے یادگاری یارسول

یہ ستم اور ظلم مین کب تک سہون
جی مین آتا ہے کہین جا مر رہون

وہ جو فرزند محمد کے پڑے تھے بے سر
ایک کی لاش زمین کھود نہ وان گڑوا دی

تاچہل روز بہ بستر تن بیجا اُس ٹھانو
ہائے اِسطرح کیا قتل نبی کا وہ گانو
یون پڑے تھے کہ کہی دھوپ تھی اُنپر گہ چھانو
شہر اسلام مین تھی جس کے سبب آبادی

چرخ نے تخم ستم واسطے اُن کے بویا
تیغ کیواسطے تھا روز ازل سے گویا
رہا اُس تخم کے پھل کھانے کو اُن کا جویا
گردن آل محمد پہ خسط آزادی

نہ تو سمجھے یہ لعین ذات خدا کو حاضر
دین سے منہ موڑ کے دریا مین لہو کے آخر
نہ کیا پاس علی کا نہ نبی کی خاطر
کشتی آل نبی شامیون نے بٹھلا دی

لوٹ کر لیچلے جب اہل حرم کو ہیہات
جو سوار اشترونکی پشت پہ تھین مستورات
اُس مصیبت کی کہان تاب جو کہہ سکتی بات
مان بتول اُنمین کسو کی تھی کسو کی دادی

قصہ لیجانیکا آگے نہ کہے یہ ناکام
اہل بیت نبوی شقیون نے پہونچا کر شام
ہے یہ ڈر سوئے ادب پر نہو اسکا انجام
جا کے دی اپنے خلیفہ کو مبارکبادی

غدر وہ آل نبی سے کیا شیطانون نے
حیف کفار کے نزدیک مسلمانون نے
نہ جسے آنکھون ہی دیکھا نہ سُنا کانون نے
کر دیا خانۂ دین بیت ہو جون ایرادی

بس خوشی از رہ انصاف کر اب اسکو غور
ان دونون تجھ سے موالی رکھین صحبت کسطور
اشقیا جب کرین مولائے دوعالم پر جور
دلین کسطرح محبون کے ہوجائے شادی

مہربان غم نے خوشی کو جو کیا بحث مین بند
دل سے عالم کے اڑی یون کہ جون آتش سے سپند
کھائی آئیکی محرم مین خوشی نے سوگند
ظالمون پر گئی نزدیک خدا فریادی

مرثیۂ دیگر

گیا گودی مین جب مرجھائے اصغر
فلک ایسا ستم دکھلائے اصغر
لگی بانو یہ کہنے ہائے اصغر
جیون مین اور تو مرجائے اصغر

نہ تھی اُمید تو یہ دن دکھاوے
اکیلا یون مجھے تو چھوڑ جاوے
شب و روز اپنے ماتم مین بٹھاوے
یہ مان اب کس سے دل بہلائے اصغر

مری گودی سے کیونکر اُٹھ گیا تو
مین حیران ہون یہ کیا جادو کیا تو
نہ پائون سے کبھی ہرگز چلا تو
تجھے اب کون مجھ تک لائے اصغر

غم ہو سینے میں تو کیونکر نہ کرے اشک ہجوم
مل کے باہم یہ محرم میں مچاتے ہیں دھوم
طفل و دیوانہ چلے آتے ہیں لازم ملزوم
جسکو دیکھوں ہوں سو ہاتھ انکے سے ہے فریادی

پھر ہوئی از سر نو جب سن ہجری کا سال
دیکھکر اُسکو یہ ہو جائے ہے اُسکا یہ حال
شعلہ کر دیوے ہے اُسے ماہ محرم کا ہلال
کہ نہ ویرانہ ہی چھوڑے ہے نہ پھر آبادی

آہ ہے اُسکا علم اور سرشک اُس کی فوج
گڑھ کو عشرت کی معاینت کرے اُسکا اوج
آئے ہے سینے سے وہ چشم تلک نالے کی موج
تاب کیا رہ سکے دلمیں جو سرور و شادی

ایکدن غم سے خوشی نے یہ کہا سن اے غم
کام دنیا کا ترے ہاتھ رہے ہے درہم
تجھسے بیچین ہے تا جور و ملک سے آدم
دلکو آفاق کے تئیں کس لیے یہ ایذا دی

سن کے بولا جو اذیت میں ہیں مجھسے احباب
اُنکے احوال کو ٹک دیکھیو تو روز حساب
حق میں اُنکی یہ اذیت کو سمجھ عین صواب
تیرے سکھ دینے سے جن شخصوں کے دل ہیں عادی

وہ مسلمان ہیں کریں آج گریبان نہ جو چاک
وہ مسلمان ہیں نہ منہ پیٹیں جو ہو کر غمناک
وہ مسلمان ہیں نہ ڈالیں جو سر اپنے پر خاک
وہ مسلمان ہیں تجھے دلمیں جنھوں نے جا دی

وہ ہی دیندار ہے جسے آل نبی کا ہو درد
وہ ہی دیندار بھرے آج کے دن جو دم سرد
وہ ہی دیندار رٹے چہرے سے اپنے جو گرد
وہ ہی دیندار ہے جسے اندنوں میں ایذا دی

کسطرح دو نہیں کہو دل کو محبوں کے چین
کیا کہوں تجھسے مفصل اسے یعنی کہ حسین
تشنہ لب ذبح ہوا سبط رسول الثقلین
باپ جسکا ہے علی ماں ہے پیمبر زادی

خویش و فرزند و عزیز اُسکے لیے جدم مار
جتنے نامرد تھے دنیا کے اُنھوں سے تلوار
تن تنہا وہ رہا اُسپہ تو پھر ایک ہی بار
نہ سکیلے کی چلے بن رہی نہ فولادی

گذری اُس دم جو کچھ اُس سید ابرار کے سر
نہوئی ہوگی نہ ہووے گی گنہگار کے سر
سبط احمد ولد حیدر کرار کے سر
کسی جلاد سے آفاق میں یہ جلادی

جو رزخمی ہو گرا گھوڑے سے جب وہ شہ دین
خاک پر ڈال دیا اُس تن عریان کے تئیں
اُن نے سر کاٹ لیا تھا جو وہ آل شمر لعین
نہ کفن کے لیے دی اُسکو گزی نے کھادی

دیکھ وہ سر کہا جن نے ہے یہ صورت کس کی
ہے یہ وہ شخص کہ ہے بنت نبی ماں جس کی
یہ سخن بولی لعینوں میں زبان جس کسکی
باپ کو تھا یہ نبی رابطۂ دامادی

جب سے لگے چلنے لعین دھر کے وہ سر نیزے پہ
اپنے رستے تو کیے دفن جنازہ پڑھ کر

کدھر جا کر مین اپنا پیٹ مارون
نچے مین کاشکے جایا نہ ہوتا
تو یہ دکھ تو نے یہان پایا نہ ہوتا
کہانتک مان ترا غم کھائے اصغر
مرا بیٹا تو کہلایا نہ ہوتا
کہ تو پیاسا جہان سے جائے اصغر

سکینے کی مین تو اب آویگا سیراب
پلایا کسطرح کا اسکو تین آب
کوئی دم اس بچے کو ہویگی تاب
ہوا یہ جس سے اے بابائے اصغر

وہ دن جسدن سے خطرہ مین جہان ہی
یہ اسدن آرزو سے مہربان ہے
زبان پر سب کی حرف الامان ہی
کہ اس عاصی کو تو بخشائے اصغر

مرثیہ حضرت

مقتول حق ہی جسکو کچھ غم حسین کا ہے
جن و بشر مین شیون باہم حسین کا ہے
لازم جہان مین ماتم ہردم حسین کا ہے
یہ غم حسین کا ہے ماتم حسین کا ہے

یہ غم ہی تا قیامت ہردم ہوئے ہے برپا
آواز صور جیسے ہر ایک کا ہے نعرا
ہی عنقریب ہووین افلاک جا سے بیجا
شیون ز شور محشر کیا کم حسین کا ہے

پوچھے جو کوئی مجھسے کیا دون جواب اسکو
ہی جو بشر جہانمین ملتا ہے آب اس کو
کب اس ستم کی آوے سننے کی تاب اوسکو
خنجر سے حلق پیاسا توام حسین کا ہے

پانی سے اے عزیزو سب کی ہی زندگانی
دیویگا کون اسکو وان بھرکے جام پانی
پونچا نہ جسکو ان نے مرگ اپنے جی مین ٹھانی
جسکو مین سوچتا ہون سو جم حسین کا ہے

سب خویش و اقربا تو اسکے گئے ہین مارے
سیراب جس جگہ ہین وحش و طیر سارے
پانی لے آئیو وہ کس کے تئین پکارا ہے
ہونٹونپہ تشنگی سے وان دم حسین کا ہے

سب یار و یاور اسکے مارے پڑے ہین زمین
اندیشہ ٹک کرو تو یارو کہ جوگ من مین
کوئی نہین ہی اسکا اب بیکسی کے بین
غربت سوا کوئی بھی ہمدم حسین کا ہے

جان برلب آرہا ہے دل زندگی سے مایوس
کوئی نہ پاس اُنکے تھا وہ جنھون سے مایوس
اندیشہ آبرو کا اور فکر پاس ناموس
مین کیا کہون کہ یہ کچھ عالم حسین کا ہے

نے دوست پاس اسکے کوئی نہ آشنا ہی
آگہ نہین ہی اُس سے کوئی مگر خدا ہی
ڈالے نہ دشمن اوپر ایسی فلک تباہی
اس حال مین محب و محرم حسین کا ہے

جو کوئی تجکو اب مجھ پاس لادے
تری مان ہر دم اُسکے صدقے جاوے
وہ باندی کرکے مجھے اپنی بٹھا دے
سبب جسکے سے تجکو پائے اصغر

تجھے جب پیار سے ٹک مین بلاتی
جو روتا تو پنگھوڑے مین جھلاتی
تھپک کر گود مین اپنی سلاتی
یہ دکھیا اب کسے بہلائے اصغر

مری آنکھون کا تو نور بصر تھا
تجھی سے اے بچے روشن یہ گھر تھا
اور اپنے باپ کا لخت جگر تھا
تو کیون جاتا ہے روٹھا وائے اصغر

سکینہ پوچھتی یون مجھ سے آئی
جگائے سے نہین اُٹھتا جو بھائی
اسے معتاد کیون زیادہ کھلائی
اسے مان کسطرح بہلائے اصغر

بہن کب تک ترے بن دکھ بھریگی
نہ بھائی ساتھ ہی تیرے مریگی
جو تو ہی نہین تو کیا جی کر کریگی
گئی ہے یہ بہت گھبرائے اصغر

وہ قوم بے حیا دور از حمیت
ہین اے کاش کے دیتی اذیت
ستم ہی کی اگر رکھتی تھی نیت
روا رکھتی نہ وہ ایذائے اصغر

چھٹ اسکے کیا تھی اس بچے کی تقصیر
بھلا اسیر اسے یون مارے تیر
کہ رو رو کر طلب کرتا تھا یہ شیر
کہ منہ کو کھول کر رہجائے اصغر

چھدا کر تیر سے پیاسا گلا تو
بلا لون بول تو منہ سے بھلا تو
مجھے دکھیا کر اس جگ سے چلا تو
تری مان ڈھکنے تری چلائے اصغر

لیے گودی مین اس کو شہربانو
کہے تھی ہائے یارب مین نہ مانو
کبھی بیٹھے تھی سر ادر گاہ زانو
نہ جبتک تو مجھے بلوائے اصغر

جہان اک بوند پانی کی نہووے
ترے کرتے کا لوہو کیونکر دھووے
کرے کیا گر تری مان دان نہ رووے
تجھے کس چیز سے نہلائے اصغر

نہ یان کپڑے کا ٹکڑا اے کفن ہے
اٹھانیکا ترے کہ کیا جتن ہے
نہ کوئی ساتھ اپنے گورکن ہے
کوئی کیونکر تجھے گڑوائے اصغر

جو روٹھا ہو تو مین تجھکو مناؤن
یہ غم مین کسطرح دل سے بھلاؤن
اگر جاتا رہا ہو ڈھونڈھ لاؤن
تجھے جب اس طرح موت آئے اصغر

مین کیا کہکر تجھے نبچے پکارون
جو بولے تو تو جی تجھ اپنا وارون

دین کے راہ زنون نے ہو فراہم ہیہات
لوٹی کربل مین مدینے سے جو آئی تھی برات

غارت اس طرح کیا ہاے پیمبر کا گھر
مرنیوالے تو موے جی سے سنبھے جو اکثر
نہ سر زن پہ ہی چادر نہ تن مرد پہ سر
جاتے ہین کرین پوشش کیلئے قطع حیات

گھر کو شادی کی عوض روشنی کی آتش دے
دولہا دولھن سے عجب بھاگ ہین یار و جنکے
ورپہ سر پیٹنے سے خلق کے نوبت باجے
تحت کی رات کرے دنکو قیامت کی رات

دونون سمدھیانے یہ لوٹے گئے تج کر کے وطن
کس گھڑی بیاہ اٹھایا تھا کہ دولہا دولھن
عوض خلعت شادی بنہ ملا شہ کو کفن
وردے دل کے بہم کہنے نہ پاے وہ بات

صبح سی بیٹھین ہین سراپنے برائی تا شام
دیکھکر حال یہ کہتے ہین کھڑے خاص و عام
شام سے صبح تلک لے کیلئے دولہا کا نام
بیاہ کا دن نہین دولہا کا یہ ہی روز وفات

کوئی روتا ہی کھڑا ڈالے لگے سر پے خاک
کسکا ماتم ہے یہ پوچھے ہی کوئی ہو غمناک
سینہ کوٹے ہی کوئی کرکے گریبان کو چاک
شادی کی آج تلک دیکھے نہین یہ حالات

غیر زنجیر نہ سمدھن کے گلے دیکھا ہار
اور شربت سے جو پوچھو تو کرون یہ گفتار
پان جو کھا دے سو ہی سمدھی کی تن مین سوفار
تشنہ نوشہ کو کیا ذبح لب آب فرات

یہ عجب بیاہ ہی جسمین نہ کہین رنگ نہ راگ
اس نویلی کے عوض ہینے عجب دیکھے بھاگ
ورنہ ہر شادی مین سب گاتی ہین دولھن کی سہاگ
نوحہ کرتی ہین منڈھے کے تلے بیٹھین عورات

چشم ہر ایک کی خوناب سے ہی مالا مال
گرد دولھن کے سبھی بیٹھین ہین کھولے ہوئے بال
ڈوبے ہاتھو نہین سبھون کے ہین لہو سے رومال
شادی کی لوگونکے دیکھے ہین کہین یہ اوقات

کون ساعت تھی بخا ہین کہ ہوئی جب نسبت
غرض ایسی بھی نہ دیکھی ہین کسی کی قسمت
زہر کا گھونٹ ہوا وہ جو پیا تھا شربت
پاس دولھن کے یہ دولہا نہ رہا رات کی رات

راؤ چاؤ سے بنا کوئی یہ دیکھا ہی نراس
حیف صد حیف اجل اسکی ذ بنری کے پاس
جسکے دلسے کہ کسی طرح کا نکلے نہ ہلاس
نہ دیا جینے اسے بیٹھ کے اک دم لو بات

بیاہ ہوتا ہی کسیکا یہ زمانے مین کہین
ایسے دولہا دولھن آفاق مین دیکھی ہی نہین
خوشی و خرمی ہوتی ہے قبیلے کے تئین
غم سے شادی کے جھونکے نہین تا حشر نجات

ہان کے دولہا کی رو رو کے بصد آہ و فغان
خاک مین ہاے پڑا ہی تو لہو مین غلطان
زیر سر ہی عوض تکیہ ترے نوک سنان
دیکھون اب کونسی آنکھو نسے مین یہ مکروہات

تیغ ستم سے بھائی جا جس جگہ موا ہے
بیٹا رہا سو دونون کی تو تہ پر گرا ہے
اُسجا بھنج بھتیجا مارا وہین پڑا ہے
قتل اسطرح قبیلہ ہمہ حسین کا ہے

صورت یہ کشت و خون کی بن کربلا مین آئی
یون گردن اپنی کن سنے مع اقربا کٹائی
تڑپے ہے یان بھتیجا وان لوٹتا ہے بھائی
کٹنے کا جسطرح سے عالم حسین کا ہے

جو زیر تیغ آیا چھوٹا بڑا اُنھون مین
کوئی بھتیجا کوئی ہے بھانجا اُنھون مین
کیا کیا عزیز اُسکا بیجان تھا اُنھون مین
بیٹا کوئی ہے اُسکا جو غم حسین کا ہے

گھیرے ہوئے اب اُسکو فوج مخالفان ہے
مارے ہے تیر جسکے وان ہاتھ مین کمان ہے
ہر اک کی تیغ کا وہ تن بہر امتحان ہے
تودے سے آج سینہ کیا کم حسین کا ہے

تیغ و تبر سے اُسکے ہین تن پہ زخم کاری
تاب و توان و طاقت سب اُن نے اپنی ہاری
اور جا بجا بدن سے خون ہو رہا ہے جاری
حال اس قدر مجبور ہم حسین کا ہے

ہر زخم تن کا جون گل اب ڈہڑ ہا رہا ہے
گویا تمام میان پھولوں سے چھا رہا ہے
جون آب جوئے خون کو تن لے بہا رہا ہے
قتل اسطرح سے گل کے موسم حسین کا ہے

گردن سے یون تن اُسکا دیکھا گیا ہے کیونکر
سُن لوگے کوئی دم کو نیزے کی پہر سنان پر
سر تا قدم ہے زخم شمشیر و تیر و خنجر
ہر گیسوئے معنبر پُر خم حسین کا ہے

ٹکڑے کر اُسکے تن کو جسوقت سر اُتارا
جھک جائے شاخ اوپر جیسے گل ہزارا
کیونکر ہوا فلک کو یہ دیکھنے کا یارا
نیزے کی نوک پر سر یون خم حسین کا ہے

ہوتین جو فاطمہ اب جان اپنی اسپہ کھوتین
پانی اگر نہ ملتا اشکون سے اپنے دھوتین
اور بیٹ کر سرہانے دیکھ اُسکا حال روتین
لوہو سے پیرہن جو پُر نم حسین کا ہے

بن کربلا مین یار و ظالم جو تھے جہانتک
اہل زمین سے لیکر اب اہل آسمان تک
دست تعدی اُنکے پہونچے ہین اب کہانتک
جو کوئی ہے سو اُسکو ماتم حسین کا ہے

چاہے جو روز محشر کوئی نجات اپنی
اے مہربان بسر کر غم مین حیات اپنی
سر خاک ڈال کاٹے رو رو کے رات اپنی
سب ماتمون مین ماتم اعظم حسین کا ہے

مرثیہ حضرت

چرخ کی بدمستی آج ہوئی ہے اثبات
حال سے خلق کے غافل ہے نپٹ یہ بدذات

میری آنکھوں میں ہی بن انکے اندھیر
ہائے میرے ماہ پیارے کیا ہوئے

صبح اٹھکر دیکھتی تھی ان کے منھ
گئے کدھر کیا جانیے وہ ہائے دکھ
دیکھنے سے انکے تھا مجھ دل کو سکھ
مجھسی دکھیا کے دکھیارے کیا ہوئے

انکے غم میں روتے ہیں روح الامین
پوچھتے ہیں یا امیر المومنین
سر ٹپک پیغمبران مرسلین
عرش کے دے گوشوارے کیا ہوئے

حال دنیا کا جو کرتے ہیں نگاہ
کہتے ہیں جن و ملک بھر بھر کے آہ
سے زمین تا آسمان سب ہیں سیاہ
دین و دنیا کے ستارے کیا ہوئے

آج سونا ہے مدینہ ان بغیر
ڈھونڈھتے پھرتے ہیں انکو وحش و طیر
خالی ہے وہ جا جہاں کرتے تھے سیر
تھے جو لخت دل تمہارے کیا ہوئے

وہ جو تھے دونوں ترے نور بصر
کھیلتے پھرتے تھے ہر شام و سحر
نائی پیغمبر کے زہرا کے پسر
وہ جو ہر اک کے دوارے کیا ہوئے

دیکھکر جنکے تئیں ساتوں فلک
آدمی سے لیکے تا حور و ملک
گرد پھرتے ہیں زمین کے اب تلک
جاتے تھے سب جن پہ واری کیا ہوئے

چھپ گئے زیر زمین وہ آفتاب
صفحۂ دنیا کا رو ہے سیاہ تاب
شامیوں کے ہاتھ سے آئی شتاب
ہائے دو جگ کے اجیارے کیا ہوئے

پالنا جنکا جھلاتا جبرئیل
باپ سے دلواتے کوثر کی سبیل
پھر آمرزش تھی امت کے کفیل
ہائے وے حق کے سنوارے کیا ہوئے

ہے دل عالم کو انکے غم کا روگ
جو تھے کے سب اقربا کہتے ہیں لوگ
سالکان عرش تک ہے انکا سوگ
دین کے سالار سارے کیا ہوئے

ہائے جو تھے دین اور دنیا کے تاج
دھر پڑے ہیں خاک و خوں میں انکے آج
جن سے یاں ایمان نے پایا رواج
سر تنوں سے ہو نیارے کیا ہوئے

اب غرض زہرا یہ کرتی ہیں کلام
رو رو کر کہتا ہے عالم ہے امام
آنکھوں سے بہتے ہیں نالے صبح و شام
حق کی نظروں کے نہارے کیا ہوئے

غم سے انکے زار ہیں سب انس و جان
انکے ماتم میں سکے ہے مہربان
سر کو اپنے پیٹتے ہیں کروبیان
ہائے وہ حیدر کے پیارے کیا ہوئے

نہ قدم پیچھے بچھونا ہے نہ سر پر سایا
چرخ ظالم نے ہمین آگے دے یہ لٹوایا
ہے پڑا خاک پہ شادی مین جو کوئی آیا
کہ نہ خیمہ رہا نہ فرش نہ مسند نہ قنات

زخم ہر ایک برائی کے بدن پر کاری
سرنگون بیٹھی ہے غمگین دلھن من ہاری
دیکھ نوشہ کو تو حلقوم سے ہے خون جاری
دمبدم آنکھون سے ٹپکے ہین لہو کی قطرات

بیاہ ایسے بھی زمانے مین کہین ہوئی ہین
دیکھکر حال کو ان دونونکے سب روتی ہین
دولھا دولھن کے نصیب ایسی کہین پھوٹی ہین
پیٹتے حیوان سے اب تا بہ جمادات و نبات

غرض اس شادی سے تا حشر رہینگے غم مین
روز و شب خاک بسر ہوئین گے اس ماتم مین
جتنے مخلوق خدا کے ہین اس عالم مین
آدم و دیو و پری حور و ملک اور جنات

طاقت اب سننے کی آگے نہین یہ نظم بیان
سودا کہتے ہین یہ تجھسے سبھی اب خرد و کلان
خون دل ہر مژہ چشم سے کب تک ہو روان
ختم کر مرثیہ بھیج آل محمدؐ پہ صلوات

مرثیہ حضرت

ہائے فے حیدر کے پیارے کیا ہوئے
تھے وہ شہزادے ہمارے کیا ہوئے
کیا کہین رن کو سدھارے کیا ہوئے
کربلا مین کن نے مارے کیا ہوئے

فاطمہ کہتی ہین رو رو زار زار
انکے بن دیکھے نہین مجکو قرار
کیا ہوئے فرزند میرے تاجدار
کوئی اتنا جا پکارے کیا ہوئے

دلکے میرے چین اور نور عین
دھوتی تھی ہر دم مین جن کے پیرہن
چاند سے ٹکڑے تھے اور گل سے بدن
سو مری آنکھونکے تارے کیا ہوئے

جن کو مین اتنا کیا تھا بر مین پال
دیکھ نہین سکتی تھی بھوکا سو وہ لال
شست و شو کرتی تھی جنکے سر کے بال
تشنہ لب دریا کنارے کیا ہوئے

گھر مین اب مجکو نظر آتے نہین
کوئی تو ڈھونڈھو بھلا جا کر کہین
روتے روتے غم سے یہ آنکھین ہین
بیوطن بیکس بچارے کیا ہوئے

صدقے مین جاتی تھی جن پہ کر نگاہ
تھا گلا جنکا نبی کی بوسہ گاہ
گر کہین جاتے تو مین تکتی تھی راہ
دے پیمبر کے دلارے کیا ہوئے

گر نظر آتے وہ مجکو لاکھ بیر
دیکھنے سے انکے ہوتی تھی نہ سیر

دیکھ مقتل کی طرف کرتے یہ گفتار چلے
مرنیکو تم جو چلے کیون نہ ہمین مار چلے

کس سبب کرنے سے جو ہم سے تم منھ موڑا
مگر اس دن کیلیے تم ہمین جیتا چھوڑا
خنجر و تیغ و تبر کا تو نہ تھا کچھ توڑا
اس طرح لیکے ہمین قوم ستمگار چلے

ہم سوار اونٹو نپہ ایسے کہ نہین جنکے مجاز
ناتوان زین عبا جس سے نہ نکلے آواز
ہم سے نزدیک اجل اور سفر دور دراز
کھینچتا اُن کی مہار آگے وہ بیمار چلے

پابرہنہ ہے وہ اور راہ پر از خارستان
بسکہ ہارے ہے بدن اسکے نے اب تاب و توان
کاٹنے چبھ چبھ کے ہر اک تلوے سے ہے خون ان
گاہ بیہوش گئے ہوکے وہ ہشیار چلے

ظالمون نے یہ جفا و ستم ہمپہ کیے
جسکی ہم آرزوئین کرتے تھے جینے کیلیے
سو طرح عابد بیمار کو آزار دیے
سو وہ یون گریہ کنان زیست سے بیزار چلے

ہجر کا بسکہ تمھارے ہے الم اوس پہ کمال
راہ چلنے مین یہ اُسکا ہے نقاہت سے حال
واے افسوس پدر دمبدم اُسکا ہے مقال
لڑکھڑاتا ہوا جون زخمی سرشار چلے

تن بدن اپنے سے اصلا نہین رکھتا ہے خبر
یاد کر تمکو وہ کہتا ہے یہ آہین بھر کر
جا بجا خاک اڑاتا وہ چلے ہے سر پر
مارین ظالم تمھین اُن پر نہ مرا وار چلے

غم تمھارے مین جلا جاے ہے وہ چشم پر آب
دیکھ سکتے نہین ہم اوسکے سر اوپر یہ عذاب
اُسکا دل آتش حرمان سے نہایت ہے کباب
یون اوسے گھیرے ہوئے لشکر کفار چلے

اس سفر مین کے اب ہمسونکی ہے غمخواری
ایک عابد سو گرفتار غریب آزاری
کون ایسا جو غریبون کی کرے دلداری
یون تمھین چھوڑکے بے یاور و بے یار چلے

آن لعینون نے نہ دی اتنی بھی ہمکو فرصت
تم بن اب لائے ہین یہ سر پہ ہمارے آفت
دفن کر لاشونکو یان تم سے جو کرتے فرقت
ہو جدا تم سے ہم اس طرح سے ناچار چلے

جو کہاتا تھا ہر اک آن دم و ہوش ترا
جسکو جاگہ تھی شب و روز ہر اک دوش ترا
دائما طفلی مین رہتا تھا ہم آغوش ترا
سیس اُسکا ہو سر نیزہ کی دستار چلے

خاک و خون مین ہین پڑے تیرے عزیزونکے تن
اور ہم ساتھ لعینون کے باین رنج و محن
نہ سر و سایہ ہے ان پر نہ انھین گور و کفن
پیٹتے سینہ و سر روتے ہوئے زار چلے

قتل کر تیرے جگر گوشونکو شامی بے پیر
کسی کے طوق سگلے ڈال کسی کے زنجیر
اس مصیبت سے ہمین اچھے دن کر کے اسیر
شام کو لیکے ہمین خیل گنہگار چلے

مرثیہ مربع

سن اے گردون اگر تو دون نہوتا
مدینے سے کبھی بیرون نہ ہوتا
تری گردش سے شہ محزون نہوتا
اور اُسکا کربلا مین خون نہوتا

نجاتے اس طرح کوفے کو حیدر
نکرتا قتل شاہ دین مقرر
بلاتا ابن ملجم بھی سمجھکر
جو قتامہ پہ وہ مفتون نہ ہوتا

نہ روتین حضرت خاتون جنت
اُن آنکھون سے کہون کیا بیمروت
نہوتی اسقدر اُن پر مصیبت
روان یون چشمۂ جیحون نہوتا

نہ ملتا زہر کا پیالہ حسن کو
جلاتا دھوپ مین کون اُسکے تن کو
حسین ابن علی جاتا نہ رن کو
جو دشت ماریہ گلگون نہ ہوتا

کہین ہین شہر بانو آہ بھر کر
ہوا جو کچھ کہون کیا میرے سر پر
ڈوبایا سعد کو نی نے مرا گھر تو
نہوتا یہ جو وہ ملعون نہ ہوتا

نہ مرتا اکبر و اصغر بچارا
نہ لٹتا ہائے یون خیمہ ہمارا
نجاتا جنگ کو قاسم دلارا
جو فوج شام کے مقرون نہوتا

حسین ابن علی کا غم ہے ایسا
بناے گریہ کا ہمدم ہے ایسا
جہان مین اور غم کوئی کم ہے ایسا
نہ روتا کوئی جو یہ مضمون نہوتا

جو باز آتا فلک جور و جفا سے
نہ کرتا یہ بدی آل عبا سے
خجل ہوتا نہ حضرت مصطفا سے
ترا کاسا اگر واژون نہوتا

جو ذکر ماتم شبیر و شبر
کسی سے تا بروز حشر یکسر تو
نہوتا شاعری مین گر مقرر
کوئی مصرع کبھی موزون نہوتا

سنا احوال تم نے اے عزیزان
نہ ہوتا ماتم شاہ شہیدان
کہے کیا تم سے آکے مہربان خان
تو کوئی دیتا مین یون محزون نہوتا

مرثیہ مربع

شام جب اہل حرم ہوکے گرفتار چلے
چشم گریان دل بریان جگر افگار چلے

جگر غنچہ کو ماتم نے کیا چکنا چور ہو
گل پہ شبنم بھی کہتی ہی کہ گریان ہین ہم

صبح کو باد صبا ڈالے تھی سر اپنے پہ خاک
جسکو مین انجمن سے پوچھا کہ تو کیون ہی غمناک
سینہ ہی آج بھی پھولوں کی کلیوں کا چاک
ہولے ہی تعزیہ داران شہیدان ہین ہم

جانتو ہو کون ہین یہ دشت بلا بیچ شہید
کر گئی جن کو تہ تیغ لعین قوم یزید
علی اور فاطمہ کے سبط ہین وہ فرزند سعید
انکے ماتم کے سبب غلط د ترسان ہین ہم

تہی کو کاٹ کے ہے فائدہ کرنا پیوند
قاطع اس نخل کے اتنے جو پھرے ہین خرسند
کیون کیا ابن پیمبر کا جدا بند سے بند
کیا سمجھتے یہ نہین مورد نقصان ہین ہم

شاخ بے برگ پہ چنچے کو ذرا کر تو نظر
کہتے ہین اہل حرم لے خبر اسے پیغمبر
سر حسین ابن علی کا ہی یون ہی نیزے پر
تجھ تئین آ نہین سکتے کہ اسیران ہین ہم

ہم سمجھتے تھے کہ ہم ہین گل باغ نبوی
جھٹکا دامن کے تئین ان سے طرفہ جنکی لی
گردش چرخ نے یہ ہم سے بدی ایسی کی
دشت غربت مین مگر خار مغیلان ہین ہم

اس مصیبت مین ہمین اپنے کہاںسے لاوین
چشم پوشی وہ کرے جسکی طرف ہم جاوین
ہین یہ وہ لوگ محمد سے نہ ہوشرماوین
گویا اس بادیہ مین ریگ بیابان ہین ہم

یا نبی کا جس کہ اس قوم مین کرتے ہین سوال
گو کہ نزدیک نہین ان کے محمد کی آل
سامنے لا کے زمین پر وہ لعین دیتے ہی ڈال
لیکن اتنا تو یہ سمجھین کہ مسلمان ہین ہم

نہ خورش دن کو میسر نہ ہمین رات کو خواب
کیا قیامت مین خدا کو یہ شقی دینگے جواب
کسی جو ات یہ زمانے مین نہ ہوگا یہ عذاب
دلمین انکے نہین آتا ہی کہ انسان ہین ہم

حق تعالی انھین نابود کرے جلد لعین
ہمکو چیونٹی سے بھی کم جانین ہین اور اپنے تئین
زیادتی ایسی یہ کیا عزے مین ہی قوم لعین
سمجھے ہی یہ شقی کہ سلیمان ہین ہم

یا نبی کس سے کہین جا کے ہم اپنی تب و تاب
اسقدر گرم ہے جسطرح سے ہوا سیخ کباب
اب ٹپکتا ہی جو آنکھوں سے ہماری خوناب
یہ سلو کون سے انھون کے دل بریان ہین ہم

زندگانی سی کیا سوخت نے ہر دم کی ہراس
آہ بھرتے ہین تو آتی ہی جلے گوشت کی باس
اٹھ پھر آتش غم دل کے سلگتی ہے پاس
ہاتھ سے انکے زبس سینہ سوزان ہین ہم

اس مصیبت سے ہمین شام لیے جاتے ہین
کھینچکر تیغ کبھو سامنے آجاتے ہین
کبھو برچھی کی انی ان کے بتلاتے ہین
ہیبت و خوف سے اب قالب بیجان ہین ہم

کر کے منہ سوے مدن پھر یہ پکاری زینب
تن نازک یہ اب ایسے کے روا تھا یہ غضب
یا محمدؐ جو پلا بہ مین تری روز و شب
تیر و خنجر تبر و دشنہ و تلوار سے چلے

ساکن عرش برین کرتے تھے جنکی پابوس
پابرہنہ سر عریان دل بریان افسوس
دھوپ روزانہ ہی سر انکے پہ ور شبکو اوس
قریہ و دشت و دہ و کوچہ و بازار سے چلے

دمبدم خون جگر ان کے تئین ہی دفات
شور لوگون نے کیا شور قیامت کو مات
سر و سایہ نہین کچھ سر پہ بجز حق کی ذات
اس خرابی سے ترے عترت اطہار چلے

ہمین سنتے ہین یہ ملعون ہماری زاری
حال دشمن کے بھی دشمن پہ نہو یہ طاری
طعن و طنز انکے سے ہین زخم دلو نپر کاری
جسطرح قید مین ہم سید ابرار سے چلے

تجھ بن اب کس سے کرین حال یہ اپنا اظہار
دیکھکر دوڑ بچھے دسے کے دنا آخر کار
تیرے آگے جو کہلاتے تھے کہ ہم ہین دیندار
خانۂ دین کے تئین کر کے یہ مسمار چلے

ظالمون نے ہمین دکھلاے یہ اپنے کردار
حلق پیاسے یہ بجھتے ہین چلے سے تلوار
صورت اس حال کی آنکھوں مین پھرے ہے ہر بار
پانی کی آگے ہمارے جو کہین دھار چلے

اسے مقدور کہان آگے جو احوال پڑھے
خون ٹپکتے ہوے سر نوک پہ نیزون کی چڑھے
بے کفن لاشو نکو انکی ملے نے گور گڑھے
ہاے یون شہر مدینے کے وہ سردار چلے

مطلب اسطرح سے کہتی تھین زینب
لے زمین تا بہ زمن حشر کا عالم تھا جب
اہل بیت نبوی جانے لگے سب
قتلگہ پر سے وہ با دیدۂ خونبار چلے

سودا کچھ تو نہ کہ آگے یہ گرا احوال تمام
پنجتن پاک کا تو اپنے تئین کہیو غلام
سنکے یہ مرثیہ بیتاب ہین سب خاص و عوام
تیرے مذہب کی اگر بزم مین تکرار چلے

مرثیہ حضرت

بولے ہین مرغ چمن آج کہ نالان ہین ہم
ہے یہ سنبل سے کہ زبان زد کہ پریشان ہین ہم
کہتے ہین گل کہ سدا چاک گریبان ہین ہم
نرگستان کا سخن یون ہے کہ حیران ہین ہم

جامۂ ماتمیان سے یہ تن نیلوفر
قمری کو سمجھو کہ اخگر سے تہ خاکستر
آتش غم سے ہین لالے کا نت اٹھ داغ جگر
سرو کہتا ہے یہی آہ گلستان ہین ہم

نظر آتا نہین یہ خوشۂ تاک انگور
باغ کا آبلۂ غم سے ہوا دل معمور

پینے دین آب انس سی لی تا بہ وحش و طیر
مانع ہون ابن ساقی کوثر کیواسطے

امت ہی وہ کہ خانہ دین کی ہو پاسبان
آتش برائے بخت و پر آئی تھی رہبان
یا لوٹ لیوے اپنے پیمبر کا خانمان
یا دیئے کو وہ فاطمہ کے گھر کیواسطے

راوی لکھے ہی خرد و کلان رہ مین جب ہوا
ششماہہ طفل اصغر معصوم تک ہوا
تیر سے اور تیغ ہی سب کا لہو چوا
طعمہ عقاب تیر ستمگر کے واسطے

تنہا پھر اس زمین پہ رہا شاہ کربلا
بعد اس ستم کے خیمہ ہوا مورد بلا
اسکا بھی تیغ ظلم سے آخر کٹا گلا
غارت گر دنکے ہاتھ سے زیور کیواسطے

خیمے مین جب دھسی وہ لعین چھاتیان تنے
کیا ہووے ان غریبونکے جنپر یہ آ بنے
بیٹی پہ چھپتی تھی ماں تئین ماں بیٹی کی کنے
جز یہ کہ دین خدا و پیمبر کے واسطے

تلواریں کھینچ کھینچ یہ بولی وہ بدخصال
گردنپہ اپنی جان کا اپنی نہ لو وبال
جلدی سے تم بتاؤ کدھر ہی متاع مال
برباد زندگی کو نہ دو زر کیواسطے

سجاد نے کہا جو ہمارا تھا مال و زر
کیون باندھتے ہو قتل پہ عورات کے کمر
ٹکڑے ہوے پڑا ہی وہ رہ مین جدھر تدھر
یہ رہ گئی ہین پیٹنے کو سر کیواسطے

جسکا ہی نام زر سو نہ یان بیش ہی نہ کم
کیا دینگے ہم تمھین کہ تمھین سی لیا ہی ہم
دینے کو یان نہ دام ہی موجود نے درم
داغ جگر رسول کی دختر کیواسطے

غربت کو تم نے دیکھ ہماری وہ کچھ دیا
آڑے تمھارے آویگا وان یہ لیا دیا
جس سے کہ شکر ہم نے بدرگاہ حق کیا
سبکو جہان بلائینگے محشر کے واسطے

گر قتل ہی انکو تمھارا ہے مدعا
چاہو جو زر تو دیکھ لو ہو جس جگہ دھرا
حاضر تمھارے سامنے سب ہین رنگ کیا
قفل و کلید کچھ نہین یان گھر کیواسطے

یہ سنکے وہ لعین لگے ٹیسے لوٹنے
باہم لگے قساوت قلبی سے بولنے
ہر اک مکان کھودنے اور ٹیکے کھولنے
کپڑا کسو کے رکھیو نہ چادر کیواسطے

سب کچھ غرض کہ چھین لیا سبکو مار مار
چھوڑین کسیکی چیز سے کچھ کب وہ نابکار
خلخال تک تو دختر زہرا کے لی اتار
گوش سکینہ چیر لیا جو گوہر کیواسطے

تب وہ قنات آتش کین سے جلا دیے
سر پر کسیکے تھا تو نہ تھا تن کی کچھ بے لیے
کپڑے بھی چھوڑے تن کی سے اور ان سے
تن پر کسی کے تھا تو نہ تھا سر کیواسطے

قید سے گر ہمین آزاد کرین اب یہ لئیم
پوچھے جو کوئی کہ ہے کون یہ کسکا ہے یتیم
بیکسی عابد کو ہون مقتل پہ شہ دین کے مقیم
یون کہین معتکف گور غریبان ہین ہم

بیٹا اسکا یہ جسے کہتے رسول الثقلین ہو
دیکھتا ہے کدھر اسے فاطمہ کے نور العین
بر مین آجا تو ہمارے بھی ترے صدقے حسین
دمبدم لاڈ ترے کرنیکے قربان ہین ہم

سو وہ ان ظالمون کے ہاتھ سے اب بچکے وطن
چلو پانی بھی پلا اُس کی نہ کاٹی گردن
ہے پڑا رن مین نہ گور اُس کو ملی ہے نہ کفن
نسبت کہتے ہین لعین صاحب ایمان ہین ہم

چھوڑ ہو جب وہ گرا گھوڑے سے بر روئے زمین
ظہر کا وقت اگر ہاتھ سے ٹلجاوے کہین
جلدی سر کاٹ لو اسکا یہ لگے کہنے لعین
ہونگے شرمندہ خدا سے کہ مسلمان ہین ہم

سر تو اسے کا نبی ابن کے لین سر سے اُتار
زہے اسلام و زہے دین و زہے یہ دیندار
ہاتھ سے وقت نماز اُس پہ نہ دیوین زنہار
کفر کہتا ہے کہ اس دین پہ حیران ہین ہم

کر چکے قطع سخن اپنے کو اب اہل حرم
باز پرس اُنکی جو محشر مین پڑے گی جسدم
سودا یان تو بھی ہو خاموش نہ مار آگے دم
یون وہ فرماتے ہین حامی ترے آن ہین ہم

مرثیہ حضرت

یارو سنو تو خالق اکبر کے واسطے
وہ بوسہ گہ نبی تھی پیمبر کے واسطے
انصاف سے جواب دو حیدر کیواسطے
یا ظالمون کی برش خنجر کے واسطے

کیا تیغ و تیر و نیزہ کیا کارد کیا تبر
کوئی چڑھاوے چرخ کوئی رگڑے سنگ پر
سے سیل تا بدشنہ و برچھی سے تا خنجر
اُس نور چشم شافع محشر کیواسطے

وہ نازکی کو روح نبی کی ہوا تھا خلق
جس سینے پر مگس ہو تو ہو فاطمہ کو قلق
یا اس لیے کہ ذبح کرین اسکو تشنہ حلق
وان بیٹھے شمر کاٹنے کو سر کیواسطے

شمشیر ہی تو دشمن دین کے ہے قتال
نیزے کی بہر سینۂ اعدا بنی تھی بھال
یا اسلیے کہ قتل ہو اس سے نبی کی آل
یا انکے سر دکھائیکو گھر گھر کیواسطے

اکثر چلانا تیر کا تو دے پہ ہے صواب
ٹک منصفی سے دو مری ابیات کا جواب
یا یہ کہ تیر تو وہ سینۂ ابن ابو تراب
یارو نبی کی روح مطہر کے واسطے

دیکھا جہان مین کافر و دیندار کا بھی سیر
ایسی پر قساوت قلبی نہ کی مین سیر

قطع ہے ہمقوم کے بچنے کا ٹھکانا ہو	مجکو نہین کیون یہین
کٹواکے عزیزون کا سر اس سر کو بچانا	اپنا نہین واہین
یہ ننگ گوارا نہ ہوا از خلقت آدم	زنہار بشر پر
مین جاکے مدینے مین منہ اب کسکو دکھاؤن	ہمچشمین و عزیزان
پوچھے جو کوئی انکو تو کس طرح بتاؤن	تفصیل غریبان
کیا قوم عرب کے تئین اپنے یہ ہنساؤن	ہو زیست کا خواہان
جیتا ہوا جاؤن جو گر اس معرکے سے رم	ہے مرگ سے بدتر
اکبر کی مجھے منع کرے ہے کہ نہ پی آب	اب تشنہ دہانی
اور لیگئی دن رات کا آنکھون نے مرے خواب	اصغر کی کہانی
ہر لحظہ و ہر آن یہ دل رکھتی ہے بیتاب	قاسم کی جوانی
کیا لطف اٹھاویگا وہ جس کا ہو یہ عالم	آفاق مین جی کر
عباس کے کہ قطع ستم کیشون نے بازو	ڈالے برو خاک
جون خشکی مین ماہی ہو نظر آئے ہے مجھکو	یون عابد غمناک
دل دیکھ سکینہ کے پریشان ہوئے گیسو	جون شانہ ہے صدچاک
بز مرگ علاج اسکا نہین کیجیے مرہم	ہو زخم جو تن پر
زینب سنے عرض شاہ کے اس لطف بیان کی	سر پیٹ کے اکبار
بولین کہ رہا تو ہی ہے اب خرد و کلان سے	چارون مین نہ زنہار
نکلا یہ سخن جس گھڑی زینب کی زبان سے	سنکر شہ ابرار
بولے کہ نہین ہے یہ جگہ مارنے کی دم	یون نہین ہے مقدر
یہ کہ کے ہوا شاہ کا میدان کو آہنگ	رخصت ہو وطن سے
اور راست کیے اپنے بدن پر سلح جنگ	ہمشکل کفن سے
اس آن حرم بیچ قیامت کا ہوا رنگ	فرقت کی محن سے
اکبار گیا شیون دلہاے پر از غم	افلاک سے اودھر
کرتا تھا شہ دین کی کوئی منت و زاری	پڑتا تھا کوئی پانو
بیٹے تھا سر اپنے کے تئین وقت سواری	لے لیکے کوئی نانو

القصہ کام اُنکے نے پایا جب انصرام
پہونچے جو حربگاہ تلک وان کیا قیام
لیکر حرم روانہ ہوئے تب بسوئے شام
دکھلانیکو وہ عترت اطہر کیواسطے

مین آہ کیا کہون نظر آئی جو کچھ وہ ٹھانو
گر ہاتھ تھا درست کسی کا جدا تھا پانو
جس جا کٹا ہوا تھا رسول خدا کا گانو
یہ شکل اور آل پیمبر کے واسطے

لوتھون پہ جا پڑی نظر اُن کی جو ناگہان
زینب پکاری ہے توان لوتھون مین جہان
تاریک و تیرہ ہو گیا آنکھون مین دو جہان
بھائی جگہ دے اپنی بھی خواہر کیواسطے

اے بیگناہ کشتۂ و مذبوح بے سبب
مین کیونکہ ایسی لوتھون مین پاؤن تجھے کہ جب
پہونچی ہون تجھ تلک آنکے ہین بھی بصد تعب
پہچاننے کو سر نہو پیکر کے واسطے

تجھ سر کے شام جانیکا مین کیا کہون اصول
اس سر کے بالین سے سدا پنجۂ رسول
لٹکے تھا نوک نیزہ سے اور پڑ رہی تھی دھول
شانہ تھا گیسوان معنبر کے واسطے

بانا ردا کو اپنی رکھے تیرا فرش خواب
بابا کی کنیت کی سبب ابن بوتراب
مان پڑنے دے نہ تن پہ کبھو عکس آفتاب
مین خاک اختیار کی بستر کیواسطے

پیرو نکی غم مین چاہیے رو رو کی مین مرون
اے نور چشم فاطمہ بتلا مین کیا کرون
کفنا کے کس طرح سے تجھے گور مین دھرون
سو تو نہین ہے چادر و معجر کیواسطے

زینب غرض کہ رو رو باواز دردناک
یہ تو نہین وہ پڑا ہے کہ جسکے قدم کی خاک
کہتی تھین یہ کہ تیغ ستم سے ہوا ہلاک
سرمہ تھی چشم خسرو خاور کیواسطے

یا مرتضیٰ علی ولی حشر کا قیام
سودا کو بھولیو نہ تو اپنے ز فیض جام
جس روز ہو عرض لبکی رکھے ہے یہ غلام
دریائے العطش کے شناور کیواسطے

مرثیہ مربع مستزاد

ہے ایک روایت ز روایات پُر از غم
رو اسکو تو سُنکر
میدان مین شہ دین کے مارے گئے جس دم
سب خویش و برادر
زینب سے لگے کہنے یہ تب سرور عالم
تم سُنتی ہو خواہر
سر پر نہ رہا کوئی مرے مونس و ہمدم
غیر از دم خنجر
مجکو بھی جدھر وہ گئے اودھر ہی کو جانا
اے صاحبۂ دین

افسوس صد افسوس کہ شادی کی جگہ غم	ہو تمسونکے دل پر
اُس سر کی سعادت ہی کہ جو راہ خدا مین	گردن سے جدا ہو
بندہ ہے وہی خوب جو ہر رنج و بلا مین	راضی برضا ہو
ٹک غور کرو آپ کو دو جگ کی بنا مین	تم کون ہو کیا ہو
صابر برضا بیٹھو قدم گاڑکے محکم	اے عترت اطہر
خنجر یہ وہی ہے جو گلے میرے چلے گا	یہ تمکو یقین ہو
وقت اسکے گلے لگنے کا ذرہ نہ ٹلے گا	گو اب وہ کہین ہو
سر دم تلے ہرگز نہ مرا اُس کے سلے گا	لرزش بزمین ہو
وہ خنجر تقدیر ہی مین اس سے ہون محرم	جو اُس مین ہین جوہر
اسطرح وہ مظلوم تو دیتا تھا دلاسا	عترت کو نبی کی
تقدیر نے خنجر کا رگڑ سنگ سے واسا	خواہان ہوئی جی کی
اس امر مین الحاج محمد کا نواسا	ملنے تھا کسی کی
القصہ مرخص ہو گیا با دل پر غم	میدان کو وہ سرور
اور آگے شہادت کا بیان کیا کرون ہیہات	جسطرح وہ مظلوم
اُس دشت بلا بیچ ستم پروروں کے ہات	کٹوا گیا حلقوم
لکھی ہی تواریخ مین ہر راوی نے یہ بات	یون ہمکو ہی معلوم
کچھ کم دو ہزار اُسکو جراحت لگے بیہم	جز شمر کے خنجر
پرنالے سے بہنے لگے اُن زخمونکے جب چاک	ہو ضعف سی بیتاب
اُس لحظہ اوتر گھوڑے سے آیا برسر خاک	وہ مہر جہان تاب
مانند شفق اُسکے بدن و رجسد پاک	تھا خون کا گرداب
توسن سے لگا کہنے یہ با دیدۂ پر نم	وہ دین کا سرور
اے بادیہ پیمائے جہان تجھ سے وصیت	کرتا ہون مین اس آن
تا خیمہ پہونچنے کی نہین اب مجھے طاقت	لب پر ہی مرے جان
جا کر یہ سخن کہ طرف پردۂ عصمت	اے اُسکے یتیمان
سر کاٹ کے جسکا رکھین گے ظالم اظلم	برچھی کی سنان پر

ڈھونڈھے تھا کوئی مارنے کو اپنے کٹاری ہر ٹھور ہر اک ٹھا تو
مطلب کہ عجب طرح سے تھا اُس گھڑی ماتم تقریر سے باہر

فرمانے لگے دیکھ شہنشاہ یہ حالت یون اہل حرم سے
موقع نہین شیون کا یہ ہے وقت وصیت کیا سودا الم سے
محروم سکینہ کو درین عالم غربت رکھیو نہ کرم سے
نازک ہی یتیمون کا دل اس سے تو ہو محرم شیشے کے برابر

سجاد و سکینہ کو نہ ڈانٹے سے ہے نہ مارے کوئی کہ ہی کم سن
رہیو تم انھونکے یہ جو دونون ہین بچارے دلجوئی مین ہر دن
اور اپنی مصیبت پہ مین رونے کو تمھارے بالغ نہین لیکن
زنہار مرے بعد نہ تم کوٹیو باہم کیا سینہ و کیا سر

راغب کرو دل صبر پہ حق کا ہی یہ مرغوب کو جی ہی غم اندوز
اس امر مین بندے کو خموشی ہی بہت خوب از نالۂ جان سوز
آکر یہ مبادا نہ کہین حضرت ایوب محشر کے تئین روز
صابر نہ رہے مرضی ایزد پہ کوئی دم اولاد پیمبر

اس امر مین سر پیٹنے مو کہنے پریشان کچھ کام بھلا ہے
ماتم مین خراشیدن رو نزد بزرگان کار جہلا ہے
دم لو کہ مرا دو پر ابھی اے پردہ نشینان خنجر سے گلا ہے
تن پر تو مرے دیکھتے ہو سر کو مسلم کیون ہوتی ہو مضطر

جب نذر خدا لاکے خلیل اپنے پسر کو کرنے لگے قربان
پایا نہ قبول اُس کا خدا نے کسی رو شان ہی کے شایان
گردن کا بنی زادے کے خنجر سے نہ یک مو کاٹا گیا اُس آن
دینے کو دیا امر الٰہی نے پھر اُس دم زیر دم خنجر

یہ دیکھ کے احوال ردی وہ نبی اللہ کر نالۂ و فریاد
تاریک ہوا نظرونمین سے ماہی ستا ماہ یہ غم ہوا رو داد
مقبول مرا ہووے یہ سر حق کے بدرگاہ تم چاہیے ہو شاد

پوچھے تھا کوئی حال شہادت جو بتلا — مارا ہے کس آئین
بولے تھا کوئی خون ترے چہرے پہ ہے کسکا — جس سے ہے یہ رنگین
کرتے تھے یہ کہہ کے سخن ہائے پر از غم — خاک اپنے سرون پر

گھوڑا بھی کبھو کھا کے پچھاڑین بروئے خاک — لوٹے تھا الم سے
دیکھے تھا کبھو سر کو اُٹھا کر سوئے افلاک — رو رو انکے ستم سے
کہتا تھا اشاروں سے کبھو ہو کے وہ غمناک — یون اہل حرم سے
ہیہات کٹا آج سر سرور عالم — زیر دم خنجر

گر والے کے گھر مین زینب و کلثوم و سکینہ — با دیدہ خونبار
کہتی تھین کہ ویران ہوا آج مدینہ — اے احمد مختار
کوئی نہ بچا آل کا ڈوبا یہ سفینہ — جز عابد بیمار
اس بحر تلاطم سے کہو کیونکہ ترین ہم — اب ہو کے شناور

القصہ جو احوال حرم رکھتے تھے اس آن — دیکھ اسکے تئین کو
سو ہو کھڑے روتے تھے کیا انسان و کیا حیوان — ہر جانب و ہر سو
طاقت نہین سننے کی نہ اب آگے مہربان — خاموش ہو اب تو
توفیق عزا کی سبھے ہر ماہ محرم — دے خالق اکبر

مرثیہ حضرت

اشجار غم سے ہوگئے بے برگ و بر صبا
پھر کس خوشی سے کرتی ہے تو اب گذر صبا
گل شبنم الم سے ہوئی چشم تر صبا
سیر چمن کو آج سے موقوف کر صبا

ہے گلشن جہان مین قیامت کی اب سحر
جاے عبیر ملتے ہین گل گرد منھ اوپر
بیٹھے ہوئے خموش گریبان کو چاک کر
بلبل کا آہ نالہ سے تڑکا جگر صبا

گلزار فاطمہ کا مین احوال کیا کہون
تیغ ستم سے کاٹ گئے وہ دنی دون
ہر اک سخن سے دم بدم آتی ہے بوئے خون
چھوڑا نہ باغ دین مین کچھ خشک و تر صبا

پانی بغیر سوکھ گئے سب وہ نونہال
ہے کس ستم سے مزرع ایمان پائمال
ہر اک طرف پڑی ہین کٹی اُنکی ڈال ڈال
ٹک اس جفائے چرخ پہ کیجو نظر صبا

بستر پہ جو بیماری کے ہی عابد بیمار	اُس سے تو یہ کہیو
کیسا ہی جو ہو مرضی حق مین سمجھے آزار	راضی ہی تو رہیو
جو ظلم و ستم تجھپہ کرین قوم جفاکار	سرانے پہ سہیو
تنہا نہ مصیبت مین گرفتار ہین پکھ ہم	کھے سائے پیمبر
جانا جو ہو قسمت سے مدینے کو تمھارا	جا دیرے بد پیرے
کہیو کہ سلام ابن علی کہ کے سدہارا	ہر دوست کو میرے
جبتک کہ لعینون نے سر اُسکے کو اُتارا	تھا یاد مین تیرے
مشتاق و ملاقات رہا مرگ سکے تا دم	فرزند پیمبر
یہ کہکے شہ دین نے کیا گھوڑے کو رخصت	خیمے کی طرف کو
من بعد نصیب اُسکے ہوا جام شہادت	از دست جفا جو
وان سی جو گیا اسپ سوے پردہ عصمت	ل جیر مین لوہو
پھر کیا کہون تھا حق ہی اُس احوال سی محرم	گذرا جو اُنھون پہ
آیا جو نظر خانہ زین شاہ سے خالی	مین کیا کہون اُس آن
وحشت ہوئی اک وحشت محشر سے نرالی	از نالۂ و افغان
خاک اپنی سر و شکل پہ ہر ایک نے ڈالی	کربال پہ پریشان
پہچانے تھا کوئی نہ کسی کے تئین باہم	از عترت اطہر
لوہو سے بھری دیکھکے گھوڑے کی جبین کو	سر پیٹیا کے زینب
بولین کہ مگر قتل کیا سرور دین کو	کہ واقعی تو اب
کھویا کدھر اُس مہر نبوت کے نگین کو	کھول اپنے ذرا لب
بتلا دے ہمارا ہی کدھر مونس و ہمدم	ہم بھی چلین ادھر
سچ کہ کسی بیرحم نے رحم اُسپہ کیا تھا	جب سر کو اُتارا
پانی خلف ساقی کوثر کو دیا تھا کہ	یا تشنہ ہی مارا
جی پیاس ہی نے جسم سے کیا اُسکا لیا تھا	جو جگ سے سدہارا
اسطرح کی آفت کبھو دیکھی ہی نہین ہم	زنہار بشر پر
کہتا تھا کوئی اُس سے کہ اے بادیہ پیما	کیدہر ہی شہ دین

دیکھا جو اس فرنگی نے اس دم یہ ماجرا
بولا اٹھا کے طشت سے وہ غنچہ کا سر صبا
اے سر خدا کیو اسطے ایمان کر عطا
نانا کے اپنے دین میں مجکو تو جلد لا
القصہ سر نے شاہ کے کلمہ دیا پڑھا
راوی معتبر سے یہ دی ہے خبر صبا

آخر یزید لعنتی خلق سے کہے
تا لے لہو کے تن سے فرنگی کے دان بہے
اپنے پہ بہر دین یہ ظلم و ستم سہے
داخل ہوا شہید دنین جی سے گذر صبا

سودا تو اپنے دلکو رکھ اس غمسی دردناک
تا فضل روز حشر کرے وہ امام پاک
یوں سر پہ اپنے پھینک اس تعزیے میں خاک
باغ جہاں میں کرتی ہے جوں ہر سحر صبا

دیگر مرثیہ مفردہ بزبان دکھنی آمیز

کافراں آل محمد پہ ستم کیا کیتا
ہائے تمنا نے اٹھاں اپہ ظلم کیا کیتا
شو کو بلوائے مدینہ سیتی لکھ پتیاری
تن اپنا کہو وہ قول و قسم کیا کیتا
جس گلے کا سدا لیتے تھے پیمبر بوسہ
اس گلے کو کیا لوہو سیتی تم کیا کیتا
ظالماں ڈھا دیئے تمنا نے امامت کی سو
گھر پیمبر کا کیا تم نے ہدم کیا کیتا
لب دریا پہ کیا اس کا جگر پیاسا ذبح
نبی اپنے سے نہ کی تم نے شرم کیا کیتا
تیغ و خنجر سیتی ظلماں نے تن شل چنار
عضو عضو انکے کیئے ہائے قلم کیا کیتا
تن دیئے خاک میں ڈال انیو کی بہ دفن و کفن
سیس اٹھا نکے کیئے نیزاں پہ علم کیا کیتا
کہو دیا ہائے رتن تم نے نبی کے من کا
کیا کہو حق جو یہ پوچھے وہ رقم کیا کیتا
انکھو موتی سو پیمبر کے نین نے بیتے
لال وہ فاطمہ کا ل کے بہم کیا کیتا
کاٹا دنیا کے لیے سیس شہ دین کا تن
حیف تمنا نے پہ دام و درم کیا کیتا
سیس کی اہل حرم کے بتیں تم چدراں
انکا یوں لوٹ لیا مال و حشم کیا کیتا
قید میں شام کو اونٹاں پہ چڑھا کر ظالم
لے گئے آ جکے دن اہل حرم کیا کیتا
کس خوشی سیتی دکھاؤ گے محمد کو منھ
فاطمہ سے یہ دیا جان کو غم کیا کیتا
پوچھیں گے حشر میں تمنا سے تو کیا دو گے جواب
مصطفے کے جو وہ تھا جسم کا دم کیا کیتا
اپنے نبیاں کے نواسوں کو کیا پیاسا ذبح
ہوکے افسوس تمن خیر امم کیا کیتا
ٹھور تمنا کے تیئں نہیں ہے کہیں بن دوزخ
اپنے کرموں کا کمایا یہ کرم کیا کیتا

رکھتا تھا جن گلو نے فضا دین کا بوستان
لے گئے سوے یزید لعین کرکے ارمغان
دوشے ہی باندھ باندھ انھونکے وہ شامیان
جاوے مدینے بیچ نبی کو خبر صبا

ابن علی کا یہ ہی کئی نہ ستم سے بدن
گہ پاس دین ہی تجکو تو اب مان یہ سخن
سینے کو اُسکے دیکھ کہ ہے تختۂ چمن
خاک اپنے سر پہ ڈالتی پھر در بدر صبا

سیر چمن کا وقت ترے کونسا ہے آہ
جا دیکھ رنگین تو کہ محمد کی بوسہ گاہ
عالم بچشم عالمیان ہو گیا سیاہ
خنجر سے اب ستم کے لہو مین ہی تر صبا

اُس سر کا جو رہی تھا پیمبر کے دوش پر
تب ظالمان دہر نے اُس سر کو کاٹکر
ہمدم نہ جب رہا کوئی غیر از دم خنجر
ہمراہ اپنے لیگئے نیزے پہ دھر صبا

وہ تن کہ جس سے شاہ نجف کی تھا دلکو چین
اور دمبدم کہین تھین مین صدقے ترے حسین
روشن تھے جسکے دیکھنے سے فاطمہ کی نین
بے سر پڑا ہی آج سو وہ خاک پر صبا

دھوتی تھی جنکو فاطمہ اُن گیسوؤنکی بال
شامی یہ چاہتے تھے کرین تن کو پائمال
جاتے ہین جھوٹتے وہ سنان پر لہو مین لال
چوکی دی ایک شیر نے وان آنکر صبا

خیمے مین پیٹھ لوٹ لیا گھر کا تار تار
بیمار عابدین کے دی ہاتھ مین مہار
عترت کو اُسکی اونٹونکی کر پیٹھ پر سوار
دکھلاتے لیگئے ہین انھین دربدر صبا

لکھتا ہی اک کتاب مین راوی معتبر
نیزے سی لیگئے وہ لعین تب اُتار کر
اُس قافلے کا شام مین جسدم ہوا گذر
پیش یزید طشت مین اس سر کو دھر صبا

اس لعنتی نے سر کو چھوا بید کی چھڑی
صف تھی جو اہل بیت کی وان سامنے کھڑی
کہنے لگا کہ ذات تو نبی کی ہین لڑی
زینب یہ بولی ایمن سے سر پیٹ کر صبا

اے روسیاہ تو کوڑھ سے ہو جائے گا سفید
بیٹے سے اپنے جب کہا یہ ہو کے نا اُمید
مارے ہی بوسہ گاہ نبی پر یہ چوب بید
بولا یزید پھیر کے منھ کو اُدھر صبا

اے بیوہ تو جو کرتی ہی مجھسے یہ گفتگو
راوی کہے ہی ایک فرنگی نیک خو
پہونچے کی اپنے بھائی کے اس زبان سے تو
کہنے لگا یزید کو وہ دیکھکر صبا

سن اے یزید ہم جو ہین عیسے کے دین پر
تو نے نبی کی اپنے نہ حرمت رکھی نظر
پوجین ہین اس علاقے سی نت سم پاے خر
یہ کہہ کے اُن نے اپنی کئیے چشم تر صبا

اس حرف سے یزید لعین نے غضب مین آ
جلاد اسکے قتل کو دوہین کیا بلا

دیگر مرثیہ مفردہ

اے باد صبا آج وہ سلطان کہان ہی — اُس بنت نبی فاطمہ کا جان کہان ہے
مدفون ہوا جس جا پہ وہ شاہنشہ مظلوم — بتلا مجھے وہ گور غریبان کہان ہے
فردوس کو بھی فخر تھا جس سی دو جہا نمین — اُس باغ نبی کا گل ریحان کہان ہے
گذرا ہی جو کچھ آل پہ وہ آنکے دیکھے — اب آ چکے دن صاحب قرآن کہان ہے
جس کا کہ ہوا لخت جگر ذبح پیاسا — وہ ساقی کوثر شہ مردان کہان ہے
پانی بھی روا شامیون نے جس پہ نہ رکھا — کربل کی بیابان کا وہ مہمان کہان ہے
یان پیاس کے ہاتھون نے ہوا گنج شہیدان — بے آبی کا دنیا مین یہ طوفان کہان ہے
جمشید سے تھے جسکے غلامان ہزارون — بتلا تو مجھے وہ شہ شاہان کہان ہے
اک نیزہ پہ آیا ہے یہ خورشید قیامت — برچھی پہ سر شاہ نمایان کہان ہے
جس سر کو لیے جاتے ہین نیزہ پہ لعینان — اُس سر کو بتاؤ تن بیجان کہان ہے
آتا ہی شفق بیچ نظر دین کا خورشید — غرق اُسکا لہو مین تن عریان کہان ہے
جس بن دو جہان چشم خلائق مین تماریک — ہیہات کہ وہ مہر درخشان کہان ہے
جس جا پہ ہوا قتل امام دو جہان آج — پوچھون ہون مین یہ تجھسے وہ میدان کہان ہے
جاتے ہین یتیم اُسکے گرفتار بہ زنجیر — یارو کہو والی یتیمان کہان ہے
جاری ہی لہو اُسکے یتیمونکے نین سے — پوچھے جو وہ یہ دیدۂ گریان کہان ہے
روتے ہین سبھی اہل حرم آ چکے دن ہائے — کہتے ہین ہمارا وہ نگہبان کہان ہے
کربل مین کہین جاکے کوئی ڈھونڈھو محبان — لوہو مین پڑا دین کا ارکان کہان ہے
لے دیو و پری جسکے لیے تا ملخ و مور — سر پیٹتے ہین اپنا وہ سلیمان کہان ہے
ہرچند کباب آتش غم سے ہی دل خلق — پر فاطمہ کا سا دل بریان کہان ہے
جسمین نہ بچا خویش نہ بھائی نہ بھتیجا — ایسا بھی جہان گنج شہیدان کہان ہے
چھوڑا نہ اُسے عمر تھی ششماہہ بھی جسکی — آفاق مین یہ ظلم کا طغیان کہان ہے
مان اُسکی یہی کہتی ہی سر پیٹ کے اپنا — اب جینے کا تجھ بن مجھے ارمان کہان ہے
ٹک بول مرے ساتھ کہ اس دلکو ہو تسکین — اے جان مری مین ترے قربان کہان ہے

مہربان بولے ہوا ے کافر دنیا کیلیے
کردیا دین کو دشمن اپنے عدم کیا کیتا

دیگر مرثیہ مفردہ

دیکھیو چرخ کی بیدادی ہائے
فاطمہ آج ہین فریادی ہائے

ہو گئی دست تظلم سے حیف
خانۂ دین کی بربادی ہائے

اہل بیت نبوی سب بیٹھے ہین ہو
شہر کو تج کے سوے وادی ہائے

رہنمائی کو چلے امت کی
کربلا دین کے جو تھے ہادی ہائے

شام کی فوج نے آکر دیکھو تو
پل مین ویران کی یہ آبادی ہائے

مارتا صید حرم کو نہ ڈرا
کیا زمانیکی ہے صیادی ہائے

گرچہ ہی ظلم ترا کام و لے
چرخ اتنی ستم ایجادی ہائے

یا نبی تیری ہی امت نے آج
یون تری آل کو ایذا دی ہائے

تخت کی رات ہی ماتم مین دلھن
ہے یہ قاسم کی عجب شادی ہائے

بولا منہ دیکھ عروس اپنی کا
ہو گئی ختم یہ دامادی ہائے

یہی قسمت تھی تری کیا کیجے
ہائے لے دین کی شہزادی ہائے

شکل اکبر جو نبی سے تھی شبیہ
دہر نے خاک مین ملوادی ہائے

پیٹ کر سر کو ملائک روئے
دیکھکر شمر کی جلادی ہائے

لوح سے لے کے قلم تک لرزا
جب چلا خنجر فولادی ہائے

غم نے سجاد کے اس رونے پر
لکھی طالع کی نہ مٹوادی ہائے

باپ بھائی کی شہادت کی اب
کس نے عابد کی خبر لادی ہائے

نشتر غم نے اب اک عالم کے
کی رگ جان پہ فصادی ہائے

کفر کے گھر کے تئین کر آباد
دین کی بستی کو لٹوا دی ہائے

صف مژگان کی طرح اک پل مین
صف ایمان کو الٹا دی ہائے

قید مین اب تو حرم جاتے ہین
ہو گی کسطرح سے آزادی ہائے

سودا یہ سنکے ترا نظم کلام
کہتی ہے سوز کی استادی ہائے

یہ طفل بے گنہ تھا کسی کا کہ جس کے تیر — لگ کر گلے مین پھر نہ ہلا ہائے ہائے ہائے
وہ مرتبہ سمجھ کہ جو کچھ تھا حسین کا — تاج انبیا کے سر سے ڈھلا ہائے ہائے ہائے
ایسے نبی کے لخت جگر قتل یون کیے — کیا کر گئے عمل جہلا ہائے ہائے ہائے
جو سر نبی کے دوش پہ تھا سو ہے نیزے پر — دیکھے زمانے کی یہ کلا ہائے ہائے ہائے
کیونکر رودن لہو کے نہ انجھوان سے مہربان — نازل ہی کربلا مین بلا ہائے ہائے ہائے

دیگر مرثیہ مفردہ

یاروایسا خلق پر اب ہے دکھ بھاری — روتی ہے سر پیٹ پیٹ یہ بر کھی ساری
جسکو دیکھون بھر نظر سو روتا ہے وہ — لوہو جگر کا آج ہے نینون سے جاری
اہل زمین و آسمان سب خاک بسر ہین — آدم سے لے تا ملک یہ حال ہے طاری
کیون نہ یہ حالت خلق کی اب ہووے یارو — بیٹھے غم کے تیر کا جب پیکان کاری
پانی پینے جس جگہ آمور و ملخ تک — آل نبی کی آب بن دہان پیاسی ماری
کوثر کے مختار کے بچے کرتے ہین — پانی کے اک بوند کو سو منت زاری
غربت کے وہ دشت مین پھرتی ہین بیکس — کوئی نہین اب جو کرے اسدم مین یاری
ظالم بٹھلا لیچلے شام اُن اونٹون پر — جن اونٹون کی پشت پہ محمل نہ عماری
بانو بیوہ فاطمہ کلثوم اور زینب — انہین سکینہ اس طرح بیٹھی دکھیاری
چہرہ گرد آلود ہے اور بال پریشان — اُسکے ہر اک کان سے لوہو ہی جاری
ملعونون کے ہاتھ سے اس دشت بلا مین — ظلم و ستم مین رات دون وہ باہا پیاری
پہونچی جب اسطرح سے وہ شام مین جاکر — آگے موزخ کا ہوا یون خامہ جاری
پہونچی خبر یزید کو آمد کی اُن کے — سنکر یہ کہنے لگا وہ ملعون ناری
آئے ہین جو یہ اسیر یکجا مین اُتارو — تنگ و تاریک دیکھکر وان اُنکی سواری
اک مکان ویسا ہی دیکھ لا اُنکو اُتارا — بیٹھے وہان جا وہ غریب با نالہ و زاری
یارو کیا کہیے غرض اُن مظلومون نے — کاٹی شب آنکھون مین وان کرتے خونباری
تھا یہ زبان زد تجھ بن اب لے ولے حسینا — کاٹنے پر جون اوس ہی اب زیست ہماری
روتے روتے سو گئی نادان سکینہ — خواب مین دیکھا باپ کو اُن نے اکباری

راتون کے تئین جو نک کے وو دھاڑ مری دلبند — رو رو کے ترا تا تکنا ہر آن کہان ہے
ہی سرو تری دیہ بتا اے مری جانی — جو باعث گرمی تھی سو وہ جان کہان ہے
مجکو نہ دیا تو نے جواب ایک بھی یا رب — جتنا مین پکاری مرے نادان کہان ہے
ٹک کھول تو منھ اپنا مری جان کہ دیکھون — سوراخ کدھر حلق کا پیکان کہان ہے
مانند شب تار نظر آئے ہے مجکو — اے گھر کے مرے شمع شبستان کہان ہے
بیماری جو کچھ ہو تو طبیبون سے مین پوچھون — تجھ بن مرے اس درد کا درمان کہان ہے
ٹکڑے جو مرے دل کے بہین آنسوؤنکے ساتھ — تجھ غم مین ولے رونیکا سامان کہان ہے
صغرا کو غرض روتی ہے جس طرح سے بانو — وہ چشمۂ کہسار مین جریان کہان ہے
ولین جو ترے داغ ہی اس غم سیتی سودا — اس داغ کی سی آتش سوزان کہان ہے
یہ مرثیہ ایسا ہی کہا تو نے کہ جس سے — آمرزش حق نہتی ہی عصیان کہان ہے

دیگر مرثیۂ مفردہ

اے قوم ٹک سنو تو بھلا ہاے ہاے ہاے — خنجر گلے پہ کس کے چلا ہاے ہاے ہاے
جو دل ہی آج جگ مین سو ہی درد غم سی پر — کسکا یہ گھر دیا ہے جلا ہاے ہاے ہاے
یہ بنت فاطمہ ہی کہ جن نے بجاے خاک — خون حسین منھ سے ملا ہاے ہاے ہاے
طعمہ مگس کا ہووے وہ تن جس کا ایک عمر — رومال فاطمہ نے جھلا ہاے ہاے ہاے
جنگل مین کنکرون پہ وہ سویا پڑا ہے آج — جو گود مین نبی کے پلا ہاے ہاے ہاے
یہ ابن بوتراب ہے جس کا بغیر سر — مانی مین تن پڑا ہی رلا ہاے ہاے ہاے
بویا تھا فاطمہ نے جہان تخم صد امید — وہ کھیت کسطرح سے جلا ہاے ہاے ہاے
پانی جنھین دیا نہ کسی نے جز آب تیغ — سو تشنگان کرب و بلا ہاے ہاے ہاے
بے آب و دانہ تھے جو کئی روز سے حرم — دی انکو خوان غم پہ صلا ہاے ہاے ہاے
کرتے تھے برگ و گل پہ رکھے سی جو پاؤن ورد — ہر ایک خار انمین گڑا ہاے ہاے ہاے
پوچھو تو آسیاے فلک سے کوئی کہ تین — کس کے یہ گھر کے گھر کو دلا ہاے ہاے ہاے
کس کا ہی یہ عیال کہ بے محمل و عماری — جاتا ہے اشترون پہ چلا ہاے ہاے ہاے
زنجیر اسکے پاؤن تو اسکے گلے ہے طوق — یہ کون ہین اسیر بلا ہاے ہاے ہاے

ڈھونڈھتی جاؤن مین کیدھر گیا ہوا — ہے ہے اصغر لاڈلا
تھا مری آنکھون مین روشن جس سے گھر — وا دریغا وا دریغ
کہ مرا وہ ماہ انور گیا ہوا — ہے ہے اصغر لاڈلا
مل گئے ہین بخت میرے خاک مین — وا دریغا وا دریغ
میرے طالع کا وہ اختر گیا ہوا — ہے ہے اصغر لاڈلا
لٹ گیا میرا چمن اُمید کا — وا دریغا وا دریغ
وہ مرا سرو و صنوبر گیا ہوا — ہے ہے اصغر لاڈلا
پالتی تھی جس کو مین جی کی طرح — وا دریغا وا دریغ
سو وہ میرا نازپرور گیا ہوا — ہے ہے اصغر لاڈلا
ساتھ لے سوتی تھی اُسکو ساری رات — وا دریغا وا دریغ
خالی اب اُس بن ہے بستر گیا ہوا — ہے ہے اصغر لاڈلا
رات دن کا تھا وہ میرا مشغلا — وا دریغا وا دریغ
تھا مرا دل مجھ سے خوگر گیا ہوا — ہے ہے اصغر لاڈلا
مرتدون نے یہ ستم مجھپر کیا — وا دریغا وا دریغ
سنتے ہواے دین کے رہبر گیا ہوا — ہے ہے اصغر لاڈلا
ہوگئی خالی بن اُس کے میری گود — وا دریغا وا دریغ
مجھ صدف کا کہ وہ گوہر گیا ہوا — ہے ہے اصغر لاڈلا
فخر تھا مان ہونے سے جسکے مجھے — وا دریغا وا دریغ
سیس کا میرے وہ افسر گیا ہوا — ہے ہے اصغر لاڈلا
دل مرا خون ہوگیا ہے جس بغیر — وا دریغا وا دریغ
مجھ سے دکھیا کا وہ دلبر گیا ہوا — ہے ہے اصغر لاڈلا
گود سے میری گیا چنگا بھلا — وا دریغا وا دریغ
باپ کے کاندھے پہ جاکر گیا ہوا — ہے ہے اصغر لاڈلا
جاگتا جیتا گیا تھا اتنے مین — وا دریغا وا دریغ
سوگیا وہ یا گیا مر گیا ہوا — ہے ہے اصغر لاڈلا

کہتے تھے وہ لگ گلے اے میری سکینہ
پھوپھیان تیری سوگ مین بیٹھی ہین میرے
ذکر دوا و غذا کا کیا ہر ایک سے اُسکو
کرنیوالا جز خدا اس رنج و بلا مین
باتین یہ سنکر غرض چونکی جو سکینہ
دیکھ یہ حال اہل حرم سب رونے لاگے
بولا زاری کا سبب کیا جاکے خبر لو
بولی سکینہ خواب مین دیکھا اپنے پدر کو
تب سے برپا حشر کا ہی عالم اُس پر
سنکر کہا یزید نے سر اُس کے پدر کا
اُس ملعون کے امر سے سر طشت مین دھر کر
لیجا کر جب رکھدیا وہ آگے حرم کے
کھولا جب اُس قاب کو سر شہ کا دیکھا
چھاتی سے وہ سر لگا بولی یہ سکینہ
مجکو اپنی زیست اب درکار نہین ہے
تن تیرا اُس دشت مین گردن سے نیارا
تیری مورت یون ہوئی شمشیر ستم سے
کیدھر دادی فاطمہ جو حال یہ دیکھین
پوچھین اے نور نین بتلا دے مجھکو
آہ ایسے مطلب بھرے یہ اُن نے کہکر
دیکھ ستم پر یہ ستم جو اہل حرم تھے
آگے کیا دم مارے جو اُن پر گذرا

کون کرے گا مجھ بن اب تیری غمخواری
عابد بھائی ہے تیرا اُس کو بیماری
چلو پانی کے لیے ہے منت داری
دل جوئی کون اُسکی اور تیری دلداری
بابا بابا کہکے وہ معصوم پکاری
سنکے وہ ملعون نیند سے چونکا یکباری
کس پہ آج ایسا پڑا ہے یہ دکھ بھاری
چونک اُٹھے ہے یک بیک روتی دکھیاری
دیتی ہین تسکین اُسے پھوپھیان بیچاری
دکھلا دو لیجا اوسے تا بھولے زاری
کھائینگی جو قاب ہو یون کی تیاری
سمجھے قاب طعام سے یہ پر ہے ساری
کرنے لاگے پیٹ سر سب نالہ و زاری
سیس کٹے تجھ باپ کے جاؤن بلہاری
بابا تجھ بن ایک دم ہے جینا بھاری
گردن تیری طشت مین ہے تن سے نیاری
کون کہے گا اب سبھے اے بابا پیاری
ہر گیسو سے مو بمو ہے لو ہو جاری
بیا سے تن سے کس طرح گردن یہ اتاری
روح اُسکی بابا کہنے فی الفور سدھاری
محشر کی حالت ہوئی پھر اُن پر طاری
کہنے کی طاقت نہین یہ حالت ساری

مرثیہ مفرد مستزاد

بانو یون کہتی ہین سر در کیا ہوا		ہے ہے اصغر لاڈلا	

دیکھ خفا مجھ کو ذرا کہتے تھے رسول
لال کو میرے فاطمہ کیون تین کیا ملول

سو جفا کیشون کے تیر ظلم سی کربل مین آج   وہ جبین لوہو سے ہی تر ہائے سرور ہائے

گلا کٹا لوہو چوے چھبی تر خرے بھال
جس کا ناتی یون مرے نانا کا کیا حال

جو گلا تھا بوسہ گاہ مصطفےٰ اے میری لال   وہ گلا ہو زیر خنجر ہائے سرور ہائے

ایسا ہی مخلوق کو بڑا بناوے رب
جو کرمون کا ہے لکھا سو مٹتا ہے کب

مان تری ہین فاطمہ بنت رسول ہاشمی   باپ تھا ساقی کوثر ہائے سرور ہائے

تن گھائل ہو تیغ سے سیس اُتارا جائے
پوت ایسے کا ہوے کر پیاسا مارا جائے

سر کو بے تن کر کے لیگئے اشقیا نیزی پہ رکھ   ڈال گئے کر تن کو بے سر ہای سرور ہای ہائے

جن زلفون کا بال نہین ٹوٹا شانے ہاتھ
لے گئے اُنسے باندھکر سر نیزے کے ساتھ

خویش و فرزندان کے تیرے نہین ہی تیغ و تیر سے   ایک جا ثابت بدن پر ہای سرور ہای ہائے

جیوے ہوے جسکے ٹکڑے نہین ہاتھ نہین پانو
قتل کیا یون گھر ترا کٹا کرین جون گانو

گھر کا گھر ڈوبا ہی تیرا آب تیغ ظلم سے   خون دریا کے تھنا در ہای سرور ہائے ہائے

بانجھ دھار مین آنکر اے حق کے محبوب
کشتی تیری یک بیک گئی لہو مین ڈوب

یہ اچنبھے کا ستم تجھ پر کہ دریا کے قریب   نیر مین ڈوبا ترا گھر ہائے سرور ہائے ہائے

بن مین چڑیان چگتی پھرین جیوین پانی پی
بالک تیرے لاڈلے بن پانی دین جی

ایک تو ہی رہگیا تھا اپنے بابا کا نشان   کیا کرون اے جان مادر ہای سرور ہای ہائے
پوت تجھی تو نانا کا دل سے داغ مٹائے   مان دکھیاری کیا کرے پوت بھی جب [illegible]

کاش مین جانے نہ دیتی وان اسے
جاتے ہی یہ تہر اُس پر کیا ہوا
وا دریغا وا دریغ
ہے ہے اصغر لاڈلا

قطرہ پانی اُس کو تھا پیکان تیر
ہاے اے ساقی کوثر کیا ہوا
وا دریغا وا دریغ
ہے ہے اصغر لاڈلا

اُن بغیر از کوئی اب سنتا نہین
پوچھتے گر ہوتے حیدر کیا ہوا
وا دریغا وا دریغ
ہے ہے اصغر لاڈلا

خشک لب سوتا ہے میری گود مین
حلق اُس کا خون سے تر کیا ہوا
وا دریغا وا دریغ
ہے ہے اصغر لاڈلا

اس طرح سے یک بیک ٹوٹا فلک
یہ ستم صادر مجھ اوپر کیا ہوا
وا دریغا وا دریغ
ہے ہے اصغر لاڈلا

کس طرح جیون گی مین آرام سے
بین مجھ دل کا سراسر کیا ہوا
وا دریغا وا دریغ
ہے ہے اصغر لاڈلا

اوس بغیر از کل نہین اک پل مجھے
اب مرادہ جان مادر کیا ہوا
وا دریغا وا دریغ
ہے ہے اصغر لاڈلا

جب تلک جیتی رہون گی تب تلک
یون پھرون گی کہتی گھر گھر کیا ہوا
وا دریغا وا دریغ
ہے ہے اصغر لاڈلا

کیا کرون گی جی کو اپنے مین تو رکھ
ظلم دل پر حد سے باہر کیا ہوا
وا دریغا وا دریغ
ہے ہے اصغر لاڈلا

مہربان رو رو کے بانو جس گھڑی
کہتی تھین یون آہ بھر کر کیا ہوا
وا دریغا وا دریغ
ہے ہے اصغر لاڈلا

سامعون کے کچھ نہ تھے باقی حواس
کہتے تھے سب پیٹ کر سر کیا ہوا
وا دریغا وا دریغ
ہے ہے اصغر لاڈلا

مرثیہ مفردہ دوہرہ بند

کہتی ہین بنت پیمبر ہاے سرور ہاے ہاے
اے نبی کے ناز پرور ہاے سرور ہاے ہاے

ہے ہے اصغر میرے لال

جاؤ گی جیدھر تم ادھر کون اب ساتھ اُٹھ جاویگا روؤگے جو تم اُسجا مین کون تمھین بہلادے گا

ہے ہے اصغر میرے لال

آنکھ مچولا کھیلین ہین لڑکے چھپ چھپ چاندنی راتون مین پاؤن تمھین چلتے ہی نہ دیکھا بلا گئے تم ہاتھون مین

ہے ہے اصغر میرے لال

تم جو چلے ہو گو ہمسے میری الفت کی رشتے کو توڑ کوئی بھی اس عمر مین پیاری جاتا ہے امان کو چھوڑ

ہے ہے اصغر میرے لال

جاتی تم جب پاس کسیکے لیتے تھے سب ہاتھون ہاتھ مجکو بتاؤ کون چلیگا آج تمہارے پالنے ساتھ

ہے ہے اصغر میرے لال

اب تک تمکو ساتھ سلایا آج جدھر تم سونے جاؤ ہٹ کی شرط یہی ہے پیارے وان تم مجکو ساتھ سلاؤ

ہے ہے اصغر میرے لال

آنکھ تمہاری جو لاگ دون گلے تمہاری لاگون گی اور سوؤنگی ایسا پیارے محشر ہی مین جاگونگی

ہے ہے اصغر میرے لال

حیف سوئی سو سوئی تم مین جاگتی ہون اور جلتی ہون دودھ نہ پینے سی مین تمہاری گھونٹ لہو کی پیتی ہون

ہے ہے اصغر میرے لال

ایسی نیند کہانسے آئی دودھ بھی مانگ نہ روئے تم کاندھے سی لگ باپ کی اپنی سوئے سو بسے تم

ہے ہے اصغر میرے لال

سونیکو مین نہین ہون روتی اسسے بھی سوتی ہین دیر اس کروٹ پر جو سویا مین اسکو نہ دیکھا اُٹھتے پھیر

ہے ہے اصغر میرے لال

جو نکلتی نیند آتی ہے پیاری آنکھون مین ہر بالے کی نیند جو ہوئے تم جنکو یہ تو ڈس ہی کالے کی

ہے ہے اصغر میرے لال

ٹک تو پیارے کروٹ لیکر مان کی طرف کو منہ کو پھیر ایسا کیا مین کیا تمہارا روٹھ رہے جو اتنی دیر

ہے ہے اصغر میرے لال

حلق اپنا دکھلا ہو بیٹو انکو تم کریگا یون ارشاد سودہے ہے کو مان نے اپنی دی ہوگے زیادہ معتاد

ہے ہے اصغر میرے لال

هو گیا تاریک چھپنے سے ترے ای زیر خاک　　گھر مرا اے دین کے اختر ہای سرور ہای ہاے

دن دوپتے کے چاند کو مارین شامی گھیر
جگ مین دیکھا ہے کہین ایسا بھی اندھیر

بس نہین چلتا کسی بندے کا کچھ تقدیر سے　　کیا کرون اے میرے دلبر ہای سرور ہای ہاے

بیکس تجکو دیکھکر روتی ہون جگ ماتھ
کیا کرون اے لاڈلے میرا بس کچھ ناتھ

دیکھکر تجھ لاش کو کہتی گئی ہی سوے شام　　تیری یون ہر اک خواہر ہای سرور ہای ہاے

آنکھ مین جو لوہو بھرے ہی جاے ہی بیر
پر دیکھا جاتا نہین پڑا ہوا یون بیر

یون کیا غارت ترے گھر کو کہ مستورات کی　　سر کی بھی چھوڑی نہ چادر ہای سرور ہای ہاے

کفتہ جنس سب ظلم سے بیو نکا اک بار
لوٹ کے لیگئے وہ تنکفی چھوڑا نہ اک تار

ظلم جو گذرا ہی تجھپر ہون کی اُس کو یاد کر　　نعرہ زن مین تا بمحشر ہای سرور ہای ہاے

آرائی ہی گاے بی شیر جو تجھپر اٹھاے
روؤن نہ تجسا پوتا جب موت کے منہ مین جاے

مطلب ان طرحو نسے ہر دم حضرت خیر النسا　　یہ سخن لائین زبانپر ہاے سرور ہای ہاے

سُن سن جگ مین سودا یہ ہشتمی کے بین
موہی سے سب ہو گئے تین لوک بیچین

مرثیہ مثلث بطریق متزاد

مان اصغر کی کہتی ہی رو رو بچی کی سو جانیکو　　تھپک تھپک سب دین مین لوری ہو نین جو گانیکو
ہی ہے اصغر میرے لال

جسکا بچہ یون سوئے دکھ اسکی مانکا کیجے غور　　آجکا سویا حشر مین جاگی اس سونیکو کہین ہی ٹھور
ہی ہے اصغر میرے لال

بہن تمھاری کہتی ہی پیارے بیر کو مان دے جھولکا　　جھولکین کب اس نیند کے سوئے وہ دکھیا جھی ہی کیا

تجھ بن ہمکو زیست وبال ہای حسینا وای حسین

بابا تیرا آج طول مان ڈالی ہی سر مین دھول — تیغ جفا سی تو مقتول تجھ بن اے فرزند رسول

ہوے یتیم سبھی اطفال ہای حسینا وای حسین

سر تا پا لوہو مین مجروح بن پڑا ہے تو مذبوح — پیاسی گئی بدن سی روح شام تلک دیکر ز صبح

دھوپ سی ہی تجھ تن پہ زوال ہای حسینا وای حسین

روتی ہی ہر ایک بہن پیٹے ہی کہہ کہہ یہ سخن — گور نہ تجکو ہی نہ کفن عریان تیرا خاک مین تن

سر نیزے پر لی بھال ہای حسینا وای حسین

لیکے جوان تا طفل صغیر موی بضرب تیغ و تیر — رہی جو ہم سو کر زنجیر لیکے چلے شامی بے پیر

تجھ بن ہم پر یہ احوال ہای حسینا وای حسین

نا بہ پیادہ ہم ہین سوار اونٹونکی ہاتھ اُنکے مہار — پاے برہنہ وہ سالار اس بن مین جو ہی پُر خار

تلوے اُسکے لہو سی لال ہای حسینا وای حسین

پیاس کی ماری خشک دہان منہ سی باہر اُسکی زبان — پانی جو چاہے سو کہان لشکر سارا دشمن جان

کس سے کرے وہ جاکے سوال ہای حسینا وای حسین

دیکھ سکینہ اب اُسکو مان سر کہے ہے یہ رو رو — پیادہ چلنے اسکو نہ دو پاس تم اپنی بٹھلالو

تا بکجا یون کرین مقال ہای حسینا وای حسین

کس سی کہین یہ جا کر درد ہم بیکس بھر آہ سرد — عریان ہمکو زن اور مرد دیکھین ہین اب فرد فرد

سر پہ کسیکے نہین رومال ہای حسینا وای حسین

رنگین تن چھوڑا اعدائی شام چلے سر پہونچانے — پھر یزید اب دکھلانے کب ہو ویگا کیا جانے

سر کا تیرے تن سی وصال ہای حسینا وای حسین

گور و کفن دے اپنی جب گاڑ زمین مین سبکی سب — لوہو تو نکو تیر ونکی تب کھینچ لی آکر ہاے غضب

ایک پر ایک اب دی ہو ڈال ہای حسینا وای حسین

مطلب رو رو اہل حرم مین کرین ہین یہ ہر دم — ہر دو جہان مین ہی ماتم لیکے ملک سے تا آدم

کہتے ہین با قیل و قال ہای حسینا وای حسین

تو بھی سودا ہے غمناک عصیان سی تا ہووے پاک — کر سینے کو اپنی چاک ڈال اس غم سے سر پر خاک

کوٹ کی چھاتی کہہ ہر سال ہای حسینا وای حسین

ایسا گر مین سمجھتی تم کو لگتی کب لوری دینے ۔ حلق کی راہ آنکھو نمین تمھاری نیند نہ آوی گی جی لینے

ہی ہی اصغر میرے لال

کھولو اب آنکھیان تم اپنی کر غون غان اماں پاس ۔ خاک کے نیچے مت دبواؤ میری تم امید اور آس

ہی ہی اصغر میرے لال

چاؤ تھا میری دلہن تمھارا دیکھ مرونگی بیاہ برات ۔ نیند تجھین پر ایسی آئی جن نے کھوئی سب وہ بات

ہی ہی اصغر میرے لال

آب نہ پیکان کر یہ تیرا تھا میری دل کی ڈبوئی ہے ۔ موت ہی بنری ہو کی تمھاری ساتھ تجھین لے سوئی ہے

ہی ہی اصغر میرے لال

آس یہ کر رکھی تھی مین زلفین جو مین تم کو باوون گی ۔ کعبے مین جا کر من تمھاری یہ منت اترا ون گی

ہی ہی اصغر میرے لال

پڑھتا طوطا جس دکھیا کا اڑ جاوی یون قفس کو توڑ ۔ یاد کر اسکی باتو نکو وہ مرے نہ کیونکر سر کو پھوڑ

ہی ہی اصغر میرے لال

ہنسلی جانی تلک بھی تمھاری تو مین بیکل ہو تی تھی ۔ جسدم تک تم رو تی رہتے مین بھی تب تک روتی تھی

ہی ہی اصغر میرے لال

زیست مری بھی ایسی ہی اب کانٹے پر جیسے اوس ۔ تم سا گل جب ہاتھ سی جاوی پھر جیون تو صد افسوس

ہی ہی اصغر میرے لال

غرض مہربان سب کہ نین سی خون کی ندیان بہتی ہین ۔ جسدم با نوا آہ و فغان سی استنے سخن کو کہتی ہین

ہی ہی اصغر میرے لال

دیگر مرثیہ مثلث

بنت نبی کی پیارے لال ہاے حسینا وای حسین ۔ کہان پڑے ہو آج نڈھال ہای حسینا وای حسین

ٹک دیکھو عترت کا حال ہای حسینا وای حسین

اہل حرم با شور و شین کہتی ہین یہ دن اور رین ۔ کدھر گئی وے من کی چین کسکو دیکھینگے یہ نین

جینے کا نہین ہی ان خیال ہای حسینا وای حسین

رو رو کر وہ صبح و شام ڈالی ہین سر پر خاک مدام ۔ سر کھاتی کوٹتی ہین تھامی بیٹھی ہین یون لے لے نام

تیغ جفا سے ظالم لیجائین کاٹ سر کو	رہ جائے تن لہو مین یون تملا کہو تو
یہ ظلم جو ہوا ہے کیا ہو بیان اُس کا	ان ظالمون بغیر از ایسا جگر ہو کس کا
دوزخ کی آنچ سے وان نانا بچاے جسکا	آتش دے خیمہ انکا یان دین جلا کہو تو
جب سر برہنہ عابد گرمی سے رہ کی ہانپا	غیر از ستم کسی نے سر کو نہ اسکے ڈھانپا
لرزی زمین اُسدم اور آسمان کانپا	ارض و سما مین ڈالا کیا زلزلہ کہو تو
جاتا تھا ماندگی سے سرگام مین وہ جھکجھک	وہ دشت اور پیادہ انصاف تو کرو ٹک
جس شخص کے کف پا تھی برگ گل سے نازک	کیونکر قدم مین اُسکے کانٹا گلا کہو تو
جو شخص مصطفےٰ کی آنکھونکا نور ہووے	اور مرتضےٰ کے من کا یاد سرور ہووے
آرام سطرح کا یون اُس سے دور ہووے	ہو سیکڑون بلا کا وہ مبتلا کہو تو
اہل حرم کو جسدم لیکر چلے وہ مردود	جاتے تھے سر برہنہ دونون جہان کے مسجود
خورشید حشر سے بھی گرمی پڑی تھی افزود	وہ دن اُنھونکے سر سے کیونکر ٹلا کہو تو
نامحرم اُنکے جسدم آنکھونکے آگے آتے	چہرے سے ملکے مانی اشکال اپنی سب چھپاتے
چادر نہ تھی کہ جس سے منھ کو لپیٹے جاتے	یون خاک سے منھ اپنا کن نے ملا کہو تو
بس سودا اب تو آگے سننے کی کب ہے طاقت	اس سے زیادہ مت کہہ اہل حرم کیحالت
آتی ہے سامعون کو جینے سے اب ندامت	سلجھے گا کس زبان سے یہ مجملا کہو تو

مرثیہ مربع

یارو نہ اپنے خویش و فرزند کو روؤ تم	آل نبی کے غم مین نت چشم تر رکھو تم
جو دانہ اشک کا ہو بیجا نہ اُس کو بوؤ تم	یہ تخم مغفرت ہے مت رائیگان کرو تم
فرزند کسکا ہوگا فرزند مرتضیٰ سا	کس کن کا قدر و رتبہ ہے بنت مصطفےٰ سا
ہے اقربا کسی کا احمد کے اقربا سا	انصاف سے سخن کا میرے جواب دو تم
غم کھایئے کسو کا ایسونکے غم سے ہوتے	دل کو الم ہو کسکا انکے الم کے ہوتے
روئے ستم جنھون نے دیکھا جشم سے ہوتے	غمگین کسو کے خاطر انکے سوا نہ ہو تم
اس خاندان مین جو تھا سو مورد جفا تھا	جو گذری جسکے اوپر وہ تابع رضا تھا
سر تا قدم قدا اُسکا اک آہ بے صدا تھا	بندے پھر ایسے پیدا ہونگے بھلا کہو تم

دیگر مرثیہ مربع

پوچھے ہے تم سے یارو یہ دل جلا کہو تو
پیاسے گلے پہ خنجر کیونکر چلا کہو تو
حوال ابن حیدر ٹک بر ملا کہو تو
روؤن نہ کیا کرون مین ہر دم بھلا کہو تو

مرضی حق کا راضی ایسا ہوا نہ ہوگا
شبیر سا بشر تو پیدا ہوا نہ ہوگا
کوئی رضا کا تابع ایسا ہوا نہ ہوگا
خنجر تلے سر اسکا ذرہ ہلا کہو تو

بابا کے سر کو اسنے تیغ ستم سے چیرا
کاٹے اب اسکے اعضا جیسے کر ککڑی کھیرا
بھائی کو اسکے مارا پانی مین دیکے ہیرا
جور فلک کبھو بھی اس سے ٹلا کہو تو

جو گذری اسکے اوپر طاقت نہین بیان کی
انصاف تو کرو ٹک یہ چکی نے آسمان کی
جا کہ اسی کے گھر تھی آفات ناگہان کی
اسطرح گھر کے گھر کو کس کے دلا کہو تو

بھائی بھتیجے بیٹے داماد رہین سارے
سرتا قدم وہ دل یا جند کی انگارے
تتے ہی بچ گئے سب گھوڑون ہی اوتارے
ہوجای راکھ کا یون ہر اک ڈلا کہو تو

کوئی لڑا نہ دیکھیں جسطرح یہ لڑے ہین
فالیز سی زیادہ ہر سمت سر پڑے ہین
کیا زخم تن پہ اپنے کھای ہین اور کھڑے ہین
اسطرح کھیت کس کا پھولا پھلا کہو تو

وہ شخص دیکھیں یارو یون بیخبر ہو سوئے
اور حال سی کچھ اپنے اسکو خبر نہ ہوئے
ہر اک گلا لہو مین آ اسکے منھ ڈبوئے
رومال فاطمہ نے جسکو جھلا کہو تو

چھاتی اوپر نبی کی تھا لوٹتے جو والا
جب تک نہ جیے محمد ناز و نعم سے پالا
اور گود بیچ اپنی بیٹا کہ اس کو ڈالا
تن اسکا خاک و خون مین کیونکر رلا کہو تو

گرد ملال اسکے گر بیٹھتی تھی رد پر
ہر دم جگہ تھی جسکو دوش نبی کے اوپر
روح الامین کے لرزا پڑتا تھا مو بمو پر
نوک سنان پہ وہ سر کیونکر چلا کہو تو

کیا چرخ کی جفا کو دنیا مین کوئی کم تھا
ہر ایک فاطمہ کا ان بیچ ہوش و دم تھا
یہ خاندان عالی کب لائق ستم تھا
ایسونکے سر پہ کچھ رنج و بلا کہو تو

ہی کیا ستم جو ہووین مقصود دانش جنکے
سو اب کنار دریا پیاسے ہو کوانکے
کل دولت سلیمن ہی کوثر طفیل جنکے
پانی نہ ملے نہ شیر بن سے نہ ملا کہو تو

باز دو نبی کھین تھی جس شخص کی پدر کو
گر تشنہ ذبح یارو اسطرح کے بستر کو

روتا ہی جسکی خاطر سے مکہ تا مدینا
لازم ہی یہ کہ رو وُ اشک اسمین بہو تم

محشر مین اسطرح سے آویگی مان کسو کی
گر فکر وان تمھین ہی کچھ اپنی آبرو کی
ڈالے ہوے سر او پر چادر بھری لہو کی
داماں و آستین یان رو رو کی تر کرو تم

کن نے کسی کا بیٹا اس حال مین ستایا
جو تھک گیا تو اُسکو شمشیر سے ڈرایا
لب مار مار پیاسا یون منزلین چلایا
اقرار گر کرو یہ تو ہو دروغ گو تم

میت پہ کب یہ جور پہنچ کہن رہا ہے
گھر کسکے جسم موتی دور از کفن رہا ہے
چالیس دن کسی کا بے دفن تن رہا ہی
تار مژہ مین دانہ دو اشک کا پرو تم

کسکا وبال کن نے گردن پہ یون لیا ہی
گھوڑونکو قصد اوپر دوڑانیکا کیا ہے
سر کاٹ کر کسیکا تن ٹکڑے کر دیا ہے
افسوس جو نہ ایسے مظلوم پہ رو وُ تم

سر کاٹ تم مین کسکا رکھا تنور اندر
انصاف چاہتا ہی اس ماجرے کو سنکر
تن پر پڑی ہین کسکے یہ تیر و تیغ و خنجر
خوناب دل مین رو رو دامنکو ڈبو تم

سمجھو ہو اے عزیزو احوال ہی یہ کسکا
رونا یہ وہ ہی یارو گر اجر سمجھو اسکا
حامی روز محشر نانا نبی ہے کس کا
بھر عمر چاہیے یون رو رو کر اب مرو تم

میری زبان پہ ہمدم جنکا یہ ماجرا ہے
اس رونیکا فوائد والسئہ جز اسے ہے
اولاد ہی علی کی اور آل مصطفےٰ سے ہے
رو رو کے اپنے دلسے اینونکے غم کو دھو تم

عرصے مین فاطمہ جب روز جزا کو آوین
منہ کو تمھارے اپنے بابا کو لا دکھاوین
اور اشک سی تمھاری آنکھونمین نم نہ پاوین
اُسوقت ہاتھ اپنے رو رو کے گو ملو تم

ہر چند سر تمھارے واجب پڑی عبادت
روتا حسین پہ ہی سب سی بڑی عبادت
کیسی ہی تم کرو اب یارو کرطرح عبادت
کیا فائدہ کرو یون روزہ نماز گو تم

روی حدیث سی یون راوی نبی کی روایت
روؤ تم اب ہو جتنی رونیکی تم مین طاقت
جو رو دے یا رولا دے واجب ہی اسپہ جنت
اس رونیکی حلاوت محشر کے بیچ لو تم

سودا اگر تو چاہے عمر ابد کا جینا
خوانندگان کو دے دی اموال در خزینا
آل نبی کے غم مین نت خون دلکو پینا
بحرین بنا بنا کر یہ مرثیہ پڑھو تم

کیا جیسے انکے آگے ہین اقربا ہمارے
دنیا سی یون گئے ہین پیاسی نبی کے پیارے
کر یاد جنکو ہر دم ہم رو دین غم کے مارے
احوال سن اُن چھوٹونکا پانی نہ پھر پیو تم

نعمات جنکی خاطر دنیا مین خلق ہو دین
جب خا کین مجبو وہ طفل بھوکے سو دین
اطفال انکے راتون خاطر غذا کے رو دین
نے پیٹ بھر کے کھاؤ نے نیند بھر کے سو تم

کسکا پدر ہی یارو ساقی حوض کوثر
ہرا مین جو کوئی الیسونکے ہو برابر
کسکے چلا ہی تم مین پیاسی گلے پہ خنجر
تب کیجیو چھوڑا انکو غم اسکے مین رو تم

تیغ ستم سی کسکا ہر اک کٹا ہے شانا
احمد ہی کے گھر مین اس ظلم کا ٹھکانا
تیر جفا نے کسکے بھائی کا سینہ چھانا
تم مین کسی پہ یہ کچھ گذرا ہو تو کہو تم

الیسونکی قتل ہرگز خویش و تبار ہو دین
سینے سی تیر و نیزے اُنکے دوسار ہو دین
اور زخم تن پہ اُنکے جب وار پار ہو دین
دل اپنے مین چبھو ٹک غم کے خار کو تم

بھائی بھتیجے بیٹے داماد تم مین کس کے
صابر ہون اس ستم کا اہل و عیال جسکے
اٹھے ہوئے ہین رنگین بن نیزہ مارے کسکے
وہ روئے تو بجا ہی مانع نہ اسکے ہو تم

تم مین سی بھی کسیکا شش ماہہ طفل مارا
جینونکے منہ نہ رکھا پانی جوانے مارا
نے جگ مین آب پیکان کسکا بچا سدھارا
گذرا نہین کسی پہ یہ ظلم مان لو تم

مہندی کسی دولہن نے لوہو سی کب لگائی
یون بھی کبھی ہوئی ہی دنیا مین کد خدائی
سہرے بسمت گردن دولھا نے کب کٹائی
شادی مین یہ مصیبت یارو نظر کرو تم

یہ ظلم و جور کسکے ناموس پہ ہوا ہے
کب عورتونکا عریان اسطرح سر ہوا ہی
دست ستم سی غارت یون کسکا گھر ہوا ہی
دیکھا ہو گر کسی جا اوس کا نشان دو تم

زن ہی کوئی کہ جسکا دامن ملک نہ دیکھے
ظلم و ستم کسی نے یہ اب تلک نہ دیکھے
اور اُسکے سر پہ چادر دور فلک نہ دیکھے
باور کرو یہ ہوگئے دین نبی مین جو تم

ناموس پر کسیکے احوال تھا یہ طاری
تھی تشنگی سے کس کی بچون کو بیقراری
کن عورتون نے ننگے اونٹونپہ کی سواری
یہ سنکے چاہیے یون خون جگر پیو تم

سرباب کا ٹھائے نیزے پہ بر ملا تھا
زنجیر پاؤن مین تھی اور طوق مین گلا تھا
بیٹا کبھو کسی کا یون منزلین چلا تھا
اپنونکو رو یہ سنکر ٹک حق سی بھی ڈرو تم

بیٹی تھی تم مین کسکی جیسی کہ تھی سکینا
کرتا بھی وقت غارت جسکے گلے کا چھینا

کیا دھنکانے مین دیا اے میر جان	سچ تو کہہ کن نے لیا تن سے اُتار
چرخ کو بھایا نہ سہرا سر ترے	کچھ نہ رحم آیا جوانی پہ ترے
کرکے بیجان تجکو بھیجا گھر ترے	کیون ترا دشمن ہوا یہ نابکار
تن کو تیرے جس جگہ کرتی ہون غور	زخم سے خالی نہین پاتی وہ ٹھور
یہ پڑی ہے تجھپہ تیغ ظلم و جور	ہو نہین سکتا ہے جس کا کچھ شمار
کیا کرون مجھپر سفید لوگ ہین	ڈھونڈھ لاؤن ورنہ تیرے سر کو مین
جنکی نظرون بیچ سے شبھے مین تین	اُنکے بھی تو آگے یا جاوے شمار
کوئی کہتا ہے تجھے دولھا نہین	طور دولھا کے یہ ہوتے ہین کہین
یہ جفائین بیاہ مین کن نے سہین	اس طرح کہہ کے دیکھین ہین نہار
کرتی ہے فریاد جب تیری دلھن	پاس اُسکے آکے سب مرد و زن
لگتے ہین سمجھانے کہہ کہ یہ سخن	گر نہین کہنے کا تجھکو اعتبار
دیکھ لے تو بھی یہ جسم پاش پاش	لائے ہین کسکی خدا جانے یہ لاش
تیرے نوشہ کا کرین آگے ہم تلاش	صبر دے تک دل کو مت کر اضطرار
بیاہ کا تیرے ہی دیکھا یہ اصول	ہو مین جسکی چوتھی کو سیجے کے پھول
سمدھنین چہرے پہ اپنے ملکے دھول	لے لے تیرا نام پیٹین بار بار
اسطرح لیجائین گے اب اہل کین	ساتھ سب کے تیری دلھن کے تئین
وہ جو بھائی ہے دلھن کا عابدین	دینگے اُسکے ہاتھ اونٹون کی مہار
اشتر بے سر سمدھنین اندوہناک	جائینگی کرتی ہوئی سب سر بخاک
عابدین پیادہ جلو مین سینہ چاک	سیس ون دولھا کا تیرے پہ سوار
ماں غرض نوشہ کی کرتی تھی یہ بین	سامعون کے دمبدم بھرتی تھی مین
لے زمین سے تا فلک تھا شور و شین	نالہ و فریاد مین سنتے کوہسار
سودا اب اس مرثیہ کو اختتام	دیجئے بھیج آل محمد پر سلام
ہونگے محشر مین ترے حامی امام	اسطرح بخشے گا تجکو کردگار

مرثیۂ دیگر

کس دن اس شادی نے پایا تھا قرار
رات جلوے کی دلھن ہے سوگوار
ہوئے جس شادی کا یہ انجام کار
رو رہی گھونگھٹ مین چھپکے زار زار

غم سے پر شادی کے گھر کو دیکھکر
جیسے جا پڑتی ہے پھر اُس کی نظر
سر کو دھنتی ہے وہ ٹھنڈی سانس بھر
پوچھے ہے اُس سے یہی بے اختیار

لوگ کیون روتے ہین میرے گرد و پیش
مرگیا کوئی مگر از قوم و خویش
کسکے یہ غم سے ہوئے ہین سینہ ریش
سچ تو کہہ یہ راز مجھ سے غمگسار

گھر تو آتا ہے نظر ماتم سرا سے
کس لئے یہ ہاتھ مہندی سے رنگاے
شادی کے کپڑے مجھے تم کیون پنہاے
کیون کیا میرے تئین اتنا سنگار

جس گھڑی کرتی ہے یہ باتین دلھن
اُٹھ کے آتے ہین کلیجے تا دہن
سنتے ہین اور اسکو اہل انجمن
چلتی ہے ہر چشم سے لوہو کی دھار

بیاہ دیکھا ہے غرض ایسا کہین
غم سے یون ہر ایک کی آنکھین بہین
جسمین جز ماتم خوشی ذرہ نہین
ہو گئے ہین سینے سنگ آلمشار

سونے کو نوشہ نے خوش کی لحد تنگ
کھیلے ہے سارا کٹم لوہو سے رنگ
چھوڑ کر اپنی نولی کا پلنگ
سمدھنین روتی ہین ڈھاڑین مار مار

کیا کرون آگے مین ساچق کا بیان
لی ہین نیزو نیزے سرون کی مٹکیان
دل پر از خون رنگ کے شیشے ہین یان
گل ہین آرایش کے زخم بے شمار

کیا کہون اب جو تھی مہندی کی رات
ایسی ہی پھر دھوم سے آئی برات
صبح کی افسوس مین ملتے ہات
ہو گیا روز قیامت آشکار

جو براتی ہین گریبان چاک سب
شور لورا اپنے لہو مین جان بلب
خاک سر ڈالے ہوے یکسا وجب
گرد شہ کی لوتھ کے زار و نزار

اسطرح لاے غرض دولھن کے گھر
جب پڑی عورات کی اُسپر نظر
الٹ تن بے سر کو لے کھاٹ پر
عرش کے آواز شیون ہوئی پار

لگ گئی اُس تن کے گلے دولھا کی مان
بولی اے نوشہ ترا سر ہے کہان

یون ہی قسمت کا یہ اٹھا تو عوض مین تھی ڈھیل
زور بازو وہ گئے ہائے کدھر حیدر کے

خاک اور خون مین دیکھو تو زمین کے اوپر
ہاتھ سے اہل شقاوت کے عزیزان یکسر
دھر تڑپتا ہی کسو کا کہین لوٹے ہی سر
یون ہوے آگے تہ تیغ و تبر حیدر کے

نہ مین قاسم کو نہ عباس کو دیکھون ہون آہ
اسطرح مٹ گئے اک آن مین سبحان اللہ
نہ پڑے چشم اب اصغر پہ نہ اکبر پہ نگاہ
گویا تھے ہی نہ کبھو نور بصر حیدر کے

نہ کوئی یار ہی اپنا نہ کوئی اب ہی شفیق
جو کوئی تھے سو ہوے رحمت حق کی وہ غریق
نہ کوئی دوست ہی اسوقت نہ کوئی ہی رفیق
کوئی دے جا کے یہ مرقد پہ خبر حیدر کے

ماسوا بحر کے اس قریہ مین ہے لاکھ کوا
آہ کیا جانیے تھی کونسی ساعت کہ ہوا
قسمت اپنی کہ موا جو کوئی پیاسا ہی موا
آگے فرزندون کا اس جا یہ گذر حیدر کے

سپہ شام نے کیا کہیے تعدی جو کی
کہ وہ مہ سے نہ رکھا ایک کے اندام مین جی
خیمہ اہل حرم کے تئین آگ آن مین دی
قتل عام آکے مچایا ہے نگر حیدر کے

حق تعالی کرے اس قوم کو جلدی نابود
ان لعینون نے خدا جانے سمجھکر کیا سود
کہ یہ ہین زیر فلک ہر دو جہان سے مردود
کر دیے جی کے عزیزونکے ضرر حیدر کے

یا نبی نیزے پہ ہر سر کو یہ دکھلاتے ہین
یون عزیزونکو ترے شام لیے جاتے ہین
پھر اُنہین اسم باسم آن کے بتلاتے ہین
جلد بہونچو کہ عجب قہر ہے گھر حیدر کے

راہ چلنے کی نہین ایک پل آرام نہین
ہنسکے کہتا ہے وہ ملعون یہ ہنسی کہ وہین
جس سے پوچھے ہین کہان پیچلے ای دشمن دین
خویش و فرزند گئے اور جدھر حیدر کے

تھی غرض حضرت کلثوم کی وان یہ گفتار
سُن سُن ان باتونکو روتے ہین کھڑی زار نزار
ہر سخن آب کرے تھا دل سنگ و کہسار
شام سے اہل حرم تا بسحر حیدر کے

سودا اب صبر کو دے راہ دل بریان مین
صلے مین اسکے عدو پر تجھے ہر میدان مین
آگے سننے کی نہین تاب کسی انسان مین
قرۃ العین ہی دیوین گے ظفر حیدر کے

مرثیہ دیگر مربع

جیسے مین دیکھا ہے گردون پہ محرم کا ہلال
کہ نہین سکتا کسی سے ہاے اپنے دلکا حال
روز و شب مجکو رہا کرتا ہی رونے سی خیال
ابر دریا بار جیب دیکھو تو ہی میرا رومال

مرثیۂ مربع

پہونچ اے ابر کہ مرجھائے شجر حیدر کے
پیاسے تڑپے ہین پڑے نور بصر حیدر کے
پیر بن جھڑتے ہین بستان کے ثمر حیدر کے
خشک لب دیکھ انھین چشم ہین تر حیدر کے

گذرا اے ابر ترا آہ تو نہین کس جا پر
حیف صد حیف کہ ترسے ہین لب دریا پر
گاہ تو نوحہ پہ برسے ہے گہے صحرا پر
بوند پانی کے لئے لخت جگر حیدر کے

ڈوبے ہی آب بغیر آل محمد کا گھر
اشک کی سیل گئی فاطمہ کے سر سے گذر
تف تجکو نہ کرے غم سے جو چشم اپنی تر
موج خون پہونچے ہی آ تا بکمر حیدر کے

فیض سے نم کے زمین پر تر و تازہ ہے نبات
وائے قسمت کہ جہان مین ہین لب آب فرات
سبز و شاداب رہے سنگ ہوائے برسات
آب بن ہوتی ہین بے آب گہر حیدر کے

خویش و فرزند وطن کی ہوئی سب آوارے
چین انکو نہین باقی جو رہے دکھیارے
ظلم کی تیغ سے مارے گئے وہ بیچارے
پھرتے ہین اہل حرم خاک بسر حیدر کے

چرخ نے اہل شقاوت کی لیے ہو بدخواہ
روز جون شب نہو آنکھون مین محمد کی سیاہ
کرو یا شبر و شبیر کو دنیا سے تباہ
یون ملین خاک مین جب شمس و قمر حیدر کے

ایک قاسم سے کیا ٹکڑے کلیجا سارا
جانتے ہو یہ چلا کن پہ ستم کا آرا
جس جگہ آب نہ تھا دوسرے کو وان مارا
جو نواسے تھے پیمبر کے پسر حیدر کے

آہ جب دم سپہ شام حرم پر لوٹا ہو
سر کی چادر کے تئین ہر فوی شقی نفس چھوٹا
پاس تنکا نہ غریبون کے بچا سب لوٹا ہو
ظلم یہ کیسا یہ ہوا گھر پہ مگر حیدر کے

بولی کلثوم یہ چہرے پہ لگا سیلی غم
اپنا احوال کسے جاکے دکھاوین یہ ہم
نہ کوئی مونس و غمخوار نہ کوئی ہمدم
کاش اسوقت پڑین جا کے نظر حیدر کے

خویش و فرزند ہمارے نہ کبھی یون مرتے
ان جفا کیشون کے ہاتھون سے نہ یہ دکھ بھرتے
یہ لعین جور و جفا کاہے کو ہم پر کرتے
ہوتے ہم آج کے دن پاس اگر حیدر کے

اہل بیت نبوی دست تعدی کے اسیر
قطرۂ آب کو اس دشت مین جون ابر مطیر
گھر کی ہی یاد مین ہر ایک کے ہے دم زنجیر
طفل روتے ہین پڑے شام و سحر حیدر کے

ہوتے اس معرکہ مین آج جو حمزہ و عقیل
خون نہ اس دشت مین ہوتا مری پیارونکا ذلیل

اس طرح سے جاے ابن معویہ کے وہ حضور
اسمین ای بھائی نہین ہے شک وظن کا احتمال

یہ سخن سنکر حنیف اُسوقت شہ کے درجواب
آنکھین دونون کی ہوئین باہم گلے لگ کر پرآب
یون لگے کہنے خدا حافظ ہے ای عالیجناب
اور بھائی سب رفیق آکر ہوے بہر قتال

آخرکار اُن سے کہنے کو نہ مانا زینہار
جتنے ساکن تھے مدینے کے وہ روئے زار زار
کوچ کا دن اور تاریخ سفر پایا قرار
اس سفر کا سب نے کچھ آخرت جانا مآل

پھر رخصت جد کو روضے مین وہ پھر محنت نصیب
کر مرخص جلد تا مطلب کو پہونچے وہ غریب
جاکے بولا السلام علیک ای حق کے حبیب
امر بر حق کے تغافل کا نہ ہوتا احتمال

سر جدا ہونے کا تن سے مجکو ای کب ہے غم
ہان مگر دوری ترے مرقد کی مجھپر ہے ستم
خویش و فرزندان کے مرنیکا نہین ہرگز الم
سو مین فائق اُسے سمجھا ہون رضای ذوالجلال

گرچہ ہون وہ شخص مین جس کا گریبان قبا
قطع مین ہو تنگ گردن پر نشان اسکا پڑا
دیکھکر اس خط کو روئین اس قدر خیر النسا
پونچھین آنکھین تمنا اپنے ہاتھ سے لیکر رومال

سو نظر آتی ہے یون اب مجکو مرضی خدا
پوچھو کیا اس امر مین کہتے ہین وہ ام الہدا
ہوا اسی خط پہ سر گردن میرے خنجر سے جدا
مین تو سر کٹوانے جاتا ہون سمیت اہل و عیال

تا فلان جا تکد از آسکے یہ کرتے ہین کلام
خواب مین آکر لگے کہنے اُسے خیر الانام
سو گیا اس گفتگو مین وہ شہ عالی مقام
اے جواہر خانۂ حق کے گہر وے میرے لال

فاطمہ کو کوئی دُکھ اس درد سے بدتر نہو
اسمین گو تیغ قضا سے دھڑ پہ تیرے سر نہو
یکسر مو پر رضاے حق سے وہ باہر نہو
بندگی یان ہے پیمبر زادگی کا کیا خیال

گرچہ مجکو مرتبہ حق نے نبوت کا دیا
پر ترے سر کیلیے پیش جناب کبریا
اور تجھکو فاطمہ کے بطن سے پیدا کیا
کاندھے سے لیکر مرے یکسان ترا نیزے کی بھال

مطلقاً اس امر مین مارا نہین جاتا ہے دم
جس جگہ سر کھینچتا ہے بے نیازی کا علم
گو نبوت یا امامت کے سبب فائق ہین ہم
رکھتی ہے اُس جا نبوت اور امامت کیا کمال

یہ زبانی فاطمہ کی تجکو دیتا ہون جواب
جسطرح حاضر ہوا وان جاے حاضر ہو شتاب
اس سے بہتر ہی نہین حق مین ترے ای صواب
تا بدرگاہ خدا ہو سرخرو تیرا جمال

یہ سخن کہکر گلے اپنے جگر گوشے کے مل
خاک تھی زیر قدم جتنی ہوئی لوہو سے گل
یان تلک روئے کہ مژگان سے چلا خونناب سیل
یون محمد سے ہوا رخصت کا اُسکے انفصال

پوچھے گر کوئی سبب تو کیا کہوں اُس سے یہ زرد
پیاس لگتی ہے تو کرتا ہوں تلاش آب سرد
کس طرح دکھلاؤنگا محشر مین اپنا روی زرد
ڈوبی پانی بن وہ کشتی جسمین تھی احمد کی آل

سخت مشکل ہے جو کیسے تو نہین تشنگی کی تاب
تیغ و تیر اُنپر برستا تھا اُنھوں کے درجواب
اور جب پیاسے رہنے مین دل ہو آتش غم سے کباب
جسطرح کرتے تھے وہ مظلوم پانی کا سوال

دل مرا کیونکر نہووے اضطراب قلق مین
گر کسی لڑکے کو پہونچا قطرہ پانی حلق مین
یہ ستم نوع بشر پر مین نہ دیکھا خلق مین
سو کمان جور کی تھی تیر کی اُسجا مین بحال

یون روایت ہے کہ وہ مظلوم سوے کربلا
ہاتھ سے تب ہاتھ بھائی بند سے اپنا ملا
جب لگا چلنے مدینے سے کنا نیکو گلا
اور یون کرنے لگے عرض اے جناب باکمال

کوفیونکے قول پر ہرگز نہ کیجے اعتماد
گھر پیمبر کا رفاقت اُنکی دیوے گی بباد
قول و فعل اُنکا نہین ہے خوب ہین وہ بدنہاد
وہ نہ کر محشر مین جو ہمکو ہو تجھ سے انفعال

شہ نے فرمایا کہ سچ ہے دور یہ تدبیر سے
سر کا وعدہ کر چکا مین جور کی شمشیر سے
پر کسو کا بس نہین چلتا ہے کچھ تقدیر سے
اُسکے ایفا کو نہین سکتا مین اپنے سر سے ٹال

جسکو ہو تم مین سے باندھے مرنے پر اپنی کمر
اُس سے ہون راضی رفاقت دیوے سے مین زیادہ تر
سو چلے ہمراہ اور جینے پہ ہو جسکی نظر
اُسکی جانب سے نہ ہو ہرگز مرے دل مین ملال

راوی کہتا ہے سن اُسکو بولے یون حضرت حنیف
پر حرم کو ساتھ لیجانا ہے تدبیر ضعیف
جائیے آپ اقتضا کرتی ہے گر راے شریف
پاس رکھنے کا اُنھونکے مت کرو ہرگز خیال

ہے صلاح وقت یون اب رکھ چلو اُنکو یہین
مین ترا بھائی ہون کہنے کو مرے کیجے یقین
ان کی دلجمعی کی خاطر چھوڑ دیان میری تئین
ساتھ لیجانا اُنھونکا سخت ہے تم پر وبال

یہ لگا کہنے وہ سرور سنکے بھائی کا کلام
حق کی مرضی بن کیا اب تک نہین کچھ مین نے کام
یون مقدر ہے شریک حال ہو عترت تمام
آپکے کہنے سے چھوڑون ان کو یان ہے یہ محال

چاہیے یون سر مرا نیزے پہ ہووے پیش پیش
پاس اُنکے ہو نہ جز عابد کوئی فرزند و خویش
اشتر و نیزا اُسکے پیچھے ہوں مین سب یہ سینہ ریش
سو اسی اسطرح لیجاوین وہ قوم بدخصال

اُسکی قسمت مین ہے یون اُس روز ہووے اُسکو تب
چشم تر ہون اشک سے اور تشنگی سے خشک لب
پیادہ چلنے سے ہر اک منزل مین وہ کھینچے تعب
وہ نہ دے قطرہ کرے جس سے وہ پانی کا سوال

کھنچین اُس راہ مین ہووے کانٹون کا وفور
پا برہنہ تپ سے ہووے میرے سینہ کا سرور

ظالمون نے نہ رکھی وہ تلوار
جو نہ کھینچی ز نیام آج کے دن

اُس غریبی سے کٹا یا حلقوم
اُس جگر خستہ کا اُسکے معصوم
رن مین بین ہائے حسین مظلوم
پیٹین یون لے لیکے نام آج کے دن

جان بلب آب بغیر از اطفال
دم بدم دیکھہ اُنھونکا احوال
جو کوئی ہے سو عطش سی ہی نڈھال
ہے یہ عابد کا کلام آج کے دن

پیاس کے مارے مین ڈرتا ہون ہائے
پھیر کس کام کا اے جد جو نہ آئے
باقی ماندون سے نہ کوئی مر جائے
کام مین کوثر و جام آج کے دن

جاری دریا ہین بھری ہین تالاب
بند یہ آل نبی پر ہے آب
مرغ سے مور تلک سب سیراب
قطرہ ہے اُن پہ حرام آج کے دن

جز خدا کوئی یتیمون کا نہین
پیادہ پا قید مین کر سب کے تئین
ڈھونڈھیے روئے زمین کو تو نہین
لیگیا لشکر شام آج کے دن

نہ کوئی دوست نہ کوئی ہمدم
کون اُسوقت اُنھین ہووے بہم
کہین جس سے یہ ستم اپنا غم
دے نبی کو جو پیام آج کے دن

اُس مصیبت کو کہین سو کس سے
ہم نفس کون کرین وہ جس سے
غم الم دل پہ ہے دونا اس سے
ورد اپنے سے کلام آج کے دن

اقربا قتل ہوے سب کے سب
اہل بیت نبوی پر یارب
ایک عابد سو گرفتار یہ شب
ہے قیامت کا قیام آج کے دن

کھا گئی سب کے تئین تیغ ستم
ہے سبب ضعف کے گو اُسکا دم
ایک عابد جو رہا نزد حرم
آفتاب لب بام آج کے دن

اُنھون کا پردہ مین جو ہین مردم
ہے محرم کا اُنھین روز دہم
آب و دانہ ہے نصیبون کا گم
غرۂ ماہ صیام آج کے دن

طائر عرش ز دست صیاد
کوئی سنتا نہین اُن کی فریاد
ہو نہین سکتے کسی طور آزاد
پر نہین ہین نہ دام آج کے دن

ظلم ایسا ہی ہوا ہے برپا
رہیگی جب تئین دنیا کی بنا
کہ نہوگا نہ ہوا زیر سما
ہوئیگا حشر مدام آج کے دن

دیکھا یہ خواب جو چونکا شہ دنیا و دین
یون کہا خدام سے کس کر شلیتونکے تئین
پوچھتا آنکھین سوے اہل حرم آیا وہین
ہو جو اسباب سفر دو بیٹھ پر اونٹونکی ڈال

نافل جان سوز یون کرتا ہی اب آگے بیان
جنکو چھوڑا تھا مدینے مین وہ با آہ و فغان
لے حرم کو ساتھ اپنے جب لگے ہونے روان
اُس شہ دنیا و دین سے یون لگے کرنے سوال

چھوڑ کر ہمکو کیا ہے تم نے جو عزم سفر
یہ سخن سن شہ نے انکو خاک دی یکمشت بھر
کیونکہ پہونچیگی تمہارے حال کی ہم کو خبر
اور فرمایا کہ رکھیو تم اسے شیشے مین ڈال

تم خبر اس خاک سے پاؤ گی میری من و عن
کربلا مین جسگھڑی جوجھے وہ ہو کر بیوطن
راوی بھی اسطرح لکھتے ہین چنانچہ یہ سخن
ہو گئی وہ خاک شیشے مین برنگ خون لال

سودا تو کر ختم اب پڑھکر درد اس نظم کو
تا قیامت تعزیہ ابن علی کا لیوے تو ہر
سامعون کے گوش زد آگے ہی یہ سب گفتگو
حق تعالی دے تجھے توفیق یہ ہر ایک سال

مرثیہ دیگر

کیا ہوا ہاے یہ کام آجکے دن
گر پڑا دین کا خیام آج کے دن
روتی ہے خلق تمام آج کے دن
ہو گیا قتل امام آج کے دن

سقف ایمان کا مین کیا حال کہون
توڑ ہے اے فلک سفلۂ دون
ڈھے پڑا رن مین نبوت کا ستون
نہ رکھا تو نے بھی تھام آجکے دن

باپ کے قبضے مین جس کے کوثر
خون سے اسکے ہی زبان تیغ کی تر
تشنہ حلق اسکا بزیر خنجر ہو
خشک اسکا لب و کام آجکے دن

غرق وہ خون مین پڑا ہے مذبوح
خاک تم کرکے سر دون کو مجروح
پیاسی دنیا سی گئی اُس کی روح
ڈالوا ے خاص و عوام آجکے دن

جس جگہ مین وہ پڑا ہے یارو
دھوپ مین سوکھتے اُسکے تن کو
رو کھ بھی وان نہین جو سایا ہو
ہوئی ہی صبح سے شام آجکے دن

کہون تنہائی کی اسکی کیا بات
کوچ کر شام چلا سر ہیہات
پاس کوئی نہین جز حق کی ذات
رن مین تن کا ہی مقام آجکے دن

زخم اس تن کے گردن کیا مین شمار
کون سی جا نہ لگا وار پہ وار

پیٹ پیٹ اپنے سرون کو کہتی ہین وہ سینہ ریش
اس طرح سے جائین یہ سر وا دریغا وا دریغ

ان سرون پر بوسہ دیتی تھی سدا ارکان دین
دھوتے تھے گیسو انھونکے آنکر روح الامین
انکو سجدہ کرتے تھے ہم آسمان و ہم زمین
ہو بہو سو خون مین ہے تر وا دریغا وا دریغ

بیچ مین تھا ان سرونکے وہ سر عالم پناہ
سر کو اپنے پیٹکر یون کہنے لاگی بھر کے آہ
جا پڑی زینب کی انکھین ناگہان اسپر نگاہ
ہائے ای میرے برادر وا دریغا وا دریغ

یہ وہی سر ہے کہ جو تھا بوسہ گاہ مصطفےٰ
فی الحقیقت تھا یہ شایان کلاہ مصطفےٰ
لطف کی ہر آن اسپر تھی نگاہ مصطفےٰ
سو نظر آیا غلطم پر وا دریغا وا دریغ

دن اسی نیزہ پہ گذرا ہم غریبونکے حضور
تن بخون آغشتہ کربل مین پڑا ہی سر سے دور
رات کو خولی نے لیجا کر رکھا تھا در تنور
زیر این چرخ مدور وا دریغا وا دریغ

راویان جانگداز آگے یہ کرتے ہین کلام
خولی ملعون نے اپنے گھر کیا اس شب مقام
کوفے پہونچا قافلہ وہ جو چلا تھا سوی شام
جا تنور اندر رکھا سر وا دریغا وا دریغ

مومنہ تھی زن جو اس ملعونکی وہ غمکی سبب
یہ سخن تا صبح اس بیچاری کے تھا زیر لب
اسطرح سے کاٹی ان نے بیچ آنکھونکی وہ شب
ہائے لے سبط پیمبر وا دریغا وا دریغ

نصف شب گذری تو دیکھی ہے کہ تا حور و ملک
تخت پر بیٹھے یہ کہتی آئین اس موضع تلک
آسیا و مریم و حوا و زہرا از فلک
فاطمہؓ کے ناز پرور وا دریغا وا دریغ

سر کو چارون بیبیونمین سینے کے لو مین
یہ بھی تھا قسمت مین یون دیکھین ترا سر بے تن
اپنی چھاتی سے لگا کر یون کہا کیون ای حسین
یان رکھا ہی کن نے لا کر وا دریغا وا دریغ

ہائے وہ تن جو محمدؐ کے پلا بالاے صدر
سر کو جو تیغ جفا سے کاٹ لائے اہل غدر
سچے یون ماٹی مین جون ہووی غبار آلودہ بدر
سر تنور اندر دیا دھر وا دریغا وا دریغ

فاطمہ القصہ اس ہر سے یہ کرتی تھی بیان
دیدۂ حور و ملک سے خون دلکا تھا روان
عرش تک پہونچے تھی انکے سینے کی آہ و فغان
اور تھا انکی زبان پر وا دریغا وا دریغ

سودا اب خاموش ہو آگے نہ کر احوال تو
اسقدر کہئے سنے ہی محشر مین ہوگا سر خرو
دیوے کی ارض و سما کے بٹ ملا یہ گفتگو
لیکے نام انکا کہے گر وا دریغا وا دریغ

سوداؔ اب ختم تو یہ مرثیہ کر
دم بدم آلِ محمدؐ اوپر کر
سن نہیں سکتے اسے جن و بشر
بھیج صلوات و سلام آج کے دن

بعد ازان ہو کے بچشم گریان
آ دے تا ماہ محرم بجہان
یہ دعا مانگ ز شاہ مردان
تعزیہ لے یہ غلام آج کے دن

مرثیۂ دیگر

تشنہ لب سبط پیمبر وادریغا وادریغ
کشتۂ شمشیر و خنجر وادریغا وادریغ
کربلا کے بن مین بے سر وادریغا وادریغ
ہاے وہ فرزند حیدر وادریغا وادریغ

دے مدینے مین شبر کو نبی محمدؐ کے تئین
ملک سب لیتے رہی جتنے تھے بر روے زمین
ظلم کی شمشیر سے مارا پڑا سلطان دین
لٹ گیا ایمان کا کشور وادریغا وادریغ

کسطرح کھینچین نہ ہم سینون سے آہ دردناک
آج میدان مین پڑا ہی غرق خون برروے خاک
پگڑیان سر سے پٹک اب کیون نہوین جیب چاک
دین اور دنیا کا افسر وادریغا وادریغ

کہتے ہین رد روکے اب ساکن یہی ہر شہر کے
ہو گیا ہی خشک بن پانی کنارے نہر کے
جتنے دیکھو نخل ہین سیراب باغ دہر کے
گلشن ساقی کوثر وادریغا وادریغ

ظالمون کی تیغ سے ہیہات آل مصطفا
کاتب تقدیر سے لکھوا کے لائی تھی قضا
دشت مین بیجان پڑے ہین اب جو با چندین جفا
قتل کا کیا اُسکے محضر وادریغا وادریغ

وہ جو زیر آسمان ہین دین و دنیا کے پناہ
گھر کو اُنکے ایک پل مین کردیا خاک سیاہ
مرکز خاکی پہ جون اکسیر ہے جن کی نگاہ
ظالمون نے آگ دے کر وادریغا وادریغ

جن کے دروازے پہ آکر ایکدم زیر فلک
مہر و مہ نے آجتک دیکھی نہ تھی جن کی جھلک
بے اجازت مار سکتا تھا نہ ہرگز پر ملک
سو وہ عریان اشترون پر وادریغا وادریغ

کیا کہون میں یہ مصیبت تھی بروے روزگار
باپ جنکا وہ کوئی اترا ہی تھی جسکو ذوالفقار
کون کون اسطرح پشت اشتران پر ہین سوار
اور مان بنت پیمبر وادریغا وادریغ

یہ ستم جو ہی انھون پر کس زبان سے ہو بیان
سنتے ہین زین العبا کی ہین انھون کے درمیان
دین و دنیا کی جو اس احوال مین ہین بیبیان
کوئی مان اور کوئی خواہر وادریغا وادریغ

سر چلے جاتے ہین نیزون پر جو انکے پیش پیش
کوئی تو فرزند ہی انکا کوئی انکا ہی خویش

تن ترا یوں ہی بہ زیر چرخ رہتا ہوئے گا
خاک و خوں میں روز و شب ہے ہے غضب ہے ہے غضب

کیوں نہ روؤں لاش پہ تیری میں سر میں ڈال خاک
جسکو پیغمبر نہ بولے بن کہے روحی فداک
تن ہو تیغ ظلم سے اسطرح تیرا چاک چاک
تھا ترا یہ کچھ لقب ہے ہے غضب ہے ہے غضب

سر ترا نیزے کے اوپر تن ترا ہے خاک میں
خون دل کیونکر نہو مجھ دیدۂ نمناک میں
بھر رہی مٹی ترے زخموں کے ہر اک چاک میں
تجھ سے پر ایسا غضب ہے ہے غضب ہے ہے غضب

ہے ترا نانا پیمبر باپ تیرا ہے امام
تشنہ لب ماریں سب تجھے اسطرح ملکر اہل شام
جس سے محشر میں طلب عالم کو ہے کوثر کا جام
جانکر تیرا حسب ہے ہے غضب ہے ہے غضب

اے پدر تجھ بن سبھے اس جینے سے آتی ہے لاج
مصطفٰے اور مرتضٰی کی دی ہے فوج غم نے آج
خاک و خوں میں تو پڑا ہے اے دو جگ کے سر کی تاج
خانۂ دل کو لقب ہے ہے غضب ہے ہے غضب

فاطمہ سے پیرہن لائیں نہ زیر آسمان
واسطے تیرے کفن کا اے شہ ہر دو جہان
سو تو اب عریاں پڑا ہے خاک و خوں کے درمیان
نے حریر و نے قصب ہے ہے غضب ہے ہے غضب

یہ سخن کہکر چلا وہ تو پدر سے لگ گلے
کیوں نہ تیرے ساتھ خاک و خوں میں ہم بھی رلے
ہائے بابا دیکے مائی بھی نہ ہم تجکو چلے
یوں تجھے دیکھے ہیں اب ہے ہے غضب ہے ہے غضب

کر چلا لاش پدر سے جبکہ یہ عابد یہ بین
بول اٹھا امت کی تیری اشقیا قتل حسینؑ
منہ مدینہ کی طرف کر وہ نبی کا نور عین
سمجھیں ہیں عیش و طرب ہے ہے غضب ہے ہے غضب

آل میں تیری کسی کے دھڑ پہ اے جد سر نہیں
تن ہے کسکا جس پہ زخم تیغ اور خنجر نہیں
کونسا سر ہے انھوں میں سے جو نیزے پر نہیں
ایک میں سو جاں طلب ہے ہے غضب ہے ہے غضب

یوں محمدؐ کی طرف کرتا تھا جب عابد خطاب
خاک میں مور اور ہوا میں مرغ ہوتی تھی کباب
آہ سے ماہی تلک سب کا جگر ہوتا تھا آب
یہ فغاں کرتی تھے سب ہے ہے غضب ہے ہے غضب

ختم کر سوداؔ تو اب اس مرثیہ جانکاہ کو
یاد کر ہر دم تو اپنے دل میں حال شاہ کو
بند کر حرف زبان اور لبوں کی راہ کو
یوں کہا کر جب تلک ہے ہے غضب ہے ہے غضب

مرثیہ دیگر حضرت امام

چلا جب کربلا سے شام کو زین العبا تنہا
کٹا کر بھائی بند اس دن کے خاطر میں رہا تنہا
کہے تھا لاش پر بابا کی رو رو یوں کھڑا تنہا
کہ لیجاؤں اسیر ظالماں کر اقربا تنہا

مرثیۂ دیگر

غرق خون مین تشنہ لب ہے ہے غضب ہے ہے غضب
یہ ستم ایسون پہ اب ہے ہے غضب ہے ہے غضب
آل احمد سب کے سب ہے ہے غضب ہے ہے غضب
دو جہان کے منتخب ہے ہے غضب ہے ہے غضب

مان ہو جسکی فاطمہ جس کا علی سا ہو پدر
رن مین ہے اس تفرقے سے آج با خویش و پسر
دست و پا اُسکے نہ دھڑ ہے ساتھ نہ گردن نہ سر
وہ شہ عالی نسب ہے ہے غضب ہے ہے غضب

جو بشیر یار و خدا کے دوست کا تھا ہوش و دم
کوئی دشمن کے بھی دشمن پر کرے ہے یہ ستم
کاٹ سر اُسکا کیے اُسکے اسیر اہل حرم
بے گنہ اور بے سبب ہے ہے غضب ہے ہے غضب

نور جسکے تن سے پہونچے تھا بچشم مہر و ماہ
آج جسکے دن سر پہ ان شخصون کے گر دیکھے نگاہ
استقامت تھی فلک کو جن کے زیر خیمہ گاہ
خاک ہے یک یک وجب ہے ہے غضب ہے ہے غضب

کھینچے تھا جبریل آکر جنکے اونٹون کی مہار
لے گئے اونٹون پہ اُن کو بے عماری کر سوار
آج ہے ساتھ اُنکے ایسا کچھ سلوک روزگار
بیوفایان عرب ہے ہے غضب ہے ہے غضب

جنکی جانب مہر و مہ کو دیکھنے کی تھی نہ تاب
آج چادر بھی نہین سر پر کرین جس سے حجاب
اور جو مالک ہے ملک پر اسطرف کو کیا حساب
اُنپہ یہ رنج و تعب ہے ہے غضب ہے ہے غضب

اہل بیت اونٹونپہ ہر منزل مین بے محمل سوار
عابد بیمار پیچھے کھینچے جاے اونٹون کی مہار
زینب و کلثوم سر کو ہان سے پٹکین بار بار
رات دن لس پہ ہے تب ہے ہے غضب ہے ہے غضب

ایک تو غم سے عزیزون کے پریشان ہین حواس
اس مصیبت سے نہین جینے کی اپنے انکو آس
دوسرے لگتی ہے انکو رات دن کی بھوک پیاس
ہو رہے ہین جان بلب ہے ہے غضب ہے ہے غضب

جب گذر اُس ناتوان کا مقتل شہ پر ہوا
کہنے لاگے اے پدر مین کیون نہ تجھ آگے موا
پار نکلا دیکھ اُسکے پیٹھ کر غم کا سوا
تو مرے جیئون مین اب ہے ہے غضب ہے ہے غضب

تن ترا آیا نظر آلودہ گرد و خاک سے
لخت دل ٹپکین ہین میرے دیدۂ نمناک سے
خون بہتا دیکھتا ہون زخم کے ہر چاک سے
ہے یہ احوال عجب ہے ہے غضب ہے ہے غضب

وہ مسلمان رکھتے ہین کافر سے جو کفر شدید
سر ترا نیزے پہ کر تن سے جدا پیش یزید
تشنہ لب ان ظالمون نے کر دیا تجکو شہید
لیجلے عند الطلب ہے ہے غضب ہے ہے غضب

کیونکہ پیغمبر ترا غم دل پہ سہتا ہوئے گا
دمبدم خون جگر آنکھون سے بہتا ہوئے گا

اگر دہشت محمدؐ کی ہین عقبی مین کچھ ہوتی ہر
تو انکا حال تو بے بس ہی کیونکر دیکھتا تنہا

سپاہی ہی وہ بیرحمی سی جو اپنا نہ منھ موڑے
خوش اپنی کرے آقا کو وہ لیوی خلعتین گھوڑے
نہ اُنکی تیغ ہرگز طفل تشنہ تا ہلک چھوڑے
نہ دنیا جب تلک ہاتھ آئے تو ہی دین کیا تنہا

غرض ای قبلۂ قول و فعل جنکا ہووے ایسا کچھ
اب آگے دیکھیے قسمت کا میری کیا ہی لکھا کچھ
جفا سی اُنکی یہ دیکھا ہی اور دیکھونگا کیا کیا کچھ
کہ ایسے ظالمون کے ہاتھ یان مین آ پڑا تنہا

کہی ہین پیادہ ہر منزل مین ساتھ اپنی پھراوینگے
ترا دل طعنہ و تشنیع سے ہر دم دکھاوینگے
جو ہو گی رات تو لنگر بچھا تجکو سلاوینگے
کہینگے باپ تیرا چھوڑ تجکو کیون گیا تنہا

غرض عابد پدر کی لاش سے باآئین یہ کہتا تھا
کبھو بیہوش ہو جاتا کبھو ہوش آئین سہتا تھا
اور اسکا خون دل آنکھین کی راہ بہتا تھا
پھر آخر چھوڑ کر لاش پدر کو وہ چلا تنہا

صعوبت راہ مین گذری جو اُسپر سو تو ظاہر ہے
زبان سے گر کہون حد ادب سی تو وہ باہر ہے
جہانکی بیچ اس احوال سی ہر شخص ماہر ہے
سر اپنے عابد بیمار نے جو کچھ سہا تنہا

خموشی خوب ہی سودا یہان اظہار سے اسکے
ہوا بیہوش وہ مصرع پڑھا مین آگے یہ جسکے
سنے اسکے تئین سو دلین اب طاقت ہی کسکے
چلا جب کربلا سی شام کو زین العبا تنہا

مرثیہ دیگر

کیون مضطرب الحال نسیم سحری ہے
بلبل کو ترانہ کی بدل نوحہ گری ہے
ہر گل مین طرح لالہ کے داغ جگری ہے
اس باغ سے کیا آل محمدؐ سفری ہے

شبنم جو روا جاہے سو نور و نسب تار
لوٹا یہ رسالت کا ستم کیشون نے گلزار
گر باد سحر خاک سر اپنے پہ تو ہر بار
ٹہنی چمن دین مین نہ سوکھی نہ ہری ہے

جو نخل محمدؐ کے جگر سے رکھین پیوند
بانی چمن دہر مین ہوا اُن کے اوپر بند
اور ساقی کوثر کے وہ لاریب ہون فرزند
کیا چرخ ستمگر کی یہ بیدادگری ہے

تیغ و تبر جور سے جو نخل کٹا ہے
اُسکا جسد پاک زمین پر جو گرا ہے
کہتے ہین وہ فرزند رسول دو سرا ہے
آلودہ گرد قدم رہگذری ہے

دیتے تھے نبی بوسہ سدا جن کے لبون پر
الکدم نہ ملے آب انھین جز دم خنجر
سو مثل صدف آب کے قطرے سے نہ ہون تر
سب دہر جفا پیشہ کی یہ بد گہری ہے

جو عالم بیکسی کا مجھ پہ ہی سو کسکو دکھلاؤن
کرون کیا بس نہین چلتا مرا کچھ ورنہ مین جاؤن
وہ ایسا کون ہی کہ جس سے پانی تجکو دلواؤن
تجھے یون چھوڑ کر اے نور چشم مصطفا تنہا

مدینے مین جو ہو جاتا تو منھ کسکو دکھاؤنگا
بھلا اسطرح جینے سی حلاوت کیا مین پاؤنگا
جو کوئی اکبر و اصغر کو پوچھے کیا بتاؤنگا
تن تنہا جیون مین تو مرے کربل مین تا تنہا

نہ کوئی ہی بزرگ اسدم کہ چھاتی سی لگا دے وہ
نہ کوئی آشنا ایسا کہ ٹک پانی پلاوے وہ
نہ کوئی بھائی ہمجولی کہ دکھ میرا بٹاوے وہ
نہ کردے ہیچ کافر کو بھی مجھ جیسا خدا تنہا

کوئی بھائی بھی رہتا تو گلے لگ اسکی مین روتا
مجھے دیکر دلاسا کچھ تو غم دلکا مرے کھوتا
کہ اُس سے حال دل اپنا غبار سینہ مین دھوتا
نہین اہل مصیبت کو تو رونا بھی بھلا تنہا

نظر آتا نہین کوئی جو اس بندی کو دے چھٹوا
جو مین ہون سو اسی حالت مین مجھ سے ہو سکی ہی کیا
گلے سی طوق انکی دور ہو زنجیر مین سے پا
نہ بھائی بند ہے کوئی نہ یار و آشنا تنہا

کوئی کہتا ہی سونپو اشترنکی اس کو سربانی
کوئی بولا اودھر سے ہو جدھر خار بیابانی
کوئی کہتا ہی اسکو لیچلو جیدھر نہ ہو پانی
پھرون یون تجھ بن اس جور و جفا سے جا بجا تنہا

کہان تبرید اس حالت مین جس سی ہو علاج تب
غرض کیا کیا کہون اسکی سوا بھی سو طرح کی اب
نہین ملتا ہی قطرہ آب کا جو تر کرون مین لب
اذیت دیتے ہین پا کر مجھے اہل جفا تنہا

جو مین کہتا ہون پھیرے اسقدر جلتی ہو کیون مجکو
تو کیا دکھلائینگی جا کر خلیفہ کو ہم اپنے رو
کہے ہین بیڑیان جو کاٹلی پاؤن کی بھاگے تو
تجھے ہم اسلئے نہین چھوڑتی زین العبا تنہا

جو مین کہتا ہون اس حالت سی مجکو لیکے جاؤگے
بروز باز پرس امت مین پھر کس کی کہاؤگے
محمد کے تئین محشر مین کیا تم منھ دکھاؤگے
جو اس صورت سی جاؤن شام مین روتا ہوا تنہا

تو کہتے ہین ہمین کیا خوف محشر مین محمد سے
قیامت مین ہماری کچھ نا لش نبی تو جد سے
سپاہی کرتے ہین روزی کو پیدا لعنت و کد سے
نچھوڑین اس ڈر کون سی تجھی ہم کوئی جا تنہا

اگر خطرہ ہمین ہوتا تو ایسا کام کیون کرتے
ہماری تیغ سی خویش و برادر اسکی کیون مرتے
پدر کے سر کو تیرے کاٹکر نیزی پہ کیون دھرتے
ہمارے ساتھ پھرتا اسطرح تو کیون بکا تنہا

سر اپر دو نہین اسکے بوسے کو ہم نہ دہن جاتے
تری گردن مین طوق آہنی ہرگز نہ پہناتے
اسیر اسکی حرم کو بیٹھ اونٹون کی نہ بٹھلاتے
نہ ہوتا آگے جو دن ہو کے تو بیدست و پا تنہا

نواسی اک محمد کی علی کی ایک ہی بوتی
سلئے ہم پاؤن کی خلخال جنکے کان کی موتی

گذرا ہو جب اولاد محمد ﷺ پہ یہ طوفان	ماتم میں جنھوں کے ملک و جن و پری ہے

مرثیہ حضرت امام

کہتے ہیں رو رو کے زین العابدین	ہو کدھر دادا امیر المومنین
مرتدوں نے کر سند دین کو تئیں	کھو دیا مہر نبوت کا نگین
پوچھیے وہ مجھ دل ناشاد سے	جو ہوا ہے آج ہر جلاد سے
کر دیے حک کارِ بیداد سے	سب حروف دفتر شرع مبین
انما کی آیہ جن کی شان میں	حق تعالےٰ نے کہی قرآن میں
اُنکو یہ لوٹا ہے اس میدان میں	چادر اُنہیں ایک کے بر سر نہیں
کر گئے گل شمع دین وہ روسیاہ	پھرتے ہیں ہم وہ بدر ہو کر تباہ
تارہ اُنکا گھر ہے جنکے مہر و ماہ	آگے دروازے پہ گھستے تھے جبین
وارثوں کے سر ہیں نیزہ پر رواں	تن پڑے ہیں خاک و خونکے درمیاں
بے مکاں ہیں وہ کہ جنکو ہر زماں	سجدہ کرتے عرش اعلا کے مکین
ظالموں کے ہاتھ سے ہو بے وطن	آن کر پیاسا موا کربل کے بن
دشت غربت میں پڑا وہ بے کفن	مہد جنباں جسکے تھے روح الامین
فاطمہ رض کا وہ جو دم اور ہوش تھا	اُٹھ پہر اور اُنکے ہم آغوش تھا
جسکے سر کا تکیہ اُن کا دوش تھا	چاک چاک اُسکا ہے جسم نازنین
حیف ہے میرے اب ایسے جینے پر	یوں کمر باندھے فلک جب کینے پر
لوٹتا تھا جو نبی کے سینے پر	چھاتی پر اسکے چڑھے شمر لعین
میرے دلکا وہ کوئی سمجھے گا درد	جسکے سر ایسی یتیمی کی ہو گرد
اُسپہ ہو معلوم میری آہ سرد	باپ کو یوں جسکے ماریں ظالمین
پانی سے سیراب ہو سب کائنات	لیکے حیوان تا جمادات و نبات
تشنہ لا کر بر لب آب فرات	سر جدا تن سے کریں اعدائے دین
دن تو اس سر کو چلیں نیزہ پہ دھر	رات جب ہووے تو منزل میں اتر
گرد اُسکے بادہ پیویں بیٹھکر	وہ لعینا اُس سر پہ جو ہوویں تعین

آن جور و جفا مارون کا مین کیا کہون احوال
چھاتی پہ ہے سوفار تو ہے پشت اُپر بھال
ہے ناوک دل دوز سے ہر ایک کا یہ حال
ان دونون کے مابین مین یان دھڑ مین سری ہے

کس طرح کرون انکی مصوبات کی مین بات
پیدا جو بلا ہووے ہے اب دہر مین ذرات
ایسا تو نہووےگا کوئی مورد آفات
گویا وہ بلا واسطے انکے ہی دھری ہے

ایسا تو کبھی غم نہوا جب سے ہے عالم
ہر زخم پہ ہوتا ہے فلک بخیہ و مرہم
دردا کہ دم تیغ سے افزود ہے یہ غم
زخم جگر فاطمہ دونون سے بری ہے

محشر مین محمد کو دکھانا ہے جسے رو
وہ شاد نہ الفت سے کرے اپنے پسر کو
اور آل سے اُسکی جو محبت ہو سر ہو
عابد کے تئین آج غم بے پدری ہے

ہر طائر قدسی پہ دیا حق نے جنھین فوق
کوئی تو ہے زنجیر مین کوئی بگلو طوق
اور جنکے قدمبوس کا جبریل رکھے شوق
افسوس انھین آج یہ ہے بال و پری ہے

عترت کو محمد کے جو لوٹین ہین ستمگر
ہین دادرس ہر دو جہان وہ جو بمحشر
جتنا وہ پکارے ہین نہ مونس ہے نہ یاور
فریاد کو آج اُنکے یہ کیا بے اثری ہے

کس سے کہون یہ تشنہ لبونکی مین صعوبت
اک آدھ جو باقی ہے سو اُسکی ہے یہ صورت
دنیا سے گئے پی لے شہادت کا وہ شربت
بن آب دہن خشک اور آنکھون مین تری ہے

جن بیبیون کا باپ علی فاطمہ مادر
سب کچھ یہ سمجھکر نہ رکھی شقیون نے چادر
حسین سے اور انکی ہون مان جائے برادر
کیا قوم ستمگار کی یہ بے بصری ہے

منھ کر کے مدینے کیطرف پرد گیا ئین
مشہور ہو تم مخبر صادق دو جہان مین
کہتے سبب پیاس کے کانٹے ہین زبانین
کیون حال ہمارے سے تمھین بیخبری ہے

احوال تری آل کا اب سخت ہے درہم
پیٹے ہین زبس صورت و سر انکے کو ہر دم
لے جلد خبر اے شرف خلقت آدم
رنگ رخ ماتم زدگان نیلوفری ہے

جی چاہتے ہین پیاس سے لین دشمن جانی
بتلاؤ کہانسے پئین اس دشت مین پانی
پانی جو طلب ہم نے کیا بات نہ مانی
ندی ہے جو یان خون شہیدان سے بھری ہے

جب سے کہ شہ دین کی اقامت کا اُٹھا رخت
دنیا کی حلاوت کا نہین چاہتے ہم تخت
اندوہ و غم و درد و مصیبت ہے نپٹ سخت
ہونا ہمین اب خاک بسر تاجوری ہے

کیونکر نہ روے خون کی آنسو سے مہربان
کس طرح نہ اس غم سے شب و روز ہو نالان

مرثیۂ دیگر

عابدین کہتے ہیں اے پروردگار — ایک بھائی کو بھی رکھتا روزگار
یک دگر اس وقت ہوتے غمگسار — روتے آپس میں گلے لگ زار زار

درد دل باہم کیا کرتے بیان — پوچھکر خوشنود ہوتا ہر زمان
ایک کو ایک اپنے بابا کا نشان — کچھ تو ہوتا دلکو تسکین و قرار

عمر اصغر گر نہ ہو جاتی اخیر — وہ جوان ہو کر بٹاتا میری پیر
سو تو فیصل ہو گیا لگتے ہی تیر — کیا بساط اسکی وہ طفل شیرخوار

لے برادر تا پدر عم ابن عم — غرق لوہو میں پڑے ہیں یک قلم
بیٹھ گئی دریاے خونین ہے ستم — کشتی آل نبی آ منجھدھار

جا چچا نے برلب آب فرات — آب کی خاطر کیا قطع حیات
باپ کے سقے نے کاٹے پاؤں ہات — پانی کی تو بھی نہ پہونچی منھ میں دھار

باپ کو میرے محمد یک زمان — دیکھتے تنہا نہ زیر آسمان
ذبح کر ڈالا یہ بیکس کر کے وان — جس جگہ کوئی نہ یاور ہے نہ یار

کاش ہوتا اس جگہ میں دل جلا — دیکھتا کٹتے جو بابا کا گلا
کچھ نہ بس چلتا تو یہ تو تھا بھلا — جا لپٹ جاتا گلے سے آہ مار

مار بھی کر ڈالتا میرے تئین — ساتھ میرے باپ کے شمر لعین
ایسے جینے سے تو بہتر تھا کہین — جس مصیبت میں ہوں میں لیل و نہار

درد دل سے میرے کون آگاہ ہو — دکھ میرے کو کسکے دل میں راہ ہو
بات دکھیارون کی کب دلخواہ ہو — گو کسی کے سامنے کہیے ہزار

کوئی مجھسا ہو سو میرا سمجھے درد — رہ گیا ہو اقربا کنبے کے فرد
چہرہ بیماری سے اسکا ہووے زرد — نے دوا اسکی ہو نے تیماردار

ضعف کے مارے چلا اس سے نہ جاے — ہاتھ سے تھامے سر زنجیر پاے
جب قدم آگے رکھے تب لڑکھڑاے — راہ چلواتے ہوں اسکو مار مار

باپ کا نیزے پہ سر ہو پیش پیش — اذٹو نیز ناموس پیچھے سینہ ریش

اہل بیت اُسکے ہوں اونٹوں پر سوار	ہاتھ لیکر وہ چلے اُن کی مہار
پا برہنہ طے کرے جو دشت خار	ہر قدم بھرتا ہوا آہ حزین
اُس پہ ہو ہر ایک منزل یہ عذاب	ٹک جو ٹھہرے تو کہیں ہاں چل شتاب
گر طلب کرتا ہو پینے کو وہ آب	قطرہ بھر اُسکو نہ دیویں اہل کین
ہو گلے میں اُسکے طوق آہنی	رک کے دم پہونچے قریب جان کنی
دمبدم دکھلاویں برچھی کی انی	راہ کے چلنے میں اُسکو مشرکین
جو کوئی اس دھوپ میں پیادہ چلے	میری سی زنجیر ہو اُسکے گلے
ساری منزل بیچ ذرہ دم نہ لے	اس مصیبت کی ہو قدر اُسکے تئیں
درد ہر مظلوم ہو سکتا ہے غور	پر وہی سمجھے جو کچھ ہے مجھ پہ جور
میری سی ہووے تعدی اُسپہ اور	ہو وہ فرزند شفیع المذنبین
ہووے جسکا ساقی کوثر پدر	تشنہ لب تن سے جدا ہوا اُسکا سر
یاد کر اُسکے تئیں اُس کا پسر	رو سکے ہے میرے ہو کر ہمنشین
اب یتیمی اپنی کو کوئی جتاسے	وہ یتیم آفاق میں مجھسا کہاسے
باپ میرا سا ہے جسکے سر سے جلے	جسکا نانا ہووے ختم المرسلین
دعوی مجھ دکھ سے اسی ہمتائی کا	تن ہو قیمہ جسکے باپ اور بھائی کا
اسطرح دانہ ہو جیسے رائی کا	درد میرا مجھ سے گو ہووے یقین
دل سے میرے پوچھیے اصغر کا درد	اب پیکان نے کیا ہے جسکو سرد
غم سے اکبر کے مرا چہرہ ہے زرد	سر کہیں نیزہ پہ جس کا دھڑ کہیں
دوں کیا کوفے میں دادا کو تلف	کربلا میں دی الٹ بابا کی صف
سر کیا نیزے پہ بھائی کا ہدف	آفریں اس دین پہ صد آفریں
ہو غرض عابد نہایت بیقرار	کہتے جاتے تھے یہ رو رو زار زار
سُن سُن اُسکو کانپتے تھے کوہسار	اکثر آ جاتی تھی لرزش میں زمین
سودا اب مرثیہ کو کر ختم یہین	تاب سننے کی نہیں رکھتا ہو سنین
لعن کر اُنپر ہمیشہ وہ جو ہین	ظالمان اولین و آخرین

تیغ سے تو عضو عضو اُسکا جدا کر دیا
کاٹ کے خنجر سے سر نیزے پہ سے لے دھر دیا
سیس کو تو دے کیطرح تیرونسے سب بھر دیا
اور تڑپتا ہوا تن گئے لوہو مین ڈال

سر کے تئین کاٹکر لیچلے جب شامیان
کیونکہ نہ سر پیٹ پیٹ مین کرون آہ و فغان
اُس تن بیجان پہ تیغ بہتون نے کی امتحان
ہو گئی کا چورنگ ہے آج محمدؐ کی آل

آگئی کیا ایک بیک طرفہ بلا اُسکے پیش
شانہ صفت غمسے مین کیونکہ نہون سینہ ریش
لیگئے سر اُسکا شام با سر فرزند خویش
برچھی کا جھبا ہوئے گیسوؤن کے اُسکے بال

یہ تو رہا ایک کنار لاشونکو وہ بے کفن
سوکھتے ہین دھوپ سی خاک پہ عریان بدن
لے گئے ظالم اُتار خون بھرے پیرہن
آج وہ کاٹے گئے باغ نبی کے نہال

اہل حرم کے تئین آ کے یہ غارت کیا
جنس سے پوشاک کی کیا کہون کیونکر لیا
ہاتھ مین چھلے کی قسم سی بھی نہ رہنے دیا
کر سکو پاک اشک کو ایک نہ چھوڑا رومال

گوش ملک تک کہ جن کی نہ پہونچی صدا
پردے سی باہر لے آئے اُن کے تئین اشقیا
زاری و الحاح پر اُن کے نہ کی اعتنا
آگ دی خیمے کو پھر لوٹ کر مال و منال

ایک بھی چادر نہ دی جس سے کرین وہ حجاب
لے چلے اس طرح سے شام کو اہل عذاب
سر کھلے ہر ایک یون جون ہو مہ و آفتاب
سبکو برہنہ بٹھا اونٹون پہ وقت زوال

راوی جانسوز نے دی ہے یہ آ کے خبر
عابد بیمار نے دیکھ کے لاش پدر
مقتل شہ سے ہوا اُن کا قضارا گذر
بولا سلام علیک ظلم کے اے پائمال

لیکے پھر آغوش مین وہ جسد چاک چاک
کہنے لگا لاش سے وہ سخن دردناک
منھ سے ملا اُسکا خون ڈال پہ سر اپنے خاک
سننے کی جسکے نہو سنگ کو ہرگز مجال

مین ترے قربان تن اے پدر مہربان
ڈھونڈھنے جاؤن اُسے گر تو مجھے دی نشان
کہہ تو بھلا مجھ سے یہ سر ترا اب ہے کہان
کو بکو و دہ بدہ دشت سی لے تا جبال

مجھسے ہوا ہے بھلا کیا گنہ اہل کین
تن پہ ترے اک جگہ زخم سے خالی نہین
ذبح کیا تشنہ لب کس لیے تیری تئین
خون سی تیرے زمین کیون ہوئی کربل کی لال

بہر کمین جو پالا تجھے فاطمہؓ نے اس لیے
حیف ہے یہ زندگی تو مرے مجھسا جیے
تیغ جفا سے تو آب ہوکے پیاسا سیے
کیونکہ کٹین گے مجھی غم مین ترے ماہ و سال

دیکھون کن آنکھون سے مین یہ جسد پاش پاش
کیونکہ جیون کر نظر اکبر و اصغر کی لاش

ساتھ اُسکے ہو نہ اُسکا قوم و خویش
کھینچتا جاتا ہو وہ اُسکی مہار

راہ تو چلنا ہوا اُسپر یوں کٹھن
تازیانے سے کریں مجروح تن
لستہ یہ رہبر کہ کے لایعنی سخن
کھینچنے کو ٹھہریں گر تلووں سے خار

راہ وہ لیجاویں جس میں ہو نہ آب
تک جو پانی مانگے وہ خانہ خراب
تب چلیں جب گرم ہو خوب آفتاب
کھینچکر شمشیر اُسے دکھلائیں دھار

لیکن اُسپر بھی وہ کب جھسا ہوا
وہ جو پیادہ یوں چلے اُس شخص کا
قطع کی اسطرح سے منزل تو کیا
باپ ہو دوش محمدؐ کا سوار

باپ سے لیکر ہو وہ دادا تک امام
وصف میں اُسکے خدا کا ہو کلام
نسل سے اُسکی امامت کا قیام
تب رکھے یہ ظلم اُس پر اعتبار

دل میں کی جس آدمی کی گفتگو
اب یہی میرے تئیں ہے آرزو
درد کی اپنے نہ پائی اُس میں بو
ظالموں سے کر چھوڑا وے کردگار

ہووے جس صحرا میں نخل نونہال
دو نوں ہاتھ اپنے تئیں میں اُسکی ڈال
قدکسو بھائی کا اُسکو کر خیال
میں لپٹ کر روؤں ڈھاڑیں مار مار

عابدین القصہ کرتا تھا سخن
بیٹھے تھے سرگوش سن مرد و زن
تھا عجب ماتم زمین سے تا زمن
خون برسائے تھی چشم اشکبار

سودا ہو خاموش کچھ آگے نہ کہہ
سُنکے مرتے ہیں گدا سے تا بشہ
دل تو خوں ہو کر چلے آنکھوں سے بہہ
غم سے کاٹے ہیں گلا بے اختیار

مرثیہ ایسا ہے تو نے یہ کہا
ہے یقین دلبر مرے روز جزا
جس سے حاصل ہو دو جگ کا مدعا
تجھکو بخشا دینگے شاہ تاجدار

مرثیہ حضرت

بنت نبی فاطمہ کہتی ہیں اے ذوالجلال
خاک پہ میدان کے بیچ تن تو پڑا ہے نڈھال
جسکے سرہانے یہ باندھ رہتی تھی اُسکا یہ حال
سر کے تلے اُسکے آج تکیہ ہے نیزے کی بھال

اُسکا نواسا ہے یہ تھا جو وہ تیرا حبیب
طعمۂ تیغ ستم جب سے ہوا یہ غریب
جسکے تئیں اب نہ دفن ہے نہ کفن یا نصیب
اُسکا کسیکو نہیں گور گڑھے کا خیال

کہوں مین صبح کا اس رات کی سو کیا عالم
رہیگا تا بقیامت جہان مین اُسکا غم
گلوے تشنہ پہ اُسکے چلے گی تیغ دو دم
مباح آل محمدؐ پہ وہ مصیبت ہے

کمر وہ باندھ کے بیٹھا ہی اپنے مرنے پر
ہر ایک کو ہی تمنا کٹا دے اپنا سر
اور اُسکے گرد مین بیٹھے سب اُسکی خویش دلیر
سمجھ چکے ہین کہ اسمین ہی باب سعادت ہی

نہ درد باپ کو بیٹے کا اُس جگہ زنہار
سواے اُسکے انھوں کا نہ کوئی یاور و یار
نہ دلمین بیٹی کے دکھ باپ کا کری ہی قرار
اک آشنا ہی جو اُنسے سو اُنکی غربت ہے

اور آگے کیا کہوں احوال با دل پر درد
اُٹھا زمین سے کرون سر پہ اپنی مشت گرد
ہر ایک حرف پہ یون چاہیے بھرون دم سرد
نکالوں تب یہ زبان سی کہ یون روایت ہی

لگے تڑپنے جو پانی کے واسطے اطفال
کیا یہ شاہ سے تب ہو کے مضطرب احوال
کیا ہی مادر اصغر کا لوٹ استقلال
کہ ارے پیاس کہ اس بچے پر آفت ہی

نہین ہی دودھ کہ مین تر کرون لبِ اُسکا دہان
پلاؤ پانی اسے ورنہ اسکی جاتی ہے جان
سمٹ کے طوطی کی سی منھ مین ہو گئی ہی زبان
اگر تمھین مرے بچے پہ کچھ شفقت ہے

تدان شہ اُسے بالو کی گود سے لیکر
کیا سوال ز سر کردہ اے آن لشکر
بحرب گاہ سُئے ہو سوار گھوڑے پر
کہ کچھ بھی روز قیامت سی تمکو دہشت ہے

کیا ہی آل محمدؐ پہ تم نے بند یہ آب
تم اس نبی کا تو گردن پہ اپنی لو نہ عذاب
کہ طفل ہی چھ مہینہ کا پیاس سے بیتاب
سمجھ لو یہ کہ پھر اس کام مین ندامت ہے

اگرچہ آگے تمھارے گناہگار ہون مین
تمھارے سامنے عاصی اگر ہزار ہو مین
تمھارا اُستنی تیغ آبدار ہون مین
کہو تو اسنے بھلا کیا گناہ ثابت ہے

خدا کیواسطے اسکو تو قطرہ پانی دو
وہان مین تو گرفتار اسکے تم مت ہو
پھر آگے قتل مجھے چاہو جس طرح کیجو
جو کچھ کہ قہر الٰہی کی تم کو غیرت ہے

دیا جواب لعینون نے شاہ دین سے کہ مین
ابوتراب کے بیٹے یہ جان لے تو یقین
کہ خوف ہمکو تو ان بالون سی ذرا بھی نہین
سخن قبول ترا ایک بغیر بیعت ہے

یہ کہکے اُنمین سے تب اک لعین نے واویلا
ادا اسکو کھینچ کے پھر سوے شاہ دین پھینکا
کمان کے فاق سی سوفار تیر کا جوڑا
کرو تو منصفو انصاف کیا قساوت ہے

و بیر حلق پہ اُس طفل کے لگا ناگاہ
اور اسطرح کہ گیا پھوٹ اس سی بازوے شاہ

آئی انھونکے عوض میرے تئین موت کاش
زندگی اس وقت ہے مجھپہ نہایت وبال

جاؤن مدینے اگر کسکو مین بابا کہون
مجکو بتا درد دل کس سے مین اپنا کہون
مجھ سے جو تیری خبر پوچھے تو مین کیا کہون
دکھ کے بٹاؤ جو تھے مر گئے روز قتال

تو تو اے بابا ہوا اس جگہ آکر مقیم
جان کے یاشقیا مجکو کہ ہے یہ سقیم
شام کو اس طرح کر جاتے ہین تیرے یتیم
چھین کے ہیکل گلے طوق دیا میرے ڈال

اس تن بیجان نے سنکے یہ بابین کہا
شکر کی ہی یہ جگہ ہی نہ شکایت کی جا
کھا نہ غم اے نور چشم یونہین تھی حق کی رضا
کس کو ہی اس امر مین لا و نعم کی مجال

تیغ ستم سے ہوا گو کہ جدا سر ز تن
خوب ہوا جو ہوا مجھپہ یہ رنج و محن
اور رہی دشت مین لاش مری بیکفن
حق کے تو آگے نہین آج مجھے انفعال

مرتبہ رکھتا ہی یہ جملہ مراتب پہ فوق
راہ مین حق کی مرین خویش و برادر بذوق
سر ہو مرا نیزے پر تیرے گلے مین ہو طوق
اونٹون پہ جاوین اسیر ہو کے سب اہل عیال

چھٹکے جو اس قید سے جاوے مدینے کو تو
یعنے کہ تیرا حسین جگسے گیا سرخرو
مرقد جد سے مرے کہیو یہ سب ہو بہو
نزد حق داورس خوب ہی اسکا مآل

عابد محزون کو جب کہ دیا رخصت کیا
ساتھ جفا پیشونکے شام کا پینڈا لیا
ان نے تب اس لاش کے پانونپہ بوسہ دیا
دیدہ پر از خون دل سینہ پر از صد ملال

ختم کر اے مہربان اب تو یہ نظم کلام
حشر مین محشور ہو تو بجناب امام
مرثیہ کیا خوب طرح تجھ سے ہوا یہ تمام
مانگے جو کچھ اس جگہ رو نہو تیرا سوال

مرثیہ دیگر حضرت امام

روو ے وہ آل نبی سے جسے محبت ہے
یہ وہ ہے رات کہ فجر اسکی مین قیامت ہی
کرے وہ خاک بسر جسکو اس سے الفت ہی
حسین ابن علی کی شب شہادت ہی

ہوے ہین تین دن اسپر کہ بند ہے پانی
نظر مین ذبح ہی بدن جون بچشم قربانی
مرے ہی پیاس کے مارے نبی کا وہ جانی
جگر کو فاطمہ زہرا کے یہ اذیت ہے

کریگا شقیون سے ہرچند آب کا وہ سوال
ندان خون مین وہ ڈوبیگا فاطمہ کا لال
ہو کلون سے تو ملنا ہی اسکو آب محال
اور آب ہم سے ہین کیا ہماری شامت ہی

القصہ رفیقون سے یہ کہتا تھا وہ سرور
اُترا ہے مخالف کا لب آب پہ لشکر
ناگاہ خبردار نے دی یون خبر آکر
اس قصد پہ تا پانی کو کر بیٹھے محصور

یہ سنکے خبردار سے بولے شہ ابرار
ان سے نے یہ کیا عرض کہ اے دین کے سالار
اس فوج کا تو دے یہ نشان کون ہی سردار
حُرا بن ریاحی کہ اُسے بولے ہے جمہور

آگے یہ روایت ہے کہ جو وقت ہوئی شام
ہو امر تو بھیجون مین باخفاشہ عظام
بھیجا شہ ابرار کو تب حُر نے یہ پیغام
کچھ عرض مجھے خدمت عالی مین ہی منظور

القصہ وہ حاضر ہوا اے حکم شہنشاہ
یہ قوم ستم پیشہ تری سخت ہے بدخواہ
بولا یہ تصدق ہو کہ جان نبی اللہ
سمجھانے نہ سمجھین گے ہین کثرت پہ یہ مغرور

جسوقت پکا کھاکے رہین بیٹھے مین یہ سو
خاطر مین جدھر آئے ابھی جا تو اُدھر کو
بہتر ہی ترے حق مین کہ تو یان سے روان ہو
ورنہ جو ہو کوچ تو مانع ہون یہ مقہور

شہ نے یہ سخن کرکے قبول اسکو دعا دی
فرمانے لگے راہ جو تو ہمکو بتادی
نزدیک خدا اپنے پہ حجت کو نہ جا دی
حق تجکو قیامت مین رکھے ہمسے ہی محشور

پھر آگے یہ لکھتے ہین کہ مہتاب چھپا جب
سرور نے مرخص کر اُسے کوچ کیا تب
اور نظرونمین آفاق کے تاریک ہوئی شب
جسطرح وہ شب گذری اُسے کیا کرون مذکور

حیرت زدہ جاتا تھا چلا دین کا سالار
سنے مشکلین ہمرہ نہ پلیتے ہی تھے دو چار
سنے راہ سے واقف نہ کسی وہ سے خبردار
اور رات یہ تاریک کہ جیسے شب دیجور

ساتھ اُسکے جمازون پہ سراسیمہ و بدحال
گرمی سے عرقناک یہ سب شمع کی تمثال
عترت نبی اللہ کی ساری مع اطفال
محمل تھی گھٹا ٹوپ مین فانوس کے دستور

اس شب کی سیاہی نے غرض مار اٹھا جوش
جاتے تھے چلے یون یہ مصیبت زدہ خاموش
گردون کی بھی گردش کی ہوئی راہ فراموش
تا پانون کی آواز کسی کی نہ سنے مور

سنے علم بلندی سے نہ آگاہ ز پستی
ہر گام سمجھ کسوے عدم اپنی وہ ہستی
معلوم نہ ویرانہ ہی تھا انکو نہ بستی
جاتے تھے چلے امر پہ حق کے ہوئے مامور

اُس شب کی مصیبت مین کہا تک کرون تقریر
پانونمین بھری جادہ نے ہر ایک کے زنجیر
سو کوس چلے ہونگے کٹی راہ نہ دو تیر
اُس قطع زمین سے نہ کسی طرح پڑے دور

جس جا پہ ہوا کوچ وہین پہونچے وہ جسدم
مرکب شہ مظلوم کا چلنے سے رہا تھم

یہ حال دیکھ کے چپ ہو رہے وہ بھر کر آہ	پھر آئے خیمے مین لے اُس کو یہ حکایت ہے
یہ حرف گو دین بانو کے دے کے فرمایا	شتاب لے کہ مین سیراب اسکو کر لایا
وہ آب ان سنے تو پیکان تیر سے پایا	ہمارے واسطے جو شربت شہادت ہے
یہ حال دیکھ حرم مین ہوا یہ غل برپا	کہ جسکو کہتے ہین شور قیامت کبرا
کوئی سر اپنا کوئی منھ کو اپنے پیٹے تھا	کہے تھا کوئی عجب آج ہم پہ آفت ہے
پڑا تھا گود مین مادر کی اپنے وہ معصوم	ہر ایک دیکھے تھا اُسکا چھدا ہوا حلقوم
کرین تھین خاک کھڑی سر پہ زینب و کلثوم	غرض یہ نقل نہین حشر کی مصیبت ہے
مگر اب آگے سخن مہربان ہو خاموش	کہ سامعون کے رہین آج اسقدر تو ہوش
حسن حسین پہ تا کہہ کے صبح مارین جوش	نظر کر اسپہ کہ حضار رونکی جو حالت ہے
غرض کہا ہے یہ ایسا ہی مرثیہ تو نے	کہ اسکی مزد مین جنت مین گھر لیا تو نے
علاج عفو جرائم کا یہ کیا تو نے	شفیع حشر ترا حضرت رسالت ہے

مرثیہ حضرت امام

کربل مین جو پہونچے تو ہوا اسکو یہ منظور	بانی پہ کرین خیمہ کہ ہے جنگ کا دستور
بولے شہ دین سعی کرو اپنے بمقدور	نزدیک رضا حق کی یہی ہو پانی سے گو دور
کب مٹ سکے جو دفتر قسمت کی ہے تحریر	آتی ہے یہی غیب سے آواز کہ شبیر
اب جتنے ترے کام ہین دی سونپ بتقدیر	تدبیر یہ کہتی ہے رکھو یان مجھے معذور
خیمہ ہو لب آب تم اسکے نہو درپے	ہر طرح ملیگا ہمین یان آب ہے وہ شے
تیغ و تبر و دشنہ و خنجر مین بھی تو ہے	سب اہل کے وہی پہونچینگے ہو خرم و مسرور
ہر چند عطش بیچ ہے پانی کی حلاوت	پہونچینگے اسے اہل جہان تا بقیامت
پر آب خنجر دے ہے جو کچھ پیاس کی لذت	سمجھے یہ وہی ساقی کوثر کا جو ہو بلور
ظاہر مین جو دیکھو تو بہت تلخ ہے یہ آب	شیرینی باطن ہے ولی قند مین نایاب
خوش طالعی اُنکی ہے پئین اسکو جو احباب	کب اُنکے نصیبون مین ہے جو بخت رکھین شور
یارو یہی کہتا ہے سب مجھے رہبر جنت	اب دو ہی قدم تم سے رہا کوثر جنت
زخم دم شمشیر ہے تن پر در جنت	خنجر کی رگ گر ہا حلق پہ ساغر بکف حور

اب آگے تو سودا نہ کر اس حال کو اظہار
دیوین یہ صلا اسکا تجھے احمد مختار
چپ رہ کہ سنی بات کو لازم نہین تکرار
ہو ساتھ ائمہ کے قیامت مین تو محشور

مرثیۂ دیگر حضرت امام

کہا سرور نے زینب سی سکینہ اب تمھاری ہی
تمھین مین سونپتا ہون ای بہن بانو کی پیاری ہی
مریگا آج کے دن باپ اسکا یہ بچاری ہے
اسی دلگیر مت کیجو یہ میری یادگاری ہے

بنا گر دیتی سے خمیر آب و گل اس کا
نہ لاوے تاب رنجش کی مزاج اب یک تل اسکا
ہوا ہی زیادہ شیشے سی بھی نازک خلق دل اسکا
جدائی کا مری سینہ پہ اسکے زخم کاری ہے

نہو ایسا کہ میرے بعد اسکا دل ہوا افسردہ
دلاسی ہی مین رکھیو تم اسے اب یہ پدر مردہ
نہو لے پیاسے ای ہمشیرہ خاطر اسکی پژمردہ
مری غربت کی مارو نہین نیٹ غربت کی ماری ہی

بہت یہ ناز پرور ہی نہین چیتی یہ رہنے کی
نہ طاقت ہو کبھو حرف درشت اب اسکو سہنے کی
کہان یہ تاب اسکو ہی کسو کی سخت کہنے کی
جو اسکی سانس ہی سو دل لیا اب اسکی کتاری ہی

مری فرزند اور بھائی بزیر تیغ سب آئے
کرونگا کیا مین اب جیکر بہت خون جگر کھائے
خدا کا امر جو کچھ تھا وہ سب ملکر بجا لائے
مجھے رخصت کرو جلدی سی تم اب میری باری ہی

سکینہ سنکے یہ رونے لگی بابا کے لگ چھاتی
جو یون ہوتا تو یہ دکھ کا ہیکو مین دیکھنے پاتی
کہا اب بھائیون کے ساتھ ہی مجکو بھی موت آتی
عجب اسوقت دل اوپر مری احوال طاری ہی

سبب کیا ہی کہ جاتا ہی بیابان پھر نہین آتا
جو اسکا تن اٹھالاتے سو تم تو سر نہین آتا
مجھے باعث بتاؤ تم وہ کس خاطر نہین آتا
جسے مین دیکھتی ہون گرد ان اکی تن پہ نیاری ہے

جو کوئی ہی تمھاری گرد بیٹھا آج روتا ہے
مجھے ظاہر مین اس حالت سی یون معلوم ہوتا ہے
جگر کی خون سی ہر اک مژہ اپنی ڈبوتا ہے
کہ تم باہر نجاؤ آج کا دن تم پہ بھاری ہے

نہو گی تم تو کیا جانے کدھر سب دربدر ہونگے
کسیکے چشم انکے حال پر کاہیکو تر ہونگے
خدا جانے کہ کسکے در پہ یہ اور کس کے گھر ہونگے
یہ جو ردلی ہین تم بن کسکو انکی غمگساری ہی

اسی اثنا مین لی اصغر کو اپنی گود مین بانو
یہ بچا پیاس سی مرتا ہی لا پانی کہین سے دو
لگی اگریہ رد رو کہنے اس سالار دو جگ کو
کہ اب شدت سی اسکو تشنگی کی دم شماری ہے

یہ سن اصغر کو شہ کاندھے لگا میدان مین آئے
صف اعدا کے آگے جا زبان پر یہ سخن لائے

ہر چند اُسے شاہ نے مہمیز کی پیہم
آگے نہ رہا اُسکو قدم رکھنے کا مقدور

آتے ہین جو ہوتا ہے گریبان سحر چاک
دیکھا تو یہ سمجھے ہے وہی دشت خطرناک
بولے شہ دین آل نبی کی ہے یہین خاک
بہتر ہے کہ خیمہ کرین اس جا یہ بدستور

آگے یہ لکھے ہین کہ جو خیمہ ہوا برپا
اور خیمہ مین داخل ہوئے شہ جسگھڑی اُسجا
سنتے اہل حرم جتنے اُنھین سامنے بلوا
بولے کہ خدا کا مجھے آیا ہے یہ منشور

اس دشت مین اپنا مین کرون نذر خدا سر
جاؤن نہ مدینے کیطرف لیکے تمھین پھر
ہے دوست مرا وہ جو ہے اس امر مین صابر
تم رہیو رضا اُسکی مین سب طرح سے مسرور

رو رو کے یہ سن کہنے لگین زینب و کلثوم
وہ روز ہو فہرست شب و روز سے معدوم
جس روز سے ہون ہم ترے دیدار سے محروم
اور طفل ترے نام یتیمی سے ہون مشہور

گر تو نہو دنیا مین تو کیا جی سے کرینگے
ہم درد جدائی کا ترے کیونکہ بھرینگے
ہر آن تری یاد مین رو رو کے مرینگے
پڑ جائینگے پھر آنکھونمین ہر ایک کے ناسور

بولے شہ دین اس مین بس اپنا نہ چلے گا
یہ امر کسو طرح سے ٹالا نہ ٹلے گا
سر دھڑ سے مرے کاٹتے ذرہ نہ ہلے گا
کیسا ہی جو کاٹے گا اگر کوئی مقہور

غارت مرے سر کٹنے کے بعد از تمھین ہونا
پھر نیند تمھین شقیونکے ہاتھون سے نہ سونا
مت رو تم ابھی سے کہ یقین آگے ہے رونا
کربلا و مصیبت کو مری تا بلب گور

جیونگا سو دیکھے گا جو کچھ روؤگی باہم
روئیگے سبب ہین بہت اور لخت جگر کم
بھائی کو روؤگی کہ بھتیجون کو ہر اک دم
وہ وقت قریب آنکے پہونچا ہے نہین دور

اکبر کے گلے جس گھڑی شمشیر روؤگی
اصغر کے لگا جب کہ گلے تیر روؤگی
عابد کے گلے دیکھ کے زنجیر روؤگی
اسواسطے کہتا ہون نہ رو رویو بھرپور

جب کہہ چکے سرور یہ سخن بادل غمناک
تم زینب و کلثوم کی آنکھونسے کیا پاک
راوی نے لکھا کر کے گریبان قلم چاک
ہے ساتوین تاریخ محرم کا یہ مذکور

پانی شب ہشتم ہر غریبون نے نہ پایا
ناچار ہو تب چشمہ شہ دین نے کھدایا
پانی وہ پیا آپ بھی اور سب کو پلایا
اور کتنی جو مشکین تھین اُنھین کر لیا معمور

بعد اُسکے یہ لکھتے ہین کہ وہ چشمہ ہوا گم
اور پیاس سے لشکر مین پڑا شہ کے تلاطم
تاریخ نہم سعی مین پانی کے تھے مردم
دسوین کا تو احوال ہے آفاق مین مشہور

غرض کہ رو رو سکینہ اس گھڑی یہ بین کرتی تھی
یہ جب حالت حرم کی دلپہ دیکھ اسکو گذرتی تھی
سر اپنا پیٹ کر ہر لحظہ آہ سرد بھرتی تھی
کہ جسکی شرح لکھنے سے زبان خامہ عاری ہے

یہ تونے مرثیہ کہکر جو اے سودا پڑھایا ہے
نہ تنہا اپنی ہی خاطر جنان مین گھر بنایا ہے
حدیث من بکی پر کر عمل سب کو رلایا ہے
جگہ جنت مین سب کیواسطے تو نے سنواری ہے

مرثیہ حضرت امام

کہے ہے فاطمہ رو رو کے یارب اپنا حال
کیا تھا جسکو بڑا مین نے اپنی گود مین پال
کھو گیا ہے مرا کربلا مین ایسا لال
سو یون شہید ہوا ہاے ایزد متعال

نہین ہے چین مجھے اس بغیر اب اک تل
مجھے یہی ہوا دنیا مین چرخ سے حاصل
کدھر گیا مرا دیکھو تو آج راحت دل
یہ کہکے پیٹے ہین سر اور نوچتی ہین بال

غم حسن سے بن آتش مرا جگر بھونا
اسیر اہل حرم دیکھ دکھ ہوا دونا
حسین کے موے گھر ہو گیا سبھی سونا
خراب پھرتی ہے اب دربدر نبی کی آل

ہر ایک دم جو سبب تشنگی کے روتا تھا
سبھون سے خرد نبی کا وہی پروتا تھا
سو مجھ ضعیفہ کا اصغر وہ ایک پوتا تھا
لگی ہے جسکے گلے بیچ ایک تیر کی بھال

یتیمون پہ مرے ناحق ہوئی ہے یہ بیداد
یہ ظالمون سے تو اب پوچھتا مین پاؤن داد
مین تیرے سامنے کرتی ہون اسلیے فریاد
کہ گھر علی کا کیا تم نے کس لیے پامال

حسن کا بیٹا جو قاسم تھا اسمین جان نہین
سوے اسکے کسی مرد کا نشان نہین
ہے عابدین سو اسے طاقت و توان نہین
کہ بیوونکی خبرگیری کا ہو اسکو خیال

ہوا ہے مشک لے عباس جاکے پانی پر
ان اشقیاؤن نے کس سہل زندگانی پر
کھڑی مین روتی ہون اب اسکی نوجوانی پر
لیا ہے آج مرا اپنی گردنون پہ وبال

مدینہ چھوڑ کے دے کر بلا مین لائے تھے
ہر ایک بات مین کیا مکر و فن بنائے تھے
دغا سے شامیون نے قتل کو بلائے تھے
وگرنہ یان تئین لانا انھین تھی کسکی مجال

ہمارے گھر کو تو ان ظالمون نے لوٹا ہے
یہ حال دیکھ کے دل سب کا غم سے ٹوٹا ہے
نبی کی آل کو لے تیغ ظلم کوٹا ہے
ہوا ہے بدر اسی غم سے آسمان پہ ہلال

سر حسینؑ جدا جب ہوا ہے خنجر سے
خطاب اس تن نازک کو یون ہوا سر سے

کہ اے قوم آج تم پانی دو اب اپنی کو پلوا دے
مرے اطفال کو اب تشنگی سے بیقراری ہے

خدا سے ڈر کہ پانی واسطے اطفال کے دو تم
عوض اسکا مجھی سے لیجیو جو چاہو گے سو تم
عذاب تشنگی انکا نہ گردن اپنی پر لو تم
پر اب پانی مجھے دو تم کہ انکو انتظاری ہے

اور اس لڑکے کو دیکھو ہے یہ بچہ چھ مہینے کا
یہ لڑکا لیجیو باور سر در اسکے ہے سینے کا
نہ دوگے گر اسے پانی تو نہین ہرگز یہ جینے کا
شفاعت کی تمہین جس شخص سے امید واری ہے

لگے کہنے شہ مظلوم سے وہ یک زبان ہوکر
نہ دیوین غیر بیعت اُسمین سے ہم تمکو قطرہ بھر
اگر قبضہ ہمارا ہووے اب عالم کے پانی پر
عبث لب پر ترے حرف طلب پانیکا جاری ہے

اگر سو طفل ایسے پیاس کی شدت سے مر جاوین
غم اُنکے مرنیکا اصلا نہ دل اپنے پہ ہم لاوین
تو رحم احوال پر انکے نہ ذرہ بھر بھی ہم کھاوین
جو اسکی تشنگی سے ہے تو تجکو دلفگاری ہے

کہ ناگہ ایک تیر آیا طرف سرور کے اودھر سے
یہ حالت دیکھ بولے شاہ اُس معصوم اطہر سے
وہ بیٹھا بازوے شہ مین گذر کر حلق اصغر سے
کہ تم بھی چل بسے اے لال اب باری ہماری ہے

یہ کہکر کھینچ ڈالا تیر شہ نے اپنے بازو سے
اسی حالت سے لیجا کر کہا یہ شہر بانو سے
لہو لے لا اُس زخم کا اپنے سرور دے سے
کہ اب کوثر سے اس گوہر کو تیری آبداری ہے

یہ حالت دیکھ خیمے مین قیامت ہو گئی برپا
سکینہ لگ گلے اصغر کے بولی اے مرے بھیا
پہونچتا تھا فلک تک آہ و نالہ شہر بانو کا
یہ تیرے حلق سے لوہو سبب کیا ہے کہ جاری ہے

یہ کس پانی سے بابا جا تجھے سیراب کر لایا
یہ پانی کس طرح کا تھا جو تجکو جا کے پلوایا
کیا تھا کسطرح لیکر تجھے لا کیونکہ دکھلایا
بتا اسکا مزا میٹھا ہے یا پینے مین کھاری ہے

تری مان رو رو کیون پھوپھیونکے آگے تلملاتی ہے
سر اپنا کس لیے پیٹے ہے اور اُنکو پٹاتی ہے
ترا حلق اُنکو ہر دم کھول کھول اب کیون کھاتی ہے
گئے تم گود سے شاید جو مان کو آہ و زاری ہے

پنگھوڑا اُسکا اب مجکو کہیگی مان جھلانے کو
گیا کیون چھوڑ تو مجکو غم اپنے مین رولانیکو
کسے لاویگی بدلے تیرے لوری دے سلانے کو
مجھے بھی ساتھ لیتا جا سکینہ تجھپہ واری ہے

بہن یہ کسطرح جیویگی بتلا اے مرے بھائی
کھلاویگی کسے گودی مین لے اب تیری مان جائی
ترے بدلے ہی مجکو آج کے دن کیون نہ موت آئی
ترے بن ایکدم بھی زندگی کا مجھپہ بھاری ہے

عوض تیرے جہا لنے آج کے دن کاش مین جاتی
طرح انگارے کے دہکے گی میری رات دن چھاتی
تو اتنا کہیو غم مین ترے مین درد دکھ پاتی
جلایا جن نے تجھ غم مین مجھے وہ کون ناری ہے

مرثیہ حضرت

شام سے وہ قافلہ جس دم مدینے کو چلا
کون اب قوم عرب مین مجکو جانے کا بھلا
سید زین العبا رو رکے کہتا برملا
جاگتا جیتا چلا کٹواکے بابا کا گلا

چاہیے دیکھین نہ منھ میرا غیوران عرب
اسکا بیٹا ہو جیون مین یہ نہ تھی شان عرب
اس مصیبت سے پڑے مارا وہ سلطان عجب
خلق سمجھے گی مجھے تلوار کے منھ سے ٹلا

تن رہا خون مین پدر کا سیس نیزے پر گیا
کاش ہوتے ہی تولد کیون نہ مجسا مرگیا
شام کو ناموس جیتے جی مرے لٹ کر گیا
مادر ایام کی گودی مین اس دن کو پلا

ہر کوئی پوچھیگا حال اس قصۂ جانکاہ کا
بولونگا کس منھ کر گم سبط رسول اللہ کا
کیا بیان اُنسے کرونگا آفت ناگاہ کا
لوٹ لیکر ظالمون نے پھر دیا خیمہ جلا

پوچھیگا ہر ایک مجھسے حال ابن بوتراب
کب تلک ہو دل مرا اس آتش غمسی کباب
سرگذشت اسکی سی دونگا اب مین کس سکو جواب
کاش کھا جاتی مجھے بھی رن مین شمشیر بلا

گرچہ مرنیوالونسے مجھپر صعوبت ہی شدید
لیگئے ہین کس مصیبت سی مجھے پیش یزید
ہاتھ سی اُن ظالمون کے وہ جو شامی ہین پلید
پیادہ پا دھوپون مین سو آفات کا کر مبتلا

راہ خارستان سی پُر اور تشنہ تھی میرے پانو
بیٹھکر کانٹا جہان کھینچون ملے اتنی نہ چھانو
نے درختون کا کہین سایہ نہ قریہ ہی نہ گانو
لاکھ کانٹا ٹوٹ رہ کر میرے تلوؤن مین گلا

ڈالی ہر اک ہاتھ مین اُن ظالمون نے ہتکڑی
طوق بھاری سی اذیت تھی یہ مجکو ہر گھڑی
پاؤن مین زنجیر میرے اُن لعینون نے جڑی
جس سی مین اک آن سر اپنا نہ سکتا تھا ہلا

ظاہری تو رات دن رہتا تھا مجھپر یہ عذاب
طعن و تشنیع انکا کرتا تھا جگر میرا کباب
باطنی ایذا جو مجھپر ہی سو اُسکا کیا حساب
سو طرح سی بات اُنکی مین سے تھا دل جلا

تھا نہ طرز ظالمون سی چین دلکو ایک پل
وہ مصیبت سر پہ میرے تھی غرض انکی کسل
ہر سخن سے شقیون کے جاتا تھا میرا سینہ جل
طرح آنسو کی مجھے روتے ہی روتے دن ڈھلا

سو طرح دیتے تھے دکھ وہ دشمن جانی مجھے
ڈالتے تھے خاک پر دکھلا کے وہ پانی مجھے
تشنگی کی جسگھڑی ہوتی تھی طغیانی مجھے
مار کر پیاس اپنی رہ جاتا تھا ہر دم تلملا

بات وہ ایسی جو مرکر مانی کی ہو رہی ڈھیر
کربلا مین جو موے مرنے لگی آنکو نہ دیر

جو کوئی آوے ترا خویش واقربا گھر سے
یہ کہیو حشر کے دن تم سی مین کرونگا وبال

جو ہو تو باپ تو معصوم کاہے کو لڑتے
لب فرات پر اس طور پیاسے کیون مرتے
مدینے سے قدم آگے وہ کس لیے دھرتے
ہر ایک چلتے ملتے کیون اپنی لب زبانکو نکال

مین زخم دیکھ کے اکبر کے بیقراری ہوئی
نپٹ مین غمسی انھونکے نزار و زار ہوئی
گلے سے تیر کی اصغر کے بھال پار ہوئی
پڑی ہین دوسرے فرزند رنگین گل کی مثال

بتادے مجکو کہ اب ڈھوندھتی کہان جاؤن
سوای تیرے کسی حال اپنا دکھلاؤن
کہین جو ڈھونڈھ لئے ہون تو مین منالاؤن
کدھر گئے وہ مرے ننھے ننھے سب اطفال

بیان کرتی ہون ہر وقت مین یہ سمجھا کر
نہین ہین سننے کی جب تک مین نہ آکے پھر
اگر ہزار تسلی دے کوئی مجھکو پر
کسی کے کہنے سے دلسے نہ جائے گا یہ ملال

اب اسقدر تو ستم کرچکا فلک بدخو
نہ روؤن کیونکہ مین اپنے ستم رسیدون کو
کہ بحر خون مین دیا کشتی لہو کو ڈبو کر
کہ ایک بار موے سب مرے وہ آل و عیال

کہا یہ حضرت زینب نے ہاے اے بھائی
فلک نے کیون تری حالت یہ مجھکو دکھلائی
مین کیون نہ ساتھ ترے آج قتل مین آئی
کہ دن گی کیونکہ بسر زندگی مین اب و سال

نبی کا لخت جگر اور علی کا نور العین
پڑا ہے خاک مین بیجان ہوکے سو وہ حسینؑ
حسن کی جان کا امن اور میرے دلکا چین
کہ اسکے غم نے کیا دل مرا نپٹ پامال

علی کے باغ کا اک لخت لٹ گیا گلزار
نہین ہے زندگی مجکو جہان مین درکار
بجلے گل کے مین اب دیکھتی ہون ان خس و خار
ملا فتاب مجھے بھائیون سے رب جلال

غرض یہ کہتی تھی زینب سبب جدائی کے
بڑے سے حقوق ہین مجھپر تو میرے بھائی کے
جلا حسینؑ کو تو واسطے خدائی کے
کہ نور ہو مری آنکھو نہین دیکھ اسکا جمال

یہ سنکے سر پہ سبھی ڈالتے ہین اپنے خاک
ہوے زمین پہ پری جن و دیو سب غمناک
کیا فلک سے تلے ہر ایک نے گریبان چاک
خورش کو چھوڑ کے روتی ہین دشت بیچ غزال

زیادہ اس سے نہ دے سودا اب کلام کو طول
اسی سے حشر مین بخشش کا تیری ہوگا اصول
ہوا یہ مرثیہ اب اس جناب مین مقبول
ملیگا ساقی کوثر سے تجکو آب زلال

باندھ سرہانے شام سے اُسکے رکھتی تھی مین صبح تلک
اس خطرے سے شاید گردن تکیے پر سے جاے ڈھلک

یون نہوا سونے مین اُس کے میری پلک سے لاگی پلک
ہاے ہاے درد او اے دریغا سو بچا یون مر گئے لو

ایسا بیٹا جاے کہ جسکا حسب نسب ہو یون اظہار
باپ چچا مین اُس کے نواسے جو نبیون کا ہے سالار

مان کا اُس کی خسر جو ہے سو حوض پہ کوثر کے مختار
ہاے ہاے درد او اے دریغا وہ پیاسا سانس پہ گئے لو

آٹھ پہر تھا مجکو اُس کی فکر شلوکے دھونے کا
چین عجب تھا دل کو میرے ساتھ اُسی کے سونے کا

فخر و شرف تھا مجکو اپنے بطن سے اُسکے ہونے کا
ہاے ہاے درد او اے دریغا مجھ سر کا افسر گئے لو

کرتا میلا دیکھکے اُس کا دل چاہے تھا رودون مین
آب خضر ہاتھ آئے کہین سے تو مل مل کر دھوؤن مین

اب جو چاہون تو ہو دہن کا بوجھ کے تن سے کھوؤن مین
ہاے ہاے درد او اے دریغا سر کی بھی چادر لے گئے لو

اُسکی تو آرام کی خاطر کیا کیا مین دکھ سہتی تھی
ہر ساعت لوری دینے کو جاگتی راتون رہتی تھی

نیند سے رو کر چونک جو پڑتا تھپک تھپک مین کہتی تھی
ہاے ہاے درد او اے دریغا مان واری تجھپر گئے لو

کیون کہ نہ پیٹون منھ سر اپنا ایسا دکھ کم ہوتا ہے
بر مین یون رکھتی تھی اُس کو جون تن مین دم ہوتا ہے

جاے صدف کیو کھویا جو کسی کا اُس کو بھی غم ہوتا ہے
ہاے ہاے درد او اے دریغا میرا تو گوہر گئے لو

دودھ جو ڈالے تھا وہ کبھو تو کلمت منہ سے ہوتی تھے پران

یہ قیامت ہے کہ ہر دم زندگی سے رہیے سیر
پر اسے یاد رکھیگا کون جو مین نے کہا
باتین ان نے سب یہ اپنے واسطے لی ہین بنا
واسطے میرے جو پوچھو دم بدم ہے کربلا
سب کہین گے جب یہ دیکھ ہو وہ کیون جیا جی
چاہیے تھا اسکو لڑ مرنا یہ سب سے اولا

طوق دیتی ہے پر اتنک گردن دیا ہین نشان
کربلا کی رنین لڑ مرنیکی سی حرمت کہان
ہے نمود اس سے نہو شاید کسی کو یہ گمان
گو کہ خاک و خون عزا مین باپ کے منہ پہ ملا

سر کٹے بابا کا زخمی بھی نہ ہو میرا بدن
پانی مین ٹھنڈا ہیون اور وہ مرے تشنہ دہن
دین کفن اسکو نہ ظالم پہنون پھر مین پیرہن
پھاڑ پوچھے اچھا ہو مین وہ خاک و خون ہو رلا

مین سوؤن بستر پہ جا کر وہ سوے بر روے خاک
مین رہون جیتا سمیت اقربا ہو وہ ہلاک
تن رہے سالم مرا اسکا بدن ہو چاک چاک
دیکھ یہ حالت وطن کو جاؤن مین جنگا بھلا

چاہیے بھر عمر یہ دل آتش غم سے تپے
مجھ سوا جیتا رہا کوئی نہ سب کے سب کھپے
رووین آنکھین خون زبان نام و نشان انکا جپے
آسمان نے آسیا کی طرح سے ہم کو دلا

جو بدا تقدیر کا جسکے ہو سو وہ کب پھرے
کٹ گیا کتنا تھا جسکا سر دعا مین پر مرے
ڈوبی کشتی جسکی ہو دریاے خون مین کب ترے
دل سے کٹنے کا نہین بھر عمر غم کا پھلا

سرگذشت اپنی غرض رو رو کہی تھا عابدین
دمبدم اٹھ اٹھ کے کرتی تھی یہ عرض اے شاہ دین
اسکو دیتے تھے دلاسا گرد بیٹھے وہ لعین
روسیاہی کو ہمارے تو زبان پر اب نہ لا

سب گدا ہین در کے تیرے دو جہان کا تو ہے شاہ
اسکا بوتا ہے تو جس تک گر عدو لایا پناہ
جس طرح جانے ہماری آخرت کو اب تباہ
شیوۂ احسان سے اپنے نہ ہر گز وہ ٹلا

ختم اے سودا کر اب تو یہ کلام جانگداز
مختصر بہتر ہے یہ قصہ نہ کر اس کو دراز
ہوویگا کیا جانیے اس امر مین کیا حق کا راز
اس سخن سے اب ہو آنکھون کی رہ دل بہ چلا

مرثیہ حضرت امام

کہتی ہین بانو پیٹ کے سر کو اصغر میرا مر گئے لو
خشک ہوے لب جس دم اس کے دہن اوس کر گئے لو

جس کارن لاکھ طرح کے دکھ بھر بھر مین مر گئے لو
ہاے ہاے دردا واے دریغا گود وہ خالی کر گئے لو

کن نے مارا تیر یہ ایسا ٹک تو بول اے میرے لال
ہائے ہائے دردا وا اے دریغا بھال نکل ادھر گئے لو

بوند بوند تیری خاطر اور دریا مین بہتا تھا نیر
ظلم کہین دیکھا ہے ایسا مانگتے پانی مارا تیر

تیرے بدلے پیاس سے مارے دنیا سے اے بے تقصیر
ہائے ہائے دردا وا اے دریغا کاش نہ مین مادر گئے لو

قسمت ہی کی ہے آبی نے آل محمد کو گھیرا
ورنہ جہان کو جائے کوئی ہے آب جہانین بہتیرا

ڈھونڈھنے کو پانی کے پیارے پیاس کے مارے جی تیرا
ہائے ہائے دردا وا اے دریغا تن سے نکل باہر گئے لو

کن آنکھون دیکھون گی خالی بھرے بھتولے مین گھر کو
کیا چھوٹے کیا بڑے سبھی دے داغ گئے مجھ مادر کو

منھ سر پیٹ کے اپنا بیٹھی روتی تھی کیا اصغر کو
ہائے ہائے دردا وا اے دریغا سنتی ہون اکبر گئے لو

دریا دل جتنے تھے میرے کس سے کہیے ہائے غضب
موت کی چڑھ کشتی پہ ڈوبے بن پانی یان سب کے سب

بیٹون کے جانے کا تھا ہی میرے دل پر رنج و تعب
ہائے ہائے دردا وا اے دریغا بیٹی کا شوہر گئے لو

مجھ دکھیا بن کون ہوا ہے دست ستم سے یون پامال
کس کے سر پہ فلک نے ایسے ظلم کے تودے دئیے ہین ڈال

بیٹون کے غم کی وہ صورت خویش کی شادی کا یہ حال
ہائے ہائے دردا وا اے دریغا سہرے کے دن سر گئے لو

بیاہ برات ایسا دیکھا ہے آگے کسو نے عالم مین
جائے بنا مرنے کو رن مین بنی کو چھوڑا ماتم مین

لوگ کٹم کے سب کہتے ہین رو رو دکھ یون باہم مین

نظر گذر کے خطرے سے مین صدقہ دیتی تھی اُس آن
ایسی میرے لاڈلے کی اب بات کی کاندھا اوپر جان
ہاے ہاے دردا واے دریغا لہو ہلوک آ کر گئے لو

یاد آوے گا کرتا اُس کا جب کچھ بیٹھ کے سیوُن گی
خاطر مین لا پیاس مین اُس کی گھونٹ نہو کے پیون گی
جلتی رہونگی غم سے لندن اب جب تک مین جیونگی
ہاے ہاے دردا واے دریغا داغ جگر پر دھر گئے لو

اصغر کو لیجا کر شہ نے لاے ہین یہ کیسا ہیات
مضغہ سا کچھ گوشت کا ہے نہ یاؤن ہیں مارے ہے نہ ہات
اصغر ہو تو دودھ وہ پیوے لگ کر میری چھاتی ساتھ
ہاے ہاے دردا واے دریغا کیا جانے کیدھر گئے لو

جینے کو تو جیتی رہون گی جب تک خدا جلاوے گا
لیکن ایسا داغ نہین یہ جو جیتے جی جاوے گا
یہی کہون گی رو رو کرتا جان مری غم کھاوے گا
ہاے ہاے دردا واے دریغا حیف تو صغر مر گئے لو

چھالو تمہاری عمر کی پیلے کیا جلدی سے گئی ہے ڈھل
عجب طرح کی تھی وہ چھلا واگئی مرے آرام کو چھل
رد کھ نہین اس باغ مین ایسا جس کو ملا نہ پھول نہ پھل
ہاے ہاے دردا واے دریغا طوطیا لئے بے پر گئے لو

شیر کے ناخن تک مین ڈالا جینے کو تجھ ہیکل مین
موت کی روبہ سے نہ بچا پر آن کے تو اس جنگل مین
کام نہ آیا کوئی جتن اے ننھے تیری کلول مین
ہاے ہاے دردا واے دریغا جی میرا آخر گئے لو

آہ بھری مین شانہ کرتی ٹوٹا جب تجھ زلف کا بال
بخشے کا اب حلق جو پھوٹا مجھ دکھیا کا کیا احوال

ہر ایک الم سے یہ چاہے ہی اپنے تئین کو کرے ہلاک
جو ہے سو اس غم سے اُس کو جینے سے بیزاری ہے

کوئی کہے ہے چھوڑ دیا رو یہ غم ہے تو جینا کیا
دنیا مین اب ہم کو رہ کر ٹھنڈا پانی پینا کیا

یہ کہہ کہہ اب ہر اک باہم ثابت رکھے سینا کیا
کوئی چھری ڈھونڈھے ہے ہر دم کوئی کھینچے کٹاری ہی

پہلو مین وہ کونسا دل ہے جس کو ہوگا صبر و قرار
جو کوئی ہے تیغ الم سے پھرتا ہے وہ سینہ فگار

کافر کے بھی نصیب نہ ہو وہ مجھسے نے یہ ہر دیندار
حال جو کچھ کربل کے بن مین آل نبی پر طاری ہے

خاک اور خون مین جا ہے تنون کی نیزہ و تیر ہی سر کی چھانو
ہاتھ جو ادھر کو پھڑکے ہی تو ادھر کو تڑپے ہی پانو

ایسے جور و جفا سے یارو کٹتا نہ ہو کافر کا گانو
بستی گھر کی فاطمہؓ کی جون کربل مین لا ماری ہے

جو بیجان اس بن مین پڑا ہے اُس کو نہین ہی گور و کفن
رات کو وہ شبنم مین بھیگے دن کو دھوپ مین سوکھے تن

تیغ بلا سے بچا جو کوئی عریان اُس کا ہے یہ بدن
چادر تک اب ایک کے سر پر نے پھاٹی نہ ساری ہی

جس کو دیکھو ضعف سے اُنمین جان رہی ہی اب لب پر
فاقے پر ہی فاقہ اُن کو کاٹین ہین یون شام و سحر

پیٹ بھرے ہین بھوک مین جس دم کھا کر اپنا خون جگر
اشک سوا پانی جو مانگین نہ میٹھا نہ کھاری ہے

پشت شتر پر ہر اک دن کو دھوپ مین کاٹی ہی منزل
رونے سے اطفال کے شبکو اُنکو نہین ہے چین اک پل

اُنمین سکینہ باپ کی خاطر تڑپے ہے جیسے بسمل

ہاے ہاے دردا واے دریغا بنرے یہ کیا کر گئے لو

ٹکڑے ٹکڑے تیغ جفا سے بیٹون کا دیکھون ہون بدن
شادی کی داماد کی گویا لوہو سے بھر کر دھری لگن

خاک اور خون کے بیچ وہ ظالم ڈال گئے سامی کائن
ہاے ہاے دردا واے دریغا سر نیزے پر دھر گئے لو

گھوڑے کے اوپر چڑھ بیٹھتے ہی نوشہ نے لی رن کی راہ
جو ساتھی اودھر سے پھرا سو آیا بھرتا آہ بہ آہ ئو

گھونگھٹ مین سے کوٹ کے چھاتی سن دولھا کا حال تباہ
ہاے ہاے دردا واے دریغا بولی دولھن گھر گئے لو

کس کس کالے نام مین پیٹون ہین مجھے کب آتے ہین
سوامی لوٹ جیواسے سب مل لوہو مین غوطے کھاتے ہین

رن مین دو یا ایک کسو کے آ کر مارے جاتے ہین
ہاے ہاے دردا واے دریغا میرے گھر کا گھر گئے لو

مطلب بانو پیٹ کے سر کو پیٹ رہی تھین اس دستور
گرد کھڑے روتے تھے ان کے جن دیری سکلی تا حور

انسان یون کہتے تھے سودا ارض و سما کو کر بے نور
ہاے ہاے دردا واے دریغا دین کا اب اختر گئے لو

مرثیہ حضرت امام

سن لو محبان لندن جگ کے خون نین سے جاری ہے
جس کو دیکھو شہ کے غم کا تیر جگر مین کاری ہے

پربت سے بھی زیادہ کہین ہر دل مین یہ دکھ بھاری ہے
پارے کے مانند جو دیکھو بے کل یہ تھی ساری ہے

کون ہے ایسا جس کے سر پر مٹی بھر بھی نہین ہے خاک
ایسا مین دیکھا نہ کسی کو جس کا ہو نہ گریبان چاک

وارث جو تھے مارے پڑے ہین تیغ ستم سے رن کے بیچ
ٹکڑا ہو چبانے والا اب کون کسو کے دہن کے بیچ
لٹتا رہا نہ پوشش کی جا ہم مین کسی کے تن کے بیچ
سر پہ ہمارے زور طرح کی رسوائی اور خواری ہے

کاش ہمین بھی یہ ظالم اب اُن کی طرح سے ڈالین مار
کب تک دیکھین ایسا دکھ اور درد کرین کس سے اظہار
کن آنکھون سے دیکھین ہم سب حال ترا یہ زار و نزار
زیست کی جو آسانی ہے سو ہم پر اب دشواری ہے

سُن کے یہ بات اہل حرم سے کہنے لاگا یون سجاد
اتنی کرو مت بیتابی کیون کس خاطر یہ کچھ فریاد
باپ چچا بھائی نے دی ہین کربل مین جانین برباد
شام جو ہم کو لیجاتے ہین وان ہم سب کی باری ہے

ظلم و ستم ہے نام جنھون کا سو وہ نئی نہ دیکھی رسم
اوپر سے ایسا کچھ ہم پہ ہوتا آتا ہے پیہم
جینے کی یان شادی کس کو مرنے کا اب کس کو غم
ہم لوگون کی روز ازل سے یون تقدیر سنواری ہے

سنگ جفا سے پہلے ہوا ہے نانا کا یون دانت شہید
دادا کے پھر سر پہ لگا تیغ ستم سے زخم شدید
میرے چچا کے جگر کے ٹکڑے طشت مین آکر ہوئے پدید
بابا کے حلقوم کٹے سے آہ اب تک خون جاری ہے

مطلب عابد اہل حرم کو یہ کہہ کہ سمجھاتا تھا
آنسوؤن کے ان باتون سے جون تون کر پُچھواتا تھا
شام کو شام اُن مردودون کی پاسے برہنہ جاتا تھا
کہنے سے احوال آگے کا منہ مین زبان یہ عاری ہے

بس اب ہو خاموش تو سودا اس سے آگے کچھ مت کہہ

موت کے نزدیک اس حالت مین عابد کی بیماری ہے

پیادہ پا خارستان مین وہ اُسکے بدن پر تپ ہے شدید
ٹھنڈی سانس بغیر انا اُس کو کب ہے میسر کچھ تبرید
اُس کے بھی جینے کی ہرگز اب نہ کسی کو ہے امید
کہتے ہین کیا جیوے وہ جو دوا غذا سے عاری ہے

دھوپ مین پیادہ پاے برہنہ خارستان مین چلے ہے راہ
جو ظلم آگے آجاتا ہے جو رکھے ہے پیش نگاہ
ہے ایسا کچھ اُس سرور کا ضعف کے مارے حال تباہ
چہرے کا رنگ اس کے گلا ہے زرد گمے زنگاری ہے

ظلم کہ اُس پر جتنا کیجے اُس سے بھی وہ زیادہ ہے
شامی گھوڑون پر ہین سوار اور وہ مظلوم پیادہ ہے
درد و الم سے رگ رگ اُس کی ہر لحظہ آمادہ ہے
تپ کی شدت سے اور اُس کو گہ غش گہ ہشیاری ہے

کوہ جو ہو تو آب ہو جاوے رنج و تعب ہو یہ جس پر
جب سے دنیا خلق ہوئی یہ ظلم ہوا ہے کہ کس پر
اُس کے یہ حالات عزیزو دیکھو غضب اب یہ تس پر
طوق گلے مین اُس بیکس کے تن کو وزن سی بھاری ہی

چین نہ اُس کو روز نہ آرام نہ اُس کو وقت شب
منزل چلنے کا اس صورت صبح سے لے تا شام تعب
ٹک جو ٹھہرتا کرتے اشارا چوب سی اُسکو ملکر سب
کوئی ملعون سمجھا نہ اتنا یہ لڑکا آزاری ہے

مان بہنین اور پھوپھیان اُسکی دیکھ کے اُس کا یہ احوال
کوٹے ہین وہ چھاتی اپنی نوچے ہے وہ سر کے بال
لوہو کے انجھوان سے رو رو کر کہتی ہین ای میرے لال
حال ترا ان آنکھون دیکھین کیا اب زیست ہماری ہی

نہین مرینگا تو کہین عجب دسے یون مرے کوئی ہای غضب
نہ کفن جسے نہ جنازہ اب رہے خاک و خون مین روز و شب

بدن اُس کا ٹکڑے پڑا ہے سب یہ مرے جگر پہ جفا ہو جب
مری داد دیوے نہ تا خدا کہو مین نہ روؤن تو کیا کرون

مگر اُس کا تجکو نہ سمجھے حد جو یہ کی جفا نہین جس کی حد
نہ بے گور میت نیک و بد رہے خاک و خون مین ہین جسد

کرین سنگ مجکو جو تا ابد تو سخن کو اُس کی مین کرکے رد
مری داد دیوے نہ تا خدا کہو مین نہ روؤن تو کیا کرون

کہین لخت دل مرے مثل خس سے تیغ دودستہ ہیں پیش و پس
سہے چلے ظالمون سے مرا نہ بس نہ سنے فغان مری ہیچ کس

مرا نالہ ہو شعب و جرس نہ ملے مجھے کوئی دادرس
مری داد دیوے نہ تا خدا کہو مین نہ روؤن تو کیا کرون

مرے بیٹے کا وہ جو تھا نشان کہین جسکو قاسم نوجوان
گئی کدخدائی مین اُس کی جان رہا خاک و خون کے وہ درمیان

یہ ہو جس پہ آفت ناگہان اُسے چین رونے سوا کہان
مری داد دیوے نہ تا خدا کہو مین نہ روؤن تو کیا کرون

مرے ہر پسر کا پسر مرا رہے خون مین لعل و گہر مرا
کوئی اُن مین نور بصر مرا کوئی اُن مین لخت جگر مرا

تلف اس طرح جو ہو گھر مرا بجھے کیونکہ دیدۂ تر مرا
مری داد دیوے نہ تا خدا کہو مین نہ روؤن تو کیا کرون

جو گیا تن اُس کے پہ سر نہین جو رہا ردا سر اپہ نہین
کہین بن زنجیر اُسے گھر نہین فری چین شام و سحر نہین

کوئی ایسا اُن مین بشر نہین کہ مرا وہ لخت جگر نہین
مری داد دیوے نہ تا خدا کہو مین نہ روؤن تو کیا کرون

لٹے شامیون سے مرا وہ گھر نہ جہان فرشتے کا تھا گذر

خلقت کا دل اور جگر ہین جانے لگا آنکھون سے بہ
پڑھکر ماتم کی مجلس مین یہ مصرع تو ساکت رہ
مانع شہ کے غم کرنے کا جو ہے سودا ناری سے ہے

مرثیہ حضرت امام

کہین فاطمہؑ نبی لوری کہو مین نہ روؤن تو کیا کرون
مرے سر پہ ہوئی جو یہ جفا کہو مین نہ روؤن تو کیا کرون

ترے آگے احمد مجتبیٰ کہو مین نہ روؤن تو کیا کرون
مری داد دیوے نہ تا خدا کہو مین نہ روؤن تو کیا کرون

ترا غم نہ دل سے مرے ٹلا کہ کٹا جگر مرے کا گلا ؟
خنجر جفا سے بکربلا ستم فلک سے ہے یہ برملا ؟

مرا اس سے بس نہ ذرا چلا کرے منصفی کوئی تو بھلا
مری داد دیوے نہ تا خدا کہو مین نہ روؤن تو کیا کرون

کرے غور اسے کوئی ایک دم جگر حسنؑ کرے ٹکڑے سم
ہے حسینؑ تشنہ کا سر علم تہ تیغ ہین سبھی یک قلم

کرون صبر ہو اگر ایک غم جو ستم یہ میرے پڑے ستم
مری داد دیوے نہ تا خدا کہو مین نہ روؤن تو کیا کرون

مرے سینے کا جو سرور ہو ترے چشم کا بھی وہ نور ہو
بدن اس کا زخمون سے چور ہو یہ غضب کہ سر پہ تنور ہو

اگر اشک کا یہ وفور ہو سر نہ فلک سے عبور ہو ؟
مری داد دیوے نہ تا خدا کہو مین نہ روؤن تو کیا کرون

یہ ستم کسو سے نہین سہا جو فلک سے دل پہ مرے رہا
مرے وہ پسر لہو مین نہا دم دہوش تو نے جسے کہا

روؤن اسقدر مین اگر شہا مرا رونا کوہ کو دے بہا
مری داد دیوے نہ تا خدا کہو مین نہ روؤن تو کیا کرون

کٹے تلوے نیزلین چلتے چھل نظر آئے آنکھون مین جیسے تل
مری داد دیوے نہ تا خدا کہوین نہ روؤن تو کیا کرون

جو مین روز و شب نہ روا کرون تو نپٹ مین مشغلہ کیا کرون
جنھین دیکھ نور نظر فزون ہو جہان مین سو ہوے غرق خون
جو امید آنکھون سے یہ رکھون کہ کچھ اور انکو لیے مین کلام کون
مری داد دیوے نہ تا خدا کہوین نہ روؤن تو کیا کرون

فلک ایسی پر یہ جفا کرے جسے غم مرا اسارہا کرے
پس مرگ وہ بھی روا کرے اگر اسکی گل سے بنا کرے
سبو پہ سبو تو رسا کرے یہی ماٹی اس کی صدا کرے
مری داد دیوے نہ تا خدا کہوین نہ روؤن تو کیا کرون

غرض اب مین کیا کرون **سودا** اس الم کا کرون بیان
کہ زمین سے تا بہ آسمان سبھی پیٹتے تھے سر انس و جان
پدر آگے فاطمہ جس زمان کہین تھین بدیدۂ خونفشان
مری داد دیوے نہ تا خدا کہوین نہ روؤن تو کیا کرون

مرثیہ مخمس ترکیب بند

کیا مین صبح جو باچشم اشکبار افسوس
مین بولا اس لیے کرتا ہون رو کے یار افسوس
کہا کسی نے کیا کیون تو ہوکے زار افسوس
نہال عمر کہ برگش غم ست و بار افسوس
اگر بگریہ نشد سبز صد ہزار افسوس

وہ بولا تم عمل چاہیے جس طرح سے ہو
مین ایک بات بتاؤن کہ سبز ہووے ہو
تو سبز ہونے سے اسکے امید دل کی نہ کھو
غم حسین مین جتنا تو رو سکے سو رو
سحر سے شام تلک کر کے لاکھ بار افسوس

اگرچہ خانۂ دنیا مین ہے سراپا غم
عزیز کیا کہون تجھسے مین ہی یہ کیسا غم
دلے رکھے ہے تفاوت بہت زغم تا غم
نبی کی آل کا اولاد مرتضےٰ کا غم
جنھون کے غم سے رکھین دشت کو ہمسار افسوس

پھرین ساکن اس کے برہنہ سر جو تھے اشتر ونپہ جدھر تدھر
کرے منفعلی سے کوئی نظر نہ ہو سیرے رونیمین گو اثر
مری داد دیوے نہ تا خدا کہو مین نہ رؤون توکیا کرون

سین نیک و بد یہ مدینہ کے کٹے گو تو ارے سکینہ کے
خنجر جفاے کمینہ کے یہ ستم سیلے دو نگینہ سکے
جو مین سے طرح سفینہ کے نہین آشنا مری سینہ کے
مری داد دیوے نہ تا خدا کہو مین نہ رؤون توکیا کرون

پئین پانی طائر و وحش تک مرے پیار د نکو نہ ملے تنک
کہین جس شفق کو وہ دے جھڑک نظر غضب سی ہی سرک
مرے نین الم سے ٹپک ٹپک بھرے تال جگ مین توجبکہ
مری داد دیوے نہ تا خدا کہو مین نہ رؤون توکیا کرون

ہو سوار گھوڑون پہ وہ دغل کہین عابدین کو پیادہ چل
نہ وہ چل سکے سبب کسل تو ڈرا دین کوڑ دنیل یہ پل
مین دیکھون شقیون سے یہ عمل مجھی ن روے پڑی کیونکہ کل
مری داد دیوے نہ تا خدا کہو مین نہ رؤون نو کیا کرون

نہ عدو کے ڈر سے وہ رو سکے نہ بخار دلکا وہ کھو سکے
نہ غبار چہرے کا دھو سکے نہ لب آب سیلکے ڈبو سکے
کبھو نیند بھر کے نہ سو سکے نہ رؤون یہ مجھسے نہو سکے
مری داد دیوے نہ تا خدا کہو مین نہ رؤون توکیا کرون

وہ برہنہ پا کرے راہ طے کہین ٹھوکر اور کہین خار ہی
ہو الاغی سے بسان نے کرے آہ و نالہ ہی پی بہ پے
نہ دوا غذا سے ہی کوئی شئے یہ جفائین دیکھون مین تا بکے
مری داد دیوے نہ تا خدا کہو مین نہ رؤون توکیا کرون

گئے بھائی مائی مین اسکے مل ہوئی خاک خونی پہ رگ گل
کہو کس سے پرچے اب اس کا دل نہین چین اسپہ بھی ایکدم پل

یہ گرد و خاک مین لوہو بھرا پڑا ہے بدن — بتا مجھے تجھے یون کیونکہ دیکھین میرے نین
کہ تیرے تن پہ کفن کا نہین ہے تار افسوس

ترا تو ای پدر اس دشت مین ہی یہ کچھ حال — دکھا وین کس کو گذرتا ہے ہم پہ جو احوال
کہ در طرح کی آفت ہمارے ہی دنبال — عجب طرح کی مصیبت مین ہین تری اطفال
کہ شامیان ستم پیشہ نابکار افسوس

ترا تو دشت مین جون گوسپند کاٹا کے سر — رکھا ہے آج کے دن ظالمون نے نیزے پر
پھرے ہین ذری تری عترت کو اونٹون پر گھر گھر — نہ منھ پہ اُنکے ہی معجر نہ سر پہ ہے چادر
کرین ہین یہ عمل امت سے دیندار افسوس

تھے اسطرح کی جفا کے یہ لوگ کب قابل — کہ ان پہ جور کرین یان تلک یہ سنگین دل
نہووے پشت پہ اونٹونکی چین انھین اک پل — ستمگران جہان کھینچتے کو ہر منزل
مریض مجھسے کہ دین ہاتھ مین مہار افسوس

ہمین لیے ہوئے اسطرح شام جاتے ہین — اب آگے دیکھیے کیا کیا ستم دکھاتے ہین
اُدھر سے جیتے جی اپنے ادھر کو آتے ہین — وہین کی خاک مین یا جا کے ہم سماتے ہین
اگر یونہین ہی نصیبون مین تو ہزار افسوس

اب آرزو ہی یہی دل مین بس مرا جو چلے — اُدھر سے پھر کے گرون مین ترے قدم کے تلے
مدینہ جاؤن مین کس طرح منھ سے خاک ملے — کٹا گئے اپنے عزیزون کے اسجگہ پہ گلے
کرے تھا حرف یہ کہہ کہہ کے بار بار افسوس

غرض کہ رو رو یہ کہتے تھے حضرت سجاد — پدر کی لاش پہ با آہ و نالہ و فریاد
بمان گردش گردون دون بد بنیاد — حرم کو لے گئے تا شام با دل ناشاد
اب آگے کیا کہون مین تف بروزگار افسوس

جو کربلا مین بلا کا ہوا ہے اُن پہ گذار — زبان وہ کونسی ہے جس سے اُسکا ہو اظہار
محبت انکی نے پایا ہی جس کے دلمین قرار — یہ چاہیے کہ بہ تعداد برگ ہر اشجار
اب انگشت وہ کرے حیف و بیشمار افسوس

بیان تمام ہو سودا اب تو اس غم کا — جو اتفاق کرے ناطقہ دو عالم کا
یہ ذکر ہے شہ کون و مکان کے ماتم کا — اب آگے دور لب سے ہی مارتا دم کا

کہون زرد سے کتب تجھسے جا نگداز سخن   اسیر قتل کے بعد از جو ہوکے اہل محن
بسوے شام چلے لٹ لٹا کے عریان تن   کہلیہ سر بفلک کر لہو سے بھر کے نین
امید تجھسے ہمین یہ تھی روزگار افسوس

ہمارے واسطے خدمت کے تو ہوا تھا خلق   دیا حق اورون کو تونے ہمارا کاٹکے حلق
ہمارے تن پہ نہ غارت گرون نے چھوڑا دلق   نبی کی آل کے دلکا خوش آیا تجکو قلق
ہوا یہ ظلم تجھسے ہم پہ ناگوار افسوس

جب اس جگہ سے ہوا انکا قتلگہ پہ گذر   گئی ہر ایک کی تب سوے عرش آہ جگر
نظر جو آگئی زین العباد کو نعش پدر   اور اسکو نعش پدر پہ نظر نہ آیا سر
یہ بولا اس تن بے سر کے لگ کنار افسوس

تو خاک و خون مین پڑا کیون ہے چھوڑ کر ڈیرا   مین تیرے سر کے تصدق کہان ہے سر تیرا
غم یتیمی نے دلکو مرے بہت گھیرا   یہ کاش کاٹتے تجھ سر کے بدلے سر میرا
جیون مین یون تو مرے اے بزرگوار افسوس

ترے سرہانے جو فرصت ہو بیٹھ لوٹون مین   غبار تن کا ترے آنکھوان سے دھوؤن مین
جی اپنا مجھ سے کنے ہتیار ہو تو کھوؤن مین   ترے قدم تلے تیری طرح سے سوؤن مین
مین کیا کرون نہین میرا کچھ اختیار افسوس

بجز خدا کے یہ بندہ دکھ اپنا کس سے کہے   اگر پہاڑ پہ ہو دکھ مرا تو وہ نہ سہے
مین اور دیکھون کہ پیکر سے تیری خون بہے   ترے بدن پہ ترا سر نہ تیغ کین سے رہے
الٰہی یا دیکھون تن اپنے پہ برقرار افسوس

دکھ اپنے دلکا کہون کس سے ای پدر ہیہات   کوئی رہا ہے کہون جس سے سوز دلکی بات
کٹے گی کس طرح اس داغ سے مری اوقات   بہے قریب ترے قتلگہ سے آب فرات
نہ تیرے حلق مین پانی کی ہو پہنچی دھار افسوس

یہ زخم ناوک دل دوز ہین ترے تن پر   کہ نہ فلک پہ نہوینگے اس قدر اختر
جگہ کوئی نہین ثابت جدھر پڑی ہے نظر   مین دیکھون جیتے جی اپنے ترا یہ حال پدر
کہ تجھ بدن سے ہو پیکان تیر پار افسوس

ہوئی ہے کس پہ مصیبت یہ زیر چرخ کہن   کہ بعد مرگ کیا ہو نہ اسکو دفن و کفن

طفل شش ماہہ یہ ثابت کونسی تقصیر کی اتنے خاطر پھوڑی حلق اُسکے سے پیکان تیر کی
گیئے تا اُسکو بھی تیغ جور کے مارونکے بیچ

رووُن مین اصغر کو یا اکبر کو پیٹون یاد کر آ گئے چھوٹے بڑے سارے تہ تیغ و تبر
اپنی آنکھوں سے ہو گیونکر مین یہ پوچھون ای پدر اب تلک اُنکا جو وہ تھے میرے دلبند و جگر
جم رہا ہے خون ناحق اُنکی تلوارونکے بیچ

بیوہ زن کتنی جو باقی ہین سو اُنپر یہ عذاب سر پہ نے چادر کسی کے ہی نہ چہرے پر نقاب
بے حجاب اونٹونپہ جاتی ہین میان آفتاب دُکھ دھندونکے سوا گرد اُنکے اے عالیجناب
نے ہوادار و تمین ہی کوئی نہ غمخوارونکے بیچ

مین بیان کیا کیا کرون اُس آفت ناگاہ کے دن کو وہ چلنے مین صدمے کھینچتے ہین راہ کے
رات پابندی کی خاطر میرے ہر دلخواہ کے جزو شیرازے مین ہووین جون کلام اللہ کے
ایک ہی زنجیر ہے اتنے گنہگارونکے بیچ

صبح ہوتے ہی تو پھر اونٹونپہ اُن کو کر سوار کہتے ہین عابد کو لے چل وہ لعین نابکار
راہ چلواتے ہین پھر اُس ناتوان کو مار مار جانتے اتنا نہین ظالم کہ اونٹون کی مہار
کھینچنے کی تاب کب ہوتی ہی بیمارونکے بیچ

کر دیا ہے ایک تو بیماری نے اُس کو بیکل قطع منزل سے نہین ہے چین اُسکو ایک پل
جد ہی اُسکا کرے اب مشکل اُسکی آکے حل کیا یہ مشکل ہی کہ وہ ملعون تو کہتے ہین چل
اور چل سکتا نہین ہی راہ وہ خارونکے بیچ

ایک تو ہو چکا تھا بیماری سے مرنیکے قریب دوسرے اس حال پر ہو دی مصیبت یہ نصیب
کیا دوا اُسکا ذکر ہے اور کیا ہی مذکور طبیب آب کا قطرہ جو اُنسے مانگتا ہے وہ غریب
کہتے ہین یان آب تلوارونکے ہی دھارونکے بیچ

طعن و طنز اُنکی وہ سنتا جاتے ہی ہر بار سے بیٹھنے دم بھر نہ دین سایہ تلے دیوار کے
پاؤنکے لوہو مین اُسکے ڈوبے ہین سر خار کے کیا گذرتی ہوئیگی کہ دل پہ اُس بیمار کے
جسکی بیماری سے لٹے ایسے دل آزارونکے بیچ

وے جو مستورات کو ڈھارس کوئی ایسا نہین لیچلے ہین شام بیکس کر اُنھین اعدائے دین
جتنے وارث تھے ہوئے وہ طعمۂ شمشیر کین بچ رہا ہے قتل سے جو شخص یعنی عابدین

مگر کیا کرے ہر لیل و ہر نہار افسوس

مرثیہ مخمس ترکیب بند

ابر روتیکو اُٹھا ہے آج کہساروں کے بیچ
ساغر خون جگر چلتا ہے میخواروں کے بیچ
خاک سر پر کرتے آئے مست ہشیاروں کے بیچ
گھر گیا باغ رسالت کا وہ گل خاروں کے بیچ
یعنی ابن ساقی کوثر ستمگاروں کے بیچ

ابر رویگا سدا میخو رہیں گے خون کے جام
ہوشیار و مست سر پہ خاک ڈالیں گے مدام
ساقی کوثر کا بن پانی ڈبایا گھر تمام
حیف اہل قبلہ سے صادر ہوا یارو وہ کام
الحذر جس کام سے کرتے ہیں کفاروں کے بیچ

نور چشم مصطفےٰ ہے ہی یہ امت کا معاش
خویش و فرزندوں کا اُسکے کر دیا تن پاش پاش
بھائی کی اُسکے تڑپتی ہے لہو پایہ لاش
اب وہ تنہا جسطرف کرتا ہے پانی کی تلاش
تیر باراں اُسپہ ہے ہر سو کمانداروں کے بیچ

فاطمہ کہتی ہیں رو رو نالہ و فریاد سے
یہ ستم باہر ہیں دیکھا عالم ایجاد سے
یا نبی تم پوچھیو محشر میں ہر جلاد سے
تشنہ لب مارا گیا ہے گردن اس بیداد سے
جز حسینؑ بیکسہ کوئی گنہگاروں کے بیچ

تم گواہی دیجیو جس روز ہوں میں دادخواہ
داد میں کیونکر نہ چاہوں جب کہوں تم سا گواہ
ہے خدا شاہد نہیں بچے کا میرے کچھ گناہ
لیکن ناحق سر اُس کا لے گئے وہ روسیاہ
تن کہیں ہو گیا پڑا لوٹھ بیشاروں کے بیچ

کیا کہا شفقوں سے اُس بیجرم نے جو حرف بند
کیوں جدا اُسکا کیا ہے بند سے ہر ایک بند
جس گھڑی کافر بھی کاٹے ہیں گلوئے گوسپند
اُسکو بھی پانی پلا دیتا ہے کوئی دردمند
فوج پیاسا ہی ہوا وہ اتنے دینداروں کے بیچ

کیا کروں میں اُن لعینوں کی فسادوں کا بیان
عضو عضو اک ایک کا اسے سرور ہر دو جہان
کر گئے ہیں سب جدا تیغ ستم سے شامیان
جوں درخت خشک کی نجار کاٹیں ڈالیان
آل کو تیری مگر سمجھے یہ اشجاروں کے بیچ

آزمائی آل پہ تیری برش شمشیر کی
روز بعثت کے نگنہ پہ اسقدر تعزیر کی

لہو مین رہ گیا تن تلملا کر — کرین یہ کچھ تری امت کہا کر

فآہا ثم آہا

نہ تھا عالم مین کچھ پانی کا توڑا — پر اُسکو نے بہت پہونچا نہ تھوڑا
نہ قطرہ حلق مین اُس کے نچوڑا — یہ دنیا کے لیے منہ دین سے موڑا

فآہا ثم آہا

شہا اُن کو حدیث من تُرآ نی — ہوئی کیا خواب غفلت کی کہانی
نہ آیا رحم دیکھ اُس کی جوانی — دیا ذرہ نہ وقت ذبح پانی

فآہا ثم آہا

نواسا جس کو پیغمبر کا جانین — کرین عضو اُسکے نیزونکے نشانین
لگین سر اُس کا آگے وہ کٹانین — مسلمان ہو کے بات اُسکی نہ مانین

فآہا ثم آہا

نہ چھوڑا خویش ہی اُس کا نہ بھائی — لیے تیغ ستم سے رائی کائی
رہا عابد سو طوق اُسکو پنھائی — حیا ذرہ نہ تیرے منہ سے آئی

فآما ثم آہا

سر اُسکا نیزے کے اوپر علم ہو — سوار اونٹونپہ بے پالان حرم ہو
وہ جنکے آگے تیرا ہوش و دم ہو — اُنھون کے ہاتھ اُنپر یہ ستم ہو

فآہا ثم آہا

نہ تھے جس پردے کے وہ محرم راز — صدا جو عرش پہ کرتے تھے پرواز
سو وے پردین جتنے تھے دمساز — سنی اُنکی کسی و نا کس نے آواز

فآہا ثم آہا

کہین باہم ہو کشت و خون کی صحبت — تو مستورات کا ہے پاس حرمت
تری عترت کی تو لازم تھی عزت — گئی قوم عرب سے اتنی غیرت

فآہا ثم آہا

رضائے حق ہین ہر دم ہے منظور — ہم اس عالم سے بھی ہین شاد و مسرور
عمل یہ کر گئے ایسا یہ مقہور — بُرے اعمال سے جنکے عفو سے دور

سو وہ کچھ حالت ہی اُنکی اُن دل افگاروں کے بیچ

سر چلے جاتے ہین نیزوں پر انھوں کے گرد پیش
دیکھ دیکھ اُنکے تئیں ہوتے ہین وو دل سینہ ریش
کوئی تو فرزند اُنھین ہے کسو کا کوئی خویش
جس سخن سے اُن غریبوں کے لگے ہی دل پہ نیش

بوستے جاتے ہین ملعون نیزہ بر داروں کے بیچ

یا رسول اللہ ہوں ایسے مسلمان نا پدید
اور یوں ماریں امام دین کو یہ بے پیر یزید
گر امام سجدہ ٹوٹے اُس کو کہتے ہین شہید
مین جو کچھ دیکھا تو اُنسے بھی ہین بدتر یہ پلید

جدو آبا سے ہی گردن اُنکی زناروں کے بیچ

جور فرزندوں پہ میرے کر دکھایا ہی مجھے
خون کے آنسو سے لعینوں نے رولایا ہی مجھے
مجھ جگر گوشوں کے ماتم میں بٹھایا ہے مجھے
جون انھوں نے آتش غم سی جلایا ہے مجھے

اُنکو بھی جلتے دکھا دوزخ کے انگاروں کے بیچ

نوحہ جنت مین غرض کرتی تھین یوں خیر النسا
دو جہاں سے کم نہ ہوگی تا قیامت یہ عزا
رات دن سُن سُنکے روتے تھے لہو ارض و سما
سودا تو اس غم میں دل بیمار رکھیگا جو سدا

حشر میں اُسکو لکھیں گے تعزیہ داروں کے بیچ

ایضاً مرثیہ مخمس ترجیع بند حضرت

دل خیر النسا جسدم کراہا
طریق دین جو امت نے نباہا
نبی سے یوں علیؓ بولے کہ شاہا
اُسے مین کیا کہوں عالم پناہا

فآہا ثم آہا ثم آہا

ہمارے واسطے یہ ظلم بے حد
ولے گذرے ہے اتنا دلمیں جدبد
بباطن نیک ہے ظاہر مین ہو بد
عمل ایسا ہوا اہل دین سے سرزد

فآہا ثم آہا ثم آہا

حسینا تھا جو میرے دل کا آرام
یہ یہ غم ہی کہ بنیوں مین ہو یوں نام
پیے ہے اُسپہ تیغ خون آشام
محمدؐ سے کی امت اور یہ کام

فآہا ثم آہا ثم آہا

سر اُسکا خنجر کین سے جدا کر
وہ ظالم لے گئے نیزے چڑھا کر

کون ہی ایسا کہین وہ جس سے اپنی دلکا درد

دیکھ دیکھ آپس مین منہ تکتے ہین بھر کر آہ سرد

واحسینا واحسینا واحسین

درمیان انکے چلے جاتے ہین نیزہ نیزہ سر

خون کے قطرے یون ٹپکتے ہین انھونکے جسم پر

کوئی تو بھائی ہی کوئی خویش ہے کوئی پسر

منہ پہ ململ کتے جاتے ہین بدن سے پوچھکر

واحسینا واحسینا واحسین

اس طرح جاتا ہے فرزند پیمبر کا حرم

جو کوئی دیکھے ہی اہل درد سے اب یہ ستم

سو طرح کی ہے تعدی سر پہ اُن کے دمبدم

منہ پہ اپنے مار کر کہتا ہے وہ سیلی غم

واحسینا واحسینا واحسین

نے انھونکو بھوکھ ہے اس حادثہ مین نہ پیاس

دخل کیا جو نیند اُن کی آسکے آنکھونکے پاس

نے بجا ہین ہوش انکے نی درست انکی حواس

یہ سخن جنبش سے لب کی انکی ہوتا تھا قیاس

واحسینا واحسینا واحسین

صبح سے تا شام سر پر ہی انھونکے آفتاب

پھرتی ہی آنکھونکین ازبس شکل ابن بوتراب

نے خورش روزانہ ہی انکی نہین نی شبکو خواب

بات اُنسے کچھ ہی پوچھو دیتے ہین وہ یہ جواب

واحسینا واحسینا واحسین

مقتل شہ کا انھونکے دلمین نت اٹھے ہی خیال

چلتی دیکھین دھار پانی کی تو اُنپر ہی وبال

ردم ردم اُنکے سی ہر اکدم اُبلتا ہی جمال

کتے ہین تب حلق و خنجر کا وہ کر یاد القصال

واحسینا واحسینا واحسین

مل گیا مٹی مین اُنکی سلطنت کا تاج و تخت

ٹک بھی کہتا ہے اگر کوئی کچھ انکو ہو کر سخت

ہین یہ نازک دل خزان مین ہوئین جون برگ درخت

بولتے ہین یون جگر کی آنکھو سنے ٹپکا کے لخت

واحسینا واحسینا واحسین

کیا کرون مین اب انھونکی بیحواسی کا بیان

خواہ انکا دوست ہووے خواہ وہ خواہان جان

کچھ نہین ہی فرق ہرگز نیک و بد کے درمیان

سامنے آجائے کوئی اُس سی کہتے ہین کہ ہان

واحسینا واحسینا واحسین

ہی روایت پہونچی جب مقتل پہ اولاد رسول

خاک ڈالی سر پہ اپنے اور ملکر منہ سے دھول

دیکھکر زینب نے سوی لاش فرزند بتول

بیٹھ بیٹھ اپنی سر و صورت کہا ہو کر ملول

ہین تو ہے بقا عین فنا مین　　اجل سے ہے زندگی راہ خدا مین
خوشی سب طرح تسلیم و رضا مین　　پر انکا حال کیا روز جزا مین
فاہا ثم آہا ثم آہا

بیان اس جور کا کب تک کرون مین　　ستم کا اونکے کیونکر عرض دون مین
بجز حرف تاسف کیا کہون مین　　کف افسوس یون کہ کہ ملون مین
فاہا ثم آہا ثم آہا

یہ حرف اے مہربان سرور توحید ہم　　سنے شیر خدا کے منھ سے باہم
گلے آپس مین لگ از شدت غم　　یہی کہتے تھے رو رو مثل شبنم
فاہا ثم آہا ثم آہا

مرثیہ مخمس ترجیع بند

ولے جو پوچھا مین اپنی کیون نہین ہے مجکو چین　　یون لگا کہنے وہ مجھسے کیا کہون مین تجھسے بین
تشنہ لب مارا ہے شقیون نے نبی کا نور عین　　جس طرف دیکھا جا نمین ہے یہی اب شور و شین
واحسینا واحسینا واحسینا واحسین

جسکو دیکھو بھر رہی خون جگر سے ہر پلک　　خاک سر پر کرتے ہین مومن سے لے کافر تلک
آج ماتم ہو رہا ہے لے زمین سے تا فلک　　سینہ کہ کہ کوٹتے ہین آدم و جن و ملک
واحسینا واحسینا واحسین

تن تو اسکا رن مین ہے آلودہ گرد و غبار　　سر لیے جاتے ہین نیزے پر لعین نابکار
اہل بیت اونٹونپہ گرد اسکے ہین بے محمل سوار　　ہر قدم کہتے چلے جاتے ہین رو رو زار زار
واحسینا واحسینا واحسین

اس سفر کے دیکھیے عالم ہو کیا نرباہ کا　　کچھ بجز خون جگر توشہ نہین ہے راہ کا
یون حرم جاتا ہے اونٹونپر رسول اللہ کا　　یہ سخن ہے آج پیغمبر کے ہر دلخواہ کا
واحسینا واحسینا واحسین

چہرے کا ہر اک کے غم سے ہو رہا ہے رنگ زرد　　پڑ رہی ہے ہر راہ کی سر پہ سبھونکے خاک و گرد

سہ پلے ہین دکھ کے نیزے پر یہ ملعون آج سر جسکا ۔ پڑا عریان سوکھے دھوپ مین تن خاک پر جسکا

خلف ساقی کوثر کا محمدؐ کا نواسا ہے

نہین دیکھا کوئی ایسا زمانے کے ان ابنا سے ۔ وہ پانی کا ہو پیاسا لوگ اسکے خون کے پیاسے
ہزارون کھینچ تلوارین مقابل ہووین تنہا سے ۔ مگر یہ ظلم جس پہ ہے نرالا ساری دنیا سے

خلف ساقی کوثر کا محمدؐ کا نواسا ہے

گیا چوپایہ آگھر اپنے جنگل سیر کر سارا ۔ پکھیرو آشیان پہونچا ہوا مین جیکہ پر مارا
بیابان مرگ یون کسکا ہوا ہے گھر کا گھر سارا ۔ نہ پہونچا جو وطن اپنے وطن سے ہوکے آوارا

خلف ساقی کوثر کا محمدؐ کا نواسا ہے

پیمبر زادہ نہین مارا کسی نانا کی امت نے ۔ کسی پر بھی کہین تیغے گھسے نانا کی امت نے
بتا دو اسکو مارا ہو سے نانا کی امت نے ۔ کیا ہے قتل دنیا مین جسے نانا کی امت نے

خلف ساقی کوثر کا محمدؐ کا نواسا ہے

کہین ہین رو روا ایسی یہودی اور نصرانی ۔ رہے تکفیر مین ہم تو زراہ نامسلمانی
یہ کرتب اُسکے ہین جنکو ہے دعواے مسلمانی ۔ سمجھتے ہو وہ ہے کون آج مارا جسکو بن پانی

خلف ساقی کوثر کا محمدؐ کا نواسا ہے

زمین سے نقش پای خر ہوا عیسیٰ کا جسدن گم ۔ سر و پر خاک کرتے تھے ہماری قوم کے مردم
کوئی پوچھے انھون سے جلکے امت مین ہو کسکی تم ۔ یہ روندا چاہتے ہین جسکا تن اسپونکے زیر سم

خلف ساقی کوثر کا محمدؐ کا نواسا ہے

مسلمان ہین یہ جسکی مان پیمبر اپنے کی جائی ۔ عطش دیسے کی مر دو مرد بھی ذدہ نہ پچھوائی
پھرین سیراب جیوانات سب شہری و صحرائی ۔ دہن سے پیاس کے مارے زبان جس کی نکل آئی

خلف ساقی کوثر کا محمدؐ کا نواسا ہے

جو مانگا پانی اُن سے تو لگے کہنے زہر پیاسو ۔ جہان کا آب ہو قبضے مین تو قطرہ نہ دین تجکو
جو وہ بولا کہ مین ہون کون سمجھو ہو تم اے بدخو ۔ تو یون ملعون لگے کہنے اسے ہم جانتے ہین تو

خلف ساقی کوثر کا محمدؐ کا نواسا ہے

یہ کہتے ہین کوئی جلدی سے اُسکے سر کو جالاوے ۔ نہوا ایسا کہین وقت نماز اب ہاتھ سے جاوے
معاذ اللہ اگر یہ آپ کو تا آب پہونچا وے ۔ تو پھر ہم مین سے ایسا کون ہے جو اُس سے بر آوے

واحسینا واحسینا واحسینا واحسین

پھر کہا یوں اے تن بیسر ترے قربان مین
ہاے بھائی دیکھوں کن آنکھوں سے یہ طوفان مین
وار دون ہر زخم بدن پر تیری اپنی جان مین
اب یہی کہ کہ رہونگی مرگ کی خواہان مین

واحسینا واحسینا واحسین

جس سے ناخوش دل نہو چیونٹی کا سو تھا تو بشر
شاد ہوتے تھے عرب مین دیکھ تیرا رو بشر
دولت کونین لیتی آکے تیرے کو بشر
یاد کرتا حشر تجکو بولین گے ہر سو بشر

واحسینا واحسینا واحسین

باپ تیرا ساقی کوثر امیر المومنین
سو گلوے تشنہ پر تیرے چلی یون تیغ کین
مان تری خیر النسا بنت شفیع المذنبین
یہ ستم زیر فلک کیا کر گئے اعداے دین

واحسینا واحسینا واحسین

کسطرح اب دلکو میرے زندگی سے ہوی ساز
جان کو مین کرچکی ہون اپنی اس غم کی نیاز
کسکی صورت دیکھونگی آفاق مین کر چشم باز
نکلے ہی ہر مو سے میری یہ صداے جانگداز

واحسینا واحسینا واحسین

جنکے بن دیکھے نہ تھا آرام مجکو ایک تل
تاب اس غم کی جلاوے ہی کہان میرا وہ دل
یون گئین وہ صورتین سو خاک مین اکبار رل
آب ہوتی ہی یہ کہنے سے مرے پتھر کی سل

واحسینا واحسینا واحسین

مہربان زینب غرض کرتی تھین ہر دم یہ سخن
قصد اپنے قتل کا کرتے تھے سنکر مرد و زن
سامنو تکی ابر کی صورت برستے تھے نین
جس گھڑی منہ سے انکے یہ نکلتا تھا سخن

واحسینا واحسینا واحسین

مرثیہ مخمس ترجیع بند

سمیت اپنے اقربا بن میں بلا کے کسکا باسا ہی
لب دریا یہ کوئی بھی زمانے مین پیاسا ہی
جہان مین زندگی ابھی سے کون اتنا نراسا ہے
گلے پر آج جس لب تشنہ کے خنجر کا داسا ہے

خلف ساقی کوثر کا محمد کا نواسا ہی

ستم کیشون نے دست ظلم سے لوٹا ہی گھر جس کا
کیا ہی آسمان نیچے قبائل دربدر جس کا

تڑپتے ہین وہ پالا مین لگا کر جنکو سینے سے   کوئی یہ زندگانی ہے مری حیف ایسے جینے سے

خدا کیواسطے زینب مرا جینا نجا ہو تم

مدینے کیطرف جیتا مین اب کس مُنھ سی جاؤنگا   تہ تیغ اقربا کرواکے کسکو مُنھ دکھاؤن گا
جو گذری سر پہ مقتولونکے کس کسکو سناؤن گا   ہے جب تک دم مین دم میری زبانپر حرف لاؤنگا

خدا کیواسطے زینب مرا جینا نجا ہو تم

نہ سمجھین گے یہ کرتب آسمان کی بدخصالی کا   رکھین گے ملکے سب اہل عرب میرے ہی سر ٹیکا
وبال اس شکل مین مجھپر ہے رکھنا جسم مین جیکا   ملے گر قدرت حق سی تمھین اعجاز عیسے کا

خدا کیواسطے زینب مرا جینا نجا ہو تم

کہون گا قصہ مین عباس کے کیا مارے جانیکا   کرونگا ذکر کیا اطفال کی پانی نہ پانے کا
نہ سمجھے گا کوئی اسکے تئین صدمہ زمانے کا   رکھین کے میرے سر بہتان نبی کی گھر لٹانیکا

خدا کیواسطے زینب مرا جینا نجا ہو تم

بیان کس روسے قاسم کی کرونگا کد خدائیکا   اجل نے سر لیا نیگ آنکے سہرا بندھائیکا
شہادت کو دیا دستور جی شربت پلائی کا   مرے جب اسطرح شادی کی دن فرزند بھائیکا

خدا کیواسطے زینب مرا جینا نجا ہو تم

جگر کو شونکی صورت دیکھتا ہون خون مین ڈوبی   جوانی مین کہون اکبر کی یا اصغر کی محبوبی
دولھن کے مُنھ سی قاسم کی مجھی ہے سخت محجوبی   کرو انصاف ہے اسطرح کے جینے مین کیا خوبی

خدا کیواسطے زینب مرا جینا نجا ہو تم

مرے ہر اک جگر گوشے کا اب تن سی جدا سر ہے   پڑا ہے دست اس جا گہ کٹا تو بازو ادھر ہے
کن آنکھونسے مین دیکھون ہائے بہن جو حال ابتر ہے   مجھے تو موت ایسی زندگی سے دور بہتر ہے

خدا کیواسطے زینب مرا جینا نجا ہو تم

ستم اس سے زیادہ مجھسے اب دیکھا نہین جاتا   تمھارا مجکو یہ رنج و تعب دیکھا نہین جاتا
کرے تاراج گھر ہر بے ادب دیکھا نہین جاتا   یہ دکھ اے خواہر عالی نسب دیکھا نہین جاتا

خدا کیواسطے زینب مرا جینا نجا ہو تم

پہونچتے ہین کوئی دم مین لعین خیمہ جلانے کو   پیمبر کا ابھی سب دوڑتے ہین گھر لٹانے کو
نہ چادر چھوڑینگے سر پر تمھارے مُنھ چھپانیکو   مرے مانع جو ہوتی ہو مگر یہ دن دکھانے کو

خلف ساقی کوثر کا محمدؐ کا نواسا ہے

خبر کر جبرئیلؑ آتا تھا وقت وحی جنکے گھر
ملایا ہے وہ خیمہ جس کا تبہ عرش سے برتر
سوا دنٹو نپہ سوار اس گھر کے ساکن آج بے معجر
جو پوچھو صاحب خیمہ کو تو کہتے ہین یون منہ بھر

خلف ساقی کوثر کا محمدؐ کا نواسا ہے

بنی نادان یہ جور اپنی ہوا یہ ہاتھ سے کس کے
جو پوچھو باپ کون اُسکا گلے مین طوق ہے جسکے
جو وہ سالہ بھی لڑکا ہے غل و زنجیر ہے تن کے
تو بے وسواس کہتے ہین پدر کو پوچھو ہو اسکے

خلف ساقی کوثر کا محمدؐ کا نواسا ہے

عجب اسلام ہے اُن کا عجب ایمان عجب دین ہے
گیا مارا جوان مین سے اُسی تجہیز و تکفین سے ہے
عجب انکا وتیرا ہے عجایب رسم و آئین ہے
زمین جب بے کفن کی خون سے ابتک رنگین ہے

خلف ساقی کوثر کا محمدؐ کا نواسا ہے

ہوے بالفرض ہم کافر تو ہیں وہ بد تر از کافر
مثال گوسفند اپنے نبی زادے کا کاٹا سر
نہ جانا جن لعینون نے خدا کو حاضر و ناظر
کسیکے دل مین انمین سے نہ آیا یون کہ یہ آخر

خلف ساقی کوثر کا محمدؐ کا نواسا ہے

غرض اے سودا اب آویگا نہ سب مین قیامت مین
کہا کر مرثیہ حسینؑ کی دائم محبت مین
ہوے افسوس مین وہ بھی جو تھے ادرونکی امت مین
شفاعت کو تری یہ کر یقین روز قیامت مین

خلف ساقی کوثر کا محمدؐ کا نواسا ہے

مرثیہ مخمس ترجیع بند

یہ زینب شہ سے کہتی تھی ہمارے بادشا ہو تم
کہا سنکر انھونکے واسطے اب میری جا ہو تم
نہ جاؤ انکو باقی ماندگان کے آسرا ہو تم
جنھین مرنا تھا سو تو مر چکے جیتے بنا ہو تم

خدا کیواسطے زینب مرا جینا تجا ہو تم

گوارا کسطرح سے اُسکو اپنی زندگانی ہو
وہ ہو دین قتل جو ہر اک محمدؐ کی نشانی ہو
کہ جسکے گھر پہ یون اہل ستم کی تیغ رانی ہو
تمھاری چاہیے مجھپر یہی اب مہربانی ہو

خدا کیواسطے زینب مرا جینا تجا ہو تم

جو میرے ساتھ جیتے جاگتے آئے مدینے سے
موئے وہ خاک مین محروم ہو پانی کے پینے سے

غرض سن سنکے ان باتونکو زینب ہاتھ ملتی تھی
بسان شمع ماتم غم سے وہ رو رو کے جلتی تھی
ولے یہ شہ کے دل سے موت کی خواہش ابلتی تھی
کہ انکے ہر بن مو سے صدا یہ ہی نکلتی تھی
خدا کیواسطے زینب مرا جینا نچا ہو تم

کہوں کیا آگے سودا جب یہ باتین شاہ کرتے تھے
جو سامع وان کھڑے تھے انکے دامن خوں سے بھرتے تھے
جگر کے ٹکڑے آکر چشم سے بر مین ٹھہرتے تھے
اجل جنکی نہ تھی سو بھی یہ مصرع سنکے مرتے تھے
خدا کیواسطے زینب مرا جینا نچا ہو تم

مرثیہ مخمس ترجیع بند

کشتہ گردید ز جور فلک بے ادبی
تشنہ لب بر لب دریا شہ عالی نسبی
با رفیقان و عزیزان شہادت طلبی
چہ بگویم تبوا دل کہ ز قوم عربی
بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

کیا بیان تجھسے کرون اب مین دلا یہ غم درد
جو جگر گوشۂ حیدر پہ ہوا روز نبرد
خویش و فرزند و رفیق اسکے گئے فرد افرد
یاد مین انکی یہ کہتا ہون مین بھر بھر دم سرد
بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

شہ بہفتاد و دو تن اور عدو جمع کثیر
جان شیرین دی سمیت اپنے صغیر اور کبیر
دیکے یون سر کو شہادت کا لیا تاج دسر
دفتر غم مین یہ تا حشر کرین گے تحریر
بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

مرضی حق سے تو اکدم نہ ہوا وہ باہر
سر فرازی اسنے سمجھا جو ہوا تیر سے پر
لذت تشنگی تھی اس کو شراب کوثر
جیسا وہ آپ غرض ویسا ہی اسکا لشکر
بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

بھوک مین اسکے رفیقون نے تو لوہا چابا
آب شمشیر سے پیاس اپنی کو سب نے دابا
کوئی ایسا نہوا اپنے بجد و آبا
غیر آن شہ جو کہے بیٹی سے مت مر بابا
بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

خواہش حق سے تو منھ پھیرنا تھا اسنے بعید
اک ہوا ایک کی چھاتی پہ قدم رکھکے شہید
باپ کو بیٹے کے مرنے پہ تھی سردم تاکید
غرض ایسی تو زمانے مین نہ دید و نہ شنید

خدا کیواسطے زینب مرا جینا نچاہو تم

یقین کر جا تو اے خواہر یہ آنکھیں کب ہیں اس قابل　　تمھیں بیٹھا شتر کی پشت پر دیکھیں جو بے محمل
پیادہ آگے عابد کو کریں نظارہ ہر منزل　　بھلی ہے موت ہی اس سے جو ہوں اس حال کے شامل

خدا کیواسطے زینب مرا جینا نچاہو تم

جنھوں کے دیکھنے سے ایک پل مجکو نہ تھی سیری　　سو اس دشت بلا مین ہو گئے وہ خاک کی ڈھیری
مجھے کیا زندگی لازم ہے اب کے عمر بہتیری　　اگر تم دین و دنیا مین رکھو ہو آبرو میری

خدا کیواسطے زینب مرا جینا نچاہو تم

کرو انصاف ٹک دل مین بھلا کس طور جیتوں مین　　برستی دیکھ فرزندوں پہ تیغ جور جیتوں مین
ہلاک اصغر مرا جب ہو کرو تو غور جیتوں مین　　مرے یوں سامنے اکبر سا بیٹا اور جیتوں مین

خدا کیواسطے زینب مرا جینا نچاہو تم

ضیافت کی عجب گردوں نے یاں اہل مدینے کی　　نہ دی فرصت کسیکو ایکدم پانی کے پینے کی
بچھوڑا اسکو بھی تھی عمر جسکی چھ مہینے کی　　بھلی تمکو پڑی ہے فکر مجھ کمینے کے جینے کی

خدا کیواسطے زینب مرا جینا نچاہو تم

عداوت ظالموں کو ہے مجھی سے اس گھرانے مین　　فقط میرا سبب ہے تم پہ اس آفت کے آنے مین
بلا ہوتی ہے رد سبکی مرے گردن کٹانے مین　　بچیں ہیں ان اتنی جانیں ایک میری جی کے جانے مین

خدا کیواسطے زینب مرا جینا نچاہو تم

جیوں ہوں جبتلک اہل بیت پر یہ حال ہے طاری　　کہ اک بوند بھر پانی کی خاطر چشم ہے جاری
نہ دینگے قطرہ ظالم کیجیے گو منت و زاری　　مرے اک مرنے مین ہوتی ہے آسان سبکی دشواری

خدا کیواسطے زینب مرا جینا نچاہو تم

تمھیں اپنی عوض عابد سا مین دلبند دیتا ہون　　محمدؐ کے جگر کا تمکو اک پیوند دیتا ہون
تمہاری غمگساری کو مین یہ فرزند دیتا ہون　　مین اپنے خون ناحق کی تمھیں سوگند دیتا ہون

خدا کیواسطے زینب مرا جینا نچاہو تم

مری اب زندگی کا چاہنا ضد ہے خدائی سے　　نہو بیتاب و طاقت اتنی باہم کی جدائی سے
حذر لازم ہے بندے کو جناب کبریائی سے　　جدے اسطرح کتنے ہی ہوئے ہین بہن بھائی سے

خدا کیواسطے زینب مرا جینا نچاہو تم

سر شہ آگے سروں کے جو سرِ شام چلا
تن رہا سب کا پڑا خاک میں اور خون میں گلا
لرزی اُس آن زمیں آئی کہ تا عرش ہلا
ہاتھ سے ہاتھ ملا تک سنے یہ کہہ کے ملا

بادشاہے بجی بود وسیاہے بجی

آیا اُس قافلہ کے جگھڑ بی مقتل سر راہ
بیٹھے سب اہل حرم رو رو کے بانالہ و آہ
اشقیا کتنے جو اُس قافلے کے تھے ہمراہ
وہ بھی کہنے لگے تو تھوکوں کی طرف کرکے نگاہ

بادشاہے بجی بود وسیاہے بجی

لاش پر بھائی کی زینب نے کہا رو رو زار
کل تلک یہ تھا کہ دمہر کی زبالیسے اظہار
قایم اب تک ہے سمیت زعقادہ سالار
آج یوں کہتے ہیں یاں دیکھ تجھے راہگذار

بادشاہے بجی بود وسیاہے بجی

تشنہ لب ذبح کیا تجکو چھوڑا کرکے وطن
نہ تجھے گور ملی یاں نہ دیا تجھکو کفن
سامنے تیرے موئی کیوں نہ یہ ماں جائی بہن
کہ نہو جگ میں تو ادرحق میں تری ہو یہ سخن

بادشاہے بجی بود وسیاہے بجی

کربلا کے مرے اے بھوکے پیاسے مہمان
جاؤں تیرے تن صد چاک کے ہر دم قربان
بیٹیوں نگی جب تئیں جیونگی سن لے میری جان
تجکو اور تیرے رفیقوں کو یہی کرکے بیان

بادشاہے بجی بود وسیاہے بجی

وطن ہوتا تو اگر اور ترے جانثا نان
مقبرہ یاں ترا بنتا انھوں کی گورستان
بیٹھتے ہو کے مجاور جو کوئی آکر یاں
پوچھتے روضہ ہے کسکا تو یہ کہتے بفغان

بادشاہے بجی بود وسیاہے بجی

تک کے اُس سینۂ صد پارہ کو یہ زین عباد
بولا رو رو کے پدر خوش ہوں ازاہل عناد
نہ رہا تو یہ رہے گا یہ سخن خلق کو یاد
تابع امر خدا جگ میں باآل امجاد

بادشاہے بجی بود وسیاہے بجی

حال ظاہر کا یہ پہونچا کہ ہیں سب کو ناظر
حق ہی بر رتبہ باطن سے ہمارے ماہر
صبر جو تونے کیا ہو کے رضا پر شاکر
اسطرح ایوب سے آل نبی میں صابر

بادشاہے بجی بود وسیاہے بجی

پابر زنجیر گلا طوق میں گو ہے میرا
جو جفا تجھ پہ ہوا اور بھی ہو بہتیرا

بادشاہے عجبی بود وسپاہے عجبی

ہر جہان سے کہ مین کہون دلکا عطش ہی کیا حال　　سینہ نیزون سے ہوا ماہی بے آب کا حال
وہم ناقص مین تو اپنے ہی گذرتی ہی خیال　　ہر نبی سے ہی یہ حق کہ محمدؐ کی یہ آل

بادشاہے عجبی بود وسپاہے عجبی

کٹ گئی جب دغا کاٹ سے لاکھون حلقوم　　نہ تو اکبر ہی رہا رن مین نہ اصغر معصوم
آکے میدان مین مسلح دو جہان کے مخدوم　　یون کہا یاد کروگے یہ تو اے قوم شوم

بادشاہے عجبی بود وسپاہے عجبی

آگے احوال شہادت ہی کرون کیونکہ بیان　　کس طرح سے لگے بجون مین جبین پیر و جوان
پہونچا جب منزل مقصد کو شہ ہر دو جہان　　یہ ندا ارض و سما سے ہوئی با آہ و فغان

بادشاہے عجبی بود وسپاہے عجبی

ہی روایت کہ ہوا جنگ کا جس دم اتمام　　شمر ملعون یہ لگا کہنے کہ اے مردم شام
رہو شاہد جو ہوا آج کے دن مجھسے کام　　سر یہ کاٹا ہی مین جسکا بحصول انعام

بادشاہے عجبی بود وسپاہے عجبی

بارے یہ دیکھیے کیا بخشتے یزید اب مجھکو　　خلعت و اسپ جو دیگا لطف کرون اسکی رو کو
اتنے دینار لون جتنے ہین مرے تن پہ مو　　سر کو لیجا کے کہون گا مین کہ تیرا یہ عدو

بادشاہے عجبی بود وسپاہے عجبی

جمع غارت کا لگا کرنے وہ پھر زیور و مال　　سب کچھ اکٹھا کیا رکھا نہ جدا اک رومال
دیکھ وہ مال خوشی دلکو ہوئی اسکے کمال　　یون لگا کہنے کہ یار دیہ ہی جسکا احوال

بادشاہے عجبی بود وسپاہے عجبی

جب لگے کھلنے شہید ونکی کمر سے ہتھیار　　دیدہ مریخ کا اسوقت ہوا تھا خونبار
ہر طرح کی جو لگا جنس کا ہونے انبار　　سب لگے کہنے کہ اللہ ری تیری سرکار

بادشاہے عجبی بود وسپاہے عجبی

آخر الامر اس اموال کو اونٹون پر لاد　　با اسیران طرف شام چلے اہل عناد
سر شہ نیزے پہ تھا سب سرونکے پیش نہاد　　جہان جاتا تھا وہ سر ہوتی تھی وہان یہ فریاد

بادشاہے عجبی بود وسپاہے عجبی

آنکھیں کھول اے میرے لال ۔ مجھ دکھیا کا دیکھ احوال

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

ٹک تو پیارے لب کو کھول ۔ عوں غاں کر مادر سے بول
ہے سہے میرے لال انمول ۔ جی ماں کا ہے ڈانوا ڈول

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

بچھڑے سے دل میں ہے یہ چاؤ ۔ ماں کو صورت ذرہ دکھاؤ
میں تجھکو کہتی ہوں آؤ ۔ یا تو اپنے پاس بلاؤ

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

چاؤ تھا دل میں تیرا بیاہ ۔ دل سے کروں گی خاطر خواہ
دی نہ اجل نے فرصت آہ ۔ کیسے ہو میرا نرباہ

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

جی بہلانے کو دن رات ۔ میں رکھتی تھی تیری ذات
اب کس طور سے کٹے اوقات ۔ مجھ سے تو کرتا نہیں بات

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

تجکو اپنی گود میں پال کر ۔ کھلا کر میں گلے میں ڈال
دھوتی تھی زلفوں کے بال ۔ کیوں اب مجھ سے تو ہی نرال

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

تھا اس دل میں یہ ارمان ۔ دودھوں نہلا کر ہوے جوان
مرگ نے لیکن دی نہ امان ۔ کیا کیجے اے میری جان

حق کی مرضی سے تو میدان مین نہ مُنھ پھیرا | رن یہ بولے گا شہا دیکھ تردد تیرا

بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

کشتی آل نبی چرخ نے کی طوفانی | اور پینے نہ دیا ہم مین کسی کو پانی
بات پر امر الٰہی کی جو تو نے مانی | خلق اس امر مین کہتی ہے تجھے لاثانی

بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

طوق گردن مین ہے گو میری یہ مجھسے بھاری | راہ چلنے مین لہو ہو کف پا سے جاری
بیٹھکر تو نے وہ شمشیر پر ان مین ماری | عمر بھر یاد کرین گے تجھے قوم ناری

بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

مرتبہ ہیگا ہمین اُس سے نہین ہم مایوس | سر یہ ننگا ہے اگر خار کرین ہین پابوس
پیاس مین یکہ گر اشک آنکھو سے گو لیتے ہین چوس | صبر اتنا وہ نہین کرتی جو فرقے یہ افسوس

بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

چپ ہو سودا تو نکر اب یہ بیان جانکاہ | سننے والونکے لہو ٹپکے ہے آنکھو کی راہ
مغفرت کو تری ور یادشہ عالی جاہ | بس ہے اتنا ہی کہ رو رو کہے سبحان اللہ

بادشاہے عجبی بود و سپاہے عجبی

مرثیہ مسدس ترجیع بند

مان اصغر کی دن اور رین | رو رو کرتی ہین یہ بین کہ
ہاے رے اصغر ابن حسین | کس کو دیکھین گے یہ نین

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

کرتی تھی مین تجھکو پیار | ہوتی تھی یہ جان نثار
تو میرا تھا گل کا ہار | کن نے ملا لا تجھکو مار

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

کیون تو پڑا اس جا یہ نڈھال | کیونکر لاگی تیر کی بھال

دین جو سمجھے مانی میں داب
خاک پڑو یہ خور اور خواب
سخت ہے مجھ پر زیست عذاب
مجھکو بھی موت آئے شتاب

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

تو تو مرے بارنج و تعب
اور جیون مین ہائے غضب
زیست مجھے اب بھاوے کب
یہی کہون گی روز و شب

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

بلبل کا دل ہووے فگار
اجڑ جاوے جس دم گلزار
اُس کو اک پل ہو نہ قرار
تین مرا تھا باغ و بہار

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

اصغر پیارے ہے ہے ہے
پیاس کے مارے ہے ہے ہے
آج سدھارے ہے ہے ہے
ماں یہ پکارے ہے ہے ہے

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

بچے کو چڑیا جو گنوائے
جنگل جنگل ڈھونڈھنے جائے
دانہ پانی اُسکو نہ بھائے
رین بسیرے نیند نہ آئے

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

لگاوے بھی تب آرائی ہے
بچھڑے جو چھٹ جاتی ہے
آٹھ پہر دکھ پاتی ہے
میری تو کیا چھاتی ہے

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

جاگ سدھ پیارے ہوئی اودیر
سو مت لالا آتی دیر

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

پھینک سبھے جب آتی تھی
دے تو جب بچپن میں جی

کہتی تھی میں پیر شوی
کہ میں تیرے بلہاری

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

روتا میں کس کو بہلاؤں
چھاتی آگے کس کو سلاؤں

دودھا تھپک کر کس کو پلاؤں
جھولے میں اب کس کو جھلاؤں

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

بیٹا بڑا جو سر کٹوائے
وہ بھی جب گودی سے جائے

چھوٹے سے ماں جی بہلائے
کیونکر جینا اس کو بھائے

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

ظلم یہ ٹوٹا میرے پر
تو بھی رہتا پاس اگر

بیٹھ گیا ہے گھر کا گھر
صبر مجھے ہوتا اصغر

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

اے میرے امرا و امیر
حلق کے اندر مارا تیر

کن نے تیرے بے تقصیر
اب کس بھانت دھروں میں دھیر

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

لعل و گہر سے ہوئے مدام
تو ہی نہ ہو تو پھر کس کام

گو کہ بھرا گھر بار تمام
کہہ کہ بیٹھوں صبح و شام

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

کرتے ہیں سب ہیں یہی ہاتھ اپنے مل مل — ہم بھی مریں مہماں ہیں شہ کا مقتل
ان بن جگ میں سنو ہمارا کیا ہے جینا — جن بن سونا آج ہوا ہے شہر مدینا
ایک نہیں جیتا رہا جسکا لیویں نام
وارث تو سب مر چکے اب جینا کس کام

بختوں سی جو کاش ادھر سی جیتے آویں — پھیر مدینے میں جاکر منہ کس کو دکھلاویں
پوچھے جو کوئی آج کدھر تم کھو یا سرور — کہ کیا دیویں جواب اسے ای دین کر رہبر
لاکھ طرح کا اب ہمیں آتا ہے افسوس
من کو اپنے رہ گئے یوہیں مسوس مسوس

ایسے کیوں تم بھول گئے ہم کو شہ عالی — تم بن جگ میں کون ہمارا اب ہے والی
جس سے جاکر شاہ کریں ہم دکھ کی باتیں — دن تو روتے کاٹیں کیونکر اب راتیں
اپنے جی میں ہے یہی ہونی ہووے سو ہو
مار کٹاری پیٹ میں مر رہیے سو ہو

سبھی بہن اور بھانجی جان اپنی کھوتیں — اونٹوں پر اسوار چڑھی جاتی ہیں روتیں
کوئی پیٹے ہائے کیسکا سیس کھلا ہے — کوئی کہتی آج جو ہم مر جائیں بھلا ہے
آگے آگے عابدین پاؤں پیادہ کر آہ
تپ کر مارے ضعف سی خلق بتاوے راہ

ہم ہیں نپٹ بیچین ذرا صورت دکھلاؤ — یا تم اپنے پاس ہمیں بھی آج بلاؤ
تم بن سر دربارے کہو ہم کیونکر جیویں — تم بیکسے مر جاؤ اور ہم پانی پیویں
جو ہوتے اس وقت میں تم جیتے شبیر
کیوں جاتی ہم شام کو ہوکر آج اسیر

شقیوں نے یاں بے گنہ اب تم کو مارا — کیدھر ہے ہیہات حسین اب باپ تمہارا
کیا خطرہ اب ہمکو جہان میں اپنی جیکے — جب کتنے ہوں ذبح یہاں فرزند نبی کے
اب جگ میں کسکو رہا ہے جینے کا ارمان
تم سی تو زیادہ نہیں آج ہماری جان

وارث کوئی رہا نہ دل کی کس سی کہیے — اب تو ہیں ناچار پڑے جو سر پر سہیے

امجھ ماں سے مت آنکھیں پھیر　　زیست سے مجکو مت کر سیر

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

تجھسا بیٹا ہووے ہلاک　　جیون مین اس جینے پر خاک
لیکے چھری کو مین غمناک　　تا نہ کرون اب سینہ چاک

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

کیا وہ کرون مین ایسا یاد　　جس سے یہ غم ہو برباد
مر کے مگر مین ہون ناشاد　　قید سے اس غم کے آزاد

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

مطلب سودا اس عنوان　　با نوکرین تھین شور و فغان
روتے تھے سب انس و جان　　ہردم سن سنکر یہ بیان

تجھ بن میرے نور العین
کیونکر ہو اس دل کو چین

مرثیہ مسدس دوہرہ بند

سنو محبو بات کہون مین تم سے رووٗ　　غم ہے شہ کا آج خوشی کو دلسے دھووٗ
جسکو جگ مین لوگ کہین تھی دین کا سلطان　　سیس کٹا اب اسکا تن سے خون مین غلطان

کہتا ہو مین اب تمھین ملکہ پہ خاک لگاے
دین دونی کے تاج کا سر نیزے پہ جاے

اہل حرم سب اسکے رہین انکو رووین　　لے بیٹ بیٹ سر سینہ اپنے جی کو کھووین
کہتے ہین تم چھوڑ ہمین اب کہان سدھارے　　اب ہم کیدھر جائین بتاوٗ دکھ کے مارے

قید ہوئین سب بی بیان بیاہی سب اطفال
کہان رسول اللہ ہین دیکھین جو یہ حال

ستیبا با

اس دکھ کو سن موہو دل مین غمناک
کہتا ہون رو رو سدا سر پہ ڈالو خاک

مرثیۂ مسدس زبان پوربی آمیز دوہرہ بند

کاسین کہیے بات کون من کے بوجھے ... رووت ہون دن رات حیسنا رین جو بجھے
بنین برست نر کھت انگت ہے چھاتی ... پیاسے مارے ہاے بنی کے ایسے ناتی
گیروے کپڑے رنگے مکھ پر ملے بھبوت
پوچھین بی بی فاطمہ کت گیو میرو پوت

رو رو زینب ہاے کہین تم مر گئے بھائی ... بدل تمھارے آج ہمین کیون موت نہ آئی
پوچھ نہین کو بات بیت کی ہم ہن مارے ... کہان چھپین اب جلے کہو دکھ مین دکھیارے
بابا کے تم لاڈلے نانا کے تم چین
امان پیارے کہان گئے میرے بیر حسین

وہ ہی سورج وہ ہی چاند وہ ہی نکست ستارو ... شاہ بنا چھون اور بھیو جگ مین اندھیارو
لیتے ہی جا کو ناؤن لوگ سب سیس نواوین ... سو کہو تو کو آج کہان ہم ڈھونڈھن جاوین
کیسین اب من مین دھرین لوگ تم سب تھیر
جا پر بیتی ہو کبھو سو جانے یہ پیر

لاگ تیر تروار بدن سے نکست لوہو ... سیس کٹو بن نیر تڑپ تڑپ جان رہو
تن ماٹی مین ڈار اور کاٹ کی سیس ہمارو ... ہمکو بیری گھیرے چلے ہین دیت نکارو
سیس کھلی سب بیبیان اونٹون پر اسوار
پیادے زین العابدین کھینچت جائے مہار

اب کون چھورت ناہنہ یہ بیری بیر کے بانی ... جات لیے دا راہ ملت نہین ملمین پانی
شام کو لے بس ہم تو چلے ہین رووت نینن ... لو تھ اکیلی شاہ کی ہے رہ گئی رنین
پانوئین کانٹے چبھین راہ چلی نہین جات
بیری بن ہونگی بھئی آج ڈار اور پات

تمھرے پاچھے بیر نہ الیو ہم دکھ بھرنتے ... جو تم ہمکو مار پہل یک رن مین دھرتے

اے دین کے سلطان بتادے اب تو ہمکو　　کاٹین ہم کسطرح جہان مین تیرے غم کو

اب دیکھا جاتا نہین ہے یہ نپٹ عذاب
یارب ہمکو بھی یہان آوے موت شتاب

عابد جیتا ایک ہے سو تپ کی بیماری　　روتی ہے دن رین سکینہ دکھ کی ماری
کہتی ہے جو ڈھونڈھ مرے باباکو لاوے　　اسکے صدقے جاؤن جو لا مجھ پاس بٹھاوے

کب سنتے ہین دوزخی اب یہ آہ و فغان
بھولگئے سب اس گھڑی نانا کا احسان

لاگ گلے مین تیر موا اک پل مین اصغر　　اور جا ہوا شہید پیاسا رن مین اکبر
قاسم دولھن چھوڑ گیا جان اپنی کھوئی　　اسطرح سے موے کٹم کے رہا نہ کوئی

ہم سا دکھیا کون ہے جگ مین وای دریغ
جسکا پیاسا ہو گیا گھر کا گھر تہ تیغ

زینب اور کلثوم یہی رو رو ہر باری　　کہتی تھی ہر ایک بہت اور دکھ کی ماری
آج ہماری کہان گئی وہ زہرا مادر　　لطف و کرم سے آ کر سر پہ ڈالین چادر

زہرا کی ہم بیٹیان بہنین تری کہائین
سر ننگے یون بیٹھتین اونٹون اوپر جائین

لاڈلی بیٹی آج جو وہ ہے ایک تمھاری　　اور بھتیجی وہ ہم پھوپھیو کی ہے پیاری
لے لے تیرا نام وہ ہر دم یہی پکاری　　مرتی ہون بن موت مین اب اس دھوپ کی ماری

گرمی سی تپھین ہے سایے کا نہین ناؤن
کپڑا بھی اتنا نہین کرین جو اسپر چھاؤن

کربل سے اب شام لیے جاتے ہین شامی　　اس دکھ مین ہو کون بتا ہمسو کا حامی
جگ مین ایسا ہائے ہوا پانی کا توڑا　　جن نے جیتا ایک نہ اب بن مارے چھوڑا

ہم بیکس اب کیا کرین اے دین کے سالار
جنگل گھر بن کسطرح لیے جائین کفار

سنکے سنو یہ سودا کسطور اب غمگین　　اہل حرم کو شام تلک یون لیگئے بیدین
سینے کو کر چاک کسے اب دل کھلاوے　　داغ نہین یہ ایسا جو جیتے جی جاوے

بابا جو تم دیکھو سبھی کٹم کے لوگ
اب کے بچھڑے کب ملین ندی ناو سنجوگ

پانی پر عباس علی کی باھین کاٹین
ایسے بیری کون ہتے بیدرد کسائی

سن سن یہ دکھ ہاے ہماری چھاتی پھاٹین
اصغر کی جن ایک ہی تیر سے پیاس بجھائی

تال بھرے سب جگت کے ندیان ہین ہجار
تا پر پانی نا ملے کا سین کرین پکار

جانو جو مین ٹھور ٹھکا نو بہین بتاؤن
بات کہون مین کاسین مانے کو اب میری

روس گئے ہون کہون تو انکو بیگ مناؤن
سارے وارث راکھ کی پل مین ہوگئے ڈھیری

رہونہ کو دیس پرہم ہین بند یوان
بیگ چھڑاؤ یا نبی اہل حرم کو آن

کہو موسون اب سودا کت گیو کہو تیا
جن کو کہت ہین لوگ ہین وہی سکھیا

بوڑ گئی بن نیر کے گھر کی نیا
بن وارث حیران پھرت ہین ہو کر دکھیا

روت لنبدن جات ہی بھر بھر آوت ہین
کہا جیت سنسار کو پیاسو گیو حسین

مرثیہ دوازدہ مصرع مع دوہرہ

عابد کہتے ہین یہ سب سے
جب سے آیا چھوڑ مدینا
مین دکھیارا کواب رویا
اکبر اور اصغر سا بھائی
کیسا ساتھ ہمارا چھوٹا

روتا ہون مین جگ مین تب سے
پھیر بچا یا اپنا جینا
باپ یہ چچا کربل مین سویا
تنکی ٹک بھی خبر نہ پائی
بیری نے گھر تیر لوٹا

لکھی ہتی جو کرم مین سینٹے مٹے نہ مول
ہونی ہتی سو ہو چکی کاسین کہون رسول

اہل حرم سب بھوکے پیاسے
مجھ سا کون بہت کا مارا

اونٹو پر اسوار ترا سے
قتل ہوا گھر جس کا سارا

گھر مین بیری پھرین اُتارت سب کو گہنو ۔ بیر اب کس کام ہمارو جگ مین رہنو

لیگئے بیری لوٹ کے گھر کو مال و منال
دیجے کہا لنے اب کفن گئی نہ چھاڈ رومال

کھینچ کھینچ ترو ازیدی ہمن ڈرا دین ہو ۔ عابد کو بستر پر سے برجور اُٹھا دین
جب دیکھو اوت دیت دکھائی اب کہ دونو ۔ تم بن بھائی آج مدینو ہو گیو سونو ہو

لیسے کر او جڑ ہوے وہ آج ہماری بھائو
اب تو آئی کربلا چھوڑ مدینا گانو

امان چلے بیر نپٹ بابا کے پیارے ۔ پھر نہ پھرے اودھر سی ایسے کہان سدھارے
بیر تمھارے مرن ہتو گھر بیری لوٹین ہو ۔ ہم سے بندیوان کہو کیسے کے چھوٹین

ساتھ تمھارے جو تھے مرگئے سیس کٹائے
شہر مدینے پھر ہمین کون اب دی پہونچائے

اتو کوؤ رہو نہ جگ مین کا کو تیر ون ہو ۔ ہین بیری اب ساتھ تخین مین کیسے پھیرون
بیر بھتیجے پڑے ہمارے رن مین کو ٹین ۔ دیکھ کے انکو ہم سب سر کے بار کھسوٹین

تھے جو سب کے سیس کے دین دنی من تاج
سور تو رن مین جوجھ کے رل گئی خاکین آج

باپ کو اپنے دیکھ سکینہ تھاری رو وے ۔ ملت نہ اتنا نیر وا کے تن کو دھو وے
تھار ڑی سر پر ہونٹھ یہ چاہت پیاس کی مارے ۔ بابا دیئو جواب سکینہ تمکو پکارے

رہ نہ سکت مین یک پل چھوڑ لت بنت نہ توہ
روؤن نا تو کیا کرون بپت پڑی ہی موہ

اور کہو مین کیا سنون قاسم کے دکھ کو ۔ دیکھنے پائی نیک نہ دولھن وا کے مکھ کو
بیاہ مین جیتا رہو نہ کوؤ ہتو سنگھاتی ۔ یا دولھا کے ساتھ گئے مر سبھی براتی

گھر گھیرے ٹھاڑے سبھی نیگی مانگین نیگ
دینو پوت کا سیس اب دولھا کی مان نیگ

بیٹی ہو بلہار تمہارے مکھ سین بولو ۔ سووت ہوے بڑی بار تنک تو آنکھین کھولو
جیوت ہو تو بیگ کرو اب ہم سے بتیان ۔ مر گئے ہو تو کہو لگون من کا کی چھتیان

ساتھ حرم کے جائیں یزیدی   کافر سے بدتر وہ گیدی
جو جو دکھ آنکھوں سے دیکھا   اب میں کروں کہاں تک لیکھا
مجھ پر جو گذری بیدادی   کس سے ہوں میں جا فریادی
شام چلا میں تنہا جاؤں   ساتھی اپنا کس کو لاؤں
چابک مار چلا دیں مجھکو   تیغیں کھینچ ڈرا دیں مجھکو

چچا برادر سب موے بابا کی نزدیک
ایسا اب کوئی نہیں کہ میں ہوؤں شریک

کون پیادہ راہ چلا تھا   مرنا ہی اس سے تو بھلا تھا
باپ کا ظالم حلق کٹا دیں   سر برچھی پر دھر لیجا دیں
بابا سر پر رہا نہ جیتا   کیا میں کہوں جو مجھپر بیتا
شقیوں نے مل کر بن پانی   کھودی دیں کی سب آج نشانی
کیسا ہمپر آج غضب ہے   حد سے باہر رنج و تعب ہے

بابا جسکا پیاس سے رن میں کھویا جاے
سو کیونکر جیتا رہے مجکو دے بتلاے

کیونکر شہر مدینے جاویں   کسکو واں جا منہ دکھلاویں
انکے سر پر رکھی نہ چادر   ظلم ہوا یہ صادر ان پر
قید ہوئے سب جب گھر لوٹا   چھوٹا وہ جو جی دے چھوٹا
ذبح کیا وہ باپ کی صورت   جو بھائی تھا نبی کی صورت
قاسم دولھا کو یوں مارا   لوہو میں ڈوبا سہرا سارا

آئے جو تھی بیاہ میں اس نوشہ کے ساتھ
ماٹی پہ تڑپیں پڑے کٹ کر پاؤں ہاتھ

کون گھڑی وہ بیاہ رچایا   جن نے اس کا سیس کٹایا
دولھن اس کی رووے گھر میں   رانڈ ہوئی جی کھووے گھر میں
کہتی ہے اے دولھا میرے   اب گھر میں آمد تے تیرے سے
کیدھر جاکے لیا ہے بسیرا   اکباری ادھر کر پھیرا

مین تنہا اونٹون کے آگے — پیر پیادہ کانٹے لاگے
طوق پڑا گردن مین بھاری — تس اوپر تپ کی بیماری
راہ چلی جاتی نہین غم مین — طاقت نہین ذرا اب دم مین

جو مین ٹک بھی ٹھہر کر روون ڈھاڑین مار
یا بیری سر یون کہون مارے تلوار

اپنا کوئی یار نہ یاور — درد ہمارا کس کو باور
ہے جو سکینہ بہن ہماری — روتی ہے بابا کی پیاری
کوٹ کوٹ وہ اپنا سینا — کہتی ہے یون اب کیا ہے جینا
بھائی بھائی کس کو کہون گی — کیونکر جیتی اب مین رہون گی
ایسے بھائی جائین مارے — کیدھر جا کر بہن پکارے

کس پر گذرا یہ ستم جو مجھ پر ہے آج
مین دکھیا اب کیا کرون نکست آوے لاج

اصغر تجکو گود کھلاؤن — کھول آنکھین ٹک بل بل جاؤن
کن نے تیرے تیر لگایا — کس بیری نے مجھکو کھپایا
بیرا مجکو اب کیون بھولا — خالی تجھ بن ہے یہ جھولا
مان تیری روتی ہے تجکو — چین نہین اب ایک پل مجکو
دودھ کی جا گہ اے میری جان — حلق سے تیرے گذرے پیکان

لے لے تیرا نام اب روتی ہون دن رین
ایسا بیری کون تھا جن نے کھویا چین

اور علی کا مین ہون پوتا — جاتا ہون اس دکھ سے روتا
بنت محمدؐ جن کی مان تھی — کوئی ان کے سنگ نہ ساتھی
جیتا رہا نہ کوئی رن مین — جاتی ہین یہ روتی بن مین
چاہون کسو سے کیجے جاتین — کوئی نہ بولے ادھر آتین
ایسا کون مدینے جاوے — سرور کو یہ خبر سناوے

جسکو نت پیاسا کہتے تھے شبیر — اسکا بیٹا لاولد دیکھو یون ہوا اسیر

یاد آتا ہے جب وہ اصغر — مجھ دل پر گذرے ہے محشر
اکبر بھائی میرا پیارا — تن سے اُس کا سر ہے اُتارا
قاسم دولھا کی وہ جوانی — میرے چچا کی تھی جو نشانی
یاد آتی ہے مجکو ہر دم — برچھی سے لاگے ہے پیہم

جب پہونچونگا شام مین ظالم کے دربار
یہی کہونگا قتل کرا ہے سہو اک بار

گردون کو اب یہ خوش آیا — ٹک بھی آج نہ وہ شرمایا
آل نبی کیا اس لائق تھے — سب عالم سے وہ فایق تھے
جسکو اُن نے یون کٹوایا — لٹوا کر وہ گھر پٹوایا
آگ دلائی ویسے گھر کو — سب ساجد تھے جس کے در کو
عقل سے بہرہ جسکو ہووے — خواہش دل کی اُس سے کھووے

کیا کہیے اس چرخ کو ایسا ہے بے پیر
ہمسون کی بھی بیت کی ذرہ نجانی پیر

ہو جو محب ہمارا کوئی — حق مین اُسکے ہے یہ نکوئی
حال ہمارے پر غم کھاوے — جنت مین وہ بیشک جاوے
درد ہمارے مین جو جیوے — کوثر کا وہ پانی پیوے
قطرہ آنسو کا جو ڈالے — بخشالیش کا تخم وہ پالے
رووے یا خلقت کو رلاوے — دوزخ کی آنچ اُسے نہ آوے

عالم جسکو اے سودا کہے مدام امام
جگ مین تو بھی رویوے لے اُسکا نام

روتی ہون مین تجکو بن بن ۔ کس کی سے کہے ہوئے یہ ان بن

مجکو قاسم بیاہ کر کدھر گیا ہے روٹھ
لوگ کہین مارا گیا مین جانون ہون جھوٹھ

جیتون کی تو بھوک تجھانی ۔ مرتون کو بھی دیا نہ پانی ہو
پیاس کے مارے نین یہ برسین ۔ بوند کی خاطر بچے تڑپین ہو
جاکے چچا بھی ہاتھ کٹاوے ۔ تیر پانی ہاتھ نہ آوے
پانی پر کیا کیا کچھ بیتا ۔ جو کوئی گیا نہ آیا جیتا
پانی کی ہر موج تھی کالا ۔ دہان جو گیا اُس کو ڈس ڈالا

باپ چچا اور بھانجے بھائی اور غمخوار
ایک ہی باری مر گئے پیاسے ندی کنار

جتنے بھائی جان تھے میرے ۔ سب وان ہو گئے خاک کی ڈھیرے
ایسا کون جو مجھ تک آوے ۔ مجھ بیکس کی ہیر بٹاوے
ہین جو حرم سو وہ بیچاری ۔ مرتی ہین غربت کی ماری
پھوپھیان میری باپ کو روین ۔ مان رو رو جی مجھپر کھووین
بہنین ہین جو سو کون پیٹین ہو ۔ لوہو کی اڑ اڑ پڑتی ہین چھینٹین

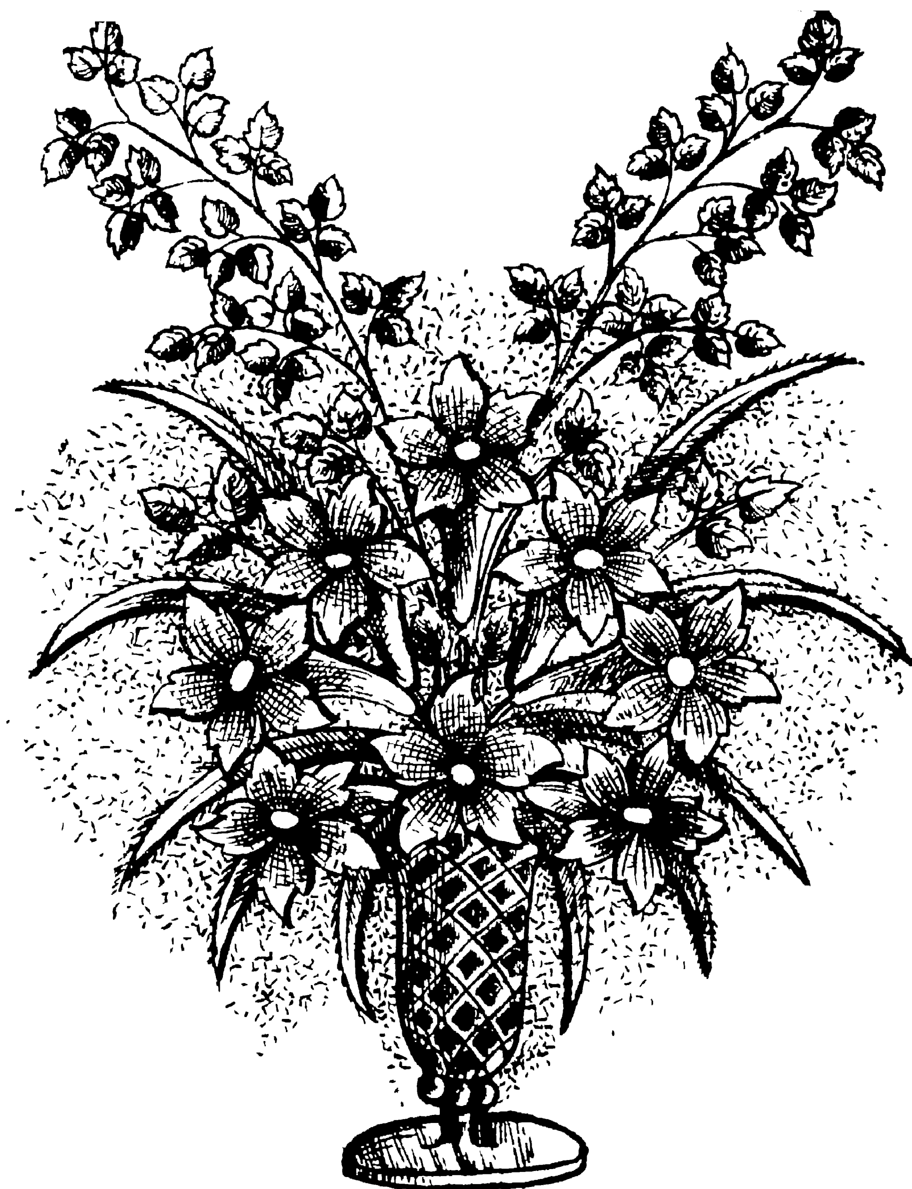
جب مین انکا کون ہو تم بن آج حسین
کون تسلی دے ہمین کیونکر آوے چین

وہ بابا جس کو پیغمبر ۔ جی سے بھی رکھتے تھے بہتر
جس بابا کا باپ ہو حیدر ۔ قبضے مین ہو اس کے کوثر
لب سوکھے بن پانی جس کے ۔ خاک اور خون مین پڑا وہ سسکے
سر نیزے پر ہووے اُس کا ۔ شمر لعین جی کھووے اُسکا
آج عجب کچھ ظلم و ستم ہے ۔ دین کا والی یون بیدم ہے

کن انکھون سے یہ ستم مجھسے دیکھا جائے
یانتک روؤن رات دن تا کچھ نظر نہ آئے

پھر نہ کسی نے مجھے دکھایا ۔ وہ جو تھا زہرا کا جایا

اعتراضات



مضامین معاملہ واداازین تشویش ہموارہ سنگ بلا بسینہ میکوفتند اشک حسرت از دیدہ میراندند تا آنکہ بفضل وکرم ایزد باری با بخت وطالع سخنوران مددگاری کردہ آن جماعہ در زاویہ عدم متواری کہ آفتاب ظہور جناب مرزا رفیع سودا از مطلع فضل وکمال شارق وبازغ گردید و این فرقہ دستخوش غم وجماعہ پائمال الم کہ راقم حروف ہم از آن گروہ است بداد خود رسید بر صدق مقال این ہیچمدان ناقل بیان تمام کلام بلاغت نظام آن قدوہ متاخرین بل شرف متقدمین ومتوسطین خصوص قصائد ومثنویات وغزل شاہدیست روشن وبرہانیست مبرہن اگرچہ این احقر العباد ضراعت نہاد کہ ناآشنای قلم وسواد بل بیگانہ اقلیم استعداد است نہ چیزی با غرہ دیگر عناد دارد ونہ بجناب مرزا رفیع کہ خلاق معانی تازہ گذشتہ زیادہ از انتہا اتحاد لیکن چون مصرع انصاف شیوہ ایست کہ بالای طاعت است + وہم شیفتہ نازنین صنمان افکار دردمندانہ وگرفتار عنبرین مویان اشعار متین وعاشقانہ است داز کمان ابروی شاہدان کافرکیش خانہ برانداز مضامین وکلام متین تیر در جگر خوردہ وخامہ صبر وقرارش را سیلاب عشق کافر نگاہان سخنان محاورہ قدسیہ سیلاب بردہ وجناب مرزا در احیای اموات بخاک خفتگان این علم مسیحائی بعمل آوردہ اند لاجرم در تحریر این سطور واداے وام آن مغفور مبرور مجبور گردید امید از سخن فہمان معنی یار وصاحب کلامان انصاف شعار آنست کہ مطعون خودنمائی نگردد این چند اوراق براے مہر کردن دہان زیادہ گویان مرقوم میگردد۔

قصیدہ

کیا حضرت سودا نے کی لے مصحفی تقصیر ۔۔۔ کرتا ہی جو ہجو اوس کی تو ہر نظم مین تحریر
خوبی سخن سے ہی جو آفاق کا ممدوح ۔۔۔ سو اوسکی تو اور اوسکے سخن کی کرے تحقیر
جو شاعری سے ہے غیرت نقاشی مانی ۔۔۔ جن شعر سے شرمندہ ہے بہزاد کی تصویر
جو شاعری پہونچی ہی فرنگ وصفاہان ۔۔۔ اور لیکے عرب تا عجم اوس نے کیا تسخیر
کرتا ہو تو اوس شاعری کی ہجو ومذمت ۔۔۔ جو شاعری خورشید کی صورت ہی جہانگیر
یہ سنکے جو پر مغز ہین کہتے ہین سمجھے پوچ ۔۔۔ اور پوچ ترا پوچ تری جاذ این تقریر
فضل وہنر وعلم مین گذرے ہین جو کامل ۔۔۔ ہر اک سی ہے این وہ مقرا پنے یہ تحقیر
اس مرتبہ نقص انہی کے ستھے کرسکے در نے ۔۔۔ خالق نے کیا تھا تب انہین صاحب توقیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سطرے چند بطور دیباچہ تصنیف یکی از تلامذہ ارشد مرزا رفیع المتخلص بسودا مع قصیدہ نہ صد و پنجاہ شعر بنظر مہتمم این مطبع در آمد داخل کلیات معجز سمات کردہ شد مرزا محمد رفیع السودا اتعداد مدارج فضل و کمال این مرد بزرگ مقدور حاملہ زبان و بیان و بنان نیست و این معنی مثل آفتاب انور بر ہمہ عالم روشن است و آنچہ بعضی صاحبان سابق و حال از شیخ و شاب ملال خاطر بہم رسانیدہ چیزی در حق ملانمائش تعبیر کردہ دل را خالی کردہ اند میکنند زیادہ از دہن ایشان است ناحق ستم بر نامہ و خامہ نمودہ و عبث راہ الصافی بیہودہ چرا کہ در عالم سخن ہندی مرتبہ مرزا بکمال رسیدہ و این فن بسر حدا تمام رسانیدہ از عرش برین نگذرانیدہ نردبان فکر و اندیشہ این مردم را ادعاے رسائی آن رواق بلند خیالے است محال بل حرف ست دور از خیال زیادہ گوئی خود را مضحکہ روزگار ساختہ اند و عبث بلاف و گذاف بزبان ہا درانداختہ اگرچہ مرزا فاخر متخلص بمکین نیز بسبب شکر آبی کہ فیما بین جناب رفیع و مرزا مذکور از لکھنؤ بمیان آمدہ بود چنانچہ از رسالہ عبرۃ الغافلین مفصل و مشروحاً احوال واضح مے شود لیکن آخر از تازیانہ تحمل و اغماض آن جناب متنبہ گشتہ بتقریر این الفاظ کہ با این ہمہ بیان واقع آن ست کہ مرزا رفیع سودا یگانہ روزگار بودہ است مقر کمال آن جناب گردید و قطع نظر از اخلاق حمیدہ از کمالات بلاغت و فصاحت شعر و سخن جناب رفیع حقی برین فرقہ بل ہر کہ سر بسخن ہندی داشتہ باشد گذاشتہ اند کہ ہیچکس از عہدہ شکر آن بردن نمی تواند برآید و احدے اداے این دام نباید نمود چہ بر صاحبان سخن و مالکان این فن ہویداست کہ بعد انقضاے دورہ فارسے گویان نوبت پادشاہی ملک سخنورے ریختہ ہندی بولی دکھنی و باخی و ابرو وغیرہ رسید طور و طریق فصاحت و بلاغت و متانت را صاف یک لخت از صفحۂ روزگار برانداختہ و از خشت و گل محاورہ کج مج تلاش ابہام و بزبان خام بموجب خاطر خواہ خود قصری بلند برافراختند نہ بہ غرفہ مضمون آن شاہد رعنائی فصاحت و بلاغت جلوہ پیرا دنہ بر بام خیالاتش ماہ روے بادای تازہ و نزاکت و متانت سرگرم تماشا دل دادگان شاہد رعنای اشعار دردمندانہ ازین جہت ہمیشہ در آتش غم می سوختند و تیر در جگر خوردگان عشق بیان

تو جانے بلیغ آپ کو اور تیری حماقت — کرتی ہے سدا جہل کی بنیاد کو تعمیر
دعوائے بلاغت کا تری ہی یہی مصداق — اس قطعہ کو اسواسطے کرتا ہون تحریر
کیا خوب مضامین مین کرتا ہی مذمت — محمود دون کی تو اپنے ہو آزردہ و دلگیر

منہ

بعضے حمقا کا جو پدر ہووے ہی گا ہے — آسنے سے پیدی کی جوانی ہی مین جن پیر
از روئے تناسب وہ اُسی زال سمجھکر — کہتے ہین کہ ہم رستم دستان کی ہین ہمشیر
پھر اسپہ یہ دعوی کہ کہین شیر ہے مارا — کرلاوے جو صحرا کی سیہ گربہ کو نخچیر
پڑے جو ہین ٹک صورت تسیرت مین منیر — کب شیر کی بچے سے کرین نسبت خنزیر
کیا اسپ معانی کو کدا دینگے وہ جن پاس — نے پوزی نہ پٹا نہ فراخی ہی نہ خوگیر

مصنف

ہے سب یہ تری شاعری اعجوبہ ولیکن — اعجوبہ تر اس سب سی ہی خنزیر کی تقریر
دعوائے بلاغت کا سبب حمق ہی تیرا — طینت کا بلیغون کی نہو حمق سے تخمیر
ہی واقعہ مین جو کہ حقیقت کا تری حال — دریافت کرا اوسکے تئین کہتے ہین جماہیر
گر عمر طبیعی کو بھی پہونچے تو یقین ہے — پہونچے نہ بلاغت کو تو نابالغون کی پیر
تو حمق کو جانے ہی بلاغت سو کیا ہی — خامہ نی بلیغون کے ترے حق مین یہ تحریر
کرتی ہی بلاغت پہ تری لعن بلاغت — سن تیری فصاحت یہ فصاحت کی ہی تقریر
اے مصحفی جانے ہی تو اپنا جسے دیوان — نفرین خلائق کی ہی گویا کہ وہ جاگیر
جو مانی و بہزاد سے رکھتا ہے زیادہ — صورت کشی معنی و مضمون مین تشہیر
مضمون و معانی سی نہین بہرہ کچھ اسکو — کہیو وہ زبان جس سی تو کرتا ہی یہ تقریر
رکھ چشم حماقت پہ ذرا عقل کی عینک — باریکی مضمون کی دیکھ اوسکے تصاویر
پیرو ناز معانی کی ہین کس رنگ کی چہرہ — اور کیسی صفائی سے ہی اون چہرون کی تحریر
انداز تبسم چہرونکی اون حور وشونکے — تصویر بھی ہی دیکھ کے غرق خوی تشویر
تم بھوی کمان دیکھے گر اونکا خم ابرو — مژگان کی کجی دیکھ اگر ڈرکے نہ چلے تیر

مغرور جو اتنا ہے تو اس بے ہنری پر — کیا کبر و منی سے تیری طینت کا ہی تخمیر
دیکھا تو یہ غرہ ہے ترا از رہ تحمیق — مغرور ہے تو ہے یہ ترے حمق کی تقصیر
کمزور جو اپنے تئین جانے ہی زبردست — بے شبہہ و شک آئے ہی ہر ایک کی وہ زیر
گذرے ہین جو استاد سخن اپنے وہ اشعار — سب کر گئے ہین فخر و مباہات مین تحریر
بے بہرہ معانی سے سخن بسکہ ہے ترا — لفظون مین ارادہ ہو ترا کیونکہ گرہ گیر
یہ شعر ہی فخریہ ہین سب بے معنی کہ جسمین — تو شاعری کے دعوے کی ٹھونکی ہی بم و زیر
سو منصفون کے واسطے تا اسکو نہین وہ — مضمون کو کیا اوسکے ہین اس ہجو مین زنجیر

شعر مصحفی

شانہ پہ میرے مہر نبوت نہین نہین — کرتا مین صاف دعوی وحی و پیمبری

مضمون شعر مصحفی

شانہ پہ نہین مہر نبوت نہین کرتا — پیغمبری و وحی کی دعوے کی مین تشہیر
یہ بات جو واہی تو بکا بند کر آنکھین — اس حرف سے کیا پاوے تری شاعری توقیر
تخصیص یہ تجھ سے ہے نہین شانہ پہ جس کے — ہو مہر نبوت کرے دعوے پہ موا اصیر
اس شعر سے کچھ شعر کا فخر یہ نہ نکلا — اور پوچ یہ بک کر تو ہوا داخل تکفیر
اس مہر نبوت کے جو مضمون کو تو لایا — نزدیک تری فہم کے ہے تازہ یہ تقریر
اولجھاؤ یہ اس تازگی معنی نے ڈالا — عاجز ہے جسے سلجھانے مین ہی ناخن تدبیر
لائے ہین کہین مہر نبوت کا وہ مذکور — جو شاعری کے فن مین پیمبر ہین مشاہیر

مضمون منہ

سودا کی تئین کہتے ہین تھا شاعر مغلق — کیا مصرعہ بے ربط کیا تو نے یہ تحریر
سو شاعری اوسکی تو بلیغونپہ عیان ہی — بے معنی ترا اوس سے ہی زیادہ یہ تسطیر
سودا کو کوئی شاعر مغلق نہین کہتا — یہ خلق پہ ہے از رہ بہتان تری تقریر
کہتے ہین وہ خلاق معانی تھا جہانمین — مذکور جہان آئے ہی سودا کا بہ تذکیر

پھر طلب فائدہ خوش گوئی سودا
تو غور سے گر دیکھتا لے حمق کی تصویر

اندیشۂ بے معنی تری طبع کا ہو خضر
کرتا نہ تجھے وادی بدگوئی کا رہگیر

پر کثرت نشہ سے نمے حمق کی تجکو
فرصت نہ دی اک آن جو آنکھونکے تئین چیر

حسن و سخن و لطف بیان دیکھتا اوسکا
اور بکتا نہ ہذیان یہ لے واہیونکے پیر

منہ

سچ پوچھو تو اردو کی فقط صاف زبان ہی
مضمون نہین کرجاتا زنہار وہ تحریر

اوس شاعر ساحر کی کہے حق مین تو یہ بات
ہے تیری حماقت کی دلیل اب یہی تقریر

سودا کے سخن کے تئین اوستاد تو اپنا
کرتا اگر لے جرعہ کش بادہ تقصیر

اسطرح سے میدانین تقریر و بیان کے
یہ ٹھوکرین کھا کھا کے نہوتا زبر و زیر

دیکھ اونکے کلامونکو جو سکھے ماسبق اوسکے
اوستاد بنا ہر کوئی زیر فلک پیر

ہوتے وہ اگر تیری طرح حمق کے پابند
تو قطع نہو جاتی وہ اوستادی کی زنجیر

ابتک ہی اسی بات کا یہ سلسلہ جاری
ہین سب ہوئے اوستاد بتقدیم و بتاخیر

تو اوسکو کہے صاف زبان دیکھ کے جسکی
نقاشی کو ہے خاک بسر کردہ تصویر

کیا سہل سمجھتا ہی تو اوس صاف زبان کو
گر سات جنم لیوے تو بالفرض زتقدیر

ویسا نہو یک لفظ زبان سے ترے جاری
پیدا کرے ہرگز نہ ترا نطق وہ توقیر

یہ شعر جو بے معنی دوا ہی تو بکا ہے
اس طرح کیا مصرعون کو اوسکے بین زنجیر

معنا و سمین بھی تو غور سے دیکھے تو بہتا جا
یون مصرع اول کو تو لایا ہے بہ تقدیر

منہ

معنی ستم لفظ سے فریاد کنان ہے
اور مصرعۂ ثانی مین یہ مضمون ہی گرہ گیر

اتنا تجھے سوجھا نہ یہ کرتا ہون مین جسکے
نطق و سخن و شاعری و شعر کی تحقیر

عالم کے جہانین صفحات دل و جان پر
نقش حجر آسا سخن اوسکے کی ہے تحریر

سودا کے سخن کو وہ دیا حسن خدا نے
سنکر جسے تحسین کو دشمن نکرے دیر

تو بد ہی جو اسطرح سے بدگوئی کرے ہی
سودا کے سخن سنجی کی اے مایۂ تزویر

ابرو مژہ و چشم و نگہ ناز و کرشمہ
چشم اونکی مین اوستادی رکھا ہی یہ غمزہ
رخسار ہین اونکے وہ بہار رنگ کہ جنکے
خوبی خط اونکے سے بنفشہ کو ہی سودا
زیبندہ کیے زلف و فریبندہ کیے خال
محبوبی و انداز و ادا خوبی و شوخی
دیکھ اونکے قد و قامت و رفتار کا عالم
بہزاد سخن تھا وہ جب اسطرح سے اوسنے
ہین تجھسے ہزارون بہان جیت لگا رو
اقلیم سخن مین تھا وہ بہزاد کا اوستاد
روغن سے معانی کے تو اور رنگ سخن سے
طراحی تقریر کو سمجھے گا نہ ہرگز
الوان معانی سے تو آگاہ ہو کیونکر
سودا کے مضامین کا چربا تجھے تجھ سے
اعجاز کو سودا کے اور افسون کو اپنے
گوسالہ کو جبرئیل سے کیا نسبت و کیا ربط
ہو داغ برص کا نہ کبھو اوسکے برابر
دعوی کرے ہے ہمسری و ہم سخنی کا
اسکو تو یقین جان کہ بیہودہ ہوا ہے
سودا کی جو تحریر معانی سے ہے مساوی
بازار کی مورت ہوا گر اوس کے برابر
ٹک دیدۂ تفہیم سے تو دیکھ وہ دیوان
آئینہ عروسان معانی کا ہے گویا
دیوان کو مدون نہ کیا بلکہ بھائین
اے شپرہ بینائی مین آنکھین ہین تری کور

کی یکسر مو کھینچنے مین اوس نے نہ تقصیر
سوراخ ہی جس سے جگر عاشق دلگیر
گل ڈالے ہی غیرت سے گریبانکی تیئن چیر
مرغول کیے زلف سے سنبل ہی بزنجیر
دکھلا خرد و ہوش کو کرتے ہین وہ تسخیر
ہر عضو مین اونکی ہی بھری اوسنے یہ توقیر
حیران کھڑا سرو ہے شمشاد زمین گیر
کھینچین ہین نگاران معانی کی تصاویر
جو سمجھین نہ پرواز کو اور جانے نہ تحریر
تب کھینچ گیا حسن معانی کی تصاویر
واقف نہین کیا جائیگا تو کھینچ کے تصویر
گردے کی سخن کے نہین آئی تجھے تدبیر
یہ رنگ گراتی نہین ہرگز تجھے تقطیر
اتنی بھی لیاقت نہین رکھتی تری تقریر
یک پلہ سمجھتا ہی تو اے سامری کے پیر
فرعون کو ہو موسی عمران کی نہ توقیر
بخشی ہے خدا نے ید بیضا کو جو تنویر
ساتھ اوسکے تو اے مادۂ حیلہ و تزویر
تیرے سر بیمغز مین یہ خبط گرہ گیر
تب اوس سے ہو تیری جو وہ بیہودہ ہی تقریر
ہووے جو بنائی ہوئی بہزاد کی تصویر
تا سیر مرقع سے طبیعت ہو تری سیر
از بسکہ پر از نور و صفا اوسکی ہی تحریر
وہ ایک پریخانۂ چین کر گیا تعمیر
اوس پر تو خورشید کی مطلق نہین تقصیر

وہ بادی راہ سخن ریختہ جس سے
جن روزوں میں حامل تھا سخن کا ادی اکمل
تو ویسے کی اذکار کو از بسکہ ہے اک جا
اوسکا یہ نتیجہ ہے کہ تیرا سخن و شعر
چھائی تری آنکھوں پہ زبس حمق کی چربی
بینائی اگر ہووے ترے دیدۂ دل میں
کہتے ہیں کہ سودا نہیں اس عہد میں اب ہی
سودا جو نہیں ہے تو نہ ہو میں تو ہوں بیٹھا
پر دیدۂ انصاف زبس کور ہیں مجکو
سودا کی جگہ پر تو زبان اپنی سے ایسا
تا کفش کن اوسکی نہ تیرا لو پہنچے کبھو وہم
سودا کی جگہ کے تو ملائک ہیں نگہبان
کرتا ہے جو شیطان کیطرح جانیکا وان عزم
سودا کی جو مسند ہے معانی کی سو اوس پر
کی لات زنی تو نے جو بیہودہ یہ سنکر
بیٹھیگا تو کسطرح سے سودا کی جگہ پر
سودا کی جگہ سے ہے تجھے فاصلہ اتنا
ہیں دیدۂ انصاف تو خورشید سے روشن
ہر کوئی سمجھتا ہے تجھے دُردکش سودا
کیا ربط سخن کو ترے سودا کے سخن سے
جس جا میں کہ جا صاف سخن اوسنے پیا ہے
گذرا ہے وہ عالم میں اک استاد زبردست
خوبی معانی کہوں یا بندش الفاظ
تھی ریختہ کی قدر خزف ریزہ سے کمتر
عالم میں وہ اک قلزم زخار سخن تھا

سب پیروں میں وہ پیشروی کر گئے ہیں پیر
تھی میر کی تب مبتدیانہ ہی نہ تقریر
سو جب وہ بتقریب چلاتا ہے بہ تحقیر
نزدیک خلائق کے ہوئے رتبہ و توقیر
اندھا ہے تو اسمیں نہیں مطلق تری تقصیر
یوں موند کے آنکھوں کو نکرتا تو یہ تقریر
یہ حرف بھی کیا محض غلط اوکہتا ہے تشہیر
سودا کی جگہ مسند معنی پہ بہ توقیر
ہو دردی کش سودا بھی سمجھتے نہیں بے پیر
جا بیٹھا وہ گویا ترے بابا کی تھی جاگیر
دی اوسکی جگہ کے تئیں خالق نے یہ توقیر
وان جا نہیں سکتا ہے خیال فلک پیر
بھگواتے ہیں وہ مار کے آتش کے اسے تیر
کہتا ہے تو بیٹھا ہوں میں با عزت و توقیر
دانا تجھے دشنام دے کرتے ہیں یہ تقریر
شیروں کی جگہ پر نہیں بیٹھا کبھو خنزیر
جتنا کہ تفاوت رکھے توقیر سے تحقیر
کھودی سبل حمق نے لیکن تری تبصیر
گر صاف سخن طبع سے پاتا تری تقطیر
ذرہ میں کہاں مہر جہانتاب کی تنویر
اوس جا نہ فرشتہ کے تئیں لے گئی تقدیر
کیا کیا کروں اوصاف سخن اوسکی میں تحریر
پاکیزہ بیانی کہوں یا صافی تقریر
دی اوسکی زبان نے گہر لعل کی توقیر
مضمون گہر اور آب تھا غواص گہر گیر

اوس انوری ہند نے دیوان مین اپنے ... اک شعر کیا ہے اسی مضمون کا تحریر

سودا

ہے میری صفائے سخن آئینہ کے مانند ... جو بد ہے لگا دیکھ اوسے بد کرنے وہ تقریر
موندا انکھونکو اسطرح جو منہ تونے دیا کھول ... اس حرف کا سمجھا نہ تو اتنا زبر و زیر
یکتا ہی تو یہ جس سخن ایجاد کے حق مین ... اوسکے سخن و شعر کا آفاق ہے تسخیر
یہ شعر ترے جو سُنے گا ہجو مین اوسکے ... بد کہنے مین ہرگز نہ کرے گا ترے تاخیر
مین تجھسے یہ پوچھون ہون بتا کیا ہی وہ معنی ... جو ہی ستم لفظ سے فریادی و دلگیر
کس شخص مین ہین اوسکے سے الفاظ و معانی ... شاعر جہان جتنے ہین گمنام و مشاہیر
فکر اوسکے نے بخشا ہی معانی کو جو کچھ رنگ ... یون لعل کو دے رنگ نہ خورشید کی تنویر
سودا کی فصاحت ہی جو کچھ نظم بیان مین ... رکھتی وہ فصاحت نہین خاقانی کی تقریر
وی اوسنے وہ الفاظ و معانی کو بلاغت ... پھبتا ہی کے خلق جو سحبان کا اوسے پیر
ہر معنی و ہر لفظ ہے خورشید سا روشن ... ہر شعر مین خامہ نے کیا اوس کے جو تحریر
اشعار کے ملحوظ مراتب سے قراین ... جسطرح سے تھے اوسکو وہ کب آئین یہ تقریر
پیکر کے قصیدہ سے غزل تا بہ مخمس ... ترجیع سے تا مثنوی وہ مخزن تحاریر
مطلع سے غرض کھینچ گیا تا حد مقطع ... ہر شعر مین معنی کے جُدی رنگ سے تصویر
انداز ہر اک اوسکے قصیدہ کا جو دیکھو ... تمہید سے ہی تا گریز اک نئی تقریر
وہ ربط سخن اور وہ آئین بیان کا ... پاوے نہ کبھو کوئی کرے کیسی ہی تدبیر
دعوے جو کرے ہمسری کا شعر مین اوس سے ... داناؤن مین ہوتا ہے بہ تحقیق وہ تشہیر
ہر چند اوڑے عرش پہ جا ذہن کسی کا ... پر ذہن کے سودا کے رہیگا وہ سدا زیر
مضمون کی تھی پھلجھڑی گویا ذہن اوسکا ... کیا منہ جو کہے کوئی وہ گلریزی تقریر
گو نام کو ہندی ہی پہ از فارسی ہے وہ ... اشعار مین اوسکے وہ مضامین ہین گرہ گیر
کب سیر گلستان کی خوش آوے اوسے رکھے ... دیوان کو سودا کے نظر اپنی کی جو زیر
وہ مخترع طرز کہ طرز قدما پر ... کھینچا خط نسخ اوسکے ہی خامہ نے بہ تحریر
رنگ سخن ریختہ کرتا ہے اوسی کا ... اب فارسی کا رنگ رخ اوستادون کی تغیر

جون گر گیا وہ سارے زمانے کی مذمت — کرتا ہی اوسیطرح سے ہر ایک کی تحقیر
رکھتا نہین اوس مہر سے ذرہ کی بھی نسبت — کر اوسکی نہ تقلید کی دل اپنے مین تدبیر
تھا اہل ولادیت سے وہ اور شاہ عالم — اوسکا بھہان ہو نہ سکا کوئی گلوگیر
کی ہجو ہر اک شخص کی ہر چند کہ اوسنے — پر اس سے طرف اوسکے نہ عائد ہوئی تقصیر
ہی ایک سبب یہ کہ وہ خود آپ مغل تھا — اور جتنے بزرگ اوسکے تھے مغلونکے تھی وہ پیر
اور دوسرے مغلونکی ہے خلقت مین تجبّر — کرتے ہین سدا ہندیون کو یاد بہ تحقیر
اور تیسرے ذہن اوسکا سا پیدا کرے کوئی — یہ بھی ہی محالات سے نزد خرد پیر
معذور رکھا اوسکے تئین کتنی جہت سے — اک شخص سے ایسی ہی موافق ہوئی تقدیر
کیا اپنے مین تو فضل و بزرگی و مشیخت — سمجھا ہی بتالے زر تحقیق کی اکسیر
ظاہر ہی حسب اور نسب بھی ترا مجہول — تحقیر کو ننگ اوس سے ہی تیری ہی جو توقیر
حیران ہون مین ایسے نسب اور حسب پر — اس عجب و تکبر مین تو کرتا نہین تقصیر
باطن سے ترے کھائے نہ بد باطنی لگّا — ظاہر کی بدی ہی تری آفاق مین تشہیر
اس ظاہر و باطن پہ کہ مت کیجیو روزی — یہ صورت و سیرت کسی کافر کو بھی تقدیر
مرزا کو ترے سامنے مطلق نہین کچھ قدر — یک ذرہ نہین پاس ترے مہر کو توقیر
بے پیر تو کہتا ہی جنھین اونکی زبانی — مطلع ہی یہ پہونچے نہ جسے مہر کی تنویر

مطلع

بے پیر فقط تو ہے کسی کی نہین تقصیر — سودا سا نہ کہہ جانئے کے خلق کو بے پیر
کہتا ہی جو ہر ایکو اب تو یہ کہ مجکو — دُردی کش سودا بھی سمجھتے نہین بے پیر
کس بات مین سمجھین تجھے دُردی کش سودا — طینت کا ترے صاف سخن سے نہین تخمیر
لڑتا ہی عبث خلق سے اے جاہل نادان — دانا ہو تو دے طبع و زبان اپنی کو تعزیر
کیون خلق کو تو دیتا ہی جھنجھلا کے یہ دشنام — ہر بوجہ آپ بکے خلق کی ثابت کرے تقصیر
یہ گالیان دے چاہیے تو اپنی زبان کو — عاجز ہی جو کر سکتے ہین سودا کی سی تقریر
کاہیکو تو نار حسد اوسکے مین جلے ہے — سر پھوڑنے سے فائدہ راضی ہو بتقدیر
ہر ایک کو حصہ ہی دیا اوسکے مناسب — قسّام نے قسمت کی جو تقسیم کی جاگیر

تھا نقد سخن نا سرہ و قلب سے بد تر
نیسان کا سحاب آب خجالت سے ہوا دیکھ
حیرت زدہ آفاق مین مین دیکھ کے اوسکے
شبنم نہین گلشن مین دم صبح گلون پر
اکثر جہلا کہتے ہین اوستادون کی اوسنے
رہتی ہے ہمین آٹھ پہر سیر سخن کی
یک حرف مشابہ کسی مضمون کا اونکے
جو اوسنے مضامین بر وست ہین باندھے
تو نام لے اوس خالق معنی کی جگہ کا
زور آوری شاعری مین تونے کیا ہے
آوین نہ کرین مجھ سے فن شعر مین پنجہ
جسطرح فن شاعری مین کرنے کو پنجہ
اول تو تجھے میر سے کیا پنجہ نسبت
سودا کو چلھے بیٹھے جو کہتا ہے تو اون کو
ہر چند کہ بھی میر کے ادبر یہ منھ آیا
اس پہ چلھنے کو اور کھانیکو کیا کہتے ہین سگ
آفاق مین آئے ہین سبھی مرنے کے خاطر
جاتا ہے چلا قافلہ سجا سے پس و پیش
اے صورت مردہ شو اونھین سمجھے تو مردہ
ہین مار گئے نقش وہ ایسا کہ نہ ہرگز
دیوان جہان مین وہ گئے رکھ سخن ایسا
کب مرتے ہین مقبول جناب احدی کے
جو گذرے ہین مقبول خدا نقش انھون نکے
جسطرح نگینہ پہ عقیق جگری کے
کو کھایا ہے کتون کے مگر تونے خزین کے

فکر اوسکی نے خالص کیا جون زرگری اکسیر
اوسکے دہن لب کی گہرباری و تقریر
الوان مضامین کو گلہائے تصاویر
دیکھ اوسکی معانی کو ہین غرق خوے تشویر
ہین سارے مضامین چرا کر کیے تحریر
اوسکے جو ہین آفاق مین اوستاد مشاہیر
پاتے نہین اوسمین جو وہ سودا کی ہے تقریر
رستم سے کب اسطرح سے دیوونکو کیا زیر
اس بے ادبی کی تجھے اللہ دے تعزیر
اس شعر کے مضمون کو نئی طرح سے تحریر
سودا نہین بیٹھے تو ہین سودا کی جگہ میر
للکارے ہے تو میر کو ہے طرفہ یہ تقریر
زنہار چھچھوروں سے نہ پنجہ کرین گنبھیر
کیا چلھنے مین سودا کے ہوے ایسا کہ دو میر
پیرا سمین بیان کر گیا سودا کی بھی تحقیر
طعمہ ہین سبا وسکے جو اجل نام ہے اک شیر
برباد فنا خانۂ دنیا کی ہے تعمیر
پر مصلحت وقت کوئی زود کوئی دیر
جو زندۂ جاوید ہین از خوبی تقدیر
تا حشر اوٹھے صفحۂ عالم سے وہ تحریر
نام انکا رہا تا بہ ابد جس سے بتوقیر
جو مردہ کہے انکو وہ مردود ہے بے پیر
ہر دل پہ ہے اسطرح سے تقریر کی تاثیر
کرتا ہے کوئی خامۂ الماس سے تحریر
یہ فیض بغیر اوسکے نہ پاتی تری تقریر

مصنف

تھا سب یہ قصیدہ وہ لِسْنے تِرے نغز قصیدہ — اسواسطے اشعار کیے اوسکے مین تحریر
تا اسکے معانی کو سنین اہل معانی — اور دیکھین بلاغت تری اے بیدلؔ تقریر
گل کترے ہین جو تونے ہر اک شعر مین اوسکے — دیکھے گر او نھین دنگ ہے گلشن کشمیر

مصحفی

گر باز معانی کا مِرے ہووے ہوا گیر — بیدا کرین احرار ہوا حکم عصا فیر

مصنف

کیا باز معانی ہی ترا خوف سے جسکے — بیدا کرین احرار ہوا حکم عصا فیر
احرار و معانی کو کیا تو نے ہے اکجا — ہرگز کسی اوستاد کو سوجھی نہ یہ تدبیر
گذرے ہین جو کامل سخن انکے قدم و نیز — جو کوئی چلا جاے ہی منزل کا ہو رہگیر
بے دغدغہ پہونچے ہی وہ تا منزل معنی — اس خوبی سے جسطرح کہ پہونچے بہدف تیر
پیرو تو ہوا کو تنے گمراہ کا جس نے — پاؤن مین ترے ڈالی ضلالت کی یہ زنجیر
بولا کوئی اوستاد نہ اسطرحسے اک لفظ — جو کچھ ہی معانی کے بیان مین تری تقریر
مطلق شعرا کی نہین تقریر سے لگا — اسطرحسے کرتا ہی تو کہہ شعر کو تحریر
بولین ہین معانی کو ہزارون جگہ اوستاد — طائر بھی گہ اور مرغ بھی اور وحشی و نخچیر
لیکن کہین احرار ہوا کو نہین لائے — دی کتنی ہی معنی کے تئین شوکت و توقیر
بے معنی نہ بکولے کبھی طبع کی تجھکو — گر راستی ہو تی ترے اندیشہ مین جون تیر
اوستاد زبردست جو گذرے ہین اونھون نے — با فکر متین و بخیالات وبہ تدبیر
تھے عرش پہ جو بال کشا مرغ معانی — لفظونکا بچھا دام کیا اونکو گرہ گیر
اندیشہ کو شاہین و خیال اپنے کو شہباز — وہ کہہ گئے اس فن کے جو تھے موجد تقریر
معنی ہی شکار اور خیال اوسکا ہی صیاد — خود صید سے ہر چند معانی ہو ہوا گیر
اس باز معانی کے اوڑانے سے تو آباز — اور جانور و نیز اوسے زنہار نہ کر سیر

جس جس کسی کا حوصلہ و ظرف تھا جتنا	اوتنا ہی اوسے بادۂ حکمت سے کیا سیر
تجھکو دیے یکسر خزف اوسکو گہر و لعل	اور اوسکو دیا آب بقا تجکو گل قیر
یک قطرہ بھی لینے کی اگرچہ ہوئی مانع	دریا مین سے فیضان سخن کے تری تقدیر
جس رتبہ مین کم ظرفی و بیحوصلگی ہے	تیری سو بیان اوسکے مین حیران ہی تقریر
پایا تو سراب آب کے دھوکے مین پڑا کی	ہی آب بقا کی ترے عندیہ مین توقیر
گھٹ جاتی تری شاعری کی کچھ نہ مشیخت	سودا کو اگر یاد نہ کرتا تو بہ تحقیر
گو نطق مین شرکت ہی تجھے پر تجھے اوس سے	ہمسری کسی تدبیر نہ ہرگز کرے تقدیر
تیرے سخن اور اوسکے مین اتنا ہی تفاوت	جتنا کہ تفاوت رکھے ہی خاک سے اکسیر
ہوش و خرد و فہم و ذکا عقل و فراست	ہر اک کو دیا حق نے جوان ہو کوئی یا پیر
تا نیک و بد ہر جو ہی روز سے یا شب	کرنین تفاوت کے نہ اوسکے کرے تاخیر
ہی خوبی تیرے ساری یہ کہ ہر ایک	کرتا ہی جدا عنبر و عطر و بصل و سیر
ہرگز نہ سکے چرخ برین کوئی زمین کو	تاریکی شب کو نہ کہین مہر کی تنویر
تیرے سخن اور اوسکے سخن کو کہے یکسان	تمیز سے بے بہرہ ازل سے ہو جو بے پیر
ایجاد کیا اوسنے کہ جس طرز و روش کو	سو اوسکے ہی خامہ پہ ہوئی ختم وہ تحریر
نطق اوسکے نے بخشی ہی سخن کو جو حلاوت	وہ لطف نہ پیدا کرین ملکہ شکر و شیر
کر غور و تامل سخن و شعر کسیکا	کرتا ہی بجز فضل حق آفاق کو تسخیر
جس شخص کی تعلیم الٰہی کرے تکمیل	رو کش ہو جو اوس سے کرے اپنے تئین تشہیر
لے مدعی ان ہیچمدان خود کھینچ گیا ہے	پہلے ہی تری صورت و سیرت کی وہ تصویر

از سودا

پکڑی جو لوٹرے نے کہین کھیتی سے چڑیا	سمجھا کہ نہین باز کوئی مجھ سا کلان گیر
پا شب کو بیا گھوسلے مین جگنو کو لا کر	جانے یہ دل اپنے مین کیا ماہ کو تسخیر

یہ بات جدی ہی کہ وہ مہر آپ کو سمجھے
دم کرمک شب تاب کی چمکے جو شب قیر

ہے چشم حقیقت مین اوس اندیشہ کے آگے
رکھتے جو معانی سے یہ الفاظ علاقہ
وہ چھوڑ نجاتے اُنھین ہرگز تری خاطر
ٹک دیکھ تو اوستاد کے مضمون کا نقشہ

اندیشہ فلک کا ترے جون مور زمین گیر
عنقا ہو گرا حرار ہو گر دیدۂ زہ گیر
تا کھیلے شکار اُنسے کمان لیکے تو اور تیر
یہ شعر نہین کھینچی ہے اک سحر کی تصویر

سودا

تیرا ونکے کرے فکر رسا کا اوسے غربال
مضمون جو چھپے کوہ مین ہو صورت تخمیر

مصنف

بد فکر کہے جنکو تو شرمندہ اُنھون سے
جو تو نے ارادہ کیا سو شعر کے تیرے
شاگرد خدا جانے کس اُلو کا ہوا تو
تھا زدر لٹو زادہ کہ تعلیم سے جس کے
دستور یہ ہے شعر کے کہنے کا جہان مین
لیتا ہے معانی کے تئین طبع مین ٹھہرا
تیری یہ عجب فکر ہے جسمین نہین کرتا
کیونکر ترے اشعار مین ہو نور معانی
روشن نہ ہے معنی و مضمون کی اک شمع
تیرے سبھی اشعار کے معنی کے بیا ئین
تمہید قصیدے کے تئین سُن یہ جو تو نے

ایضاح ارادہ سے ہے خوشیار کی تنویر
الفاظ مین آیا نہ رہا دل مین گرہ گیر
بتلائی تجھے شاعری مین جسنے یہ تقریر
معنی سے رہا باز تو عنقا یہ ہوا شیر
کرتا ہے بقدر اپنی طبیعت کے جو تحریر
کرتا ہے پھر الفاظ مین لا اوسکو گرہ گیر
رکھنے کے معانی کی تو الفاظ مین تدبیر
طینت کی تری طبع کی ظلمت سے ہے تخمیر
ازبسکہ مچایا ہے تری طبع نے اندھیر
ہے بند غرض بو علی سینا کی بھی تقریر
کھینچی ہے ہر اک شعر مین مضمون کی تصویر

مصحفی

دیوان کو میرے نہ لگا ہاتھ کہ نادان
ہر صفحۂ کاغذ پہ ہے یان شیر کی تصویر

معنی کو اوڑاتا ہے کوئی جانوردن پر — ہین فرض کیا یہ کہ ترا باز ہوا شیر
احرار ہو اس سے جو عصافیر کو خارج — کرتا ہی عصافیر نے کیا کی تری تقصیر
جتنے کہ ہین طائر وہ سب احرار ہوا ہین — آفاق مین سیمرغ سے لے تا بہ عصافیر
تو لکھنے تو معانی کا بنا باز اوڑایا — تا یکمے تو اوس باز سے احرار ہوا گیر
اس شعر نے مطلع کو نہایت ہی دیا حسن — اوس مطلع غرا کو تھی لازم یہی تقریر
اس شعر مین عنقا کا اگر ذکر نہ آتا — احرار ہوا پاتے کسی طرح نہ توقیر

له دو شعر چھوڑ دیے گئے ۱۲

مصحفی

لیتا ہون کمان فکر کی جب ہاتھ مین اپنے — پاتا ہون مین عنقا کے تئین اوسکے سر تیر

مصنف

کیا چستی تری فکر کی ہی تیر و کمان مین — رکھتا ہی تو عنقا کے تئین جس سے سدا زیر
لے مصحفی عالم مین تو ہی ایک شکاری — عنقا سا شکار اپنے جو پاتا ہے سر تیر
عصفور سے سیمرغ تلک سب ہین ترے صید — پاویگا نہ اونکو جو معانی کے ہین نخچیر
کی تو نے ان الفاظ کی موزونی بہ نخواہ — پر دی انھین زنہار معانی کی نہ جاگیر

عله ایک شعر چھوڑ دیا گیا ۱۲

مصحفی

اور باندھون ہون جب شست نشانہ پہ سخن کے — رہ جائے ہی منہ دیکھ مرا دیدۂ زہ گیر

مصنف

یہ شست نشانہ پہ جو باندھے ہی سخن کے — ہی اسمین طبایع کو تردد بجا ہیہ
اس مصرع بے ربط کے معنی نہین سمجھے — رہ جائے ہی منہ دیکھ مرا دیدۂ زہ گیر
زہ گیر کے منہ دیکھ کے رہجانے سی تیرے — کیا پائی تری شاعری دشمن نے توقیر
بہتر تھا کہ دیتا کرارادے کی تو اپنے — اس شعر کے ساتھ حاشیہ مین شرح بھی تحریر
وہ شخص جو کوئی تھے اس اندیشہ کے مالک — جس طائر اندیشہ کی تھا عرش سرازیر

پھبتا نہین ان شیرونیہ کرنا تجھے یہ ناز — مانی ہین کر کھینچ آئے تجھے شیر کی تصویر
تصویر کے بھی شیر مین ہے شیر کی صورت — دیوان کے ترے شیر ہین نگسیگ دہ تحریر
اس شعر مین الفاظ کی تصویر تو کھینچی — معنی کا بھرا رنگ کیا اُسنے کی تقصیر
صفحہ یہ نزاکت کے مصور نے لکھی ہے — حلکے گل و لالہ ترے رنگ کی تصویر
کہتے ہین سبھی چہرے کی تصویر کا لکھنا — یہ رنگ کی تصویر فقط تیری ہے تقریر
اسطرح سنا کب کہ مصور کے تئین کو — کوئی کہے تو کھینچ مرے رنگ کی تصویر
اس شعر کو اس رنگ سے اوسوقت تو کہتا — گر فہم سے بہرہ تجھے دیتی تری تقدیر
ہرچند مصور نے گل و لالہ کا لے رنگ — یہ چہرہ مین بھرا پر نہ ملائی تری تصویر
پانے کو رہ راست کی تقریر دبیا کے — کوشش مین تو اور سعی مین کرتا نہین تقصیر
پر دیکھنے دیتا نہین تجکو طرف اوسکے — یہ حمق کہ تیرا ہے ہر اک آن گلوگیر
اس رنگ کی تصویر سے تصویر کا تو رنگ — گر بولتا ہو جاتے معانی تو نہ تغییر
سودا کا قصیدہ وہ کہ جو شعر ہے اوس کا — معنی کی نزاکت سے ہے صند مجھے تصویر
یہ تیری زبان سے جو ادا ہوئے نہ ہرگز — تھی اس سے جواب اوسکے مین بہتر کوئی تقریر
نادر یہ مقولہ ہے کہ اس کہنے پہ تو نے — سودا یہ کیا لینے یہ ترجیح مین تحریر

مصحفی

سودا سے کہا نغز قصیدہ مین یہی نہ — کچھ اسکے سوا اور تو میری نہین تقصیر
مصرع سے بصد خون جگر مصرع ہو چسپان — مصرع یہ عجب پوچ تو لاتا ہے بہ تسطیر

مصنف

مصرع کا جو مصرع مین ترے لفظ ہے اے کور — مین سچ مین سماتا نہین ہرگز کسی تقدیر
سو طرح حلکے وہ سقم ہین ہر شعر مین تیرے — صحت کی جنھون کی نہ مسیحا سے ہو تدبیر
جو تیری زبان ہے سو زبان تیری بلادکی — کرتی ہے ادا گر نہین سو طرح کی تقصیر
اسپر تجھے ہے فارسی گوئی کا بھی دعوے — کیا تاب زبان سے ہو تری مغلوئی تقریر
پھر فارسی گوئی پہ سنو تحفگی یہ اور — کہہ کہہ کے جو لب الیونکے کرتا ہے یہ تحریر

مصنف

اعجاز خلیلی کو کوئی پہونچے ہین وہ لوگ — چالاکی سے ہاتھونکی بجاتے ہین جو زنجیر
ہرچند کہ دونون کا مربی تو ہی نیسان — پر قیمت کافور کو کب پہونچے طباشیر
پھبتا ہی کب اونکے تئین عطاری کا دعوے — دکانون مین جنکے ہو نہ ہاون نہ عقاقیر
خشخاش کے دانونکو اگر دودھ مین کھین — شیرینی نہ پیدا کرین جو دانہ انجیر
ہرچند کہ یاقوت کے ڈھنگ اسمین ہون سارے — پر ہو دے گمیدک کو نہ یاقوت کی توقیر
مصرع کو بعد خون جگر مصرع سے چسپان — کرتے ہین تو پھر وہ بھی دو پلکے کی ہی تعمیر
یون چاہیے لاوے جو کرے شعر کا دعوے — میرا سخن اور میری زبان اور مری تقریر

ھ یہان دو شعر محذوف ہین ۱۲

مصحفی

میرا نہ چھچھورون کی طرف روے سخن ہی — اس بات کو دے پھینک کہ جو ہو وینگے گنبھیر

مصنف

سنتا ہی چھچھورونکے چھچھورے جو یہ تو نے — اس شعر کو گنبھیرونکی جانب کیا تحریر
گھنبھیر یہ کہتے ہین سخن کا کوئی پرسان — اسوقت مین ہوتا تو وہ دیتا مجھے تعزیر
تمیز سخن اوٹھ گئی ازبسکہ جہان سے — بک جو ترے منھ آئے نہین کوئی گلوگیر
کرتا وہ ہر احمق کا جہالی کا سا احوال — اس عصر مین افسوس نہین میر علی شیر
یہ شعر ہی کیا واہی وتبعنی کہ جس مین — تصویر سگلا تو نے کیا شیرون کو زنجیر

مصحفی

دیوان کو میرے نہ لگا ہاتھ کہ نادان — ہر صفحہ کاغذ یہ ہے یان شیر کی تصویر

مصنف

ھ وہ ہاتھ لگا دے نہ وخین جسکی صورت — سیرتا مین تیر طفل ہے ہو دیکھنے مین پیر

معنی کی جو ہو نام سے مشہور ہو کل | اوسکو بھی کچھوڑین وہ کبھو بن کیے تسخیر
اون سا نہ ہو کوئی کبھو آفاق کے اندر | تا فیض سخن اوسکی نہ طینت مین ہو تخمیر
روکش ہو وہ ایسونکے جنھین حق نے دیا فہم | تا دانی سے کب اپنے تئین کرتے ہین تشہیر
یہ بات جدی ہی جو وہ مہر آپکو سمجھے | دم کر یک شب تاب کی چمکے جو شب قیر
صاحب ہین کئی اس طبقہ مین شعرا کے | ہم بزم سخندان کو نہ اونسے کرے تقدیر
مصرع مین اگر ریشۂ معنی ہو قلم بند | زعم اپنے مین سمجھے ہین کیا پیل کو زنجیر
نقالے کا مضمون بدرستی جو یہ باندھے | کوس لمن الملک کے ٹھوکے ہین بم و زیر
سمجھین ہین کلام اپنا بہ از سورۂ یوسف | معنی جو ہین سو خواب فراموش کی تعبیر
کرتے ہین مجالس مین بیاں اوسکو بہ بدی یاد | سامع کرے تحسین مین ذرہ بھی جو تاخیر
اس خبط کے عہدہ سے نکلے وہ ہی براون | جو ملک سخن کے ہین مہتو ہین مشاہیر
اوستاد کی اونکے ہی اونھونکو یہ نصیحت | لفظی نہ تناسب ہو تو کچھ مت کرو تحریر
اتنا تو تلازم رکھو الفاظ کا ملحوظ | بے پنبہ و ناخن نہ لکھو دودھ کو تم شیر
جب تک کہ نہ منظوم ہو پا سنگ ترازو | باندھو نہ کبھو شعر مین تم لفظ شکم سیر
تم شعر و سخن اپنے کی بندش مین کمان بن | بولونگہ یار کو یا رو نہ کبھو تیر
چہرے کو نہ معشوق کے دو شمع سے تشبیہ | تا زلفونکو باندھو نہ کسی شکل سے گلگیر
مضمون جو قد و زلف کا معشوق کے باندھو | لکھو الف و لام کے سیپارہ کی تفسیر
ملحوظ قرائن رکھو ہر آن نظر مین | مرجع ہو مؤنث تو ضمیر اوسکی ہو تذکیر
اوستاد کی اس پند پہ کی اور ترقی | شیوہ وہ لیا غیر کی ہو جس مین کہ تحقیر
مضمون جو ہو ریختہ کا تازہ کسی کے | کرتے ہین ادا سے فارسی مین باندھکے تشہیر
پھر کہتے ہین یون ہی کسی اوستاد کا یہ شعر | سرقہ یہ کیا جس نے بڑا ہی کوئی بے پیر
اور اونکا کوئی فضل و کمال آنکے دیکھے | ہین طرفہ مضمون جو ہون خبط سے تخمیر
سرقہ کو نہ سمجھے نہ توارد کو کرا وسنے | پوچھے جو کوئی کیا ہی یہ دونون کرو تقریر
پھر بعد تامل بجواب اوسکے یہ ذی ہوش | روبہ کہین سرقہ کو توارد کو کہین شیر
محسوس نشانہ ہی تخیل مین اونھون کے | ہو دے نہ کمان حسد اونکے سے جدا تیر
اتنا یہ سمجھتے نہین ناداں کہ جہانین | حاصل نہین ہوتی ہی کچھ ان باتونسے توقیر

ہے شاعری و شعر میں یہ مرتبہ اون کا ۔۔۔ جاتے ہیں جنھون کے تئین سارے شعرا پیر
جز تیرے کسی شخص سے از عہد نظیری ۔۔۔ صادر نہوئی آجتک اس طرح کی تقصیر
یارب کہ نظیری کی بجھے روح مقدس ۔۔۔ اے مصحفی دے اس گنہ و جرم پہ تعزیر
ہے فارسی و ہندی تری مضحکہ جو سے ۔۔۔ طینت کا تری بسکہ حماقت سے ہے تخمیر
سودا ہے جو نظیری کی غزل اور قصیدہ ۔۔۔ رکھتی ہے زیادہ مہ و خورشید سے تشہیر
طرز او سکے پہ اک خلق ہے مفتون ہلال و جان ۔۔۔ انداز کا اسکے دل آفاق سے ہے تسخیر
ہندی میں ہے یہ نوری و سعدی کا اوستاد ۔۔۔ اور فارسی کے فن میں وہ ہے عنصری کا پیر
ہے اسکے تصرف میں مضامین کی کشور ۔۔۔ اقلیم معانی کی جو ہے اوسکی ہے جاگیر
تشریف قبول اونکے کلاموںکو خدا نے ۔۔۔ بخشی ہے تب آفاق میں ہے اونکی یہ توقیر
اونکے سخن و شعر کے تعریف و ثنا میں ۔۔۔ جبریل امین کی بھی زبان کرتی ہے تقصیر
ویسا کہے مقبول ہو جو درگہ حق کا ۔۔۔ ہو سکے ہے اوسے کب کسی مردود کی تقریر
ہمت اپنے کی غلبہ سے اب اے کان سفاہت ۔۔۔ کہنے کی جواب اونکے جو کی تو نے یہ تدبیر
جز قافیہ پیمائی کے اونکا سا ہے تیرا ۔۔۔ نہ معنی و نہ لفظ نہ تقریر و نہ تحریر
اسطرح سے تابندہ یہ مطلع ہے کہ جون مہ ۔۔۔ خورشید درخشان بوسط بر فلک پیر
گر بار سے سو بار جلاوے بجھے تقدیر ۔۔۔ ایسی نہ زبان کی تری زنہار ہو تقریر
تقریر وہ یہ معنی کی تصویر ہے جسکی ۔۔۔ خامہ کو میرے فخر ہوا کرنے سے تحریر

سودا

مستغنی ذاتی نہ ہوس کی ہون تسخیر ۔۔۔ معدن ہے جہان سونے کا وان خاک ہے اکسیر
لبریز ہے کیسہ دُر مکنون سے جن کا ۔۔۔ کب شبہ فروشونکو حضور اونکے ہے توقیر
ہے لعل سے نسبت نگہ چشم کو جن کے ۔۔۔ جاتی ہے دو پلکے پہ نظر اونکی بہ تحقیر
ہے وہ دُر یکتا بجہان جسکی زبان کی ۔۔۔ لڑتی ہے سدا ابر گہربار سے تقریر
یون معجزہ یہ بولے ہے صریر اونکی قلم کی ۔۔۔ تعلیم ہے منشی فلک کو مری تحریر
ہوتا جو سخن فہم تو بہزاد سمجھتا ۔۔۔ پرواز کو معنی کے جو کھینچے ہیں وہ تصویر
تیر اونکے کرے اگر رسا کا وسے غربال ۔۔۔ مضمون چھپے کوہ میں ہو صورت نخچیر

یک صفحہ رہا تیرے نہ دیوان کا خالی
اوس چاندپہ اس ڈالنے سے خاک کی تیرے
پھینکا طرف اوسکے تو بہت گرچہ ولیکن
بیہودہ کیا اپنی تو اوقات کو ضایع
تو اوسکے عوض دیکھتا اپنے ہی سخن کو
پر حمق سے تیرے تجھے اسپر متوجہ
تو کیا کرے ہی طور یہی سب حمقا کا
جو ہو سخن خوب برا کہتے ہین اوسکو
ہین متفق اللفظ وہ اس بات کے اوپر
کہتے ہین غزل اور قصیدہ کی زبان کے
ہی طرز غزل اور قصیدہ کی ہی طرز اور
مصروف غزل گوئی ہین لیکن گہ و ناگاہ
کہتے ہین قصیدہ بھی غزل ہی کی زبان مین
طور غزل اپنے کی قصیدہ مین بھی ہرگز
پایا نہ قصیدہ مین جو کچھ وزن غزل سے
ثابت یہ ہوا اوس سے کہ انمین نہین قدرت
ہی طرفہ یہ تقریر کہ اس کہنے پہ اپنے
کہنے کا غزل اور قصیدہ کا جو مذکور
سودا کی غزل کے تئین رکھا نہین منظور
ہر چند غزل ہی مین نہین دہ ہمہ گوئی
یہ میر کے بھی نام کا اک حرف ہی ورنہ
کیا میر کا ذکر اوسکو سنانے یہ غزل مین
سودا کی غزل گوئی کا اسطرح جو مذکور
اس سوچ مین اور فکر مین رہتا ہون ہر آن
منظور غزل اوسکی جو رکھتا نہین شاعر
اس مرتبہ سودا کے مطاعن کیے تحریر
دونی بجہان اوسکی ہوئی نور کی توقیر
تیری ہی سر و رو پہ پڑا خاک کا وہ ڈھیر
اوس سے تو ترے واسطے النسبتی یہ بیر
کچھ آتی رہ معنی پہ شاید تیری تقریر
ہونے نہ دیا ٹک تری مطلق نہین تقصیر
طبع اونکی زبس ہوتی ہی تحقیق کی جاگیر
اور کرتے ہین ذکر اوسکے مصنف کا بہ تحقیر
ان واہیونکی بس کہ جو صائب نہین تدبیر
تقریر و بیان کہ نہین ہی فاصلہ سو تیر
آپسمین ہی ان دونونکے فرق زبر و زیر
کرتے ہین قصیدہ جو بعد فکر یہ تحریر
مطلق اونھونکی کرتی تفاوت نہین تقریر
کہ نہین رعایت کی نہین کرتے ہین تقصیر
اور دیکھے کلام اونکے کی یکسان ہی جو توقیر
تقریر قصیدہ کو غزل سے کہ ین تفسیر
باوصف کہ اک حرف مین انکی نہین تاثیر
آتا ہی تو لاتے ہین سمجھ اسطرح پہ تدبیر
جو طور غزل کا ہی سو سکتے ہین اوسے میر
جانے ہی ہر اک اپنے تئین میر کا بھی پیر
عندیہ مین انکے نہین کچھ میر کی توقیر
آوے نکل اوستاد انھون کا جو کوئی جیر
سنتا ہون تو حیران ہون مین جون صور تصویر
جون غنچہ گرہ خاطر و نشگفتہ و دل گیر
اوس سے بھی برا ہوگا وہ زیر فلک پیر

سررشتہ ہی عزت کا فقط ہاتھ خدا کے — افزایش قدر اپنی مین چلتی نہین تدبیر
قطرہ وہی پانی کا ہی قسمت کی ہی تفریق — ہوا یک تگرگ ایک گہر ہوکے گرہ گیر
انکا ہوا گر بو علی سینا بھی معلم — تعلیم کرے کس روش اوسکی کہین تاثیر
نسبت سے فلزات کی مس ہوتی ہی سونا — پتھر کی جو ہو جنس وہان کیا کرے اکسیر

مصنف

اوستاد کو منظور جو اکسیر یہ تھی چوٹ — ہر جا یہ جدی زنگ سے کیا صرف کی اکسیر
دیکھ اسکو ہی اوستادونکی تقریر کا یہ طور — اردو کی فقط صاف زبان اوسکی ہی تقریر
کیا ربط ہی سودا کے تجھے طرز سخن سے — کہہ کھایا عبث تو نے یہ اے مردک بے پیر
مضمون و معانی سے نہین بہرہ کچھ اوسکو — اون کے تئین تو یون کہے جنکی ہی یہ تقریر
اعجاز تراوش کرے ہی نطق سے جن کے — مضمون و معانی کی تو اونکے کرے تحقیر
اور مزخرف اپنے کو سمجھتا ہی معانی — رحمت ہے تجھے اور اوسکو جو کوئی ہی ترا پیر
دیکھ اوسکے ذرا جلوۂ تقریر و بیان کو — صافی سخن اوسکی سے ہی نور کی تقطیر
دُر ریزی الفاظ و اوابندی معنی — رنگینی تحریر و گہرباری تقریر
پائے گا تو ایسی نہ کسی اہل سخن مین — جتنے کہ مشاہیر ہین اور غیر مشاہیر
سودا کا ہے سلک دُر شہوار سے بہتر — ہر مصرع اشعار بچشم خرد پیر
سمجھا تو یہ گر ہجو مین سودا کے سخن سے — اپنے لیے پیدا کرونگا عزت و توقیر
کہکر سخن اوسکے کو برا تو نے تو اپنی — توقیر بڑھانیکے لیے کی تھی یہ تدبیر
ایک بیتم کی عزت مین نہ فرق اوسکے سخن کے — آیا ہی نہ آویگا تو کتنی کرے تحقیر
اوکھڑی سخن اوسکے کی نہ اک پشم بھی تجھسے — اور اپنے تئین تو نے کیا خلق مین تشہیر
لے مفتری سودا کا اگر تو یہ بدی ذکر — کرتا نہ تو ہوتا تھا ترا کون گلوگیر
کس واسطے تو ٹوٹ پڑا اوسکی بدی پر — کی اوسنے بھلا ایسی تری کونسی تقصیر
کچھ باپ کا تیرے وہ نتھا قتل کا باعث — ریشہ عداوت تو ہے نزدیک بہ تکفیر
ظاہر مین لگا اوسکے تجھے کیجے مقابل — تنگسا وسکے غلامونکی ہی تیری ہی جو توقیر
ہی بالکنی اوسکے تئین تجھسے یہ تفاوت — جون تیرگی شب سے رکھے مہر کی تنویر

گر سیر جو ہین گلشنین دیوانون کی اونکے
کھینچی ہی معانی کے قصیدہ مین بھی ہرچند
پر نازک و باریک کیا طرز غزل کو
توقیر متانت سے غزل گوئی کی اونکے
اونکا ہی جو کچھ خواہ غزل خواہ قصیدہ
موقوف غزل اور قصیدہ پہ نہین کچھ ؎
سودا کی غزل چاہتے ہین اپنی زبانین
اندیشہ دیا حق نے جنھونکے تئین عالی
کرتے ہین وہ نطق اپنی طبیعت کے موافق
جو کچھ کہین وہ خواہ غزل خواہ قصیدہ
کچھ ایک قصیدہ نہین ہر بات مین اوسکی
الفاظ و معانی ہین بہم جون گہر و آب
دیکھا اوسکو تو ٹک کھولکے تفہیم کی آنکھین
پہونچا دل دانا بہم اور دیدۂ بینا
کر فرق سفیدی و سیاہی جو جانین
تو خاک کو سمجھے ہی زر ناب سے بہتر
بہتر جو سخن ہی گہر و لعل سے اوسکو
رہتا ہی خزف ریزونکی تحصیل کے در پے
ہرگز نہین رکھتا گہر و لعل کا رتبہ
جبتک کہ نہو سنگ نہو رنگ نہو ڈھنگ
سوائین سے اک بات ہی انکا سخن و شعر
کہین باتین خدا نے یہ تمام اونکے سخن پر
ہین وہ دُرِ یکتا بجہان جنکے زبان کی
یہ کیا غضب افہام جہان پر ہی خدایا
جو ایسی زبان مین ہو غزل اوسکو کہین بد

گر فہم سے کچھ بہرہ تو رکھتا ہی بہ تقدیر
اون مانی و بہزاد نے ہر شعر مین تصویر
کھینچا سا زمعانی کا جو بم اوسکا کیا زیر
رکھے نہ قصیدہ کی کسی اشخص کی توقیر
رنگین و متین ایک سے ہی ایک کی تقریر
جیسے ہو زبان جسکی وہ لاتا ہی یہ تحریر
یہ ہو نہ اگر چرخ و زمین ہو زبر و زیر
کیونکر وہ کرین پست سخن کہنے کی تدبیر
گر ہووے موافق نہ بافہام جماہیر
کب لفظ معانی کی کرین خوبی مین تقصیر
پایا ہی جو کچھ خامۂ فکر اوسکی سے تحریر
تقریر و فصاحت ہین بہم جون شکر و شیر
طینت ہو بشر طیکہ تری فہم سے تخمیر
یکسان ہی تیری چشم مین تاریکی و تنویر
یک رنگ سمجھتا ہی تو لے شیر سے تا قیر
ذرہ کو بڑا جانے کرے مہر کی تحقیر
کرتا نہین تو رشتۂ خاطر مین گرہ گیر
کرنیکو تو کر جمع دُر و لعل کی تدبیر
دیکھا سخن اہل جہان تا سخن میر
پاتا ہی سخن کب گہر و لعل کی توقیر
رکھتا نہین یہ جتنے ہین گمنام و مشاہیر
وصف اپنے مین یہ شعر جنھون نے کیا تحریر
لڑتی ہی سدا ابر گہربار سے تقریر
انکو نہ دیا تو نے مگر فہم بہ تقدیر
اور لہجہ مین ہو عام کے سوا پاوے وہ توقیر

سودا سے بڑا شاعری مین تا بقیامت   ممکن ہی نہین یہ کہ کسیکو کرے تقدیر
ہی شاعری مین اوس سے بڑا نام خدا کا   اوسکے سخن و شعر کو دی حق نے یہ توقیر
جو شاعری مین اوس سے بڑا ہو وہ منیر   گر ہووے سخن کا تو بجا اوسکی ہی تقریر
شاعر جو یہ موجود ہین انمین سے کسیکے   سودا کی سی ہرگز ہے نہ تقریر نہ تحریر
کس فہم و فراست پہ یہ ہو کہ کے منیر   سودا کی غزل سنجی کی اب کرتے ہین تحقیر
اس فکر مین تھا مین کہ کہا پیر خرد نے   تو کیون متردد ہے یہ ہی انکی ہے تقصیر
دون طبعی و نافہمی و بدفکری کے باعث   اس رتبہ تک ان کو جو نہین سکتی ہے تقدیر
اسواسطے جان اپنی اوس طرز و روش کو   بد کہنے مین یہ اوسکے نہین کرتے ہین تاخیر
ہر چند کہ مقدور نہین ایک بھی مصرع   کنکر کرین سودا کے یہ تقریر مین تحریر
اسپر بھی یہ نادان بہ تقاضای سفاہت   طرز غزل اپنی کی بڑی جانتے ہین توقیر
اور اوسکی غزل کی کہ نظیری کی غزل سے   ہم پہلو و ہم رتبہ ہے کرتے ہین یہ تحقیر
ہی سچ یہ مثل عقل کو جانتے ہی ہر اک شخص   ہر ایک کو وہ سیر بھرا اور اپنی سوا سیر
لیکن یہ سمجھتا ہی حماقت پہ دلالت   یہ خبط نہووے کسی خاطر مین گرہ گیر
دانا جو ہین کرتے نہین دانائی کا اقرار   دانائی کے گواون کے مقر ہووین جہانگیر
کیسی ہی بنایا کرے باتین کوئی نادان   دانا و نہین ہوگی نہ سخن اوسکے کو توقیر
منظور جو رکھتے نہین سودا کی غزل کو   کرتا ہون اونھونکی یہ تشفی کو مین تحریر
لے رودکی سے تا بہ حزین جتنے تھے شاعر   ہر ایک ہوا گرچہ کہ فن اپنے مین تحریر
گذرا ہی بر آفاق مین جو اکبری دورہ   اللہ نے اوس وقت کو بخشی تھی یہ تاثیر
اوس عہد مین کامل ہوئے ہر فن مین ہزارون   حاجت نہین اظہار کی سب ہین وہ مشاہیر
تخصیص خصوصاً طبقے کی شعرا کے   اوس عصر کے کہ نہین زبان کرتی ہے تقصیر
وہ بلبلین تھین گرچہ ہزارونسے زیادہ   گلشن مین سخن کے تھا ہر اک چہچہہ تقریر
ایک ایک کی ہی چہچہہ و شور سے ابتک   گر گوش بہرے ہین پہ گوش جہانگیر
اوس دورہ کے اون بلبلونمین سے ہی زیادہ   دو بلبلون کا زمزمہ و نغمہ جہانگیر
نام اونکا ظہوری و نظیری ہی کہ کوئی   بلبل نہ گیا زمزمہ اون کا سا یہ تحریر
گلزار فن شاعری مین تا بقیامت   بجتی رہیگی اونکی ہی دستانکی بم و زیر

تھا شعر کا شوق اونکو جوانی سے نہایت
ایک عمر کے عرصہ مین بہت شوق و شغف سے
دل جمعی تھی منتخب اپنی سے سوا اونکے
مذکور سنا فارسی گوئی کا کہین سے
دل اونکے مین آیا اسے لیجائیے اوس پاس
اس تذکرہ کو لیگئے القصہ وہ اوس پاس
جو شعر ہو چست اوسمین کہے صاد وہ اوسپر
دکھلایا جب اوس تذکرہ کو خان نے کمین کو
تصحیح رکھی اوسکی کئی شرط پہ موقوف
جسدم نہ کی ماون شرطونکی اشرف علیخان نے
ہاتھ اپنے سے اک بندیہ لکھا اونے وہ شرطین
پھر اونسے کہا کیجیے مہر اپنی اب اس پر
اصلاح کی لکھوا سند اشرف علیخان سے
اسطرح ہوا تذکرہ اوپر متوجہ
ابکار مضامین و معانی کے سب آمین
تن پر نہ رکھا ایک کے سر اونمین سوا دستے
آئے وہ سب اسطرح بزیر قلم اوسکے
پہونچی یہ خبر جسگھڑی اشرف علیخان کو
اوس حال سے آئے کجو افاقہ نہین دوہین جلد
احوال کو خان کے جو وہ دیکھا متغیر
پاس اوسکے سے القصہ وہ بمشرا بہ خشونت
لاگو مین جو اوس تذکرے کے حال کو دیکھا
اس ظلم کا انصاف کرو دو میری تم داد
سودا نے کہا خان سے کہ انصاف کے خواہش
انصاف طلب ہوجے اون شخاص سے جا کر

مصروف اوسمین رہے جبتک کہ ہوے پیر
اون خان نے کیا تھا غرض اک تذکرہ تحریر
جسمین کسی آگہ کے دکھانے کی تھی تدبیر
اشرف علیخان نے جو بافواہ جماہیر
رکھے ہو وہ اس شہر مین اوستادی کی تشہیر
تا دیکھے وہ اوس تذکرہ کے شعر بتاخیر
اور سست کے احوال کو دیوے نہ وہ تغیر
تب عذر دماغ اپنا بیان کر وہ بتکریر
جو جو اوسے منظور تھا لا اوس کو بتقریر
لایا جو بتکرار وہ اہمال مین تاخیر
جو باتین کہ پاین یقین قرار اوسکی تبدیر
تا ہووے باسناد مزین یہ تحاریر
وہ تنگئی مسند تعلیم جماہیر
کرتی ہو زبان جسکے بیان کر نہین تاخیر
تھی زادۂ طبع اونکی جو گذرے ہین مشاہیر
لی ہاتھ جو ظالم نے قلم اپنے کی شمشیر
جون فوج گنہگارون کی آئے تہ شمشیر
سن اونکے اس احوال کو حالت ہوئی تغیر
پاس اوسکے سراسیمہ و مضطر گئے جون تیر
تا دیر تبسم سے رہا غنچہ کے تصویر
اوس تذکرہ کو لائے اوٹھا سخت ہو دلگیر
سودا کنے لا اوسکو لگے کرنے یہ تقریر
مین ورنہ گریبان کو ڈالون گا ابھی چیر
ایسی ہی اگر آپ کو تو کیجیے مت دیر
جو فارسی گوئی مین ہین بالفعل مشاہیر

آیا ہی عجب دور یہ تا چند سے کریگا
اسطور سے اور وضع سے گردش فلک پیر

نادان و سفیہ اپنے تئین سمجھین گے دانا
اور لائین گے دانائونکی کہ ہجو بہ تحریر

اچھونکو برا جو کہے بیشک وہ برا ہے
ہووینگی بہ رونکی نہ کبھو اچھون مین توقیر

سمجھا نہ برا ہو دیگا آفاق مین کوئی
اچھونسے جو اچھے ہین تو انکی کرے تحقیر

مانند تیرے اور بھی بمعنی سبکے ہین تو
زندان حماقت مین ہی جو جو کوئی زنجیر

کسر آئے نہ پرشان مین کچھ اوسکے سخن کی
رکھتی ہی زیادہ یہ مثل مہر سے تشہیر

جو خاک کوئی پھینکے ہی خورشید کے اوپر
سو ڈالے ہی خاک اپنی ہی آنکھون مین وہ بے پیر

نادان ہی عبث تو سخن پوچ پر اپنے
معنی سے تیرے طبع کا ہرگز نہین تخمیر

سودا ہی ہر اک شخص سے یان سینہ سپر تھا
کہتا ہی تو جو شعر مین تھا صاحب شمشیر

جھوٹا ہی تو زنہار یہ سودا کی نہ تھی شان
چڑھتا کوئی منہ اوسکے جو زیر فلک پیر

کب سامنے ہوتا کوئی روبرو صفت اوسکے
ایسا رکھے تھا دبدبہ شاعری وہ شیر

یہ جھوٹ تو سب اسلیے بکتا ہی کہ اوسکی
ہی رتبہ شناسی مین تیری فہم کی تقصیر

تھا اوسکے مقابل جہان کون کہ جس کا
سینہ کے تئین اپنے وہ کرتا ہدف تیر

سودا پہ یہ بہتان ہی فقط تیرے گمان کا
لے مفتری اس جھوٹ پہ حق دیگے تجھے تعزیر

معلوم ہوا اس سے یہ تجھ پر سے تیقن تو
سودا کی بھی تھی خلق مین تیری ہی سی توقیر

اوس تذکرہ پوچ مین لے مفتری لپنے
احوال بقا مین جو کیا تونے یہ تحریر

میرزا سے کیے لکھنؤ مین معرکہ اوسنے
جھوٹا ہی تو اور جھوٹ وہ سب ہے تیری تقریر

ہر چند کہ بکتا ہی یہ سب پوچ تو اور جھوٹ
مانا مین جو کہتا ہی تو بالفرض وہ تقدیر

وہ معرکہ یون اوس سے تھے جو لشکر خفاش
ہو معرکہ پروانہ بخورشید جہان گیر

عہد اوسکے مین اسطرح تھا نام شعرا گم
معدوم ستارے کرے جون مہر کی تنویر

تو ہل سے اوس حال کے مطلق نہین آگاہ
واہی جو بکا ہی یہ تیری حمق کی تقصیر

اوس ذکر کو سن من وعن اب میری زبانسے
کھینچون مین اوس احوال کی تقریر مین تصویر

شروع مناظرہ میرزا رفیع سودا با فاخر مکین و احوال بقا

اشرف علی خان نامی باخلاق مہذب
تھے عمدہ گھرانے سے وہ اک مرد بتوقیر

ہے شاعری مین جو کوئی اسطرح کا محتاط اور نکتونکی چینی مین وہ ہی خلق مین تشہیر
جو شخص کہ ایسا ہو وہ کب اپنے سخن کے اغلاط کو اور سقم کو رکھے کا گلو گیر
ازبسکہ وہ مشتاق سخن کا تھا مکین کے پہونچانے کا تھا اوسکے بہم در پے تدبیر
سودا کنے دیوان مکین لے گئے آخر عرصہ مین کئی روز کے ایک صاحب توقیر
اوسکو بتامل جو لگا دیکھنے سودا جو اوسمین کہ الفاظ و معانی تھے گرہ گیر
اشعار مین اوسکے جو نئے طرز سے دیکھے آئینہ مین ہر لفظ کے اک معنی کی تصویر
اوس شاعر ذی ہوش کی تعریف مین اوسنے کس خوبی سے تب ایک رسالہ کیا تحریر

دربیان رسالہ عبرۃ الغافلین

کی اوسنے رسالہ کی غرض پانچ ہین فصلین پہلے مین تو لکھنے کے رسالہ کی ہے تقریر
اور دوسری وہ فصل کہ جسمین ہین وہ اشعار جو اوسکے قلم کے تھے ہوئے طعمۂ شمشیر
اور تیسری وہ فصل کہ اصلاح کر اوسنے اوستادونکے اشعار کیے ہین زبر و زیر
اور فصل چہارم مین وہ اشعار مکین کے کس لطف سے تقریر کو لایا ہے بہ تحریر
پنجم مین وہ اشعار مکین ہین کہ کر اصلاح سودا نے جن اشعار کی دی معنی کو توقیر
انقصہ ہوا جب وہ رسالہ مترتب اور پائی ہر اک سمت مین ذکر اوسکے نے تشہیر
لکھنے کا رسالہ کے جو پہونچا اوسے احوال جان اپنی اوسے شان کا وہ موجب تکسیر
بھیجے تھا بقا کے تئین دے شعر کی اسناد پاس اوسکے جو عالم مین تھا یکتائے مشاہیر
ہر چند رہی انمین یہ تکرار کئی روز سن اسکو کہ ہے صحبت آخر کی یہ تقریر
سودا کے جو ہین شعر مکین مورد ایراد ہین طرفہ مضامین و معانی کے وہ تسخیر
یک شعر از انجملہ یہ لکھا ہے کہ جس کا ہر لفظ ہے نخچیر معانی کے لیے شیر
مضمون کو اوس فارسی کے شعر کے موزون کر مین نے کیا ہندی مین سطر جسے تسطیر
تھا دل مرا محفل مین گرفتہ قدح آسا صہبا نے کی ہونیکی شگفتہ میری تدبیر
سودا کی یہ اوس شعر پہ حجت ہے کہ تو نے کس واسطے باندھا ہے قدح کے تئین دلگیر
دے گئے ہین قدح کو وہ گل و لالہ سی تشبیہ جو ڈال گئے شعر کے بنیاد کی تعمیر
ہے شکل گل و لالہ شگفتہ کہ گرفتہ بیہودہ و واہی نہ کر اس ڈھنگ سے تقریر

مین ریختہ گو ہون مجھے اب رکھیے معاف آپ
رنجیدہ و آزردہ ہو سودا سے یہ سُنکر
اوس تذکرہ کو ڈال گئے تھے وہ خفا ہو
ناچار ہوا اوس پردہ ہوا جب متوجہ
دیکھی تو عجب طرح کا ہی قتل مچایا
اوستادون کے وہ شعر کہ ہر حرف جنھو تکا
اوسکے تئین کاٹا ہے بنایا ہی بگاڑا
کاٹا کوئی مصرع کوئی مصرع ہے بنایا
معنی سے گذر کے کہین لفظونکی رعایت
ٹھہرایا ہی یعنی کوئی مصرع اوستاد
لکھا ہی کہین شیخ یہ بے علمی کا ایسا
لکھی ہی کسی شعر کی تقریر یہ تضحیک
کر ڈالے قلم خوردہ کہین صفحہ کے صفحہ
لے سعدی سے تا جامی فخر و سے حسن تک
جو تھے متقدم متوسط متاخر
وہ تذکرہ اون سب کے سخن سے تھا مزین
اوس تذکرہ پر ہات وہ اسطرح کیا صاف
سودا ہوا اوس دم گل تصویر سا حیران
بعد اوسکے افاقے مین جو آیا تو یہ سمجھا
اُستاد فلک رتبہ کہ ہی خلق کے نزدیک
کرتا ہی کلاموںکو جو اون شخصونکی اصلاح
سودا کے ہوا دل کو یقین دیکھ یہ احوال
مشتاق سخن اوسکا ہوا تا کرے دریافت
اوستادونکے اشعار پہ اغلاط کا اطلاق
آگاہ ہو اس فن سے جو اسطرح سے اوسکے
دکھلایئے اسکو دقیقین اچھی ہی یہ تدبیر
ڈیڑہ کو گئے اپنے وہ با حالت تغئیر
اسواسطے سودا کے رہا پاس وہ تا دیر
جس جا کہ اون اجزا مین تھی اصلاح کی تحریر
ہاتھ اپنے مین لے اوسنے قلم کا بتر و تیر
دیوان فصاحت کے کتابہ کی ہی تحریر
ہر شعر کے معنی کو کیا ہے زبر و زیر
یعنی کوئی لفظ کہہ اوسکی لکھی تقریر
لفظونکا تبدل کہین معنی کی ہے تغئیر
مصرع کوئی یعنی کہہ اسُ مین کیا تسطیر
پھیرے کہین لفظ اوسکے جو تھی شیخ کی تقریر
سمجھا نہ کہ ہی اپنی ہی نافہمی کی تقصیر
خط کھینچ کے اوراق کے اوراق کیے تیر
لے مولوی روم سے تا محسن تاثیر
ذات اونکی ہوئی شاعری کی بانی تعمیر
قاصر ہی ثنا جنکے مین آفاق کی تقریر
جسطرح سے جو زنگ لگاتے ہین بشمشیر
یون دیکھی جب اوسکی وہ چمن بندی تحریر
نزد اوسکے اس اصلاح مین کچھ ہو گی تدبیر
از روے شرف خاک رہ اونکی بلہذا اکسیر
اوستادونکی اوستادی کی وہ ٹھونک بم و زیر
وقت اپنے کا وہ شخص بلاشک ہی بڑا پیر
اوستادونکی اوستادی کی کیفیت تقریر
کرکے جو کرے ہی سخن اون کا زبر و زیر
سخت سے عجب کیا ہی کہ طینت کا ہو تخمیر

یہ سن چھری اک شخص نے کوکھ اوسکی پہ دہری
اور سر پہ کھڑے دو ہوئے لے برہنہ شمشیر

کہنے لگے لیجائینگے ہم تمکو اسیوقت
چلنے مین کمین کے کہنے ہرگز نکرو دیر

اور لے لو رسالہ کو جو لکھا ہے وہ تم نے
جانیکی نہین پیش تمھاری کوئی تقریر

سودا نے اون اشرار کی دیکھی جو یہ شدت
سمجھا کہ کرینگے نہ یہ بدذاتی مین تقصیر

ناچار میانے کو منگا اوس مین وہ بیٹھا
جب دیکھی کوئی اوسنے بجز اوسکے نہ تدبیر

اونمین سے چھری کھینچ وہین آنکے جلدی
چڑھ بیٹھا میانین بھی اک لطف تقریر

اسطرح سے جب لیچلا تنہا اوسے پاکر
وہ لشکر شیطان دغا پیشۂ بے پیر

گھر اوسکے سے نے پہونچے تھے تا اوس قدم انکو
ناگاہ تماشا یہ دکھائے اوٹھین تقدیر

نواب سعادت علیخان ہاتھی کے اوپر
با فوج و حشم اوسگھڑی آکر ہوئے رہ گیر

دیکھین تو ہے میرزا رفیع ایک میانے کے اندر
اور گرد ہے بس میانے کے اک جمع مشاہیر

سودا سے لگا پوچھنے یہ ماجرا کیا ہے
سنکر کے اوس احوال کی کچھ تھوڑی سی تقریر

بٹھلا لیا نواب سعادت علیخان نے
سودا کے تئین اپنی خواصی مین یہ توقیر

آمادہ وہ نامرد ہوئے بھاگنے کو سب
اوس حال کو دیکھ اونکی یہ حالت ہوئی تغییر

سودا سے جو ہین ملک متوجہ ہوئے نواب
یک چشم زدن مین یہ ہوئے دلنسے ہوا گیر

فرمایا یہ نواب نے وہ ماجرا سنکر
یہ بھاگ نکاوین کہین کر لو اونھین زنجیر

تا اون سے خبردار ہون جاتے ہیں وہ یون
جسطرح کمان سخت مین سے جائے نکل تیر

جز بیرے کے گھر اپنے کہ اک آن مین پہونچے
ٹھہرے نہ کہین بیچ مین یہ بھاگ کے وہ بے پیر

آ لشکر حق نے تو یہ دی اونکو ہزیمت
یون آگے کا احوال کیا خامہ نے تحریر

نواب جو سودا کے تئین لیگئے ہمراہ
داخل ہو مکان مین لگے فرمانے یہ تقریر

حاکم نہین اس عہد کا مجبور ہون ورنہ
تم دیکھتے دیتا مین جو اونکے تئین تعزیر

فرمایا پھر اوسکے تئین ازراہ تفضل
تم یان رہو یک چند کہ جانا نہین تدبیر

تمسے کرین پھر آنکے شاید کہ خلش وہ
ان موذیونکا بسکہ ہے بدذاتی سے تخمیر

سودا نے کہا یہ ہی میرا خانۂ امید
حق اسکو رکھے حشر تلک فیض کی جاگیر

اقبال خداوند سے اک خلق کو ہے راہ
بادوستی و یکدلی زیر فلک پیر

آفاق مجھے جانے ہے اور بہتونکو مین بھی
احوال یہ رکھتا نہین کچھ حاجت تقریر

صورت گل و لالہ کی اگر ہوتی گرفتہ
معنی کے سوا بندش الفاظ کے اسکے
اوستاد کا تب شعر سند شعر کے اپنے
اوستاد کے اوس شعر کے مضمونکو بھی مین نے
کیا بادہ خوشی دے مجھی جب ہجو مین تیرے
ہر چند کہ معنی مین ہی دونون کی تناقض
اس شعر کو لکھکر دیا تھا اوسنے بقا کو
جسوقت کہ دکھلا چکے سودا کو یہ اسناد
بے سقم سبھی شعر ہین اسطرح ہمارے
سودا نے کہا اوس سے کہ اے فہم کے دشمن
یہ شعر ہی تائید ہمارے ہی سخن کا
اوس شعر مین اوستاد کا جو کچھ تھا ارادہ
جب شعر نہ ٹھہرا وہ سند شعر نگین کے
اون ہتیونکا احوال کہا آکے نگین سے
جب بند ہوئے شاعر ہین تب اوٹھین اپنے
بہتر ہی کہ سودا کے تئین دیجیے خفت
یہ مشورہ ٹھہرایا بلا سب کو نگین نے
سودا کو پکڑ لاؤ تم اور دو اوسے خفت
آکے وہ دل و جان سے قبول اور کمر باندھ
آئے تھے بہم جمع ہو ہتیارونکو لیکے
گھر اپنے مین بیٹھا تھا وہ غدر اونکی سی غافل
پیش آیا بتعظیم وہ اخلاق سے اون ساتھ
یہ بولے وہ سب بیٹھتے ہی ہمکو نگین نے
سودا نے کہا اسگھڑی مجکو خفقان ہے
کل آؤنگا مین اون سے کہدو یہ تم اونے

کب کرتی پیالہ کی تشابہ سے وہ تدبیر
سودا نے رسالہ مین مفصل لکھی تقریر
پھر اوسنے دیا کر کے بقا کے تئین تحریر
الفاظ مین ہندی کے کیا لاکے گرہ گیر
نظرو نمین قدح ہی دل بگرفتہ کی تصویر
لفظونکے تشابہ سے کر اوستاد کی تدبیر
یہ کہہ کہ یہ اسناد دکھا کر تو اوسے زیر
پھر کیجو طرف سے میرے تو اوس سے یہ تقریر
ہی اونکے سمجھنے مین تری فہم کی تقصیر
لا شعر کے معنی کو سمجھکر تو بتدبیر
سمجھا نہین تو معنی کا اسکے زبر و زیر
سودا نے کیا آگے بقا کے اوسے تقریر
تب وان سے اوٹھا ہو کے بقا ملزم و دلگیر
اون دونونکے مضمونکا جو آپسمین تھا تغیر
خفت کے مٹانیکے لیے سوجھی یہ تدبیر
تا خشک جھون کا ہو ہمارے خوی تشویر
جو شیخ بچہ اوسکے تھے در حیطۂ تسخیر
اور اوسنے جو یاراوسکے لکھے ڈالو وہ ٹھین چیر
کہنے کو سمجھ اوسکے کیا اوسنے جو تقریر
سودا کنے اشرار وہ بر عزم زد و گیر
ناگاہ یہ وارد ہوئے لے خنجر و شمشیر
اونکو وہ نہ سمجھا کہ یہ ہین مایۂ تزویر
جلدی ہی بلایا نہ کرو چلنے مین تاخیر
سچ جانیے اور کیجیے موقوف یہ تقریر
جاگیر نہین ہی جو کرینگے مجھے تغیر

[illegible] ۱۲

حیران تھا کہ کیا بات بناؤں نہیں کہ جس سے
تھا اوسکو سلوک اوس سے اون ایام مین منظور
خاطر کا تھا پاس اوسکے جو مختار کو ملحوظ
ارکانون سے تب اپنے بلاکر کہا اوسنے
سب شیخ بچونکے تئین تم اور مکین کو
حاضر ہوئے ہین آ کے گنہگار تمہارے
القصہ جو تھے نائب مختار کے ارکان
سودا کے گھر اب تم چلو سب لیکے مکین کو
سودا کنے جس وقت کہ اونکے تئین لائے
خفت سے اونھونکے تھا جو کچھ چہرونکا عالم
سودا کے حضور ان سبھونکو لائے وہ اشخاص
سودا نے کہا انکی مین تقصیر سے گذرا
یہ کیا کرین اسمین کہ مقدر مرے یون تھا
رخصت اونھین سودا نے کیا عطر دادر پان
ہرکارے نواب آصف الدولہ کے تھے حاضر
سودا کے تئین لیچلے تھے جیسے وہ مردود
اور ڈالتے تلوار سے مار اسکو وہ نامرد
پایا ہی اکیلا جو سلاطین کو اکثر
پر گندہ کیا اونے جو اوستادی کو اوسکے
سودا کا کشاکش وہ ہوا موجب عزت
اللہ جو اشخاص کو کرتا ہے مقرر
شاعر کے تئین کام ہی کیا تیغ و سپر سے
اثبات قصور اوسکے ہوا تیغ زبان کا
اے مصحفی اسطرح سے یہ سانحہ گذرا
بد ذاتی مین کچھ شبہہ نہ تھا اونکے د لیکن

نواب کے نزدیک معاف اونکی ہو تقصیر
رکھتا تھا وہ شیخونکی لبسر داری جو تشہیر
از بہر رفاہ اوسکے یہ نائب نے کی تدبیر
یہ کام کرو جلد کرو اسمین نہ تاخیر
سودا کنے لیجا کے کرو اوس سے یہ تقریر
جسطرح اونھین چاہیے اب دیجیے تعزیر
آ شیخونکے گھر مین وہ لگے کرنے یہ تقریر
اسمین ہی بھلائی ہے تمہاری نکرو دیر
خجلت سے ہر اک اونمین تھا غرق جو تصویر
احوال وہ زنہار نہین قابل تحریر
اور بولے کہان خاطیونکو بخشئے تقصیر
سر آ کے مرے آگے اونھون نے کی جب زیر
انسان کو لازم ہی رہے تابع تقدیر
حاصل یہ اونھین اس حرکت سے ہوئی توقیر
جا عرض کیا دیکھ گئے تھے جو یہ تقصیر
یہ لیجاتی گھر اپنے اوسی بالفرض و تقدیر
عزت کی ہی سودا کی نہ اک .... کی تحقیر
اسطرح سے ہین لیگئے لا خنجر و شمشیر
اوس گندہ کی اب شکل و دشوار ہی تطہیر
اس سے بڑھی اور اوسکی تو اوستادی کی توقیر
اونکے لیے ہر امر مین عزت کی ہو توقیر
جب لڑنیکو دی حق نے زبان سے اوسی شمشیر
جسدن سے کی باتیغ و تبر لڑنے کی تدبیر
جو تو نے بتایا ساتھ لیے مصرعے تحریر
تحفت دے اوسے کون دے عزت جسے تقدیر

ناگاہ شرارت سے نہ تھا انکے مین ہرگز
پیش آئینگے اسطور سے مجھ ساتھ وہ بے پیر

تکرار سخن کی تھی عداوت نہ تھی مجھسے
سمجھا انکو یہ اونکی ہے فقط حمق کی تقصیر

شاعر کیلیے جنگ سخن کرنے کو باہم
بہتر نہین ہے تیغ زبان سے کوئی شمشیر

تیغ سخن اوسکی جو امالت نہین رکھتی
اسواسطے شمشیر سے کی لڑنے کی تدبیر

کچھ مجکو نہ تھی اوس سے سخن اپنے پہ تکرار
مجھپر نہ گوارا ہوئی اوستادون کی تحقیر

اصلاح دی اپنے تئین سمجھا کہ بنا مین
اوستاد اونھونکا ہین جو وہ اوستاد مشاہیر

لکھا ہین یہ اسواسطے تا نزد سفیہان
اوستادونکے حرف آئے نہ در عزت و توقیر

خالص ہے او ان اوستادونکا نقد سخن ایسا
ہے قلب نما سامنے جس کے زر اکسیر

نافہمی سے جب اوسنے لکھے اونپہ مطاعن
جلکر مجھے ناچاری سے تب سوجھی یہ تدبیر

دیوانکو منگا اوسکے مین جسطرح کہ اوسنے
اوستادونکے اشعار کیے ہین زبر و زیر

مین نے بھی اوسیطرحسے اشعار کے اوسکے
باشرح و بیان معنی کی تقریر کی تحریر

پر میرے اور اوسکے ہے یہ لکھنے مین تفاوت
بیجا ہے وہ تقریر و بجا ہے مری تحریر

احوال یہ کر عرض ہو نواب سے رخصت
گھر آیا اوسی رات کو گھر اپنے مین شبگیر

پہونچی اوسے جب یہ خبر آفاق مین جو تھا
فریادرس آہو و کلہ شکن شیر

وہ آصف جمجاہ کہ عدل اوسکے سے دائم
شاہین رہا عہد اوسکے مین محکوم عصافیر

یہ شعلہ در آتش خشم و قہر کہ اوسکے
اوس لحظہ تھی قاصر ہے بیان جسکی مین تقریر

بھڑکتی تھی آتش غضب و غصہ کی اوسکے
ہر چند کہ ارکان تھے بجھانیکی تدبیر

مختار تھا اوس عصر مین نواب کا نائب
لایا تھا ممالک کو وہ سب اپنے یہ تسخیر

فرمایا اوسے آصف دوران نے بلاکر
ان شیخونکی تم نے سنی یہ بدعت و تقصیر

ناحق متعرض ہوئے سودا سے وہ جاکر
واللہ کہ ہے اونکی خطا کی یہی تعزیر

گھر واؤ محلہ کو ابھی جلکے اونھونکے
اور منہدم اوسکو کرو جو اون کی ہو تعمیر

پھر اونمین سے ایک ایک کو گنگا کے کرو پار
اخراج سبھونکو کرو لے طفل سے تا پیر

اور پہلے اوسے پار اوتراؤ کہ جس نے
بھیجا تھا اون اشرار کو ازسر زد و گیر

الا مرے احکام کو تم جلد عمل مین
خاصہ مین نہ کھاؤنگا اگر اسمین ہوئی دیر

نائب نے جو نواب سے کے اوسوقت مین دیکھی
اوس مرتبہ نار غضب و غصہ کی تاثیر

اوسکا ہنر و فضل ہر اک دل پہ لکھا ہے
ہر فرد کی ہی پیش نظر تجھسے زیادہ
جلنے ہی اوسے ماہی دمہ ذرہ و خورشید
ایسا نہین گذرا ہی جہا نین کوئی ابتک
ذکر اوسکا ہی لکھنا ترا ایسا کہ جہا نین
گر نظم و گر نثر مین جو تو نے بکا ہے
کیا ہجو تری اوسکی اگر مدح کرے تو
دھو پہلے تو با مشک و گلاب اپنے دہن کو
کسواسطے گذرا ہی وہ مقبول طبایع
مقبول اوسے جانے ہی تو مقبول کے مردود
اوسکا ہی بھرا دل مین حسد تیرے ولیکن
شدت سے حماقت کی ٹھہرتا نہین یکجا
یا چھائی ہوئی اوسکے سخن کی ہی جو صولت
کہیے اوسے خورشید سپہر سخن و شعر
اور ونکے تئین نسبت ذرات ہی اوس سے
یون اوسکے سخن سے ہی نمود سخن خلق
اے مصحفی ہر ایک کے حسب اور نسب سے
ہین فارسی کے تذکرے بیحد و نہایت
البتہ کہ سب ایک سے ہو وینگے نہ شاعر
لازم ہی سخن کے تئین پستی و بلندی
پر ثبت کیا اونہین ہی جن جنکے سخن کو
وہ کون ہی جس شخص کے احوال کو تو نے
اس تذکرے مین تیرے کسی شخص کی حق مین
معلوم ہوا اس سے کہ تھا تجکو یہ منظور
جس جسکا بھرا ہی حسد ذہین تر سے لیکن

ذکر اوسکا نہ تھا کچھ ترا محتاج بتحریر
احوال کا اوسکے جو نقیر اور سے قطمیر
ہی لیک وہ آفاق مین مشہور مشاہیر
اور بعد کے ہونیکی خبر رکھتی ہی تقدیر
ذرہ کرے خورشید کے احوال کو تحریر
کچھ شان کی اوسکے نہین شایان وہ تقریر
ہو رتبہ و قدر اوسکی کا وہ موجب تحقیر
اس شخص کا تب لا بزبان اسم بتوقیر
تواب ہی کہے یا دسے اے واہیونکے پیر
کرتا ہی تو پھر کس لیے ہر شعر مین تحقیر
تقریر و بیان کے ہی سلیقہ کی یہ تقصیر
لکھی ہی کہین مدح کہین ذم کرے تحریر
اسواسطے کرتا ہی تو بھٹکی ہوئی تقریر
انوار کلام اوسکا ہی از بس کہ جہانگیر
ہین ریختہ گو جتنے کہ گمنام و مشاہیر
جون پرتو خورشید سے ذرات کی تنویر
اسطرح ہوا کب تو خبردار و خبرگیر
دیکھے اونہین کہ سطور سے مذکور ہین تحریر
ہر ایک کا یکسان نہین اندیشہ و تدبیر
ہوتی ہی جدی طرحسے ہر فکر کی تقریر
ہر ایک کے احوال کو لکھا ہی بتوقیر
لکھا نہین بے رتبہ و بد طور و بہ تحقیر
اظہار معائب کے سوا کچھ نہین تذکیر
پر دیکھین کہ کرتے تذکرے مین ہجو جہا ہیر
کرتی ہی اوس احوال کو ظاہر تری تقریر

ہی سننے کی یہ نقل کہ اس جنگ جدل پر
سودا سے کئی روز کے بعد آ کے بقا نے
اور کہنے لگا یہ کہ بلا شک ہو مسلم
یہ عرض ہی میری جو قبول اسکو کرین آپ
دیجے مرے دیوان کو اصلاح کی تشریف
ہر چند کہ تھا ننگ کا سودا کے یہ موجب
آیا گیا لینے کے دنہ اصلاح کے خاطر
دیوان کے اصلاح تلک رکھی یہ صحبت
دیوان کو کیا اپنے جب اصلاح سے فارغ
شاگردین سودا کا ہوا آ کے و لیکن
شاگردی سودا کی وہ بیعت شکنی کر
اوس طوق اطاعت سنے نکل اپنے گلے مین
برگشتہ ہو کہنے لگا بیہودہ و واہی
یہ تو نے سنی معرکہ آرائی بقا کی
سودا سے ہو کسطرح بقا معرکہ پرداز
اوستاد کے بھیجے سے تو آنیکو بقا کے
اے واہی کیا تذکرہ مین تو نے ہی اپنے
اوس شہرۂ آفاق کے احوال کو کوئی
نسبت کری ہی سرقہ کی اور جہل کی اوسے
جہل اوسکی کا اور سرقہ کا رتبہ تجھے کھلتا
جہل اوسکی کرے ناز سدا علم و ہنر پر
ہر چند کہ ہین اوسکے مراتب تجھے ملحوظ
اس لکھنے سے قدر اوسکی نہ یکذرہ ہوئی کم
اغلاط و توارد کا کرے اوسپہ تو بہتان
لکھتا تو اگر یہ کسی گمنام کے حق مین
جس سے پڑی افساد کے بنیاد کی تعمیر
اوس رنجش ماضی کا کیا عذر تقاصیر
اوستاد تم اس فن مین با قرار جہا ہیر
انسب ہی مری فہم کے نزدیک یہ تدبیر
تا اہل سخن مین ہو سخن کو مرے توقیر
بر خلق سے اقبال مین کی اوسکے نہ تاخیر
دیوان جو کئی جز کا تھا کر اوسکو بغلگیر
کی وقت مین اصلاح کے ہرگز نہ کبھو دیر
بعد اوسکے معاً اوسکے تئین سوجھی یہ تدبیر
ہو ویگا مکین سنکے اس احوال کو دلگیر
لا محبت بموجب وہی ربط بہ تقریر
جا ڈالی پھر اوس سلسلہ کی پاؤنین زنجیر
مجذوب کے مانند وہ جذبے کا ہو تسخیر
اوس کذب کو دھوڈالکر اس صدق کو تحریر
خورشید کا ذرہ نہ کبھو ہووے گلوگیر
گر معرکہ سمجھے تو ہی اسمین تری تقصیر
مذکور کو سودا کے عجب طرحسے تحریر
لکھتا ہی بہ بے رتبگی و خفت و تحقیر
رکھ لعبغو نپہ عندیہ کی اپنے کرے تقریر
گر ہوتی ترے دیدۂ تفہیم مین تبصیر
اور سرقہ نے طبع و دل عالم کیا تسخیر
ہی اوسکے تجاہل مین حسد کی تری تقصیر
اور تیری حماقت کی زیادہ ہوئی تشہیر
لعنت ترے اس جھوٹ پہ اے مفتری دبیر
تب خلق کے نزدیک تھی سچی تری تقریر

کس لطف سے الفاظ معانی مین کیا دخل
اشعار کے اوسکے کر اونھین کردیا تصویر

رکھنی تھی عجب معجزہ بے علمی سودا
علامونکا اللہ نے جاہل کو کیا پیر

بغض اور عداوت کو جگہ دلین نہ دیکر
دیکھ اوسکے رسالہ کا نقیر اور تو قطمیر

بعد اوسکے تو انصاف سی کر غور کہ عائد
اون دونون مین سے کسکی طرف ہوتی ہے تقصیر

مختار کیا تجکو مین ہو کر کے حکم تو
وہ کر کہ ہو جس پر متقاضی تری تدبیر

کچھ شعر کی باتین نہین ایمانی و دینی
بد کہنے سے جن کو ہو کوئی داخل تکفیر

اوستاد نہین باپ کی گر بات بری ہو
اچھی نہین کیجاتی بجنگ تبر و تیر

اس بات کو سچ جان کہ پیدا کرے معنی
شاگردونکے لڑنے سے نہ اوستاد کی تقریر

حمق ہی سو جتانے سے قباحت جو کسو کی
ممنون نہو اور لیکے لڑے اوس سے وہ شمشیر

سودا و مکین مین پڑی اوس سے ہی لڑائی
تھے ورنہ بہم پیش ازین جون شکر و شیر

کہنے سے ہو گر کوئی نبی یا ولی کوئی
تو اوسکی خطا سے بری و پاک ہو تقریر

ممکن نہین پہونچائے بہم رتبۂ معصوم
بالفرض ہوا شعر مین خاقانی کا بھی پیر

سہو اور خطا ہے بشریت کا لوازم
انسان جو ہی ہر امر مین ہی مصدر تقصیر

پاک اپنے تئین جانے جو انسان خطا سے
بے شبہہ و شک جرم و خطا کا ہی وہ تخمیر

عیب دگران کے تئین ہر یک نگران ہی
کچھ اوس سے کسی شخص کی بڑھتی نہین توقیر

تیزی نظر عقل کو دی حق نے جنھونکے
عیب اپنے بجز چشم کے دید اونکی ہے تنویر

آفاق مین جو عقل سے معذور ہین اونکے
اور ونکی خطا جوئی پہ معروف ہے تدبیر

حمق اپنے سے اوروں کے ہنر کو جو کہین عیب
کیونکر نہ خطا بینونکا ہووے ہدف تیر

حال اونکے سے اک شعر نظیری ہے مطابق
اسواسطے مضمون کو کیا اوسکے مین تحریر

یک عمر بکاو دستونکا عیب جہان مین
دشمن سے سن اپنے تو ذرا وصف کا تذکیر

اکمال سمجھتے ہین معرف تیرے جس کو
کس نقص سے اوسکے تئین کرتا ہے وہ تقریر

اس قصہ کے لکھنے کا ہوا مصحفی باعث
تھا ورنہ دماغ اسکے کسے کرنے کا تحریر

لکھتا نہ اگر معرکہ سودا سے بقا کے
کرتا یہ بیان کرنیکی مین کس لیے تدبیر

ناواقفون کیواسطے واقف تو ہین واقف
اس معرکہ کی مین نے قلم بند کی تقریر

کیا معرکونکا ربط تھا سودا سے بقا کو
پر اوسکی فقط جہل و حماقت کی ہے توقیر

اور ہے وہ اگر لوح و لچر واہی و بے ربط
تعریف نہ کر بلکہ سخن کے تئیں کر خوب
منھ پر ترے تحسین کریں پیچھے تری نفرین
نعیت نفس اپنی حماقت سے نکر تو
بد طینت و بدنفس جو کوئی ہیں جہانمیں
رکھتے نہیں زنہار خبر عیب سے اپنے
نامرد ازل ہیں سو وہ اوروں کی ہمیشہ
صورت ہیں ہنر کی وہ نظر میں حمقا کے
جو واقعی ہیں مرد ہیں ان کا ہی یہ احوال
کہتا ہوں میں تجھ سے زرہ پند و نصیحت
اکسیر بنا چاہے اگر عز و شرف کی
گر یاد ہی کر خاصیت خاک تو پیدا
ہر چند تری طبع کی بالضد ہیں یہ باتیں
پر فہم سے شاید کبھو نسبت کرے پیدا
دل اپنے میں کر سوچ کہے گا تو کہ جسکے
پر ہر سخن اوسکا تھا بہ از گوہر شہوار
اور ایسا ہی احمق جو رہا تا بدم زیست
کس واسطے مجبور سرشت اپنی سے ہی تو
اے ناطقہ اب اوہم خامہ کی عنان لے
ہونگے حمقا تیری نصیحت سے نہ غافل
تعریف میں کچھ نطق و بیان اپنی کی لکھ تو
لازم ہی جو ہیں جوہری بازار سخن کے
اس لطف و صفا سے نکرے جوہری ہرگز
فرمان بلاغت کی ہی پیشانی کا طغرا
جوں زلف بتاں اسکا ہر اک مصرع دلکش

تعریف سے تیرے نہ اوسے ہو ویگی توقیر
تا خوب ترا ز خوب نہو لا بہ تحریر
ہو یہ حرکت کر کے تو زنہار نہ تشہیر
جو کوئی مرید اسکا ہی شیطان کا ہی وہ پیر
شان اپنی پڑھاتے ہیں وہ کر غیر کی تحقیر
اور ونکے ہنر کی کرے ہیں عیب سے تقریر
رہتے ہیں بدل ڈھونڈھنے کے درپے تقصیر
ہیں گرچہ کہ سرتا بقدم عیب کی تصویر
ہیں لئے معائب کے وہ ہر آن خبر گیر
سن گوش دل و جان سے ذرہ تو یہ تقریر
مردونکی نکر گرد قدم ہونے میں تقصیر
آتش ہی تو ہو بچا تو بہم آب کی تاثیر
اور تیری حماقت کے مخالف ہی یہ تقریر
تب جان زمانیکے فہیموں کا مجھے پیر
اک حرف نے کی تب تو مرے دل میں نہ تاثیر
تھی اوسکے سمجھنے میں مرے فہم کی تقصیر
ہوتا نہیں اس جرم سے تو واجب تعزیر
کرنیکے بد و نیک کے مختار ہے تقدیر
تنگی کرے ہی صفحہ بجولانی تحریر
احمق ہیں ازل ہی کے یہ اونکی نہیں تقصیر
جا گیر سخن میں سے تجھے چاہیے توقیر
اب گوہر شہوار میں تولیں تری تقریر
جسطرح کیے لعل و گہر تو نے گرہ گیر
اس نظم کے ہر مصرعہ موزون کی تحریر
ہیگا دل عشاق سخن کے لیے زنجیر

طاقت تھی کہ ہوتا کوئی سودا کے مقابل   کیا روبرو اوسکے تھی بقا کے تئین توقیر
اے روبہ پر حیلہ واے گربہ پر نکیہ   سودا نے برے کہنے پر از بسکہ تو ہی شیر
اوسکا ہی بھرا بغض ترے دلمین وگرنہ تو   رکھ اور بنا اوسکے تئین لاتا ہے بتقریر
ان باتونسے اچھے نہ برے ہووین کسیطرح   کیونکر وہ برے ہون جنھین اچھا کرے تقدیر
سمجھا تو کہ سودا کہ برا کہہ کے ہون اچھا   اچھا نہ بنا بلکہ برون مین ہوا تشہیر
اے مصحفی اچھا تو نہووےگا کسی طرح   اچھا وہ نہین ہی جو کرے اچھونکی تحقیر
اچھے جو ہین سمجھے ہین برونکے تئین اچھا   کہتا ہی برا اچھونکو تو ہی برون کا پیر
اچھا جو دکھاتا ہی تجھے تیری نظر مین   سو حمق ہی تیرا کہ وہ تیرا ہے گلوگیر
اچھا تو اگر آپ کو سمجھا تو نہ آیا   فہرست مین اچھونکے ترا نام بہ تحریر
جانیگا برا اپنے تئین سب سے جب اچھا   ہوویگا تو اور بڑھیگا تب اچھونمین توقیر
خوب آپ کو سمجھا تو ترقی سے رہا تو   اس حرف کو زنہار نکر دلمین گرہ گیر
دشوار ہی تا منزل اکمال پہونچنا   پہونچاتی ہی دہان لاکھومین ایکدم کو تقدیر
ہی نقص کے اندیشہ مین تکمیل کی کوشش   جب سمجھا تو کامل ہون ہوا نقص مین زنجیر
دانا ہی تو نادان ہو دانست کی کرسعی   تا ہووے تو اونسے جو ہین دانائی مشاہیر
گر خوب ہی اپنے سخن خوب کو بد جان   گو بد ہی سخن غیر کا کر اوسکی نہ تحقیر
ہر شیشہ دلکے لیے ہی تیری زبان سنگ   تا چند رکھیگی یہ درستی تری تقریر
رکھیگا بنا تیغ زبان اپنی سے کب تک   ہر خاطر دہر دلکو لگا زخم تو دل گیر
صد مرہم و بخیہ کے پے زخم دل خلق   تقریر تری چاہیے پیدا کرے تاثیر
گر فہم ہی تو اپنے تئین ہیچدان جان   تا تجکو جہان کے ہمہ دانو مین ہو توقیر
بالغرض اگر تو فلک فضل و ہنر کا   خورشید ہی کر ذرہ مثالون کی نہ تحقیر
چون ہو سکے تو نقش خودی کے تئین کر نیست   تا صفحۂ ہستی مین ہو قائم تری تصویر
کیسا ہی تو اچھا کہے اوس پر نہو راضی   کر سعی کہ ہو اوس سے بھی اچھی تری تقریر
زنہار طبیعت کو نکر حمق کا پیرو   کر عقل کو فکر اپنی کا تو راہبر و پیر
تعریف نہ کر آپ تو پڑھکر سخن اپنا   ہی تجکو قسم اوسکی جو ہے خالق تقدیر
دیگی جو تری طبع کی تئین خوبی معنی   سامع نہ کریگا کبھو تحسین مین تاخیر

تکرار قوافی کے قصیدون مین نہین عیب
یہ قاعدے ہین کہہ گئے اوستاد مشاہیر

آوے نہ نظیر اور نظیر اسمین کسی طرح
اس وزن کے ہین قافیہ ہر چند بہ تکثیر

اس بحر کی خاطر ہین کئی قافیے مخصوص
آتا نہین تقطیر و تغییر اسمین مگر تیر

اس وزن کے ہین قافیے سو آئے ہین اسمین
خامہ کی مرے کچھ نہین اس امر مین تقصیر

سب فارسی و ہندی بلا قافیہ اوسکے
کچھ بیتین ۳۰ سے شاید کہ زیادہ ہون بہ تسطیر

ان قافیونمین آٹھ سو اور کتنے ہین اشعار
کسطرح سے اسمین نہ قوافی ہون بہ تکریر

تکرار قوافی کے ہین استاد کے خاطر
اس ذکر کو ان بیتون مین لایا ہون بتذکیر

صائب سا ہوا کوئی کم آفاق مین اوستاد
لائق ہی اوسے گر مین کہون شاعرونکا پیر

اوس شاعر ساحر کے قصیدونکو جو دیکھا
رکھتی ہی بلندی معانی یہ وہ تقریر

پہونچے نہ جسے وہم فرشتہ کا بھی زنہار
ہر چند اوڑے عرش پہ ہو کرکے ہوا گیر

تکرار کو پر قافیہ کے حسن سمجھکر
صورت کش معنی وہ بہ از مانی تصویر

مضمون معانی کو بدل دینے کیا ہے
بعد ایک دو بیتونکے وہی قافیہ تحریر

اوستادونکے نزدیک نہین عیب کچھ اسمین
نادان ہی جو یہ عیب سمجھ کر کرے تحقیر

القصہ کہ جسدم چمن نطق مین میرے
اس رنگ شگفتہ یہ ہوا گلبن تقریر

گلدستہ بنایا پئے طبع عقلا مین
گل لا کے گلستان طبیعت سے بہ توقیر

تا اسکے تفرج سے کرین حاصل
جس وقت مطالع کرین یہ خوبی تحریر

بہر حمقا دستہ ہے تیر دن کا یہ گو یا
دیکھے سے اسے ہوتے ہین از بسکہ وہ دلگیر

اور مرتے ہین سن اوسکے تئین وہ کہ لگے سے
ہر مصرعہ چسپان اوسکا جگر اونکے مین جون تیر

تیزی و صفائی کو قصیدہ کی مری دیکھ
ہاتف نے خطاب اوسکو دیا برش شمشیر

بہتر ہی کرون خاتمہ اُس کا بدعا مین
کہتی ہی اجابت نہ دعائیہ مین کر دیر

تا جہل کو نسبت کرین ظلمت سے جہان مین
تا جلوہ گر آفاق مین ہے علم بہ تنویر

جو عاقل و عالم ہین زمانے مین الٰہی
تدبیر سے انکی نہ تفاوت کرے تقدیر

اور جتنے کہ ہین احمق و اجہل سو انکو
لعنت کا گلے طوق ہی پاؤن مین زنجیر

کیا طاقت و کیا تاب جواب اسکا معاند
لاوے بزبان اور کرے لکھنے کی تدبیر

دیکھے جو مخالف کوئی اسکو جگر اوس کا
دو ٹکڑے ہو کٹ کر یہ وہ بُرندہ ہی شمشیر

آنکھوں مین احبا کے یہ ہے کحل جواہر
سیر اوسکی ہی اون کی سبب قوت تبصیر

اقلیم معانی مین ہی راقم ترا ڈنکا
عالم مین سخن کی تری بجتی ہے بم و زیر

شاہنشۂ اقلیم سخن ہی تو جہان مین
چارون حدین اوسکی تیری فرمانکی ہین زیر

ہی چار قب نطق و بیان و سخن و حرف
قامت پہ زبان کے ترے زیبندہ یہ تقریر

لیتا ہے ترا خامۂ فکر اون سے سدا باج
ہین تخت نشینان سخن جتنے مشاہیر

ہی طبل دوات اور علم خامہ ہی تیرا
معنی ہی سپاہ اور زبان ہی تری شمشیر

شمشیر کی تعریف تری کیا کرون جس سے
تو نے ہی کیا ملک سخن کے تئین تسخیر

ہی فارس میدان معانی تو وہ جسکے
خامہ کا فرس ران بہانکے ہی سدا زیر

ہی شاعری کی فخر و شرف طبع سے تیری
جسنے کہ معانی کو دیا خلعت توقیر

در کوہ کنی سخن اے خسرو شیرین
خامہ ہی ترا تیشۂ فرہاد کا بھی پیر

شبدیز ہی اندیشۂ گلگون ہی تری طبع
شکر ہی مضامین تری شیرین تری تقریر

وامق ہی دل اہل جہان حسن کا اسکے
عذرائی یہ رکھتی ہی تری خامہ کی تحریر

لایا ہی بکوہ ایک جوی شیر کو فرہاد
ہر بین و سطور اسکی ہی اک تازہ جوی شیر

شہرے سے ترے خامہ کے لیلی وشی کے
جون شہرۂ مجنون کیا آفاق کو تسخیر

جس حسن سے تو نے بت معنی ہین تراشے
آذر کی فلک سے نہ تراشین یہ تصاویر

الفاظون سے یون اسکے معانی ہین نمایان
فانوس سے تابندہ ہو جون شمع کی تنویر

غرا و فصیح اور بلیغ ایسا قصیدہ
ہی مصحفی کیا کہہ نہ سکے مصحفی کا پیر

تیری ہی طبیعت مین ہی یہ زور کہ تو نے
یون باندھ یہ مضمون زبردست کیے زیر

اے سحر رقم مانی اندیشہ نے تیری
کھینچی ہی کس انداز سے اس نظم کی تصویر

صد آفرین ہی بلکہ ہزار آفرین تجکو
کیا طول دے تو نے یہ قصیدہ کیا تحریر

جس نظم کی عمر خضر و عمر مسیحا
آگے کرے تطویل کی کوتاہی و تقصیر

سو اوسکو مین لکھا کہ نہو تیرے فلک سے
اے مصحفی ہی صحبت سودا کی یہ تاثیر

تکرار قوافی کی جو نادان کرے تکرار
اوسکے لیے اشعار کیے مین نے یہ تحریر

۵ نام نیکو رفتگان ضائع مکن + تا بماند نام نیکت برقرار + کسیکه بسیار ست و خود را کم می پندارد بسیار تر است و کسیکه کم است و خود را بسیار مے شمارد و خود سرا است از پا می افتد آدمی را باید که اوقات در تربیت و تهذیب اخلاق صرف نماید بدان که خمیر مائیہ مرات از سنگ و آهن تاریکیست اما بواسطہ تربیت و کسب صفا کارش بجای میرسد که صورت انسان در دجلوه گرمے شود تو که خود انسانی اگر پیش انسان کاملی زانوی ادب ته کرده نشینی همچنان در تو نیز کمال او صورت مے گیرد هر صاحب نمالے که ترا خواهد دید بصورت خود خواهد یافت هر یکے هم جلیس خود را دوست میدارد عزیزدلها خواهی شد ۵ اگر دریافتی بردانشت بوس + و گر غافل شدی افسوس افسوس۔

بدانکه این رسالۂ مسمی بعبرة الغافلین مشتمل بر پنج فصل است فصل اوّل

در بیان موجب نوشتن رساله فصل دوم در بیان اشعاریکه میرزا فاخر بر و خط کشیده اند فصل سوم در بیان اصلاح نمودن میرزای موصوف بر اشعار استادان ثقه ما مضیہ فصل چهارم در بیان اشعار معترض میرزای مسطور فصل پنجم در بیان اشعار معترض میرزای موی الیہ که بنده موافق فہم ناقص خود دران دخل نموده فصل اوّل در بیان موجب نوشتن رساله باید دانست که درین ایام سانحہ عجیب و غریب روی داده لازم که سخن طرازان روزگار و نکتہ سنجان هر دیار بنپہ از گوش هوش برآورده تحویل سامعہ نمایند اشرف علیخان نامی مرد بزرگ از خاندان عمده که آشنای دیرین این احقر اند از تذکرهای قدیم و جدید بمشقت پانزده سال تریب لک بیت در تذکرهٔ خود تالیف نموده بخدمت میرزا فاخر صاحب متخلص به مکین سلمه الله الواهب آوردند و الحاح و سماجت برائے تصحیح بردند میرزا صاحب فرمودند که مارا دماغ نیست خوب این کار را برائے خاطر شما بشرطے قبول کنم که اشعار تمام شعرائے هند را از فیضی و غنی و نسبتی و ناصر علی و بیدل و سراج الدین علیخان آرزو و میر شمس الدین فقیر گرفته یکقلم خط بکشم مگر تصحیح و انتخاب اشعار شعرائے اهل ولایت خواهم نمود خان مذکور باستماع این حرف بمعنی تذکره را برداشته آوردند و قبول نمودند بعد از چند سال سی جزو تذکره را بخدمت شیخ آیت الله صاحب متخلص به ثنا برائے تصحیح برده بودند چنانچه شیخ صاحب مذکور چند جزو بصحت رسانیدند بعده اتفاق رفتن ایشان از لکھنو بطرف فیض آباد افتاد بعد ازان ناچار شده باز بخدمت میرزائے موصوف تذکره مسطور را خان بردند

عبرة الغافلین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بمارباب فہم وذکا مخفی نماند ہر دردمندی کہ بخود وارسید بدرد دلہا رسید وتا بدرد دلہا رسید بخدا رسید پس برزبان راستی بیان خدا رسیدگان درکلام اساتذہ مسلم الثبوت حرف جا وبیجا بے تامل نمیگذرد وے دانند + **بیت**

ہر کہ سخن را بہ سخن ضم کند	قطرۂ از خون جگر کم کند

وبر دل آگاہ ایشان روشن است جمعی کہ در فن سخن لبہای دریدہ دہنان دوختہ کوس لمن الملک الیوم کوفتہ از دار الفنا بدار البقا پیوستہ اند از آنہا انحراف ورزیدن کار خردمندان نیست کہ نفوس نفیسہ مذکورہ علت غائی ایجاد سخن وصیاد مرغ معنی عرش مسکن اند وعقیدۂ این ہیچمدان نیز ہمین است جائیکہ شاہباز خیال قدرت آنہا بال افشان است ما کنجشک طبعان را چہ یارا کہ زیر سایۂ او بر زنیم اگر میلان طبیعت کسی بہ سخن طرازی ونکتہ رسی باشد باید کہ شیرۂ جان را در متابعت ہیچو کسان صرف نماید وما وراے این اگر باقلیم سخن پا گذارد وپہلو نشینی اہل معانی دستش ندہد باید کہ درین راہ بر نقش قدم آنہا جبین سائیدہ پیروی کند تا از نشیب وفراز راہ سخن لغزشے نخورد وسرنگون نیفتد عیاذاً باللہ اگر کسی سوای طریق آنہا بعمل آرد بجز مایۂ انفعال ورسوائی بدست نیارد سر بجیب فرد بردگان این طائفہ گرداب دریای بلا اند زنہار بے آشنای این ہا پی سپرے نمائی تا غرق نشوی وتلاطم امواج طبیعت آنہا کوہ را از جامے برد تا بکاہ چہ رسد اگر طبیعت کسی بر صفحہ قلم خوردۂ نہا سرگرم نکتہ چینی شود بدان ماند کہ باد تند خاشاک را بدم شعلہ دہد اوراق مغشوش کردہ آنہا لیاقت آن دارد کہ کسی سرمشق خود نماید تا بصفحہ منظور ایشان چہ رسد وورریزہ چینی ایشان صاحب قسمتان خطہا برمیدارند ولذت ہاے مے برند لیکن نوالہ باندازہ کام وذہن باید برداشت تا از دہن باز نریزد ومصرعہ این لقمہ باندازۂ ہر کام ودہان نیست + اے عزیز اگر جرعہ از بادۂ سخن نزد تست سرخوش باش ولیکن از شور انگیزی بیہودہ نمکے دمپاش کہ از کیفیت خواہد رفت وبرنج خمار گرفتار خواہی شد غرض تا این قال مقال گفتگو آنست

غرضکه در همین مخمصه بودند که روزی بخاطر ایشان چنین رسید که آن اشعار قلم خورده را بنابر منصفی نزد این ضعیف البلاد آورده انصاف خواستند بندهٔ خاکسار محمد رفیع متخلص به سودا التماس نمود که این احقر بزبان امور فارسی چندان ربطے ندارد و دخل هیچ معنی در زبان فارسی بدان سے ماند بیت تو کار زمین را نکو ساختی + که با آسمان نیز پرداختی + و خدا عالم است این چند بیت ریختهٔ از قبیل قصیده و غزل بچه سبب حسن قبول یافته است و الّا نه بنده هم گلیم خود را از آب نه کشیده و میرزا فاخر صاحب البته این کار فهمیده و سنجیده بعمل آورده باشند در کمالات ایشان هرگز شبهه نیست اگر مزاج یقشر چنین انصاف طلب است میباید که انصاف این نسخه را نزد سخنوران فن فارسی برده طلب انصاف نمایند چنانچه بالفعل از شاگردان شیخ محمد علی حزین رحمة الله علیه شیخ آیت الله متخلص ثنا و از شاگردان میر شمس الدین فقیر میرزا ہجو متخلص بذره حاضر اند و سوای این هر دو صاحبان میرزا بو علی هاتف در بنگله و نظام الدین بلگرامی متخلص بصانع در فرخ آباد و شاه نور العین واقف در شاهجهان آباد موجود اند حق تعالی این همه صاحبان را بعمر طبعی برساند انصاف طلبی این ابیات یکپای مردی میخواهد چندان دور نیست بنده را معاف فرمایند چون این کلمات التماس نمودم خان مذکور این شعر خان آرزو بر زبان آوردند شعر آید بکمال ذائقهٔ خویش گر یابم + یک آشنای بامزه در روزگار نیست + بعد از خواندن شعر فرمودند که مگر صاحب را خبر نیست این نام برده ها را کی بخاطر می آرند هر گاه گرد بر آفتاب تابان انداخته در حق شمس الدین فقیر چنین می فرمایند که در رساله عروض او پنج و شش جا غلط نحاش بر آورده ام و بر اشعار شیخ آیت الله صنع اعتراضات دارند و اشعار نور العین واقف را اکثر جا اصلاح می نمایند و اشعار صانع و دیگران را سهل انگاشته میفرمایند که دیده و نادیده خط کشیدن بر اشعار ایشان موقوف نمودم چون خان موصوف چنین فرمودند بنده بدرشتی التماس نمود عجب حال است هر گاه پیش میرزا ہجو کسان اعتبار ندارند تا بمن هیچمدان چه رسد طلب انصاف از بنده دور از دانائی صاحب است غرض با وصف اینهمه فهمایندن آن اجزاے قلم خورده را بجبر آد قهراً پیش احقر انداخته کبیده خاطر برخاسته بخانه خود تشریف بردند چنانچه درین ایام گاه بیگاه که این عاصی سیر این ابیات نموده در دفع اکثر اشعار شیخ سعدی و امیر خسرو دهلوی و مولوی روم و مولوی جامی و غیره اساتذهٔ قدیم و جدید که منتخب و برگزیده عالم اند قلم خورده

والتماس نمودند که شعر غلط را تصحیح نمایند و مکرر را مکرر ننویسند میرزا صاحب اجزا را که شیخ آیت الله
صاحب تصحیح نموده بودند ملاحظه کرده فرمودند که این تذکره را آن زمان بصحبت میرسانم که
یک نوشته در باب سماجت خود بدهید چنانچه خان مذکور نوشته دادند چون نوشته ملاحظه نموده شد
بیدماغانه از دست انداختند و فرمودند قسمی که من میگویم نوشته بدهند ایشان گفتند که هرچه
بفرمایند همان قسم نوشته بدهم میرزا صاحب فرموده چنین نوشته بدهید مسوده زبانی میرزا
فاخر که سابق تذکره را بخدمت با فصیح الفصحا و ابلغ البلغا میرزا صاحب مشفق کرم فرما میرزا فاخر
صاحب سلمه الله الواهب برای تصحیح اشعار و عبارت برده بودم ایشان بسبب کثرت
اشغال فرصت نیافته ناچار سی جزو تذکره را نزد شیخ آیت الله ثنا که گمان اوستادی
بر ایشان هم داشتم برده بودم ایشان تا مدت دیده بعضی جاها که غلط بود آن را صحیح دانسته
درگذشتند و بعضی جاها غلط دانسته به تصحیح پرداختند آن را غلط تر نمودند لهذا مرتبه ثانی
به هدی و آرزوی تمام بخدمت فیض موهبت میرزا صاحب که درین فن استاد اند و مثل ایشان
درین جزو زمان و درین شهر صاحب کمال دیگر نیست برای تصحیح بردم بهمت کلاه خان مذکور
اول بل خفته شده ابای همینی نمودند که صاحب را شیخ آیت الله صاحب چکار ذکر
اوشان درین نوشته خوب نیست که از آشنایان بنده و استاد مسلم الثبوت اند چون میرزا
فاخر صاحب مقر بر همینی برای تفاخر شدند ناچار بمهر خود موافق درخواست اوشان اد
نوشته دادند بعد از مدت مدید چون بسمع خان مذکور رسید که اشعار چیده چیده از تصانیف
اوستادان سابق و حال که در آن جریده مندرج بودند همه را قلم خورده مشکوک ساخته
بل اکثر جاها باصلاح پرداختند سراسیمه گشته از خود رفتند چون بهوش آمدند با اضطراب
تمام نزد میرزا فاخر صاحب حاضر شدند میرزا این صورت ملاحظه فرموده تبسم می نمودند خان
مذکور نتیجه سماجت سابق را بر عکس دیده در طلب تذکره به بیدماغی پیش آمدند آخر کار
از حضور فیض گنجور میرزای موصوف آن اجزای را بخانه آورده چندی گوشه نشینی ورزیدند
و به مشغله صاف نمودن اشعار قلم خورده شب و روز بسر می بردند درین ضمن هر آشنائی که
بخدمت خان مذکور میرسید و مستفسر احوال بر نیامدن خانه میگردید ایشان آه سرد از دل
پر درد کشیده میگفتند که ای مهربان از چندی در تعزیه زادهاے طبع سخنوران سابق و
حال عزلت اختیار نموده ام که میرزا اعظم خون فرزندان اهل معانی را ناحق بگردن خود گرفته

گویند کہ از خوبان بدنام شدی خسرو	دل چون نکند فرمان خسرو چہ کند آن را
کرشمہای تو از بسکہ ہست رنگ آمیز	نہ آشتی تو داند کسی نہ جنگ ترا
خسرو کہ سوختست دی اول دلش دہید	دان دل کہ سوختہ بنود آتشش دہید
ندانم مر ترا در دل چہ افتاد	کہ دادی صحبت دیرینہ بر باد
تغافل کردنت بے فتنۂ نیست	فریب صید باشد خواب صیاد
سخن باقی و شب در گفتگو رفت	سپیدہ دم دمید و مہ فرو رفت

سعدی علیہ الرحمۃ

بر من کہ صبوحی زدہ ام خرقہ حرام است	اے مجلسیان راہ خرابات کدام است
آرزو میکشدم با تو دمے در بستان	یا بہر گوشہ کہ باشی تو کہ خود بستانی
چون تنگ نباشد دل مسکین حمامی	کش یار ہم آواز نگیرند بدامے
ہر غمی را فرجی ہست ازان می ترسم	پیش از آنم بکشد زہر کہ تریاق آید
چرا چون نرسد بندگان مخلص را	روا است گر ہمہ بدمی کند نکو کہ نکوست
پیش دگرے نمیتوان رفت	از توبہ تو آمدم بہ زنہار

مولانای روم علیہ الرحمۃ

اے خداوند یکے یار جفا کارش دہ	دلبری عشوہ گری سرکش خونخوارش دہ
تا بداند کہ شب ما بہ چسان می گذرد	درد عشقش دہ و عشقش دہ و بسیارش دہ

این ہر دو شعر در اکثر تذکرہ ہا بنام مولوی روم ثبت است و زبان زد عالم نیز چنین است و میرزا صاحب می فرمایند کہ این ہر دو شعر از مولوی روم نیست خوب مصرع متاع نیک ہر دکان کہ باشد قابل خط کشیدن نہ بود ÷ +

مولوی جامی علیہ الرحمۃ

سرود مجلس در دست آہ و نالۂ ما	حباب خون جگر لالہ گون پیالۂ ما
مرا بگوی تو خواہم کہ خانہ باشد	ز بہر آمدن آنجا بہانہ باشد

بنظر در آمده و بسبب نارسائی فهم ناقص خود فتح این ابیات مطلقاً بخاطر نرسید لاکن اینقدر دانست البته که از چنین صاحب کمالے که بکمال خود دعوی دارد هجو کاری بعمل آمد بهیچ وجه نخواهد بود فی الواقع مرتبه میرزا درین فن بجائیست که متردد در امر دم اگر بر بیاض دیده بنولیسند جا دارد گو مثل من هیچمدان به کنه اوپی نبرد لیکن از دانائی میرزا صاحب بعید بود که چنین حرکت بعمل آورده رکش و شنیع و شریف گشتند خدا نخواسته اگر هر یکی از انه معتقدان شعرای مذکور مشکوک نمودن این اشعار سوال نمایند بقیه عمر ایشان در بهم رسایندن جواب به نحوی صرف شود که جای دم زدن نباشد علی الخصوص دو حرکت بسیار قبیح از ایشان بعمل آمده یکے خط کشیدن بر اشعار صحیح اوستادان مسلم الثبوت و دیگر از جهان گذشتگان را بخوبی یاد نکردن برین هر دو چیز تصحیح تذکره موقوف نمود دو عالم سخن هزار رنگ است و هر یکے بر رنگے مالوف چه لازم بود که شعر دیگرے را که مرغوب طبع خود نباشد سست دانسته مغشوش سازند می بایستی هر شعر یکه پسند خاطر می بود بصاد خاص مزین میساختند و باقی را بحال خود میگذاشتند بد انست این احقر مختصرا صلح والنسب چنین می نمود والله اعلم بالصواب -

فصل دوم

در بیان اشعار اساتذه که میرزای موصوف بر وخط کشیده اند در و قبول نموده -

حضرت امیر خسرو علیه الرحمه

تو بدین خوبی و من عاشق و آنگه ز تو دور	خود مرا انصاف بده زیستن امکان دارد
عمرها بگذشت یاد من نیامد در دلت	جان من یاران غم یاران ازین بهتر خورند
اے صبا خاک رهش آر و بینداز به چشم	که بلاها همه زین رخنه برون می آید
تو لے صنم که مرادر دلے چه سود ازین	که درمیان من و دل هزار فرسنگ است
آنچه من دیدم و من میکشم از درد فراق	که شنیده است که دیده است و کرا پیش آمد
ز انسان شده ام خواهش پیش تو که هر چند	از جور تو کردم گله انکار نه کردے
من آنکه بیدلان را خنده می بینم اشتم روانے	کنون من بر مید هم تخمی که من میکاشتم بود زنے

امینای نجفی

کجا شد آن ہمہ مہرے کہ داشتے اکنون — بخاطرت نرسم گر ہمہ غبار شوم

میر حسین مخاطب بامتیاز خان متخلص بخالص

ز شرم آلودہ چشمی دیدہ ام نظارہ گرمی — کہ تا آید نگاہش بر سر مژگان حیا گردد
ہر کہ شد بالا نشین محروم گشت از یاد تو — مقری تسبیح از آن بی بہرہ از یاد خداست
شوخی مشت پری یعنی کہ بلبل را چرا — سیر گلشن پیشکش بہر حرم گلچیدن چہ بود
آدمی نیست صنوبر کہ بود بارش دل — آنقدر بر دل زکسے خواہ کہ مقدور شود
حسن سرشار ترا مشاطۂ در کار نیست — میزند برگشتۂ مژگان شانہ بر کاکل ترا
ز تاثیر نگاہ چشم او پیوستہ بیمارم — بمن آب و ہوای وصل گلرویان نمیسازد
ہمراہ خود نشد چون بگذارم شود دل — چہ بکار خویش آید کہ بکار ما نیاید
ماہ من از صبا رخش بسکہ آب و تاب شد — شہرہ چو بست عارضش پنجہ آفتاب شد

میرزا صائب

نہ خط است این نمایان گشتہ از طرف بنا گوشش — کہ شد گرد یتیمی سایہ افگن از بر دوشش
ترک عجب و کبر کن تا قبلۂ عالم شوے — صورت ابلیس را بگذار تا آدم شوے
کہ کام عاشق ناکام میتواند داد — بغیر ما بکہ دشنام میتواند داد
ہرگز نبودہ است باین رتبہ حسن خط — ما سر کبر قلم را بجا دریدہ ایم
گر بشنوی از دو سہ حرفی چہ میشود — صائب چہا شنید ز مردم برای تو
آنکہ دارد اعتماد خیرگی بر چشم خویش — سخت میترسم دو چار آفتاب من شود

حکیم شیخ حسین شہرت

نشد ہرگز کسے محسود من از مردم دنیا — اگر کردم حسد بر تارک دنیا حسد کردم
سودای یار محنت وصل تو در گرفت — بیدرد رنج جور و جفا را گران مکن

آه ازان شوخ که من بر سر راهش چو روم
بهر محرومی من از ره دیگر گذرد

گذر کن از سخن بوسه این نه بس باشد
که بگذرد سمنان تو بر لب و دهنش

خواهم از دل بر کشم پیکان تو
لیک از دل بر نمی آید مرا

شکار پیشه دو ترک اند خفته چشمانش
نهاده بر سر بالین خود کمان هر دو

آهی سبزواری

شود از دیگران در چشم و بر من وه همین افشاند
غباری که در دل از هر کس که دارد بر من افشاند

تابوت من آهسته ز کویش گذرانند
چون نیست امیدی که بیایم دگر اینجا

مولانا فنری

آئی و بگذری و بمن هیچ ننگری
ای جان من فدای تو این نیز بگذرد

نعمت خان عالی

شد گل رویش اگر از روی گل گلرنگ تر
کز نوای بلبلان شد ناله ام آهنگ تر

هر لحظه ز بس آمد و رفت تو در انجاست
در بستر هر برگ گلی جای تو گرم است

گل اشک چشم و لاله داغ دل سنبل پریشانی
گرفته هر کسی ز عشق چیزی یادگار از من

اگر نشست عالی بیا این شکوه توان کرد
که دارد از غرور ناز معشوقانه عار از من

واعظان منع شراب از دو سه حرفی کردند
قفل ابجد بگرفتند و میخانه زدند

قدر و قیمت نیست هرگز مردم بی فیض را
عاقلان عبرت ز نخل بی ثمر باید گرفت

صد قسم گر بخوری یک سخنت نیست درست
زانکه دیدیم بیک حرف تو هیچ جا غلط

با رخ و زلف تو کار است چه می باید کرد
آفت لیل و نهار است چه می باید کرد

بغیبت هر که حق آشنائی را نگهدارد
الهی هر کجا باشد خدا باشد نگهبانش

شفیعائی اثر

بخون غلطیدن دلها ز بیداد تو می باشد
ستم در قبضه مژگان جلاد تو می باشد

محمد قلی سلیم طهرانی

انکه بر ما گل نمی زد پیش ازین از دوستی
میزند اکنون بچوب گل من دیوانه را

نگاه باغبانم می پرستم لاله و گل را
کنم چون موی پیغمبر زیارت شاخ سنبل را

نمیکشد به چمن طبع پر غرور مرا
شراب میکشد اینجا گهی بزور مرا

سلیم بار فروتنی عشق را نازم
که خاک بودم و بفرخت چون عبیر مرا

ز بلبلان گلستان سلیم صد فریاد
که از بهار نکردند باخبر ما را

ای باغبان بجان تو ما آزموده ایم
از نکهت گل است علاج زکام ما

به معشوقی کسی هرگز ندارم میل آمیزش
به بلبل میدهم گل را اگر در دست من باشد

رسید کار بجایی ز عاشقی ما را
که در قبیلهٔ ما هر که بود مجنون شد

از گرفتاری چرا نالم سلیم
فکر آزادی چو در اندیشه نیست

ز ناز و غمزه دران چشم هر چه خواهی هست
ولی چه سود اسیران نگاه میخواهند

گرم آتشبازی ام چون دید در طفلی پدر
گفت این بدبخت مشق عشقبازی میکند

گر فهم اینکه دهد وعده خواهد امید
دماغ کو که کسی صرف انتظار کند

آن لب سلیم آب بقا را شهید کرد
خونهای خلق کهنه شد این خون تازه است

دارد اید دست ز تو شکوه بسیار سلیم
آه اگر مهر خموشی ز دهان برخیزد

حسن و عشق از یک نگاه گرم یار هم شوند
چون دو همشهری که در غربت دچار هم شوند

وای بر آنکه کند توبه به هنگام بهار
این گناهیست که مستوجب بخشیدن نیست

گر ترا بوصل رساند سلیم نیست عجب
که هر چه گوئی ازین روزگار می آید

من کجا و سفر از کوی خرابات سلیم
چه توان کرد چو تقدیر اسی باشد

بره گذار نظر ریزه‌ای دوچار شدم
خبر ز دیده بدل نارسیده کارم شد

چو سوی صیدگاه آید ز ذوق او غزالان را
صدای خندهٔ زخم از سر یک تیر می آید

ز بوی پیرهن بردن زلیخا آنچنان داغ است
که چون برگ گلی هر جا نسیمی دید میلرزد

بباغ میرود آن شاخ گل سلیم دگر
بهار در چمن امروز میهمان گل است

گلگرخان ببیند هر که بر اسیر نگه گر
آفرین گویند بر هر زخم تیر یک دگر

بہ ہستی چون خودی هنگام عرض مدعا ظالم / زبان خویش را الکن نمودی کاش میدیدی
بہ رنگ موی چینی میدہم جا در دل خویش / اگر از زلف یار افتد بدستم رشتۂ تاری
گدائی را بہ نخوت میکنند امروز درویشان / چہ میکردند اگر میداشتند این قوم دنیائی
پریشانست بوی نافہ ہر جا میروم شہرت / نمیدانم گرہ از زلف یا کاکل کشاد امشب
گرفتم بوسہ از لعل لبش دشنام می خواہم / کہ من کار نمایان کردہ ام انعام میخواہم
نام صاحب جوہران از کار ما گشتہ بلند / شاہدی از بہر این دعوی بلند شمشیر نیست
عشق چون کامل عیار افتد کند ایجاد حسن / کوہکن معشوق را از سنگ پیدا کردہ است
شہرت از فرزندی آدم نگردی حق شناس / بندگی باید پیمبرزادگی منظور نیست
دنیای سفلہ پرور نگرفت دست مردی / تا چون خودی نہ بیند از خاک برندارد
من و شہرت جناح دوستی با ہر کہ می بندم / بغیر از دشمنی ہا شرط دیگر نیست منظورش
یک عمر درین میکدہ بودیم سرافراز / چون دختر رز یک پسر سادہ ندیدیم
شہرت رخ یار تو نکو خط چو برآورد / در رنگ تو کیفیست کہ در بادہ ندیدیم

سراج الدین علی خان آرزو

اگر بیند سرخ از رنگ پان دندان جانان را / گسستی شیخ ہمچون اشک ما تسبیح مرجان را
شیخ آنجا دعوی تقوی نخواہد رفت پیش / عالم آبست این واللہ جای زہد نیست
ہر لحظہ آیدم بنظر دیگر او مرا / زان رو بوصل بیش بود آرزو مرا
کام دو جہان من ز می بوسہ بر کنند / در بزم وصل بست ہمین آرزو مرا
گر تو ہم آئی پی طوف شہیدان تو دور نیست / گریہ می آید درینجا راہ چندان دور نیست
زین بیش طاقت جور ای بیوفا نداریم / تا چند خون توان کرد آن دل کہ ما نداریم
آید بحال ذائقۂ خویش گریہ ام / یک آشنای بامزہ در روزگار نیست
بتقریب عجب بودم رفیق محتسب عمری / پی تاراج می تا خانۂ خمار می رفتم
از زلف دل گرفتہ بخط تو بستہ ایم / این عذر بدتر است بسی از گناہ ما
مہ کامل بنور ای رخ دلبر نماند / اگر ماند شبی ماند شبی دیگر نمی ماند
دیدیم زلف تا کمر آن دل فروز را / شامی عجب مقابلہ دیدیم روز را

درکی قمی

کردہ ذوق چمنے گرم طلب باز مرا ۔۔۔ شوق گل با قفس آورد بہ پرواز مرا
بر روز عہد تو ہر دل کہ بود پر خون شد ۔۔۔ ستم تو کردی و تہمت بنام گردون شد

دانای کشمیری

زکوۃ حسن ز عاشق دریغ نتوان داشت ۔۔۔ درست اگر ندہی نیم بوسہ بسیار است
تاب مقراض ندارد ورق نازک گل ۔۔۔ لب گستاخ رساندن برخ او ستم است
اضطراب اندر سخن عیب است دانا چون ہلال ۔۔۔ مصرعہ برجستہ باید گولیس ماہی رسد

فقیہ دردمند

نامہ ام تا باز نماید کسے خوب مرا ۔۔۔ کشتہ قاصد را بگردن بستہ مکتوب مرا

ذہنی مشہدی

صد سفر ہمراہ دی بودیم از عہد صبی ۔۔۔ از رقیب امروز می پرسد کہ او ہمراہ کیست

رضی الدین نیشاپوری

گر بر سر من ز چرخ آتش بارد ۔۔۔ ممکن نبود کہ دل ترا بگذارد
آخر روزی گذر کند بر دل تو ۔۔۔ این سوختہ دل بما امیدے دارد

رضی اصفہانی

زخمی بمن نزد کہ دم تیغ برنگشت ۔۔۔ برگشتگی بخت من از این قیاس کن

رضائے ہروی

دل جان سپردہ بسکہ طپیدہ است در برم ۔۔۔ من خوش بر این گمان کہ قراری گرفتہ است

رسوای عالمی شدی از دست گلرخان
صد بار گفتمت که سلیم اینچنین مباش

سلیم رفت ز کف اختیار ما بیرون
نصیحت من دیوانه بعد ازین عبث است

قدر باغ ز سامان گل و لاله کمی نیست
چیز یکه درین فصل ضرور است دماغ است

منت ز باغبان چه کشم از برای گل
دارد خدنگ ناز تو زخمی که واه واه

بدنمیان گر نظر یکدم جدا نیست
گرش با با نظر بودی چه بودے

خضر خونساری

ز رفتن تو دلے باز پس نمے ماند
تو میروی و درین شهر کس نمے ماند

جلیل خلیل تخلص

دردی که میکشد دلم از انتظار وصل
داند کسی که بر سر راهی نشسته است

گره شد پرتو از تنگی جایم شمع تابان را
نگین یاقوت احمر گشت آخر این نگین دان را

درویش دهی

برنگ دیگر امروزم نصیحت میکند ناصح
مبادا دل ز دستش برده باشد دلربائی من

هنوزم پیش آمد اعتبارے هست ای همدم
که شب با دوست با اغیار در پنهان سخن از من

افسوس که کار مشکل افتاد
قتلم برضای قاتل افتاد

میر رضی دانش

می مخور چندانکه نشناسد ز گل گلچین ترا
پاسبان حسن پاک خویشتن بودن خوش است

چند بهر مغبچه کنم خون دل میخواران
شب آدینه همین در رمضان پیداست

داؤد تنبولی

بیتو از شعلهٔ آه دل دیوانهٔ ما
سیل دودی شد و برخاست ز ویرانهٔ ما

افتاده بکف زلف تو دو کام گرفتیم
شب بر سر دست آمد و آرام گرفتیم

میر نظام الدین سنبھلی

بہر ماہی کہ آن نامہربان یکبار پیش آید | روم از خویش و ماہی بایدم تا دل بخویش آید

سیفی بخاری

ہر کہ دید از غم آن ماہ جبین آرام گفت | ہر بلائے کہ تراہست ہمین یکماہ است
ہست از دہنت در دل ما ہر غنچہ سخنہا | گلہا شگفد گر بکشایند دہنہا

میرزا سلیمان جابری وزیر

اگر ز دل غرض تست صبر معدوم است | دگر مراد من از تو وفاست معلوم است

حاجی فریدون شائق

مست و بیباک و دفا دشمن و خنجر برکف | خوب می آئی اگر رحم شفاعت نکند
امشب مہ دو ہفتہ خوش ضیاست بنگر | شائق بحال چشمے آن نازنین نباشد

میر سنجر کاشی

ر و ندارم کہ بگویم تو و رنہ دارم | سخنے چند کہ برروے تو گفتن دارد
رہین حیرتم ایدل ز سادہ لوحے تو | کز و جدائی و امید زیستن داری

محسن سیری

دل محمود شد اسیر ایاز | کار خود گرد عشق بندہ نواز
زیر بیدن کبوتر ہمہ تن در منظر ا ہم | کہ کجا نشستہ باشد بکجا رسیدہ باشد

سالک قزوینی

ز ان لب مردہ ر الفتش آب ندگیست | دشنام خشک ہم بدعا گو نمے رسد

میر رضی ارطمانی

باور مکن کہ از تو دل آزردہ میردم چہ دوستی است با آن سنگدل رضی دیگر	جنگ مرا چو صلح تو ہیچ اعتبار نیست چہ دشمنی است کہ با جان خویشتن داری

رضای کاشی

نیاز عاشقان معشوق را در نازمی آرد	تو سر تا پا وفاداری ترا من بیوفا کردم

سعد الدین راقم

ز آزار دل من یکسر مو کم نمی گردد	ستمگر بیوفا برگشتہ مژگانی کہ من دارم

میر محمد زمان خان راسخ

ز گلگشت چمن بیرون چو آن سرو خرامان شد	کشادہ بال قمری سرو را چاک گریبان شد

حسن بیگ رفیع

ز جور یار چہ گوییم مثل کہ بہتیل است	بلطف او ستم روزگار می ماند

سلمان ساوجی

دعوی زہد تو آن روز مسلم دارم شکل صنوبری کہ دلش نام کردہ اند	کہ روی بر سر آن کوچہ وہشیار آئی سلمان بیا و قد تو در بر گرفتہ است

ثنائی

افتادم را عجب شکارے چکنم سالو سم و زاہدم و لیکن در راہ	دندر سرم افگندہ خمارے چکنم گر بوسہ دہد مرا نگارے چکنم

شاہ واقفی

نمے کز چشم ما خیزد جہان را در خطر دارد	معاذ اللہ کہ این ابر بلا طوفان می انگیزد

شاہ حسین

چون نیازم در مقام ناز میدارد ترا	بر من زار از ترحم باز میدارد ترا

شریف تبریزی

دست تو چون بگردن قاتل نمیرسد	اے مرغ نیم کشتہ طپیدن چہ فائدہ

شرف جہان

شد سینہ بصد چاک ز تیغ ستم او	بیرون نشد از سینۂ صد چاک غم او

میر شاہی

ز جہانیان ندارم بہ کسی جز از تو الفت	تو ہم از وری برآئی سر بیکسی سلامت

شرف جہان

سگ کویش اگر آرزو مار از دنی رنجم	میان ہمنشینان گفتگو بسیار میباشد

شاپور

کم کن ای شاپور از زنار زلفش گفتگو	این سخن ہا آدمی را زود کافر می کند

شافی تکلو

تکشم ناز و لیسران جکنم	طور من عاشقانہ افتادہ است

حسرت مراگداخت کہ چون جذبۂ وفا — دست پسر گرفتہ بدست پدر دہد
دل بسر از زلف بر نمیدارد — زین طلسم شکستہ چون بستند
از پی قتل چون منی دعدہ چہ میکنی مکن — بند قبای خویش را خاطر خود گرہ مزن
بعناب لبت مشغول درمان کہ خواہی شد — کہ در ہر گوشۂ از چشم تو افتادہ است بیمارے
ہمچو دور افتادۂ ناگہ بیار خود رسد — دست تا در گردن من کرد تیغش خون گریست
پروانہ مزن لاف محبت کہ نداری — آن سوز کہ بی منت پروازتوان ساخت

میر سیادت لاہوری

چو آفتاب لب بام آخر عمر است — رسید بر سر ناخن حنای عشرت من

سرخوش

حال دلم بگوش تو غافل چسان رسید — گفتم پیام شوق تو قاصد ز خویش رفت
چشم او آبروے میکدہ ریخت — مے بکشتی نشستہ مے آید

سری مشہدی

خویشتن را ہیچگہ بے ذوق عشقی کار نیست — از ہوس پہلو خورد عشقی کہ با درنزا و نیست

سخنور

بتاب حوصلۂ عاشق تو مے نازم — کہ جان ز جور تو برلب رسید و ہیچ نگفت

رباعی شاہ بوعلی قلندر

دل کرد بسے نگاہ در دفتر عشق — جز روی خوشت ندید اندر خور عشق
چندانکہ رخت حسن نہد بر سر حسن — بیچارہ دلم عشق نہد بر سر عشق

باقر کاشی

حیران خودم کہ از چہ جنسم — من ہیچ باین و آن نمانم

مرزا بیدل علیہ الرحمۃ

عشق گاہے قدردان درد پیدا میکند — بیستون تا حشر اگر نالد دگر فرہاد نیست
دل جمع این زمان چہ امکان است — ریشۂ گل کرد و رفت دانۂ ما
زجیب ہر مژہ آغوش می چکد اینجا — بیا کہ جاں تو در چشم دوستان نگاہیست
عنقا سر و برگیم مپرس از فقرا ہیچ — عالم ہمہ افسانۂ ما دارد و ما ہیچ
نشاء گوشۂ دل از دیر و حرم نمیرسد — سر ہزار سنگ زن وعدہ بہم نمیرسد
روز در غم حسرت شب بگوی نومیدیست — روز آن شمع انیست طرفہ زندگانی ہست
ازین عبرت سرا گفتم چہ بردند آرزومندان — حقیقت محرمان گفتند داغ آشنائی ہا
آنجا جواب نامۂ عاشق دریدن است — بیہودہ انتظار خبر می کشیم ما
ہمہ عمر با تو قدح زدیم و نرفت رنج خمار ما — چہ قیامتی کہ نمیرسی ز کنار ما بکنار ما

رباعی

بیدل بہ تلاش رزق آمادہ بہ بر — سگ تابع سگ گشت و خر جا کہ خر
در زمرۂ کائنات دیدے کہ نہ کرد — این ننگ بخود قبول جز نوع بشر

رباعی

زاہدان سوے فطرت مردانند — در معبد شوق نیستی فردانند
یک رہ خبر از آتش کاغذ زدہ گیر — تا سوختگان چو سبحہ مے گردانند

رباعی

بیدل بسجود بندگی توام باش — تا بار نفس بدوش داری خم باش

حیدر شکوئی

نزاکتش نہ باندازہ است اے محرم
بگو بتبسم بسیار بار لب نکند

شفائی

صبا رانیست با من سینہ صافیہا ازان نسیم
کہ بوے پیرہن در نیمہ راہ افگندہ بر گردد

از در دل چو در آید نگہ دور حبیب و ر است
تا بالنو کز شکستہ است وفانہ شنید

من کجا و ہوس بوسہ ازان لعل کجا
لب گزیدی و دلم در طلب جام افتاد

غافل ز خود شدیم بگوشش گہ وداع
خود را ز اضطراب ہمانجا گذاشتیم

شفائی از تو تمنائی یک نگہ دارد
امیدوار بدلداری و عنایت نیست

شیخ بہاؤ الدین عاملی

مرا امید بہبودی نماندہ ای خوشا روزی
کہ گفتم علاج این دل بیمار می باید

زاہدے بمیخانہ سرخرو بہ مے دیدم
گفتمش مبارکباد از سنے مسلمانی

کمال الدین ثنائی

دل دادہ جان ز ان لب شکر فشان نشست
جان تمام دادہ عوض نیم جان گرفت

شرف الدین علی پیام

جز عزیز القدر یوسف را کسے ننوشتہ است
از غرور میرزائی شوخ بے پروائے ما

غیر و وصل کسے زہے طالع
من و ہجران یار یا قسمت

تو ہم بگیسوے خود گو کہ آشود با ما
اگر مناسبت شام با غریبان است

ساختہ است آئینہ سان با خوب و زشت و از گلم
دل بہر صورت کہ باشد زندگانی میکند

دوش گفتی کہ رقیب از تو شکایت دارد
ہر چہ خواہی تو بگو غیر چہ طاقت دارد

بینست در سر فکر ردزی صاحب شمشیر را / باشد از ناخن کلید رزق در کف شیر را

تیغ ہندی کشیدہ مے آید / واے بر عاشقی کہ بے جگر است

گر بہ بیند رخ زیباے ترا / گل فرستد بہ محمد صلوات

در شیشۂ بلور مے جان فزا قبول / ہر کس کہ دید گفت کہ روح مجسم است

قبول بسکہ کنی خویش را بو مکش گم / ترا نشستہ بہ پہلوی یار نتوان دید

شیعہ و سنی و ملحد نیستم / کم کسے داند کہ این ہم مشربی ست

از جہان مجنون برید در دی ز دیوانہ کرد / کم کند عاقل چنین کاری کہ این دیوانہ کرد

گفتمش میکشنی بہ من سنگے / از سر ناز گفت باید دید

میر دم از جفای اداے کاش / در مقام ستیزہ گوید باش

شیخ آیت اللہ ثنا

مردیم چون لیئم کہ باید بخلق ساخت / ما را کہ در غم تو بخود ہم سرا نیست

در تذکرہ خان موصوف نقطۂ شک گذاشتہ اند فی الواقع در معنی این بیت شک در شعر فہمے میرزا بلا شک۔

چہ سودا ر فطرت تو راز را در سینہ میداند / کہ از بس بدگمانی دوستی را کینہ میداند

میرزا میگویند کہ معنی فطرت درست نمی آید و در تذکرہ اشرف علیخان نقطۂ شک درین شعر کردہ اند اینجا شک از فطرت میرزا صاحب بعید است۔

شیخ محمد علی حزین علیہ الرحمۃ

لب یاقوت او سازد خجل لعل بدخشان را / خط ریحان او در دام آرد ماہ تابان را

نہ آنم کز جفاے عشق آسان دست بردارم / بداماں قیامت مے برم چاک گریبان را

دل را بہ نہان خانۂ دیدار فرستیم / این نامۂ سربستہ بدلدار فرستیم

داغی خوشی افتاد ز عشق تو بدستم / این لالہ بآرایش دستار فرستیم

بجفات دل نہادم بکن انچہ می توانی / چکنم نمیتوانم ز تو احتراز کردن

ہدف سینہ ز من ناوک مژگان از تو / سخت جانی ز من و سستی پیمان از تو

زین غزہ کہ بود کار گہ طبیعت تست | اللہ نمی توان شدن آدم باش

رباعی

در مذہب خود گر ہمہ خر گردو کس | تا صبح نشوی بہا و تر گردو کس
اے بیخبر این قافلہ اوہام است | جاے نرسیدہ است کر بر گردو کس

رباعی

بیدل اگر از عالم جودت خبر است | اظہار قناعت ز ہر بدتر است
ساغر خو رد عشرت مکن و اقبال طلب | مہمان کریم را فضولی ہنر است

رباعی

بیدل عمریست کز طلب در بدریم | در معنی تحقیق ہمان بے خبریم
صد پردہ شگافتیم و چیزی نکشود | اکنون بر خیز تا گریبان بدریم

شوکت بخاری

خطے کہ بیا قوت تو نظارہ پسند است | اگر دلیست کہ از آمدن خندہ بلند است
کی بود طاقت آغوش من اندام ترا | یکدا زد چو شکر آب نگین نام ترا
کسے می سجد آن دندان و یاقوت لبا ورا | کہ از شبنم بود سنگ و ز برگ گل تماز دیش

خان آرزو در اول مصرعا این بیت چنین دخل کردہ اند۔

نہ سجد گوہر دندان و یاقوت لبش نگیں | کہ از شبنم بود سنگ و ز برگ گل تراز دیش

میرزا صاحب بعد از خط کشیدن در تذکرہ مذکور بدخط خاص نوشتہ اند کہ ہر دو صورت معنی ندارد در بار بابِ فہم روشن است کہ ہر دو صورت بے معنی ندارد و در دخل خان آرزو ترقی معنی است

غنی بیگ قبول

بے اصل ہر کہ دید بناے زمانہ را | آئینہ دار ساخت ز ریگ خشت خانہ را

حالتی

از چاک تنم در دل پر خون نظری کن	نظارهٔ صد بار زمن خسته تری کن
با مهر و محبت تو جفا پیشه چه دارے	رو داغ بجائے نہ وخون جگری کن

سبحان الله این هر دو شعر حالتی را بلند رتبه دانسته در تذکرهٔ مذکور بخط خود نوشته اند و بر هجو شعر رتبه دار او خط کشیده اند اینست ؎

کشیده تیغ و سر حالتی بفتراکش خبر دهید کزین ره چنین سوار گذشت

فصل سیوم۔ در بیان اصلاح نمودن میرزای مسطور بر اشعار شعرای حال و استقبال میان نور العین واقف ساکن پٹیالہ ؎

دیدم سحر ز مرغ چمن زاد در قفس	نالیدنی که زلزله افتاد در قفس

میرزا صاحب در مصرع ثانی بلفظ بیتابی تصرف نموده میفرمایند که ناله تعلق بشنیدن است نه به دیدن حالانکه شعر محسن تاثیر که از استادان ثقه و مسلم الثبوت و زباندان و از اعزا ایران است سند شعر واقف است۔

محسن تاثیر مے فرماید

اثر نالہ ام آخر به قفس آتش زد	کس چنین نالهٔ مرغان گرفتار ندید

و جناب فیض مآب حضرت شیراز خواجه حافظ نیز می فرماید

این چه شوریست که در دور قمر می بینم	همه آفاق پر از فتنه و شر می بینم

و نیز باید دانست که از بیتابی مرغ زلزله در قفس لطف ندارد و اگر در طوطا هم بال و پر بجنباند قفس در حرکت می آید و درینجا لطف صوت تاثیر نالهٔ مرغ مدعای شاعر است۔

عزت

بر سبکروحی ما کس نتواند در لبست	چون هوا در همه آفاق بود خانهٔ ما

در مصرعهٔ ثانی اصلاح میرزا اینست ع

هیچو بو در همه آفاق بود خانهٔ ما

طفلے کز مستی نشناسد سر و پا را
ز هجران دیده ام حالے که کافر از اجل بیند
اگر از دیدۂ ابنائے زمان مستوری
یک روش نیست جهان گذران اے غافل
من آن غارت گر جان می پرستم
سزد گر تو کنم عهد جوانی
من سرگشتۂ دور از کوی جانان خانه دارم

از بے سر و پایان چه خبر داشته باشد
خدا کوتاه سازد عمر ایام جدائی را
خوش بیا سائے که از جمله بلا با دوری
خاک ره گردی اگر تاج سر فغفوری
غم جان نیست جانان می پرستم
که پور پیر کنعان مے پرستم
دل آنجا دلبر آنجا مدعا آنجا امید آنجا

آنجا میرزا صاحب عقل مصاحب بعد از خط کشیدن بر اشعار او ستادان در تذکرۂ مذکور بدستخط خاص نوشته اند عجب حالیست که مؤلف تذکره شعر بلند رتبه را موقوف داشته بلکه موقوف بر نوشتن دیگران گذاشته و اشعار رتبه دار همین انده

سعید اشرف

فتنه گردان نرگس خونخوار اگر جا آوری
چون رگ یاقوت در لعلش بود موج سخن
کوس شهرت تو ان زد زبیان دگرے
تا یکے پایه زمردم بود دو دست زتو
تاری از پیرهن طاقت ما تا پا قیست
تر بان رانیست یارائی سخن گفتن مگر گردد
بگفتا کیست اشرف اینکه می بینم سراغش
از ین چشمه ایم از انتقام ما چه می پرسی

چون طبیبی کو کند بیمار را گر دا آورے
بسکه کر د است از حیا گفتار را گرد آورے
چند چون کوه بنالی ز فغان دگری
چکنی دست فروشی ز دکان دگرے
ماه من کار ندارد بکتان دگرے
طلبید نهای دل افشاگری راز یکه میدانی
گرفتاری کرمی بینی نظر بازی که میدانی
بما چنما نکه کاوی فیض از ما بیشتر یابی

طاهر میرزا صاحب قباحت این شعر نه فهمیده اند که بلند رتبه دانسته با نتخاب نوشته اند۔

بباغ رفتی دگر دید عارض گلها
لبستی اور سر کشتے دارم نهان چون گرد باد
صد هنر دارم کسے لا افهم البشعر دلکش است

برنگ چهرۂ مفلس ز شرم مهمان سرخ
خاکسارم گردم بر آسمان چون گرد باد
خامه در دست هنر در تیر روئی ترکش است

چون مزاج شریف ایشان بفراہم آوردن الفاظ متناسب بسیار راغب است چنانچہ در شعر بالا اشعار رفت لہذا مصرعۂ آخر را چنین اصلاح فرمودہ اند کہ

جائیکہ چشم و گوش است بینی چرا نباشد

گو صورت معنی از صفحہ عبارت حک شود میرزا صاحب را ہیچ پروائے نیست ولہ

دوستی پائدار بایستے | عہد با برقرار بایستے

میرزا صاحب بجائے پایدار استوار اصلاح دادہ اند فی الواقع باعتقاد خود خوب فہمیدہ اند لاکن اعتقاد جمہور اینست کہ برائے دوستی پائداری و برای ستون چوب و کمر استواری میباید زہے استواری فہمید میرزا صاحب صاحب

یکمہ دیدنش برائے ندیدن کفایت است | ہر چند روی مردم دنیا ندیدنی است

میرزا فاخر صاحب در مصرع اول چنین اصلاح نمودہ اند مصرعہ

یکدیدنی برائے ندیدن بود ضرور

فصاحت مصرع میرزا صاحب و مصرع اصلاحی میرزا فاخر بچشم غور ملاحظہ باید نمود کفایت است

مولوی روم

من با تو نگفتم کہ دہ دو سہ پیمانہ | من مستم و تو مستی اکنون کہ برد خانہ

میرزا صاحب بدستخط خاص مصرعۂ ثانی را در تذکرہ اشرف علیخان خط کشیدہ چنین اصلاح نمودہ اند ع

من مست و تو عشق مست اکنون کہ برد خانہ

بر بلاغت و فصاحت طبعان خوبی اصلاح روشن میر عقیل نامی شاعر متخلص بہ کوثری از سادات ہمدان پرہیز و محب حضرت ائمۂ اطہار علیہ السلام بودے کہ شاہ عباس ماضی روزے باو تکلیف شراب کرد او گفت میخورم بسر مبارک مرتضے علی علیہ السلام شاہ فرمود بسر من بخور آشفتہ شدہ گفت کہ من نخورم مگر ترا از مرتضی علی دوست تر میدارم شاہ را بسیار خوش آمد و مبلغی بعد دسیور غال برای او مقرر کرد مثنوی شیرین و فرہاد خوب گفتہ نظمش صفائی گوہر و سلاست آب کوثر دارد اشرف علی خان الہ ریاض الشعراء از سفینہ دستخطی شیخ محمد علی حزین این قطعہ را مع احوال در تذکرہ خود ثبت نمود

بندۂ التماس می نماید ہر چند بو ہم سبکروح است لاکن در بودن ہمہ آفاق تعلق ندارد چہ حکما خلا را بسبب امتلاے ہوا محال قرار دادہ اند نہ بجہت بو شعر نامبردہ درست است و اصلاح میرزا بر نکتہ رسان و نکتہ سنجان قبیح و نادرست اگر اصلاح منظور بود کاش چنین می فرمودند۔ ع

ہمچو بو در ہمہ گلزار بود خانۂ ما

غنی بیگ

ماہ نو گرچہ رفت بر گردون	زیر چاق کمان ابروے اوست

میرزا صاحب در مصرع دوم این شعر بجای زیر چاق زیر طاق اصلاح نمودہ اند اینجا حق بطرف میرزا محمد فاخر صاحب است چہ ازین اصلاح شعر دو لطف بید اکرد اول آنکہ طاق مناسب ابروست دویم آنکہ مبالغہ طول قامت معشوق است لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم نفہمیدہ اند کہ زیر طاق اینجا معنی ندارد و اصلاح دان می داند کہ زیر چاق مصطلح المحکوم و فرمان بردار شدن است حق تعالے اصلاح غلط فہمی و خود بینی ایشان نماید آمین +

اشرف

مہر خود را از تو اے بے مہر کی خواہم برید	تا جوانی عاشقم چون پیر گردیدی مرید

میرزا صاحب مصرع اولین را چنین فرمودہ اند

ای بت بیمہر قطعاً از تو نتوانم برید	تا جوانی عاشقم چون پیر گردیدی مرید

ازین اصلاح شعر نزدیک زبان دان از پایۂ سلامت افتاد بجہت تناسب الفاظ قطع و برید کہ لازمۂ زبان میرزا صاحب است ہرگز مزاج الیشان بر حسن تکرار لفظی نرفت

میرزا خلیل

شنیدن بیتو رفت از یاد و دیدن شد فراموشم	چو می آئی ہمہ چشمم چو مے گوئی ہمہ گوشم

میرزا صاحب چنین در مصرع آخر اصلاح فرمودہ ع چو می بینی ہمہ چشمم چو می گوئی ہمہ گوشم

موکان خط بد در رخت صف کشیده اند | صد گونه جور از تو مرزلف کشیده اند

وسوای این شعر ملا محمد سعید اشرف است که میرزا از زمرهٔ مفت خواران مائدهٔ سخن او خود را میدانند

اشرف

همچو رخسار مرزلف دلبران تازه خط | مصحفی گرمی نوشت آنهم خط خوانند است

سرور خان عاقل

گواهی میدهد عالم بوحدت ذات بیچون را | که خاصیت یکی باشد زچندین جزو معجون را

میرزا صاحب درباب معنی این شعر چنین میفرمایند که بدستخط خاص در تذکرهٔ مذکور نوشته اند چه نویسیم مؤلف زاد فهمه ملتجی شده که اشعار بی رتبه را خط نکشیم سخن شناسی کوکه سستی این بیت مرحومی را بفهماند واضح باد تلاش در عرصه ما عبارت از چنین تشبیهات بارده میگیرند مرذات بیچون را تشبیه بمعجون داده و اهل عالم را اجزای آن گفته هرچند معجون بمعنی آمیخته شده آمده اما بنا بر عرف خالی از سوء ادب نیست متتبع میفهمد این قسم تشبیهات بدمفهوم را اهل کمال در کلام نمی آرند مگر جاے که غرض تشبیه بقبیح باشد مضایقه ندارد و عجب معجون بی نشه بود علیه الرحمة والغفران نفهمید که سررشته بکجا میکشد تنها معجون قرار دادن ذات بیچون را تعالی شانه عما یقولون محل گرفت نیست بلکه ترکیب تمام بیت بی کیفیت واقع شده کاش چنین میگفت

بود آمیزشی باهم بطینت ربع مسکون را | که کیفیت یکی باشد زچندین جزو معجون را

و اگر عالم را معجون مراد گرفته مصرعه اول بمعنی ربط ندارد تمام شد کلام تمکین نشت کلامه و اعتقاد این عاصی اینست که اصلا بکنه مضمون مصنف سیے نبرده اند مصنف اجزای معجون را بعالم خلقت آنها از عناصر است مناسبت داده بهت و خاصیت معجون را بوحدت سخن پیش پا افتاده را نظر بکور سودا سے بچشم فهم ملاحظه نمیکنند و در تقفیح مصنف و مؤلف عبارت آرائی بیجا مینمایند نمیدانند که این عبارت موجب تضحیک سخن سنجی ایشان است بنا بر نافهمی خود در مصرع غلط سودا عب قرار داده اند و مصرعی که معنی ندارد دید ولت موزون فرموده این ست مصرعه۔

بود آمیزشی باهم بطینت ربع مسکون را

بر هر ذی فهم شعور پیدا است که معنی ربع مسکون یعنے چہارم حصه حصه زمین که آبادی دارد چنانچه

گہی تو دیده باغی داد ترتیب / نمودی از ریاحین زیب و ترتیب

بآب دیده پروردی گلشن را / ز گلها مژده دادی بلبلش را

گہی مشاطگی کردی چمن را / گہی آراستی سرو و سمن را

گہی خاشاک چیدی بہر بلبل / که سازد آشیان در پہلوی گل

چو شد آراسته از گل بہارش / فروزان گشت طرف لاله زارش

کناگه تند بادی ہمچو صرصر / بر آورد از کمین گاه بلا سر

چنان بگشوده بروی دست تاراج / که گلچین را بخاری کرد محتاج

فلک نگذاشت از گلہای باغش / ببوی آشنا گردد دماغش

اعتراض میرزا فاخر صاحب اینست ترزیب از لفظ زیب ظاہر آبرآورده اند چنانچه مزیب بمعنی آراسته میگویند غافل اند که چون اصلش که زیب است لفظ فارسی است مزیب و ترزیب چگونه درست باشد چنین لغزش در کلام ناآگہان لبیار است چنانچه مزلف و مرغن افسوس که رفته رفته اہل علم لا ہم آگاہی بعضی اوقات نمی شود کلام کمین تمام شد کتمت کلامه چون مؤلف تذکره نوشته که از ریاض دخلی شیخ محمد علی حزین علیه الرحمة والغفران نوشته ام درین صورت کنایه آگاہی و کلمی بطرف شیخ ست نمیدانند که شیخ مذکور شخصی گذشته است که تحریر و تقریر او برای تمام عالم سند است و لفظ ترزیب را که شیخ درست داشته بی سند نخواهد بود و اوستادان اکثر الفاظ فارسی را معرب نموده در اشعار خود آورده اند چنانکه حکیم خاقانی علیه الرحمة در تحفة العراقین فرموده خاقانی ذوالنجور شیدین شد خراسان و لقب اوحدی صفاہانی در تذکره در تعریف مولانا فیضی قلمی نموده که جمعی متاخرین حتی مولانا عرفی ابکاره تیغ مهند طبعان از سوہان فطرت و مصاحبت او باصلاح آمده باید دانست که مهند درینجا در هند ساخته شده است و ملا کوثری هم مرد ولایت نژاد عالم و زباندان ست و معہذا اہل عرب ہم اکثر الفاظ عجم را معرب نموده اند چنانچه لفظ باده فارسی ست ادین را معرب نموده مبتی گفته اند و هند را مهندس ترکیب را ترزیب کردن چه نقصان دارد علاوه برای این چیزی که شیخ محمد علی حزین علیه نوشته بر خورده گیری مامردم زیاده از دہن است و ہمچنان مزلف که اصل ماده اش زلف است بر السنۂ اہل عجم این قدر شہرت دارد که اصطلاح مقرر شده در صحت این ہیچ شکی نیست چنانچه دستور ولایت است و اکثر ملا می گویند از امیر خسرو ست

بیائید طرح غزل بکنیم این غزل در پیش بود آب استاده است آفتاب استاده است اول فقیر اسپ را در میدان تاخت و این مطلع را بدیهه گفته خواند سرخوش

تن ز شبنم تا بگردن غرق آب استاده است ــ سر بروے تن عیان همچون حباب استاده است

ناصر علی حسن مطلع سر سایند جواب مدعیان را باین عبارت فی الفور ادا ساخت

اهل همت را نباشد تکیه بر بازوے کس ــ خیمهٔ افلاک بے چوب و طناب استاده است

میرزا فاخر صاحب بدستخط خاص در تذکرهٔ مذکور نوشته اند علیٰ هذا القیاس مصرعه اول ناصر علی علیه الرحمه سست افتاده واقع شده اگر بجای اهل همت سر بلندان میگفت ملایم افلاک بود انظر دا بنظر الانصاف باوصفی که موجب گفتن حسن مطلع ملاحظه نموده مصرع اول شعر او را سست انگاشته باصلاح پرداخته حاضر جوابی او را انجاک سپیه برابر ساخته و بکنه مدعا نپرداخته که جواب مدعی را بچه خوبی بیان کرده اند که رتبه ناصر علی انظر و انظر الانصاف بگوید نه محل انصاف خواستن میرزاست شیخ آیت الله ثنا غزلی خوب گفته این ست

ول از پیالهٔ قسمت عبث خروش کشد ــ ز درد صاف رسد آنچه کو خموش کشد
غمت بلذت شادیست خامه کامی را ــ که پیش قسمت خود نعمت ز ابنوش کشد
نشست و خاست چو بوے گلم ز ضعف نماند ــ مگر نسیم کنون تا درت بدوش کشد
چو آید از پس دیوار تکتک پاے ــ چراغ دار نگه سر ز راه گوش کشد
بجار سوی غم آباد من آن کدام هست ــ که سر بکوی فرح بخش می فروش کشد
چه میفروش که حکم او دهد بغاشیه اش ــ ملک ز پایهٔ عرش مجید دوش کشد
چنان ز مصرع صید ملی بشور شیم ثنا ــ که نفس با نتواند کسے خموش کشد

میرزا صاحب موصوف در مصرعی که لفظ نیش و نوش یکجا بسته شده میگویند که نیش کشیدن بمعنی خوردن درین بیت واقع شده چرا بجاے آن زهر نگفته که زهر کشیدن مستعمل است و هم صنعت طباق که در ان ست فوت نمی شود عاصی گوید مراد مصرع ثانی آن ست که شاعر بد را مثل نیک بر خود گوارا میکند و کشیدن بمعنی خوردن است چنانچه شراب کشیدن مشهور و معروف است و شراب خوردن نیز بالغرض اگر میرزا صاحب را در نیش خوردن بلفظ کشیدن شبه باشد باعتبار تشبیه بنوش توان فهمید و اعتراض دیدیم

اہل ریاضی جائے کہ حقیقت زمین یعنی کرۂ ارضی نوشتہ اند یک ربع را مسکون نوشتہ اند پس قطعۂ زمین را باہم چہ آمیزش ہست بلکہ آن را باہم درطینت آمیزش است کہ ترکیب ہمہ از عناصر است و قطعۂ زمین صرف عنصر خاکی است و آمیزش کثرت میخواہد ہر چند زمین بآن معنے کہ بسیط است نوعے از کثرت دارد لاکن این کثرت باعث آمیزش کہ درینجا عبارت از فعل و انفعال است نخواہد بود و درین مقام فائدہ نخواہد بخشید باہمہ رسائی فہم اعتراض ہای بیجا برا ساتذہ مسلم الثبوت دال بر ذکاء طبع وقاد است و لفظ معجون بعالم تضحیک مستعمل زبان اہل ہندوستان قباحت است مغل بیچارہ چہ میداند کہ در ہندوستان قباحت است شیخ ناصر علی علی تخلص کہ از جملہ خوبان روزگار است و اکثر صاحب تذکرہ آورا آبروے شعراے ہندوستان نوشتہ اند و میرزا معز فطرت و سرخوش و دیگرے شعراے عالمگیری و بہادر شاہی پیروی او دارند در حق او میرزای موصوف چنین میفرمایند انصاف را چہ پیش آمد چرا مانند بعضے اشعارش حکم المعنی فی بطن الشاعر پیدا کردہ منصفان را چہ شد براے چہ بصورت اکثر الفاظش ترکیب لامعنی بہم رسایندہ ہیچ نمیگویند میرزا صاحب مرحوم یعنی جناب مرزا صاحب را این حالت رسیدہ کہ مورد چنین کلمات شود۔

از ہوش ربود نمکین ہرزہ درایان
شور زغن فلاغ بلند ہست درین باغ

خیر است چرا اینہمہ بیہوش نشستے
اے بلبل خوش لہجہ چہ خاموش نشستے

عاصی گوید فی الواقع این بلبل خوش لہجہ سزاوار ہمین کہ با زاغ و زغن طرف نشود و در حق چنین میرزا صاحبی کہ اشعار او را میرزا فاخر صاحب خط بکشند و اصلاح نمایند ناصر علی اگر این مقطع گفتہ باشد چہ مضایقہ است ناصر علی شخصے ہست کہ فہمیدن شعر او کمال است ہمچشمی او کرا مجال است و میرزا صاحب مے فرمایند کہ منصفان را چہ شد کہ انصاف نمی نمایند ہرگاہ منصفان بیچارہ در حق میرزا صائب چیزے نمے توانند گفت تا بہ ناصر علی چہ رسد ناصر علی صاحب کمال مرد خدا رسیدہ بود میدانست کہ شخصے بعد از من در بلدۂ لکھنؤ ہم خواہد رسید کہ زاد ہاے طبع مردم بہ تیغ قلم قتل خواہد ساخت بنا بر خوف اکثر اشعارش المعنی فی البطن الشاعر ہست حق بجانب او ہست محمد افضل سرخوش در تذکرہ خود نوشتہ است کہ در اوائل مشق روزی فقیر با ناصر علی گفت اعزہ میگویند مسودہ اشعار ملا ندیم بدست ناصر علے افتادہ اشعار او را بنام خود میخوانند ناصر علے گفت کہ امتحان شاعر طرح غزلیست

میرزا صاحب قافیہ مصرع اولی کہ روزگار بود آنجا کوہسار اصلاح دادہ اند و قافیہ مصرع ثانی کہ کوہسار بود آنجا روزگار بر معنی متمان کہ از لطف سخن بہرہ دارند واضح است کہ کار بہ روزگار تعلق دارد دستواری کمر بکوہسار این نفہمیدہ اند ع

	ہر سخن جای و ہر نکتہ مکانے دارد کو	

ولہ

اگو قدر دیرین بندگی کو مزد غم پروردگی		لطفے کہ با ما میکنی با گبر و ترسا کردہٗ	

اصلاح میرزا فاخر صاحب

	کو قدر غم پروردگی کو مزد دیرین بندگی	

در حق این اصلاح چہ باید گفت کہ مجنون فنون غرض خط کشیدن و اصلاح نمودن ہجو منے نادان بر اشعار شیخ محمد علی حزین علیہ الرحمۃ کہ بعد از میرزا صائب ہیچ شاعری زبردست نہ در ایران و نہ در توران و نہ در ہندوستان بہم رسیدہ خالی از خلل دماغ نیست و ماورای این شیخ مرحوم یک اعتباری بچشم اساتذہ این فن داشت کہ آنرا پیدا کردن بسیار مشکل است و سراج الدین علی خان آرزوے مرحوم کہ او در اشعرای این طبقہ کم از ابوالفضل و فیضی نمی دانند او چہ پیش برد کہ ایشان نقد تیغ بجا کشیدہ اند و سبحانہ تعالی بہر کاریکہ شخص را اعتبارے میدہد بے تائید اسے طرف او گشتن کار سہل است چرا عوض این سخن خود را بنظر فہم ملاحظہ نفرمودند کہ معترض میرزا رفیع ریختہ گوست فی الحقیقت این شعر میرزا مصداق اصلاح میرزا ست مکین

بجو قال نامہ زمانی ز ضمیر خلق خبر		و ہم ولی نیم آگاہ از حقیقت خویش	

چنانچہ این چند بیت از دیوان ایشان درین جا نقلے کردید بفضل چہارم درمیان اشعار معترض میرزاے مذکور اعنے فاخر مکین ولہ

راستی من یاد دادم بکلاہ خویش را		من گدائی خویش کردم بادشاہ خویش را	

عاصی میگوید لطف از معنی این بیت بید نیست فرض کردم کہ عاشق را راستی یاد داد لاکن از یاد دادن راستی شاہ گدائی شود و بکلاہی بر معشوق برآیندہ ہست دگر مرا دانہ

میرزا صاحب برایں بیت آخر قطعه است

چه میفروش که حکم ارد هد بغاشیه اش | ملک زپایهٔ عرش مجید دوش کشد

میرزا صاحب در تذکره مذکور نوشته اند این بیت حکم المعنی فی بطن الشاعر دارد بغاشیه کشتے مے باید تنها از لفظ غاشیه خدمت و اطاعت مفهوم نمی شود بنده میگوید سبحان الله مرتبه شعرفهمی و زبان دانی تا بکجا رسیده شاعر گفته است که بغاشیه دهد و غاشیه را کسے نمے خورد و نمے پوشد با لفظ کشیدن ازین احتمالات تمیز گرداند علاوه آنکه لفظ کشد در غزل ردیف استاده است یا ز هم غاشیه کشیدن نفهمیدن خالی از بیدماغی نیست که بسبب آن نکته اینمعنی رسیده نرسیده اند

ابر ساں جبه از گریه بهم آمده راه | بیتو خندان به تصنع چو شفق چند کنم

میرزا صاحب بجاے لفظ تصنع بلفظ تکلف اصلاح نموده اند این اصلاح هم کم از خوگرفتن باصلاح دادن نیست بر ماهران این فن این معنے روشن است

شیخ محمد علی حزین علیه الرحمة

میگرفتیم بجانان سر راہے گاہے | او هم از لطف نهان داشت نگاهی گاهی
دوسه روزیست که وز دیده نگروین عجب است | نه توانی ز من آمد نگنا ہے گاہے

میرزا صاحب در مصرع ثانی بجاے لفظ نهان لفظ بما اصلاح داده و مزه لطف نهانی را بخاک برابر ساخته و در مصرع آخر حسن مطلع بجاے لفظ توانی لفظ خطاے بهم ساینده و صلابه آل معتقف سپے نه بروه او میگوید که از دوسه روز که نگاه وزدیده است بیش ازین چه صواب از من بظهور آمد که نمیکرد حالا چه گناه از من بوقوع آمد که نگه میدزدد و این اراده شیخ علیه الرحمة از لفظ دوسه روز پیدا است سخن فهمے می باید که بے اراده مصنف بردد ایشان لفظ گناه و خطا که بر زبان عوام یکجا مستعمل است از زبان آنها برداشته بیجا اصلاح نموده اند و مرتبه شعر را از اعلا علیین تا اسفل السافلین انداخته است

وله

زمرد کار دل روزگار مے لرزد | کمر چو راست کنم کوهسار می لرزد

فقیر نزد مردمیدان سخن درست دہر کہ از زن سیر تے در پے معنی دانستن شعر میرزا فاخرجہل بکار برد عقل وشعور او سست است ولہ

از مدارا اگرچہ کام دل نشد حاصل ولے	خاطر یار و دل دشمن بدست آید مرا

ارادہ میرزا ازین بیت چنین مفہوم میشود یا رچنین می خواست کہ ترک تمنا از دل کنم پس منکہ مدارا کردم یعنی قبول این معنی نمودم کام دل من حاصل نشد و دشمن و یار ہر دو از مارا منی شدند لاکن عاصی مے گوید ہرگاہ خاطر یار و دل دشمن بدست آمد در حصول کام دل کدام عقدہ باقیماندہ درین صورت ہر تمنائے کہ عاشق در دل داشتہ باشد مے تواند برآرد چنانچہ تشبیہی کاشی می گوید

بر رضائے یار تشبیہی حصول مدعا است	کام دل حاصل شود خاطر بدست آورده
یار و غیر چشم من گردند با من اختلاط	آفتاب و ذره در روزن بدست آید مرا

ولہ

ہر چند آفتاب و ذرہ در روزن یکجا بدست آوردن خالی از خرق عادت نیست تاہم لطف معنی سوای لف و نشر مرتب ازین شعر مفہوم و معلوم نمی شود

ولہ

پا بہر جانب نہادم در شہادت گاہ عشق	از تو شمشیر و ز خود گردن بدست آمد مرا

ارادہ میرزا چیز دیگر خواہد بود کہ بفہم ناقص نمیرسد و معنی تحت لفظی اینست کہ میرزا در شہادت گاہ عشق بہر جانب کہ پای نہادند در شہادت گاہ چنین پیداست کہ چندین شمشیر و چندین گردن بدست آمدند و ندانستند کہ اینجا لفظ بدست آمدن موقع نیست محل نظر آمد لست

ولہ

گرفتہ بود درین بزم چون قدح دل من	شگفتہ روے صبا شگفتہ کرد مرا

عاصی گوید اگر در اصل قدح صورت گرفتگی میداشت گرفتگی دل را بآن تشبیہ میدادند نزد سخنوران قدح را با گل تشبیہ است و گل را با قدح و غنچہ را با صراحی و صراحی را با غنچہ و ماورای این میرزا صاحب را بر دل این استادان عبور بسیار است ظاہر اصل قدح

راستی کلاه است لطف ندارد وله

زن سیرتان دور جهان را صلا دهند   ساقی گرفت ساغر مرد آزمای ما

عاصی می گویا اول دعوے مردی بر زن سیرتان ثابت نه کنند و بعد ازان بر ساغر مرد آزما
صلا با نها دهند آن بیچاره ها کجا دعوے مردمان دارند و کسیکه ساغر مرد آزما بدست
دارد باید که صلا با نها دهد که دعوے مردی داشته باشند نه بزن سیرتان و لفظ آزمودن
هم همین میخواهد چنانچه این شعر نظیری نیشاپوریست

کار نظیری در رضا غم خوردن و خوش بودن است   دارم می مرد آزما خوش باد شیخ و شاب را

مدعاے نظیری علیه الرحمة ازین بیت اینست که در رضاے الٰهی کار نظیری غم خوردن و
خوش بودن است و همین را می مرد آزما قرار داده پس خطاب میکند بشیخ و شاب که هر دو را
دعویٰ این معنی ست نه کسیکه میرزا گفته اند که ساقی بر ساغر مرد آزما صلا بزن سیرتان
دهد زن سیرتان کجا دعوے مردی دارند و شیخ ابوالفیض فیضی نیز می گوید ؛

گرد فنا شدند حریفان بزم عشق تو   برخاک ریز جرعهٔ مرد آزماے را

حاصل معنی همین است حریفانیرا که حوصله کشیدن جرعهٔ مرد آزما داشتند گرد فنا شدند
یعنی در عالم نماند چنانچه بساقی می گوید که آن جرعه را بر خاک ریز غرض که نظیرے علیه الرحمة
بر مے مرد آزما صلا بشیخ و شاب میدهد که هر که طاقت این میداشته باشد بکشد و فیضی
علیه الرحمة مے فرماید که حریفان بزم عشق گرد فنا شدند کسے نمانده که این می مرد آزما بکشد
پس میرزا صاحب بچه سند بر ساغر مرد آزما زن سیرتان را صلا میدهند درین صورت
بر همه اعلم و اجهل و احمق و اعقل ظاهر و هویدا و واضح و پیداست که علم و فضل و شعر و شاعری
میرزا فاخر با علم و فضل و شعر و شاعری مولانا فیضی و مولانا نظیری علیهما الرحمة نسبت ذره
با آفتاب درخشان و مناسبت قطره با دریاے بیکران هم ندارد اگر زن سیرتان را
قبل کشیدن ساغر مرد آزما میدانستند آن هر دو شاعر ساحر درین هر دو شعر خود ذکر
سیرتان کی آوردند از براے میرزا صاحب چرا میگذاشتند که بر ساغر مرد آزما صلا زن
سیرتان میدانند بر جرعه مرد آزما زن سیرتان را صلا دادن فقط سیرت میرزا صاحب است
زیراکه آنچنان برعایت الفاظ می پردازند که خانمان معانی ویران می سازند چنانکه
از براے مردزن آورده اند گو شعر بمعنی شود لیکن رعایت لفظ از دست نرود اعتراض

پیام زبانی بقاصدمی داد پرسیدن آن راه بدیهی میداشت واز مضمون نامہ قاصد کے اطلاع میدارد کہ از دیہ بہ پرسد چنانچہ بیت اوستاد است بیت اوستاد

چون نامہ بران میروم از شہر بہ شہری | بامن خبری ہست دمرا ہیچ خبر نیست

ولہ مکین

طریق اہل خرابات وخانقاہ یکیست | دو جادہ گر بہ بیابان فتادہ راہ یکیست

عاصی گوید

طریق اہل خرابات را بارسم معتکفان خانقاہ ہیچ ربط نیست مصرع اولی از لفظ طریق مصرع ثانی راہم ضایع ساختہ اہل خانقاہ نمازے گذارند ساکنان خرابات شراب میخورند وحلال وحرام شرعی بزعم اہل خانقاہ نزد ساکنان خرابات تفاوتے ندارد واگر میرزا صاحب قباحت این بیت را از راہ خودسری نفہمند اللہم زد ولا تنقص وباعتقاد این عاصی اگر بجاے طریق لفظ مآل وبجاے راہ منزل مے بود راہ بدیہی داشت چنانچہ مصدق قول ماشعر میرزا معز فطرت علیہ الرحمۃ ست فطرت

توان دید از چراغان ہای کثرت وحدت اورا | بود توحید صوری زنگ کفر آئینہ کیشان را

ولہ مکین

مردم دخون میخورم از غیرت دشنام او | جان شیرین رفت وحرف تلخ او از دل نرفت

بناے معنی این بیت بر تناسب الفاظ شیرین وتلخ گذاشتہ اصلا بہ چیزی پے نبرد ند کو نصیب عاشق کہ معشوق بدشنام نوازد وخون خوردن از غیرت دشنام او چہ معنی دارد چنانچہ ہلالی گوید ہلالی

پیش تو دعا گفتیم ودشنام شنیدیم | ہرگز اثری بہتر ازین نیست دعا را

فصیحی

لب گزنازگی بار تبسم برسنے تابد نیم | بخون غلطم کہ امروزش بدشنام آشنا کردم

را بگیر قنگی لبته دیده باشند و اگر این شعر با ذل را سند نوشته اند و صحت پنداشتند با ذل

چه نشاط باده بخشد به من خراب بی تو بدل گرفته ماند قدح شراب بی تو

مآل ازین شعر مبالغه است یعنے باوصفیکه قدح بهر صورت شگفته است تا هم بدون تو بدل گرفته میماند و احیانا اگر اراده میرزا چنین باشد گرفته بود دل من درین بزم و شگفته روے صبا مانند قدح او را شگفته ساخت درینصورت لفظ مرا بیکا است و اگر اراده لطف ذات خود است یعنے شگفته روے صبا چون قدح مرا شگفته ساخت پس دل من بیکار هست ـه

بندش عجیب دارد مضمون تازه است این شعر نیست میت ملا دبیازه است

وله

دار د شدیم بتو بهر جا که ما مکین شد مورد هزار ملامت درود ما

از معنے این بیت سواے رسوائی حصول دیگر نیست چراکه شاعر خطاب به معشوق میکند هر جا که بتو دار د شدم مردمان ملامت نمودند و بسیار رنجش کشیدند که چرا او را همراه نیاوردی ترا کسی چه کند ما مشتاق او بودیم نه مشتاق تو وله مکین

ز غوغای نے و مطرب به بزم غیر پی روی‌اش رود بر من عذاب دوزخ درود حساب امشب

اول اینکه به بزم غیر رفتن چه لازم و دیگر آنکه در بزم غیر معشوق خواستن دور از غیرت عشق است و هر گاه او دران مجلس خواهد بود دیگران هم نظاره خواهند نمود و با او مشغول اختلاطی خواهند شد و گفتار عاشقان غیور این است چنانچه در بیت میفرماید

غیرت از چشم برم روے تو دیدن ندهم گوش را نیز حدیث تو شنیدن ندهم

وله مکین

مکن پنهان ز من گرد سرت گردم بگو قاصد که از بهر رقیب آن مه چه پنهانی نوشت امشب

عاصی می گوید

بمشوره قاصد بنوشته باشد که او ظهار نماید پرسیدن شاعر کور سواد از قاصد بیجاست اگر

مدعا ازین شعر چنین مفهوم میشود که بسبب ناچاری با دیدهٔ خونبار بدست و پای غیر افتاده رنگین نمودند و رقیب را که خار راه است گویا گل بر سر زدند یعنی خوشامد او نمودند لیکن در عالم عجز بپا افتادن مسلم تو بر دست افتادن مسموع هیچ کس نیست پس دست چگونه رنگین شد و اینمعنے هم میتواند شد که در راه آمد و شد خود از بسکه خون گریستم وازان راه غیر هم میگذرد دست و پاے او رنگین شد درانصورت هم پاے غیر رنگین شدن درست و رنگین دست اینجا هم ثابت نیست مگر غیر مانند چارپایه راه رود و این روش جداست و اگر به محاورهٔ هندی بسته اند ایجاد کیست لا نسلم

وله مکین

گرچه دارد لکنت اما حرف میگوید درست	دل شکستن خاطر آزردن نمیداند که چیست

این بیت ازان غزل است که در تمام غزل معشوق را بعالم طفلی قرارداده اند بیک نسق گفته اند بنده در مصرع اولای این بیت اعتراض دارد حرف درست گفتن را تعلق بلکنت نیست هرگاه سخن درست از زبان برآید لکنت کجا ماند و اگر مراد شاعر از لفظ درست این باشد یعنے قول و فعل او درست پس کسے را که اینهمه طفل قرار داده اند و در مصرع ثانی اظهار نادانی او نموده اند که بسبب کمسن خاطر آزردن و دل شکستن نمیداند که چیست قول و قول و فعل درست چه قسم خواهد بود و هیچو مضامین را سابق برین هم استادان بسته اند لاکن باین صورت +

شاپور

طفل است و بعاشق روش زیست نداند	صد جان اگر از کس طلبد نیست نداند
ولدار نداند دل ما از دل اغیار	داند که دل است این و دل کیست نداند
شاپور به محشر چه حساب است و کتاب است	با این همه ابجد که ده از بیست نداند

سه

دل اگر میگویم از طفلی نمی دانی که چیست	آنچه روز اول از ما بردهٔ آنرا بده

مکین

گذار من بسر کوی قاتل افتاد ست | کجا روم چہ شوم چون کنم پریشان سازم

در عالم عشق کوی معشوق را فوقیت بر ہر دو جہان و باغ جنان است و مراد عاشق بیچارہ ہمین است کہ در آنجا کشتہ شود و در عالم عشق کسی کہ از پا گذاشتن بکوی قاتل اینہمہ مضطرب شود باید کہ از راہ دیگر بخانۂ خود تشریف برد ہیچو عاشقی کم از بلہوسی نیست و چہ شوم طرفہ لفظی وعجیب عبارتے است و ازین لفظ کمال اضطرار پیدا است لازم کہ شاعر خود را بشکل نزاع وزعن قرار دادہ از مثل طیور پرواز نماید سابق این مضمون را امیر خسرو چہ خوب بستہ اند لیکن باین صورت

کہ تیر عشق مرا اندرون جان زدہ | کجا روم بکہ گویم چہ چارۂ بکنم

دروا قع ہر گاہ تیر عشق درون رسید عاشق کجا رود سخن خسرو درست است

مکین

بر سر کوی بتان تیغ و کفن را برداشت | ہمچو صبح و شفق از ذوق شہادت دل من

تشبیہ کفن با صبح مسلم است و تیغ تشبیہ بشفق ندارد و چون شاعر را دعوے عبور بسیار است ظاہرا تشبیہ تیغ بہ شفق دیدہ باشد و باعتقاد بندہ تیغ خون آلودہ تشبیہ بہ شفق میتوان داد درین عبارت خون آلودگی تیغ ثابت نیست ظاہرا غلافش از مخمل یا باتات سرخ کردہ باشد

ولہ مکین

دور از تو عمر من ہمہ ماہ صیام گشت | در فقر و فاقہ مے گذرد بی تو زندگے

در ماہ صیام روزہ مے دارند روزہ را فاقہ نمی توان گفت و عاشق را بہ بے خوابی و خوری نسبت مید ہند بفقر و فاقہ جاے دیدہ نشد و لفظ فقر و فاقہ مستعمل بہ فقر است عاشق اگر چیزے نمیخورد تاہم خون جگر مے خورد ماہ صیام این جا ربطے ندارد

ولہ مکین

اکل از وم امروز بر سر خار راہ خویش را | دست و پاے غیر را از گریہ رنگین کردہ ام

تا شهید شود و اگر شهادت عاشق باین طور باشد لفظ شروع مضائقه ندارد به بسم الله

مکین وله

بلبل ز رشک سوخت که از شور ناله ام	هر نیش خار بر سر دیوانه روشن است
چون مجمر و سپند ز شور صفیر من	صیاد عاقل و قفس دانه روشن است

و درین هر دو شعر لفظ روشن است که به معنی سوختن آورده اند حالانکه شمع و آتش و چراغ اطلاق روشن است که به معنی سوختن باشد نیامده و سند میخواهد اگر تشبیه شمع می بود هم مضائقه نداشت

وله مکین

نیارو تاب شوخ من هجوم عشقبازان را	شهی از کثرت خیل و حشم رنجیده را ماند

عاصی گوید کار سلطنت از کثرت خیل و حشم درست میشود شاهان بفراهم آمدن سپاهی می نازند نه که می رنجند تمثیل با مصرع اولی درست نیست

مکین وله

نگر فریفتهٔ آن دو نرگس سیه ام	که چشم داغ دلم سرمه ناک میگردد

چشم سرمه ناک جای دیده نشده و به قیاس همچنین معلوم می شود که نخواهد چرا که هر جا مدعا برنگ باشد آنجا چنین الفاظ مستعمل سرمه گون و نیلگون و گلگون و میگون و لفظ ناک بمقام صفت می گویند چنانچه غمناک و نمناک و آتشناک و غضبناک و چشم سرمه آلود و سرمه سا مستعمل اربابهاست

وله مکین میفرماید

پاره می کرد دل از شوق گریبانے را	دست در دامن یار است چه می باید کرد

هرگاه دامن یار بدست آمد از زدی پاره کردن چه لازم است و لفظ چه می باید کرد بیجاست چنانچه نظری می فرماید

شماری تا سحر و ستم بر زلف درهمی دارد	گریبانم گریبان است و دامن دامنست امشب

مکین فاخر

از کس بجود تافتہ ام ہیچ باب رخ	ای بت تو وخدای تواز من متاب رخ

لفظ تو وخدای تو موقع این بندش بنود و این لفظ مصرف گواہ گرفتن است یا کسے که بر کسے تہمت کاری بند دو او چنین بگوید تو وخدای تو که این کار از من بوقوع آمدہ

مصرعہ

ہر سخن جاے و ہر نکتہ مکانے دارد

و ماورای این قباحت است که عاشق در ورسیدہ میگوید من از کسی در ہیچ باب رو نگردانیدہ ام تو ہم از من رو نگردان و شاعر ہرگز بمآل معنی خود پے نہ بردہ ہرچہ بخاطر میرسد العیاذ باللہ

فاخر مکین

تقصیر چیست مشت مزن پنجہ ام مپیچ	قربان شوم بزور ازین ناتوان مرنج

مشت زدن و پنجہ پیچیدن کار پہلوان است کار معشوق ناز و ادا و غمزہ خود را بآرایش نمودن تا دل عاشق بسیار فریفتہ شود وای بر عاشقی که ناتوان باشد قوی ہیکل اگر مقابلہ بر گردد سخت قباحت است ہرچند پیچیدن و مشت زدن سابق شعرا بستہ اند اما باین صورت چنانچہ میرزا صائب گفتہ است ؎

دست پیچیدن و دل بردن و پنہان کشتن	ہرچہ میگوئی انسان موی میان می آید

مکین ولہ

شہادت از کف او بہتر است بسم اللہ	کند شروع بہ چیزے کہ بہتری داند

لفظ شروع در مصرع ثانی پر بیجاست کار یکہ طول بانجامد لفظ شروع استعمال است و درین مقام محض زائد و بیت پر کن واقع شدہ و مضمون بسیار بے ربطی و شہادت کار یست کہ بیک ضرب شمشیر و غیرہ می انجامد صف کشی نیست و نہ باین طور کہ معشوق عاشق را گرفت و ہر روز بیک ضرب و یک حربہ اذیت رساند مثلاً امروز بہ خنجر و فردا بہ تیر و پس فردا بشمشیر

مکین وله

ازغبار رہ کند رم آہوے من بعد ازین | سرمہ خواہد نرگس جادوے او در خواب دید

عجب معنی غریب است شاعر میگوید کہ آہوی من از غبار راہ رم مینماید پس سرمہ چہ طور چیز یست کہ نرگس جادوی او برو نگاہ بکند مگر در خواب اول اینکہ از غبار راہ ہمہ کس رم مینمایند تخصیص بر آہوی میرزا صاحب نیست دوم اینکہ ازین معنی غبار راہ بر سرمہ ترجیح یافتہ است چرا کہ شاعر میگوید ہرگاہ از غبار راہ آہوی من رم مینماید پس سرمہ را چہ رتبہ است سوائی این لطف دیگر ندارد

مکین وله

از نزاکت مہ بروئش می نماید چون کلف | خیرہ چشمی گر رخ نیکوی او در خواب دید

اینجا لفظ نزاکت نیز بیکار است اگر کسے ثبوت نزاکت برپا کردہ باشد لفظ نزاکت اینجا ہم راہ بدیہی داشت ماہ را تعلق بنور و ضیا و تجلی است و در مصرع ثانی معلوم نیست کہ خیرہ چشمی نزدیک خود چہ چیز را قرار دادہ اند در السنہ عجم خیرہ چشم آنرا گویند کہ در چشم او حیا نباشد کس درین صورت این مضمون بجز رخ معشوق است

مکین وله

در خیال باغ خلد و شاخ طوبی شیخ خفت | کوی او را با قد دلجوے او در خواب دید

چیزی را کہ بذات انسان تعلق داشتہ باشد یا ہمجنس او باشد او را بآن چیز بخواب میتواند دید اگر کسے بگوید فلانے را با لباس تکلف یا بحال تباہ یا زید را با عمرو بخواب دیدم درست است و ازین قبیل میتوان گفت لیکن کوی را یا دروازہ را یا حویلی را با قد کسی ندیدہ باشد کوی با قد دیدن مضمون تازہ است سند میخواہد

مکین وله

از زنخدانش روان سیل عرق از شرم شد | رود نیل آخر نمود اعجاز یوسف چاہ را

از معنی این شعر پیداست هرگاه دامن یا زلف معشوق بدست آید پاره کردن گریبان چه دخل دارد

ولہ

نہ طوفے چون مکین در کعبۂ کوی توان کردن | نہ بوسے چون زمین بر خاک پای میتوانم زد

زمین پای را می بوسد نہ خاک پا را چرا کہ زمین خود خاک است درین صورت تمثیل زمین سست است

ولہ

شب دل ز آشفتگی گیسوی او در خواب دید | صبح از بیدار بختے روی او در خواب دید

سوای الفاظ متناسب ہیچ معنے ازین مطلع بفہم ناقص عاصی پیدا نیست نتیجہ بیدار بختی این نیست کہ روے او را نیز بخواب بیند بلکہ بایستی کہ روزانہ بظاہر ملاقات گل تمنا بچیند وگرنہ بیدار بختے را بد تر از آشفتگی دل باید دانست لازم کہ سخن سنجان بچشم دل ملاحظہ نمایند و بگوش ہوش بفہمند دیگر آنکہ مضمون این بیت علے الرغم دخلاف مضامین استادان سابق است ہمگی عاشق را بیخوابے نسبت دادہ است چنانچہ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ گفتہ است

گفتی ببینی بخواب تو آیم وے چہ سود | چون من بعمر خویش ندانم کہ خواب چیست

و نیز حضرت حافظ شیراز علیہ الرحمۃ می فرماید

قرار و خواب ز حافظ طمع مدار اے دل | اقرار چیست صبوری کدام و خواب کجا

و نیز شعر دیگر از مثنوی کسے است

بگفتا وصل من در خواب دریاب | بگفتم راضیم لیکن کجا خواب

زہے نتیجہ بیدار بختی کہ عاشق شام و سحر در خواب باشد

مکین ولہ

چون مستی کہ بیند گوشۂ محراب را | چشم جادویش خم ابروی او در خواب دید

شخصے بخواب چیزے را می بیند کہ بظاہر ہم او را میتواند دید وابروی خود بچشم خود بنظر می آید مگر در آئینہ پس آئینہ در شعر معائنہ نیست

کسے دل و غم را ناپاک نوشتہ

مکین ولہ

در محبت بد عا گر یہ اثر داد مرا　　زہد خشک ابخہ وہد دامن تر داد مرا

زہد خشک کجا اثر دارد وچہ میدہد کہ ایشان تمثیل دادہ فقط بہ تناسب لفظ تر زہد خشک را یاد فرمودہ اند بلکہ زہد خشک زہر ست چنانچہ شعر اوستادست

بجاے چوب در مانست زہد خشک عقبی را　　ہمین زنہار این تقوی شعاران یانی را

سه

حلال است بر لفظ گشتن حلال　　نہ چند انکہ معنے شود پائمال

مکین ولہ

زنہار بآن طرہ جادو ندہی دل　　کز دوش تو ہم مار چو ضحاک بر آید

از عبارت این شعر پیداست کہ ظاہرا ضحاک بہ جادوی کسی دل دادہ بود کہ لعلت او مار از دوش او بر آمد قطع نظر از شعر و شاعری نیز تا نام خدا متورخ بے بدل اند ضحاک کے بطرہ جادوی مہوشان دل دادہ بود کہ علت مار بر آمدن باشد و مشہور ست کہ شیطان بر کتف او بوسہ دادہ کہ این بلا برو نازل شد تمثیل نزد آگاہان سخن درست نیست و این مضمون را پیش ازین شاہ طول صاحب سلمہ ربہ بخوبی بستہ اند سه

کرد مشاطہ بزلف تو مگر شوخی ہا　　مارش از شانہ چو ضحاک برون می آید

مکین ولہ

آنکہ کارش بغم عشق جگر خوارا فتد　　ہر نفس خیزد و از ضعف نگونسار فتد

در غم عشق از ضعف افتادن مسلم لاکن علت نگونسار افتادن بعید از رای ناقص فقیر ست و این مضمون را ابوالقاسم خان قاسم تخلص بسیار بخوبی بستہ است سه

کارم نیست بگو ئی تو کہ چون سایہ ز ضعف　　گہ بخاک افتم و گہ تکیہ بدیوار کنم

عرق شرم را بہ پیشانی جبین نسبت است یا برخسار و عرق از زنخدان جوش زدن ظاہر مسموع ہیچکس نباشد چنانچہ شعر او ستاد ست ؎

تا بر جبین او عرق شرم جوش کرد	آئینہ را ز کان جواہر فروش کرد

و شعر میرزا صاحب میرزا بیدل نیز ؎

بشبنم صبح این گلستان نشاند جوش بہار خود را	عرق چو سیلاب از جبینہ رفت و ماند کم کار خود را

تمکین ولہ

تا شود رام ہزاران حیلہ و فن میکنم	آنچہ می باید کہ او با من کند من میکنم

معشوق را با حیلہ و فن کار نیست کار او ناز و ادا و عشوہ است و میرزا صاحب قباحت ہا باہم سے فرمایند ع آنچہ می باید کہ او با من کند من می کنم او را چہ ضرورست کہ ناز و عشوہ را گذاشتہ حیلہ و فن برای ملاقات ایشان نماید میرزا کار او را بجای خود گرفتہ اند غالباً شان ایشان نبود۔

تمکین ولہ

مرا دل در بدر دارد دلی صحبت اثر دارد	غم خوردن جگر دارد دلی صحبت اثر دارد

اثر صحبت با مصرع ثانی ربط ندارد و غم جگر خوردن کن است و جگر غم خوردن کن نیست

تمکین ولہ

یافتم عنبر عشیر در خود	محنت ایوب کردم امتحان

با ایوب نسبت محنت مسموع نیست سند می خواہد اگر نسبت بکوہکن میداد مربوط مے بود صبر ایوب مشہور است

تمکین ولہ

در سینہ غم آلودہ چرا ماند دل من	تا پاک ز آتشکدہ گر پاک بر آید

غم و دل ہر دو تعلق بہ ناپاکے ندارند فرض کردم کہ ہر دو حکم زہر قاتل دارند تاہم

اوّل اینکہ آتش بیگانہ مسموع نیست دوّیم اینکہ لفظ ہنوز در مصرع ثانی پر بیکار است

مکین ولہ

خورو سال من نماند رسم مہجوری ہنوز	یکدم از طفلے ندارد طاقت دوری ہنوز

شاعر این مضمون را ظاہر از بانی دایۂ طفل لبستہ است و ما دراسے این لطف دیگرا نمعن عبارت مفہوم و معلوم نمی شود

مکین ولہ

لعل جان بخش بتان را نفرت از خط لازم است	نیست عیسیٰ راز استغنا بسوزن اختلاط

شاعر لعل جان بخش بتان را عیسیٰ و نمود خط را سوزن قرار دادہ میگوید کہ چنانچہ عیسیٰ را بسوزن اختلاط نیست باید کہ لعل جان بخش بتان را ہم نفرت از خط باشد عاصی گوید تمثیل غلط است عیسیٰ از تمام مال دنیا بسوزن ورشتہ اختلاط داشت کہ ہمراہ خود برد چنانچہ تمام شعرا عیسیٰ را بسوزن ورشتۂ نسبت کردہ اند

مکین ولہ

زسا ماتی کہ دارد شمع باشد این سخن روشن	کہ من از درد سر در عالم اسباب میگریم

عالم اسباب مانع در تربیت ہر سری را کہ درد گرفت گو عالم اسباب باشد میگرید این معنی موقوف بر تمثیل شمع نبود و اگر ارادہ شاعر اینست کہ من از درد سر عالم اسباب میگریم پس لفظ در کہ بمصرعۂ ثانی ست سبب این معنی مفہوم و معلوم نمے شود

مکین ولہ

دی ہر کہ بود با تو بہ من یار و آشنا	امروز بینو دشمن و بیگانہ دیدہ ام

زین بیت مفہوم مے شود کسیکہ آشنا مشاسف او بہ میرزا مربوط بود و قتیکہ او را ہم صحبت میرزا ندیدند ہمہ کس از ایشان رو گردانیدند این شعر چہ لطف دارد کہ شاعر اوقات ضائع نمودہ

مکین وله

نیست ممکن کرد از سر کویش بیرون
بر سر عاشق او گر در و دیوار افتد

ور در و دیوار بر سر که بیفتد حرکت نمی تواند کرد موقوف بر عاشق نیست و مدعای میرزا نیست که در و دیوار مشرف بافتادن باشد تاهم عاشق عذر نکند این معنی از بندش این شعر پیدا نیست

مکین وله

آنرا که با زبان دراز آفریده اند
گویا چو شمع بهر گداز آفریده اند

به تناسب شمع لفظ زباندرازی و گدازگی آورده اند لاکن بخاطر ایشان نرسید زباندراز آن را میگویند که کسی سخن زیاده از دهن خود برآرد و کسے را که بهر گداز آفریده باشند او رجیمهست با زبان درازی او را چه نسبت حرفے از دهن او همچنین برنمے آید که موجب رنجش دل کسی باشد پس درازی زبان را با گدازگے دل چه نسبت گو این هر دو بشمع تعلق داشته باشند و استادان زباندرازی شمع را باین قسم می بندند

بپای شمع شنیدم ز قینچی فولاد
زبان دراز سر خویش امید هد برباد

مکین وله

نرگس از چشم گل افتاد ز سیم و زر خویش
طالب سیم و زر اے غنچه دهن نتوان شد

افتادن نرگس از چشم گل ثابت نیست و اگر نرگس را بعلت سیم و زر از چشم گل افتاده مے فرمایند گل هم ازین علت خالی نیست چنانچه زر و رد مشهور و معروف است و نرگس در مرتبهٔ خود هیچ کم از گل نیست اگر گل را برخسار معشوق نسبت است نرگس را بچشم هر چند ادعا هم در فن شعر درست است تاهم اندکے راه بدیهی داشته باشد ارباب سخن قسمی که ادعا در فن شعر قرار داده اند ازین معنی بیگانه و جدا است و سخن رس مے فهمند لو

مکین وله

شمع را گر آتش بیگانه می سوزد مکین
از گداز خویش باشد احتراق ما هنوز

قیامت را با اہل درد و بیدرد و ہر دو کار است ایشان تخصیص کردہ کہ قیامت را با موتا سے بیدردی کار نیست از چہ روست

ولہ

آخر ندانم تا کجا ای طفل خو بازی کنان	گہ پا نہی بر بسملی گاہے سرے بر بسملے

پا نہادن قاتل بر بسمل از راہ شوخی وطنازی مسلم لاکن سر بر بسمل نہادن مسموع نیست مختوی کہ این ہمہ طفل مزاج باشد کہ پا از سر نہ شناسد قاتل شدن بر وا ثبات سے شود

مکین ولہ

خون شد دلم از فکر کہ چون دوش نشستے	از بہر چہ سر بردہ در آغوش نشستے

در عالم فکر و اندوہ سر بگریبان و سر بجیب و سر بزانو مستعمل السنہ است سر در آغوش مسموع نیست سندمی خواہد

مکین ولہ

تا قبا جامۂ رسوائے خود کرد مکین	نے کشد خصم گریبان و نہ دشمن دامن

دشمن گریبان گیر و دامن گیر است و دامن کشے از راہ دوستی است چنانچہ شعر استاد موجود است

سہ

شور مرغان چمن دامن پرواز کشید	ورنہ مارا ہوس دیدن گلزار نبود

پس باید فہمید کہ شور مرغان چمن کہ دامن پرواز ہم جنس خود را کشید از راہ دوستی است یا دشمنی و نیز گواہ آن مقطع ہمین غزل است

مکین ولہ

گر بود دست رسے می کشمت من دامن	گو ہر اشک بیار یختہ دامن دامن

پس از این مطلع خود انصاف نمایند کہ کشیدن دامن دال بر دوستی است یا دشمنی و این سخن مستعمل

مکین ولہ

زنجیر زلف یار گر افتد مرا بدست	خاقان ز چین ہمیشہ فرستد خراج من

خراج بزور شمشیر بدست می آید نہ بزنجیر زلف معشوق کاش چنین میگفتند کہ اگر تیغ ابروے یار بدست من ے بود خراج از خاقان میگرفتم چون شاعر بزنجیر زلف در مصرع اول سر کشیدہ برای تناسب خاقان چین را در مصرع ثانی تقدیع دادہ درعایت زنجیر بگردنش افتادہ چرا عوض این فیل چین را یاد نفرمودہ کہ از حق تناسب ہر دوا دامی شد سخن فہم معنی یاب را باید کہ بعد از استماع این بیت زنجیر در نشاط زدہ عمل برا این آیہ کلام شریف نماید فلیضحکو اقلیلا ولیبکوا کثیرا

مکین ولہ

این سیہ روز رقیب است کہ می آید باز	این ہمان بچہ زاغ است کہ می بینی تو

درین بیت بجز تناسب لفظ باز و زاغ معنی دیگر پیدا نیست اگر لفظ میر شکار ہم ے بود باعتقاد شاعر شعر ترقی میکرد

مکین ولہ

از آفت و از بلا فزونے	نے نے غلطم برابری تو

این قسم معنی شعر را ترقی معکوس میگویند در مصرع اول معشوق را از آفت و بلا افزون قرار دادہ اند و در مصرع ثانی برابر گفتہ بعید از گفتگوی شاعرانہ است

مکین ولہ

تا صبح بہ غیر شب افسانہ شنیدی	در خواب شدی چون سخن خانہ شنیدی

معنے مصرع ثانی معلوم نشد کہ مدعاے شاعر از شنیدن سخن خانہ چیست

ولہ

دل افسردگان از شور محشر کی بدرد آید	قیامت را نباشد کار با تو ای بیدردے

مکین ولہ

چہ جای غیر ہر کس عشق آن شیرین پسر دارد | پدر ناشاد ازین رسوائی مادرزاد خواہد رفت

ارادہ شاعر ازین بیت این ست قطع نظر از غیر اگر پدر او بر و عاشق شود آنہم ازین سوائی مادرزاد از دنیا ناشاد خواہد رفت لاکن معشوق را کسی رسوائی مادرزاد نگفتہ و رسوائی روز تولد بطفل تعلق ندارد مگر حرام زادہ باشد این بیت سوای تفضیح معشوق خوبی دیگر ندارد

مکین ولہ

یکبار روی غیر نگاہے کردیدہ است | از چشم پاک حور و ملک قابل تو نیست

معنی این شعر مفہوم نمیشود شرح آن باید نوشت تا بفہم رسد

فصل پنجم۔ در بیان اشعار معترض میرزای موی الیہ کہ بندہ موافق فہم خود دران دخل نمودہ است

مکین ولہ

دانم کہ دل از لالہ بیاد تو ز خود رفت | ہمرنگ بہ بوی تو اگر ہست و گر نیست

ہست و نیست چہ دخل دارد البتہ نیست چگونہ رنگ لالہ ما نا بوی معشوق باشد اگر شاعر ماہر مے بود این مضمون را این قسم می بست اصلاح

از دیدن گل رفت بیاد تو ز خود دل | ہمرنگ بردے تو اگر ہست و گر نیست

مکین ولہ

بسکہ بے نام و نشان و بیکسم ترسم مکین | ہمچنان افتادہ بگذارند روز محشرم

عاصی گوید کہ این مقام شادی است کہ کسی بروز حشر نپرسد نہ محل ترس است چرا کہ از بہر جان روز محشر خوف باز پرس است چنانچہ او ستاد میگوید

بروز حشر تعالی ز باز پرس مترس | تو بیکسی و غریبے ترا کہ مے پرسد

و باعتقاد اگر چنین مے گفتند شعر درست مے شد اصلاح

بسکہ بے نام و نشان و بیکسم شادم مکین | ہمچنان افتادہ بگذارند روز محشرم

زبانہاست چنین آزار بکسے نباید رسانید کہ روز محشر دامنگیر من شود اگر بجاے دشمن دوست می بود معنی مصرع ثانی با مصرع اولے مربوط میشد و برائے مراعات قافیہ شعر بے ربط بناید گفت

ولہ

صیاد ما بہ پردہ گرفت است کار خویش | گسترد دام و زلف رسا را بہانہ ساخت

عاشق را بخوبی تر زلف کردن لطف است و در دام ہر جا نوری را صیاد اسیر میکند و نہ ہی معشوق کہ صید را بدام گرفتار بکند و بہانہ زلف نماید درین صورت ترجیح دام بر زلف است و لطف زلف پائمال گشت معشوق را باید کہ بزلف گرفتار سازد و بہانہ دام نماید واگر ارادہ شاعر ازین شعر انیست کہ از زلف صید را گرفتہ است و دام را بہانہ نمودہ این معنی ازین لفظ برنمے آید ÷

مکین ولہ

رندان چو گوش حرف موذن نمی کنند | فریاد کرد و حی علی را بہانہ ساخت

موذن بیچارہ برندان چہ چیز میگوید کہ حرف او گوش نمی کنند این کار تعلق بناصح یا بواعظ دارد و ازین عبارت اینمعنی برمی آید کہ موذن بشور و فریاد در حق رندان ناسزا میگوید ہرگاہ آنہا گتک گرفتہ درپے او می شوند او بہانہ حے علی الصلوٰۃ میکند

ولہ

منیدانم چہ نیرنگ و فسون کرد آن حبیب امشب | کہ یکسو مدعی می نالد و یکسو رقیب امشب

معلوم نمی شود کہ در عالم عشق مدعی کیست و رقیب کدام است

مکین ولہ

گرم مے جو شد بغیر افسردہ خاطر او مست | ہر نفس نیرنگ او رنگ دگر سوزد مرا

معشوق را سرد مہر گفتہ اند و لفظ افسردگی خاطر بمعشوق نمی زیبد افسردہ خاطر عاشق است وافسردگی خاطر بہ معشوق مسلم اینجا لفظ افسردہ بہ تناسب گرم جوشیدن آوردہ اند کہ معنی ملاد

مکین

شب بخوابم چو رخ آن دلبر عیار نمود
بخت خوابیده برشک آمد و بیدار نمود

عاصی گوید در مصرع ثانی لفظ رشک بر بیجاست بخت خوابیده عاشق او نیست که بر وصل او رشک برد کار بخت خوابیده همین است که بر خلاف مدعاے عاشق کار کند نه بر حصول مطلبش رشک برد باعتقاد عاصی این مصرع ثانی بهتر از وست اصلاح

شب بخوابم چو رخ آن دلبر عیار نمود
بخت خوابیده سراپا زده بیدار نمود

براے بیدار ساختن سرو پا زدن مناسب است چنانچه شعر اوستاد است

در همه شهر یکے فتنهٔ خوابیده نماند
که سراپا زده مژگان تو بیدار نکرد

مکین

این زمان دم از محبت میزند آن بیوفا
ظلم چرخ دون و جور طالع از دل گذشت

هر دو مصرع محتاج دو مصرع دیگر اند موافق مصرع اولے مصرع ثانی چنین می باید اصلاح

این زمان دم از محبت میزند آن بیوفا
گشت چون ریش از خط او هم شد برین گذشت

و مطابق مصرع دوم مصرع اولے چنین می بایست اصلاح

شکر ایزد را که یار از دوستی دم می زند
ظلم چرخ دون و جور طالع از دل گذشت

رباعی مکین

در خدمت شاه عالم و عالمیان
بنشست اگر مکین مزن طعنه بر آن
بر خاک فتد ز خاکساری سایه
ناچار به پیش آفتاب تابان

افتادن سایه پیش آفتاب اختراع تازه است نفهمیده اند که نور و ظلمت باهم نقیض اند چنانچه حافظ مے گوید

آفتاب از روے او شد در حجاب
سایه را باخود حجاب از آفتاب

و نیز شعر عرفی است که در ملح گفته عرفی

روے بار وی زرد و سایهٔ او با خورشید
چشم با چشم کند پایهٔ او جنب زحل

یکین وله

اگر گیرد فلک دستش عجب دارم که برخیزد	بهر بستر مریض نرگس بیمار یار افتد

دستگیری فلک به مردم بیمار چه نسبت دارد و در دست گیری مسیحا لطف دیگر است که تعلق به نبض هم دارد درین صورت برائے مصرع ثانی اولےٰ چنین مے باید صلاح

مسیح ار دست او گیرد عجب دارم که برخیزد	بهر بستر مریض نرگس بیمار یار افتد

یکین

بر لب گره از بیم تو دل صد گله دارد	این خستہ ندانیم چه قدر حوصله دارد

عاصی گوید اگر گله و شکوه بر لب از ترس و بیم گره شود او را وسعت حوصله دل نتوان گفت بلکه بنا بر خوف جان خواهد بود حوصله آنجا کار میکند شخصے که بقوت و قدرت به همه چیز قادر باشد واز شخص ضعیف حرف پست و بلند بشنود چیزے بگوید وقتی که پائے بیم بمیان آمد حوصله کجا ماند دباعتقاد بنده بجائے بیم اگر لفظ خوے مے بود شعر درست می شود لازم بود که این قسم مے گفتند اصلاح

بر لب گره از خوے تو دل صد گره دارد	این خستہ ندانم چه قدر حوصله دارد

یکین

بهر آخر شفیع خویش کردی قاتل خود را	یکین مریخ را ناهید کردن از تو می آید

عاصی گوید میان قاتل و مقتول شفاعت کننده شخصی دیگر باید تا شافع او باشد و شاعر همان قاتل را شفیع قرار داده این خود از آئین سخنوری دور است و مادرائے این استاد منظر اند که ترک فلک را رقامه ساخته اند قطع نظر از ین اگر ترک فلک ناهید شد صفت رقاصی در دبهیدا گردید نه صفت شفاعت میانے که این مضمون این قسم می بستند صلاح

به مهر خویشتن سرگرم کردی قاتل خود را	یکین مریخ را خورشید کردن از تو می آید

تکمین

شادیم ز دیدار به پیغام تو گویا	برخاستی از دیده و در گوش نشستی

شعر عاصی

صد پیام را تو به بوسے شکستہ	برخاستے ز گوش و به بینی نشستہ

پس باید فہمید کہ بہ تناسب دیدار لفظ دیدہ آوردہ اند و بہ نسبت پیام گوش اگرچہ مراعات نسبت مسلم است لاکن دخل معنی درین بیت دو ویرا از فہم سخن سنجان است و شعر بندہ عاصی نیز علی ہذا القیاس شاید کہ جہت تتبع اوستاد حسن قبول یابد و در محاورہ اوستادان سلف چنان است کہ معشوق را بسر و چشم و دل جا میدہند و بگوش و بینی اختراع تازہ است چنانچہ شعر حضرت سعدی علیہ الرحمۃ است

گر بر سر و چشم من نشینی	نازت بکشم کہ نازنینی

تتمہ سبیل ہدایت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد بلیغی کہ عندلیب طبع یک گل پژمردہ چمن ابداع اوست و طاؤس نظر یک گلدستۂ پریدہ رنگ باغ اختراع او طوطی شکرخای ناطقہ در محاذی آئینہ عرائس معانی سرگرم ادای دلکشای وساغر تفکر با بوئے جرعہ تحقیقش دماغ آسمان پیمائے شور عشق یک نمکدان خوان کرم و شیرینی شکر خواب راحت مضامین یک انگشت از مائدۂ نعمت قادری کہ عقل کل یک پروانہ پر تو شمع مجالس قہاری کہ معلم الملکوت شرر جہیدہ مجمر جلالش بہشت یک گل بیرون ماندۂ دیوار گلزار مہرش سقر یک گرم و دود یست برخاستہ از مطبخ قہرش محیطی کہ دریای بیکران فیضان باین موج زنی قطرہ الیست از قلزم اسرارش جمیلی کہ عرات خیالات دو عالم مشتاق یک جلوہ دیدارش کاتب حکمش نوشتن دیباچۂ نون کن ناتمام گذاشتہ و دورۂ افلاک دمرکز خاک سرانجام ساخت کجا بزبان کوتاہ بلبلان خو گرفتہ قفس بینوائی بشکر ادای شمہ ازان تواند پرداخت بہتر است کہ للنت بکام و زبان رسانم و در لغت سید العالم حضرت محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سروری کہ معراج یک پایۂ بلندی ایوان قدرت اوست مقالۂ انا ربک الاعلی درشان

سخن رس می فهمد چه محال را در عالم مبالغه منقبت و مدح می آرند اگر سایه را پیش آفتاب جامی بود معنی این شعر برای ممدوح چه لطف و خوبی داشت ظاهرا میرزا فاخر مکین این شعر را دیده سایه پیش آفتاب انداخته اند و حرفی می گوید

سراسر آفتاب عشق تا پیدا است عالم را
تو فکر سایه کن اول پس آنگه سائبان پیدا

موافق فهم بنده برای مصرع آخر رباعی این مصرع مربوط است **اصلاح**

این خاک نشین نشسته همچون پرتو
ناچار به پیش آفتاب تابان

غرض از نوشتن این اشعار خدا نخواسته عداوت به مصنف منظور نیست بلکه مدعا تربیت خود است اگر حق تعالی توفیق مطالعه این اشعار به سخن سنجان دهد درین امر رای بنده بر خطا باشد ازان اطلاع بخشند تا متنبه شوم و اگر بر صواب است باید که نومشقان سخن به پیروی ایشان خامه و زبان را آلوده مرکب لسانزند و ایشان را نیز از خط کشیدن و اصلاح نمودن بر اشعار استادان مسلم الثبوت پای عداوت بکسی نخواهد بود بلکه مرکوز خاطر همین قدر باشد که مردمان او ستاد او ستادان مسلم الثبوت ندانند و سابق برین کسانیکه بدرجه اوستادی رسیده اند عمر عزیز را به عیب جوی خود صرف نموده اند به نکته چینیکه دیگران چنانچه بنده هم از چهل و پنج سال اوقات خود را در فن ریخته ضایع ساخته است و هنوز سخن خود را بعضی جا ها از پایه اعتراض بیرون نیافته کسان را که درین فن مسلم الثبوت میدانند با مید حصول فائده زانوے ادب ته کرده پیش آنها می نشیند بلکه نومشق هم اگر دخل بجا در شعر این عاصی نموده است مسلم داشته و ما ورای این مرتبه سخن هرگز نمیرسد و در فن شعر و سخن عبارات رنگین بوستان بے خزان است و الفاظ مناسب نهالان اند بشر طیکه بقرائن در گل زمین شعر بنشانند و معنے برجسته ثمر شیرین آن بلاغ است و زمزمه طراز دران حدیقه بلبل طبیعت است و بنظر خوض ملاحظه نمودن بدان ماند قصے که باغبان سبزه بیگانه را از خیابان کند یه بیرون باغ انداز د و بے این سخن موزون گفتن بیطوطی واله که حق الله و پاک ذات الله میگوید و نمی داند که حق الله کدام است و پاک ذات الله کرا مے گویند چنانچه شعر میرزا بیدل علیه الرحمة است

جهان آئینه وهم است دا این طوطی نژادانش
نفس پرواز تقریر اند و سے گویند الهی

و حال این دو شعر که یکے از میرزاست و یکے از بنده موافق این مقال است

دو بیتش رشک چہار ابروی دلبران و با ہر حرفش اعجاز عیسی توامان غرض از مطلع تا مقطع چون زلف دلربا خوشنما و شہباز مدعا ہر حرفش آسمان پیما سزاست اگر مستمعان این از صدف در شہوار خراج گیرند و چشم بینندگانش از قبیلۂ لیلی باج ستانند بہر کیف ہرگاہ این شرح مرثیہ و سلام نزد احقر رسید بنظر دشمنی در پے تلاش جواب شدم بر ہر حرفش بسیار دود چراغ را ضایع ساختم غیر از بے جوابی نیافتم لیکن محل استعجاب ست کہ من کلام میر محمد تقی صاحب را بسیار بحسن بلاغت دیدہ ام و شنیدہ ام و این مرثیہ و سلام ہم از جملہ کلام ایشان ست چنانچہ میرزا صاحب موصوف بدستخط ایشان دارند و پیش من ہم رسیدہ است بیان واقع کہ این مرثیہ و سلام قابل شرح ست و جای دریافت فہم دانا ست کہ چنین کلام ناقص از کجا بر خرد

سبیل ہدایت

میر صاحب مرے کرم فرما
مبدءِ عقل و کانِ فہم و ذکا

عرض رکھتا ہون اے کرم گستر
اعتراضی سے پر مجھے ہے ڈر

کھول سکتا نہین مین اپنے لب
اس سبب سے کہ ہے یہ جاے ادب

جو سخن آپ کی زبان سے سنا
کچھ نہ بولا سواے امتنا

لیکن اب آپ سے کئی اک عرض
کرنی مجھکو ہوئی ہین واجب و فرض

آپ کے ہوتے جب کسیکے حضور
مرثیہ کہنے کا ہوا مذکور

وان یہ بولی زبان سحر طراز
حق مین اس بے زبان کے بندہ نواز

ریختے کی جو وہ کہی ہے غزل
لفظ و معنی مین اسکے کم ہے خلل

مرثیون کے سنے جو کہتے بند
بندش انکی نہ آوے اپنے پسند

معنی انکے تب آوین فہم کے ہاتھ
شرح لکھدے جو مرثیے کے ساتھ

جب بتکرار مین سنے یہ سخن
دل مین گذرا کہ مرثیے کا فن

ہوئیگا فن شعر سے باہر
میر کی گفتگو ہے وال اس پر

اسکا آگاہ جو کوئی ہو خوب
سیکھیے اس سے کہنے کا اسلوب

ماہر اس فن کے جب کیے مین غور
دل مین ہمتا کوئی نہ ٹھہرا اور

آپ کے مرثیون کو تب اکثر
ڈھونڈھنے مین لگا ہر اک کے گھر

و عظمت او دست انگشت قمر شگافش معجز رسای ید بیضای کلیم را چهار انگشت بیشمار دو دم
جان بخش هزار عیسی را قالب بی روح می پندارد ازان روزیکه آفتاب ظهورش برین خاکدان
تابیده معاشر انبیا را چنان چشم و چراغ نکرده که در خیال خواب تصور چشم بر هم زدن بخاطر
گذرد امی لقبی که از ازل تا ابد گوشه دبستان ابجد خوان او سر دفتر قضا و قدر غلامان جاروبکش
درگاهش تقدیر و اجل دو پیادهٔ خبرگیران سپاهش نکته خاک گردی ست دور ماندهٔ از قدم
رهروان جویای وادی کنه صفاتش بخار قطرهٔ عرق چکیده از پیشانی بیرون از آتش هوانفسی ست
که در باد آن سرمایهٔ دم و هوش ایجاد دوستانش بالا کشیدهٔ آتش گریست از آبله آبله پایان
صحرای شوقش که والله اعلم بمطلب رسیده اند یا نه رسیده اند صلی الله علیه النجبا ما دامت الارض
والسما فی منقبت امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیه الصلوة والسلام مهمار تیزی و مدهوش
خرامی قلم بمنقبت ساقی الیست که از سبب او نشئه کرمنا آدم بمیخانهٔ حقیقت انسانی رسیده
نگاه بوی ابصار موج پیمانه او دهان هونفسهای قلقل مینای مستانهٔ او خورشید خشتی ست
برتافته خم کیفیت هوش ایمان بخشش نه سپهر دوری کش جام جان بخشش دو عالم جرعه نوش
جام وحدت آشنائیش طرنگهای باده خیالات سرخوشیست از ساغر هوش ربائیش ساغر گل
امید کونین متوقع قطره دامانده از جام مستانهٔ او و بلبل عالم علم بطون بی وقفه بحسن طلب
مدح خوان او صلواة الله علیه مع آله و اولاده دائما ابدا فی مدح المتکلم والکلام ای
طبع اگر اثر کلام میخواهی انصاف را از دست مده و بیا بوصف سلطان المعانی نهنگ
بحر سخندانی ابلغ البلغا و افصح الفصحا میرزا محمد رفیع سودا که حالا اقلیم سخن بانصاف زیر نگین
حکم ایشان ست و کلام ایشان منصفان عالم را عزیز تر از جان ست علی الخصوص شرح این مرثیه
و سلام که مسمی بسبیل هدایت ست تحفهٔ بر بلاغت روزگار میزند محض از برای تربیت اهل محبت
نه برای مخالفت سرانجام شده متفق علیه بلبل طبع منصفان عالم بتوصیفش نغمه سرا ست شیرینی
مضمونش اگر مورچه از کاغذ پیدا کند دست فسون بلاغتش کرماچون گل سراپا گوش
گرداند شکر خوانی معنیش هر کس را از ملاحظه بیهوش سازد از مطلعش مطلع آفتاب پامال حیرت
میشود اگر از تسجیع الفاظش بر خاک مرده بگویند بهاندم قیامت میشود هر مصرعش چون سرو
آزاد دستان از خلل سنگ بی انصافان هر بیتش بلج گیرنده از بیت ابروی خوبان بر بیل
بین السطورش واله صد صبح صادق و مقابله دو مصرع مقابل طاق ابروی مهوشان عاشق

شرح

پہلے یہ کہیے اے کرم فرما — باطنی رتبہ ہے نبی کا کیا
آپ پر جس طرح سے ہو تحقیق — اپنے مخلص سے بھی کہو تحقیق
دوسری بات یہ جو کہہ ڈالی — ہو تم اک نوع اُن سے بھی عالی
اوراس نوع کو بیان کیجے — مجکو آگاہ اُس سے کر دیجے
یا وہ جسطرح مجھ پہ ہے اثبات — کہو تو عرض مین کرون وہ بات
گرچہ وہ شخص ہے امام حسینؑ — ایکدن جس کو سید الثقلین
لگے فرمانے مجکو بتلا تو — مرتبے مین بڑا ہون مین یا تو
تب یہ چھاتی پہ لوٹ کر بولا — کیون یہ سررشتہ بات کا کھولا
عرض کرتا ہون مجکو کیجو معاف — دلمین کریجو سُنکے یہ انصاف
مان مری فاطمہ علیؓ ہے باپ — والدین اپنے اب بتادین آپ
اورجس شخص کا نواسا ہون — امرہو تو اُسے بھی بتلادون
حق مین جسکے ہے آیۂ لولاک — بزبانی سے ہے خالق افلاک
سب نبی جان اُس کو مانین ہین — اپنے نانا کو آپ جانین ہین
نورچشم اپنے سے عرض سُنکر — یہ لطیفہ ہوے خوش آن سرور
متبسم ہو تب یہ فرمایا — سخن راست حق کو بھی بھایا
اُنکے رتبے کی ہے بہم یہ نمط — لیک جو آپ سمجھے ہین سو غلط
ظاہرا تم کو ہے یہ قصہ یاد — جسکی ردوے گی فہم کر برباد
رتبۂ باطنی پیغمبر — اپنے نزدیک ایک ٹھہرا کر
نسبتی مرتبے کو تم فائق — اسپہ سمجھے ہو یہ نہ تھا لائق
باطنی رتبہ جو نبی کا ہے — اسکے مافوق ہے جو بیجا ہے
موجب اس رتبے کے نبی کریم — آپ کو بولے احمد بے میم
میم احمد سے کر دیا جب رد — تھا جو احمد سو ہوگیا واحد
احدیت سے ہے مرتبہ بالا — سمجھے گا تب ہی پوچھنے والا

ہاتھ آیا مرے بسعی تمام — غرض اک مرثیہ اور ایک سلام
فہم میرا جب ان مین در آیا — وہم اپنا بہت بجا پایا
مرثیہ کہنے کا ہے جو آئین و — واقعی فن شاعری مین نہین
بلکہ وہ چیز جس سے شعر ہو رد — مرثیے مین روا رکھے ہے یہ کد
مطلب اس کام کی جدی ہی راہ — شاعر اس راہ سے نہین آگاہ
مند کے مارے تو یون وہ کچھ ہی کہے — چاہے ایسا کہے تو کہہ نہ سکے
شعر کے قاعدے کے موجب ہم — کہنے لاگے تھے مرثیہ کم کم
سو زبانی تمھاری اے مخدوم — ہوا اپنے تئین کو یون معلوم
مرثیہ وہ جسے عوام الناس — روئین سن سن پڑھین جب اونکے پاس
اور **سودا** کا مرثیہ سنکر — چپ ہی رہجاؤن ہوئین سر دھنکر
کیسی ہی طرح گوئی اسکی بنائے — لیکن اسپر کبھو نہ رونا آئے
بارہا یہ سخن ہوا ظاہر — حق مین بندے کے غائب و حاضر
سچ ہے یہ مجکو مرثیے کا ڈھب — نہین آتا وہ جس سے رووین سب
آپکے مرثیے کا ہون قائل — خون جس سے عوام کا ہے دل
سنکے جاسے جس پہ بدھو تک — شام سے کوٹین سینہ صبح تلک
لیکن افسوس صد ہزار افسوس — یہی آتا ہے بار بار افسوس
بدھو جما سمجھ جسے رو وین — معنے اسکے نہ مجھ سے حل ہو وین
جب یہ صورت خیال کرتا ہون — اسی غیرت کے مارے مرتا ہون
غرض اس امر مین کہون اک بات — مانو تو جان کی ہے اپنی نجات
وہ جو اک مرثیہ اور ایک سلام — دستخط خاص سے رکھے ہے غلام
من بکا کے حدیث پر تب بھی — عمل اور معنے اوسکے رکھ دیجے
مین بھی آگاہ اس سے تا ہوؤن — چھوٹی امت مین بیٹھ کر رووئن

متن

اے نبی کے با ملنا رتبے کے والی السلام — ظاہرا اُن سے بھی ہو اک نوع عالی السلام

متن

ہے گریبان گیر گردون تیرے لشکر کا لہو | تا قیامت کم نہین ہوتی ہے لالی السلام

شرح

خون سو ایسی جا مین لفظ لہو
اور لالی کا حرف کرد و حک
تا نہ تشبیہ ہو شفق کی یہان

نہین آیا محاورے مین کبھو
ہو نہ ثابت شفق سے یہ جب تک
معنی جو جا ہو اسمین تم سو کہان

متن

اے ہوالاول ہوالآخر کے مالک بالیقین | وے ہوالظاہر ہوالباطن کے والی السلام

شرح

کیا ہوالاول و ہوالآخر
حق کیجانب پھرے ہے انکی منیر
کیا یہ خاطر مین آپ کے آیا

کیا ہوالباطن و ہوالظاہر
اس سوا جس پہ کیجیے ہے تکفیر
مالک اسکا حسین ٹھہرایا

متن

یہ شہادت تیری تائید انا بشر کی تھی
یہ شہادت تیرے کلمے کی شہادت ہے تمام
ورنہ تم بے شبہہ و شک احمد بے میم ہو

کیا حدیث متکلم تم نے پہنچا ئی السلام
عبد ہو کے بات تمنے ساری پائی السلام
لی مع اللہ کے ہو تم ہر وقت عالی السلام

شرح

مطلب اس ہرزہ شعر سے مخدوم
کرتے ہو تم خطاب یون با نام

کیا بندے نے آپ کا معلوم
ہے تمہارا یہ مدعائے کلام

فہم یون باطنی سے ماہر ہے
کس طرح سے کہو تو سبط نبی
حرف میرا نہین ہے لایعنی
غش نہین صرف اُسکے مضمون مین
کہو تقطیع شعر کو کردون
مصرع ثانی سے بھی ہو آگہہ

اس سوا رتبہ جو ہے ظاہر ہے
رتبۂ باطنی سے ہو عالی
فہم کے معترض ہین یہ معنی
خلل اس سے زیادہ موزون مین
بندش الفاظ کی ہے ناموزون
نوع کے عین کو نہین جاگہہ

متن

اے تصدق یہ پدر یہ مادر اور یہ جد پاک
ختم ہے تم پر یہ سب صاحب کمالی السلام

شرح

گر نہین جانتے تو سن لو اب
گر تعلق کمال کا ہوتا
منحصر کچھ نہین نسب پہ کمال
بندش الفاظ کی غلط اس کی
پیش مصرع مین لفظ یہ سے مراد
یہ نکلتا ہے اس سے یون بیکید

ساتھ اوسکے ہی جسکا نام و نسب
پسر نوح باپ سا ہوتا
جس پہ ہو فضل ایزد متعال
بری ہے معنی کی نمط اسکی
آپ کو ہے بزرگی اجداد
سب تصدق پدر سے لے تا جد

متن

لامکان بھی ایک بازیگاہ طفلی ہے ترا
کوئی مکان تم سے نہین پاتا مین خالی السلام

شرح

عوض کوئی مکان جو لفظ فصیح
بولتے کوئی جا تو تھا یہ صحیح

عمل لے دوست حق کے کہنے پر
اور اسکے کلام کی تایید

ہو سکے ہی کرے وہ نعقل اگر
جس پہ ٹھہراؤ ہے یہ کفر شدید

مین سنے ہین سلام تو اکثر
لفظ و معنی مین بہتر از بہتر

لطف ہے اس سلام مین اک اور
کر نہین اسمین السلام کو ٹھور

بس کہ بے ربط اسقدر ہو سلام
بھیجے تم سا اسے بہ نذر امام

ضمیر منیر پر آئینہ داران معنی کے مبرہن ہو کہ محض عنایت حق تعالی کی ہے جو طوطی ناطقہ شیرین سخن ہو پس یہ چند مصرع کہ از قبیل ریختہ در ریختہ خامۂ دو زبان اپنے سے صفحۂ کاغذ پر تحریر پاے لازم ہے کہ تحویل سخن سامعہ سنجان روزگار کردن تا زبانی ان اشخاص کی ہمیشہ مورد تحسین و آفرین رہون مطلع

قیمت و قدر شناسا سے پہونچے ہی ہم
ورنہ دریا مین خزف بھی نہین گوہر سے کم

مضمون سینہ مین پیش از مرغ اسیر نہین کہ تا ہو پیچ قفس کے جو وقت زبان پر آیا فریاد بلبل ہے واسطے کوس وادرس کے غرض جب اہل سخن کا در منصفی زینت لب ہے سر رشتۂ حسن معانی کا اس کلام کی اس سے الفاف طلب ہی اگر حق تعالے نے صبح کاغذ سپید کے مانند شام سیہ کرنے کو یہ خاکسار خلق کیا ہے تو ہر انسان کے فانوس دماغ مین چراغ ہوش دیا ہے چاہیے کہ دیکھکر نکتہ چینی کرے ورنہ گزند زہر آلودے سے بے اجل کا ہیکو مرے ہر چند کلام اُستادان سلف پر بھی غلطی کا گمان ہے کسواسطے کہ انسان مرکب الخطاء و النسیان سے ہے لیکن خدائے تعالے نے جنھین شعور کرامت کیا ہے وہ سمجھتے ہین تا کہ اگر لکھیتی کی بدری سے قدرے زر قلب نکل آوے تو اُسپر کسی کو خوض و غور نہین اور جو خریطۂ صراف سے ایسا کچھ پاے تو اوسے کہین ٹھور نہین پس لازم ہے ذیہوش کو ربط الفاظ سے معنی کو سمجھکر دے تا وبال فیضان ناطقہ اپنی گردن پر نہ لے چنانچہ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہین ؎

اول اندیشہ انگہی گفتار
پاے پیش آمدست و پس دیوار

انسان کہ جس فن سے آپکو کما ینبغی ماہر نہ کرے چاہیے کہ اُسمین اپنے حد سے سخن باہر نہ کرے گفتگو سے جاہل ہہلوے عالم مورد انفعال بلکہ خموشی ہے اُسکی برابر مد فضل و کمال ؎

ہے نبی و امام حق کی ذات / حق کو کیا کام از حیات و ممات
انا بشر جو بولے پیغمبر / اسکے اثبات پہ ردیا تین سر
رتبہ تیرا ہے جون خدا عالی / عبدیت ہو کے بات سب پالی
تو بلا شک ہے احمد بے میم / لی مع اللہ مین ہر زمان ہے مقیم
ہے تصوف کی راہ سب یہ درست / بندش الفاظ کی پر اتنی سست
نہین لفظون سے معنی کو کچھ ربط / سمجھے وہ ہی جسے ہو مجھ سا خبط
اور ہے راہ جو شریعت کی / وان خدا ہے خدا انبی ہے نبی
کلمہ ہے جو کہ دین کی بنیاد / مسلمین کا ہے صبح و شام اوراد
وہ نبی نے جسے پڑھایا ہے / آپ کو عبد کہہ جتایا ہے
انا بشر ہے آیۂ قرآن / وحی بہر پیمبر دو جہان
مشکلم جزو ہے اس آیت کا / منفصل باندھنا نہ مین سمجھا
اس لئے اسکا بیان ہو شان نزول / جسطرح چاہیے سوائے رسول
علما وہ جنھین ہے عقل معاد / یون زبانی ہے اسکے مجکو یاد
دعوت دین جب احمد مختار / لگے کرنے تو بولے یون کفار
دل چھپاتے ہین اپنے ہم اس رو / اے محمد جو کچھ کہے ہے تو
نہین سنتے ہمارے گوش ہین کر / اپنے آئین کی بات ہمسے نہ کر
تب یہ آیت غرض بر ان سرور / ہوئی نازل ز خالق اکبر
عالمون سے مین گوش دلکو دے / سنے ہین معنی یون اس آیت کے
کہہ کہ مین بھی بشر ہون جو ہو تم / وحی آتی ہے مجکو اے مردم
آپ سمجھے نہین اسے بخدا / جہل کیجے تو ہے یہ امر جدا
کرے ارشاد جو خدا کی ذات / سب مبرا ہے وہ ز تاییدات
سمجھیے اس کلام کی تایید / کر شہادت کو فہم سے ہے بعید
چاہیے تایید ہے وہ جب باہم / ملکے بحثین کسی سے تم یا ہم
تھی اگر آپ کو بفکر اسلام / یہی آیت غرض بطرح امام
بولتے یون تو اسمین تھا نہ خلل / انا بشر پہ مین کیا ہے عمل

مرثیۂ عن شرح

یہ مطلع جو ہے آپ کا تو عجب ہے — کہ یہ ریختہ کہنے والوں کا ڈھب ہے
و لے فیض کا ناطقہ کی سبب ہے — بجا تو کہ یہ مرثیہ یونہین سب ہے

متن

مجبون نے دلسے خوشی سب تجی ہی — ہر اک گھر مین ماتم کی مجلس رچی ہے
عجب طرحکی ولے ویلا مچی ہے — کہ روز قیامت کی گویا یہ شب ہے

شرح

تجی کا رچی قافیہ شائگان ہے — سو وہ ہر سہ مصرع مین صورت کہان ہے
رچی اور مچی قافیہ جبکہ یان ہے — تو یہ قافیہ ہر طرح سے کہ ڈھب ہے

متن

کوئی دل نہین جسکو ماتم نہووے گا — وہ دل دیر ہی جسمین یہ غم نہووے گا
یہ دن کچھ قیامت سے بھی کم نہوئیگا — قیامت مین یہ کچھ نہوئیگا جواب ہے

شرح

جو تقطیع سے شعر کی تم ہو ماہر — تو افزودی ہمزہ دیا ہے ظاہر
مرا صاحب اس بحر کے رکن آخر — نہوگا ہے موزون نہوئے گا کب ہی

متن

ہے چار و نطرف ہو رہا شور محشر — زمین آسمان ہو رہا ہے تل اوپر
حسین علی پر چلا یا ہے جنجر — ہر اک جان اس غم سے خنجر طلب ہے

بات گر آوے تو چپ رہ کہ گمان کے نزدیک	سو طرح کا ہے سخن پردۂ خاموشی مین

اگر ناآگاہ جس سخن کے آگاہ سے اس فن کی بولی بولے گویا ہر دو لب اوس کے دروازۂ رسوائی کے پاٹ ہین کہ عمداً اپنے منھ پر کھولے بیت

طرفہ میوہ ہے یہ سخن اے دوست	مغز شیرین و تلخ جس کا پوست

مخفی نہ رہے کہ عرصہ چالیس برس کا بسر ہوا ہے کہ گوہر سخن عاصی زیب گوش اہل ہنر ہوا ہے اس مدت مین مشکل گوئی دقیقہ سنجی کا نام رہا ہے اور سدا مرغ معنی عرش آشیان گرفتار دام رہا ہے باوصف اوس کے قول خذ ما صفا ودع ما کدر پر عمل کیا ہی بلکہ تمام عالم کے سخن انصاف پر تلمیذانہ گوش دیا ہے جس کی زبان پر فقتیل اعدا سے حرفاً واقعی اور منصفانہ جاری ہوا ہے اللہ کہ مرتبہ من تعلم حرفاً فھو مولاہ طاری ہوا ہے اور بے اختیار زبان سے یہ مصرع ہوا ہی سرزد مصرع

وائے بر جان سخن گر بہ سخندان نرسد

لیکن مشکلترین دقائق طریق مرثیہ کا معلوم کیا کہ مضمون واحد کو ہزار رنگ مین ربط معنی سے دیا چنانچہ اس کام مین محتشم سا کسو نے عز قبول نہین پایا ہے اسی مغفور مرحوم کے یہ فرمایا ہے سے

جمعی کہ پاس محمل شان داشت جبرئیل	گشتند بے عماری و محمل شتر سوار

پس لازم ہے کہ مرتبہ در نظر رکھکر مرثیہ کہیے نہ کہ برائے گریۂ عوام اپنے تئین ماخوذ کرے نادر مقالہ ہے کہ عقلا جو نہ سمجھین اور ضبط تضحیک و قصد بکا ئین رہین اسکا سیاق وسباق جلا دریافت کرین اور پھوٹ بہین بیت

معنی لفظون سے ہوتے ہین روپوش	یان تلک رتبۂ سخن ہو چکا

مرثیۂ عن مرتن

دلو نیر مجنون کی حالت عجب ہے	مصیبت ہے ماتم ہی غم ہی تعب ہی
غرض کیا کہون کس روش کا غضب ہی	حسین علی کی شہادت کی شب ہے

❋

نہ لینے دیے اُسکو اک دم بھی سالم
دیے اُسکو کیا کیا تعب پر تعب ہے

شرح

دیے مین دیا ہے یہ کہنا روا ہے
یہ لہجہ مین حیران ہون کس ملک کا ہے
زبان جمع واحد سے یون آشنا ہے
دیے اُسکو کیا کیا تعب پر تعب ہے

متن

دونون رات و دن تو گئے ہر طرح مین
سحر پہ ہوا خون قضا کے قدح مین
بظاہر مصیبت پہ باطن فرح مین
کہا پی سے شبیر تو خشک لب ہے

شرح

جو پوچھون قدح مین بھرا خون کن نے
یہ حیران ہون مین کون ہی وہ کہ جن نے
تو بتلاؤ گے تم شہادت کے دن نے
کہا پی سے شبیر تو خشک لب ہے

متن

سحر تھی کہ خواب عدم اُسکو کہیے
سحر تھی کہ ظلمات غم اُسکو کہیے
سحر تھی کہ آخر کا دم اُس کو کہیے
کہ اک پرتو اُسکا سویدا کی شب ہی
سحر تھی کہ تلوار کی کوئی جھمک تھی
سحر تھی کہ کوئی دلہین کی پلک تھی
سحر تھی کہ برق ستم کی چمک ہے
سحر تھی کہ موت اُس سے رو در حجب ہے

شرح

دم والپین گوش زد ہے ہمارے
پھرے تھی اجل جس جگہ منہ لپیارے
پلک والپین کی زبانیر تمھارے
سے کیسے پردے مین وان کیا عجب ہی
کرو داہیانہ نہ ذکر شہادت
کہو تو یہ کسطرح کی ہے عبارت
رکھو ماضی و حال مین کچھ تفاوت
سحر تھی کہ موت اُس سے رو در حجب ہے

شرح

کہو پہلے مصرع کو یون مجھسے سُنکر　　زمانے مین ہر سمت ہے شور محشر
یہ تقطیع ناموزون اے بندہ پرور　　زبان پر فصیحون کو لانا غضب ہے

متن

بجا ہے کہ لوہو کے دریا بہائے　　یہ کشتی فلک کے لہو مین ڈُبائے
شہ تشنہ لب کا کسے غم سنائے　　یہ کس منہ سے کہیے کہ وہ خشک لب ہے

شرح

کسے کہتے ہو کون ہے وہ کہان ہے　　کہین ہر سہ مصرع مین اسکا نشان ہے
جو اپنے یہ اس گفتگو کا گمان ہے　　تو یون کہیے کہنے کا اسکے یہ ڈھب ہے

شرح باصلاح

بجا ہے کہ لوہو کے دریا بہاؤن　　یہ کشتی فلک کی لہو مین ڈباؤن
شہ تشنہ لب کا کسے غم سناؤن　　یہ کس منہ سے بولون کہ وہ خشک لب ہے

متن

لعینون نے اُسکو وطن سے بلایا　　مع اقربا لا کے بن مین بسایا
پھر اس جور سے اسکو مارا ہی پیاسا　　کہ بس غم سے خورشید کے تئین تب ہے

شرح

مع اقربا نے زانسزدنی با　　کیا غیر موزون یہ مصرع سراپا
نہین اسمین ہرگز مرا حرف بیجا　　کہ اوزان اشعار میرے بلب ہے

متن

غرض وہ جفا اوس کو دکھلائی ظالم　　کہ جسکا وہی آپ رب ہیگا عالم

اے میرے عیال اور مری بیٹی بہنا — تمھین مین نے اللہ کو سونپا اب ہی

شرح

عیال اے ملا ذان سے کب ماسوا ہی
یہ تفریق بیجا سے کیا مدعا ہے
جنھین دختر و خواہر اس جا کہا ہے
عیال ایک جو لفظ ہی اسمین سب ہی

یہ ہی چوتھے مصرع کا پوچھے جو کوئی
سخن کہنے کے طرز یہ بھی ہین کوئی
جواب اسکا کچھ ہی بجز ہرزہ گوئی
تمھین مین نے اللہ کو سونپا اب ہی

متن

شہ دین یہ فرما کے رنکو چلے ہین
بلائین وہ چارو طرف لے رہی ہین
سب اہل حرم سینہ کوبان کھڑے ہین
کہ دیدار اب تیرا پھر ہمکو کب ہے

شرح

تمھین اپنے پر شاعری کا یقین ہے
چلے ہین کے کہنے کی یہ جا نہین ہے
پر اتنا نہ سوجھا ہزار آفرین ہے
روا ماضی مین حال کا ذکر کب ہے

چلے اور کھڑے قافیہ جو کیا ہے
تمھین جن نے بے عیب سے کہدیا ہے
یہ معیوب فن سخن مین کیا ہے
بہت شوخ ہی اور پر بے ادب ہے

جو غصہ کروگے سمجھے وہ بھی کہنا
بلائین لیے سے نہ نکلا یہ کہنا
سخن واجبی پر کہے وین نہ رہنا
کہ دیدار اب تیرا پھر ہمکو کب ہے

متن

ادھر زینب اسکے تھی قربان جاتی
اے بھائی یہ آفت سہی نہین ہی جاتی
اور اُس طرف کلثوم تھی بلبلاتی
فراق اب ترا ہمکو نار اور حطب ہے

متن

غرض اُس سحر نے جو چہرہ دکھایا — شہ دین نے اسباب رن کا منگایا
حرم نے جواب اسکا اور کچھ نہ پایا — سبھون کے منہ اوپر قمیص و قصب ہے

شرح

سخن سبکو سب کا خوش و ناخوش آیا — پہ اس گفتگو نے نہایت رجھایا
خدا جانے تم اسمین کیا مغز پایا — بدانست اپنے تو ہذیان تب ہے

قمیص اور قصب یان نہایت ہین بیجا — بتاؤ مجھے تمنے کیا ان کو سمجھا
کہین پیرہن کو قمیص اے ملاذا — نباتات مین سے ہی کچھ سو قصب ہے

قصب اس سوا قسم ہے پارچہ کی — نہ اس معنی سے بھی ہوا اپنی تسلی
جگہ آپ نے جس ارادیکو یان دی — سو لفظون سے اسکا نکلنا عجب ہے

کہو مرثیہ یہ رولادے گا کس کو — رلاوے گا سر اپنا کوئی سنکے اسکو
رولانے کی خاطر سناؤ یہ جس کو — کہو کیا جو پوچھے وہ کیا شے قصب ہے

متن

کہا شاہ دین نے اے میرے غریبو — زمانے سے ساری عمر بے نصیبو
خزان دل باغ کی عندلیبو — عجب طرح کا تم اوپر فضل رب ہے

شرح

خزان دل باغ کب گوش زد ہے — خزان باغ دل کی کہو تو سند ہے
غلط گوئی کتنی غرض یان بکد ہے — اگر فرض و واجب نہین مستحب ہے

متن

تو اب ہاتھ سے تم رضا کو نہ دینا — جو آوے [illegible] سر و چشم [illegible] اس کو لینا

نہیں ہے یہ ہرگز تمہاری زبانی	انھیں اسمیں لکھ لینے کا کیا سبب ہے

متن

ادھر پائین پر گر پڑی ام قاسم	کہ میں بیوہ تیرے برادر کی خادم
اے حضرت مرے دین و دنیا کے حاکم	کہو میرے مرنیکا بھی کوئی ڈھب ہے

شرح

ادھر معنی کی رو سے افزود ہے یاں	یہ لفظ اپنی جانب میں بے سود ہے یاں
یہ لیے غیر موزون بھی موجود ہے یاں	نہوں یہ دو لفظ اسمیں بے سقم تب ہے

متن

اے بھائی جی میرے تو جو کچھ تھے تم تھے	مرے جینے مرنیکے رکھوالے تم تھے
چھٹے میرے اور میرے بچوں کے تم تھے	میں تم بعد جیونگی یہ کیا غضب ہے

شرح

عوض آپ رکھوالے کے بندہ پرور	یہ کہتے کہ وارث ہو تھا اس سے بہتر
جنھیں لوگ کہتے ہیں رکھوالے اکثر	جتانا مجھے انکا یاں فرض اب ہے
جسے کہیے رکھوال سو پاسبان ہے	جو موتا یہ ہو پاسبان وہ کہاں ہے
مجاور بافواہ اہل جہان ہے	نہ یوں بولے ہونگے کہ دور از ادب ہے
چھٹے کہتے ہو کیا ہوا ہے یہ تم کو	غرض کیا کہوں واہ صلو وجلو
کہو کن کے بچے کی آتی ہے یاں بو	جہاں دیدہ ہو آشنا قوم سب سے

متن

ادھر بیٹیوں سے تہی دامن کو پکڑا	گریبان اپنے ہی دونوں نے پھاڑا
اے بابا جی ہمکو یہ جینا ہے کھانا	کھلا دو اگر زہر کی کوئی جب ہے

شرح

جو اتنی ہو تقطیع لفظی سخن مین
تو جائز نہین شاعری کے وہ فن مین
مگر کان بے ربطی کے ہین دہن مین
کہ جو منہ سے نکلے ہو بے ربط سب تے

یہ بندش تمھین کاش یون باندھ آتی
لگی ہر بہن کہنے کوٹ اپنی چھاتی
نہین تیری فرقت سہی مجھ سے جاتی
چلا تو بھی بھائی مرا کون اب ہے

مزاج آپکی سیج سے جاتی ہی اکڑی
کہون کیا مین یہ مرثیہ ہی کہ پھکڑی
فراق آگ بیشک ہے لیکن نہ لکڑی
فقط قافیہ کے لیے یان حطب ہے

متن

لے بھائی بنی آج گویا سدھارا
علی کا ہوا داغ تازہ دوبارہ
لے بھائی پھرینگے کہان ہم آوارا
نکرنے کا جو ہر ہمین کیا سبب ہے

شرح

سر بیت اس بحر مین یہ بجا نا
کرلے کا نہین آمین ہرگز ٹھکانا
انھین اسجگہ ان سنے موزون نمانا
جسے شعر تقطیع کرنے کا ڈھب ہے

اوارا فقط تم سے سننے مین آیا
کسی میر و میرزا کو سنتے نہ پایا
بلا مدا سے تمکو کن نے پڑھایا
کہو اہل خطہ ہو وہ یا عرب ہے

متن

ہمین اپنے ہاتھون سے تم مار جاؤ
زمین کھود ہم سب کو یان گاڑ جاؤ
لگا ہمکو ایک ایک تلوار جاؤ
ہماری بھی آخر شہادت نسب ہو

شرح

مین اس چار مصرع مین حیرت جاتی
کہون طبع پر گر نہ آوے گرانی

وہ آ شاہ کے پاؤں پر گر پڑی تھی	کہ یا شاہ احوال میرا عجب ہے
نہ لٹنے کی اب مجکو اپنی خبر ہے	نہ معلوم ہے سر کی چادر کدھر ہے
یہ تم نے جو مرنیکو باندھی کمر ہے	مری موت بھی اسگھڑی مضطرب ہے

شرح

سنی آپ سے مین عجب یہ حکایت	کہ لٹنے کی تھی شہ کے آگے شکایت
عبور تواریخ بھی ہے نہایت	خبر آپکو ایسی باتون کی کب ہے
خلل اور اک اسمین ہے بندہ پرور	نہین موت وہ شے جو غم سے ہو مضطر
اسے یون کہو اپنے مخلص سے سنکر	مرے جسم مین جی مرا مضطرب ہے

متن

مری موت اب مجکو باقی نہین ہے	کدھر مر گئی موت آتی نہین ہے
مری آہ جگ مین سماتی نہین ہے	مرے غم سے فریاد بھی جان بلب ہے
تری راہ بالون سے اپنے بہارون	سر اپنا تمہارے قدم پہ اتارون
اے سرور مین اپنے تئین تم پہ وارون	مرا مو بمو تجھ پہ قربان سب ہے
مین اصغر کو بھی اسگھڑی بھولگئی ہون	کہ شب جسکو ساری ہلاتی رہی ہون
مین اسدم تو فانوس سی جل اٹھی ہون	مرا تن بدن شمع سان ملتہب ہے
اتے مین ادھر عابدین نے پکارا	سر اپنے کے تئین چارپائی سے مارا
کہ بابا جی مین کیا کرون کا بچارا	مرا دل عجب طرح سے مضطرب ہے
ارے بابا اکیلا مین اب کیا کرونگا	یہ ناموس کیدھر مین لیے پھرونگا
اے بابا مصیبت مین کیا کیا بھرونگا	مین کیا جانون قسمت مین کیا کیا تعب ہے
مین تم بعد احوال کس کو کہونگا	بچون کا بلکنا مین کیونکر سہونگا
اس آتشکدہ مین کہانتک دہونگا	مرا دل تو تنور سا ملتہب ہے
مجھے کیسے ناموس کیدھر لیجاؤن	یہی چاہتا ہون کہ سر کو کٹاؤن
کہان جاکے عورات کو مین چھپاؤن	کرون کیا وصیت کا پاس ادب ہے

شرح

کوئی نظم مین ہی کہ اتنا ہی در پے
کرون منع تو ہی کے کر نہ سکو تا ئے

کیا تم نے یان ہی کوئی دوست کا ہی
تمھین تو یہی پیٹنا جب نہ تب ہے

نہ اودھر ہی کے لفظ کا ڈھب ہی آئین
نہ بابا ہی جی کا مخاطب ہی آئین

نہ صحت قوافی ہی کی اب ہی آئین
بجز ربط بے ربط جو جا ہو سب ہے

متن

اے بابا جی ہم پر برا دن پڑیگا
دکھاتا ہوا جگ مین لیے پھریگا

ہمین اب عمر بخش بندی کرے گا
یہ جینا ہی سر پر ہمارے غضب ہی

شرح

لیے کو مشدد جو تم نے کیا ہے
پڑیگا پھرے گا جو یہ کہ دیا ہے

سبق حاجی مولس سے شاید لیا ہے
بھلا کیسے یون قافیہ ٹھیک کب ہے

متن

لے بابا مدینے مین ہم کو بھجا دو
ویا ہمکو مٹی کے نیچے چھپا دو

ہمین گور پر فاطمہ کے بٹھا دو
بتا دو جو کوئی اس زمین مین نقب ہے

شرح

نکر واو کو تم بھجا دو مین تحریر
اٹھانیکی یا تنے کرو اس کی تدبیر

سراپا یہ لائے بھلا اسکی تقصیر
فصاحت کو اس واو کی وان طلب ہی

متن

سکینہ کی مان پیچھے سب کے کھڑی تھی
سرشک اسکے دامن تلک اک لڑی تھی

یہ مصرع بھی ہی روح کا انکے سوہان	کہ اک اک سے سو سو سے کیا حرب ہے

متن

وہ بادن نے ایسا ہے میدان کیا	کہ تینوں سے وہ کھیت کھلیان کیا
پھر اک اک سے نے جی اپنا قربان کیا	محبت کا قربان ہونا حسب ہے

شرح

مرے یار جو چاہے سو مجکو کہہ جا	یہ کیا تو ہے حاجی موئس کا لہجا
کہا مین زبان سے کہ خاموش رہجا	زیادہ نہ بک آگے جاے ادب ہے
درست اور تو سب ہی معنی کی رو سے	تمھارا جو ہے طور اس گفتگو سے
اسے مین نہ سمجھا یہ پوچھون کسو سے	محبت کا قربان ہونا حسب ہے

متن

پھر آئی جو اولاد حیدر کی باری	تو کیا کیسے ہر ایک نے کیا سنواری
ہزارون ہی مارے وہ مردود ناری	پڑا لشکر کافران مین شغب ہے

شرح

دل و جان سے قائل مین اس نظم کا ہون	کہ یہ ہر سہ مصرع بخوبی ہے موزون
اگر لفظ ہی چوتھے مصرع مین بیرون	بڑا معنی سے اور تو ٹھیک سب ہے

متن

غرض آخرش سب نے پائی شہادت	چہ اصغر چہ اکبر گئے سوے جنت
رہے شاہ تنہا بمیدان ہمت	کہ یکبارگی ذوالحج کیا ادب ہے



ولیکن مین اب ان کو کیدھر لیجاؤن — مین پھینٹے کو انکے کدھر گھر بتاؤن
کہان سے مین ایسا یہ پینے کو لاؤن — یہ صحرا تو بیرون حد عرب ہے

کہا شہ نے ہر اک کو چھاتی لگا کر — کہ اے بیکسو صبر ہے ابتلا پر
بوقت مصیبت ز آیات اطہر — قصبراً جمیلاً ہمین منتخب ہے

یہ فرما کے شبیر رن کو سدھارے — کہ دیکھے اب آکر جو ہی مرد بارے
کھڑے ہو مخالف کے منہ پر پکارے — کہ یہ دست و تیغ امیر عرب ہے

شرح

کئی بند یہ جو کیے غور مین نے — درست انکا پایا کچھ اک طور مین نے
قوافی و الفاظ بن اور مین نے — قباحت نہین پائی یہ کیا سبب ہی

متن

اے ناکارو مین تمسے حجت ادا کی — تمھین کہہ حکایات ساری خدا کی
پھر اپنے رفیقون کو شہ نے ندا کی — کہ اے یارو یہ قوم ذوالحرب ہے

شرح

کہہ و مہ کے یون گوش زد ہی روایت — سوا شہ کے جب پاچکے سب شہادت
کیا شہ نے اسوقت اتمام حجت — سخن یہ جو ہی سوز روے کتب ہے

متن

زہیر ابن قیس اک جوان دلاور — ہوا پہلے پانچون تنون سے نچھاور
وہ ایسا لڑا اسکو تم کیجو باور — کہ اک اک نے سو سو سے کیا حرب ہی

شرح

نچھاور کے کہنے کا موقع نہین یان — نثار اس جگہ بولتے ہین زباندان

کیا شہ نے کب شمر کو یہ اشارا — کہ میں بو تراب اور تو بو لہب ہے
اسے تم سناؤ گے جس اہل دین کو — کہیگا تمھیں آفرین اس یقین کو
کھونگا بجا کہتے ہو اس لعین کو — زباں پھر لیے کے یہ کیا عضب ہے

علی کا اگر بو لہب ہوئے قاتل — رکھے تب یہ تشبیہ اک نوع حاصل
فقط قافیے کے لیے حرف باطل — جناب ایسی مین کیسے دور از ادب ہے

متن

تجھی کہ مرا حق نے قاتل کیا ہے — یہ ابلیس کا تجکو حصہ ملا ہے
بھلا کہ تو کیا تیرا مین نے کیا ہے — کہ میرا لہو تجکو شہد و رطب ہے

شرح

بقول آپکے شہ نے یونہین کہا ہے — جو پہلے دو مصرع مین مضمون بندھا ہے
تو یون کیون کہین مین ترا کیا لیا ہے — کہ میرا لہو تجکو شہد و رطب ہے

متن

یہ سنکر شمر آکے بیٹھا سرہانے — لگا ڈھونڈھنے مارنیکے بہانے
کہا شہ نے اسکو کہ سن لے دیوانے — مجھے اپنے نانا کا اسدم ادب ہے

شرح

زبانی تمھارے فقط یہ ہے انشا — کچھ آیا نہ تھا شمر نانا کا بھیجا
جو کہتا یہ اس سے نبی کا نواسا — مجھے اپنے نانا کا اسدم ادب ہے

متن

نبی آپ یان متکلم ہو گئے ہین — عناصر کے سارے اثر یہ گئے ہین
وہ خود اس مقام آکے جیسے گئے ہین — مجھے اب یہان بولنا کیا حسب ہے

شرح

نہین ہر سہ مصرع مین یان بھی قباحت — و وجی ہی رہیکون کی لیکن فصاحت
لٹائی ہی پر مجکو یہ بھی ظلافت — کہ یکبارگی ذو الحج کیا ادب ہے
کیا اسمین پڑھیے تو موزون نہین ہی — بلاغت سے دور اور رکیا کہین ہے
نہین طور یہ نظم کا بالیقین ہے — یہ ملّا دو پیازہ کی میت کا ڈھب ہی

متن

روایت ہے انیس سو اور کچھ اوپر — دیلے ڈال رومال سے سب زمین پر
کہا عمر کو منی کو تب یہ ندا کر — کہ اب کیا ہوا تمکو کیا دیر اب ہے

شرح

خلل پہلے مصرع کے یہ درمیان ہے — جگہ اور کے رہے کو اسمین کہان ہی
عمر کو کہو عمر یہ کیا زبان ہے — پھر اس گفتگو پر یہ شور و تعب ہی
تمھین بولوا انصاف ہی منھ تمھارے — کچھ اوپر جب انیس سو کوئی مارے
یہ موقع ہی دشمن کو یون وہ پکارے — کہ اب کیا ہوا تمکو کیا دیر اب ہے
خبر یہ کسے ہی کہ مارے ہین کتنے — یہ تعداد فرماتے ہین آپ جتنے
شہ دین کے تھے جسم پر زخم اتنے — جو سمجھے ہو تم قول راوی وہ کب ہی

متن

لعینون نے جب ضعف سرور کو دیکھا — ہزارون نے چارو طرف آن گھیرا
کیا شاہ نے شمر کو تب اشارا — کہ مین بو تراب اور تو بولہب ہے

شرح

بجے گوش زد ہوئے قصہ یہ سارا — اٹھے اسکا سننا نہوئے گوارا

تو اُس گھر مین غارت کا وہ غل پڑا تھا	کہ جس کو بیان وار کہنا ادب ہے

شرح

مچی حسن مطلع مین ہے واے ویلا نذکر مؤنث مین کہیے ملا ذ ا	مچا واے ویلا یہان تم نے باندھا اسے مشترک کہنے کا کیا سبب ہے
حقیقت سنو چوتھے مصرع کی صاحب جو یون کہتے اسکا تو تھا یہ مناسب	کہ معنی ہین الفاظ سے اسکے غائب بیان وار کہیے تو سوے ادب ہے

متن

وہ خیمے کو پل مارتے مین جلایا پھر آہن کا ہر اک کو گہنا پنھایا	جو کچھ پایا رومال تک بھی چھنایا نہ پوچھا کہ تو کون ہی کیا نسب ہے
نہ چھوڑا کہ کوئی اپنے منھ کو چھپاوے نہ چھوڑا کہ اک ہوش بیمار پاوے	نہ چھوڑا کہ طفل نیہ دامن اڑھاوے نہ دیکھا کہ اسہان ہی یا کہ تب ہے
وہ سب مبتلا اشتر دن پر بٹھاے وہ عابد کی پانو کھڑی کل کلاے	مہار اُنکے اس ناتوان کو دلاے کہ ہو ہر نفس تجکو مقدور کب ہے
بچے شام لگ تو پیادہ چلے گا بچے تو اس آفت مین جیتا رہیگا	ان اونٹو نکی تو ساربانی کرے گا مجھے پاؤن رکھنے کا تیرے عجب ہی
بچے کیا مین اسدن کو تجکو جنا تھا مرے چاند تجھپر یہ کیا ہیگا ہالا	کہ تیرے گلے مین یہ آہن ہی ڈالا کہ گہنا تجھے آہنی آج سب ہے
بچے اپنے دادا علی کو بلا لے نہین تو تجھی کو یہ لوہا پنھا لے	یہ ہاتھون کا لوہا تو اُس سے کھلا لے کہ تو پاؤن جاتا ہی اور تجکو تب ہی
بچے تیرے دادانے ہین دیو چھوڑاے نہین جانتی مین تجھے کیون بھلاے	وہ سب کے بُرے وقت مین کام آے بھلانیکا تیرے بچے کیا سبب ہے
یہ کہکر وہ آپ ہی علی کو پکاری کہ شاہا کہان ہی تمھاری سواری	نجف کیطرف ہاتھ دونون پساری شتاب آؤ اسدم تمھاری طلب ہے

شرح

معانی اس آیت کے کن نے بتائے
سخن کا ہیکو کہیے گر کہہ نہ آئے
سخن کاش یون کرتے شہ کی زبانی
نہ کی مرضی حق سے ذرہ گرانی

جہان لائے تم اسکو بے ربط لائے
کیا فرض اس امر مین مستحب ہے
کبھو میرے نانا کو پھر زندگانی
مجھے انحراف اسکی مرضی سے کب ہے

متن

ولیکن ذرا دم لیے بیمروت
شمر دیکھا سرور کو محو عبادت

کہ مین کرلون اب اک نماز شہادت
کہا اب چلانا خنجر مستحب ہے

شرح

نماز شہادت سنی مین تمھین سے
نکالو تم اسکی بھی نیت کہین سے

سند اسکی پوچھو کسی اہل دین سے
کہ ودین وضعی تو اک یہ بھی ڈھب ہے

متن

وہ مقتول سجدہ بھی کرنے نہ پایا
پھر اس بعد خنجر جو جا کر لٹایا

کہ مردود نے خون اُس کا بہایا
تو اُس دم کا واقف وہی آپ رب ہے

شرح

تمھین شہ کو کہتے ہو محو عبادت
کہ سجدہ بھی کرنیکی پائی نہ فرصت

پھر آپ ہی یہ کہتے ہوئے میرے حضرت
تنا قض سخن مین ہوا تنا غضب ہے

متن

وہ گھر جس مین یہ وائے ویلا مچا تھا

کہ عرش اُس گھڑی خوف سے ہل رہا تھا

شرح

تم اس جا پہ تذکیر مشفق ہمارے زباندان تحسین آفرین کرتے سارے	اگر کہتے یون ہاتھ دونون پسارے بتا نا ہے غلط لفظ اس جا کڈھب ہی

متن

اے شاہ نجف تم نے سلمان چھوڑایا یہ عابد جو اژدر کے منہ مین ہے آیا	اُسے شیر کے منہ سے تم نے بچایا اسے نہین چھوڑاتے یہ کیا راز رب ہے
اے شاہ نجف تم نے بربرین جاکر اس عابد کی بندی بھی اسوقت آکر	ہزارون بندھون کو دیا ہے چھوڑا کر چھوڑاؤ کہ یہ بھی بڑا کار رب ہے
اے شاہ نجف تم نے بیرالعلم مین ہم آئے ہین جنات کے اب ستم مین	سلمان کیسے لاکھون جن ایکدم مین یہ کیا قوم ہے جنکا امت لقب ہے
اس امت نے ہمپر بُرا دن ہی ڈالا اے حضرت علی شیر باری تعالی	کسی وقت کا بغض ہم سے نکالا ہماری حمایت کا پھر وقت کب ہے
اسے میر اس حکایت کو کوئی کیا کہیگا کوئی مہربان ہو سکے کر بلا جا	یہ دو حرف ہین اسکے جو مین ہون بولا کروان جا کے مرثیکی دلکو طلب ہے
یہن اسکو جو اک طول دیکر ہے لکھا ذرا منصفو سنیے ہی اب اس کا دعوی	غزل نہین ہی ہی مرثیہ نام اسکا بیان شہادت کا اک یہ ہی ڈھب ہی

شرح

تھین خواہش انصاف کی میر جی ہی طلب یان نہ منصف کو انصاف کی ہی	سنا منصفون نے تو یہ داد دی ہے پر اسکا مرا اک بند معنی طلب ہے
غرض مرثیہ یہ جو تم نے کہا ہے بلاغت کا جی ناک مین آرہا ہے	عجب بحر بے ربطی اسمین بہا ہے فصاحت کو دیکھو تو وہ جان بلب ہی